بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

...وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۵/۴۴

.... الظّٰلِمُوْنَ ۵/۴۵ .... الْفٰسِقُوْنَ ۵/۴۷

...اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکام سے فیصلے نہیں کرتا ایسے ہی لوگ ہیں جو حق پر پردہ ڈالنے کے مجرم ہیں ۵/۴۴

...غلط کار (ظالم) ہیں ۵/۴۵ ...قانون شکن ہیں ۵/۴۷

اِسلام اور عُلماءِ اِسلام

مصنف

الفقیہ الحکیم

السیّد محمد احسن زیدی

مُجتہد

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	اسلام وعلمائے اسلام
مصنف	السید محمد احسن زیدی
ناشر	ادارہ علوم الاسلام
طبع سوم	جنوری 2001
تعداد	500
قیمت	200/-

مقدمہ

کتاب ''اسلام اور علمائے اسلام'' ایک ایسی شخصیت کی تصنیف ہے جس سے ناشرانہ اور اعلانیہ تعارف کی اجازت بڑی مشکل اور بہت مدت کے بعد ملی۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ ایک سربستہ راز ہے۔ قرآن اور احادیث پر مبنی ان کی اصولی تحریریں، حیران کن سادہ اسلوب اور طریقِ استدلال حق کے متلاشیوں کیلئے یقیناً مشعلِ راہ ہوگا۔ اور حق پوش لوگوں کیلئے یہ راہِ فرار بھی مسدود ہوجائے گی۔

ڈاکٹر آف ریلیجنز (RELIGIONS) اینڈ سائنس الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی مجتہد (1910-1989ء) ولد سید بشیر حسین زیدی کے نام سے پاک وہند اور جامع ازہر (مصر) کے علاوہ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے علماء بخوبی واقف ہیں۔ آپ کے ہزار ہا مضامین ملکی وغیر ملکی رسائل میں چھپ چکے ہیں۔

آپ نے انیس (19) سال کی عمر میں جامع ازہر (مصر) سے اعلیٰ ترین سند شھادت العالیہ حاصل کی۔ بعد ازاں بیروت یونیورسٹی میں تعلیمی مدارج طے کرکے پرنسٹن یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس کی ڈگری حاصل کی، جو کہ آپ کی پیشہ ورانہ اسناد مثلاً ایروناٹیکل انجنئرنگ، ایم. ایس. سی فزکس اور قُم سے اجتہاد کی سند کے علاوہ تھیں۔

اپنے والد بزرگوار کی نصیحت کے مطابق آپ نے ان تمام زبانوں پر عبور حاصل کیا جن میں الہامی کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ طِب، حدیث، منطق، فلسفہ، تصوف، علمِ قانون مختصر یہ کہ علم کی ہر شاخ خواہ وہ روحانی ہو یا مادی، سے آپ پوری طرح واقف تھے جس کا اندازہ ان کی لاکھوں صفحات پر پھیلی ہوئی تصنیفات وتالیفات کو پڑھ کر بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

1955ء میں آپ ایئر فورس سرگودھا بیس پر تعینات تھے۔ وہاں انہوں نے عربی اسباق (Arabic Language) بذریعہ خط وکتابت پڑھانے کا انوکھا طریقہ اختیار کیا۔ عربی اسباق کو سادہ ترین انداز میں تشکیل دیا اور اس میں نہایت ماہرانہ انداز میں قرآنِ کریم اور نہج البلاغہ کو سمو دیا تاکہ ہر شاگرد عربی زبان کے ساتھ ساتھ قرآن مجید اور نہج البلاغہ کے مفاھیم سے بتدریج واقف ہوتا رہے۔ اس تعلیمی نظام سے کم وبیش اَسی ہزار (80000) افراد بلا امتیاز مذہب وملت وابستہ تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی ساری تصنیفات ان کے شاگردوں نے ان کی حیات میں اور بعد حیات چھپوائی ہیں۔ جن میں والدازم، مواخذہ، قرآن مجید کا ترجمہ، عظمتِ رسولؐ قرآن سے، الجمعتہ الواجبہ، احسن الحدیث وغیرہ وغیرہ شامل ہیں

جبکہ سیکڑوں عنوانات ومسودات تشنۂ طباعت ہیں۔

کتاب ھٰذا کی تصنیف کی ضرورت اُس وقت زیادہ شدت سے محسوس کی گئی جب جناب محسن حکیم طباطبائی مجتہد نے انتقال کیا اور شیعوں میں ''علم'' کے مسئلہ پر بحث شروع ہوئی تو یہ کتاب ماہنامہ ''البشر'' اور ''فخر النساء'' میں بھی سلسلہ وار چھپتی رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں اُس بنیادی نظام کی نشاندہی کی ہے جس کی بنا پر اُمتِ مُسلمہ کا شیرازہ بکھر گیا، بدترین خونریزی اور کفرسازی کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس نظام نے معصومؑ قیادت کو پسِ پشت ڈال کر مختلف خاطی قیادتوں کو راہنما بنا کر قوم کو فرقہ بندیوں میں تقسیم کردیا۔ اللہ ورسولؐ وآئمہ طاہرینؑ کے معصوم اصولوں کو چھوڑ کر دشمنانِ دین کے خودساختہ اصولوں کو معیار قرار دے دیا۔ نتیجتاً امتِ مُسلمہ ترقی کی بجائے تنزلی کے عمیق گڑھوں میں گرگئی اور دنیا کی نظروں میں مُحسن کُش، احسان فراموش، لاقانون اور دھشت گرد ثابت ہورہی ہے۔

یہ کتاب تین حصوں میں تقسیم ہے۔ حصہ اول میں مسئلہ تقلید، اجتہاد، مجتہد، علمائے سُوء، علمائے حقّہ کی پوزشن اور دیگر ذیلی عنوانات پر بحث کی گئی ہے۔ حصہ دوم میں نظام اجتہاد کی نقاب کشائی، مذہب حقّہ اثناءعشریہ پر لگائے گئے اعتراضات والزامات کی حقیقتِ واقعی اور اس کے ذیلی عنوانات تحریر کئے گئےہیں۔ حصہ سوم میں مجتہد اور اجتہاد کا داخلہ، پہچان اور اصول فقہ زیرِ بحث لایا گیاہے۔ قارئین کی سہولت کے لئے حوالہ جات کے سلسلے میں چندنکات کی وضاحت درج ذیل ہے

''اسلام اور علمائے اسلام'' میں جن کتابوں کے جوصفحہ نمبر اور حوالہ جات دیے گئے ہیں وہ سب پرانے یعنی اوائل کے اڈیشن سے لئے گئے ہیں۔ نئے اڈیشنوں میں کتابوں کی سائز کی تبدیلی یا موضوعات کی نئی ترتیب یا اضافہ جات کی وجہ سے صفحات کے نمبر بدل گئے ہیں اس لئے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس کتاب میں دیئے گئے حوالہ جات موجود ہی نہیں ہیں مثال کے طور پر علامہ محمد حسین ڈھکو کی کتاب **اصول الشریعه فی عقائدالشیعه** کے جس اڈیشن سے حوالہ جات کے صفحہ نمبر دیئے گئے ہیں وہ اڈیشن ۴ ستمبر ۱۹۶۶ء کو ثنائی برقی پریس سرگودھا سے چھاپا گیا اور مذکورہ کتاب کل ۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور علامہ صاحب نے اس کتاب کے صفحہ ''ح'' پر اُن حضرات کے لئے جو علامہ صاحب کی اس کتاب کا جواب لکھنا چاہیں علامہ صاحب نے ان کے لئے ''شرائط جواب نویسی'' میں دس شرائط قائم کی ہیں۔ جبکہ اس کے بعد والے اڈیشن میں ۲۵۶ صفحات سے بڑھ کر ۴۳۶ صفحات ہوگئے ہیں اور ''شرائط جواب نویسی'' اپنی دس شرائط کے ساتھ اور کئی جگہوں پر پہلی تحریریں غائب ہوگئیں اُن کی جگہ نئے اضافہ جات نے لے لی، یوں نئے آنے والے اڈیشن میں صفحات اپنی اصلی جگہ پر قائم نہ رہ سکے۔ اسی طرح تفہیم القرآن (علامہ مودودی صاحب) کے نئے اڈیشن مارکیٹ میں موجود ہیں۔ جن میں حوالہ جات کے صفحہ نمبر آگے پیچھے ہوسکتے ہیں۔

اس کتاب میں قرآن مجید کی آیات کے حوالہ جات جگہ جگہ دیے گئے ہیں۔ ان میں اوپر کے ہندسے کو سورۃ کا نمبر دیا

گیا ہے اور نیچے آیت کا نمبر ہے مثلاً ''25/30'' اس میں 25 سورۃ الفرقان اور 30 آیت کا نمبر ہے۔ بعض قرآن مجید کے نسخوں میں مترجمین نے آیات کے نمبر آگے پیچھے کر دیے ہیں جہاں حوالے والی آیت نہ مل رہی ہو وہاں ایک دو آیت آگے پیچھے دیکھ لیں۔

ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''اسلام اور علمائے اسلام'' پڑھتے ہوئے قارئین کرام کے ذہن میں ایک الجھن پیدا ہو سکتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نام کے ساتھ ''مجتہد'' لکھا ہوا ہے اور اُن کی تحریریں اجتہاد اور مجتہد کے خلاف ہیں اس کی وضاحت یوں ہے کہ ڈاکٹر صاحب سنداً مجتہد ہیں لیکن عملی زندگی میں اجتہاد کو، قرآن مجید اور احادیثِ معصومینؑ کے مدِ مقابل سمجھا اور اُس کی ہمیشہ مذمت کی۔

میرے لئے یہ مقام فخر ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کیلئے مقدمہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں

التماس:۔ ہر چند یہ کوشش کی گئی ہے۔ کہ یہ کتاب معیاری بنے اور مشینی غلطیوں سے پاک رہے۔ اگر معزز قارئین کو اس کتاب میں کوئی کمپوزنگ کی غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرمائیں۔ ہم انتہائی شکریہ کے ساتھ قبول کریں گے اور آئندہ آنے والے ایڈیشن میں درستگی کے ساتھ شائع کریں گے۔ کتاب کے معیار کو مزید بہتر بنانے کیلئے قارئین کی تجاویز بھی شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیں گی۔

والسلام

خیر اندیش

السید جوشن رضا جعفری السبز واری

اسلام اور علمائے اسلام

حصہ اوّل

عنوان نمبر 1 تا 143

- مسئلہ تقلید، اجتہاد، مجتہد، علماءِ سوو علماءِ حقہ کی پوزیشن
- مشرکین عرب کی اسلام کی آڑ میں رسولؐ سے بغض و دشمنی۔اور
- انتقاماً بزورِ اجتہاد مجتہدین نے اسلام و قرآن میں معنوی تحریف کر کے امتِ مسلمہ کی اکثریت کو گمراہی کے راستہ پر دھکیل دیا
- قرآن مجید، روضۃ الکافی، نہج البلاغہ اور بحار الانوار سے حوالہ جات

اسلام اور علماء

مسئلۂ تقلید اور مرجعِ تقلید کے سلسلے میں کچھ ایسی بحثیں اور اقدامات ہوئے ہیں جن سے قوم کے قلب و ذہن میں ایک شدید ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ اور چونکہ تقاضائے زمانہ اور عالمی سیاست نے احساسِ مرکزیت کو بیدار کر رکھا تھا اس لئے یہ ہیجان نوجوانان و دانشمندانِ قوم پر بُری طرح اثر انداز ہوا ہے۔ اُنہیں یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے کہ دُنیا میں جہاں جہاں بھی شیعہ آباد ہیں ان سب کو صرف ایک مجتہد کی تقلید کرنا چاہئے۔ اُس ایک مجتہد کو مرجعِ تقلید اور مرکزِ ملتِ جعفریہ ماننا ہوگا۔ اور چونکہ قوم میں مجتہد بہت ہیں اس لئے مرجعِ تقلید یا مرکزِ ملت کو اَعلَم ہونا چاہئے۔ یعنی پوری قوم میں اُس کا علمی مقام ایسا ہو کہ تمام افرادِ ملت اپنے معاملات میں اُس سے راہنمائی حاصل کریں۔ اور کوئی دوسرا فردِ قوم ایسا نہ ہو جو اُس سے زیادہ علم وبصیرت رکھتا ہو۔ ظاہر ہے کہ مرکزِ ملت ایسا ہی ہونا چاہئے ورنہ اگر قوم میں ایسے افراد موجود ہوں جو مرکزِ ملت سے علم و فضل میں زیادہ یا برابر ہوں تو وہ خود دوسروں سے راہنمائی حاصل کرنے کا محتاج ہوگا۔ یا یہ کہ بعض افرادِ قوم کو اُس کی راہنمائی یا قیادت سے مستثنیٰ رکھا جائیگا۔ لہٰذا وہ مرجع اور مرکز کے مقام سے گر جائے گا اور اُس پر لازم ہوگا کہ اعلان کرے کہ:۔

۔''مجھے مرکزِ ملت یا مرجعِ تقلید بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ تمہارے نزدیک جو احکامات صحیح ہوں اُن میں میری اطاعت اور مجھ سے تعاون کرنا اور جب میرا کوئی حکم غلط ہو تو میری اصلاح کرنا''۔

یہ مسکرانے کی بات نہیں ہے بڑا سنجیدہ مسئلہ ہے۔ شیعہ مکتبِ فکر میں اور باقی مکاتیبِ فکر میں بنیادی فرق اور امتیاز کو باقی رکھنے یا مٹا دینے کا مسئلہ ہے۔ ہم اپنے عقائد میں ایک معصومؑ مرکز کی قیادت پر ایمان رکھنے پر مامور ہیں۔ لہٰذا ملت شیعہ کا واحد مرکز صرف معصومؑ ہو سکتا ہے۔ ہم کسی خاطی کی نہ اطاعت کرتے ہیں اور نہ ہی کسی خاطی انسان کو ہماری قوم نے مرجع و مرکز بنایا ہے۔ اس عقیدے پر برقرار رہنے کے لئے قوم نے ہمہ قسمی مصائب و آلام، قتل و غارت اور نقصانات برداشت کئے ہیں۔ یہ قوم کچھ بھی سہی لیکن اپنے اس اعتقاد کے خلاف عملدرآمد نہ پہلے کیا ہے اور نہ اب اِس کے لئے آمادہ ہو سکتی ہے۔ رہ گئی تقلید؟ تو یہ ہمارے مذہب کا ایسا اہم مسئلہ ہے کہ اس کے بغیر ہر کسی شخص کے اعمال باطل ہیں۔ یہ اُمت کے ہر فرد پر واجب ہے۔ قوم کو اس مسئلہ کی آڑ میں گمراہ کرنے کی کوشش صدیوں سے جاری ہے۔ وہ تمام کوششیں ہمارے ریکارڈ میں موجود ہیں جو ضرورت پڑنے پر قوم کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ فی الحال ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شیعہ اثناء عشریہ ایک مرکز کے قائل ہیں مگر معصومؑ مرکز کے۔ شیعہ تقلید کرتے چلے آئے ہیں یہ کوئی نیا حکم یا کام نہیں ہے۔ جو چیز قابل غور ہے جس کی بنا پر ہنگامہ کھڑا کیا جارہا ہے وہ ہے اعلمیت اور مرکزیت۔ یعنی تمام افرادِ قوم کا کسی ایک فردِ قوم کو اپنا مرجع مان کر اس کی اطاعت و اتباع کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لینا

اور اپنے تمام معاملات میں راہنما سمجھ کر اُس سے ہدایات حاصل کرنا، اور اس کے حکم ومنشا کے خلاف عمل نہ کرنا۔

ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اور جو مضامین قومی اخبار ورسائل میں آئے ہیں اُن میں کھل کر یہ پوزیشن واضح نہیں کی گئی ہے۔ اسی بنا پر ہم نے اُسے کوشش قرار دیا ہے۔ مگر اعلم اور مرجع تقلید کے تعین میں یہ احتیاط اس لئے کی گئی ہے کہ قوم بھڑک نہ اُٹھے اور گول مال کر کے مقصد بھی حاصل ہو جائے۔ یہ گول مال بھی نئی بات نہیں ہے۔ مگر اس دفعہ جو چیز نئی ہے وہ ایک مرکزِ واحد کے قیام کی جدّ وجہد ہے۔ اور اب اس جدّ وجہد نے زیرِ زمین رہنے کے بجائے اعلانیہ اقدامات کی صورت اختیار کر لی ہے۔ ہم عرصہ دراز سے اس عنوان کو اختیار کرنے پر غور کرتے رہے اور متعلقین کو صبر وضبط وتحمل کی تاکید پر اکتفا کئے رکھی۔ امید تھی کہ کوئی باخبر شخص حقیقتِ حال پر روشنی ڈالے گا۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ناقدین حضرات بھی مسئلہ کے بنیادی پہلو پر متوجہ نہیں۔ بلکہ بحث کو الجھایا جا رہا ہے۔ وہ اہل قلم جن کی سنجیدگی اور شُستہ بیانی مسلّمہ ہے وہ ان بحثوں میں سُوقیانہ طنز ومزاح کرنے لگے ہیں۔ اس لئے ہم نے ارادہ کیا کہ اپنی قوم کے حضور میں اس صورتِ حال کو بطور یاد دہانی واضح کریں۔ چونکہ ہمیں اس کا اندیشہ کبھی نہیں رہا کہ کوئی ہمارا رزق بند کر دیگا۔ رزق ہم خود کماتے ہیں مذہب کو آمدنی کا ذریعہ بنانا حرام سمجھا ہے۔ بہت سے قلم اس لئے رُکے رہتے ہیں کہ اُن کا وظیفہ بند ہو جائے گا۔ اُن کی آمدنی پر اجارہ داروں کی طرف سے ضرب پڑے گی۔ اُن کی اپنی ساکھ خراب کر دی جائے گی۔ اس لئے بیچارے خاموش رہنا ''احوط'' سمجھتے ہیں۔ ہم اجارہ داری سے الگ تھلگ رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں حق بات کہنے اور لکھنے میں کبھی کوئی خوف مانع نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہم نہایت سادہ اردو میں اپنی گذارشات پیش کرتے ہیں۔ اختصار یا کم علمی کی بنا پر کہیں کوئی گنجلک رہ جائے تو وضاحت طلبی کے لئے مشکور ہوں گے اور جو کچھ جانتا ہوں اُسے بطور وضاحت پیش کرنے میں فخر محسوس کروں گا۔ جو حضرات خطرہ محسوس کر کے خامہ فرسائی فرمائیں اُن کا اخلاقی فرض ہوگا کہ مجھے مطلع کر دیں۔ تاکہ اُن کے خطرات کا علم اور تدارک ہو سکے۔ مجھے بیرنگ خط سے اطلاع دی جاسکتی ہے کہ ہم فلاں جریدہ میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ تاکہ میں متعلقہ اخبار منگوا سکوں۔ ظاہر ہے کہ تمام قومی میگزین وغیرہ میرے نام پر جاری نہیں ہیں کہ مجھے اعتراضات کا ازخود علم ہو جائے۔ اس گذارش کے بعد بھی اگر طبع آزمائی کی گئی تو ایسے حضرات کو قوم میں نفرت کی نظر سے دیکھا جائے گا جو کافی ہے۔ ہم چند ایسے مسلمات سے گفتگو کا آغاز کرتے ہیں جن کا انکار کرنے کے لئے کوئی عاقل شخص تیار نہ ہوگا۔

1۔ قرآنِ کریم کی پوزیشن

قرآنِ کریم اور رسولؐ کریم کی پوزیشن ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اُن میں سے کسی ایک کی منزلت بیان کر دینے سے دوسرے کی پوزیشن خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ہم پہلے قرآن کریم کے متعلق چند مسلمات پیش کرتے ہیں۔

(الف) دائرہ اسلام میں داخل ہر مکتبۂ فکر یہ تسلیم کرتا ہے کہ قرآن آخری کتاب ہے۔یعنی قرآن کریم کے بعد اللہ کی طرف سے قیامت تک کوئی اور کتاب نہیں آئے گی۔ جب یہ بات صحیح ہے تو اس کے نتیجے میں یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم کی موجودگی میں قیامت تک کسی اور ضابطۂ حیات کی ضرورت بھی نہیں ہے۔یعنی قرآن کریم اُن تمام ہدایات وتعلیمات کا حامل ہے جو قیامت تک آنے والے انسانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی وکمال کے لئے ممکن ہوں۔اس لئے اگر قرآن ایسی کتاب نہیں ہے تو ضرورت کے باوجود ہدایات وتعلیمات خداوندی کا بند کردیا جانا بنی نوع انسان کی حق تلفی، ظلم اور زیادتی ہے اور اللہ کی طرف سے نہ ظلم ممکن ہے اور نہ اُس سے زیادتی اور حق تلفی ہوسکتی ہے۔چنانچہ ہر مسلمان کو ماننا ہی پڑے گا اور قرآن کریم نے بھی یہی بتایا ہے کہ:۔

۱۔''قرآن میں ہر شے کا بیان اور مسلمانوں کے لئے ہدایات وبشارتیں موجود ہیں''۔(۱۶/۸۹)

۲۔اور۔''قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور وہ ایمانداروں کے لئے ہدایت ورحمت ہے''۔(۱۲/۱۱۱)

(اوپر سورہ کا نمبر ہے اور نیچے آیت کا)

(ب):۔تمام اہل اسلام مانتے ہیں اور قرآن مجید نے بھی اعلان کیا ہے کہ سرکارؐ دوعالم کا اولین فرض منصبی یہ تھا کہ وہ قرآن پر خود عمل کریں اور اپنی اُمت کو قرآن کی عملی تعلیم دیں (۱۵۲۔۲/۱۵۱) اس بات کو مانتے ہی یہ ماننا لازم آیا ہے کہ آنحضرتؐ قرآن کریم کے عالم اور مُعلّم تھے اور قرآن کے عالم اور مُعلّم ہو نہیں سکتے جب تک کہ آنحضرتؐ کو وہ سب کچھ معلوم نہ ہو جو قرآن میں موجود ہے۔لہٰذا اگر قرآنِ کریم میں ہر شے کا بیان موجود ہے تو ماننا ہوگا کہ آنحضرتؐ ہر چیز کے عالم ومعلّم تھے اور اگر وہاں ہر ہر چیز کی تفصیل موجود ہے تو لازم آتا ہے کہ اللہ نے سرکارؐ کو ہر چیز کا تفصیلی علم عطا کیا ہو۔اور کائنات کی کوئی ایسی چیز نہ رہ گئی ہو جو قرآن میں تو ہو مگر آپؐ کو معلوم نہ ہو۔

اس حقیقت کو قرآن کریم نے یوں بتایا ہے کہ ﴿عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَم﴾ (۴/۱۱۳) سکھایا تجھ کو جو کچھ کہ نہ تھا تو جانتا۔(علامہ رفیع الدین مرحوم) لہٰذا ثابت ہوگیا کہ ہر وہ چیز جو رسولؐ اللہ نہ جانتے تھے اللہ نے اُنہیں اس کی تعلیم دے دی تھی۔ یعنی خدا نے حضورؐ کو اس قدر علم عطا کیا تھا کہ اُنؐ سے جہالت وناواقفیت اور لاعلمی کی نفی ہوگئی تھی۔اس آیت کے بعد یہ کہنا کہ رسولؐ اللہ فلاں بات نہ جانتے تھے کم ازکم اہلِ ایمان سے تو ممکن نہیں۔البتہ جو لوگ قرآن کی تکذیب کے بغیر اپنا کاروبار نہ چلا سکیں انہیں معذور سمجھ لیں۔اس چار لفظی آیت نے بلاغت کی ایک نئی راہ کھول دی ہے۔یعنی جس بات کو مثبت طریقہ پر بیان کرنا مشکل ہو اُسے منفی طریقے پر کہہ دیا گیا۔مثلاً دنیا میں سینکڑوں زبانیں بولی جاتی ہیں ان سب کو نام بنام بتانا دقت سے خالی نہیں ہے۔لیکن اگر آپ یہ فرمائیں کہ کوئی زبان ایسی نہیں ہے جو فلاں شخص نہ جانتا ہو۔اس سے ہر شخص یہ ہی سمجھے گا کہ وہ فلاں شخص

تمام زبانیں جانتا ہے۔علومِ کتاب وصاحبِ کتاب کی وسعتوں کا تقاضا تھا کہ بیان کا وہ پہلو اختیار کیا گیا جو چار الفاظ (۴/۱۱۳) میں وہ کچھ ظاہر کردے جس کو پردہ شہود پر لانے اور سمجھانے کے لئے عمرِ کائنات درکار ہے۔ یہ تو آنحضرتؐ کے علم کی مختصر ترین ترجمانی تھی۔اب یہ دیکھئے کہ اس عالمِ ربانی نے اپنی امت کو کس حد تک تعلیم دی تھی۔آپؐ نے اعلان نبوتؐ کے ساتھ ساتھ علوم قرآن کے دروازے کھول دیئے۔تمام متعلقین نے جو علم سے دلچسپی رکھتے تھے علوم محمدیہؐ سے اپنے اپنے دامن بھرنا شروع کئے۔ اور جس کو حالات نے جس قدر فرصت دی، جس کا جتنا ظرف تھا، اور جس کو جتنی ضرورت تھی، اُسی تناسب سے علوم حاصل کئے۔ مگر آنحضرتؐ نے اپنی طرف سے تعلیم مکمل کر کے چھوڑی۔اور اللہ سے امت کو قرآن کریم میں تحریری سند دلا دی۔فرمایا گیا کہ:۔

(۱)عَلَّمَکُمْ مَّالَمْ تَکُونُوْا تَعْلَمُوْنَ o(۲/۲۳۹)

سکھایا ہے تم کو جو کچھ نہیں تھے تم جانتے (علامہ رفیع الدین)اور

(۲)یُعَلِّمُکُمْ مَّالَمْ تَکُونُوْا تَعْلَمُوْنَ o(۲/۱۵۱)

سکھاتا ہے تم کو جو کچھ کہ نہیں تھے تم جانتے۔(رفیع الدین صاحب)

(اور یہ بھی کہ سکھائے گا تم کو........احسن)۔آپ نے غور فرمایا کہ اُمت کو بعینہٖ وہی سند دی گئی ہے جو رسولؐ اللہ کو ملی تھی۔محض واحد(عَلّمَکَ)اور جمع (عَلَّمَکُمْ) کا فرق ہے اور یہ فرق ہے کہ سرکارؐ کو اللہ نے تعلیم دی تھی۔اور امت کو آنحضرتؐ نے پڑھایا تھا۔اور چونکہ جمع کا صیغہ فرمایا گیا ہے۔لہٰذا کم از کم امت میں تین افراد یقیناً ایسے ہونا چاہیں جن سے لاعلمی، ناواقفیت اور جہالت کی نفی ہو چکی ہو۔ یاد رہے کہ جہالت بھی رِجس کی ایک شاخ ہے۔ یہ جہالت ہی ہے جس کی بنا پر لغزش اور گناہ کا امکان پیدا ہوتا ہے۔ جب علم اس انتہا پر جا پہنچے کہ قبل از وقت ہی نتائج کا یقین ہو تو گناہ کا صدور ناممکن ہو کر رہ جاتا ہے۔اس بات کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔اور نہ اس بات کے اعلان میں کسی ہچکچاہٹ کی گنجائش ہے۔کہ جن حضراؑت کا علم ماتکون تعلمون کی حدود توڑ چکا ہو۔ وہ قطعاً معصوم یعنی لغزش، خطا، گناہ اور غلط تصورات سے محفوظ تھے۔ اس بنا پر کہ آنحضرؐت کی ایک ڈگری یہ ہے کہ:۔

(۱)وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰیO اِنْ ھُوَاِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیO(۴-۳/۵۳)

۔"اور نہیں بولتا خواہش اپنی سے۔نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے"۔(رفیع الدین)

اسی وزن کی سند اُن کو ملی کہ:۔

(۲)مَاتَشَاؤُنَ اِلاّ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہ(۷۶/۳۰)

نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ(رفیع الدین)

غور فرمایئے دونوں مقامات پر دونوں اسناد میں منفی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔نہیں بولتا وہ مگر یہ کہ جو کچھ بھی کہتا ہے وہ سب وہی وحی ہوتی ہے جو اللہ کی طرف سے ارسال ہوتی ہے۔اور یہ کہ نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ جو کچھ بھی چاہتے ہو وہ تمام وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔یہاں یہ سوچنے کی بات ہے کہ وہاں زبان سے نکلنے والی ہر بات کی ذمہ داری لی گئی۔مگر یہاں تصورات تک کی ذمہ داری لے لی گئی ہے۔یعنی جو حضرات آنحضرتؐ نے تیار کئے تھے وہ ظرفِ منشائے خداوندی بن کر سامنے آئے۔ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کی تعلیم کا تا قیامت جاری رہنا ضروری ہے۔

2۔تعلیماتِ محمدیؐ کا دورِ دورہ

(ج) یہ بھی مسلماتِ عقلاء میں سے ہے کہ تنہا کتاب کافی نہیں ہوتی۔قرآن کریم بھی اُسی وقت تک قابل فہم وقابل عمل ہے جب تک بیان ولسانِ رسولؐ اس کی ترجمانی کرے(۱۹/۹۷)لہٰذا کتاب کے ساتھ ساتھ صاحبؑ کتاب لازم ہے۔تاکہ کتاب میں بیان شدہ تعلیم صاحبِؑ کتاب کے اعمال واقدامات کی روشنی میں تمام متعلقین کے لئے قابل عمل بن جائے۔اور جہاں جہاں عملی دشواریاں پیش آئیں۔صاحبؑ کتاب عملی نمونہ سے وضاحت کردے تاکہ ہر اقدام اِس ہمہ گیر ضابطۂ حیات کی منشا کے مطابق رہتا چلا جائے۔اور بلاتضیع اوقات ومحنت وہ نتائج برآمد ہوتے چلے جائیں جن کا وعدہ اللہ نے کتاب میں کیا ہے۔اور

(د) یہ بھی نا قابل انکار حقیقت ہے کہ قیامت تک بہت سے ادوار آنے والے ہیں۔اور ہر دور میں انسانی ارتقاء مختلف تقاضے پیدا کرتا رہے گا۔ضروریات انسانی آگے بڑھتی اور بلند ہوتی چلی جائیں گی۔لہٰذا اگر قرآن قیامت تک ضابطۂ حیاتِ انسانی ہے تو قرآن کے ساتھ صاحب قرآن کی زبان وبیان وعمل موجود رہنا بھی لازم ہے۔تاکہ وہ کتاب کے اُن حقائق سے پردہ اٹھائے جو سابقہ ادوار میں ضروری نہ ہونے کی وجہ سے سمجھ میں نہ آئے تھے۔یا جن کی طرف اُس وقت کا ذہن منتقل ہی نہ ہوا تھا۔یا جو اتنے سادہ معلوم ہوئے کہ اُن پر سوال ہی نہ کیا گیا تھا۔مثلاً۔’’اے مومنین اپنے گھروں کے علاوہ کسی اور کے گھر میں بلا اجازت حاصل کئے نہ گھس جایا کرو۔اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو واپس چلے آیا کرو۔اور اگر تمہیں واپس جانے کو کہے تو واپس چلے جایا کرو‘‘۔ (۲۸۔۲۷/۲۴) یہ احکام ساتویں صدی عیسوی میں ایسے سادہ تھے کہ ان پر مزید کسی غور وفکر کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔حالانکہ یہ احکام اُس معاشرہ کی تہذیب پر ایک عمیق ترین نظر تھی جو آنحضرتؐ سے پہلے عربوں کے یہاں عام ہو گیا تھا۔اور جو آج کی دنیا میں ایک تمنا اور نظام کی صورت میں جنم لے رہا ہے۔جس کی وضاحت کیلئے ہم نے اپنی کتاب ’’**مواخذہ**‘‘ میں دو ہزار صفحات لکھے ہیں۔بہر حال قرآن کے ساتھ صاحب قرآن کا موجود رہنا کتاب وسنت وعقل سے ثابت ہے اور

(ہ) آخری بات یہ کہ فی الحال یہ بھی مسلّمات میں داخل ہے کہ انسان ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا۔چنانچہ رسولؐ اللہ کا

انتقال ہوا قرآن نے پہلے ہی بتا دیا تھا (۳۹/۳۰) لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لازم تھا کہ وہ امت کی عملی تعلیم کا ایسا نظام قائم کریں جو نفس رسوؐل قرار دیا جا سکے۔ جو قیامت تک کے لئے وہ تمام ذمہ داریاں سنبھال سکے جو مندرجہ بالا مسلّمات اور خود قرآن کی طرف سے عائد ہوتی ہیں تاکہ یہ نظامِ تعلیمِ قرآن آئندہ ہر ملحق ہونے والے فرد (۲-۶۲/۴) کو فضل خداوندی سے مالا مال کرتا چلا جائے اور ہر شخص کو ملنے والا علم عطیۂ رسوؐل کہلائے۔ اسی مقصد کے لئے آپؐ نے وہ جماعت تیار کردی جس کو خدا نے عَلَّمَکُمْ ویعلمکم مالم تَکُونُوْا تَعْلَمُون کی سند عطا کی اور جنہیںؑ اپنی منشاء کا ظرف قرار دیدیا۔ تاکہ تا قیامِ قیامت تعلیماتِ خداوندی منشائے خداوندی کے عین مطابق جاری رہنے کی ضمانت دے دی جائے۔ جب یہ جماعت اس قابل ہوگئی تو اسے منصب تعلیم پر نصب کر دیا گیا (۹۴/۷) اور جب حضورؐ اپنی ذمہ داریوں سے فارغ ہو گئے تو اپنے خالق و مالک کے روبرو حاضر ہو گئے (۹۴/۸) انہوں نے اپنے بعد کے لئے بہت محمدؐ تیار کر دیئے اور فرمادیا تھا کہ ابتداء بھی محمدؐ نے کی ہے اور انتہا بھی محمدؐ کے ہاتھ سے ہوگی اور درمیان میں بھی محمدوؐں کا دور دورہ رہے گا۔ یعنی اس کائنات کے ہر دور کی راہنمائی ذاتِ محمدیؐ یا نفس محمدیؐ کرتا رہے گا۔ گویا کائنات کا ماضی ہو یا حال ہو یا اس کا مستقبل ہو اس پر سایۂ دامانِ رحمۃؐ للعالمین پھیلا ہوا ہے۔ (۴۰/۷ سورۃ المؤمن) اس پر ایمان رکھنے والا ہی حقیقی مومن ہے۔

3۔ قرآن اور صاحبانِ قرآن

آنحضرتؐ اور اُنؐ کے تیار کردہ حضراتؑ نے ہمیشہ اور ہر حال میں قرآن کریم کو وہی مقام دیا جو قرآن نے اپنی آیات میں بیان کیا تھا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ اُن کی اپنی منزلت کا دارومدار بھی قرآن ہی پر ہو۔ البتہ اُنؐ کے علاوہ جن لوگوں کو یا جن ذہنیتوں کو قرآن ناپسند کرتا ہے۔ اُنہوں نے کبھی اور کسی حال میں بھی قرآن کریم کو منّ وعَنْ قبول نہیں کیا۔ اگر موقعہ ملا اور قوم نے تقاضہ کیا تو ہم اُن حضرات کا مع ان کے اقوال اور تفہیم کے آپ سے تعارف کرائیں گے اور دکھائیں گے کہ مسلمانوں کے مکاتیب فکر میں کثرت ایسے مفسرین کی ہے جو اپنی رائے اور ذاتی رجحانات سے ردوبدل کر کے قرآن کو قبول کرتے تھے۔ عہدِ ختمیؐ مرتبت سے آج تک قرآن میں اصلاح اور ردّوبدل جاری ہے اور اس کا اولین سبب یہ ہے کہ تعلیمات قرآنیہ اُن کے معیار سے اس قدر بلند ہیں کہ وہ حضرات وہاں تک بلند ہونے میں اپنے کاروبار میں خسارہ دیکھتے رہے ہیں۔ لہٰذا اُنہوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ قرآن، رسولؐ اور صاحبانِ قرآن کو اپنی سطح پر اُتارلیں۔ اس کوشش نے اُمت میں اختلاف و انتشار و افتراق کے دروازے کھول دیئے۔ رفتہ رفتہ آج وہ وقت آ گیا ہے کہ اسلام کا صرف نام رہ گیا ہے اور قرآن بطور رسم باقی رکھا گیا ہے۔ (آنحضرتؐ اور اہلبیتؑ) ہر مکتبِ فکر کی کتابوں میں یہ حدیث موجود و مسلّم ہے۔ اس کے باوجود قرآن کی حفاظت کے اُن

دعویداروں نے جن کا قرآن میں کوئی مقام نہ تھا۔ نہ اُن کیلئے کوئی سند تھی۔ قرآن کے نام پر اسلام کہہ کر مختلف ناموں سے مذہب گھڑے اور مسلمانوں کے حوالے کردیئے۔ اور خود مسلمانوں کے عالم، اَعْلَمْ اور مُقَلَّدْ بن کر زمامِ اسلام سنبھالی۔ اور اب یہ گروہ موڈرن طریقہ پر اپنے خودساختہ مذاہب کا احیاء چاہتا ہے۔ اور ہم اُن کے خودساختہ مذہب کی موت چاہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اُن کے اس مذہب سے بے دینی ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ وہاں انسانیت سوز جرائم کو فتوؤں سے اللہ اور رسولؐ کے نام پر جائز نہیں کیا جاتا۔ لاَاِلٰہَ الاَّ اللّٰہ کہنے والے کا خون ہر مسلمان پر حرام ہے۔ مگر تاریخ اٹھا کر دیکھئے کہ وہ مسلمانوں کے خون سے رنگین ملے گی اور ساتھ ہی جواز کے فتوے اور ثواب کے انبار ملیں گے۔ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے والے لوگوں اور مسجد رسولؐ کی بے حرمتی کرنے والے لوگوں کے نام کے ساتھ سلام و درود اور رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ملے گا۔ ہم ایسے دین کو کس طرح بے دینی سے بہتر قرار دیں؟ ہم ان لوگوں کو پسند کریں گے جنہوں نے غیر مسلم ہوتے ہوئے بردہ فروشی اور غلامی کو حرام قرار دیا اور اسلام کے دعویداروں میں آج تک بردہ فروشی ہورہی ہے۔ اور اسلام وقرآن کے نام پر ہورہی ہے۔ مسائل کی کتابوں میں اُن کی خرید و فروخت پر قواعد وضوابط بیان کئے جاتے ہیں۔ اور جو شخص اس قسم کے مسائل میں سب پر فوقیت رکھتا ہو وہ اعلم کہلاتا ہے۔ **لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ**۔ بہرحال بتانا یہ ہے کہ ہر وہ شخص مسلمانوں کے یہاں ناقابل قبول ہونا چاہیئے جو قرآن کو مِن وعَن تسلیم نہ کرے۔

ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جو حضراؐت قرآن کی رو سے قرآنی تعلیم کے سربراہ تھے۔ اُنہوں نے کبھی قرآن کے دعاوی کے خلاف لب کُشائی نہیں کی۔ اس سلسلے میں معصومین علیہم السلام کے سینکڑوں فرمانات میں سے چند، اور وہ بھی مختصر ترین صورت میں آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ سابقہ صفحات میں آپ نے دیکھا تھا کہ قرآن نے اپنے لئے تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍO (۱۶/۸۹) فرمایا تھا اور ہر شے کی تفصیل رکھنے کا دعویٰ کیا تھا (۱۲/۱۱۱) اسی پر قولِ معصومؑ ملاحظہ ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی اَنْزَلَ فِی الْقُرْآن تِبیان کُلّ شَیءٍ۔ حتّٰی وَاللّٰہِ مَا تَرَکَ اللّٰہ شَیْئاً یَحتَاج اِلَیه العباد حتّٰی لاَ تستطیع عبد یَقُوْل لو کا ن ھٰذا اُنزِلَ فی القرآن۔ اِلاَّ وقد اَنْزِلَه اللّٰه فیه (صادق علیہ السلام)

۔''یقیناً اللہ نے قرآن میں ہر چیز کا بیان نازل کیا ہے۔ بخدا اُس نے کوئی بھی ایسی چیز نظر انداز نہیں فرمائی جس کی بندوں کو احتیاج ہو (اور وہ قرآن میں موجود نہ ہو) یہاں تک کہ یہ گنجائش بھی نہیں چھوڑی کہ کوئی بندہ یہ کہے کہ کاش فلاں بات قرآن میں موجود ہوتی اس لئے کہ اللہ نے ہر ایسی بات بھی قرآن میں نازل کردی ہے''۔

(اصول کافی باب الرد الی الکتاب و السُّنَّۃ جلد اول صفحہ نمبر ۱۰۱)

اس معصوم تفسیر کے بعد ہر وہ شخص کاذب اور اسلام سے خارج ہے۔ یا کم از کم قرآن سے اور ضروریات دین سے جاہل مطلق ہے۔ جو قرآن مجید کی اس پوزیشن کو من وعن قبول نہ کرے۔ شیعان اہلبیتؑ پر لازم ہے کہ وہ کسی ایسے فرد کو اپنا عالم نہ

سمجھیں جو اس پوزیشن میں قِیْلَ وَقَالَ کرے۔اور جو قبول کریں اُن سے اِسی معیار پر مسائل دریافت کریں۔کاش آج کے دعویداران علم اسی ایک دعویٰ کو صحیح سمجھ لیں تو سینکڑوں باطل دنیا سے رخصت ہو جائیں۔اس دعویٰ کو مانتے ہی دستارِ علم ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور اندر سے وہ کھوپڑی نکل آتی ہے جس میں علم کا ایک جاہلانہ تصّور بھرا ہوا ہے۔چونکہ قرآن کے اس دعویٰ کا انکار کفر ہے۔ اس لئے یہ لوگ انکار بھی بڑے حَسِین انداز میں کرتے ہیں۔اوران میں سے جس کا ''انداز'' سب سے زیادہ حَسِین ودلفریب ہووہ اتنا ہی بڑا عالم یا اَعْلَم کہلاتا ہے۔مگر دانشمندان قوم اس سلسلہ کے بیانات میں چند مزید انکار دیکھ لیں گے۔مثلاً (معاذ اللہ)

(۱) یہ وہ قرآن ہی نہیں ہے جس کے لئے یہ دعویٰ ہے۔

(۲) یہ قرآن مکمل کتاب ہی نہیں ہے۔

(۳) یہ اور اس قسم کی بہت سی آیات متشابہات میں داخل ہیں۔

(۴) رسولؐ خود نہ جانتے تھے۔

الغرض ایک انکار کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اُنہوں نے وہی کُچھ کیا جو مختصراً اُوپر لکھا گیا ہے۔اور صرف اس لئے کہ اگر یہ حضرات اس دعویٰ کو سچ مچ مان لیں تو یہ مسندِ علم پر متمکن کیسے رہیں؟ اور تو اور یوُرپ و امریکہ والے اُن سے سوالات معلوم کرنے لگیں گے اور ایک مصیبت آ جائے گی۔ بڑی مشکل سے تو منوایا تھا کہ وہ سب شیطانی علوم ہیں۔اور یہ سوالات خود اُنہیں علم کی درگاہ سے باہر گھسیٹ کر راندۂ درگاہ کر دیں گے۔لہٰذا انکار پر انکار کرتے چلے جانے میں ہی خیریت سمجھی۔مگر یہ فریب کب تک چلتا رہے گا؟ دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چین سے بھی علم حاصل کرنے کا حکم دیا تھا۔وہاں کون سی فقہ کا درس جاری تھا؟ بہرحال آپ آگے بڑھیئے اور ایک اور مقام دیکھئے۔جہاں قرآن اور صاؐحبِ قرآن کی پوزیشن بیان ہو رہی ہے۔

قَدولدنی رسول الله صلے الله علیه و آلهٖ وَاَنَا اَعْلَم کتاب اللّٰه و فیه بدء الخلق وما هو کائنٌ اِلٰی یوم القیامة و فیه خبرالسّمآء و خبر الارضِ و خبر الجنّة و خبر النّارِ و خبر ما کان وَمَا هو کائنٌ ۔ اَعْلَمُ ذٰلِکَ کَمَا اُنظِرِ اِلٰی کفّیٰ۔ اِنَّ الله یقول فیه تبیان کلّ شیءٍ۔(صادق علیہ السلام)	۔''میں رسوؐل اللہ کا پیدا کردہ ہوں۔ (اسی لئے) اللہ کی کتاب کا اَعْلَمْ ہوں۔ (اعلم کے معنی کیا ہیں؟) اللہ کی اس کتاب میں آغازِ آفرینشِ کائنات سے لے کر قیامِ قیامت تک جو کچھ ہوا یا ہونے والا ہے سب موجود ہے۔اس میں کُرّہ ہائے ارضی وسماوی کی اطلاعات ہیں۔اس میں جنّت ودوزخ کا بیان موجود ہے (الغرض جو کچھ ہو چکا یا ہونے والا ہے) میں اُس تمام کو اُسی طرح اپنے

سامنے دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔خدا نے فرمایا ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے''۔(ایضاً کتاب وباب حدیث نمبر۸)

4۔علم اور اَعْلَم

شیعوں میں اَعْـلَـمْ کے معنی دریافت کرنے والے یہاں رک جائیں۔اس حدیث میں اس لفظ کے معنی معصومؑ زبان سے نوٹ کرلیں۔اور پھر تمام قارئین کرام ان دونوں احادیث کو سامنے رکھ کر یہ غور فرمائیں کہ کیا کوئی علم ایسا ممکن ہے؟ جو اِن دونوں احادیث سے۔''**باہر**''۔رہ جائے یا جس کے قرآن میں موجود ہونے کا یہاں دعویٰ نہ کیا گیا ہو۔اور جو حضرات ''**واقف**'' ہیں وہ یہ سوچیں کہ اَلْـعِلْـمُ فریضۃ۔۔۔الخ۔اور اَلْـعِلْـمُ ثلاثۃ والی حدیثوں پر اس قدر جاہلانہ حاشیہ آرائی کرنے والوں کا حقیقی منشا کیا تھا؟۔اپنی کم علمی یا جہالت کا اعلان کرنے کی بجائے اُنہوں نے خود علوم القرآن کو اپنی سطح پر کیوں اُتار لیا؟۔اس کا جواب ایک داستان الم ہے۔جس کو ہم نے بڑی محنت اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔یہاں تو اس قدر سمجھ لیں کہ قرآن مجید علوم خداوندی کا حدود نا آشنا ذخیرہ ہے۔یا ایک لفظ میں اَلْـعِلْم ہے ۔ اور علماء صرف وہ لوگ ہیں جو قرآن کے عالم ہوں۔اُن کے علاوہ کسی کو عالم یا اَعْلَم کہنا یا دوسروں کو باور کرانا کھلی جہالت ہے۔ایسے لوگ نہ علم سے واقف نہ علماء علیہم السلام سے شناسا۔یہ القاب بھی اُسی طرح غصب ہوئے جس طرح اور بہت سی چیزیں ہتھیا لی گئیں۔ہمیں امید ہے کہ ملّتِ جعفریہ سے منسوب حضرات ان احادیث پر ضرور غور کریں گے۔

5۔علماء کسے سمجھیں؟معصومؑ فیصلہ

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام (روحی له الفدا) فرماتے ہیں کہ:۔اَلنَّاسُ عَلٰی ثَلَاثَةِ اَصْنَافٍ (۱) عَالِمٌ (۲) مُتَعَلِّمٌ (۳) وغثاء (۱)فَنَحْنُ الْعُلَمَاءُ (۲) وَشِیْعَتُنَا المتعلِّمُون (۳) وَسَائِرُ الناس غثآء (کافی باب اصناف الناس) ۔''انسانوں کی تین قسمیں ہیں (۱) عالم (۲) طالب علم (۳) اور **مَلْبَہٗ** ۔چنانچہ ہم علماء ہیں اور ہمارے مکتب فکر کی اشاعت کرنے والے (شیعہ کا حقیقی ترجمہ) طالبانِ علم ہیں۔اور باقی ماندہ انسان ملبہ ہیں''۔

یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ ملبہ اُس تمام سامان کا۔''ایک نام''۔ہے۔جو کسی بلڈنگ کی تعمیر و تکمیل کے لئے ضروری ہو۔اور اِسی غرض کے لئے ایک جگہ پر جمع ہو چکا ہو۔ورنہ الگ الگ لاتعداد نام لینا پڑیں گے۔ملبہ کی وسعت اور قدر و قیمت کا انحصار متعلقہ بلڈنگ کی وسعت اور قدر و قیمت پر ہوتا ہے۔جیسی بلڈنگ ویسا یا اُتنا ملبہ۔عالمؑ و متعلم کا کام یہ ہے کہ اس ملبہ کو منشائے خداوندی کے مطابق بہترین و مناسب ترین مقامات عطا کریں تا کہ وہ عمارت وجود پذیر ہو جو نوع انسانی کے کمال کا بہترین مظہر ہو اور مقصدِ تخلیق کائنات کو کماحَقّهٗ پورا کردے۔

6۔علماء معصومؑ ہیں

اس حدیث نے ایک حتمی فیصلہ کر دیا۔ کہ **علماء صرف** معصومین علیہم السلام ہیں اُن کے علاوہ باقی انسان یا تو شیعہ ہیں جن کو طالب علم فرمایا ہے اور یا پھر وہ ملبہ ہیں جس کو تعمیر انسانیت میں صرف کیا جائے گا۔ اسی جگہ وہ حدیث سامنے رکھیں جس میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ۔

۔’’میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاءؑ کی مانند ہیں‘‘۔ اس حدیث کو ہر مکتب فکر سینہ تان کر پڑھتا ہے مگر کوئی دریافت کرے کہ جناب کیا آپ کے حضور میں ہوائیں وفضائیں مسخر ہیں۔؟ جیسا کہ جناب سلیمان علیہ السلام کے لئے بتایا گیا۔ کیا آپ مٹی کو خلعت حیات بخش سکتے ہیں؟ جیسا کہ جناب عیسیٰؑ روح اللہ کے متعلق قرآن نے اعلان کیا۔(3/49 وغیرہ وغیرہ)اور کیا آپ معصومؑ ہیں؟ جیسا کہ انبیاءؑ بنی اسرائیل معصوم تھے۔؟ یاد رکھئے کہ حدیث سو فیصد صحیح ہوتی ہے۔صحیح کیوں نہ ہو کہ وہ منجانب اللہ وحی ہوتی ہے(۳۔۴/۵۳) لہٰذا علماءِ اسلام واقعی انبیاءؑ بنی اسرائیل کے مانند ہیں۔اور چونکہ یہ حضراتؑ ما کان و ما ھو کائن' یا ایک لفظ میں۔’’قرآن‘‘۔ کے عالم ہیں اِس لئے یہ علماءؑ بنی اسرائیل کے راہنما بھی ہیں اور اُن کے انبیاء علیہم السلام کے بھی ہادی و امامؑ ہیں۔اور ظہورِ قائم آلِ محمدؐ صلوٰۃ اللّٰہ علیہ و علیٰ اٰبائِہٖ کے زمانہ میں ہر منکر اُنؑ کی قیادت میں تمام انبیاءؑ کو موجود پائے گا اس لئے کہ تمام انبیاءؑ اُمتِ محمدؐیہ میں داخل ہیں۔

چونکہ ان لوگوں نے خود کو علمائے امتی کہہ دیا اِس لئے اُنہیں قرآن میں بیان شدہ احیاء موتی کا انکار کرنا ہی تھا۔جنوں کو دیہاتی قرار دینا پڑا، ھُد ھُد کو آدمی بنایا، چیونٹی کو مؤنث سے مذکر اور پھر انسان بنایا، تسخیر ہوا کو بادبانوں میں لپیٹ کر دریا بُرد کیا الغرض جہاں ضرورت ہوئی تکذیب قرآن میں ذرہ برابر تکلف نہ کیا اور علماء بن کر رہے۔امام بن کر کام نہ چلا تو نبی بن گئے۔مگر دانشمندانِ قوم جانتے ہیں کہ ان کو جاہل کہنا بھی غلط ہے اِس لئے کہ جاہل اگر حصول علم کے استدلال کے بعد خود کو جاہل سمجھا تو وہ بھی ان سے ہزار درجہ زیادہ علم رکھتا ہے۔

7۔نام نہاد علماء اور شیعانِ اہل بیتؑ

آپ نے دیکھا تھا کہ بعض لوگوں نے آنحضرتؐ کی ایک عظیم الشان حدیث کی آڑ لے کر آئمہ اہلبیتؑ کا مقامِ علم غصب کیا لیکن دانشورانِ قوم جانتے ہیں کہ مندرجہ حدیث میں۔’’بنی اسرائیل کے انبیاءؑ کی مانند‘‘۔ کہنے سے یہ گنجائش ختم ہوگئی تھی کہ ایرا غیرا نتھو خیرا اِس اُمتِ محمدؐیہ کا عالم بن بیٹھے۔لیکن یار لوگوں نے بتدریج ایسے چکر دیئے کہ آخر کار اُمت سے اصل بات کو اوجھل کر دیا گیا، اور دن دہاڑے منبروں کے بلند ترین مقام سے سینہ ٹھونک کر ایک گروہ نے آئمہ معصومینؑ کی جگہ لے ہی لی۔

اوراب علی الاعلان مرکزِ ملتِ شیعہ بننے اور بنانے کی دوڑ دُھوپ شروع کردی گئی ہے۔ ہمارے اس مضمون سے اس گروہ کے غم و غصہ میں اضافہ ہوگا لیکن ساتھ ہی شیعہ عوام اور دانشورانِ قوم سے اُمید ہے کہ وہ اس گروہ کو تعلیماتِ محمدؐ وآلِ محمدؐ کی روشنی میں دیکھیں گے اوران کے روبرو علم اور علماء کی تعریف (DEFINITION) پیش کر کے دریافت کریں گے کہ جناب اگر آپ ہمارے مذہب کے افراد ہیں تو آپ یقیناً شیعہ ہیں۔اور شیعوں کو طالبِ علم فرمایا گیا تھا۔آپ کے لئے عالم یا اَعْلم بن جانا کیسے ممکن ہوا؟ اوراگر واقعی آپ عالم یا اعلم ہیں تو ظاہر ہے کہ آپ کسی چیز سے جاہل نہ ہوں گے اوراگر آپ کچھ چیزوں کے عالم اور کچھ چیزوں سے جاہل ہیں تو آپ علم وجہل کا مرکب ہیں عالم نہیں ہیں۔ ہمارے یہاں اس قسم کے جہل مرکب کی قیادت یا اتباع منع ہے۔ہم پر عالم کی تقلید واجب ہے نہ کہ آپ کی۔

اس قسم کی گفتگو کا آغاز ہوتے ہی،ان میں کے وہ لوگ جن کو عقل سے کچھ حصہ ملا ہے، چپ چاپ دُم دبا کر چل دیں گے اور جو خالص ملاّ ذہنیت کے افراد ہوں گے وہ فوراً چندرٹی ہوئی آیات اوراحادیث کو مروڑنا اور نچوڑنا شروع کردیں گے۔آپ نہایت متانت سے اُن کی لعن وطعن اور دلائل سنئے اورآخر میں اس قدر کہہ دیجئے کہ جناب عالی یہ بحث کہ رسولؐ یا آئمہ علیہم السلام نے کِس کِس کے لئے کیا کیا فرمایا ہم سے تعلق ہی نہیں رکھتی۔ جو چیز اس معاملہ میں اس وقت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ قرآن،رسولؐ اور آئمہؑ نے آپ کے لئے یا آپ کے مدوح کے لئے کیا حکم دیا ہے۔ہمیں وہ حکم اپنی یا اپنے ممدوح کی ولدیّت کے تعین کے ساتھ دکھادیں بس ہم مان لیں گے کہ آپ من جانب اللہ،رسولؐ اورآئمہ علیہم السلام ہمارے عالم،مقلَّد یا اَعْلم وغیرہ ہیں۔

ہمیں اُن حضرات علیہم السلام کا وہ حکم درکار ہے جو آپ کے لئے صادر ہوا ہے۔ ورنہ یہ اُسی قسم کی بحث ہے جیسا کہ بعض لوگ کچھ آیات واحادیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اُن آیات یا احادیث سے فلاں ترکیب کے ماتحت آئندہ نبی یا رسول کا آنا نکلتا ہے۔ہم بلا بحث ومباحثہ ان سے بھی یہی کہتے ہیں کہ جناب ہم نے مان لیا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ آئندہ نبی رسول آسکتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ آپ کیا ہیں؟۔آپ ہمیں ایسی آیت دکھانے کی زحمت فرمایئے جو آپ کی ولدیت کے ساتھ آپ کی نبوت کا اعلان کررہی ہو؟۔رہ گیا آیات واحادیث سے اس قسم کا استدلال واستنباط؟ وہ آپکی زبان سے اس لئے ناقابل قبول ہے کہ آپ خود اپنے حق میں مطالب کو گھسیٹ رہے ہیں۔لہٰذا قانوناً صرف آپ کا قول آپ کے حق میں غلط ہے،ہاں آپ کا تنہا قول آپ کے خلاف ہمیں منظور ہے اور نبیؐ محمدؐ ہمارے عقیدے میں آخری نبیؐ ہیں۔

بس یہ پہلو اختیار کیجئے۔اُن کی تمام عیاری ناکام ہو کر رہ جائے گی اور رہ گئے وہ اقوال جن سے یہ لوگ استنباط واستدلال کرکے عالم بن بیٹھنے کی گنجائش نکالتے ہیں،ہم وہ سب سامان قوم کے سامنے رکھیں گے اوردکھائیں گے کہ یہ لوگ اُن احادیث کی روشنی میں بھی وہ مقام نہیں رکھتے جو کتاب اللہ،رسول اللہ اورآئمہ علیہم السلام نے بیان فرمایا ہے۔اور جس کی آڑ میں

یہ کرتب دکھائے جارہے ہیں۔اور ہرممکن دھونس اوردھاندلی برسرِ کارلائی جارہی ہے۔قوم آئندہ غلط قیادت اختیار کرنے کے لئے تیارنہیں ہے۔ہمیں اُس عالم کی ضرورت ہے جومعصومؑ معیار پر پورا اُترے۔جس کے متعلق عقلاً یہ یقین فراہم ہوکہ وہ غلط حکم نہیں دے سکتا اور جوقبل از وقت امت کوغلط کاری سے محفوظ و مامون رکھنے کا اہل ہو۔چنانچہ ملاحظہ ہو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''ایسے عالم کا انتظام اللہ کے ذمہ ہےاوراللہ نے اس ذمہ داری کواپنے معیار پر ہمیشہ برقرار رکھا ہے''۔ سُنئے اورغورفرمایئے کہ نام نہادعلماء کاپروگرام کیاہےاورعالم ان کے پروگرام پرکس طرح نظر رکھتاہےارشادہے۔

8۔حقیقی علماء

﴿اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوجَلَّ لَمْ یدع اِلارض الا و فیھا عَالِمٌ﴾

1-''اللہ نے اس دنیا کویااس زمین کوکبھی بھی ایسی حالت میں نہیں رہنے دیا کہ یہاں یااس میں ایک ایساعالمؑ موجودنہ رہاہو''۔

2-جویَعْلَم الزّیاد ۃ وَالنُّقْصان فی الارض یہ نہ جانتاہوکہ اس زمین یااس دنیامیں کس چیز کااضافہ یاکمی ہورہی ہے۔

3-فَاِذَازَادَالمومنون شَیْئًا رَدَّھُمْ۔چنانچہ جیسے ہی ایک خاص قسم کے المومنین کسی شے کی زیادتی کرتے ہیں ان کو(یاان کی زیادتی کو)ردّکردیتاہے۔

4۔ وَاذا نقصوا اکملہ لھم فقا ل خذوہ کامِلاً۔اورجب وہ کسی شے کوناقص کردیتے ہیں تووہ عالمؑ اُس نقص یاکمی کواُن کے لئے مکمل کردیتاہے۔اورکہتاہے کہ اس کومکمل صورت میں اختیارکرو۔

5 ۔وَلَوْ لَا ذٰلِکَ لَاَلْتَبَسَ عَلَی المومنین اُمُورھم و لَمْ یفرقوابین الحق والباطل۔اور''اگراُس عالمؑ کی موجودگی کایہ انتظام موجودنہ ہوتاتومومنین کے معاملات لباسِ باطل میں ملبوس ہوکررہ جاتے اوروہ حق اور باطل میں تمیز یافرق نہ کرسکتے''۔ (کتاب علل الشرائع علامہ صدّوق علیہ الرحمۃ حدیث نمبر۲۲صفحہ۱۹۹)

9۔ہمارے علماء کاکام کائنات پرنظر

یہاں قارئین کرام کی توجہ جن نُکات پرمرکوز رہنا چاہیئے اُن میں سے پہلانکتہ اُس عالم کی پوزیشن ہے جوانتظامِ خداوندی کے ماتحت ہرلحہ اس دنیا کی اِرتقائی صورت حال پرنظر رکھتاہے۔اورجانتاہے کہ یہاں تکوینی تخلیق وتخریب کاعمل کن غیر ضروری اشیاء کومعدوم کررہاہے۔اوراُن کی جگہ کون سی چیزوں کو پردۂ شہود پرلا رہاہے۔تاکہ وہ بنی نوع انسان کواس کائناتی ارتقاء سے ہم آہنگ ومربوط رکھتے ہوئے اُن کے لئے بے روک ترقی کا خدائی پروگرام بناتا رہے۔اورموجودہ اُمت کے اِقدامات کی بَروقت اصلاح کرتارہے۔

10۔ مصنوعی علماء کا کاروبار

اس کے بعد دوسرا نکتہ بہت ہی اہم ہے۔ ایک ایسے گروہ کی موجودگی بھی بتائی گئی ہے جو بنی نوعِ انسان کے پروگرام میں کچھ ایسے اضافے اور کتر بیونت کرتے رہنا چاہتا ہے۔ جن سے مومنین کے معاملات رفتہ رفتہ باطل کے پردوں میں لپٹتے چلے جاتے ہیں اور ایک دن ایسا آ سکتا ہے کہ اس گروہ کی یہ ردّ و بدل بنی نوع انسان کے اقدامات کو ایسا بنا دے کہ اُنہیں پتہ ہی نہ چلے کہ وہ حق ہیں یا باطل ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا عالمؑ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی، اُس گروہ کے اضافوں اور کتر بیونت سے لوگوں کو مطلع کر کے معاملات بنی نوع انسان کی تطہیر و تکمیل کرتا رہتا ہے۔

11۔ نام نہاد مومن

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اُس تخریب کار گروہ کو بھی مومن (المومنون) کہا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حق و باطل کو گڈمڈ کرنے والے لوگ بھی اُسی مسلک کے افراد ہیں جس میں ان کے جاری کردہ احکام گڑبڑ کر دیتے ہیں۔ یعنی یہ لوگ خود اپنے ہم مذہب لوگوں کو ایسے راستے پر چلاتے ہیں کہ جو رفتہ رفتہ باطل کی طرف مُڑ جاتا ہے اور عوام الناس کو اُس وقت حقیقتِ حال معلوم ہوتی ہے جب وہ عالمِ کائنات دخل دیتا ہے ورنہ وہ نہایت اطمینان سے اُس تحریف شدہ مسلک پر چلتے رہیں۔

12۔ شیعوں کی موجودہ حالت

اور آخری مگر سب سے اہم نکتہ ہمارا اپنا حال ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد اُن کے فرزند، قائمِ آلِ محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہ کی غیبتِ صغریٰ واقع ہوئی۔ کچھ زمانے کے بعد حضرت حجۃؑ نے غیبت کبریٰ اختیار کر لی۔ اور آج ہم غیبت کبریٰ ہی کے دور سے گذر رہے ہیں۔ مندرجہ بالا حدیث تنہا نہیں ہے۔ <u>حدیث تنہا ہوتی ہی نہیں ہے۔ بلکہ ایک عنوان پر مختلف انداز میں اتنے بیانات ہوتے ہیں کہ وہ عنوان مکمل ہو جائے۔</u> لہٰذا اس قسم کی تمام حدیثوں کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عالمؑ آج بھی موجود ہو اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اس ایمان کے بغیر ہمارے مذہب میں داخلہ ہی ممکن نہیں ہے۔ اسی بناء پر لقمان اور اسی قسم کے لوگ مذہب اثناء عشریہ سے خارج ہیں۔

یہاں سوال یہ ہے کہ آیا وہ عالمؑ، جسے ہم اِس دور میں قائم آل محمدؐ کہتے ہیں، اپنا پروگرام اب بھی جاری رکھے ہوئے ہیں یا نہیں؟ یعنی کیا امام عصر علیہ السلام کائنات کے علاوہ بنی نوع انسانی کے اقدامات کی بھی اصلاح فرما رہے ہیں یا نہیں؟۔ اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی گئی ہیں۔ لیکن فی الحال جس صورت حال کا یقین دلایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس وقت کوئی شخص اس کا دعویدار نہیں ہے کہ اُس سے امام عصر علیہ السلام کا رابطہ قائم ہے۔ اور اُسے آنجنابؑ کی

طرف سے ہدایات دی جارہی ہیں۔ یہ بھی طے شدہ ہے کہ غیبت کبریٰ میں امؑام کسی کو اپنا نائب نامزد نہ کریں گے۔اسی بنا پر ملت شیعہ اپنے عرائض جناب حُسین بن روح رضی اللّٰہ عنہ کی معرفت ارسال کرتی ہے۔جو غیبت صغریٰ میں تیسرے نمبر کے نامزد نائب امامؑ تھے معلوم ہوا کہ اب کوئی نائب امؑام بھی نہیں ہے۔

ایسی صورت میں سوچنا یہ ہے کہ کیا وہ گروہ بھی موجود ہے یا نہیں جو احکامات خداوندی میں دانستہ یا نا دانستہ ترمیم، اصلاح، کمی اور زیادتی کر کے مذہبی احکام کو گڈ مڈ کر دیا کرتا ہے۔اگر یہ گروہ موجود ہے،اور امامؑ کی طرف سے اس کی روک تھام نہیں ہو رہی ہے۔تو آج ہمارے اقدامات کہاں اور کس حال تک پہنچ چکے ہوں گے؟۔یہ ایک ہزار سال کا طویل ترین موقعہ یقیناً اُس حدیث کو یاد دلاتا ہے کہ ’’اسلام کا صرف نام رہ جائے گا اور قرآن کی محض عبارت باقی رہ جائے گی‘‘۔

یعنی اس غیبت کبریٰ کے زمانہ میں سر براہان اسلام،اسلام کے احکامات میں اس قدر حکّ و اضافہ کر چکیں گے کہ حقیقی اسلام کے احکامات برائے نام اسلامی احکام رہ جائیں گے۔ہم نے عرض کیا ہے کہ ملتِ شیعہ کے ہر فرد پر لازم ہے کہ اپنے تمام اعمال،عبادات اور معلومہ احکام کو از سرِ نو قرآن کریم اور آئمہ اہلبیتؑ کے فرمانات کی روشنی میں جانچیں۔تا کہ جس چیز کو اُن دونوں سے ہٹا ہوا پائیں،اُس کی اصلاح کر کے اِن دونوں کے ماتحت لے آئیں۔

اگر ہمیں زندہ رہنے کا موقعہ دیا گیا تو ہم تمام اُن احکامات کو یا جس قدر ممکن ہو سکا آپ کے سامنے رکھیں گے۔جو مندرجہ بالا گروہ نے اپنی رائے اور بصیرت سے تبدیل کئے ہیں تا کہ قوم اصل احکامات اور طبع زاد اختراع کا فرق دیکھ کر باطل احکامات کو خیر باد کہہ سکے۔اور بتائیں گے کہ مندرجہ بالا عالم علیہ السلام کا اِس دور میں اُمت سے کیا تعلق ہے اور اُنکا پروگرام کس طرح برسرکار رہنا چاہئے تھا۔اور یہ کہ وہ پروگرام اپنی پوری تفصیل کے ساتھ قرآن کریم اور احادیث معصومینؑ میں اب سے گیارہ سو سال پہلے مرتب و مدّون ہو کر کتابوں کی صورت اختیار کر چکا تھا۔لیکن اس گروہ نے کیا کیا؟۔ہم بتائیں گے کہ تقلید کیا ہے؟۔مقلّد کسے کہتے ہیں۔اور اس نظامِ تقلید سے کیا فوائد ہیں؟۔مگر ہم اپنی رفتار سے چلیں گے۔جسے سُننا ہو ساتھ چلے،ورنہ خوش رہے۔

13۔نام نہاد مومنین

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں ایک بات اور عرض کرنا ہے۔یعنی کیا ان لوگوں کو المومنون کہنے سے انکا مومن ہونا ثابت نہ ہوگا؟ بس اس سوال کا جواب ایک آیت سے سُن لیں پھر کچھ اور عرض کریں گے۔اللہ نے سُورۃ النساء میں عہدِ رسولؐ کے مومنین کو یوں مخاطب کیا تھا۔

14۔ مومن مگر کافر

۔''اے مومنین تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کی اور اُس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل ہوئی''۔

> یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (الخ)
> (۴\۱۳۶)

مطلب صاف ہے کہ نام نہاد مومنین کو بھی مومنین ہی کہہ دیا جاتا ہے۔گویا کہ ان کا نام مومنین ہوتا ہے۔حالانکہ نہ اللہ پر ایمان نہ قرآن پر ایمان اور نہ رسولؐ اور سابقہ کتابوں پر ایمان۔کیا آپ ایک ایسے شخص کو جو کالا کلوٹا ہو مگر اس کے ماں باپ نے اس کا نام شکیل رکھ دیا ہو، شکیل کہہ کر نہ پکاریں گے؟ معلوم ہوا کہ اُسی پالیسی کے وارث گروہ کا تذکرہ اس حدیث میں ہوا ہے، جو عہد رسولؐ میں تیار کی گئی تھی۔چونکہ وہ ابتدائی گروہ اپنی پالیسی پر پختہ ایمان رکھتا تھا اور سوائے چند خاص خاص مسلمانوں کے باقی تمام مسلمان اُنہیں مومنِ اسلام ہی سمجھتے اور کہتے تھے۔لہٰذا یہ نام نہادگی مستقل ہوگئی اور جب ان کے ہاتھ میں زمامِ اُمت آ گئی تو یہ لوگ باقاعدہ آئمہؑ کی جگہ علماء، آیت اللہ اور حجۃ اللہ مشہور ہوگئے۔جس باب سے ہم نے یہ حدیث لکھی ہے اس باب کا نام ہے۔ اَلْعِلَّةُ الَّتِی من أَجلها لا تخلو الارض من حُجَّة الله الخ (صفحہ۱۹۵)

15۔ حجت اللہ کون ہے؟

یعنی اس باب میں جو احادیث آئیں، ان سے معلوم ہوگا کہ یہ زمین اللہ کی حجۃؐ سے خالی کیوں نہیں رکھی جاتی۔معلوم ہوا کہ اللہ نے جس کو عالم قرار دیا ہے وہی حجۃُاللہ بھی ہے۔جن حضرات کو اس کتاب تک رسائی ملے وہ دیکھیں گے کہ اس باب میں بتیس (32) حدیثیں ہیں اور ان میں پے درپے ایک ہی ہستی کیلئے کسی حدیث میں عالم کا وجود بتایا کسی میں اُسی عالم کو حجۃ اللہ فرمایا اور کہیں کہیں اُسی کیلئے لفظ امامؑ استعمال ہوا ہے۔اور اس کی قابلیت (QUALIFICATION) ہر جگہ ایک ہی بتائی گئی ہے۔لہٰذا نوٹ کرلیں کہ ہمارے یہاں جسے امامؑ کہتے ہیں، وہی حجۃ اللہ ہے۔جس طرح عالم کے لئے حجۃ اللہ اور امام کی لفظیں ادل بدل کر استعمال ہوئی ہیں، بالکل اسی طرح اس گروہ کیلئے المومنون۔المسلمون اور الناس استعمال ہوا ہے۔اور انکی کوالیفیکیشن بھی مستقل طور پر اُمور عامہ میں تحریف وتبدیل اور حک واضافہ بتائی ہے۔جس طرح امامؑ ہر دور میں موجود رکھا جاتا ہے، بالکل اُسی طرح سے یہ گروہ بھی اپنا کام کرنے کے لئے موجود رہتا چلا آیا ہے۔اور جس طرح سابقہ اُمتوں کی کثرت گمراہ ہوتی رہی تھی، اُسی طرح اس اُمت کی کثرت کے گمراہ ہوجانے کی پیشینگوئیاں موجود ہیں۔اور اس گمراہی کا سہرا اُسی گروہ کے سر رہتا ہے جو اُمت میں رہ کر اسلامی لبادہ پہن کر اپنا کاروبار کرتا ہے۔

اس گروہ کا تعارف جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی زبانی ملاحظہ ہو۔آپؑ مسلمانوں میں ایک ذہنیت کے وجود کا پتہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

16۔نام نہاد علماء پر علی مرتضیٰؑ کا بیان

۔''ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں ہے''۔(وَاٰخَرقد تَسَمَّی عَـالِـماً وَلیس به) (نہج البلاغہ جلد اوّل صفحہ ۲۴۱ ترجمہ مفتی صاحب)**الحمدللّٰہ** کہ یہ کتاب آپ کو ہر جگہ مل جائے گی مفتی صاحب کا ترجمہ اس لئے لکھ دیا کہ ان کے قلم سے فتویٰ دوہرا ہو جائے اور ڈبل مار کرے۔معلوم ہوا کہ کچھ لوگ یا اسلام میں ایک ذہنیت ایسی موجود تھی جو عالم کہلانے لگی۔حالانکہ علم سے کوئی سروکار نہ تھا(لیس به)ان کا ایک کام یہ تھا کہ:۔

17۔نام نہاد علماء کے اعمال ومقاصد

ا۔''لوگوں کے لئے مکروفریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھا رکھے تھے''۔اور

۲۔''قرآن کو اپنی رائے پر اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھال لیتے تھے''۔

۳۔''بدعتوں سے الگ رہنے کا دعویٰ کرتے تھے۔مگر بدعتوں ہی کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنا رکھا تھا''۔

۴۔یہ بھی کہ وہ لوگ''بتاتے یہ تھے کہ شُبہ کے مقام پر ہم احتیاط کرتے ہیں مگر سرتاسر شُبہات ہی میں اُلجھے ہوئے ہوتے ہیں''۔
غور طلب بات یہ ہے کہ۔

۵۔''ان کی صورتیں انسانوں ایسی ہیں لیکن ان کے دل حیوانوں جیسے ہیں''۔(ایضاً صفحہ ۲۴۱)وہ چاہتے ہیں کہ

۶۔''جو چیز اُن کے نزدیک مسلّمہ اچھائی(معروف)ہو اُسے تمام بنی نوع انسان کی مسلّمہ اچھائی سمجھی جانا چاہئے۔اور ان کی ناپسندیدگی کو تمام دنیا کی مسلّمہ ناپسندیدہ(المنکر)ہونا چاہیئے''۔(نہج البلاغہ صفحہ ۲۴۵ خطبہ نمبر ۸۶)

18۔مقام اجتہاد

۷۔وہ مقلِّد نہیں بلکہ۔''مشکل مسائل کو حل کرنے کے لئے وہ کسی اور سے رجوع نہیں کرتے بلکہ اُنہیں اپنی ذات پر اس قدر اعتماد ہے کہ وہ ہر مشکل معاملہ کو حل کر سکتے ہیں۔چنانچہ ہر مُشتبہ معاملہ میں انہیں ذاتی رائے پر بھروسہ ہے''۔اس سلسلہ کی آخری بات یہ ہے کہ:۔

۸۔''اُن میں کا ہر شخص گویا اپنا امام خود آپ ہی ہے۔وہ اپنے فیصلوں کو صحیح ماخذوں پر استوار سمجھتا ہے''۔(كَاَنَّ كُلَّ امْرِیءٍ منهم امام نفسه۔الخ)(خطبہ نمبر ۸۶ صفحہ ۲۴۶۔۲۴۵)

19۔مجتہد کسی کی تقلید نہیں کرتا

آپ نے غالبًا آج کے اُن لوگوں کو پہچان لیا ہوگا جو مندرجہ بالا پوزیشن کے حامل ہونے میں مشہور ہیں۔کیا یہ شناخت کچھ کم ہے کہ اُن کا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔وہ بالکل امامؑ کی جگہ کام کرتے ہیں۔وہ کسی معاملہ میں کسی اور سے ہدایات حاصل نہیں کرتے اور جو فیصلہ یا حکم صادر کرتے ہیں وہ واجب التعمیل ہوتا ہے اُن کے ساتھ اگر دامن عقیدت اوراعمال واقدامات منسلک نہ ہوں تو اعمال باطل ہیں۔ان کی پسنداورناپسندیدگی وہی درجہ رکھتی ہے جو قرآن میں المعروف اورالمنکر کی ذیل میں بیان ہوئی ہے۔ہمیں اُمید تونہیں لیکن اگرآپ واقعی نہیں جانتے تو ہم بتادیں کہ مجتہد کیلئے مجتہدین نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کردیا ہے کہ درجہ اجتہاد پرپہنچنے کے بعد مجتہد پرکسی کی تقلید واجب نہیں ہے۔نہ وہ کسی معاملہ میں کسی دوسرے مجتہد کے فیصلہ کا پابند ہے۔ البتہ ایک جگہ مجتہد کومجبور ہونا پڑتا ہے وہ اُس وقت جب کوئی ایسا مجتہد حکم جاری کرے جوکسی حکومت کا قاضی ہو۔ہم جبر کی بات نہیں کررہے ہیں قاضی،حکم عدولی کی صورت میں ٹکٹکی پر بندھواسکتا ہے اُس کے پاس کوڑا ہوتا ہے۔آزادی رائے اورضمیر کی بات ہورہی ہے۔درجہ اجتہاد کیا ہوتا ہے؟۔یہ درجہ کیسے اورکہاں سے حاصل ہوتا ہے؟۔اس پربھی باقاعدہ قوانین کے ساتھ گفتگو ہوگی۔فی الحال یہ سمجھ لیں کہ جس دن کسی طالب علم کے سر پراُستاددستارِاجتہاد باندھ دے اُس دن کے بعدوہ شاگرد اپنے اُستاد کے برابر ہوجاتا ہے۔لہٰذا اگرشاگرد یہ دیکھتا ہے کہ اُستاد نے کسی چیز کے متعلق (مثلاً نماز جمعہ کے متعلق) حرام ہونے کا فتویٰ دے رکھا ہے۔تو شاگرد مختار ہے کہ وہ دستارِفضیلت میلی ہونے سے پہلے ہی اُس فتویٰ کے خلاف حلال بلکہ واجب العمل ہونے کا فتویٰ دیدے۔ایسی مثالوں کا انبار آپ کے سامنے سے گزرے گا اُن میں دراصل ایک سمجھوتہ ہوتا ہے۔اوراُمید کی جاتی ہے۔کہ آپس میں ایک دوسرے کی پگڑی نہ اُچھالی جائے گی۔مگربعض حالات میں مقاصد کا تصادم ایسا بھی کراتا رہا ہے۔ بہرحال یہ بات واضح ہوگئی کہ مجتہد پرکسی اورکی تقلید واجب نہیں ہے اُس کا اپنا فیصلہ آخری مقام رکھتا ہے۔یعنی وہ اپنا راہنما (امام) خود ہی ہوتا ہے۔مولائے کائنات علیہ السلام نے مجتہدین کے اسی مقام بلند کا ذکرفرمایا ہے۔اوراس مقام کے علاوہ اس فیصلے کے لئے اورکوئی سند بھی نہیں ہے۔دراصل یہ پارٹی پالیٹکس ہے۔اور پارٹی ہی کا اپنا فیصلہ ہےاورجس فیصلے پرتمام مجتہدین کا اتفاق ہووہ کم ازکم قرآن اورسُنت کے برابرضرور مانا گیا ہے۔ورنہ بعض صورتوں میں آیت اورحدیث کا حکم رفع کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ اجماعی فیصلہ برقرار رہتا ہے۔اسکی مثالیں بھی آپ کے سامنے آنے والی ہیں وقت آ گیا ہے کہ اب ہرفردخود کومحاسبہ سے بچانے کی کوشش بندکردے اورحقائق کا سامنا کرے۔تاکہ اسلامی احکام کے بجائے باطل کومٹایا جاسکے۔اوراس طرح اُمت کو خانہ سازمسائل اوراحکام سے نجات مل جائے،زاویہ نظر بدلے،اسلامی فکر پیدا ہو،اورقوم کواُس کا وہ مقام ملے جس کے وعدے

آج بھی قرآن میں موجود ہیں۔اوراس کے لئے کم ازکم اتنا تو اشد ضروری ہے کہ امت کا ہر فرد بجائے دوسروں کے خود اپنے سَر سے سوچے سمجھے۔اوردانشوران قوم ان کے سوچنے سمجھنے میں محض مُمد ومعاون کا فرض انجام دیں ۔ یہ فریضہ بھی راہنمایانِ اسلام (آئمہؑ) کی زبانی پیش کیا جائے گا۔فی الحال مذکورہ بالا حدیث کے اُن المومنون سے واقفیت ضروری ہے تاکہ قوم اُنہیں پہچان لے اور غلط فہمی دُور ہو جائے۔لہٰذا ایک اور مقام ملاحظہ ہو جہاں عالمؑ کائنات نے پھراُسی ذہنیت پر نئے انداز سے یہ بتایا ہے کہ:۔

20۔مجتہدین سے ایک اور ملاقات

۔''چند انسانی شکل وصورت سے ملتے جُلتے ہوئے لوگوں نے اُسے عالم کا لقب دے رکھا ہے حالانکہ وہ عالم نہیں ہے''۔

(قَدْ سَمَّاهُ اَشْبَاهُ الناس عَالِماً وليس به)(نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۱۲۴ خطبہ نمبر ۱۷ ترجمہ مفتی صاحب)

آنجنابؑ نے پہلے اُس ذہنیت کے حامل کیلئے فرمایا تھا کہ۔''فَالصُّورة صُوْرَةالناس ''''اسکی صورت انسان کی صورت ہے''۔ اس دفعہ فرمایا کہ۔''اَشْبَاهُ الناس ''۔''انسانوں سے مشابہ لوگ''۔دلیل کوطلب کنندگان کے لئے محفوظ رکھتے ہوئے یہ عرض کر دیں کہ یہ ذہنیت اپنی ابتداء میں میک اپ سے آراستہ نہ تھی ۔سیدھی سادی وضع اُس وقت تک معلوم اور مقبول تھی ۔لیکن رفتہ رفتہ اس ذہنیّت نے تقدس کی جانب ترقی کی اور آخر میک اپ اس حد پر پہنچ گیا کہ اب اُن میں عام آدمی کی شباہت تو موجود ہے لیکن وہ عام انسان نہیں رہے۔ بلکہ اب تو وہ ایک مجسمہ نُور وتقدس اور پیکر جمال وجلال اور ظہورِ خداوندی زیادہ معلوم ہوتے ہیں انسان کم ۔مثلاً مفتی صاحب کا ترجمہ بتاتا ہے کہ۔''یہ اپنے اوپر بڑا سکون اور وقار طاری رکھتے ہیں،آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہیں،اور دامنوں کو اُوپر کی طرف سمیٹے رہتے ہیں،اور اپنے نفسوں کو اس طرح سنوار لیتے ہیں کہ لوگ اُنہیں امین (امانت دار) سمجھ لیں''۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۱۶۳ جلد اول مفتی صاحب)ہمیں اُمید ہے کہ آپ کی نظروں میں کچھ لوگ چپکے سے پھر گئے ہوں گے۔ بہرحال ابتداء میں جس نے یوں اپنا نام عالم رکھا ہوگا وہ ایک شخص ہوگا۔اِسی لئے مولاؑئے کائنات نے پہلے واحد کا صیغہ استعمال کیا۔مگر دوسرے اور اِس تازہ مقام پر عالم کا لقب دینے والوں کو جمع کے صیغہ سے ظاہر فرمایا اور حُلیہ بیان کر کے یہ بتا دیا کہ رفتہ رفتہ خود ساختہ علماء نے ایک نظام قائم کر لیا اور اس نظام کے ماتحت باقاعدہ ڈگری،اسناد یادستارِفضیلت دی جانے لگی تاکہ یہ سند یافتہ شخص بھی اُسی مقدس گروہ میں داخل ہو جائے۔آگے چل کر اسی خطبہ (نمبر ۱۷ صفحہ نمبر ۱۲۴) میں اُس محنت ومشقت اور جوش وولولہ کا ذکر ہوا جس سے یہ طالب علم گذرتا ہے۔''اس کے بعد وہ لوگوں میں قاضی بن جاتا ہے اور دوسروں پر مشتبہ رہنے والے مسائل کے حل کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے۔اگر کوئی اُلجھا ہوا مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو اپنی رائے سے اس کے لئے بھرتی کی فرسودہ

دلیلیں مہیا کر لیتا ہے۔اور پھر اُس پر یقین بھی کر لیتا ہے...... وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اُس نے صحیح حکم دیا ہے یا غلط۔ اگر صحیح بات بھی کہی ہوتو اُسے یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں غلط نہ ہو (یعنی **واللہ اعلم یا احوط** لکھ کر اپنا اطمینان کر لیتا ہے۔احسن) اور غلط جواب ہوتو اُسے یہ توقع رہتی ہے کہ شاید یہی صحیح ہو (ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں حقیقت یا باطنی پوزیشن پر نہیں اسی لئے خطائے اجتہادی پر ثواب ملتا ہے۔احسن) وہ جہالتوں میں بھٹکنے والا جاہل ہے۔اور اپنی نظر کے دھندلے پن کے ساتھ تاریکیوں میں بھٹکنے والی سواریوں پر سوار ہے۔نہ اُس نے حقیقتِ علم کو پرکھا، نہ اُس کی تہہ تک پہنچا۔روایات کو اس طرح درہم و برہم کرتا ہے، جس طرح ہوا سوکھے ہوئے تنکوں کو۔خدا کی قسم وہ اُن مسائل کو حل کرنے کا اہل نہیں جو اُس سے پوچھے جاتے ہیں اور نہ اس منصب کے قابل ہے جو اُسے سپرد کیا گیا ہے۔(گویا ڈگری یا سند دینے والے خود بھی اس قابل نہ تھے۔احسن) جس چیز کو وہ نہیں جانتا (مثلاً فلکیات، سائنس، ریاضی فزکس وغیرہ) اُس چیز کو وہ کوئی قابلِ اعتناء علم ہی نہیں قرار دیتا۔اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے اُس سے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے۔اور جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی اُسے پی جاتا ہے۔کیونکہ وہ اپنی جہالت کو خود جانتا ہے...... اُن میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں۔جب کہ اُسے اس طرح پیش کیا جائے جس طرح پیش کرنے کا حق ہے۔(مثلاً اُسے مکمل قرار دینا، ہر شے کا حامل کہنا وغیرہ۔احسن) اور اِس قرآن سے زیادہ اُن میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں۔اُس وقت جب کہ اُس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے''۔(نہج البلاغہ جلد نمبر ۱ خطبہ نمبر ۱۷ صفحہ ۱۲۴۔۱۲۵ ترجمہ مفتی صاحب)

21۔ مفتی صاحب متفق ہیں

ہم نے یہاں مفتی صاحب کا ترجمہ اس لئے لکھ دیا ہے کہ اُن کے اس پُر از تکلف ترجمہ میں بھی اہل نظر کو صحیح صورت نظر آ جائے گی اور اُن نام نہاد علماء اور قاضی و مفتی حضرات کا مبلغ علم معلوم ہو سکے گا۔ساتھ ہی اس پر ایک مسلّمہ بین الفریقین مجتہد اور مفتی کے دستخط مل جائیں گے۔اور جن چیزوں کو خطبہ میں ناپسند کیا گیا ہے یا جو باتیں قابل مذمت ہیں ان پر مفتی صاحب کی سند مل جائے گی۔چنانچہ ترجمہ جیسا بھی ہے اس پر دوبارہ ایک اطمینان کی نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ مفتی صاحب بھی یہ چیزیں ناپسند اور قابل مذمت سمجھتے ہیں۔

۱۔حقیقت علم کو پرکھے بغیر اور علم کی تہہ تک پہنچے بغیر قاضی، مفتی یا عالم بن بیٹھنا یا کہلانا۔

۲۔دین کے احکام میں ذاتی رائے کا استعمال کرنا۔بھرتی کی فرسودہ دلیلیں دے کر مطمئن ہو جانا۔

۳۔جو حکم دیا جائے اُس کے سو فیصد صحیح ہونے کا علم نہ ہونا۔

۴۔روایات کو درہم و برہم کرنا۔قرآن کو کماحقہ پیش نہ کرنا۔

۵۔جن علوم سے جاہل ہے اُن کو نا قابل توجہ سمجھ لینا یا اُن کے علوم ہونے کا انکار کرنا۔

۶۔اپنی جہالت یا ناواقفیت قبول نہ کرنا۔

۷۔کسی دوسرے شخص کو اپنے سے زیادہ جاننے والا نہ سمجھنا۔فی الحال یہ سات (7) پہلو کافی ہیں۔ان کو مدنظر رکھ کر مفتی یا مجتہد کی جانچ کی جائیگی تب بھی بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔اور بدقسمتی سے یہ ساتوں ہی نہیں بلکہ اور بہت سی قابل مذمت باتیں مجتہدین میں مل جائیں گی۔

22۔مجتہد اور اُن کا فتویٰ، علیؑ کی نظر میں

اب اس سے اگلا خطبہ ملاحظہ فرمائیں اور ذرا سی جھلک اس نظام اجتہاد کی ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔''جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لئے پیش ہوتا ہے۔تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے۔

پھر وہی مسئلہ بعینہٖ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے۔تو وہ اُس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے، پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اُس خلیفہ (خطبہ میں لفظ امام ہے۔احسن) کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے اُنہیں قاضی بنا رکھا ہے تو وہ سب کی رایوں کو صحیح قرار دیتا ہے۔حالانکہ اُن کا اللہ ایک، نبیؐ ایک اور کتاب ایک ہے۔کیا اللہ نے اُنہیں اختلاف کا حکم دیا تھا۔اور یہ اختلاف کر کے اُس کا حکم بجالاتے ہیں۔یا اُس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کر کے عمداً اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں۔یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اور ان سے تکمیل کیلئے ہاتھ بٹانے کا خواہش مند ہوا تھا۔یا یہ اللہ کے شریک تھے کہ انہیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو، اور اُس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضامند رہے۔یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اُتارا تھا مگر اُس کے رسولؐ نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی۔اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ:۔(مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْ ءٍ (۶/۳۸) اور تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ.(۱۶/۸۹) ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ہر چیز کا واضع بیان ہے۔اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصّوں کی تصدیق کرتے ہیں۔اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے''۔ (خطبہ نمبر ۱۸ صفحہ نمبر ۱۲۶۔۱۲۵ جلد نمبر ۱ مفتی صاحب)

23۔قابلِ مبارکباد مفتی صاحب۔بساطِ اجتہاد اُلٹ دی

یہاں ہم مفتی صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اُنہوں نے نظام اجتہاد کے خلاف ایسے خطرناک بیان کی تصدیق کی ہے جس کی رُو سے بساطِ اجتہاد اُلٹ جاتی ہے۔اس خطبہ میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اُس کو آئمہ اہلبیتؑ کے سوا باقی تمام سربراہانِ اسلام

نے مِن وعَن قبول نہیں کیا۔صرف اس لئے کہ وہ سب کچھ تھے مگر قرآن کے معیار پر عالم نہ تھے۔اِس مختصر سے خطبہ میں نظام اجتہاد پر جو اعتراض سب سے بڑا ہے وہ قرآن کے اُس دعویٰ کے ماتحت ہے جس میں اللہ نے قرآن کو ہمہ گیر اور مکمل ہدایات کا حامل اور ہر قسم کی کمی وکوتاہی سے پاک قرار دیا ہے۔اس دعویٰ کو مان لینے کے بعد لازم آتا ہے کہ ہر ہر مسئلہ، ہر قضیہ اور ہر حکم قرآن کریم سے اخذ کیا جائے۔اور چونکہ قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے اس لئے قرآن کریم کے عالم کو کسی معاملہ میں قیاس اور تنگ بندی کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔کسی قسم کا سوال ہو جواب قرآن میں موجود ملے گا۔اس بناء پر رائے اور قیاس کو حرام قرار دیا گیا اور لطف یہ ہے کہ تمام مکاتیب فکر کے مجتہدین رائے اور قیاس کو حرام کہتے بھی ہیں۔پھر یہ کہ جب قرآن میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے تو قرآن سے مسائل اخذ کرنے والے اختلاف سے محفوظ رہنا چاہئیں۔لہٰذا جن لوگوں کے بیان کردہ مسائل میں اختلاف موجود ہو۔وہ نہ صرف یہ کہ قرآن سے اخذ نہیں کئے گئے بلکہ مسائل کا اختلاف اللہ،قرآن اور رسولؐ کے دین کو معاذ اللہ باطل ثابت کریگا۔اور ظاہر ہے کہ جو طریقہ خود دین ہی کو باطل کر رہا ہو وہ خود باطل ہے۔اور اس قسم کے مسائل بیان کرنے والے یا ایسے مسائل کی تصدیق کرنے والے اس خطبہ کی رُو سے خدا کے شریک بننے کی سعی کرتے ہیں۔دین کو نامکمل، رسولؐ کو معاذ اللہ خطا کار بناتے ہیں۔لہٰذا مسلمانوں کو ان سے محفوظ رہنا اور رکھنا لازم ہو گیا۔

24۔مجتہدین کی اجارہ داری

اِس خطبہ میں جس پہلو کو ہمارے عنوان سے زیادہ تعلق ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام قاضی یا مفتی یا مجتہد ایک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔یعنی یہ تمام قاضی ایک بڑے قاضی کے ماتحت ہیں جس کو امام کہا گیا ہے۔یہ بات الگ ہے کہ وہ امام یا قاضی القضاۃ اپنے ماتحت قاضیوں کے مختلف ومُتضاد فتاویٰ کو بھی صحیح قرار دیدے۔یہ تصدیق اس لئے نہیں ہے کہ وہ فتاویٰ صحیح ہیں اصل بات یہ ہے کہ ان قاضیوں کو غلط قرار دینے سے خود اپنی تغلیط لازم آتی ہے۔جو نصاب و کتابیں(Syllabus) درجہ اجتہاد تک پڑھائی گئی تھیں وہ غلط ثابت ہوتی ہیں۔سب سے خطرناک بات یہ کہ پارٹی میں پُھوٹ پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔خیریت اسی میں رہی ہے کہ پارٹی کے خلاف نہ کہا جائے۔رہ گیا اللہ ورسولؐ اور قرآن کریم۔اُن کو سمجھایا جا سکتا ہے،عوام کو سمجھانا بڑا مشکل ہے۔اللہ رحیم ہے، رسولؐ اللہ رحمتہ للعالمین ہیں اور قرآن تو ہے ہی کریم۔خطرہ صرف عوام سے ہے ان کے سامنے پارٹی کا مقام مجروح ہو جانا سارا کاروبار ہی خراب کر سکتا ہے۔اس لئے یہ مجتہدین کا امام مرکزیت کو بحال رکھنے کیلئے اپنے ماتحت مجتہدین کی ہوا خیزی نہیں ہونے دیتا۔یہ ماتحت مجتہدین ہی تو ہیں جنہوں نے اُسے مرکزِ ملت۔ مَرجَع تقلید اور اَعلم بنا رکھا ہے۔اُنہی حضرات کی وساطت سے اللہ ورسولؐ کے واجبات زکوٰۃ وخمس اور دیگر اموال وصول ہوتے ہیں۔اور ان ہی کی کوششوں اور کاوشوں سے امام

عصر (علیؑ) کونا کام کیا جارہا تھا۔"اپنے مخالف کو ہر کوئی بُرا کہتا ہے"۔اپنے تیار کردہ عوام کے لئے اتنا جواب کافی ہے۔پھر ایسے خطبے عوام تک پہنچنے سے روکنے اوران کے معنی ومفاہیم کو بدلنے کا انتظام بھی موجود تھا۔جس طرح شیعوں کے بعض مجتہدین کہہ دیتے ہیں کہ یہ مذمّت تو سُنّی مجتہدین کی کی گئی ہے۔اور سُنی مجتہدین کہہ دیتے تھے یہ مذمّت دراصل یہود ونصاریٰ کے علماء کی ہے۔یوُں پیغام اور حکم معصومینؑ عوام تک پہنچنے سے پہلے ہی فٹ کرلیا جاتا تھا۔چنانچہ آپ اسی خطبہ (نمبر ۱۸) کے بعد اختتام پر مفتی صاحب کے قلم سے بڑی شاندار گفتگو ملاحظہ فرمالیں۔ہم اس بحث کو موجودہ عنوان میں لانا نہیں چاہتے اس لئے کہ اُس قسم کی گفتگو ہم آخر میں کریں گے۔البتہ وہاں ایک ایسا پہلو موجود ہے جس کا اس عنوان سے تعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا شیعہ مجتہدین کے یہاں قرآن کو۔تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ اور تَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ اور مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ کوتسلیم کیا جاتا ہے یا نہیں؟۔اس بنا پر ہم جناب مفتی صاحب قبلہ کی وہ گفتگو آپ کے سامنے لانا ضروری سمجھتے ہیں۔جس میں مفتی صاحب نے سُنی مجتہدین اور شیعہ مجتہدین کے طریق اجتہاد کا اصولی فرق بتایا ہے۔اُن کے بیان کو نمبروار ملاحظہ فرمائیں۔لکھا ہے کہ:۔

25۔شیعہ مجتہدین کا نظریہ اجتہاد

۔"لیکن فرقہ امامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ:۔

(۱) اللہ نے نہ کسی کو شریعت سازی کا حق دیا ہے۔(۲) اور نہ کسی چیز کے حکم کو مجتہد کی رائے کے تابع ٹھہرایا ہے۔

(۳) اور نہ آراء کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک ہی چیز کے لئے واقع میں مُتعَدِّد احکام بنائے ہیں۔

(۴) البتہ جب مجتہد کی حکم واقعی تک رسائی نہیں ہونے پاتی۔(۵) تو تلاش اور تفحّص کے بعد جو نظریہ اُس کا قرار پاتا ہے۔

(۶) اس پر عمل پیرا ہونا اُس کے لئے اور اُس کے مُقلدِین کے لئے کفایت کرجاتا ہے۔

(۷) لیکن اس کی حیثیت صرف حکم ظاہری کی ہوتی ہے۔(۸) جو حکم واقعی کا بدل ہے۔

(۹) اور ایسی صورت میں حکم واقعی کے چُھوٹ جانے پر وہ معذور قرار پاجاتا ہے۔

(۱۰) کیونکہ اُس نے اِس دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے اور اُس کی تہہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی۔

(۱۱) مگر اس پر کیا اختیار کہ دُرِّ شاھوار کے بجائے خالی صدف ہی اُس کے ہاتھ لگے۔

(۱۲) لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیکھنے والے اُسے موتی سمجھیں۔اور موتی کے بھاؤ بِکے۔

(۱۳) یہ دوسری بات ہے کہ کوششوں کا پرکھنے والا اُس کی بھی آدھی قیمت لگادے۔(۱۴) تاکہ نہ اُس کی محنت اکارت جائے اور نہ ہی اُس کی ہمت ٹوٹنے پائے"۔(نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۱۲۸ مفتی صاحب کا حاشیہ)

26۔شیعہ مجتہد کے اجتہاد کی پوزیشن

خطبہ نمبر ۱۸ الکھ کر مفتی صاحب نے کئی صفحات کا حاشیہ لکھا ہے۔ چنانچہ پہلے آپ نے سُنیّوں کے نظریہ اجتہاد کو اس طرح لکھا کہ خطبہ میں آئی ہوئی اجتہاد اور مفتیوں کے اختلاف کی مذمت کا رُخ اہل سُنت کی طرف مُڑ جائے۔ اِس کے بعد خطبہ کے اہم پہلوؤں کو نظر انداز کر کے شیعوں کا نظریہ اجتہاد موتیوں کی جھالر میں لپیٹ دیا تا کہ یہ اجتہاد بالکل حق بجانب معلوم ہونے لگے۔ لیکن افسوس کہ موتی بھی پردہ پوشی نہ کر سکے۔ چنانچہ مفتی صاحب کے جملے نمبر۴ و نمبر۵ میں ثابت ہے کہ مجتہد کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہوتا جس سے اُس کی تحقیق اور حکم ہمیشہ خدا کی منشاء کے عین مطابق ہو۔ اس حقیقت سے سُنّی علماء بھی انکار نہیں کرتے۔ لہٰذا دونوں (شیعہ و سُنّی) قسم کے مجتہدین نتیجتاً برابر ہوئے۔ کبھی اُن کا اخذ کردہ حکم منشائے خداوندی کے مطابق ہوگا۔ اور کبھی وہ حکم منشائے خداوندی کے خلاف ہوگا۔ جس کو مفتی صاحب نے صدف (موتی کا خول) قرار دیا ہے (جملہ نمبر۱۱) یہاں یہ کہا گیا ہے کہ وہ مجتہد جس نے موتی کی بجائے خول کو موتی سمجھ کر نکالا ہے۔ اصرار نہیں کرتا کہ کوئی اُس خول کو موتی کی جگہ لے لے یا موتی سمجھ لے۔ دوسرے اور صحیح الفاظ میں یہ کہ وہ غلط حکم اخذ کرنے والا مجتہد کسی کو یہ نہیں کہتا کہ یہ خدا کا حکم ہے۔ یعنی جب وہ خدا کا حکم ہے ہی نہیں۔ تو اس حکم پر عمل کرنا تو خلافِ منشائے خداوندی ہوگا۔ نہ معلوم مفتی صاحب نے کس آیت یا حدیث کی رُو سے اُس صدف (خول) یا غلط حکم کو اللہ کے حکم واقعی کے برابر قرار دیدیا۔ جناب علی علیہ السلام کا یہی تو سب سے بڑا اعتراض ہے کہ کیا یہ لوگ اللہ کے شریک ہیں کہ اُس پر اُن کے فیصلوں کو ماننا لازم ہو؟۔ یعنی اللہ اپنی منشاء کے خلاف حکم اور عمل کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائے۔

27۔شیعہ و سُنی اجتہاد دراصل ایک ہیں

اِسی گفتگو میں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اِس قسم کے مجتہد اور اس قسم کے اجتہاد کا نتیجہ وہی برآمد ہوگا جس کی خطبہ میں مذمت ہے۔ ظاہر و باہر ہے کہ جب ایک ہی قضیہ کو کئی ایک مجتہد مندرجہ بالا غوطہ خوریوں کے ذریعہ سے حل کریں گے۔ تو جس کا غوطہ جس قدر طویل ہوگا۔ اس کے قضیہ کا رنگ پانی میں زیادہ گُھل جائے گا۔ اور یہ سب الگ الگ رنگ کے محلول لیکر بیٹھ جائیں گے۔ اور جب یہ محلول تجزیہ کیلئے مرکزی لیبارٹری (LABORATORY) میں جائیں گے تو مرکزی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے سب کی تصدیق کرنا ہی پڑے گی۔ اس لئے کہ مرکز میں پہلے ہی سے یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر میں خود بھی غوطہ زنی کرنے لگوں تو عقل و تجربہ، حالات و معلومات کی بناء پر میرا حکم بھی مختلف نکلے گا۔ یعنی اس طریقہ اجتہاد میں اختلاف لازم ہے۔ اور اختلاف ہی کی بناء پر جناب علیؑ مرتضٰی نے ان لوگوں کی مذمّت کی ہے۔ اگر مفتی صاحب کوئی ایسی صورت بتاتے جو سُنّیوں کے خلاف شیعہ

نظریہ اجتہاد سے اختلاف کوختم کر دیتی تو یہ طریقِ اجتہاد مذمّت سے محفوظ رہ جاتا۔مگر یہاں تو اُلٹا یہ ثابت ہوگیا کہ قرآن وسنّت میں نہ ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔نہ وہاں انسانی ضروریات کے لئے واضح احکام ہی مل سکتے ہیں۔چنانچہ ایک مجتہد کو ہی نہیں بلکہ کسی بھی مجتہد کو باوجود تلاشِ بسیار خدا کے حکم واقعی کا ملنا یقینی اور حتمی نہیں ہے۔

اسی جگہ ذرا یہ بھی سمجھ لیں کہ اگر مادری زبان عربی ہو۔ماں باپ ایسے ملے ہوں جو خود درجہ اجتہاد پر فائز ہوں۔اور گہوارہ سے دینی تعلیم شروع کی گئی ہو تو ایک سچ مچ کا مجتہد بننے کے لئے بیس سال درکار ہیں۔چنانچہ آپ کسی ایسے مجتہد کا تصور نہ کیجئے جو چند سال نجف وغیرہ میں گذار کر دعویٰ اجتہاد کرتا ہوا پلٹ آیا ہو۔بلکہ سوچئے کہ۔**مندرجہ بالا تربیت وتعلیم پانے والا مجتہد اُن بیس سال میں کیا پڑھتا رہا؟۔ اب ہر قضیہ اور سوال پر اُسے غوطہ زنی کی ضرورت کیوں ہے؟۔**

رسولؐ اللہ نے تعلیماتِ خداوندی کو کماحقہٗ پہنچایا۔قرآن میں ہر انسانی ضرورت کے لئے واضح اور مفصل بیانات موجود مگر وائے برحالِ ما کہ ہماری گھُٹی میں قرآن شروع ہوا ساری عمر تلاش وتفحّص میں گذار دی مگر اللہ کا حکم واقعی پھر بھی یقینی نہ ہوسکا۔پھر بھی مجتہد کی تعلیمات نے ایک خول یا چھلکے سے آگے قدم نہ بڑھایا۔گوُدا، مغز یا موتی اس کے نصیب میں نہ ہوا کوئی مفتی صاحب کو بتائے کہ، جناب علی علیہ السلام نے مسندِ قضا یا اجرائے احکام کے لئے یہ فرمایا تھا کہ:۔

28۔شیعہ مجتہدین بانیان اجتہاد کے پیرو ہیں

۔''نہ اُس نے حقیقتِ علم کو پرکھا نہ اُس کی تہہ تک پہنچا۔'' (صفحہ ۱۲۴ سطر ۱۹) اگر آپ نے یہ ترجمہ صحیح کیا ہے تو بتایئے کہ کیا شیعہ مجتہدین حقیقت علم کو پرکھ چکنے اور اس کی تہہ کے حالات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد بھی حکم واقعی پر مطلع ہونے میں ناکام رہ سکتے ہیں؟ یا پھر ہمیں یہ کہنے دیجئے کہ اِن لوگوں پر بھی مولاؑئے کائنات کا اعتراض وارد ہوتا ہے۔علم کیا ہے؟ اور اس کی حقیقت اور تہہ تک پہنچنا کیا ہے؟۔افسوس کہ یہ بات ساری دنیا کے لئے سمجھنا ممکن ہے۔مگر مجتہد تو بانیانِ اجتہاد کی اتباع میں علم وحقیقت کو مقامِ علوی سے اُتارنے کے لئے اُن کی تعریف ہی بدل چکا ہے۔اُس نے ایسا راستہ (SHORT CUT) اختیار کیا ہے جو صاحبانِ قرآن کو ایک طرف چھوڑ کر سیدھا جانشینیٔ رسولؐ اور نائبِ خداوندی کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔تاکہ اُن کا ہر حکم، حکمِ خداوندی بن سکے۔اس ہوشرُبا مسلک سے یہ اُمید کی گئی ہے کہ خدا ہر حال میں مجتہدین کو کم از کم آدھا ثواب تو ضرور دے گا۔

قارئین کرام غور سے سُن لیں کہ شیعہ مذہب میں صرف ایک خطائے اجتہادی پر جہنم واجب ہوجاتا ہے۔اس لئے کہ یہ طریقۂ اجتہاد، شریعت سازی اور مداخلت فی الدین ہے۔جب ہمیں معلوم ہے کہ ہم سے خطا ممکن ہے، ہماری عقل ہمارے حواس پر منحصر ہے، ہمارے حواس بعض عوامل سے متاثر ہوجاتے ہیں، ہمارے جذبات اور سابقہ تجربات ہم سے جدا نہیں کئے

جاسکتے، ہمارے حواسِ خمسہ ظواہر پرمبنی ہیں، ذراسی رنگ آمیزی حواس کوغلط راہ پرڈال سکتی ہے، لہٰذا ہمیں قانوناً وتجربتاً معلوم ہے کہ غلط احساس کی بناء پر ہماری عقل جوکلیہ مرتب کرے گی وہ بھی غلط ہوگا۔اور لُطف یہ کہ عقل بے قصور ہوگی۔کاش! اجتہاد کے نصاب میں عملی نفسیات یعنی (APPLIED PSYCHOLOGY)الفلسفة العقليه کوبھی داخل کرلیا جاتا۔کہ مجتہدین کوحواسِ خمسہ، وِجدان، وَہم،شک وشبہ اورظن وقیاس کا عقل سے رشتہ معلوم ہوسکتا۔اور وہ یوُں خطائے اجتہادی کے شیطانی کاروبار سے محفوظ رہ سکتا۔

29۔اجتہادکی بنیادحقیقتاً قرآن وسنت کےانکارپر رکھی گئی ہے

مجتہد کے سامنے ایک سوال آتا ہے۔وہ اس تمام سامان پرنظر ڈالتا ہے۔جواُس نے قرآن اورسنت میں دیکھا ہے۔ اگراُس سوال کا جواب کسی آیت یاحدیث میں ہوتا تو مجتہد صاحب کوکسی غوطہ زنی کی زحمت نہ اُٹھانا پڑتی بلکہ اس آیت یاحدیث کو ضرورت مند کے سامنے رکھ دینا کافی ہوتا۔معلوم ہوا کہ مجتہد کے سامان میں نہ آیت ہے نہ حدیث۔اوراگر مجتہد کا سامان قرآن و سنت پرحاوی مان لیاجائے۔تو ماننا ہوگا کہ سوال زیربحث کا جواب معاذ اللہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔یہ مانتے ہی قرآن کے تمام دعووٗں کا انکار ہوگیا۔اس انکار کے بعداب مجتہد صاحب کے لئے ضروری ہوا کہ وہ غوطہ لگائیں اورکسی دریائے ناپیدا کنارکوتہہ وبالا کرڈالیں۔قرآن وحدیث میں تو جواب ملانہیں۔اب یہ دریائے ناپیدا کنارکیا ہے؟۔کفرکی زد سے بچنے کے لئے یہ کہاجائیگا کہ یہ قرآن وسنّت ہی ہے۔یہ کہتے ہی یہ ماننا پڑے گا کہ نہ قرآن میں واضح ومفصل بیان ہے نہ حدیث میں۔اس اقرار سے پھرقرآن کے دعاوی کا انکارلازم آیا۔پھروہی سوال پیداہوگا اورپھر یہی جواب دیا جائیگا۔یعنی غریب مجتہد ایک ایسے گرداب میں پھنس گیا ہے کہ جوانکار آمیز اقرار اورانکار بدوش اقرار سے وجود میں آتا ہے۔ایسی غیریقینی صورت میں مجتہد نے اُس دریائے ناپیدا کنار سے جوکچھ ملا نکال لیا۔نہ اسے یہ معلوم کہ یہ موتی ہے نہ اُس کے پاس کوئی ایسا آلہ ہے جس سے یہ یقین ہوجائے کہ یہ موتی نہیں بلکہ خول ہے۔لہٰذا اس تگ ودَو کے بعداس حکم کوصادرکرتے ہوئے مجتہد پر جوکیفیات طاری ہوں گی اُن کویوُں ظاہرفرمایا گیا تھا کہ:۔

30۔اجتہادسے یقین حاصل نہیں ہوسکتا

۔’’وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اُس نے صحیح حکم دیاہے یا غلط۔اگرصحیح بات بھی کہی ہوتو اسے یہ اندیشہ ہوتاہے، کہ کہیں غلط نہ ہو۔اورغلط جواب ہوتو اُسے یہ توقع رہتی ہے، کہ شائد یہی صحیح ہو‘‘۔(نہج البلاغہ خطبہ ۱۷ صفحہ۱۲۴مفتی صاحب کاترجمہ)

جن کوسچ مچ درجہ اجتہاد حاصل ہے وہ تفقہ فی الدّین پراپنے اپنے عہد کی اُن تمام کتابوں کوپڑھ چکتے ہیں جن میں قوانین پربحثیں

ہوئی ہیں (مثلاً قوانین الاسلام، اساس الاصول وغیرہ) لہٰذا وہ یہ جانتے ہیں کہ مفتی صاحب والی غوطہ زنی کے بعد جو کچھ ملے گا وہ حکمیہ حکم واقعی نہیں ہے۔اس لئے کہ حکم واقعی کی تعریف(DEFINITION) میں اس قسم کی چیزیں داخل ہو ہی نہیں سکتیں۔اس قسم کی غوطہ زنی کے بعد جو احکام مختلف زمانوں کے مجتہدین نے نکالے اُن کو ایک جگہ جمع کر کے پبلک کے سامنے رکھنے کی رضامندی کسی دُور اندیش مجتہد سے تحریراً حاصل کر کے ہمیں ارسال کردیں ان کا جواب نفی میں ہوگا۔وجہ یہ بتائی جائیگی کہ قوم میں فتنہ وفساد پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔یعنی مجتہدین کی بعض تحقیقات (FINDINGS) ایسی بھی ہیں جو فتنہ وفساد پھیلا سکتی ہیں۔جی ایسی جن پر یہود ونصاریٰ شرمائیں اور نفرین کریں۔اور قوم لعنت بھیجنے کے پروگرام میں شامل کرلے۔

31۔ایک فطری سوال کا جواب

درجۂ اجتہاد تک پہنچنے کیلئے جو نصاب پڑھایا جاتا ہے ضرورت پڑنے پر اسکی مکمل تفصیل لکھی جائیگی۔اور یہ اچھا خاصا تماشا ہوگا۔یہاں یہ معلوم کرلیں کہ اس نصاب میں مجتہد کا قد وقامت مُقرّر رہے۔مندرجہ بالا قسم کی صورت حال میں اُسے کتنے اور کہاں کہاں اور کیسے کیسے غوطے لگانا ہیں۔یہ بھی طے شدہ ہے۔یہ بھی مسلّمہ ہے کہ مقررہ تعداد وطریقہ اور شرائط کے بعد آخری غوطہ میں جو کچھ بھی ہاتھ لگے وہ اُس مجتہد اور اس کے مقلدین پر واجب العمل ہے۔یعنی باقی مجتہدین پر واجب العمل نہیں۔اور نہ ہی باقی مجتہدین کے مقلدین پر واجب ہے۔اس لئے کہ باقی مجتہدین بھی تو غوطہ خوری کے مجاز ہیں۔وہ نامعلوم آخری کوشش میں کیا نکال لائیں۔مثلاً بعض فطری حالات میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔سوال فطری اور ہمہ گیر ہے لہٰذا مقلّدین اپنے اپنے مجتہدین سے جواب معلوم کرتے ہیں۔وہ سب شرعی لنگوٹ باندھ کر اور اجتہاد کا کنٹوپ پہن کر مفتی صاحب کے دریائے ناپیدا کنار میں چھلانگیں لگا دیتے ہیں۔جب اُصول وقوانینِ غوطہ خوری کا اطمینان ہوجاتا ہے تو سب باری باری اپنی تحقیق وتلاش سے اپنے مقلّدین کو مطلع کرتے ہیں۔مثلاً ایک حضرت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ایسے حالات میں خلافِ وضعِ فطری عملدرآمد جائز ہے۔لہٰذا اس کے اوپر اور اُس کے مقلدین پر واجب ہوا کہ وہ فطری قوانین کے خلاف اقدام کرتے رہیں۔ایک دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ فطرت کے خلاف اقدام حرام ہے۔تیسرے صاحب فرماتے ہیں کہ۔دونوں اقدام صحیح ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ....اور احوط یوں ہے کہ.....................................

32۔خاطی مجتہد مرکزِ ملت نہیں بن سکتا

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ قوم نے کبھی بھی کسی مجتہد کو اپنی لگام نہیں سونپی ورنہ آج ملّتِ شیعہ کی وہی حالت ہوئی ہوتی جو اُن مکاتیب فکر کی ہوچکی ہے۔جنہوں نے خاطی انسانوں کو واجب الاطاعت سمجھا اور خدا کا دوبارہ شکر ادا کریں کہ کچھ زمانہ سے

اُنہوں نے شیعہ کہلانا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اوراس طرح ہم پر انگلیاں اُٹھنا بند ہوگئیں ہیں۔ چنانچہ یہ اجتہاد چاہتا ہے کہ ملّت شیعہ کا ہر فرد صرف ایک مجتہد کے احکام اورایک مجتہد کی تقلید اختیار کرے۔ اسے مرکز ملت بنالے اور گویا دین محمدؐ وآل محمدؐ کو ایسے نظام کے حوالہ کردے، جس کی ایجاد ہی اس لئے ہوئی تھی کہ مقاصد محمدؐ وآل محمدؐ پر پردہ ڈال کر ایک متوازی اور خانہ ساز اسلام جاری کیا جائے۔ چنانچہ یہ نظام آج کل ایسا میک اپ (MAKE UP) کر چکا ہے کہ سیدھے سادے شیعہ عوام کو اس پر شبہ تک نہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ منشائے خداوندی اور مقاصدِ محمدؐ وآل محمدؐ کا حامل یہی نظام ہے۔ حالانکہ اُن حضراتؑ نے روز اول سے اس نظامِ طاغوتی کے ہر ہر پہلو کو واضح کیا اوراس نظام اوراس کے برقرار رکھنے والوں کی نہ صرف مذمّت کی بلکہ اُن کا باقاعدہ تعارف کرایا، اُن کے اقدامات، اُن کے ارادے، ان کے مقاصد، ان کا طریقۂ کار حتیٰ کہ اُن کے حُلیے تک تفصیل سے بیان کردئے۔ آیئے نہج البلاغہ کا ایک اور مقام دیکھئے اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے گردوپیش پر نظر ڈالئے اور پہچانئے کہ کون حضرات ایسے ہیں جن کو آپ نے دیکھا ہے، اور جو اس بیان کے مطابق مشخّص ہوتے ہیں۔

33۔ دینِ ملاّ فی سبیل اللہ فساد

حضرت علی علیہ السلام نے تو فرمایا ہے کہ:۔ فَالنَّاسُ عَلٰی اَرْبَعَۃِ اَصْنَافٍ۔ ''چنانچہ انسان چار اقسام پر منقسم ہیں''۔ مگر مفتی صاحب نے غوطہ لگا کر جو نتیجہ نکالا وہ بریکٹ میں لکھ دیا یعنی۔ ''(اس زمانے کے لوگ)''۔ اس بریکٹ سے مفتی صاحب نے اُس ضرب سے بچنے اور بچانے کی کوشش کی ہے۔ جو علیؑ مرتضیٰ نے ہر زمانے کے جھوٹے مجتہدین اور علماء پر لگائی ہے۔ ہر وہ مجتہد، مفتی یا عالم جسے قرآن اور صاحبِؑ قرآن کے کسی بیان سے خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اپنے ترجمہ، تفسیر یا فیصلوں میں اپنے بچ نکلنے کی راہ نکالتا ہے۔ چنانچہ اس ہمہ گیر بیان کو چار لفظی بریکٹ سے عہد مرتضویؑ تک محدود کرکے آگے بڑھنے سے روک دیا گیا۔

لیکن ملتِ شیعہ میں ہمیشہ ایسے طالب علم موجود رہتے چلے آئے ہیں جو قوم کو مفسدہ پردازوں سے بروقت خبردار کرتے رہے ہیں۔ اس خطبہ میں۔ ''فساد فی الارض''۔ فرمایا گیا ہے۔ لیکن مفتی صاحب نے فساد کی وسعت کو کم کرنے اور صرف عرب تک محدود رکھنے کیلئے۔ ''فی الارض''۔ کی لفظیں خطبہ سے خارج کردی ہیں (خطبہ ۳۲ صفحہ ۱۶۲ سطر نمبر ۱۴ جلد اول) اس کتر بیونت کے باوجود متلاشیِ حق کو اصل بات کے سمجھنے میں کوئی دِقّت نہیں ہوتی۔ اُن حضرتؑ نے دراصل اس خطبہ میں انسانوں کو عملی حیثیت سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ گروہ جو ہمیشہ فساد پذیر رہتا ہے۔ دوسرا وہ جو مفسدہ پردازوں کے عملدرآمد سے مشکلات میں مبتلا رہتا چلا جاتا ہے پھر مفسدہ پردازوں کی تین قسمیں کی ہیں۔

ایک قسم وہ ہے جو فساد کو اصلاح کا لباس پہنانے کی قابلیت اور قدرت رکھتی ہے۔ اور ایسا پروگرام چلاتی ہے کہ لوگ

شوق وذوق سے اس پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ایک قسم ایسی ہے کہ اوّل الذکر جماعت جیسا پروگرام بنانے میں بے تکلف ہے بلکہ وہ خالصتاً ایک ایسا دینی پروگرام بناتی ہے جس سے وہ تمام مقاصد حاصل ہوسکیں جو اوّل الذکر بے باک جماعت کو حاصل ہوتے ہیں۔تیسری قسم وہ ہوتی ہے۔جو اِن دونوں پروگراموں میں سے کسی ایک کو مرتب کرنے اور چلانے کی نہ قابلیت ہی رکھتی ہے اور نہ قدرت یا وسائل ہی اس کے پاس ہیں۔چوتھی قسم کا ذکر ہوچکا ہے یہ ستم رسیدہ لوگ ہیں جن کو مندرجہ بالا تینوں جماعتیں یا اقسام لوٹتی کھسوٹتی اور تباہ کرتی چلی جاتی ہیں ۔تاریخ دان حضرات جانتے ہیں کہ دنیا میں عملی حیثیت سے یہی چار قسمیں رہی ہیں۔اور رہتی چلی جائیں گی۔

34۔علمائے سوء کی تین قسمیں

اب آپ مفسدہ پردازوں کی شناخت فرمائیں اور دیکھیں کہ آپ کی قوم وملک یا دُنیا میں کون حضرات مشخص ہوتے ہیں۔ اُن سے خود کو اور اپنی قوم کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کیجئے۔ورنہ آپ مفسدہ کی حمایت کے مجرم قرار پائیں گے۔

35۔کامیاب وبے باک مفسدہ پرداز

ان میں سے ایک گروہ تمام متعلقہ اسلحہ سے مسلح،تمام ضروری سامان سے لیس ہوکر اپنے تمام معاونین کی پشت پناہی کے ساتھ اپنے دین وقوانین کو نظر انداز کرکے منبروں کی بلندیوں اور قیادت کی اسٹیجوں سے ہمہ تن لوٹ مار میں مصروف ہے۔

مِنۡهُمُ الۡمُصۡلِتُ لِسَيۡفِهِ۔ وَالۡمُعۡلِنُ بِشَرِّه وَالَمُجۡلِبُ بِخَيۡلِهِ وَرَجُلِهِ۔ قَدۡاَشۡرَطُ نَفۡسَهُ ، وَاَوۡبَقَ دِيۡنَهُ ، لِحُطَامٍ تَنۡتَهِزُهُ ، اَوۡ مِقۡنَبٍ تَقُوۡدُهُ اَو مِنبَرٍ تَفۡرَعُهُ (الخ)

36۔کامیاب ومتدیّن مفسدہ پرداز

دوسرا گروہ وہ ہے جو:۔

۔''دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس سے آخرۃ سنور سکے۔ بلکہ اُس نے آخرت سنوارنے والے تمام کاموں کو حصول دنیا کا وسیلہ بنا رکھا ہے۔اس غرض کے لئے ان لوگوں نے خود کو وقار و طمانیت کے لبادوں میں لپیٹ دیا ہے۔آہستہ خرامی،نرم روش، فروتنی ومتواضع صورت بنا کر،لباس سمیٹے ہوئے،دامن سنبھالے گزرتے ہیں۔وضع قطع ایسی بنالی ہے کہ دیکھنے والے امانتدار

مَنۡ يَّطۡلُبُ الدُّنۡيَا بِعَمَلِ الۡاٰخِرَةِ وَ لاَيَطۡلُبُ الۡاٰخِرَةِ بِعَمَلَ الدُّنۡيَا ۔ قَدۡطَامَنَ مِنۡ شَخۡصِهٖ ۔وَقَارَبَ مِنۡ خَطۡوِهٖ ۔ وَ شَمَّرَ مِنۡ ثَوۡبِهٖ ۔ وَزَخۡرَفَ مِنۡ نَفۡسِهٖ لِلاَمَانَةِ ۔ وَاتَّخَذَ سُتَرَاللّٰهِ ذَرِيۡعَةَ اِلٰى الۡمَعۡصِيَتِهٖ ۔ فَتَحَلّٰى بِاِسۡمِ الۡقَنَاعَةِ ' وَ تزيَّنَ بِلِبَاسِ اَهۡلِ الزَّهَادَةِ۔ و لَبِسَ ذٰلِكَ فى مَرَاحٍ وَ لَا مَغۡدًى۔ خطبہ نمبر۳۲

خیال کریں ثقہ اور معتبر سمجھیں، صبر و قناعت اور زہد وتقویٰ کا مجسمہ بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ امانت و دیانت وغیرہ سے ان کا کبھی تعلق نہیں رہا۔ یہ جماعت اللہ کی پردہ پوشیوں کی آڑ میں گناہ پر کاربند ہے''۔

37۔ ناکام فتنہ پرداز

تیسرا گروہ وہ ہے۔ ''مفسدہ پردازوں کا ایک گروہ ایسا ہے جو فتنہ و فساد سے صرف اس لئے رُکا رہتا ہے کہ ان کی شخصیت حقیر ہے۔ ان کے پاس اثر انداز ہونے والا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی اُنہیں ضروری وسائل حاصل ہیں۔ حصول مملکت کے عزائم مگر اسباب کا منقطع ہوجانا اُن کے گھروں میں بیٹھ رہنے کی وجہ ہے۔ اُنہوں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہے''۔

> مِنۡهُمۡ مَنۡ لا يَمۡنَعُهُ الۡفَسَادَ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا مَهَانَةُ نَفۡسِهٖ، وَ كَلالَةُ حَدِّهٖ، وَ نَضِيۡضُ وَفۡرِهٖ، مَنۡ اَقۡعَدَهُ عَنۡ طَلَبِ الۡمُلۡكِ ضُؤُولَةُ نَفۡسِهٖ وَانۡقِطَاعُ سَبَبِهٖ فَقَصَرَتۡهُ الۡحَالُ عَلٰى حَالِهٖ۔ (نہج البلاغہ جلد اول خطبہ ۳۲ صفحہ ۱۶۲)

38۔ قیادت کا آواگون ایک تھیلی کے چٹے بٹے

ہوتا یہ ہے کہ یہ تینوں گروہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتے اور پوزیشن بدلتے رہتے ہیں جو گروہ اپنے مقاصد کے حصول میں اول مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کی مخالفت میں باقی دونوں گروہ اپنی سطح سے ریشہ دوانیاں کرتے ہیں۔ مقدس صورت اختیار کرنے والا گروہ ایک دن پہلے نمبر پر آجاتا ہے اور پہلے گروہ کو مار پیٹ کر تیسرے گروہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ خانہ نشین گروہ مقدس گروہ کا معاون ہونے کی بناء پر دوسرے نمبر پر آجاتا ہے اور کچھ عرصہ میں تقدس کی بناء پر پہلا نمبر حاصل کر لیتا ہے۔ چوتھا گروہ بہرحال اِن تینوں کی زد میں رہتا چلا جاتا ہے۔ وہ اِن میں سے جس کو پسند کرتے ہیں اُس کے مُقلِّد رہ کر دن گزارتے رہتے ہیں۔

39۔ مفتی قاضی یا مجتہد کا مقام

اگر کوئی مفتی یا قاضی یا مجتہد اپنے فیصلہ کو آخری قرار دے لے تو وہ اسلام کے دائرہ سے خارج ہوجائیگا۔ حضرت علی علیہ السلام نے قاضی شریح کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ:۔

''يا شريح قد جَلَسۡتَ مَجۡلَساً لا يجلسه اِلَّا نَبِيٌّ اَوۡ وصى نَبِيٍّ اَوۡ شَقِيٌّ ''(فروع جلد ۷ صفحہ ۴۰۶ کتاب القضاء والاحکام)

۔''اے شریح تو یقیناً اس جگہ چڑھ بیٹھا جہاں بیٹھنے والا نبیؐ یا نبیؐ کا وصی علیہ السلام یا شقی ہوتا ہے''۔ مطلب واضح ہے کہ مسند فتویٰ محض نبیؐ یا وصیؑ نبی علیہما السلام کی جگہ ہے اس جگہ کا غاصب یقیناً شقی ہے۔ اسی جگہ یہ بھی تذکرہ ہے کہ اپنے عہد حکومت میں اسی

قاضی شریح کو حکم دیا تھا کہ ہر فیصلہ مجھے دکھانے کے بعد نافذ کیا جائے گا''۔(ایضاً دوسری حدیث)

آپ جانتے ہیں کہ قاضی شریح بڑے پرانے قاضی تھے۔حضرت عمر کے ممدوح اوراجازہ کے ماتحت قاضی بنے ہزار ہا اجتہادی احکام جاری کئے۔ایسے قاضی کو ساقط الاعتبار قرار دینے کے لئے علم کا وہی مقام درکار تھا۔جس کے سامنے اجتہاد **لو لا علیؑ** کہہ کر سجدہ ریز ہوجاتا ہے۔معلوم ہوا کہ معصومؑ کی رضامندی کے بغیر نہ کسی قاضی کا حکم نافذ ہوگا نہ کسی مفتی و مجتہد کا عوام پر مسلط ہوجانا جائز ہوگا۔اسلامی نظریۂ حیات اور ہے اور کاروبار حکومت اور ہے۔اسلام میں نہ اجتہاد کی گنجائش چھوڑی گئی ہے، نہ یہاں جمہوریت کا گذر ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ لوگوں نے اپنے ذاتی یا قومی مقاصد کے تحفظ کے لئے بسم اللہ ہی اجتہاد سے کی۔ اجتہاد کی ضرورت پر طرح طرح کے دلفریب و ہوشربا دلائل قائم کئے اُسے عملی دنیا کے لئے ایک ضروری ولازمی طریقہ قرار دیا۔ **لیکن اس کو کیا کریں کہ اجتہاد کی ضرورت کے تسلیم کرتے ہی قرآن وسنت کا انکار لازم آتا ہے۔یا پھر قرآن وسنت کو ایک نئے سانچے میں ڈھالنا پڑتا ہے۔اوراسلام میں یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔** مگر جو اپنے مقاصد پر ایمان لاتے ہیں وہ کفر کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ کفر کو مسلمان کرلیتے ہیں۔

یہی کرنا پڑا کفر کو عبا قبا، جبّہ و دستار و عمامہ پہنا کر مسلمان کرلیا گیا۔اجتہاد کی چمک دمک اور تقدس سے خود ہمارے بزرگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔دور معصومینؑ ہی میں بعض لوگوں نے اجتہاد شروع کرنا چاہا تھا۔اور کمال یہ ہے کہ دشمنانِ اجتہاد یعنی آئمہ معصومین علیہم السلام سے اجتہاد کی اجازت مانگی جاتی تھی۔چنانچہ ملاحظہ ہو کہ ایسی سخت ممانعتوں کے باوجود رفتہ رفتہ ہمارے یہاں بھی اِس کافر کا اسلام قبول کرلیا گیا۔یہی نہیں بلکہ اُسے رفتہ رفتہ شیعوں کا راہنما بنادیا گیا۔اور آج موقعہ پا کروہ مرکزِ ملت شیعہ اور نائب و جانشین امامؑ بن بیٹھنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔آیئے۔سنئے کہ آئمہ علیھم السلام نے اس سلسلے میں کیا فرمایا ہے۔جناب ابوبصیرؒ بالکل اُسی زاویہ نظر سے سوال کرتے ہیں جو مجتہدین اجتہاد کے جواز میں پیش کرتے ہیں۔

40۔آئمہؑ نے اپنے صحابہ کو اجتہاد کی اجازت نہیں دی

تر د علینا اَشیاء لیس نعر فھا فی کتاب اللّٰہِ ولَا سُنۃّفننظر فیھا؟.

ہمارے سامنے کچھ ایسے سوال آجاتے ہیں۔جن کے جواب کو ہم اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنت میں نہیں جانتے۔کیا ہم اس سلسلہ میں تلاش مزید کے مجاز ہیں۔؟

قال لا۔ اَماانَّکَ اِنْ اَصبتَ لَمْ تو جروَاِنْ اَخطَأتَ کذبتَ علی اللّٰہِ عزّوجلّ۔(امام جعفرالصادق علیہ السلام)

ہرگز نہیں۔ارادہ تک نہ کرنا۔اس لئے کہ اگر تم صحیح نتیجہ اخذ کروگے تو تمہیں اس کا اجر نہ ملے گا۔اور اگر تم سے غلطی ہوگئی تو تم

تکذیب خداوندی کے مرتکب ہوگے۔جلد اول صفحہ۹۸(کافی۔**کتاب فضل العلم باب بدع والرائے والمقالس**)
ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم آیات واحادیث کے مفاہیم بیان کرنے میں الفاظ کی حدود میں ذرا سا اندر ہی رہتے ہیں۔اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہم اصول کافی کے ایک مستند مترجم اور شیعہ تصورِحیات سے متفق بزرگ العلامہ آیت اللہ الحاج الشیخ محمد باقر الکمرائی کا ترجمہ لکھے دیتے ہیں۔ملاحظہ ہو:۔

41۔خطائے اجتہادی تکذیبِ خداوندی ہے

ان مقامات پر آپ صرف اس قدر دیکھیں کہ ابتدء ہی میں بزرگ ترین شیعہ صحابہ کو ماحول نے اجتہاد کی طرف راغب کردیا تھا۔اور وہ حضرات طرح طرح کے عذرات کر کے اجتہاد کا اجازہ(سند۔ڈگری)مانگتے تھے۔مگر ان کو جو بھی جواب ملا وہ بڑا عبرت ناک اور شدت سے مملوہ ہوتا تھا۔اور کہیں بھی ان عذرات کی رعایت ملحوظ نہیں ملے گی۔اس باب کے لئے علامہؒ نے بائیس احادیث منتخب کی ہیں۔ان کے علاوہ کافی میں طرح طرح سے مختلف مقامات پر اجتہاد کی مذمّتیں موجود ہیں۔دراصل جب تک اُن سب سے واقفیت نہ ہو ذہن پر پورا دباؤ نہیں پڑتا۔بہرحال اختصار کی غرض سے عربی کا متن چھوڑ کر چند مقامات ملاحظہ کرلیں تاکہ کم از کم صورتِ حال تو سامنے آہی جائے۔اگلی حدیث(نمبر۱۳)میں نہایت مؤدبانہ عرضداشت ہے۔اور سوال کا انداز ایسا رکھا گیا ہے کہ اجتہاد کا گھناؤنا پن دَبا رہے اور اجازت کی زیادہ سے زیادہ گنجائش رہ سکے۔بتایا گیا کہ:۔

> ۔"گفتم! بماموضوعاتے وارد شود کہ از قرآن و سنّت حکمش رانفهمیم اجازه هست که درآن اعمال نظر کنیم و اجتهاد نمأیم؟ فرمود! نه خود راباش۔ اگر درست بفهمی اجرے نه داری و اگر خطا بر دی۔بر خدائے عزّوجل دروغ بستی(ایضاً باب البدع)

42۔کیا غیراہم اور معمولی چیزوں میں اجتہاد کیا جاسکتا ہے؟

۔"اللہ آپ کی اصلاح کرے۔ہم لوگ مجلس مذاکرہ میں جمع ہوکر دینی گفتگو کرتے ہیں کوئی ایسی چیز سامنے نہیں آتی جس پر ہمارے پاس تحریری(مسطر)دلیل موجود نہ ہو اور یہ محض آپؑ حضرات کے وجود کی برکت اور اللہ کی عظیم الشان نعمت کی وجہ سے ہے۔مگر کبھی کبھی کوئی معمولی اور چھوٹی سی چیز سامنے آجاتی ہے تو ہم سب ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔اُن کا جواب ریکارڈ میں نہیں ملتا اور آخر کار ہمیں کچھ ایسی چیزیں معلوم ہوتی ہیں جو اصل جواب کے مشابہ لگتی ہیں۔کیا ہم ایسی صورتِ حال پر اپنا قیاس استعمال کرکے جو بہترین حکم معلوم ہو اسے اختیار کرلیں؟جواب میں فرمایا گیا کہ:۔

تمہیں قیاس سے کیا واسطہ ہے۔تم سے پہلے والے جو بھی ہلاک ہوئے قیاس کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔(لولاعلیٔ

لھلک یاد کرلیں) جب ایسا سوال ہو کہ تم جواب جانتے ہو تو جواب دیدو۔اور جب ایسی چیز سامنے آئے جس کا جواب تمہیں معلوم نہ ہو تو اُس کا جواب یہاں (اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر) ہے۔پھر کہا کہ خدا لعنت کرے ......اجتہاد پر.....۔یہ جواب سُن کر ایک دوسرا مشہور اور مستند پہلو پیش کیا اور کہا کہ:۔

۔''میں یہ سمجھتا ہوں کہ رسولؐ اللہ نے اپنے عہد کے لوگوں کی ضروریات کے مطابق احکامات دیئے تھے''۔یعنی بعد والوں کیلیئے قرآن وسنۃ کافی نہیں ہیں۔فرمایا گیا کہ:۔جی ہاں مگر قیامت تک کے لوگوں کی تمام ضروریات کے احکام بھی دے دیئے تھے''۔آخری حربہ یہ تھا کہ۔''ان تعلیمات واحکام میں کمی تو نہیں ہوئی، تمام کی تمام باقی اور موجود ہیں؟ فرمایا کہ:۔''کمی نہیں ہوئی تمام اپنے اہلؑ کے پاس موجود ہیں۔''اب کوئی پہلو باقی نہیں رہا۔غیر ضروری کہہ کر یا معمولی یا فروعی کہہ کر بھی اجتہاد کی گنجائش نہیں چھوڑی گئی۔ ہر شخص پر لازم ہے کہ جو کچھ جانتا ہے بتادے ورنہ لاعلم ہونے کا اعلان کردے۔ جاننا ضروری ہو تو معصومؑ سے حکم معلوم کرے اور بس۔یعنی غیر معصوم خواہ امامؑ وقت کا صحابی ہو یا باقاعدہ یا بے قاعدہ نائبِ امامؑ ہی کیوں نہ ہو۔اُس کا اپنا اخذ کردہ حکم نافذ نہیں ہوگا۔حتیٰ کہ امام عصرؑ تصدیق فرمادیں۔اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صحابیؓ کے اس طرزِ کلام نے اور امامؑ کے سوال نے آخرکار یہ راز کھول دیا اور سائل نے اقرار کرلیا کہ میں ابوحنیفہ کی صحبت میں تو نہیں رہا۔البتہ یہ سب کچھ ان ہی کے بیانات تھے جن سے میں نے یہ سوالات کئے ہیں۔(کتاب وباب ایضاً حدیث نمبر۱۳)

43۔قرآن وسنت کے انکار کی مجتہدانہ ترکیبیں

آپ دیکھ چکے ہیں کہ آئمہ اہلبیت علیہم السلام سے اجتہاد کی اجازت مانگنے کے لئے ایسی چیزوں کا وجود مانا گیا ہے جو قرآن اور سنۃ میں موجود نہیں ہیں۔یعنی اجتہاد کے اقرار سے قرآن کریم کی ہمہ گیری کے دعویٰ کا انکار لازم آتا ہے۔اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ جو چیزیں اللہ ورسوؐل سے (معاذ اللہ) رہ گئی تھیں وہ مجتہدین بیان کریں گے۔یہی نہیں بلکہ مجتہدین کے بیانات کو خدا و رسوؐل کا حکم سمجھ کر اختیار کرنا اور عمل کرنا لازم ہے۔اور ان کی خلاف ورزی اللہ ورسوؐل کے احکام کی خلاف ورزی ہوگی۔ چنانچہ دوسری ترکیب یہ کی جاتی ہے۔کہ آنحضرؐت نے محض اپنے زمانہ کے لوگوں کی حد تک تعلیمات دی تھیں۔ یہ بات آنحضرؐت کے نذیر للعالمین اور قرآن کے ذکریٰ للعالمین ہونے کا انکار ہے۔تیسری ترکیب یہ کہ کتاب وسنت مکمل طور پر موجود نہیں۔ یہ قرآن کے اُس دعویٰ کا انکار ہے جس میں اللہ نے تحفظ کا وعدہ کیا اور قرآن وصاحبانِ قرآن کا تا قیامِ قیامت ساتھ رہنا بتایا ہے۔معلوم ہوا کہ اجتہاد کی عمارت قرآن کے انکار کی بُنیاد پر تعمیر ہو سکتی ہے۔اقرار پر نہیں۔

44۔ مفتی صاحب کا وہ دریا جس کا کنارہ نہیں

مفتی صاحب قبلہ نے دریائے ناپیدا کنار کس چیز کو قرار دیا ہے؟۔ غالباً وہ قرآن وسنت ہے۔ ممکن ہے کہ صرف قرآن ہی اُن کی مراد ہو۔ بہرصورت وہ اس کے قائل ہیں کہ اِس دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانا ایک ایسی محنت ہے۔ کہ اُس کا صلہ ضرور ملتا ہے۔ اور اُن کے، نیز تمام مجتہدین کے نزدیک یُوں غوطے لگا کر احکام اخذ کرنا ضروریاتِ دین میں سے ایک اہم ضرورت ہے۔ یہاں ہم اُن کے لئے ایک لمحۂ فکریہ پیدا کرتے ہیں۔ اور اس قسم کے اجتہاد کی ممانعت دکھاتے ہیں۔ چنانچہ محوّلہ بالا باب کی حدیث نمبر (۱۷) کا فارسی ترجمہ ملاحظہ ہو کہ آپ کو جناب آیۃ اللہ الحاج شیخ محمد باقر کمرئی اعلی اللہ مقامہ کا فیصلہ بھی معلوم ہو جائے۔

45۔ مجتہدانہ غوطہ خوری علیؑ کی نظر میں

یہاں رائے، قیاس اور اجتہاد کو الگ الگ رکھتے ہوئے یہ بتا دیا کہ اس قسم کے فتویٰ ساز دراصل شریعت سازی کی بنا پر خدا کے مدّ مقابل ہوتے ہیں۔ اور اس قسم کی غوطہ زنی شک وشبہ کی گندگی سے ساری عمر نکلنے نہیں دیتی۔ اسی باب کی اکیسویں حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ نے فرمایا ہے کہ:۔

> "علی (ؑ) فرمود هر که خود رابرائے و قیاس واداشت همیشه عمرش دراشتباه است۔ و هر که برائے و اجتهاد برائے خدا دینداری کند همیشه عمرش درلجن غوطه و راست۔ امام باقر (ؑ) فرمود هر که برائے خود بمردم فتویٰ دهدندا نستہ خدارا دینداری کرده۔ و هر که ندانستہ خدارا دینداری کند باخدا ضدیّت کرده برائے آنکه اُنچہ رانمی داند حلال و حرام کرده است"۔ (صفحہ۹۹)

46۔ مجتہد کا ہر فتویٰ آیت یا حدیث سے ہونا لازم ہے

علامہ کے بیانات میں خاص طور پر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ متذکرہ بالا احادیث میں لفظ اجتہاد موجود نہیں ہے۔ رائے اور قیاس سے علامہ نے ہر جگہ وہ اجتہاد مراد لیا ہے جو آیت اور فرموداتِ معصومؑ سے الگ الگ رہ کر محض

> "بشرح:۔ چون درزمانِ امام صادقؑ فقه تردیدی و روشِ فرع تراشی براساسِ قیاس و اجتهاد درمدرسۂ ابو حنیفه رواج داشت۔ شاگردان اُو بعنوان آزمائش و اظهارِ فضل مزاحمِ امام میشدند و ظاهراً این مردازانها بوده و امامؑ باوُفهمانده که جوابِ مسئله باید نص صادر از معصوم باشد"۔ (۱۰۱/۱۱)

اپنی بصیرت وغوطہ زنی سے مسائل واحکام اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ ہر حکم پر ایک نص ہونا لازم ہے۔ علامہ اُن علماء میں سے ہیں جو

ہمارے مذہب کے تحفظ کیلئے کام کرتے رہے ہیں۔ابوحنیفہ کے مکتب فکر نے اُسی زمانہ سے بعض شیعہ اذھان کو متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔اور ہر امامؑ کے عہد میں چند نام نہاد شیعہ صحابہ اجتہاد کرتے رہے۔لیکن آئمہؑ نے اس قسم کے مجتہد صحابہ کو ملتِ شیعہ سے خارج کرتے رہنے کا پروگرام جاری رکھا۔اس کے باوجود اجتہاد برابر حملہ آور رہا۔رفتہ رفتہ اس کا دائرۂ عمل وسیع ہوتا چلا گیا۔ غیبت امامؑ کے زمانہ میں شیعوں کے بعض نام نہاد علماء اپنے مذہب کی پابندیوں سے شرمانے لگے۔اھلِ خلاف کی فرع تراشی کی وسعتوں کے سامنے اُنہیں اپنی پوزیشن حقیر معلوم ہونے لگی۔اغیار کے سوالات سے پناہ لینے کے لئے انہوں نے بھی چند لفظی اصلاحات اور برائے نام ترمیم کے بعد اجتہاد کو لبیک کہہ دیا۔اور من وعن اغیار کے مرتب کردہ قوانینِ اجتہاد کو اپنے نام سے لکھ کر شیعوں میں پھیلانے کی کوشش شروع کر دی۔اھل خلاف کی طرح اُنہیں بھی حکومتوں کی پشت پناہی حاصل ہوگئی۔انہوں نے اپنے مخالف علماء کو مار پیٹ کر پیچھے ہٹا دیا۔اجارہ داری قائم کی اور آخر اس مقام پر آ گئے کہ جسے یہ دین کہیں وہی دین سمجھا جائے۔ جسے یہ بے دینی قرار دے دیں اُسے بے دینی سمجھا جائے۔جسے یہ عالم نہ مانیں وہ جاھل سمجھا جائے۔ضرورت پڑنے پر ہم وہ تمام ریکارڈ پیش کر دیں گے جو بطورِ تاریخ اجتہاد مرتب ومدّون صورت میں رکھا ہوا ہے۔اور جس پر اُنکے اپنے دستخط وسندات بھی موجود ہیں۔یہی وہ گروہ ہے جس کا وجود دین کو باطل کے پردوں میں لپیٹتا ہے۔یہی گروہ ہے جو آج مرکز ملتِ شیعہ بن جانے کی مشق کر رہا ہے۔یہی وہ گروہ ہے جس کی خود ساختہ عائد کی ہوئی پابندیوں سے عاجز آ کر مسلمان آزادی کی فطری راہ اختیار کر رہے ہیں۔یہی گروہ ہمیشہ دینداروں کو دین سے بھگانے کا کاروبار کرتا رہا ہے۔اس کے شور وغوغا نے شیعوں کے ہمدرد علماء کی آواز کو ہمیشہ دبا کر رکھنے کی کوشش کی ہے۔اسی گروہ کے ابتدائی شخص نے اپنا نام عالم رکھا تھا (قدّسی عالم خطبہ نمبر ۸۵) اُسی کے انتظام نے ایک ریا کار مقدس گروہ پیدا کیا جو آگے چل کر اُمتِ مسلمہ پر مسلّط ہوگیا۔اور مسند علم وفتویٰ پر قابض ہوگیا۔تا کہ آئندہ اپنے مطلب کے علماء پیدا کرے اور مسلمانوں کو اکاش بیل کی طرح لپٹا رہے۔یہی گروہ ہے جو جاہل ہونے کے باوجود دعویٰ علم کو اوڑھنا اور بچھونا بنائے ہوئے ہے۔ہم یکہ وتنہا اُسے اس کے خود ساختہ علوم میں بھی چیلنج کرتے ہیں۔اور زندگی بھر تیاری کی ہے کہ وقت آنے پر اُن کے اس علمی ڈھونگ کا باقاعدہ پردہ چاک کیا جا سکے۔ہمیں معصومینؑ کا حکم ہے کہ ایسے ڈھونگ کا پردہ چاک کرنے کی تیاریاں کرتے رہیں۔ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اُن حضرات کو وہ علوم بھی کما حقہ نہیں آتے جن کا ھوّا دکھا کر عوام پر رعب ڈالتے ہیں۔اور جن کے بغیر درجہ اجتہاد کو ناممکن سمجھتے ہیں۔ہمارے پاس ایسی کتابیں فراہم ہیں جن کی عربی اُن میں سے کوئی بھی سمجھ نہیں سکتا۔اب تحکم کا زمانہ نہیں ہے۔حقائق کا سامنا کرنے کا وقت ہے۔جس طرح ڈگری کالجوں ہی سے ملتی ہے اُسی طرح نام نہاد دینی علوم کی سندات بھی اسی گروہ کے ہاتھ میں ہیں۔لہٰذا ہم نے اُنہی سے پڑھا، گھل مل کر رہے، ذاتی اور پرائیویٹ زندگی کے ہر پہلو کو دیکھا ہم سے ان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہی۔خدا نہ کرے کہ یہ لوگ خم ٹھوک کر کھڑے ہو جائیں۔

اورہمیں ان کے فوٹو پیش کرنا پڑیں۔لیکن ہم جانتے ہیں کہ ان کا کام خود میدان میں آنا نہیں ہوتا۔ یہ گھر بیٹھے ناطقہ بند کرنا جانتے ہیں۔مگر ہم انہیں گھروں سے نکالنا جانتے ہیں۔ ہمارا نظام انہیں چاروں طرف سے گھیرتا چلا آ رہا ہے۔توپوں کے دھانے ، پھانسیوں کے پھندے تیار کئے جا رہے ہیں۔تا کہ انہیں ان کے خودساختہ شہادت کے مدارج پر بلند کیا جا سکے۔اُن کے تمام اوزار و ہتھیار ہماری تحویل(CUSTODY) میں آتے جا رہے ہیں۔ یہ اپنے اقتدار سے روزانہ محرومی سے دوچار ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ گھبرا کر مرکز ملت بن جانے کی آخری کوشش کر لینا چاہتے ہیں۔مگر افسوس کہ زمانہ بدل چکا ہے۔اب عوام کو تحقیقِ حق کی فکر ہے۔وہ اپنے اور پرائے میں تمیز کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔وہ کسی ایسی رکاوٹ کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں جو اُنہیں آئمہ معصومینؑ کی تعلیمات سے دور رکھے۔ہم انہیں یہ بتائیں گے کہ آئمہؑ تک پہنچنے میں سب سے بڑی رکاوٹ نظامِ اجتہاد ہے۔اور یہ کہ اس رکاوٹ کی نشاندہی جناب امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں کردی تھی۔ جناب سدیرؓ کا ہاتھ پکڑ کر آپؑ کعبہ کے برابر کھڑے ہوئے۔اور فرمایا کہ:۔

47۔مجتہدین آئمہؑ کی راہ میں رکاوٹ بن گئے

۔''اے سدیرؓ لوگوں کو یہ طریقہ بتایا گیا تھا کہ وہ آ کر ان پتھروں کا طواف کریں۔اور اس کے بعد ہمارے پاس حاضر ہو کر ہماری حکومت کا اقرار کریں..... اس کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں اُن لوگوں سے روشناس نہ کرادوں جو دین سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ اور اس کے بعد ابوحنیفہ اور ثفیان ثوری کو نشانۂ نظر بنالیا۔ جو مسجد میں حلقۂ درس سے مخاطب تھے۔ یہ ہیں وہ لوگ جو دین خدا کی راہ روکے ہوئے ہیں.... اگر یہ لوگ یُوں نہ نکل پڑے ہوتے۔تو لوگ یہ دیکھ کر کہ انہیں تعلیمات دین فراہم کرنے والا کوئی نہیں ہے۔تو یقیناً ایک روز وہ ہم تک پہنچ جاتے اور ہم انہیں اللہ و رسوؐل کی تعلیم سے مالا مال کرتے''۔ (كافي كتاب الحجة)

48۔مجتہدین کو بھی حصول علم جاری رکھنا لازم ہے

قبل اس کے کہ ہم کچھ عرض کریں ایک مقام اور دیکھیں جہاں حدیث کی پوزیشن واضح کرتے ہوئے تعلیم و تعلّم کا ایک ایسا سلسلہ بتایا ہے جو عام آدمی سے شروع ہو کر امامؑ عصر پر منتہٰی ہوتا ہے۔ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ ''امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس حدیث کے کیا معنی ہیں کہ ''فرشتہؑ و پیغمبرؐ و مومن ہماری حدیث کا تحمّل نہیں کر سکتے''۔فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ فرشتہ تحمل نہیں کر سکتا تا آنکہ وہ اپنے سے مافوق فرشتہؑ سے دریافت کرے۔اور پیغمبر نہیں سمجھ سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے سے زیادہ عالم پیغمبرؐ سے دریافت کرے اور مومن نہیں سمجھ سکتا حتیٰ کہ وہ اپنے سے زیادہ صاحب علم مومن سے معلوم کرے''۔(سابقہ حدیث سے آگے چھٹا باب)

49۔ موجودہ نظامِ اجتہاد علم کے دروازے بند کرتا ہے

علمائے سُوء کے جاری کردہ نظامِ اجتہاد نے رفتہ رفتہ آئمہ معصومین علیھم السلام کا مقام سنبھال لیا۔اس لئے اس نظام کے لئے لازم ہوگیا کہ وہ اُمت مسلمہ کو قرآنی علوم سے جاہل رکھے۔ چنانچہ اس نظام میں علم کی تعریف کو محدود کیا گیا۔ پھر ایک ایسا نصاب (Syllabus) تیار کیا گیا جس میں تمام مفید علوم کو نظرانداز کر کے چند خود ساختہ چیزوں کو شامل کیا گیا۔اور دعویٰ کیا گیا کہ اللہ و رسولؐ کا منشاء صرف اِسی قدر تھا۔ پھر یہ اصول بنایا گیا۔ کہ اس نصاب کو مکمل کر لینے والا مجتہد کسی دوسرے شخص سے کوئی سوال نہ کریگا۔یعنی مجتہدین آپس میں بھی ایک دوسرے سے ہرگز ہرگز سوال نہ کریں گے۔ جو کچھ اُنہیں مذکورہ نصاب سے معلوم ہوا ہے۔اُس سے زیادہ کے وہ قائل ہی نہیں ہیں ورنہ مجتہد، مجتہد نہ رہیں گے۔ بلکہ سوال کرنے اور دوسروں سے معلومات حاصل کرنے سے وہ مجتہد کے بجائے مقلِّد ہو جائیں گے۔وہ اپنے نظام کی عطا کردہ سند یا ڈگری کی رُو سے علم کا آخری درجہ رکھتے ہیں۔یعنی اُس سے زیادہ علم کا وجود ہے ہی نہیں۔ اِسی بنا پر اسلام میں اس قسم کے اجتہاد اور ایسے اجتہاد کی تقلید حرام ہے۔مندرجہ بالا حدیث میں یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ حصول علم کا سلسلہ ماتحت سے مافوق کی طرف جاتا ہے۔(فوق کل ذی علم علیم ۱۲/۷۶) (ہر صاحب علم پر ایک علیم موجود ہے) ہمارے یہاں قرآن کریم اور صاحبان قرآن آئمہ معصومینؑ پر تمام علوم کی انتہا ہوتی ہے۔جنہیں ہر لحہ علومِ خداوندی سے وابستہ رکھنے کا خدائی انتظام موجود ہے۔ چنانچہ اُن حضرات کے علاوہ ہر شخص، خواہ وہ علم کے کسی بھی مقام پر ہو، اپنے سے بلندتر اہل علم کی طرف رجوع کرنے پر مامور ہے۔اور یہ چیز مسلّماتِ عقلیہ میں سے ہے۔اور ہر عاقل اس سے متفق ہے۔سوائے اُن لوگوں کے جن کی عقل پر اجتہاد کا غلاف چڑھا ہوا ہو۔لہٰذا اگر مجتہدین کسی آیت یا حدیث کو نہ بھی سمجھیں تو اُنہیں کوئی فکر نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کے اجتہاد کی مشین جو مطلب بتا دے گی، وہی آخری معنی ہوں گے۔اور اللہ کو بھی معاذ اللہ مجتہدین کی رائے کے مطابق فیصلے کرنا ہوں گے۔ یہ تھا وہ فل اسٹاپ (FullStop) جو اجتہاد نے لگایا۔اور تحقیق وتسلسل کے تمام راستے بند کر دئے۔ اور اُمت میں اختلاف و افتراق پیدا کر کے اپنے چاروں طرف جمع کر لیا۔اور یوں حلاّلِ مشکلات اور آئمہ اُمت بن بیٹھے۔

اگر یہ حضرات اپنا مبلغ علم و عقل دیانتداری سے استعمال کرتے۔تو اُنہیں روزانہ بہت سے مسائل کے جواب میں اپنی لاعلمی کا اظہار کرنا پڑتا۔اور مسائل کے صحیح جواب حاصل کرنے کے لئے مزید تحقیقات اور تلاش کرنا پڑتی۔اس صورت حال کے پیدا ہونے سے متلاشی حق کا رُخ قرآن کے بزرگ تر عالمؑ کی طرف مُڑ جاتا۔کئی ضروریاتِ زندگی کو روکنا پڑتا۔اور آخر کار امامِ زمانہ علیہ السلام تک سوالات کا سلسلہ پہنچتا اور وہاں سے جو جواب ملتا وہ عین منشائے خداوندی کے مطابق ہوتا۔اس کے خلاف ہر

مجتہد نے جو اُلٹا سیدھا جواب سمجھ میں آیا دے دیا۔ فوری ضرورت رفع ہوگئی۔ مگر مسائل کے جوابات کا اختلاف اس حد تک پہنچا کہ ایک ہی صورت میں ایک ہی مسئلہ کا جواب حرام بھی ہے اور حلال بھی ہے۔ یعنی ایک مجتہد نے ایک عمل کو جائز قرار دیا دوسرے نے اُسی عمل کو ناجائز کہا۔ یوں حرام و حلال جائز و ناجائز کو گڈ مڈ کر دیا گیا۔ یہی مطلب ہے جس کی طرف جناب امام محمد باقر علیہ لسلام نے جناب سدؒیر کو متوجہ کیا۔ اور بتایا کہ یہ لوگ دین سے خارج ہو چکے ہیں۔ اور دینِ خدا کی راہ روکے ہوئے ہیں۔ (**عنوان نمبر 47**) اُن مجتہدین نے عوام الناس کو امامؑ وقت تک پہنچنے سے روک کر خود امام بن بیٹھنے کا نظام جاری کیا جو بدستور آج تک جاری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی نظام امام علیہ السلام کی غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ کا سبب بنا ہے۔ جب کوئی سائل امامؑ تک جائے گا ہی نہیں، تو امامؑ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور اگر امامؑ زمانہ مجتہدین کے نظام کو توڑنے اور عوام سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کا انتظام کرے گا تو یہ نظام اجتہاد حکومت وقت کی مدد سے امامؑ کو باغی قرار دے کر اُس کے قتل کا فتویٰ صادر کر دے گا۔ یہی کچھ ہوا اور ہوتا چلا آیا۔ حتیٰ کہ بارہویں امام علیہ السلام کے لئے غیبت کے سوا تمام راہیں بند کر دی گئی تھیں۔ حتیٰ کہ خود وہ لوگ جو امامؑ کے بہی خواہ اور ہمدرد و معاون کہلاتے تھے ایک دن اپنا اعتماد کھو بیٹھے تھے۔ غیبت کے بعد ہر مکتب فکر کے مجتہدین آزادانہ اسلام کو تبدیل کرنے اور اپنی وقتی مصلحتوں کے مطابق بنا لینے میں کامیاب ہوگئے۔ اور کامل ایک ہزار سال کی آزادی کے دوران اسلام کو کُفر میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مگر نام بدستور اسلام ہی رکھا ہے۔ قرآن کو پاژند بنا دیا گیا ہے۔ اور نام و احترام و الفاظ بدستور باقی رکھے گئے ہیں۔ اُمت میں تفرقہ اندازی فرقہ سازی اور انتشار و افتراق کا یہ سلسلہ بدستور جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ ظہور حضرت حجۃ علیہ السلام ہوگا۔ تمام مکاتیب فکر کے مجتہدین اُن کے خلاف بے دینی کا اور نیا دین جاری کرنے کا اور قتل کا فتویٰ دیں گے۔ اس لئے اُس وقت کے تمام مجتہدین ان کے دست مبارک سے تہہ تیغ اور واصل جہنم کئے جائیں گے۔ اور چونکہ مساجد اُن لوگوں کی کمین گاہیں ہوتی ہیں اس لئے تمام مساجد کو بھی مسمار کر دیا جائے گا۔ استحصالی نظام کو فنا کر کے دولت کو برابر تقسیم کیا جائے گا۔ آمدنی اور ترقی کے تمام وسائل کو بنی نوع انسان کے لئے کُھلا چھوڑ دیا جائے گا۔ خداوند عالم نے جتنے وعدے فرمائے تھے تمام پورے کر دئے جائیں گے۔ ہر انسان بے پناہ ترقی کریگا۔

50۔ مجتہدین، اسلام اور قرآن کو تبدیل کر کے فساد کا ذریعہ بنا لیں گے

اُن مجتہدین یا علماءِ سُوء کے متعلق ہر مکتب فکر کی معتبر کتابوں میں سیکڑوں احادیث و احکام موجود ہیں۔ مثلاً فرمایا گیا کہ:۔

(ا) لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب **قرآن بطور رسم اور اسلام برائے نام** رہ جائے گا۔ اُس وقت کی مسجدیں فنِ تعمیر و آرائش کا نمونہ ہوں گی۔ مگر رُشد اور ہدایت کا وہاں نام و نشان نہ ہوگا۔ مسجدوں میں رہنے والے اور مساجد کو تعمیر کرانے

والے اُس وقت کی دنیا میں سب سے زیادہ شر پھیلانے والے ہوں گے۔ ہر فتنہ وفساد وہی جاری کریں گے۔ وہی ہر گناہ کے ایجاد کرنے والے ہوں گے۔ جو شخص ان کے پھیلائے ہوئے فتنوں سے بچ کر نکلے گا اُسے گھیر کر فتنوں میں مبتلا کریں گے۔ (الخ)
(نہج البلاغہ حکم ۳۶۹ جلد ۳)

اس اجتہاد زدہ اسلام میں جو کچھ ہوگا۔ اس کی تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک طویل بیان سے ماخوذ ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم دیکھو گے کہ:۔

(۲) 1۔ اھل باطل اھل حق پر چھا جائیں گے۔

2۔ شر پھیل کر غالب آجائے گا۔ اور کوئی منع کرنے والا نہ ہوگا۔

3۔ فسق وفجور غالب آجائے گا۔

4۔ مرد مَردوں سے اور عورتیں عورتوں سے جنسی ضرورت پوری کر لینا کافی سمجھیں گے۔

5۔ لڑکے وہی کام دیا کریں گے جو عورتوں سے لیا جاتا ہے۔

6۔ عورتیں عورتوں سے تزویج کریں گی۔

7۔ مرد اور عورتیں اپنی شرمگاہوں کی کمائی کھایا کریں گے۔

8۔ عورتیں مردوں کی طرح مجالس عیش وعشرت قائم کیا کریں گی۔

9۔ بنی عباس کے مردوں میں زنانہ پن مقبول ہوجائے گا۔ وہ عورتوں کی طرح کنگھی چوٹی سے اُسی طرح آراستہ رہا کریں گے جیسے عورتیں اپنے شوہروں کے لئے سنگار کرتی ہیں۔

10۔ جو لوگ اپنی عورتوں کی جنسی آزادی میں زیادہ مدد دیں گے وہ اعلیٰ درجہ کے خاندان کے افراد کہلائیں گے۔

اور تم دیکھو گے کہ:۔

11۔ ''دین کو ذاتی رائے کے سانچے میں ڈھال دیا گیا ہے اور قرآن اور اس کے احکام کو معطل کرکے رکھ دیا گیا ہے''۔ اور

12۔ شوہر اپنی ازواج کی کمائی کھانے لگیں گے۔ وہ جانتے ہوں گے کہ یہ کمائی حرام ہے پھر بھی اس پر عمل کرتے رہیں گے۔

13۔ عورتیں مردوں پر غالب آجائیں گی اور انہیں نان ونفقہ دیا کریں گی۔

14۔ مرد اپنی لڑکیوں اور کنیزوں کو کرایہ پر دیا کریں گے۔

15۔ جُوا کھیلنا عام ہوجائے گا۔

16۔ شراب کھلم کھلّا فروخت اور استعمال ہوا کرے گی اور کوئی منع کرنے والا نہ ہوگا۔

17۔عورتیں منکرین کے ساتھ سخاوت نفسی سے پیش آیا کریں گی۔

18۔شرعی پابندیاں روک دی جائیں گی اور ذاتی خواہشوں کے مطابق عمل ہوا کرے گا۔

19۔مسجدوں کو خوب سجایا جائے گا۔

20۔سچ بولنے والوں کو جھوٹا قرار دیا جائے گا۔اور تم دیکھو گے کہ:۔

21۔نمازیں دکھانے کے لئے پڑھی جائیں گی اور۔

22۔فقہائے دین دین کے خلاف اجتہاد کیا کریں گے، تاکہ وہ دنیا کی ریاست حاصل کر سکیں۔

(وَرَأَیْتَ الْفَقِیْہ یتفقہ لِغَیْرِ الدین۔یطلب الدنیا والرئاسۃ)اور۔

23۔لوگ چوپائے جانوروں کی طرح سرِ راہ اور شارع عام پر کھڑے کھڑے........................ضرورت پوری کیا کریں گے۔اور ڈر کے مارے کوئی ان کو برا کہنے والا نہ ہوگا۔اور تم دیکھو گے کہ۔

24۔اذان دینے والا اور نماز پڑھانے والا اُجرت لیتا ہے۔(وَرَأَیْتَ الاذان بالاجر والصلاۃ بالاجر)اور۔

25۔مسجدیں ایسے حاشیہ نشینوں کے قبضہ میں ہیں جو اللہ سے بے خوف ہیں۔اور غیبت و بدگوئی کے لئے جمع ہوتے ہیں تاکہ اھل حق کا گوشت کھائیں، اور نشہ آور شراب پیئیں۔اور تم دیکھو گے کہ:۔

26۔قاضی و مفتی لوگ اللہ کے احکامات کے خلاف فتویٰ اور فیصلہ دیتے ہیں۔(وَرَأَیْتَ القضاۃ یقضون بخلاف ماامر اللّٰہ)اور تم دیکھو گے کہ:۔

27۔منبروں پر لوگوں کو تقویٰ کا حکم دیا جا رہا ہے۔مگر خود تقویٰ پر عمل نہیں کیا جاتا۔(ورایت المنابر یُؤمر علیھا بالتقویٰ ولا یعمل القائل بمایامر)(کتاب روضۃ الکافی صفحہ نمبر ۳۸۔۴۱ حدیث ابی عبداللہ علیہ السلام مع المنصور فی موکبہ نمبر ۷)

یہ ہے وہ صورت حال جو آئمہ معصومین علیھم السلام کو نظرانداز کرنے کے بعد مجتہدین نے پیدا کی ہے۔اُنہوں نے اُن دونوں چیزوں کو ترک کر دیا۔جنؑ کو رسوؐل اللہ نے گمراہی سے بچانے کا ذمہ دار و ضامن قرار دیا تھا۔نزول قرآن سے لے کر آج تک برابر مجتہدانہ ذہنیت اپنا کام کرتی چلی آئی ہے۔ساتھ ہی قرآن کریم اور صاحبان قرآن علیھم السلام اس ذہنیت کا پردہ فاش کرتے رہے اور دین اسلام کی حفاظت کا انتظام مسلسل جاری رکھا۔چنانچہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے ایک تحریری فرمان سے چند جُملے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔جس سے یہ معلوم ہوگا۔کہ وہ حضرأت اپنے مدّ مقابل نظام اجتہاد سے نہ صرف واقف تھے، بلکہ ملت شیعہ کو محفوظ رکھنے کے لئے زبانی اور تحریری ہدایات بھی جاری رکھتے تھے۔آپؑ نے مذکورہ ہدایت نامہ میں یہ بھی لکھا کہ:۔

51۔قرآن میں معنوی تحریف کی بنا پر امت قرآن سے محروم ہوگئی ہے

۔’’اللہ نے کسی اُمت سے اُس وقت تک علم کتاب کو نہیں چھینا، جب تک اُس اُمت نے از خود کتابِ خداوندی کو نظرانداز نہ کردیا ہو۔اور اُس اُمت نے ایک باطل ولایت قائم نہ کرلی ہو۔یہی نہیں بلکہ اس امت نے کتاب کے الفاظ کو برقرار رکھتے ہوئے، مقاصدِ کتابِ خداوندی میں حسبِ منشاء تحریف نہ کرلی ہو۔چنانچہ یہ امت روایت تو کرتی ہے،مگر احکامِ خداوندی کی رعایت نہیں کرتی۔اور نادان لوگ روایات کی حفاظت دیکھ کرخوش ہوجاتے ہیں۔لیکن علماء علیھم السلام رعایت کتاب کو ترک کردینے کی بنا پر ان سے نالاں رہتے ہیں۔چنانچہ اس امت نے بھی کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا ہے۔اور ایک باطل و جاہل ولایت اختیار کرلی ہے۔چنانچہ خدا کے احکام کو رد کرتے ہیں،اور اُس کے حکم کے خلاف احکام جاری کرتے ہیں۔انہوں نے اللہ کے مقابلہ میں انسانوں کی رضامندی کو ترجیح دی ہے۔جس سے یہ امت اس حالت کو پہنچ گئی ہے۔اِس امت میں گمراہ کن عبادت کرنے والے مجتہد موجود ہیں، جو فتنہ میں مبتلا مگر خوش ہیں۔ان کی عبادت اُن کے لئے ایک فتنہ ہے،اور جو اُن کی پیروی کرتا ہے۔اُن کے لئے بھی فتنہ ہے۔(اے سعدؓ)اِن کو شناخت کرلے۔یہ لوگ یہود و نصاریٰ کے احبار و رھبان کے مشابہ ہیں۔انہوں نے بھی کتاب خداوندی کو اپنی تحریف کے ذریعہ پوشیدہ کردیا ہے۔انہوں نے قرآن کے الفاظ کو برقرار رکھ کر منشاء کتاب میں تحریف کی ہے۔اگر ان نام نہاد علماء کو نصیحت کی جائے تو بغاوت کا فتویٰ لگادیتے ہیں۔اور اگر ان کو اس حقیقت پر مطلع کیا جائے جسے انہوں نے ترک کردیا ہے،تو مخالفت کا الزام لگادیتے ہیں۔اور اگر اُن کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو تفرقہ پردازی کا ملزم گردانتے ہیں۔اور اگر اُن سے اُن کے نظام بدعت پر نظیر یا دلیل طلب کی جائے تو منافقت کا فتویٰ لگادیتے ہیں۔‘‘

(کتاب روضۃ الکافی صفحہ۵۳۔۵۴ رسالۃ ابی جعفر علیہ السلام الیٰ سعد الخیر نمبر ۱۶)

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے طرح طرح سے اپنے خطبوں میں اس نظام اجتہاد کی موجودگی اور اس کے نتائج اور اغراض و مقاصد کو واضح کیا ہے۔چنانچہ آنجنابؑ نے بتایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:۔

52۔مجتہدین،امتِ مُسلمہ کو گمراہ کرنے میں اپنے بزرگوں کے قدم بقدم

۔’’میرے بعد بہت جلد تم پر وہ زمانہ آنے والا ہے کہ اس وقت حق سے زیادہ پوشیدہ اور کوئی چیز نہ رہے گی،اور باطل سے زیادہ نمایاں کوئی دوسری چیز نہ ہوگی،اور اللہ و رسوؐل کے نام پر دروغ بافی سے زیادہ کسی چیز کی کثرت نہ ہوگی‘‘۔

اِسی خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ:۔

۔’’یقیناً نام نہاد حاملان کتاب نے قرآن کو پس پشت ڈالدیا ہے اور قرآن کو یہاں تک بھلا دیا ہے کہ آخرکار اس کے نام

نہاد محافظین اپنی خواہشات کے پیرو ہو گئے اور یہ عمل در آمد انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں پایا ہے۔اور قرآن کو جھٹلانے کیلئے اس میں تحریف کی ہے۔اس زمانہ میں قرآن اور صاحبانِ قرآن کو جلاوطن کر کے ان کی نفی کر دی گئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ قوم افتراق وانتشار پھیلانے پر متفق ہوگئی ہے۔اس لئے اُنہوں نے اپنے دین کی ولایت ایسے لوگوں کو سونپ دی ہے۔جو مکر ومُنکر اور رشوت ستانی اور قتل وغارت پر کاربند ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قرآن کے امام ہیں۔اور قرآن اُن کا راہنما نہیں ہے۔اُن کے نزدیک حق کا صرف نام باقی رہ گیا ہے اور قرآن کے خط یعنی مکتوبی صورت کے علاوہ اس کے حقائق وتعلیمات سے عاری ہو چکے ہیں۔یہ لوگ مسلسل ایک بادشاہ کے مذہب سے دوسرے بادشاہ کے مذہب پر منتقل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ایک بادشاہ کی ولایت سے دوسرے بادشاہ کی ولایت اور ایک بادشاہ کی اطاعت سے دوسرے بادشاہ کی اطاعت اور ایک بادشاہ سے معاہدہ کے بعد دوسرے بادشاہ سے معاہدہ کی طرف چلے آرہے ہیں۔معاصیة کے دوران پیدا ہوئے اور جبری دین پر کاربند رہے۔ان کی ساری زندگی دین خداوندی کے خلاف گذری''۔پھر فرمایا کہ:۔

53۔مساجد کے لئے امام علیہ السلام نے فرمایا

اس زمانہ میں مسجدیں گمراہی سے مزّین اور بھرپور ہیں اور آباد ہیں مگر ہدایت کی رُو سے کھنڈر ہیں۔ان مسجدوں کے قاری اور تعمیر کنندہ اللہ کی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ زیاں کار ہیں۔اُن ہی کی طرف سے گمراہی کی ایجاد واجرا ہوتا ہے۔اور اس کا نتیجہ بھی انہی پر منتہیٰ ہوتا ہے۔ان کی مسجدوں میں حاضر ہونا اور اُن کی مسجدوں کی طرف چلنا اللہ سے کفر کرنا ہے۔سوائے اُن لوگوں کے جو یہ جان کر جائیں کہ یہ لوگ گمراہ اور یہ مساجد گمراہی کے اڈے ہیں۔

(روضة الکافی صفحہ ۳۸۷۔۳۸۹ خطبہ لامیر المومنین علیہ السلام نمبر ۵۸۶)

54۔حق کو باطل سے علیحدہ کرنے کا طریقہ

اسی خطبہ کے آخر میں ملت مسلمہ کو متنبہ کیا ہے۔اور بتایا ہے کہ حق اور باطل کے اس مجموعہ میں سے حق کو کیسے اختیار کریں اور باطل سے کیسے بچیں۔فرمایا کہ:۔

۔''یہ سمجھ لو کہ تم ہرگز ہدایت حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اُس شخص کو نہ پہچان لو جس نے سب سے پہلے ہدایت کو ترک کیا تھا۔اور قرآن کریم کے معاہدہ کو اختیار نہیں کر سکتے جب تک اُسے نہ شناخت کر لو جس نے اس معاہدہ کو نظر انداز کیا تھا۔اور تم قرآن کو اس وقت تک صحیح معنوں میں پڑھ نہیں سکتے جب تک اُس شخص کا تعارف حاصل نہ کر لو جس نے اس میں تحریف کی ہے۔گمراہی سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک ہدایت سے تعارف نہ ہو چکا ہو۔اور تقویٰ معلوم نہیں ہو سکتا جب تک اُس شخص سے واقفیت

نہ ہو جس نے حدود کو توڑا تھا۔ جب تم یہ سمجھ گئے تو تم بدعت اور تکلف کو سمجھ چکے۔ اور تم نے اس افترا کو دیکھ لیا جو اللہ و رسولؐ کے متعلق کیا گیا تھا۔ اور وہ تحریف جو قرآن میں کی گئی وہ بھی دیکھ لی۔ اور جب یہ بھی دیکھ چکے کہ اللہ نے ہدایت یافتہ لوگوں کو کیسے ہدایت کی تھی تو اس سب کے بعد وہ لوگ تمہیں جاہل نہ بنا سکیں گے یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کا علم حاصل نہیں ہو سکتا سوائے اُس کے جس نے طعام قرآن کا ذائقہ چکھا ہو۔ اور اُس نے اپنی جہالت کا علم سے پتہ لگایا ہو''۔

اس کے بعد یہ بتایا کہ قرآن کا علم کیسے اور کس سے حاصل کیا جائے۔ یعنی ان لوگوں سے جو علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ وہ دین کی مخالفت نہیں کر سکتے جو کسی طرح کا اختلاف نہیں رکھتے۔ قرآن سے حقائق حاصل کرنے کے لئے وہ عقل استعمال کرو جو قرآن کی رعایت کرتی ہے۔ اس عقل سے کام نہ لو جو محض روایت تک محدود رہتی ہے۔ حقیقتاً قرآن کی روایت کرنے والے بہت ہیں مگر اس کی رعایت کرنے والے کم ہیں''۔ (ایضاً کتاب روضۃ الکافی صفحہ ۳۹۰۔۳۹۱ خطبہ نمبر ۵۸۶)

55۔ نزولِ قرآن کے دوران ہی اجتہاد جاری کر لیا تھا

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ نزولِ قرآن کے دوران ہی مخالفینِ اسلام نے دروازۂ اجتہاد کھول لیا تھا، ہزاروں صفحات اور دلائل موجود ہیں۔ اور یہ کہ اجتہاد ہی وہ کارگر محاذ تھا جس نے آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے بالمقابل ایک مستقل اور کامیاب محاذ بنایا۔ ہم اس قدر اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ مجتہدین نے رفتہ رفتہ ملت شیعہ میں بھی داخلہ حاصل کیا۔ اور ہر امامؑ کے زمانہ میں امامؑ کے بعض صحابہ برابر اجتہاد کرتے رہے۔ اور متعلقہ امامؑ اس قسم کے صحابہ کی حسب موقعہ وضرورت مذمت کرتے رہے۔ چنانچہ ہمارے پاس ہر امامؑ کے زمانہ کے مجتہدین کی فہرست موجود ہے اس پوری فہرست کو یہاں دُوہرانا طوالت سے خالی نہ ہوگا۔ یُوں سمجھ لیں کہ ہر وہ شخص مجتہد تھا جس نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے فیصلوں میں خامی سمجھی اور ان کی اصلاح کے لئے انہیں ان کے اقدامات کے خلاف مشورہ دیا۔

اُن میں عبداللہ بن عباس بھی شامل ہیں اسی طرح جناب امام حسن علیہ السلام کے صحابہ میں بھی مجتہدین شامل تھے۔ اور جناب امام حسینؑ کے زمانے میں تو شیعوں میں مجتہدین کی کثرت تھی مگر آئمہ علیہم السلام نے اس اجتہادی ذہنیت کو ہمیشہ مطعون کیا۔ اور ضرورت ہوئی تو ایسے صحابہ کو مذہب سے خارج کرنے کا اعلان بھی کر دیا۔ ورنہ صرف تعارف اور تشخص کرا کے باقی مِلّت کو اُن سے محفوظ کر دیا۔ جن لوگوں نے اپنے مجتہدانہ رویہ کو دل سے ترک کر دیا، توبہ کی، معافی مانگی، اور اُس وقت کے امامؑ نے پسند فرمایا اُن کو معاف کر دیا گیا۔ معاف کئے جانے والوں کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جن کی معافی رفتہ رفتہ ظاہر اور مشہور ہوئی۔ دوسری وہ قسم جن کا عام اعلان کر دیا گیا۔ پہلی قسم کے لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے کہ جن کی پوزیشن آج تک مشکوک

ہے۔بعض ایسے تھے کہ مرنے سے پہلے پہلے اُن کو اپنے معاف کر دیئے جانے کا علم ہو گیا۔لیکن ملت شیعہ کو کافی عرصہ بعد معلوم ہوا۔بعض ایسے لوگ بھی تھے جن کو معاف نہیں کیا گیا لیکن انہوں نے اوران کے گروہ نے نرم رویہ اختیار کر کے رفتہ رفتہ اپنے معاف کردیئے جانے کو غلط طور پر مشہور کر دیا۔اور بتدریج قوم میں پھر اپنا کاروبار شروع کر دیا۔بعض کی مذمت اور مذہب سے اخراج دور افتادہ شہروں میں مشہور نہ ہو سکا اسلیئے لوگ اُن پر اعتماد کرتے رہے۔اور یوں اُن کا کام چلتا رہا۔بعض مجتہدین خود خاندان اہلبیتؑ سے تھے۔اور خود آئمہ علیہم السلام کی اولاد میں تھے۔اُن کا ہر حال میں احترام واجب کیا گیا تھا۔لہٰذا وہ برابر اپنے مجتہدانہ رویّہ پر کاربند رہے۔بعض نے اُن میں سے بھی معافی طلب کی۔بعض مدِّ مقابل حکومت کی شہہ اور مدد پر آئمہ علیہم السلام سے برسر پیکار رہے۔بعض نے دعویٰ امامت بھی کیا۔بعض تائب بھی ہوئے۔بعض کا سلسلہ امامت آج تک جاری ہے۔الغرض یہ سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے کہ مجتہدین اور اجتہاد غیبت کبریٰ کے بعد برسر کار آیا تھا۔یہ تو ہوا ہے کہ دنیا میں کوئی نبیؑ موجود نہ تھا۔جیسے حضرت عیسٰیؑ کے بعد ظہور مصطفوؐی تک کا طویل زمانہ۔مگر ایسا ایک لمحہ کیلئے نہیں ہوا۔کہ آدمی موجود ہوں اور مجتہد موجود نہ ہو۔سلسلہ نبوّت ورسالتؐ کئی دفعہ منقطع ہوا۔لیکن سلسلۂ اجتہاد ابلیس کی تخلیق کے بعد آج تک بلا انقطاع جاری رہتا چلا آیا ہے۔کتب خداوندی اور خصوصاً قرآن کریم اس پر گواہ ہیں۔اور جہاں تک انسانی تاریخ کی رسائی ہوتی ہے۔وہاں تک اجتہاد اور مجتہدانہ ذہنیت کے وجود پر دستاویزات ملتی ہیں۔تمام مذاہب کے بزرگوں کے اقوال واحادیث اجتہا دو مجتہدین کے وجود اور ذہنیت پر گواہان ناطق ہیں۔یہاں یہ بھی سمجھ لیں کہ مجتہد واجتہاد خواہ یہود سے تعلق رکھتا ہو یا نصاریٰ سے متعلق ہو، مسلمانوں سے متعلق ہو یا زرتشتیوں سے۔شیعہ مجتہد ہو یا سُنی مجتہد، اُن کے اصول وقوانین اجتہاد ایک ہی ہوتے ہیں۔انکی طرزِ فکر میں قطعاً اختلاف نہیں ہوتا۔دراصل ان سب کا ایک ہی مذہب ہوتا ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ وہ ضرورتِ وقت کے مطابق کسی خاص مذہب سے وابستگی اختیار کرلیں۔مگر مختلف مذاہب کے نمائندے بنے رہنے کے باوجود بھی ان کا ایک مستقل مذہب ہے۔

اور وہ مذہب ہے''اجتہاد''اور اجتہاد و مجتہدین سے تعارف ہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسان مذہب کی صحیح تعلیم سے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔اور پھر اپنے اپنے مذاہب کو مجتہدین کے خانہ ساز مسائل سے پاک کر سکتے ہیں۔چنانچہ مذہب سے دلچسپی رکھنے والے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے اپنے زمانہ کے مذہبی لیڈروں یا علماء کی ذہنیت، طرز فکر، اسلوب بیان اور طریق استنباط و اجرائے احکام کے ساتھ ساتھ ان کی گھریلو زندگی اور معاشی اور معاشرتی حالات پر بھی نظر رکھے۔اور تعلیماتِ خداو رسولؐ کے معیار پر اُنکو جانچے۔تاکہ اُن میں سے اچھوں اور بُروں کو الگ الگ کیا جاسکے۔اِس کے بعد ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو محفوظ رکھنے کے لئے علی الاعلان بُرے لیڈروں یا علماء کا تعارف کرائے۔علماء یا لیڈروں کو جانچنے کے لئے واضح اور نہایت آسان زبان میں تعلیمات موجود ہیں۔اور آپ کی خوش قسمتی ہے کہ مجتہدین بھی اُن تعلیمات کا انکار نہیں کر سکتے۔

56۔شیعہ عُلماء کوشناخت کرنے کا معصومؑ معیار

لہٰذاوہ معیار ملاحظہ ہوجس پر ملت شیعہ کے لیڈروں یا علماء کہلانے والے حضرات کو جانچا جائیگا۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

۔''**طالبعلموں کی تین قسمیں ہیں**۔اُن کواُن کی ذات اور صفات سے شناخت کرنا۔(فاعرفهم باعيا نهم و صفاتهم) اُن میں ایک قسم وہ ہے جو جہالت پھیلانے اور خودنمائی کی غرض سے علم حاصل کرتی ہے۔دوسری قسم کے لوگ اس لئے علم حاصل کرتے ہیں کہ وہ علم کو فریب سازی اور حصولِ اقتدار وزبان آوری کا ذریعہ بنائیں۔ایک قسم وہ ہے جو عقل وفہم کو ترقی دینے کے لئے علم حاصل کرتی ہے''۔

پہلی قسم کے لئے فرمایا کہ۔''یہ لوگ ایذارسانی کرتے ہیں، ریا کار ہوتے ہیں۔لوگوں کی محفلوں میں دادِسخن لیتے ہیں۔ علم کی آڑ میں پوشیدہ رہتے ہیں، بردباری وتحمل کی تعریفیں کرتے ہیں۔مجسمۂ عاجزی بنے رہتے ہیں۔لیکن اُن کے قلوب پاکبازی سے خالی ہوتے ہیں۔اُن کی اس وضع داری کی بناء پر خدا اُن کو چکنا چور کرے گا۔اوران کی کمر توڑ دے گا''۔

دوسری قسم کے لئے فرمایا کہ:۔''وہ جو سربلندی وفریب سازی کی جدوجہد اور نیرنگ وتملق میں کوشاں ہے۔ وہ سرمایہ داروں اور رؤساء کے سامنے بھیگی بلی کی طرح رہتے ہیں۔تواضع اور عاجزی سے پیش آتے ہیں اوراپنے دین کوفروخت کر کے مزے اڑاتے (**حلوہ کھاتے**) ہیں۔خدا انہیں اس طرز زندگی کی بناء پر علماء کی فہرست سے خارج کر کے اُن کے آثار کو مٹا دیتا ہے''۔

تیسری قسم کے لئے فرمایا کہ۔''یہ لوگ بے خوابی، شکستہ حالی، اورغم واندوہ سے دوچار رہتے ہیں۔رات کو ڈھاٹا باندھ کر نکلتے ہیں۔رات کی تاریکی میں اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔خوف اور ہراس کے عالم میں چوکنّا رہ کراپنے کام میں مشغول رہتے ہیں۔اپنے زمانہ کے لوگوں کے حالات سے واقف رہتے ہیں۔اوراپنے معتبر (ثقہ) قسم کے بھائیوں سے دہشت زدہ رہتے ہیں۔ان حالات کی بناء پر اللہ ان کی زندگی کے متعلقات کو محکم ومضبوط کر دیتا ہے۔اور قیامت میں اُنہیں آسودگیاں عطا کرتا ہے''۔(کافی کتاب فضل العلم۔باب النوادر حدیث نمبر ۵)

جن جن لیڈروں یا مذہبی علماء سے آپ واقف ہیں۔ان کی گھریلو زندگی اوران کے اطوار وعادات۔صورت وشکل اور ذات وصفات پر ایک عمیق نظر ڈالیں۔اور سوچیں کہ اُن میں سے کون کون پہلی دوقسموں میں داخل نہیں ہیں۔اوراگر آپ کو ان میں کوئی ایسا بھی معلوم ہو جو تیسری قسم میں داخل کیا جا سکے۔تو اُس کا نام ہمیں ضرور بتایئے تا کہ ہم بھی تحقیق کے بعد آپ کے ہمنوا ہو جائیں۔اور ایک ایسی فہرست تیار کر کے قوم کو دیں جس میں صحیح قسم کے طالب علم ہوں۔تا کہ قوم اُن کے نقش قدم پر چل

کر کامیاب ہوجائے۔اس حدیث میں ایک جملہ خاص طور پر قابل غور ہے۔

یعنی۔''اپنے معتبر قسم کے بھائیوں سے دہشت زدہ رہتے ہیں''۔(مستوحشاً مِن اَوُثق اخوانه)

چونکہ بات علماء کی ہورہی ہے جو اَپنے گردوپیش میں ثقہ سمجھے جاتے ہیں۔اور علم کے رشتہ سے علماء کو بھائی بھائی بھی ہونا چاہیے۔لہٰذا علماء کی تیسری قسم اپنے اُن علمی بھائیوں سے خوفزدہ رہتی ہے۔جو پہلی دونوں اقسام میں داخل ہیں۔چونکہ اُن میں عالم کے اغراض ومقاصد اور طریق فکر وعمل میں زمین وآسمان کا اختلاف اور بُعد ہے،اس لئے یہ تیسری قسم کے لوگ اپنے دین کی تبلیغ و اشاعت میں اپنے مذکورہ بھائیوں سے بچ کر کام کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ورنہ اُن کو پیس کر رکھ دیا جائیگا۔لہٰذا آپ پر لازم ہوگیا کہ آپ اس قسم کے علماء کی تلاش اور مدد کریں۔جو محنت اور مشقت اور غم واندوہ کے باوجود اشاعتِ دین میں مصروف ہوں۔جن کی راتوں کی نینداور جسم کا خون اصلاح اُمت میں صرف ہوتے ہوں۔اور غور سے سُنیں کہ آپ کو حکم بھی یہی دیا گیا ہے کہ:۔

57۔مقدس مآب اور شہرت یافتہ معتبر لوگوں سے بچ کر رہنا

۔''تم پر لازم ہے کہ تم مسلمہ قدیم مذہبی اصولوں پر قائم رہو۔اور ہر ایسی چیز سے احتراز کرو جو دین میں جدّت طرازی کی ذیل میں آتی ہو۔جس کا پہلے سے نہ ذمہ لیا گیا ہے نہ اس کی ضمانت موجود ہے۔اور نہ تم سے اُس پر عہد لیا گیا ہے۔اور ساتھ ہی مقدس مآب وثقہ (معتبر) لوگوں سے بھی بچ کر رہنا''۔(اصول کافی کتاب العشرة. باب من يجب مصادقة و مصاحبة جلد دوم حديث نمبر ۴)یہی حدیث روضۃ الکافی میں صفحہ ۲۴۹ پر موجود ہے وہاں یہ بھی تاکید ہے۔کہ اُن مقدس مآب اور معتبر لوگوں سے دل ہی دل میں بچ کر رہو۔یعنی اُنہیں پتہ بھی نہ چلنے دو کہ تم اُن سے بچ کر رہنا چاہتے ہو۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگ دنیا میں اجارہ داری کے مالک ہیں اور اپنے مخالفین کو کچلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ایک اور مقام ملاحظہ ہو جہاں جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام یہ بتا رہے ہیں کہ:۔''میں ہرگز مخالفین اسلام کے مقابلہ میں کھڑا نہ ہوا ہوتا اگر میرے مددگاروں کی فراہمی نے مجھ پر اتمام حجت نہ کر دیا ہوتا۔۲۔اور۔''اگر میرے سامنے وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لیا ہے''۔

58۔علماء کا کام ظالموں کی سرکوبی اور مظلوموں کی حمایت ہے

کہ علماء ظالموں کی شکم پُری اور مظلومین کی بھوک پر چین سے نہ بیٹھیں۔

(وما اخذالله على العلماء ان لا يقادوا على كظّة ظالم و لا سَغَب مظلو م)(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۳)

یہ ایک بڑی موٹی سی پہچان بتادی ہے جس سے ہم اپنے علماء میں سے اچھوں اور بُروں کو الگ الگ پہچان سکتے ہیں۔ہر وہ عالم جوملت کے غرباء کی غربت کو دُور کرنے کے لئے سرمایہ دار ظالموں سے برسر پیکار نہیں ہے وہ ہمارے معاشرہ میں ملعون و

مردود ہے۔اُس کا علم اور علماء سے کوئی تعلق نہیں ہے۔پھر اگر آپ یہ دیکھیں کہ وہ خود بھی سرمایہ دار ہے۔گردن موٹی ہے،توند نکلی ہوئی ہے،انڈوں اور مرغیوں سے پیٹ بھرا ہوا ہے۔جائیداد،موٹریں،ایئر کنڈیشن اور سامان تعیش کی فراوانی ہے،تو ایسا شخص ہرگز ملت شیعہ سے تعلق نہیں رکھتا۔چہ جائیکہ شیعوں کا لیڈر یا عالم کہلا سکے۔لہٰذا وہ تمام لوگ شیعیّت اور علماء کی فہرست سے خارج کر دیے جائیں گے جو جناب علی مرتضی علیہ السلام کے بتائے ہوئے عہد کے خلاف نظر آئیں۔اس کے بعد یہ بھی سُن لیں کہ:۔

59۔مسلمانوں کی فلاح و بہبود کو نظر انداز کرنے والا اسلام سے خارج

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کی زبانی فرماتے ہیں کہ:۔

۔''جو شخص ایسی حالت میں صبح کرے کہ اُس نے مسلمانوں کے سامنے درپیش مسائل کو حل کرنے کا اہتمام نہیں کیا۔وہ مسلمان نہیں ہے''۔(اصول کافی جلد نمبر۲۔باب الاہتمام بامورالمسلمین) پہلی حدیث۔اس باب میں گیارہ حدیثیں لکھی گئی ہیں۔اور مندرجہ بالا حدیث تین دفعہ بعینہٖ مذکور ہے۔تیسرے مقام پر الفاظ میں ذرا سا اضافہ ہوا ہے۔فرمایا ہے کہ۔

60۔مسلمانوں کی فریاد پر مدد نہ کرنے والا مسلمان نہیں ہے

من اصبح لا یھتم بامور المسلمین فلیس منھم و من سمع رَجُلاً ینا دی یا للمسلمین فلم یجبه فلیس بمسلم (حدیث نمبر۵)

۔''جس نے اس حال میں صبح کی کہ اُس نے مسلمانوں کے کاموں کا اہتمام نہیں کیا۔وہ اُن میں سے نہیں ہے۔اور جو شخص کسی شخص کو مسلمانوں سے مدد طلب کرتے ہوئے سنے اور اُس کو مدد نہ دے وہ مسلم نہیں ہے''۔

آپ ذرا اپنے اور اپنے نام نہاد علماء کے حال پر نظر ڈالیں۔اور سوچیں کہ اگر واقعی مذہبی عقائد اور بیانات صحیح ہیں؟۔اور مذہب کی رُو سے ہر انسان اپنے اپنے اعمال کا جواب دیگا؟۔اور اپنے عمل کے مطابق جزا پائیگا؟۔تو اِن معصومؑ احکامات کی خلاف ورزی کے باوجود آپ یا علماء کیسے محفوظ رہ سکیں گے؟۔اور سزا سے کس طرح بچ کر نکل جائیں گے؟۔یاد رکھئے کہ ان احکامات کی تعمیل نہ کرنے والے اسلام سے خارج ہیں۔اور اس صورتِ حال کے بعد بھی اسلام کا لیبل لگائے رکھنا،لوگوں کو فریب دینے کے لئے چند رسمی عبادات کو آڑ بنانا کچھ فائدہ نہ دیگا۔ہر وہ شخص جو اس بات پر حیران ہے کہ مسلمان باوجود نماز و روزہ و حج و دیگر عبادات بجا لاتے ہوئے تنزل کی طرف کیوں جارہے ہیں؟۔اقوام عالم میں ہر جگہ ان کو پیچھے کیوں ہٹنا پڑ رہا ہے؟۔

اُسے مندرجہ بالا صورتِ حال سے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ لوگ معتوب ہیں۔اِن کو مٹا دینے کا انتظام جاری ہے۔چند پُرخلوص لوگوں کی موجودگی کی بناء پر ڈھیل دی جارہی ہے۔موقعہ دیا جارہا ہے تا کہ یہ دوبارہ سنبھلیں اور احکاماتِ خدا اور رسولؐ پر عمل کر کے دنیا میں انعامات خداوندی کے مستحق بنیں۔اور یہ ہو نہیں سکتا۔جب تک یہ لوگ اس مصنوعی مذہب سے کنارہ کشی اختیار نہ

کرلیں۔ جواُن کومجتہدین کے گروہ نے گھڑ کر دیا ہے۔اور اِس مصنوعی مذہب سے کنارہ کشی ناممکن رہے گی۔ جب تک آپ مجتہد اوراس کے ایجاد کردہ اُن قوانین سے واقف نہ ہو جائیں۔جن کے استعمال سے وہ آیات اوراحادیث کا رُخ موڑ کر بے دینی کی طرف لے جاتا ہے۔یہی ضرورت ہے جس کی بناء پر ہم مجتہد اوراجتہاد سے تعارف کرانا اپنا منصبی فریضہ سمجھتے رہے ہیں۔ چنانچہ ہماری ہر تصنیف ہر مضمون اور ہر بیان میں مجتہد اوراجتہاد کو کبھی نظر سے غائب ہونے نہیں دیا گیا ہے۔اس سلسلہ میں تصدیق اور تحقیق ہم سب پر واجب ہے۔علم دین کا حاصل کرنا بھی واجب ہے لیکن علم دین حاصل نہیں ہوسکتا جب تک عوام الناس اورآئمہ معصومین علیہم السلام کے درمیان سے اُن نام نہاد علماء کو نہ ہٹا دیا جائے۔ جواُمت کو نہ صرف یہ کہ کفر کی طرف دھکیل رہے ہیں بلکہ دن رات اسلام اورآئمہؑ اسلام کے نام پر لوٹ رہے ہیں۔

61۔اُمت کواپنے عیش کا آلہ کار بنانے والے علماء

اپنی سج دھج اورسامان آرائش وتعیش کے لئے ملت کے گاڑھے پسینے کی کمائی استعمال کرر ہے ہیں۔ٹوپی میں اگرآدھا گز کپڑا لگتا ہے۔تو اُن کے عمامہ کے لئے سات آٹھ گز قیمتی ململ درکار ہے۔تینوں عمدہ قسم کے کپڑوں کے بعداُن کی عبا قبا کے لئے دس گز کپڑا مزید فراہم کرنا بھی اُمت کے غریب عوام کی ذمہ داری ہے۔ یہ لوگ شدید ترین گرمی میں بھی ایک قمیض اور پاجامہ میں باہر نہیں نکل سکتے۔اُن کو جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی سادگی۔ پھٹی ہوئی چھوٹی بڑی آستینوں والی قمیض پسند نہیں۔ خمس وزکوٰۃ وغیرہ علوم محمدؐ وآل محمدؐ کے حصول کی آڑ میں کھانا، پھراُن کے نام پر ساری عمر بیٹھ کر عیش وعشرت کی زندگی گزارنا،اور کبھی محنت کر کے نہ کھانا۔دونوں ہاتھوں سے اُمت کولوٹنا یہ اُن کا ذریعہ معاش ہے۔یہ سب کچھ کرتے رہنے کے ساتھ ساتھ ہر وہ ترکیب اور پالیسی اختیار کرنا جس سے اُمت کوعلوم محمدؐ وآل محمدؐ سے جاہل رکھا جاسکے۔اس قسم کے علمائے مجتہدین کی زندگی کا پورا نقشہ چندالفاظ میں ملاحظہ ہوفرمایا گیا کہ:۔

62۔اہلبیتؑ کے نام پرعیش وعشرت کرنے والے علماء

۔''بالتحقیق انسانوں کے تین گروہ ہیں۔

(۱)ایک گروہ وہ ہے جوہم سے ہے اورہم ان سے ہیں۔(۲)ایک گروہ ایسا ہے جو ہمارے وسیلہ سے اپنی زینت وآرائش میں مصروف رہتا ہے۔(۳)اورایک طبقہ ایسا ہے جو ہمارے نام پرایک دوسرے کے اموال ہڑپ کرتا رہتا ہے''۔

(روضۃ الکافی حدیث نمبر۲۷۵ صفحہ ۲۲۰)(امام جعفر صادق علیہ السلام)

بڑے تعجب کی بات یہ ہے۔کہ یہ حدیث یاجوج اور ماجوج کے باب میں لائی گئی ہے یعنی مولفِ کافی اعلی اللہ مقامہ اس قسم کے

لٹیروں کو یاجوج وماجوج سے قریب رکھنا چاہتے تھے۔اس حدیث پر مندرجہ ذیل وضاحتی حاشیہ بھی ملاحظہ ہو۔

63۔علامہ محمد باقر اعلی اللہ مقامہ کی وضاحت اور علمائے سوء کے تعارفی ہتھکنڈے

نمبرا۔ان یجعلون محبّتنا و ما وصل الیھم من علومِنا زینۃً لھم عندالناس ووسیلۃً لِتحصیل الجاہ و لیس توسّلھم بالائمۃ علیھم السلام خالِصاً لِوَجہ اللّٰہ۔''	نمبر۲۔ ای یاخذ بعضھم اموال بعضھم ویاکلو نھا باظھار موّدتنا و مدحنا و علومنا۔''(ایضاً صفحہ۲۲۰)

مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں گروہ علما، اہلبیت علیہم السلام کی محبت ،مودت اورعلوم کو آڑ بنا کرلوگوں سے مال و دولت اینٹھتے ہیں ۔ اقتدار و بلندیٔ مراتب حاصل کرتے ہیں۔مسندِ علم پر قبضہ کرتے ہیں ۔اس تمام کاروبار میں وہ منافق ہیں۔آئمہ علیہم السلام سے انکا ہرگز کوئی تعلق نہیں ہے۔گویا عوام الناس کے روبرو یہ لوگ محبت ومودتِ اہلبیتؑ کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔لہٰذا آئمہ معصومین علیہم السلام کے علوم میں سے جوذرا ورا ساعلم (مَاوَصَلَ الیھم) اُن تک کسی طرح پہنچ گیا ہے۔اُسے بھی آئمہؑ نے اپنے سے منسوب نہیں کیا۔یعنی اُن لوگوں کا نہ صرف دعویٰ محبت ومودۃِ اہلبیتؑ ہی مردود ہے بلکہ اُن کاعلم بھی ناقابل توجہ ہے۔ یہ لوگ اپنے شرعی لباس اوروضع قطع ،وعظ و پند اور مدح اہلبیتؑ کرتے رہنے کے باوجود بارگاہ آئمہؑ سے راندہ وخارج ہیں ۔اُن لوگوں نے دنیا کمانے کے لئے محبت ومودت اورعلوم محمدؐ وآل محمدؐ کو آڑ بنارکھاہے۔اس قسم کے علماء یالیڈروں کیلئے فرمایا گیاہے۔

64۔دنیا کمانے والا عالم جہنمی اور دین محمدؐ وآلِ محمدؐ سے خارج ہے

(۱) من اخذالعلم من اھلہٖ و عمل بعلمہ نجا۔ و من ارا دبہ الدنیا فَھِیَ حظّہٗ۔	(۱)۔''کہ جوشخص کسی ایسے شخص سے علم حاصل کرے جوعلم کا اھل ہواور پھر اپنے علم کے مطابق عمل کرے وہ نجات یافتہ ہے۔لیکن جوشخص اس علم سے دنیا کمائے اس کے حصے میں صرف دنیا ہی ہے''۔اور یہ کہ
(۲) من ارادالحدیث لمنفعۃ الدنیا لم یکن لہ فی الاخرۃ نصیب۔	(۲)جوشخص احادیث کودنیا کی نفع اندوزی کے لئے استعمال کرے۔اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔پھر یہ بھی کہ۔
(۳) اذا رایتم العالم مُحِبًّا لِدُنیاہ فاتھمّوہ عَلٰی دینکم۔	(۳)جب تم کسی عالم کودنیا کی محبت میں اُلجھا دیکھوتو اُسے اپنی طرف سے اپنے دین سے خارج ہوجانے کی تہمت لگادو''۔ (اصول کافی جلد اول باب المستاکل بعلمہ)

اِسی سند یا اتھارٹی کی رو سے ہم سرمایہ اندوزی اورعیش کوشی کرنے والے علماء کوملتِ شیعہ سے خارج کرنے کا پروگرام

چلا رہے ہیں۔ اورخدا کے فضل سے اُن پر ہماری گرفت روز بروز مضبوط ہوتی جارہی ہے۔ وہ دن قریب آچکا ہے کہ جن ممالک میں ابھی تک اُن کی استحصالی اجارہ داری باقی ہے۔ وہ وہاں سے بھی ذلیل وخوار ہوکر مسند علم وفتویٰ سے اُترنے پر مجبور کردئے جائیں گے۔ اُن کو اُن کی سب سے قدیم اور بڑی کمین گاہ سے نکال دیا گیا ہے۔ رہ گئے چھوٹے موٹے اڈے۔ جو بعض سرمایہ داروں کے استحصالی مراکز ہیں، اُن کو بھی شرپسند اور تنقیصِ اہلبیتؑ کرنے والے نام نہاد علماء سے خالی کرالیا جائے گا۔ البتہ شریف اور بےضرر علماء سے کسی جگہ بھی تعرض نہ کیا گیا ہے، نہ کیا جائے گا۔ یہ مہلت اس لئے ہے تاکہ یہ حضرات وقارانسانیت اور مذہب محمدؐ وآل محمدؐ کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے اپنی اپنی جائز روزی کا انتظام کرسکیں۔ اوررفتہ رفتہ دین کے ذریعہ روزی حاصل نہ کرنے پر قدرت حاصل کرسکیں۔ یادرکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عربوں کی مجتہدانہ ذہنیت سے بچنے کیلئے اُمت کو بتایا تھا۔ کہ وہ قرآن اور اہلبیتؑ سے تمسک رکھیں اور سُنن لیں کہ اگر تم میں سے دوگروہ درست رہے۔ تو پوری امت ٹھیک رہے گی۔ اور اگر وہ دونوں گروہ برسرفساد آگئے تو پوری اُمت فساد میں مبتلا ہوجائے گی۔

65۔ پہلے فقہاء اور رئیس بگڑیں گے پھر اُمت کو بگاڑدیں گے

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم صنفان من اُمتّی اذا صَلُحَا صَلُحَتْ اُمتّی وَاِذَافَسَدَ۔ فَسَدَتْ اُمتّی قیل یارسولؐ اللّٰہ وَ مَنْ ھما ؟ قال الفقھاء والاُمَرَاء۔

پوچھا گیا کہ حضورؐ وہ دونوں گروہ کون کون ہیں۔ فرمایا کہ فقہاء اور اُمراء (بحارالانوار جلد اول صفحہ ۳۵۷) آج تمام علماء کی تصنیفات اور تحریر وتقریر سے ثابت ہے کہ امت بگڑ چکی ہے۔ ہر فرقے کے علماء کو دن رات اپنے اپنے گروہ کی شکایات ہیں۔ لہٰذا اگر واقعی یہ شکایات صحیح ہیں تو خود اُن کے قلم وزبان سے ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ خود فاسد العقیدہ ہوچکے ہیں۔ اور اُن پر وہ مار پڑچکی ہے جو ترکہٴ رسولؐ سے بغاوت کا نتیجہ تھا۔

66۔ مشرکینِ عرب کا زیرِ زمین منصوبہ اسلام کے لباس میں

آنحضرتؐ نے اپنے چاروں طرف اُن مجتہدین اور روٴسا کا مجمع اور اُن کے منصوبوں کو بھانپ لیا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ ذہنیت ایک روز اُمت کو باطل راستوں پر لیجائے گی۔ اُن لوگوں سے محفوظ رہنے کے لئے سینکڑوں احادیث بیان کی گئیں۔ مگر نظام اجتہاد نے ہر حدیث کو اجتہاد کے قانونی شکنجہ میں کَس کر احادیث کی معنوی صورت کو بدل دیا۔ جہاں موقع ملا الفاظ بدلے۔ ورنہ الفاظ کے معنی ومفاہیم کو بدل دیا۔ مشرکینِ عرب نے عربی تمدن کو اسلام سے محفوظ رکھنے کے لئے آنحضرؐت کو بہت سے مشوروں میں سے ایک مشورہ یہ بھی دیا تھا۔ کہ:۔

﴿قَالَ الَّذِینَ لَایَرْجُونَ لِقَآءَ نَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَیْرِ ھَذَا أَوْ بَدِّلْهُ﴾ (۱۰/۱۵ سورہ یونس)

67۔مجتہدین عرب کا قانون تغیر زمانہ پر مشورہ

جن لوگوں کو ہمارے نظام کے کامیاب نتائج سے استفادہ کی اُمید نہیں ہے۔اُنہوں نے کہا کہ یا تو اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لے آ ، یا پھر اس کو ہماری سوجھ بوجھ اور تجربہ کے مطابق تبدیل کرتے رہنے کا اصول تسلیم کرلے۔تا کہ تقاضائے زمانہ کے ساتھ ساتھ استنباطِ قوانین میں سہولت رہے۔آنحضرتؐ کے لئے اصول یہ تھا کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہیں۔(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔۵۳/۳) بلکہ جو کچھ وحی کے ذریعہ سے خدا بتائے وہی فرمائیں (۵۳/۴) لہٰذا خدا نے فرمایا کہ۔(قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍO(۱۰/۱۵)

68۔آنحضرتؐ اپنی ذاتی رائے سے قرآن کے احکام میں دخل نہ دے سکتے تھے

کہہ دو کہ میرے لئے یہ بات مناسب ہی نہیں ہے کہ میں اپنے ذاتی تصورات اور میلانات سے اس میں تبدیلی کروں۔میرا فرض منصبی اس کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں۔کہ مجھ پر خدا کی طرف سے جو وحی آئے اُس کی من وعن پیروی کرتا چلا جاؤں۔اگر میں اپنی رائے اور ذاتی بصیرت کو داخل کر کے اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک عظیم ترین دن عذاب میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہے۔

69۔مشرکینِ عرب کے دلوں میں انتقام کے شعلے اجتہاد بن کر بھڑکے

یہ اور اس قسم کے مایوس کن جواب سُن سُن کر آخر اُنھوں نے طاقت استعمال کی۔مسلسل ناکامیوں کو دیکھتے دیکھتے انہوں نے اپنے ماہرین سیاسیات کو اسلامی لباس میں بھیجا۔جو مسلمانوں کے داخلی دشمن کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ایک دن وہ آیا کہ مشرکین عرب بے بس اور مجبور ہو کر رہ گئے۔اُنہوں نے اپنے اس نونہال کو اسلامی منصوبے سے باز رکھنے کیلئے دولت پیش کی۔حکومت اُس کے پیروں میں رکھنا چاہی،اور حد ہوگئی،کہ اُس غیور قوم نے اپنی بیٹیاں تک پیش کردیں مگر ہر تجویز ٹھکرادی گئی۔اعزہ واقربا اور جوانانِ قوم کو تلوار کے گھاٹ اُترتے دیکھا۔آخر اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ بھی دیکھا کہ ان کے بہادروں کا سب سے بڑا قاتل بڑی بے رحمی اور متکبرانہ انداز میں اُن کے خداؤں کے سر و سینہ پر ضربیں لگا رہا ہے۔اُن کے رہنمایانِ قوم کے مجسمے (STATUE) منہ کے بل گر گر کر چکنا چُور ہو رہے تھے۔حالات اور اللہ کے قاہرانہ نظام نے انہیں مجبور کر کے رکھ دیا تھا۔اُنہوں نے اُسی دن یہ طے کر لیا تھا کہ ہم اسؑ بت شکن سے،اس مجسمہؑ ایمان و کفر شکن سے،اُس کی اولاؑد واقربا سے،اُس کے دوستوںؑ اور متعلقینؑ سے انتقام لیں گے۔قلبی تصورات چہروں پر عیاں تھے۔رسالت کی بلندیوں سے دیکھنے والے نے وہی کچھ کہہ دیا جو اُن کے اذہان سے گذر رہا تھا۔

70۔ مشرکینِ عرب اسلام نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت کرلی تھی

فرمایا کہ۔"اُس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جانداروں کو پیدا کیا، یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت قبول کرلی تھی۔(مَا اَسْلَمُوْا وَ لٰکِن اسْتَسْلِمُوا)اور کفر کو دلوں میں چھپا لیا تھا (وَاَسَرُّوْا الکفر)اب جب کہ یارو مددگارمل گئے تو اُسے ظاہر کر دیا"۔(فَلَمَّا وَجَدُوْا اَعْوَانًا اظھروہُ)(نہج البلاغہ جلد نمبر۳ مکتوب نمبر۱٦)

چنانچہ انہوں نے دلوں پر انتقام کا پتھر رکھا اور اسلامی لباس پہن لیا۔رفتہ رفتہ مسندِ علم وفتوٰی تک جا پہنچے۔اجرائے احکام اور زمامِ امت ہاتھ میں لیتے ہی اجتہاد کا بھرپور نظام چاروں طرف پھیلا دیا۔مجتہدانہ تاویلات اور تقاضائے وقت پر فِٹ ہوجانے والی تشریحات سے آیات و احادیث کا گلا گھونٹنا شروع کیا۔جدید تقاضے پیدا کیئے،نئی ضروریات کے دروازے کھولدئے، مسائل اور پیچیدگیاں پیدا کیں حالات کوسلجھانے کے ذریعہ سے الجھایا، حافظانِ قرآن و حدیث کا منہ بند کیا گیا،پُرانے طریقِ استنباط کا ذکر کرنے والوں کو سزائیں دی گئیں،اُمت میں فتنہ وفساد پھیلانے کا ھوّا دکھا کر حقیقی علماءؑ اور طرفدارانِؑ اسلام کو نظر بند کیا گیا،لوگوں کو مفادِ عامہ کے نام پر اُن کے جائز حقوق سے محروم کیا گیا،الغرض اسلام کو تبدیل کر کے ایک متوازی اور قومی مذہب تیار کرنے کا انتظام مکمل کر دیا گیا۔جس نے زبان کھولی اُسے تہہ تیغ کیا گیا۔نمازیؑ دوران نماز قتل کئے جانے لگے،ان کے بچوں کو غلام بنانا جائز ہوگیا۔ان کی عورتوں کو بلا عدت گزارے حلال کرلیا گیا،پورے ملک میں خوف وہراس پھیلا دیا گیا،ہر وہ قبیلہ اور خاندان کچل کر رکھ دیا گیا،جس کی طرف سے احتجاج ہوا۔صحابہؓ رسولؐ کو قطعاً بے دست و پا کر دیا گیا،تمام کلیدی عہدے ان لوگوں کو دے دیئے گئے جو آنحضرتؐ کی مخالفت میں سرتوڑ کوششیں کرتے رہے تھے۔ان میں کثرت نوجوانوں کی تھی۔جنہیں قتل وغارت اور لوٹ مار سے خصوصی دلچسپی تھی۔خاندانِ رسولؐ پر قوم سے بغاوت کا الزام عائد کر کے ان کا قتل عام کیا گیا۔ہزاروں محبِّ اسلام لوگوں کو بمعہ اہل بیتؑ کے جیل خانوں میں بند کر دیا گیا۔مسجد نبوی میں اُس فوج کے سرداروں کے گھوڑے باندھے گئے جس نے مدینہ کو فتح کیا تھا۔مدینہ کی عورتوں کو فوج کے مجاہدین کے لئے حلال کر دیا گیا۔ تین روز تک مجاہدینِ (لعن) قوم قتل وغارت اور عورتوں کی عصمتیں لوٹنے میں مصروف رہے۔مکہ معظّمہ پر حملہ ہوا تو خانہ کعبہ کو نظر آتش کر دیا گیا۔عبداللہ ابن زبیر کو خانہ کعبہ کے دروازہ میں قتل کر کے مکہ کی فتح پر کامیابی کے شادیانے بجائے گئے۔ ہمارے قارئین کرام سوچیں کہ یہ کون سا اسلام تھا؟۔جس کی رُو سے یہ تمام عملدرآمد جائز کرلیا گیا تھا؟۔اور اس تمام کاروائی کو تحفظِ اسلام کا نام دیا گیا تھا۔آپ پسند کریں یا نہ کریں مگر آپ کے چاروں طرف ایسے مسلمان آج بھی موجود ہیں، جو یزید اور اُس کے سرپرستوں اور حمایت کرنے والوں پر درود وسلام اور رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔ملتِ شیعہ خاص طور پر نوٹ کرلیکہ آپ جن لوگوں پر تنقید کرتے

چلے آ رہے ہیں۔جنہیں ظالم وغاصب وخائن کہتے ہیں وہ حضرات قانونِ اجتہاد کی رو سے مجرم نہیں ہیں۔ یہ مندرجہ بالا عملدرآمد دراصل اُن کا اجتہاد تھا۔ اورشیعہ سنی مجتہدین آج بھی قانونِ اجتہاد پر متفق ہیں۔ وہ سب مانتے اور لکھتے چلے آئے ہیں کہ اگر مجتہد سے دوران اجتہاد غلطی بھی ہوجائے تب بھی اسے کم ازکم آدھا ثواب یا اجر ملتا ہے۔ چنانچہ جناب مفتی صاحب کا فتویٰ آپ کی نظروں سے گذر چکا ہے۔

71۔قرآن کریم میں تغیّر اور تبدّل کی ابلیسی پالیسی

یہ معلوم ہوچکا ہے کہ عربی سیاسئین کی ہروہ تجویز ٹھکرادی گئی ہے جس سے قرآن کے احکامات کو تقاضائے زمانہ یا قومی و ملکی مصلحتوں کی بناپر تبدیل کیا جاسکے (پیرانمبر ٦٧)اس پیرے میں یہ بھی طے ہوگیا ہے کہ اسلام کے تمام احکام براہ راست وحی سے دیئے جائیں گے اُدھر نزولِ قرآن کی مقداراور رفتاراس حکیمانہ انداز پررکھی گئی تھی کہ اُسے سہولت کے ساتھ یاد کرنے والے یاد کرلیں لکھنے والے لکھ لیں اورمرکزی ریکارڈ لوح محفوظ کے مطابق مرتب ہوتا جائے۔یعنی مجتہدین کے لئے یہ گنجائش بھی نہ رہی کہ وہ اپنے سابقہ بزرگوں کی طرح وحی کے الفاظ یا جملوں میں تغیر کرسکیں اوراُن کے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ نزولِ قرآن میں کسی بھی عنوان کو مکمل طور پر بیان نہیں کیا جارہا تھا۔لہٰذا یہ معلوم نہ ہوسکتا تھا کہ فلاں عنوان کی باقی تفصیلات کیا ہیں اوروہ کب بتائی جائیں گی؟ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طرز بیان سے سیاسی راہنما آج بھی اُلجھے ہوئے ہیں اوراُس وقت بھی اُنہیں بڑی دقتوں کا سامنا تھا۔

اُنہوں نے تنگ آکر رسولؐ اللہ کے بیانات کے ساتھ ساتھ چلنا طے کیا۔اورآیات وحدیث پر مجتہدانہ نظرڈالنا شروع کی تاکہ ایسے الفاظ اور جملے نوٹ کرلئے جائیں جن سے ابلیسی اسکیم کی لفظی یا معنوی، حقیقی یا مجازی تائید کی گنجائش نکل سکے اوراُن الفاظ یا آیات کے سہارے عربی منصوبہ مسلمانوں کے سامنے رکھاجائے تاکہ ہروہ شخص جس کے دل میں اپنے سابقہ اورموجودہ بزرگوں کی عزت ومحبت موجود ہو جواپنی قومی وملکی روایات اورتہذیب کا تحفظ بھی چاہتے ہوں اوراسلامی انقلاب سے بھی حصہ لینا چاہتے ہوں وہ سب مجتہدانہ تعبیرات کو قبول کرتے جائیں۔

قرآن سے کھلا کھلا تصادم بھی نہ ہواورمشرکین عرب اور زعمائے قوم کے مقاصد بھی مجروح نہ ہوں اوررسوؐل کی تعبیرات سے مقابلتاً سہل الحصول اوربظاہر زیادہ مفید تعبیرات ہوں۔لہٰذا ماہرین سیاسیات و مذہبیات نے قرآن کا رخ بدلنے کے لئے نزول قرآن کے ساتھ ساتھ اپنا منصوبہ شیطان کے معیار پرآراستہ کرکے نہایت خوشنما انداز میں پیش کرنا شروع کردیا اسکی ایک جھلک قرآن سے دیکھیں۔

72۔قرآن کی تقسیم اور تقسیم سے مسلمانوں میں تفرقہ

اللہ نے فرمایا کہ اے رسولؐ وہ وہی ہستی ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس میں محکم آیات ہیں جو پوری کتاب کی ماں (یا بنیاد) ہیں پھر محکم آیات کی مانند آیات ہیں (یعنی اسی بنیاد پر تعمیر ہیں) جن لوگوں نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ قرآن کو آلہ کار بنا کر (تاویل) فتنہ پھیلائیں وہ لوگ

> هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ آیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّاالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَایَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِرَبِّنَا وَمَایَذَّکَّرُاِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِo (۳/۷)

اُس مفہوم کی اتباع کرتے ہیں جو اُن کے میلان طبع (یا زیغ) سے لگّا کھاتا ہے یا مشابہ ہوتا ہے حالانکہ مقاصد اسلامی تک رسائی کا طریقہ کسی کو معلوم نہیں سوائے اللہ کے اور ان کے خاص لوگوںؑ کے جو داخلی و خارجی طور پر علمی ماحول میں رکھے ہوئے ہیں۔ (راسخون فی العلم) جن کا قول یہ ہے کہ وہ تو کتاب کی ساری تعلیم کو منجانب اللہ مانتے ہیں اور قرآن کی پوری تعلیمات (محکم و مَـا تَشَابَه) سے وہی فیضیاب ہوتے ہیں جو حقیقت حال تک رسائی رکھنے والے ہیں (آل عمران کی آیت نمبر ۷) یاد رہے کہ لفظ آل سے ہی تاویل ہے اور زیغ کے معنی رُخ موڑنا یعنی (TO DEVIATE) ہوتے ہیں۔

73۔اس آیت (۳/۷) کو مجتہدین نے مسلمانوں کے خلاف حربہ بنالیا

اس آیت مبارکہ کی تفسیر و ترجمہ اور تعبیر کے ذریعہ عرب کے مجتہدین نے جو کارنامے انجام دیئے وہ پہلے سن لیں پھر ہم اس کے ترجمہ اور مفہوم کو آپ کے سامنے رکھیں گے۔آپ نے ہمارا ترجمہ اور باقی علماء کے ترجمے اگر دیکھے ہیں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کچھ تخریب پسند ایسے لوگ موجود تھے جو مسلمانوں میں فتنہ پھیلانے کا کاروبار کرتے تھے۔اور اس کاروبار کو قرآن کے ذریعہ سے چلاتے تھے۔یہ بات بھی خود بخود واضح ہوجاتی ہے کہ یہ کاروبار مسلمانوں کے لئے اسی وقت قابل قبول ہوسکتا تھا جب کہ اس کے چلانے والوں کے متعلق اطمینان ہوتا کہ وہ مسلمان ہیں بلکہ مسلمان ہی نہیں عالم قرآن بھی ہیں۔اور منشائے خدا اور رسولؐ کو سمجھنے والے لوگ ہیں۔تب جا کر مسلمان اُن کی تاویل و تعبیر پر یقین کرتے اور اس یقین سے مسلمانوں میں تفرقہ اور فتنہ پھیلتا۔لہٰذا معلوم ہوا کہ اس آیت کی رو سے مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ موجود تھا جسے علم کے اُس مقام پر سمجھا جاتا تھا۔جو قرآن کی تعبیر و تفسیر کر سکے اور عوام اس تعبیر و تفسیر کو قبول کر کے اُس فتنہ و فساد میں مبتلا ہوں جس کا علم اللہ اور علم میں راسخ لوگوں ہی کو ہے اگر یہ علم عوام الناس کو ہوتا تو فتنہ کا اندیشہ ہی نہ ہوتا۔ہم کہتے ہیں یہ گروہ مسلمان مجتہدین کا تھا۔اس گروہ نے اس آیت کا ترجمہ اس اصول پر کیا کہ اُس ترجمے سے پہلے نمبر پر مسلمانوں میں اختلاف پھیل جائے پھر یہ جماعت اختلاف دُور کرنے کے

بہانے آگے بڑھے اور اختلافات کو اس طرح رفع کرے کہ طرح طرح کے اختلافات خود بخود پیدا ہوتے چلے جائیں۔ موجودہ اور گذشتہ مسلمانوں کے ریکارڈ سے چند اختلافات کا پتہ چلتا ہے۔

اوّل۔ مسلمانوں کے تمام مکاتیب فکر متفقہ طور پر یہ مانتے ہیں کہ قرآن میں دو قسم کی آیات ہیں یعنی نمبر ۱۔ محکمات اور نمبر ۲۔ متشابہات۔ محکمات کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ ایسی آیات ہیں کہ اُن میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ صاف صاف اور واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ محکم آیات کی تعداد چار سو (400) یا پانچسو (500) ہے۔ بعض نے اس سے بھی کم تعداد بتائی یعنی اگر قرآن میں کُل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) آیات ہیں۔ تو اُن میں سے چھ ہزار ایک سو چھیاسٹھ (6166) آیتیں متشابہات ہیں۔

دوم۔ متشابہات کے معاملے میں مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی انسان (یعنی خود رسولؐ اللہ سمیت) متشابہات کے صحیح معنی ومفہوم یا تاویل کو نہیں سمجھتا۔ گویا اس مکتب فکر کے نزدیک پانچ سو یا چار سو آیات کے علاوہ پورا قرآن بنی نوع انسان کے لئے بے کار و مہمل ہے۔ لہٰذا یہ فرقہ محض پانچ سو آیات سے بنی نوع انسان کی مختلف ضروریات کے احکام اخذ کرے گا یعنی یہ بڑی محنت اور جدوجہد یا اجتہاد کا کام ہوگا کہ ہمہ قسمی مسائل کا حل قرآن سے نکال کر پیش کرے یہ حقیقی مجتہدین کا تصور ہے۔ اس تصور میں قرآن ناقص اور نامکمل ہے۔ اس نقص کو مجتہد دور کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ مجتہد کو غلطی پر بھی ثواب ملتا ہے۔ اُس سے غلطی اس لئے ہوتی ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ نے قرآن کو ناقص اور نامکمل رکھا ہے۔
دوسرا مکتب فکر کہتا ہے کہ متشابہ آیات کی تعداد قطعاً معین نہیں ہے۔ یعنی یہ لوگ جس آیت کو چاہیں متشابہ یا محکم کہہ کر اپنا اُلّو سیدھا کر سکتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ (معاذ اللہ) اللہ اور رسولؐ کو بھی مجتہد سمجھتے ہیں۔

سوم۔ ایک تیسرا مکتب فکر تیسری صدی ہجری کے اواخر میں نمودار ہوا۔ یہ گروہ شیعہ اثنا عشری مذہب میں اجتہاد کا بانی ہے۔ اُس نے اپنا پہلا عقیدہ بحال رکھا یعنی متشابہات ہی نہیں بلکہ قرآن کی مکمل تعلیمات کا آخری درجہ رسولؐ اللہ اور بارہ اماموںؑ کو حاصل ہے۔ مگر امام عصرؑ غائب ہیں۔ اُن سے رابطہ ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب اجتہاد کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ یہ کہہ کر یہ گروہ سابقہ دونوں گروہوں کے ساتھ اجتہاد میں شامل ہو گیا۔ اور طے کر لیا کہ اب اللہ و رسولؐ اور آئمہؑ کی نیابت اُن کو حاصل ہے۔ اور اُن کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے۔

چہارم۔ مسئلہ اجتہاد میں مسلمانوں کے تمام فرقے متفق ہیں۔ جو اختلاف آپ کو نظر آتا ہے۔ وہ مصنوعی ہے۔ تاکہ عوام اُن کو الگ الگ فرقوں کے لوگ سمجھیں ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ تمام مجتہدین ایک مذہب کے لوگ ہیں۔ محض کمانے کھانے کیلئے سُنی یا شیعہ بنے رہتے ہیں حقیقتاً یہ صرف مجتہد ہوتے ہیں۔ یہ اسلام پر نہیں بلکہ اجتہاد پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان حضرات نے

مسلمانوں کے تمام فرقوں کو اپنے قابو میں رکھا ہے ایسے قواعد' قوانین اور اصول گھڑ کر دیئے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے تمام مترجمین اور مفسرین ایک ہی انداز میں ترجمہ کرتے ہیں۔ ان کی تفسیر کا ایک ہی طریقہ ہے۔ ترجمہ دیکھنے سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ سُنّی کا ترجمہ ہے یا شیعہ کا ترجمہ ہے۔ جب تک آپ مترجم کا نام نہ پڑھ لیں یا اسی قسم کی کوئی دوسری شناخت سامنے نہ آجائے، ہرگز پتہ نہ چلے گا کہ یہ مختلف المذاہب لوگ ہیں۔ اور کیوں پتہ چلے جب کہ اصول اجتہاد سب جگہ ایک ہی ہے۔ طرزِ فکر واحد ہے اُن کا راہنما ایک ہے۔

74۔ متشابہات کے معنی سُنّی، شیعہ اور قادیانی مترجم

اور راہ نما وہی ہے جس نے سجدۂ آدمؑ پر پہلا اجتہاد کیا تھا۔ اور مجتہدین کے لئے آج تک وہ سجدہ حرام اور شرک ہے۔ ہم یہاں چند مستند مترجمین کے ترجمے پیش کرتے ہیں تاکہ ہمارے سابقہ بیانات کی تصدیق ہو جائے۔ آیت کے ان الفاظ کو سامنے رکھیں اور نام بنام ترجمہ دیکھیں تفصیل اپنے قرآن میں خود دیکھ لیں۔ زیر ترجمہ آیت یہ ہے۔

وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (آل عمران آیت نمبر ۷)

(۱) اور اور ہیں متشابہ یعنی کئی طرف ملتے	(جناب رفیع الدین مرحوم)
(۲) اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو مشتبہ المراد ہیں۔	(جناب اشرف علی صاحب مرحوم تھانوی)
(۳) محتمل المعانی باهم مشتبه	(جناب شاہ ولی اللہ مرحوم)
(۴) کئی طرف ملتی......	(جناب شاہ عبدالقادر مرحوم)
(۵) کچھ آیتیں متشابہ (گول گول جس کے معنی میں بہت سے پہلو نکل سکتے ہیں۔	(جناب فرمان علی صاحب مرحوم)
(۶) اور کچھ گول گول ہیں (یہ صاحب کمال ہیں)	(جناب مقبول احمد مرحوم)
(۷) جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔	(جناب احمد رضا خان مرحوم)
(۸) جن میں کئی معنوں کا احتمال ہو اور مطلب کے کئی پہلو ہوں۔	(جناب فتح محمد صاحب بریلوی)
(۹) ALLEGORICAL (یعنی رمزو کنایه)	(مسٹر پکتھل)
(۱۰) SUSCEPTIBLE (متاثر ہونے والی)	(شیر علی قادیانی)
(۱۱) ALLEGORICAL (رمزو کنایہ میں)	(ایم ایچ شاکر)
(۱۲) AMBIGUOUS (مبہم گنجلک)	(ای ایچ پامر)

75۔کیا آپ مانتے ہیں کہ قرآن ایک مبہم کتاب ہے؟

ان تمام تراجم کو بار بار دیکھئے اور یقین کر لیجئے کہ جس قرآن کو معجزہ کہا جاتا ہے جس کی چار دانگ عالم میں دھوم مچی ہوئی ہے وہ مجتہد کے یہاں ایسی کتاب ہے جس کا چورانوے فیصد حصہ مشتبہ یعنی مشکوک ہے، مبہم اور گنجلک ہے، جس میں کئی کئی معنی ہو سکنے کا احتمال وانتظام ہے، جس میں گول مول باتیں کہہ دی گئی ہیں، جن کو جس طرف چاہو کھینچ لے جاؤ۔ جس سے ہر غلط و صحیح مفہوم برآمد کیا جاسکتا ہے۔ یعنی مجتہدین نے ثابت کر دکھایا کہ جس قدر اختلافات امت میں پھیلے ان سب کا ذمہ دار قرآن ہے۔ اور افتراق و انتشار پھیلانے والے سب بے قصور تھے۔ یعنی قدیم و جدید نبوت و رسالت کے دعوے کرنے والے بابی، بہائی اور قادیانی اور لقمانی سب حق بجانب تھے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے والے تمام مجتہد اور علماء بے خطا تھے اور خطائے اجتہادی کی بنا پر جناب علی محمد باب اور جناب بہاء اللہ۔ غلام احمد اور لقمان رضا سب جنتی ہیں۔ لاحول پڑھئے اور تمام کاذبوں، ظالموں اور غاصبوں پر خدا کی لعنت بھیجئے۔ اور سوچئے کہ اُن لوگوں نے نزول قرآن کے دوران کتنی خطرناک پالیسی نافذ کی جس سے ایک طرف قرآن کی پوزیشن خاک میں مل گئی اور دوسری طرف امت مسلمہ کو روز افزوں افتراق و انتشار میں مبتلا رہنے کا مستحکم انتظام کر دیا۔ مسلمانوں میں ایسے اختلافات پیدا کئے کہ آنحضرتؐ اور قرآن برابر فریاد کرتے رہے۔ خود رسولؐ اللہ کے سامنے لوگ اختلاف کرتے تھے، خود کو مومن کہتے تھے اور اپنی طرز فکر کو رسولؐ سے بہتر سمجھتے تھے، اُن کو اصلاح دینے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ سب کچھ قرآن کریم کے واضح الفاظ سے دکھایا جانے والا ہے۔ یہاں صرف ایک ایسی بات سن لیں جس پر تمام علماء متفق ہیں اور جو قرآن میں موجود ہے۔ علماء نے تسلیم کیا ہے کہ قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ سے یوں شکایت کریں گے کہ:۔

قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۝ (۲۵/۳۰)

۔"میرے پروردگار میری قوم نے یقیناً اس قرآن کو چھوڑ کر اور کوئی ٹھکانہ اختیار کر لیا"۔ یہاں پھر سوچیں کہ مہاجر اُسے کہتے ہیں۔ جو کسی ملک یا شہر کو اس لئے چھوڑ دے کہ وہاں اسکے پھلنے پھولنے اور آزادی و ترقی کی راہیں بند تھیں۔ ہجرت ترک وطن یا سکونت کو کہتے ہیں۔ مہاجر جہاں پناہ لیتا ہے وہ جگہ ظاہر ہے کہ اس کی ترقی اور آزادی میں ممد و معاون ہوگی۔ مہجور اس آدمی، مقام یا شہر و ملک کو کہتے ہیں جہاں سے ہجرت کی جائے۔ غور کریں کہ رسولؐ اللہ کی قوم نے قرآن سے ہجرت کی اُسے مہجور چھوڑا اس لئے کہ وہ ان کی ترقی میں حارج تھا۔ انہوں نے یقیناً ایسی پناہ ڈھونڈی جو ان کی ترقی میں ممد ہو یہی تو اجتہاد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے قرآن کو ترک کر کے، منتظر چھوڑ کے، بے چین چھوڑ کر اجتہاد کو اپنا راہنما اور محبوب بنا لیا۔ اور قرآن آج سے قیامت کے دن

تک ترستا رہا۔ پھر سوچو کہ کیا اس آیت کی موجودگی میں یہ مانا جاسکتا ہے کہ رسولؐ اللہ کی قوم نے نزول قرآن سے لے کر قیامت تک کبھی قرآن پر عمل کیا؟ یہ بھی یہیں طے کرلو کہ کیا ایک مجتہد کے سوا کسی مومن کی یہ مجال ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ یہاں اِنَّ قَومِی سے ساری قوم مراد نہیں ہے؟ دوستو اگر قرآن کے بیانات میں خود اپنی اصلاح داخل کئے بغیر اُسے مِن وعَن نہیں ماننا تو یہی تو اجتہاد ہے۔ یہی تو فعل حرام ہے۔ آپ اور قرآن کی اصلاح؟ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کہیے اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ذمہ داری پر کہیے کہ رسولؐ اللہ کی قوم کبھی اسلام نہیں لائی بلکہ اس نے اطاعت اختیار کرلی تھی جسے انہوں نے موقع پاتے ہی ختم کردینے کا پروگرام بنالیا تھا۔ اسی قوم کے راہنماؤں نے اجتہاد کے وہ تمام اصول اسلام میں داخل کئے جو یہود و نصاریٰ کے یہاں صدیوں آزمائے جاچکے تھے۔ یہ اُن اولین وسابقین مجتہدین کی گرفت ہے کہ آج بھی ہر مکتب فکر کا مترجم مجبور ہے کہ اُن کے اصول کے مطابق قرآن کا ترجمہ کرے۔ چنانچہ آپ نے یہ بارہ عدد تراجم دیکھ لئے۔ ان میں پانچواں چھٹا اور گیارھواں ترجمہ شیعہ علماء کا ہے، دسواں قادیانی ترجمہ ہے، بارھواں ترجمہ انگریز عیسائی عالم کا اور باقی تراجم علمائے اہلسنت کے ہیں۔ جن میں جناب شاہ ولی اللہ دہلوی اور جناب شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی ایسے زبردست ولاجواب علماء بھی شامل ہیں۔ لیکن افسوس کہ ترجمہ سب کا ایک ہے۔ اور قرآن کریم کی ہمہ گیری اور عظمت کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ مگر ہم نے عرض کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز بیان کا یہ اعجاز ہے کہ ہم نہایت سہولت سے اس ترجمہ کی غلطی خود ان ہی علماء کے قلم اور قرآن سے دکھاتے ہیں۔ یہ غلطی یا حماقت پکڑنے سے پہلے یہ سمجھ لیں اور ضرورت ہو تو کسی اور سے بھی دریافت کرلیں کہ متشابہات جمع ہے متشابہ کی، جیسے متحرک کی جمع متحرکات ہے۔ محکم کی جمع محکمات ہے۔ بس اب ایک آیت ملاحظہ ہو۔

76۔ قرآن کریم نے مجتہد کو اپنی نظر میں رکھا ہے

اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ایسا انتظام کردیا ہے کہ قرآن کے اندر باطل داخل نہیں ہوسکتا۔ نہ آگے سے نہ پیچھے سے اس لئے کہ اسکی تنزیل میں بہت قابل حمد حکیم کی حکمت موجود ہے ﴿لَایَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ O﴾ (۴۱/۴۲) لہٰذا مجتہد ہو یا ابلیس ان کی مداخلت کو روکنے کا انتظام اگر معلوم ہے تو کوئی غلط ترجمہ تصور یا تفسیر قرآن کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتی دیکھئے کہ اللہ کو یہ معلوم تھا کہ ابلیسی گروہ متشابہات کے لفظ سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہے گا۔ لہٰذا اس کا دوھرا دوھرا انتظام کردیا گیا۔ ان میں سے ایک ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ نے کہا کہ: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ﴾ (۳۹/۲۳) اللہ نے بڑے اہتمام وانتظام کے ساتھ (نزل) بہترین حدیث کو متشابہ اور دوہری (ڈبل) کتاب کی صورت میں نازل کیا ہے۔ یعنی اللہ نے پوری کتاب یا قرآن کے متشابہ اور دوہری کتاب ہونے پر فخر کیا ہے۔

بقول مجتہدین چورانوے فیصد قرآن متشابہ تھا لیکن اللہ نے یہاں قرآن کو سو فیصد بلکہ دو سو فیصد متشابہ بنایا ہے اور اس پر فخر فرمایا ہے۔یعنی مجتہدین کا تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے۔اب دیکھئے کہ وہی مترجم اس آیت کا ترجمہ اپنے سابقہ ترجمے کے خلاف کرکے اپنی تردید کرتے ہیں۔اور اس طرح حق غالب آتا ہے۔لہٰذا ترجمے ملاحظہ ہوں۔ساتھ ہی ان کا اضطراب خیال بھی دیکھیں۔

77۔آخر مترجم مجبور ہو کر رہ گئے

(۱)اُتاری ہے بہتر بات کتاب ہے یکساں دوہرائی جانے والی ۔ (جناب رفیع الدین صاحب قبلہ)

(۲)بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے۔ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے۔بار بار دہرائی گئی ہے (جناب اشرف علی صاحب)

(۳)نازل ساخت بهترین سخن۔کتابے که بعض او مانند دگر است... (جناب شاہ ولی اللہ دہلوی)

(۴)اتاری بہتر بات۔کتاب آپس میں ملتی جلتی دوہرائی ہوئی۔ (جناب عبدالقادر صاحب قبلہ)

(۵)بہت ہی اچھا کلام (یعنی) کتاب نازل فرمائی جس کی آیتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔(جناب فرمان علی صاحب)

(۶)جس نے اچھی سے اچھی بات نازل فرمائی ہے۔(یعنی) ایک کتاب جس کی آیتیں ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں۔اور بعض مکرر آئی ہیں۔ (مقبول احمد)

(۷)اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی (جناب محمد احمد رضا خان صاحب قبلہ)

(۸)نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں باہم) ملتی جلتی ہیں (جناب فتح محمد صاحب)

(۹) ALLAH HATH (NOW) REVEALED. THE FAIREST OF STATEMENTS A SCRIPTURE CONSISTENT. (ہم آہنگ) (مسٹر پکتھل)

(۱۰) ALLAH HAS SENT DOWN THE BEST MESSAGE IN THE FORM OF A BOOK WHOSE VERSES ARE MUTUALLY SUPPORTING.

(جس کی آیتیں ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں۔) (شیر علی قادیانی)

(۱۱) ALLAH HAS REVEALED THE BEST ANNOUNCEMENT A BOOK CONFORMABLE ۔(مطابقت رکھنے والی) (مسٹر ایم ایچ شاکر)

(۱۲) GOD HAS SENT DOWN THE BEST OF LEGENDS A BOOK UNIFORM (یکساں مربوط) (ای ایچ پامر)

78۔آخر مجتہدانہ الزام غلط ثابت ہو گیا ہے

یہ ہے قرآن کا داخلی انتظام کہ قرآن پر الزام قائم رہنے کی بجائے مترجمین اور مفسرین ملزم و مجرم ثابت ہو گئے۔اور یہ ہے ہمارا طریقہ تفہیمِ قرآن کہ غلط کار مترجمین کو دو قدم بھی چلنے نہیں دیتا جس کتاب کی 94% آیات کو مشکوک، بیکار اور غیر یقینی کہا جاتا رہا ہے۔وہی کتاب اول سے آخر تک یکساں طور پر مربوط و ہم آہنگ اور مانند یک دِگر ماننا پڑا۔قارئین سوچیں اس تازہ آیت کے باوجود یہ لوگ آج تک قرآن کی 94% آیات کو مشکوک اور مشتبہ مانتے اور کہتے چلے آرہے ہیں۔ذرا ایک تازہ بتازہ عالم دین کا ترجمہ دیکھیں کہ وہ روشن خیالی اور تعصب سے پاک ہونے کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود متشابہات کے معنی کرنے میں بالکل ان بارہ مترجمین کا ہمنوا ہے۔

79۔علامہ مودودی کا قرآن کے متعلق ایمان و یقین؟

لٰہذا وہی سابقہ آیت سامنے لائیں (مِنۡهُ آيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔الخ)(۳/۷)

ترجمہ۔''وہی خدا ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں۔ایک محکمات جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات۔جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے۔وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور اُن کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔بخلاف اس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ہمارا اُن پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں۔اور سچ یہ ہے۔کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں''۔

مولانا کا توضیحی حاشیہ: مولانا نے متشابہات کی توضیح میں لوگوں کو بہت چکر دیئے ہیں۔جو آپ ان کی کتاب میں خود ملاحظہ فرما لیں۔ہم صرف وہ جملے پیش کرتے ہیں۔جن میں چکر نہیں بلکہ صرف صاف بات ہے۔ان کا پہلا جملہ یہ ہے۔

۔۔۔''۶ متشابہات یعنی وہ آیات جن کے مفہوم میں اشتباہ کی گنجائش ہے''۔ایسی آیات کے مفہوم کو متعیّن کرنے کی جتنی کوشش کی جائے گی اتنے ہی زیادہ اشتباہات و احتمالات سے سابقہ پیش آئے گا۔حتیٰ کہ انسان حقیقت سے قریب تر ہونے کی بجائے اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۲۳۳ تا ۲۳۵)

یہاں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ متشابہات کے معاملہ میں جناب مولانا وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو ہم نے اول دو گروہوں کا بیان کیا ہے۔یعنی متشابہات کو حقیقی طور پر صرف اللہ سمجھتا ہے۔رہ گئے رسولؐ اللہ اور باقی علماء و عوام وہ کسی طرح بھی متشابہات کے حقیقی مفہوم تک نہیں پہنچ سکتے۔بلکہ ان کی ہر کوشش اُنہیں (معاذ اللہ) گمراہ کر کے حق سے دور لے جائے گی۔اور آپ یہ دیکھ چکے

کہ ایسی آیات قرآن میں ۶۱۶۶ چھ ہزار ایک سو چھیاسٹھ ہیں۔جن کے معنی کا تعین نہیں ہوسکتا۔

80۔علامہ کا جھوٹ ان کی تحریر میں دیکھیں

مگر افسوس کہ علامہ بھی اس کذب وافترا میں شامل ہیں۔لہٰذا اُن کے قلم سے متشابہ کے معنی ملاحظہ فرما کر آپ بھی انہیں جھوٹ پر مبارکباد عطا کریں۔ارشاد ہے اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ (۳۹/۲۳)

جناب مودودی کا ترجمہ۔''اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے۔ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہمرنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں۔''(تفہیم جلد۴صفحہ۳۶۷)

مولانا کا توضیحی حاشیہ:

حاشیہ نمبر۴۳۔''یعنی ان میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں ہے۔پوری کتاب اول سے آخر تک ایک ہی مدعا،ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی نظام فکر وعمل پیش کرتی ہے۔اس کا ہر جز دوسرے جز کی اور ہر مضمون دوسرے مضمون کی تصدیق وتائید اور توضیح وتشریح کرتا ہے۔اور معنی وبیان دونوں کے لحاظ سے اس میں کامل یکسانی (CONSISTENCY) پائی جاتی ہے''۔(تفہیم جلد۴۔صفحہ۶۹۔۳۶۸) قارئین کرام ایک اور آیت پڑھ لیں۔

مولانا کا ترجمہ:۔

۔''جولوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں۔درآنحالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی راہنمائی کے لئے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے۔اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں''۔(۲/۱۵۹)

مولانا کا توضیحی حاشیہ:۔

نمبر۱۶۰۔''علمائے یہود کا سب سے بڑا قصور یہ تھا۔کہ انھوں نے کتاب اللہ کے علم کی اشاعت کرنے کی بجائے۔اس کو رَبِّیُون اور مذہبی پیشہ وروں کے ایک محدود طبقے میں مقید کر رکھا تھا۔اور عامہ خلائق تو درکنار خود یہودی عوام تک کو اس کی ہوا نہ لگنے دیتے تھے۔پھر جب عام جہالت کی وجہ سے ان کے اندر گمراہیاں پھیلیں تو علماء نے نہ صرف یہ کہ اصلاح کی کوئی کوشش نہ کی۔بلکہ وہ عوام میں اپنی مقبولیت برقرار رکھنے کے لئے اس ضلالت اور بدعت کو جس کا رواج عام ہو جاتا اپنے قول وعمل سے اُلٹی سند وجواز عطا کرنے لگے۔اسی سے بچنے کی تاکید مسلمانوں کو کی جارہی ہے۔دنیا کی ہدایت کا کام جس امت کے سپرد کیا جائے اس کا فرض یہ ہے۔کہ اس ہدایت کو زیادہ سے زیادہ پھیلائے۔نہ یہ کہ بخیل کے مال کی طرح اسے چھپا رکھے''۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۱۲۸۔۱۲۹)

81۔ اللہ نے پوری کتاب کو متشابھاً فرمایا ہے

یہاں علامہ نے مان لیا کہ مسلمانوں کو روکا گیا تھا کہ وہ یہود و نصاری کے علماء والی سنت اختیار نہ کریں۔ اور لعنتی بننے سے بچیں۔ مگر ہم نے ان چند صفحات میں واشگاف انداز میں خود اُن کے اپنے قلم اور ترجمہ سے ثابت کر دیا کہ یہ لوگ مسلسل آج تک قرآن کے ساتھ یہود سے بدتر سلوک کر رہے ہیں۔ ذرا سوچئے کہ اُن کے اِن دونوں بیانات میں سے کون سا صحیح ہے۔

(۱) قرآن میں ۶۱۶۶۔ ایسی آیات ہیں جن کے مفہوم میں اشتباہ کی گنجائش ہے۔

(۲) قرآن ایسی کتاب ہے جس کے معنی و بیان دونوں میں کامل یکسانی (CONSISTENCY) پائی جاتی ہے''۔

چونکہ ہم دشمنان قرآن اور صاحب قرآن نہیں ہیں۔ اس لئے ہم دوسرے قول کو اختیار کرتے ہیں اور پہلے قول پر لعنت بھیجتے ہیں۔

82۔ پورا قرآن آیاتِ محکمات کا مجموعہ ہے

اور اب یہ دکھاتے ہیں کہ پورا قرآن آیات محکمات کا مجموعہ ہے اور اس میں کسی آیت کو مبہم یا مشتبہ کہنے والے تمام جھوٹے ہیں۔ چنانچہ صرف علامہ مودودی کا بیان کافی ہوگا۔ سورہ ھود کا ترجمہ یوں شروع کرتے ہیں ''آلر/ا ل ر۔ فرمان ہے۔ جس کی آیتیں پختہ اور مفصل ارشاد ہوئی ہیں۔ ایک دانا اور باخبر ہستی کی طرف سے''۔

اس ترجمے کے ساتھ علامہ کا حاشیہ بھی دیکھیں۔ تاکہ ہماری تصدیق ہو اور چالاکی کا پتہ چلے۔

علامہ کا توضیحی حاشیہ:

نمبر ا۔ ''کتاب کا ترجمہ یہاں انداز بیان کی مناسبت سے فرمان کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ کتاب اور نوشتے ہی کے معنی میں نہیں آتا بلکہ حکم اور فرمان شاہی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور خود قرآن میں متعدد مواقع پر یہ لفظ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے''۔

نمبر ۲۔ ''یعنی اس فرمان میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ پکی اور اٹل ہیں۔ خوب جچی تلی ہیں نری لفاظی نہیں ہے۔ خطابت کی ساحری اور تخیل کی شاعری نہیں ہے ٹھیک ٹھیک حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اور اس کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو حقیقت سے کم یا زیادہ ہو۔ پھر یہ آیتیں مفصل بھی ہیں ان میں ایک ایک بات کھول کھول کر واضح طریقے سے ارشاد ہوئی ہے۔ بیان الجھا ہوا گنجلک اور مبہم نہیں ہے۔ ہر بات کو الگ الگ۔ صاف صاف سمجھا کر بتایا گیا ہے''۔

(تفہیم جلد ۲ صفحہ ۳۲۲)

(سورہ ھود پہلی آیت) یہاں تمام مجتہدین، مترجمین اور علامہ کی تکذیب ہوگئی۔

83۔آیاتِ متشابہات پرفریب خوردگی یا فریب سازی

(الف) قرآن کریم نے پورے قرآن کو متشابہ اور دوہری کتاب کہہ کروہ راستہ بند کردیا جو تخریب کاروں نے کھولا تھا۔ یعنی اگر متشابہ کے معنی گنجلک اور مبہم ہیں تو پھر سارا قرآن متشابہ ہے۔لہٰذا وہ چار یا پانچ سو محکم آیات کا ڈھونگ غلط ہے۔اور اگر کچھ آیات کو محکم مانتے ہو تو پھر سارا قرآن اور اس کی ہر آیت محکم ہے یعنی متشابہات کی آڑ لینا غلط ہے۔

(ب) متشابہات کے معاملہ میں یا تو مترجمین نے دھوکا کھایا ہے یا دوسروں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔اس پہلو کو سمجھنے کے لئے ہم طالب علموں کی طرح اس آیت کے مختلف اجزاء کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔اللہ نے فرمایا کہ۔'' هُوَالَّذِیٓ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ'' ۔وہ وہی ہستی ہے جس نے تجھ پر کتاب نازل کی ہے۔اس جملہ میں یہ بات نوٹ کریں کہ عربی زبان میں لفظ کتاب مذکر ہے۔لہٰذا اس کی جگہ مذکر ضمیر آنے والی ہے۔اس لئے فرمایا مِنۡهُ. اس مذکر کتاب میں (اٰیٰتٌ مُحۡکَمٰتٌ) محکم آیات ہیں۔یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ محکمات اور متشابہات جمع مونث ہیں۔لہٰذا محکمات کے لئے اب جمع مؤنث غائب کی ضمیر آنے والی ہے۔چنانچہ فرمایا:۔هُنَّ یعنی وہ مؤنث محکم آیات (اُمُّ الکتٰب) کتاب کی ماں یا بنیاد ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ فَاَمَّاالَّذِیۡنَ فِی قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ ۔پس جن لوگوں کے دلوں میں زیغ ہے۔یہاں لفظ زیغ مذکر ہے اس مذکر کے لئے مذکر ضمیر آنے والی ہے۔فرمایا کہ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَاتَشَابَهَ مِنۡهُ چنانچہ وہ لوگ اس چیز کی پیروی کرتے ہیں جو اس مذکر کے مشابہ ہو۔سوچئے کہ وہ مذکر کون سا لفظ ہے۔ظاہر ہے کہ متشابہات مذکر نہیں۔لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ لوگ متشابہات کی پیروی نہیں کرتے۔کون سا لفظ متشابہات کے بعد مذکر ہے؟۔وہ ہے ''زیغ''۔معلوم ہوا کہ تخریب کار لوگوں کے دل میں جو مخالف تصورات پہلے سے موجود ہوتے ہیں وہ قرآن میں ان تصورات کی تائید تلاش کرتے ہیں۔اور جہاں بھی انہیں ایسا لفظ یا ایسا جملہ ملتا ہے جس سے ان کے زیغ کی تائید ہوتی نظر آئے اس لفظ یا جملے کو آڑ بنا کر اپنے زیغ کی تائیداور پیروی کرتے ہیں معلوم ہوا کہ مترجمین کا یہ کہنا کہ تخریب پسند لوگ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں سراسر غلط ہے۔لہٰذا متشابہات سے گمراہ ہوجانے کا تصور پیدا کرنے میں یہ لوگ سراسر مجرم ہیں۔قرآن کی کوئی آیت یا لفظ گمراہ کن نہیں ہوسکتا۔

84۔قرآن کو مہجور کرنے کا مجتہدانہ طریقہ

گمراہی پھیلانے کے لئے مجتہدین عرب کے پہلے قرآن کو آیات محکمات اور متشابہات میں تقسیم کرنے اور پھر متشابہات کو بے معنی یا مشکوک قرار دے کر پورے قرآن کو بیکار کردینے کا تذکرہ بھی قرآن میں کردیا ہے۔چنانچہ اس گروہ کے لئے فرمایا گیا۔

قُلْ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُo کَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَo الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَo فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَo (۹۲۔۸۹/۱۵)

''کہہ دو کہ میں ویسا ہی جانا پہچانا نذیر ہوں۔ جیسا کہ ہم نے تقسیم کی پالیسی جاری کرنے والوں پر نازل کیا تھا۔اور جنہوں نے اب اس قرآن کو الگ الگ اعضا میں تقسیم کر دیا ہے۔تیرے پروردگار کی قسم ہم یقیناً بالضرور ان سے باز پرس کریں گے''۔(۹۲۔۸۹/۱۵) الگ الگ اعضا میں تقسیم کرنے والی پالیسی کا سمجھانا اور سمجھنا دونوں مشکل ہیں۔ لیکن ہم کوشش کریں گے کہ رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا کر کے یہ پالیسی سمجھ میں آ جائے۔عربی دان حضرات کے لئے تو اس قدر اشارہ کافی ہے۔کہ وہ حضرات علمِ اصول فقہ پڑھ لیں۔اس میں وہ اعضا وجوارح مل جائیں گے جن میں قرآن وحدیث کو تقسیم کیا گیا ہے۔اپنے سیدھے سادے قارئین سے یہ کہنا ہے کہ آپ جب کسی مجتہد کے سامنے کوئی ایسی آیت پیش کریں گے جس سے مجتہد صاحب گھبراتے ہوں۔تو جو بہانے اور حیلے حوالے وہ کریں گے ہم ان کی عملی مثالیں دیں گے۔یہاں دو چار الفاظ سن لیں مثلاً وہ کہیں گے۔یہ آیت مجمل ہے۔یہ عام ہے۔یہ خاص ہے۔یہ مقید ہے۔یہ مطلق ہے۔یہ منسوخ ہے۔یہ متشابہ ہے۔یہ امر مُعلّق ہے۔یہ چملق ہے۔یہ چقندر ہے۔یہ بینگن ہے۔یہ آلو ہے۔ان لوگوں نے ایک ایسا چوں چوں کا مربہ بنا رکھا ہے جسے وہ ہر بیماری میں استعمال کرتے ہیں۔آپ کو ذرا سا مربہ کھلا دیں گے جس سے آپ کا سر گھومنے لگے گا۔اور آپ جی حضور پُرنور کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کریں گے۔اور ان کے خود ساختہ الفاظ واصطلاحات کی بھرمار سے ایسا معلوم ہوگا کہ اس دنیا میں بس علم وعقل ان ہی حضرات کے پاس ہے۔مگر ایک بات یاد کر لو تا کہ مولانا کا سر گھومنے لگے۔جیسے ہی حضور مولانا ایسا لفظ بولیں جو جناتی معلوم ہو یا آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو آپ وہی الفاظ واپس دہرائیں۔مثلاً۔جی مان لیا کہ یہ آیت مجمل ہے یا مقید ہے مگر ایک آیت ایسی پڑھ دیں اور قرآن کھول کر اس میں مجھے دکھا دیں۔جو یہ بتائے کہ واقعی یہ آیت مجمل یا مقید ہے۔سنو جیسے ہی آپ نے یہ توڑ کیا مولانا چکرا جائیں گے۔ان سے کہئے کہ یہ چقندر وغیرہ کی بکواس تم نے خود گھڑی ہے یا اس بکواس پر کوئی آیت وحدیث بھی گواہ ہے؟ اجتہادی مسائل کا بیان شروع ہونے پر ہم قارئین کو دکھائیں گے کہ قرآن کی واضح آیات آج تک ان مجتہدین کا سر پیٹ پیٹ کر فریاد کر رہی ہیں کہ ہماری موجودگی میں ان لوگوں نے اپنے مقرر کئے ہوئے اعضا کی مار دے کر قرآن کے خلاف مسائل گھڑے اور امت میں رائج کئے۔اور آج قرآن پر نہیں،ان کے خود ساختہ مسائل پر عمل ہو رہا ہے۔لہٰذا جب یہ ملیں ان کو قرآن اور حدیث کی مار دو اور ہرگز ان کی خود ساختہ زبان اور بیان میں نہ الجھو۔وہ لاکھ عقل وشعور کی اپیلیں کریں ان کا ہر واسطہ اور ہر اپیل دراصل فریب ہی فریب ہے۔یہ لوگ نہ عقل کو دلیل سمجھتے ہیں نہ قرآن وحدیث کو سند قرار دیتے ہیں۔ان کے لئے محض ان کی اپنی عقل سند ہے۔یعنی جو مجتہد کی عقل کہتی ہے۔اس میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا اور ہم کہتے ہیں کہ عقل کے ہر فیصلے میں غلطی کا امکان ہوتا ہے۔

85۔قرآن میں تغیر وتبدل اور تحریف مسلمان کر رہے تھے

قرآن کریم میں تغیر وتبدل کی تجویز نامنظور ہو جانے کے بعد وہ گروہ مسلمانوں میں اپنے عقائد پھیلا رہا تھا۔قرآن کریم اس قسم کے مسلمانوں کی موجودگی مختلف انداز میں بتاتا ہے۔چنانچہ ایک جگہ فرمایا کہ:

> يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا۔(الخ)
>
> (سورہ المائدہ۔آیت ۵/۴۱)

۔''اے پیغمبر تمہارے لئے باعث رنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی دکھا رہے ہیں۔خواہ وہ ان میں سے ہوں جو منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے یا ان میں سے ہوں جو یہودی بن گئے ہیں۔جن کا حال یہ ہے۔کہ جھوٹ کے لئے کان لگاتے ہیں۔اور دوسرے لوگوں کی خاطر،جو تمہارے پاس کبھی نہیں آئے سن گن لیتے پھرتے ہیں۔کتاب اللہ کے الفاظ کو ان کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں۔اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو نہیں تو نہ مانو''۔(تفہیم القرآن علامہ مودودی جلد اول صفحہ ۴۶۹ تا ۴۷۰)

86۔علامہ مودودی کہاں تک متفق ہیں

اس ترجمہ میں علامہ نے اپنے مشن کے تحفظ کے لئے جو گنجائش رکھی ہے اس کو نظر انداز کر کے ان کے مسلّمات کو سامنے لاتے ہیں۔

(الف) آیت میں مسلّمہ افراد۔علامہ نے تسلیم کیا ہے۔کہ اس آیہ مبارکہ میں مندرجہ ذیل افراد موجود ہیں۔

(۱) اللہ۔جس نے قرآن نازل کیا اور اس آیت میں متکلم ہے۔

(۲) رسول اللہ۔اس آیت میں مخاطب کئے گئے ہیں۔

(۳) کچھ مسلمان۔جن کے ایمان کا پردہ ہٹایا گیا ہے۔

(۴) کچھ یہودی۔جو مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔

(۵) کچھ ایسے لوگ جن کو رسول اللہ احکام دیا کرتے ہیں۔مگر ان پر جماعت نمبر تین اور نمبر چار کا اتنا اثر ہے کہ وہ رسول کے مقابلہ میں ان جماعتوں کا حکم زیادہ مانتے ہیں۔یعنی یہ جماعتیں جس حکم پر رضامندی ظاہر کریں اسے مانا جاتا ہے۔ورنہ رسول اللہ کا حکم ٹال دیا جاتا ہے۔

(ب) مسلّمہ افراد کے مسلّمہ افکار و اعمال

زیرِ نظر آیت میں علامہ نے مانا ہے کہ:۔

(۱) اللہ نے آنحضرتؐ کو ہمت عطا کی۔ اور یہ اطلاع دی کہ کچھ نام نہاد مسلمان اور یہود کفر کی رفتار تیز کر رہے ہیں۔

(۲) رسولؐ اللہ ان لوگوں کے افکار و اعمال سے رنجیدہ ہیں اور اس قدر متفکر ہیں کہ خود اللہ کو اطمینان دینے کے لئے دخل دینا پڑا۔

(۳) مسلمان اور یہود دونوں مل کر کلام اللہ میں تحریف کر رہے ہیں۔ اور رسولؐ اللہ کے مقابلہ میں لوگوں کو ہدایت کر رہے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جو محل اور مفہوم متعین کیا ہے۔ اگر وہ ہمارے تعین کے مطابق ہو تو اختیار کر لو ورنہ احتراز کرو۔

(۴) یہ دونوں پارٹیاں کذب کے لئے گوش بر آواز رہتی ہیں۔ یعنی انہوں نے ہر کہی جانے والی بات کو سننے اور اسے جھٹلانے کا پکا انتظام کر رکھا ہے۔

(۵) یہ دونوں پارٹیاں کسی دوسری قوم کے لئے گوش بر آواز رہتی ہیں۔ اور فضائے وحی میں تحریک ہوتے ہی اقدامات کرتی ہیں۔ یہ دونوں جماعتیں اس قوم کی طرف سے کلام اللہ میں تغیر و تبدل یا تحریف کرنے اور تحریف شدہ احکامات کو پبلک میں نافذ کرنے پر تعینات ہیں۔ اس فرضِ منصبی کو اتنی عمدگی اور کامیابی سے انجام دے رہی ہیں کہ خود اللہ نے مان لیا کہ وہ کافرانہ منصوبہ کو بڑی تیزی سے پھیلا رہی ہیں۔ ادھر آنحضرتؐ ان کی کارکردگی سے پریشان ہو چکے ہیں حزن و ملال کی انتہا یہ ہے کہ اللہ کو تسلی دینا پڑی ہے۔

87۔ نزولِ قرآن کے دوران قرآن کی تقسیم و تحریف کرنے والے مجتہدین

آیت کے الفاظ، علامہ کا ترجمہ اور ہمارے تجزیے میں علامہ کے مسلمات بیک آواز پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہودی علماء کی زیرِ نگرانی عرب ماہرین سیاسیات و مذہبیات قرآن کریم کی ہر آیت ہر لفظ اور ہر حکم اور پالیسی کو مجتہدانہ اصول کے ماتحت اس طرح بیان کر رہے تھے کہ قرآن کے الفاظ بھی بحال رہیں اور قومی و ملکی تمدن و تہذیب و مذہب اسلامی نقاب پہن لے۔ قارئین یہ نوٹ کریں کہ علامہ جس مکتبِ فکر سے متعلق ہیں اس میں وحی کے آنے تک خود رسولؐ اللہ بھی مضمون وحی سے واقف نہ ہوتے تھے۔ لہٰذا اللہ نے اس آیت (۵/۴۱) میں جو یہ اطلاع دی ہے کہ کچھ لوگ دل سے مسلمان نہیں مگر خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں ماننا پڑے گا کہ اس قسم کے لوگوں کو نہ عوام مسلمان جانتے تھے اور نہ (معاذ اللہ) رسولؐ اللہ ان سے واقف تھے۔ مسلمانوں کا یہ گروہ خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ ظاہر ہے کہ یہودیوں کی کوئی تجویز عوام مسلمان ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ اور خصوصاً ایسی تجویز کہ تم رسولؐ اللہ کے فلاں حکم کو مان لو اور فلاں حکم سے بچ کر نکل جاؤ۔ ﴿اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا﴾ (۵/۴۱) ایسا مشورہ نہ یہودی دے سکتے ہیں نہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ اس مشورہ سے مشورہ دینے والوں کا اور جن کو مشورہ دیا جا رہا ہے ان کا

اعتماد معلوم ہوتا ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ عوام کو یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ رسولؐ اللہ کی بعض تعبیرات بشریت کی بنا پر مضر ہوتی ہیں۔ اورعوامِ عرب نے اس کو حقیقت سمجھ کر قبول کرلیا ہے۔لہٰذا اب جن لوگوں کی تعبیرات ہر حال میں قومی وملکی مصلحتوں کے عین مطابق ہوسکتی ہیں وہ یقیناً ماہرین سیاسیات ملکی ومذہبی ہی ہوسکتے ہیں۔اوران کا اسلام نیز حب الوطنی بھی عوام کے یہاں مسلمہ ہونی چاہیئے تب ایسا مشورہ دیا جاسکتا ہے۔اوراسی صورت میں اس پر عمل کی امید ہے۔اس مشورہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ جو تعبیر ہمارے منصوبے کے خلاف ہواس کو ماننے سے انکار کردو۔اس لئے کہ رسولؐ کے حکم کا انکار کفر ہے۔اور مسلمان کفر اختیار کرنا پسند نہ کریں گے بلکہ مشورہ دینے والوں پر بھی شک ہوجائے گا۔اس لئے یہ کہا گیا کہ احتراز کرو(فَاحْذَرُوْا) یعنی حکم مانو بھی نہیں اور پتہ بھی نہ چلنے دو یعنی حکم کی صورت بدل لو اور یہی معنوی ومقصدی تحریف ہے۔

88۔علامہ نے خود بھی آیت ۵/۴۱ میں تحریف کی ہے

اسلامی جماعت کے کسی بھی دارالمطالعہ میں تفہیم القرآن پڑھی جاسکتی ہے۔علامہ سرکار نے اس آیت (۵/۴۱) پر چار عدد توضیحی نوٹ لکھے ہیں۔لیکن آپ کو آیت میں مذکورہ مسلمانوں کا ان چاروں نوٹوں میں کہیں تذکرہ نہ ملے گا۔چاروں نوٹس لکھنے میں یہ اہتمام کیا گیا ہے۔ کہ تفہیم القرآن کے قاری کو یہ خیال تک نہ آئے کہ سب سے اہم پارٹی غائب کرلی گئی ہے۔ چونکہ آگے چل کر رفتہ رفتہ یہی جماعت اہل حل وعقد بن جائے گی۔اسلئے علامہ پر لازم ہے کہ اس گروہ کی پردہ پوشی کریں پھر آپکو وہاں (تفہیم جلد اول صفحہ نمبر ۴۷۰) علامہ کی صحیح اور آخری رائے معلوم نہ ہوسکے گی۔انہوں نے ہر لفظ یا بات کے دو مطلب خودفرض کئے دونوں مطالب کو بیان کیا اور یہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہے کہ کونسی فرضی بات صحیح ہے۔مثلاً انہوں نے کہا کہ:۔

(۱) حاشیہ نمبر ۶۳۔''اس کے دو مطلب ہیں''۔

(۲) حاشیہ نمبر ۶۴۔''اس کے بھی دو مطلب ہیں''۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۴۷۰)

کوئی مولانا سے دریافت کرے کہ جناب یہ ایک ایک بات کے دو دو مطالب آپ کو قرآن سے معلوم ہوئے ہیں تو آیت لکھئے اور اگر حدیث سے پتہ چلا ہے تو وہ حدیث پیش کیجئے۔اور اگر آپ نے خود ہی دو دو مطلب گھڑے ہیں۔تو پہلے درجے میں آپ کون ہیں؟ کہ قرآن کے ساتھ اپنے خودساختہ مطالب چپکا رہے ہیں؟ دوسرے درجے میں یہ کیوں نہیں بتاتے کہ ان دونوں مطالب میں سے صحیح اور آپ کا مختار کون سا مطلب ہے؟ اور غلط کون سا ہے۔پھر تحریف کا مطلب یہ لکھا ہے کہ:۔

(۳) حاشیہ نمبر ۶۵۔''یعنی تورات کے جو احکام ان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہیں۔ان کے اندر جان بوجھ کر ردو بدل کرتے ہیں۔اور الفاظ کے معنی بدل کر من مانے احکام ان سے نکالتے ہیں''۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۴۷۰)۔

علامہ سے دریافت کریں کہ حضور آیت میں توریت کا ذکر نہیں ہے۔آپ نے کیسے یہ فیصلہ کرلیا کہ کلام اللہ میں تحریف سے اللہ کی منشا توریت میں تحریف کرنا ہے؟اور اگر یہود کے ذکر کی بنا پر آپ نے توریت میں تحریف سمجھا ہے تو وہاں تو آیت میں پہلے نمبر پر مسلمان مومنین کا ذکر بھی ہوا ہے۔لہٰذا مومنین کی رعایت قرآن میں تحریف کیوں نہیں سمجھی گئی۔یعنی یہودی توریت میں اور مسلمان قرآن میں تحریف کررہے ہیں۔پھر یہ بتایئے کہ آپ نے بار بار لکھا ہے کہ توریت میں قبل ظہور محمدیؐ بھی تحریف اور ردوبدل ہوتا رہا تھا۔لہٰذا اگر رسولؐ اللہ کے زمانے میں بھی یہودی تورات میں تحریف کررہے ہوں تو اس سے رسولؐ کو رنج وملال اور لوگوں کے کفر کی طرف تیز تیز جانے سے تشویش کیوں ہے؟قرآن محفوظ ہے تو کیا فکر ہے؟یہود پہلے ہی کافر ہیں، تحریف کریں یا نہ کریں کافر ہیں۔یہ آپ کے بقول کفر کی طرف تیز گامی دکھانے کا کیا مطلب ہے؟بات وہی ہے کہ یہود کی راہ نمائی کے ماتحت مسلمان مجتہدین قرآن کے معانی اور احکام میں تحریف کررہے ہیں۔مسلمانوں کو اسلام کے حقیقی نظریات وعقائد کے خلاف کچھ مخصوص نظریات اور عقائد پر لایا جارہا تھا۔رنج والم فکر وتشویش اس بات کی تھی کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر اور کلام اللہ کی صحیح تعبیر کہہ کر کیا جارہا تھا۔اور عام مسلمانوں کو یہ علم نہ تھا کہ ایسا کرنے والے لوگ مجتہدین اور دشمنان اسلام ہیں۔چنانچہ علامہ نے اپنے آخری حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان اوتیتم ھذا وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ:۔

(۴) حاشیہ نمبر۶۶۔"یعنی جاہل عوام سے کہتے ہیں کہ جو حکم ہم بتارہے ہیں۔اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی حکم تمہیں بتائیں تو اسے قبول کرنا۔ورنہ رد کردینا"۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۴۷۰)

89۔علامہ بھی جماعت کے ممبر ہیں

اب ہمارے قارئین مطمئن ہوجائیں کہ سارا معاملہ قرآن کریم، رسولؐ کریم اور اسلام ومسلمانوں کا ہے۔اس صورت میں کیا یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ تحریف تو ہورہی ہو توریت میں، اور احکام دیئے جارہے ہوں ایسے جاہل عوام کو جو رسولؐ کے ماتحت ہوں۔مسلمانوں کو تورات کے احکام سے کیا تعلق؟۔لہٰذا یقین کے درجہ سے بھی زیادہ حد تک معلوم ہوگیا کہ علامہ نے اس آیت کے معنی ومراد میں ردوبدل یا تحریف کی ہے اور مسلمانوں کے مجتہد گروہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر یہود کی طرف متوجہ کردیا ہے۔مگر قرآن کے الفاظ نے آگے بڑھ کر علامہ کی غلطیاں آپ کے سامنے رکھ دی ہیں۔

آیت زیر نظر کے بعد اگر چند آیات (۴۱ تا ۴۳/۵) پڑھیں تو بات واضح ہوجائے گی کہ اللہ نے یہودیوں کے لئے آنحضرتؐ کو مختار بنا رکھا ہے۔کہ اگر وہ آپ سے فیصلہ طلب کریں تو قرآن کریم سے فیصلہ سنادیں یا بہتر سمجھیں تو انکار کردیں اور کہہ دیں کہ تمہارے پاس توریت ہے۔اس میں اللہ ہی کے احکامات ہیں۔بہرحال اگر تفہیم القرآن کا قاری

صفحہ ۴۷۰-۴۷۱ پڑھ لیتا ہے۔تو اسے ہمارے بیان سے اتفاق کرنا پڑے گا کہ علامہ نے یہودیوں کا تذکرہ محض مسلمان مجتہدین کو بچانے کے لئے کیا ہے اور مسلمانوں کی یہ عادت رہی ہے کہ:۔

90۔فعلِ بدتو خودکریں لعنت کریں شیطان پر

قرآن میں جہاں بھی ان کی مذمت ہوئی ہے۔وہیں اس مذمت کو یہود ونصاریٰ کے سر لگا دیا ہے۔لطف یہ ہے کہ علامہ خود بھی مسلمانوں کا الزام اہل کتاب کے سر تھوپنے کی مذمت کرتے ہیں۔اور ایک بڑے لطیف انداز میں یہ بتاتے ہیں کہ نزول قرآن کے زمانہ میں مسلمان مجتہدین قرآن میں تحریف کرتے تھے اور جب قرآن میں ان کی مذمت آتی تھی تو کہہ دیتے تھے۔ کہ یہ مسلمانوں کی مذمت نہیں ہے بلکہ اہل کتاب کی مذمت ہے۔چنانچہ علامہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں اور آج سے تقریباً تیرہ سو پچاسی سال (۱۳۸۵) قبل ایک صحابی کا جواب اور مسلمان مجتہدین کے حق میں سنہری الفاظ میں لکھنے کی ان کی رائے سنئے۔ علامہ مودودی صاحب اس واقعہ کو یوں شروع فرماتے ہیں کہ:۔

۔''بعض اہل تفسیر نے ان آیات کو اہل کتاب کے ساتھ مخصوص قرار دینے کی کوشش کی ہے۔مگر کلام الٰہی کے الفاظ میں اس تاویل کے لئے کوئی گنجائش موجود نہیں۔اس تاویل کا بہترین جواب وہ ہے۔جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیا ہے۔

91۔رسولؐ اللہ کے زمانہ میں صحابہ کا مجتہدین کو جواب

ان سے کسی (مجتہد) نے کہا کہ یہ تینوں آیتیں (۵/۴۴،۵/۴۵،۵/۴۷) تو بنی اسرائیل کے حق میں ہیں۔(جیسے کہ علامہ نے ۵/۴۱ کے لئے کہا ہے) کہنے والے کا مطلب یہ تھا کہ یہودیوں میں سے جس نے خدا کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کیا ہو وہی کافر،وہی ظالم اور وہی فاسق ہے۔اس پر حضرت حذیفہ نے فرمایا۔نِعمَ الاخوۃ لکم بنو اسرائیل اَنْ کَانَتْ لَھُمْ کُلّ مُرّۃولکم کُل حلوۃ ۔کَلّاوَاللہِ لَتَسْلُکُنَّ طَرِیْقَھُمْ قدر الشراک۔کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے لئے یہ بنی اسرائیل کہ کڑوا کڑوا سب ان کے لئے ہے۔اور میٹھا میٹھا سب تمہارے لئے ہے۔ہرگز نہیں خدا کی قسم تم ان ہی کے طریقے پر قدم بہ قدم چلو گے''۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۴۷۶)

92۔مسلمانوں نے مسلسل تحریف کی ہے۔ہمارا تجزیہ

اس مقام پر سب سے پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ جس آیت (۵/۴۱) پر ہم گفتگو کرتے چلے آئے ہیں وہ واقعی آیات کے اس گروپ (GROUP) میں سے ہے جہاں اللہ مسلمانوں کو اجتہاد سے روکنے اور براہِ راست قرآن سے حکم دینے پر زور دے رہا ہے۔جہاں ہر اس شخص کو کافر،ظالم اور فاسق قرار دیا گیا ہے۔جو قرآن کریم سے حکم نہ دے۔

(۲) دوسری چیز یہ نوٹ کرلیں کہ جناب علامہ اس تازہ بیان اور جواب میں پہلی بات کی تائید کرتے ہیں اور وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کے زمانہ ہی میں اجتہادی احکام دیئے جانے لگے تھے۔اور جب قرآن میں مذمت ہوتی تھی تو اس مذمت کو یہود ونصاریٰ کے سر لگا دیا جاتا تھا۔

(۳) تیسری بات یہ یاد رکھیں کہ حضرت حذیفہؓ قسم کھا کر مسلمانوں کے حق میں اتنی بُری پیشگوئی نہ کر سکتے تھے جب تک یہ اطلاع زبانِ معصومؐ سے نہ مل گئی ہو۔لہٰذا معلوم ہوا کہ نزولِ قرآن سے لے کر مسلسل قرآن میں معنوی تحریف ہوتی چلی آ رہی تھی۔

(۴) چوتھی بات علامہ کا یہ کہنا کہ اس تاویل کے لئے آیات میں ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ اس کی گنجائش نکل سکے۔یہی کہنا کہ اگر کسی لفظ یا الفاظ سے سہارا مل جاتا تو تاویل حق بجانب ہوجاتی۔یہی وہ بات ہے جس کو فیتبعون ماتشابہ منہ سے مذموم قرار دیا گیا تھا۔یعنی اپنے مذموم تصورات (زیغ) کی تائید میں لفظی متشابہت تلاش کرنا۔

93۔علامہ مودودی اور تحریف کے معنی، مقاصد اور مذمت

ہم چاہتے ہیں کہ اب علامہ کے قلم سے وہ تمام تاثرات آپ کے سامنے رکھ دیں جو انہوں نے مختلف مقامات پر لکھے ہیں تاکہ جب ہم علامہ کی تحریف فی القرآن پیش کریں تو آپ نہایت اطمینان قلب کے ساتھ وہ تمام مذمت اور فتاویٰ جو علامہ سے صادر ہوئے ہیں، واپس علامہ پر عائد کرسکیں۔آنے والے بیانات میں آیات کا عربی متن نہ لکھا جائے تو یہ سمجھ لیں کہ آیات دوبارہ زیر بحث آنے والی ہیں۔

94۔کتاب خداوندی میں تحریف کرنا کفر ہے

چنانچہ یہودیوں کے متعلق قرآن نے فرمایا ہے:۔ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ۔

۔''یہ نتیجہ ہے اس کا کہ وہ اللہ کی آیات سے کفر کرنے لگے''۔(۲/۶۱) اس ترجمہ کی وضاحت میں لکھا کہ:۔

''۔آیات سے کفر کرنے کی مختلف صورتیں ہیں۔مثلاً ایک یہ کہ خدا کی بھیجی ہوئی تعلیمات میں سے جو بات اپنے خیالات یا خواہشات کے خلاف پائی اس کو ماننے سے صاف انکار کردیا۔دوسرے یہ کہ ایک بات کو یہ جانتے ہوئے کہ خدا نے فرمائی ہے، پوری ڈھٹائی اور سرکشی کے ساتھ اس کی خلاف ورزی کی۔اور حکم الٰہی کی کچھ پرواہ نہ کی۔تیسرے یہ کہ ارشاد الٰہی کے مطلب ومفہوم کو اچھی طرح جاننے اور سمجھنے کے باوجود اپنی خواہش کے مطابق اسے بدل ڈالا''۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۸۰)

یہ آخری بات تحریف کہلاتی ہے اور علامہ کی طرف سے تحریف کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے۔لیکن اس فتویٰ کو دوبارہ پڑھو اور سوچو کہ کفر کی قسمیں کیوں کی گئی ہیں۔پھر سوچو کہ اگر کوئی کہہ دے کہ:۔

95۔ کفر سے بچنے اور بچانے کا راستہ بتا دیا

۔"میں منشائے خداوندی سے واقف نہ تھا۔ یا میں ارشادالٰہی کا حقیقی مطلب نہ جانتا تھا۔ اس لئے میں نے نہایت دیانتداری سے قرآن کی آیت کے یہ........ معنی کئے ہیں"۔

اس صورت میں مولانا کا فتویٰ عائد نہیں ہوتا۔ لہٰذا مجتہدین کا عذر یہی ہے کہ جب ہمارے پاس منشائے خداوندی معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تو جو مطلب ہم نے جدوجہد یعنی اجتہاد سے اختیار کیا ہے۔(اور وہ حقیقت میں غلط ہو) اس پر ہم گناہگار نہیں بلکہ انعام یا ثواب کے حق دار ہیں۔ چنانچہ مفتی جعفر حسین صاحب کا فتویٰ آپ کو یاد ہوگا۔ لہٰذا یاد رکھئے کہ کفر، کفر ہے اس کی قسمیں نہیں ہوتیں۔ جب آپ کو یقین ہے کہ آپ منشائے خداوندی معلوم نہیں کر سکتے تو آپ ہرگز قرآن کا ترجمہ یا تفہیم القرآن لکھنے کی جرأت نہ فرمائیں۔ بلکہ کوئی دوسرا باعزت اور حلال روزگار یا پیشہ اختیار کرلیں تاکہ امت آپ کے شر سے محفوظ رہے اور آپ خود بھی گناہ گار نہ ہوں۔

96۔ یہودیوں پر تحریف کی وجہ سے علامہ بہت خفا ہیں

تحریف کے متعلق علامہ، یہودی علماء کا حال لکھ رہے ہیں۔ بہت ناراض ہیں اور اس غصہ میں انہیں یہ خیال بھی نہیں رہا ہے کہ یہ تو خود اسلام کے علماء کا راز کھلتا جا رہا ہے۔ رسولؐ اللہ کی پیشگوئیاں اور جناب حذیفہؓ کی تصدیق ہو رہی ہے۔

"یہ لوگ تو صدیوں کے بگڑے ہوئے ہیں۔ اللہ کی جن آیات کو سن کر تم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ان ہی سے کھیلتے اور تمسخر کرتے ان کی نسلیں بیت گئی ہیں۔ دین حق کو مسخ کر کے یہ اپنی خواہش کے مطابق ڈھال چکے ہیں۔ اور اسی مسخ شدہ دین سے یہ نجات کی امیدیں باندھے بیٹھے ہیں۔ ان سے یہ توقع رکھنا فضول ہے کہ حق کی آواز بلند ہوتے ہی یہ ہر طرف سے دوڑتے چلے آئیں گے"۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۸۷)

قارئین کرام مانیں یا نہ مانیں آج اسلام اور علمائے اسلام کا یہی حال ہے۔ اس سے اگلا نوٹ یہ ہے کہ:۔

۔"ایک گروہ سے مراد ان کے علماء اور حاملین شریعت ہیں۔ "کلام اللہ" سے مراد توراۃ، زبور اور دوسری کتابیں ہیں جو ان لوگوں کو ان کے انبیاءؑ کے ذریعہ سے پہنچیں۔ "تحریف" کا مطلب یہ ہے کہ اصل معنی و مفہوم سے پھیر کر اپنی خواہش کے مطابق کچھ دوسرے معنی پہنا دینا، جو قائل کی منشاء کے خلاف ہوں۔ نیز الفاظ میں تغیر و تبدل کرنے کو بھی تحریف کہتے ہیں۔ علمائے بنی اسرائیل نے یہ دونوں طرح کی تحریفیں کلام الٰہی میں کی ہیں"۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۸۷ حاشیہ میں)

97۔مجرم کو بچانے کے لئے الفاظ کا کھیل

یہاں پھر الفاظ کے ہیر پھیر سے تحریف کرنے والے کو بچالیا گیا۔یعنی وہ تحریف کے باوجود گناہ گار نہیں ہے جسے۔

(۱)اصل معنی ومفہوم معلوم نہ ہوں۔ (۲) قائل کی منشا کا پتہ نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ (معاذ اللہ) اللہ نے آنخضرؐت کے بعد امت کو جان بوجھ کر اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ کبھی حقیقت قرآن سے واقف ہی نہ ہوسکے۔یعنی ہر اختلاف کنندہ معاف ہے۔نبی، رسول اور مہدی ونقیب بن بیٹھنے والے معاف اور حق بجانب۔ لاحول ولا قوۃ الاباللہ العلی العظیم ۔یہ ہے اس مکتبہ فکر کی تعلیم جس سے عوام مطلع ہو جائیں تو ان پر مصیبت ٹوٹ پڑے یہود کے علماء کی مذمت اور خرابیاں پڑھتے ہوئے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان متفقہ ومسلمہ احادیث کو ضرور سامنے رکھیں جن میں فرمایا ہے کہ میری امت ہر ہر معاملہ میں یہود ونصاریٰ کے نقش وقدم پر چلے گی اگر ان میں کا کوئی شخص کسی جانور کے سوراخ میں گھسا ہوگا تو میری امت میں بھی کوئی ضرور اس پر عمل کرے گا۔اور جناب حذیفہؓ کا قول بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے یہود کے حالات قرآن میں اس لئے بیان ہوئے ہیں کہ مسلمان بھی ان حالات سے دوچار ہوں تو ایسے لوگوں کی اطاعت نہ کریں۔

98۔مجتہدین کا اجتہاد، اللہ پر تہمت ہے

ایک گروہ کا حال بیان کیا جارہا ہے۔علامہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔''ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا ہیر پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے۔حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی، وہ کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا، وہ جان بوجھ کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں''۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۲۶۷)

99۔علامہ کا تجربہ کہ مسلمان بھی تحریف کر رہے ہیں۔مثال

اس آیت کی وضاحت میں جو کچھ فرمایا ہے بڑا عبرت انگیز ہے۔ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

۔''۶۶ اس کا مطلب اگر چہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کتاب الٰہی کے معنی میں تحریف کرتے ہیں یا الفاظ کا الٹ پھیر کر کے کچھ سے کچھ مطلب نکالتے ہیں، لیکن اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ وہ کتاب کو پڑھتے ہوئے کسی خاص لفظ یا فقرے کو، جو ان کے مفاد یا ان کے خودساختہ عقائد ونظریات کے خلاف پڑتا ہو، زبان کی گردش سے کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔**اس کی نظیریں قرآن کو ماننے والے اہل کتاب میں بھی مفقود نہیں ہیں''۔**

100۔ مسلمانوں میں بعض لوگ مودودی کے نزدیک یہودی ہیں

۔''مثلاً بعض لوگ جو نبیؐ کی بشریت کے منکر ہیں آیت قُل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مثلکم میں اِنَّماکو اِنَّ مَا پڑھتے ہیں۔اور اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔''اے نبیؐ کہہ دو کہ تحقیق نہیں ہوں میں بشر تم جیسا''۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۲۶۷)

یہ تو قارئین نے نوٹ فرمالیا ہوگا کہ آنحضرتؐ کو عام انسانوں ایسا انسان یا بشر نہ ماننے کے جرم میں علامہ نے مسلمانوں کی کثرت کو یہود ونصاریٰ بنا دیا ہے۔بہرحال جو چیز خاص طور پر نوٹ کرنے کی تھی وہ رہ گئی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اب جب تک مولانا کوئی مطلب بیان کرتے ہوئے یہ نہ لکھیں کہ ''لیکن اس کا اصل مطلب یہ ہے''اس وقت تک علامہ کا ہر بیان ہر تحریر مشکوک رہنا چاہیئے۔اس لئے کہ نہ معلوم اصل مطلب کیا ہو۔اور علامہ نے کیا لکھ دینا پسند کیا ہو۔اب ایک آخری مقام ملاحظہ ہو جہاں عربوں کے مقاصد کے حصول کے لئے قرآن میں تحریف کرنے والوں کا تذکرہ ہو رہا ہے علامہ کا ترجمہ اور وضاحت ملاحظہ ہو۔

101۔ اللہ نے عربوں کو تحریف کے لئے آزاد کردیا

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا الخ (۴۱/۴۰)

(ا)۔''جو لوگ ہماری آیات کو اُلٹے معنی پہناتے ہیں۔وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں ہیں۔خود ہی سوچ لو کہ آیا وہ شخص بہتر ہے،جو آگ میں جھونکا جانے والا ہے یا وہ جو قیامت کے روز امن کی حالت میں حاضر ہوگا۔کرتے رہو جو کچھ تم چاہو، تمہاری ساری حرکتوں کو اللہ دیکھ رہا ہے''۔(تفہیم جلد ۴ صفحہ ۴۶۲)

وضاحتی نوٹ ملاحظہ ہو۔(۲)۔''۴۹ اصل الفاظ ہیں یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا ''۔(ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں)الحاد کے معنی ہیں انحراف سیدھی راہ سے ٹیڑھی راہ کی طرف مڑ جانا۔کج روی اختیار کرنا۔اللہ کی آیات میں الحاد کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سیدھی بات میں سے ٹیڑھ نکالنے کی کوشش کرے۔آیات الٰہی کا ایک صحیح اور صاف مطلب تو نہ لے۔باقی ہر طرح کے غلط معنی ان کو پہنا کر خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا رہے۔کفار مکہ قرآن مجید کی دعوت کو زِک دینے کے لئے جو چالیں چل رہے تھے۔اُن میں سے ایک یہ بھی تھی۔کہ قرآن کی آیات کو سن کر جاتے اور پھر:۔

نمبر ا۔کسی آیت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر،

نمبر ۲۔کسی آیت میں لفظی تحریف کر کے،

نمبر ۳۔کسی فقرے یا لفظ کو غلط معنی پہنا کر طرح طرح کے اعتراضات جڑتے۔اور لوگوں کو بہکاتے پھرتے تھے۔کہ سنو آج ان نبیؐ صاحب نے کیا کہہ دیا''۔(صفحہ ۴۶۲ تفہیم ۴)

102۔علامہ نے تحریف کا اقرار کیا قرآن میں روزِاول سے تحریف ہوتی رہی

یہاں علامہ نے وہ سب کچھ لکھ دیا اور مان لیا جو ہم کہنا چاہتے ہیں۔ ہمارا یقین یہ ہے کہ:۔

(۱)مسلمانوں میں ایک خفیہ محاذ قرآن کی عملی صورت کو بدلنے اور خدا و رسولؐ کی منشاء کے خلاف اسلام کے نام پر ایک نیا مذہب جاری کرنے میں مصروف تھا اور یہی اسلام کو زِک دینا تھا۔

(۲)علامہ تحریف کرنے والوں کو کافر مانتے ہیں مگر وہ ویسے کافر نہ تھے جو علامہ کے مطلوب ہیں۔وہ علامہ ہی کی طرح کا اسلام لائے تھے۔قرآن کے بیانات کو وہ اپنی بصیرت سے اختیار کریں گے۔رسولؐ کی ذاتی یعنی بشری حیثیت کو راہ نما نہ بنائیں گے۔وہ رسولؐ سے غلطیاں مانتے تھے اس لئے ان کی مطلق اطاعت کے قائل نہ تھے۔انہوں نے اپنے ایمان کے مطابق قرآن کی تعبیرات کیں اور وہ، وہ اسلام تھا جو قومی وملکی مصالح کو مجروح نہ کرتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ ہر وہ چیز غلاف پہنا کر جائز کر لی گئی جو قرآن اور رسولؐ کے نزدیک حرام تھی۔

(۳)ہر وہ شخص کافر ہے جو اللہ ورسولؐ سے غلطیاں کرنا یا کروانا مانتا ہو۔اور جو قرآن میں تحریف کرتا ہو، جو اپنی اور قوم کی بصیرت کو رسولؐ کی ذاتی اور بشری بصیرت سے مقدم رکھے۔مگر افسوس یہ ہے کہ وہ لوگ توحید کے مُقِر، نمازی، حاجی اور مُتشرّع کافر تھے۔ہم علامہ سے ان کے کفر پر متفق ہیں مگر ہم دونوں کے مطلب میں اختلاف تھا۔ہمارا موقف واضح ہوگیا۔علامہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ محرفینِ قرآن نہ ایمان لائے تھے نہ وہ مسلمانوں میں رہے تاکہ علامہ کے احباب پر شبہ نہ ہو جائے۔

(۴)علامہ نے تحریف کی جتنی صورتیں لکھی ہیں ہم ان تمام اقسام کی تحریف علامہ اور علامہ کے ہم خیال لوگوں کے اپنے تراجم اور تفاسیر سے پیش کریں گے۔حالانکہ علامہ کے لئے موجودہ زمانہ کے محرفین قرآن کے عنوان میں مستقل باب لکھا جانے والا ہے۔لیکن یہاں ان کے قلم سے تازہ تازہ تحریف کی مذمتیں ہوئی ہیں۔اس لئے ایک آدھ مقام دیکھ لیں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ علامہ کی تحریف کا معیار کیا ہوگا۔لہٰذا چند منٹ انتظار فرمائیں۔

(۵)قارئین نے آیت (۴۱/۴۰) میں دیکھ لیا کہ نزولِ قرآن کے دوران تحریف کرنے والا گروہ اپنا کام کر رہا تھا۔اللہ انہیں دیکھ رہا تھا۔وہ لوگ جنہیں وہ گمراہ کر رہے تھے۔وہ انہیں نہ پہچانتے تھے اور خدا نے بھی انہیں یہ کہہ کر آزاد چھوڑ دیا اور وہ اور اُن کے متبعین آج تک برابر تحریف کر رہے ہیں۔

۔''کرتے رہو جو کچھ تم چاہو''۔(علامہ) لہٰذا علامہ بھی اس ترجمہ کی رو سے تحریف میں آزاد و مختار ہیں اور اسی لئے کفر کی قسمیں اور تحریف کی شرطیں لگائی تھیں کہ جب مجھ پر اعتراض ہو تو تحریف کرسکوں۔یعنی ؎ پہلو کوئی تو رہے بات بدلنے کے لئے

103۔علامہ مودودی نے اپنی علمی قابلیت کی پیمائش کے مطابق قرآن میں ردوبدل کیا

ہم یہاں باقاعدہ طور پر علامہ پر تنقید نہیں کریں گے صرف اس قدر عرض کریں گے کہ قرآن کریم اور رسوؐل کریم کے بعد نہ کوئی اور کتاب آنے والی ہے، نہ رسوؐل یا نبیؐ مبعوث ہونے والا ہے۔اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات سمجھا جاتا ہے، اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی تمام ضروریات کا کفیل قرآن کو سمجھا گیا ہے۔اور اس عقیدہ کی وجہ خود قرآن نے نہایت سادہ، صریح، واضح اور عام فہم الفاظ میں بتائی ہے۔اور علامہ نے اس کا بالکل صحیح ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ سنئے:۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ O (۱۲/۱۱۱)

(۱)۔''یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے۔یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں۔بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں۔ان ہی کی تصدیق ہے۔اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت''۔(تفہیم جلد۲صفحہ ۴۳۸)

گو اس آیت کے بعد توضیح مقصد کے لئے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی لیکن یہ دکھانے کے لئے قرآن نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں ہر حجت مکمل کر دی ہے۔دوسرا مقام اور پھر علامہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتٰبِ لَارَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ O (۱۰/۳۷)

(۲) علامہ کا ترجمہ۔''اور یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے۔جو اللہ کی وحی و تعلیم کے بغیر تصنیف کر لیا جائے بلکہ یہ تو جو کچھ پہلے آ چکا تھا۔اس کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرماں روائے کائنات کی طرف سے ہے''۔**(تفہیم جلد۲صفحہ ۲۸۵)** وضاحتی نوٹ بھی سن لیں ارشاد ہے کہ:۔

(۳)۔''۴۵؎ <u>جو کچھ پہلے آ چکا تھا</u>۔اُس کی تصدیق ہے۔یعنی ابتداء سے جو <u>اصولی تعلیمات</u> انبیاعلیہم السلام کی معرفت انسان کو بھیجی جاتی رہی ہیں۔یہ قرآن ان سے ہٹ کر <u>کوئی نئی چیز نہیں پیش کر رہا ہے</u>۔بلکہ ان ہی کی تصدیق و توثیق کر رہا ہے۔اگر یہ کسی نئے مذہب کے بانی کی ذہنی اپج کا نتیجہ ہوتا۔تو اس میں ضرور یہ کوشش پائی جاتی کہ پرانی صداقتوں کے ساتھ کچھ اپنا نرالا رنگ بھی ملا کر اپنی شان امتیاز نمایاں کی جائے۔

۔''الکتاب کی تفصیل ہے''. یعنی ان <u>اصولی تعلیمات</u> کو جو تمام کتب آسمانی کا لُبِّ لُباب (الکتاب) ہیں۔اس میں پھیلا کر، دلائل و شواہد کے ساتھ تلقین و تفہیم کے ساتھ، تشریح و توضیح کے ساتھ۔اور عملی حالات پر انطباق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے''۔(تفہیم جلد۲صفحہ ۲۸۵۔۲۸۶)۔

گو یہاں تک بداہتاً ثابت ہو گیا کہ قرآن میں کائنات کی ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔مگر ایک دوسرا پہلو بھی سامنے رکھنا چاہتے

ہیں۔اس لئے لاتعداد آیات کونظر انداز کر کے صرف ایک اور پڑھنے کی زحمت دیتے ہیں۔ملاحظہ ہوفرمایا گیا ہے کہ:۔

(۴)علامہ کا ترجمہ:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَO(۱۶/۸۹)

۔’’اورہم نے یہ کتاب تم پرنازل کردی ہے۔جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے۔اور ہدایت ورحمت وبشارت ہے، ان لوگوں کے لئے جنہوں نے سرتسلیم خم کردیا ہے‘‘۔(تفہیم جلد۲صفحہ۵۶۴)

(۵) تینوں آیات کا تجزیہ

(الف) تینوں آیات میں اللہ نے اعلان کیا کہ اس قرآن میں ہر چیز کا تفصیلی اور واضح بیان ہے۔

(ب) یہ کتاب ان لوگوں کے لئے رحمت وہدایت ہے۔جو اس پر اور اس میں اللہ کے بیانات پر بے چوں وچرا ایمان لاتے ہیں۔

(ج) یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت ورحمت اور بشارت ہے۔جو اس کے ہر بیان پر سرتسلیم خم کریں۔

(د) اس کتاب میں کوئی بات خواہ مخواہ فضول یا بناوٹی نہیں ہے۔

(ہ) اس کتاب کے کسی بیان میں شک نہیں ہے۔

(۶) ظاہر ہوا کہ جو لوگ اس کے ہر ہر بیان کے سامنے سرتسلیم خم نہ کریں۔یا اس میں کسی حیثیت سے شک کریں۔یا کسی بات کو محض زیب داستان سمجھیں۔وہ نہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔نہ انہیں اس سے ہدایت ورحمت وبشارت مل سکتی ہے۔

(۷)قرآن کے متعلق اوران آیات کے متعلق علامہ کا قلبی عقیدہ

اب علامہ کی تحریف اوران کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔فرماتے ہیں۔

(الف)۔’’یعنی ہر اس چیز کی تفصیل جو انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے ضروری ہو۔بعض لوگ ہر چیز کی تفصیل سے مراد خواہ مخواہ دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل لے لیتے ہیں اور پھران کو یہ پریشانی پیش آتی ہے کہ قرآن میں جنگلات اورطب اور ریاضی اور دوسرے علوم وفنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی‘‘۔**(تفہیم جلد۲صفحہ۴۳۸)**

(ب)دوسرا انکار:۔’’یعنی ہر ایسی چیز کی وضاحت جس پر ہدایت وضلالت اورفلاح وخسران کا مدار ہے۔جس کا جاننا راست روی کے لئے ضروری ہے۔جس سے حق وباطل کا فرق نمایاں ہوتا ہے۔غلطی سے لوگ تبیانا لکل شی ء اوراس کے ہم معنی آیات کا مطلب یہ لے لیتے ہیں کہ قرآن میں سب کچھ بیان کردیا گیا ہے۔پھروہ اسے نباہنے کے لئے قرآن سے سائنس

اور فنون کے عجیب عجیب مضامین نکالنے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں‘‘۔(تفہیم جلد۲ صفحہ ۵۶۴)

(۸) علامہ نے کن کن چیزوں کا انکار کیا ہے

آپ نے دیکھ لیا کہ علامہ نے لفظ کل اور تفصیل کے موجود ہوتے ہوئے قرآن میں ہر شے کی تفصیل کا انکار کر دیا۔انہوں نے بتایا کہ قرآن میں:۔

(الف) علم طب کی تفصیل نہیں۔(ب) جنگلات کا بیان نہیں۔(ج) علم ریاضی نہیں۔(د) سائنس نہیں ہے۔

یہ ہے علامہ کی تحریف جو اُن کے بیان کردہ تمام قاعدوں پر پوری اترتی ہے۔علامہ نے فرمایا تھا کہ:۔

(۹) تحریف علامہ کی نظر میں کفر تھی

۔’’آیات سے کفر کرنے کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً ایک یہ کہ:۔

(الف) جو بات اپنے خیالات یا خواہشات کے خلاف پائی اس کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

(ب) ایک بات کو یہ جانتے ہوئے کہ خدا نے فرمائی ہے۔پوری ڈھٹائی اور سرکشی کے ساتھ اس کی خلاف ورزی کی اور حکم الٰہی کی کچھ پرواہ نہ کی۔

(ج) ارشاد الٰہی کے مطلب و مفہوم کو اچھی طرح جاننے اور سمجھنے کے باوجود اپنی خواہش کے مطابق اسے بدل ڈالا‘‘۔

(تفہیم جلد اول صفحہ ۸۰)

(۱۰) ان دونوں میں سچا کون ہے؟

(الف) اللہ اور قرآن کہتے ہیں کہ قرآن میں ہر شے کی تفصیل ہے۔

(ب) جناب علامہ کہتے ہیں کہ ہر شے کی تفصیل قرآن میں نہیں ہے۔مثلاً طب، سائنس، جنگلات اور علم ریاضی و دیگر علوم و فنون کی تفصیل نہیں ہے۔

104۔نزولِ قرآن کے دوران مسلمان، اجتہاد اور طاغوت

ہم یہ دیکھ چکے کہ مسلمانوں میں ایسے حضرات موجود تھے۔جن کے اشارہ اور رضامندی کے بغیر خود رسولؐ اللہ کا حکم بھی ٹال دیا جاتا تھا۔(ان لـم تـوتـوا...) اب اس جماعت کا تذکرہ دوسرے انداز میں ملاحظہ فرمائیں۔سورہ نساء میں مومنین کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات میں رسولؐ اللہ سے فیصلہ کرائیں۔(۴/۵۹) اور مومن ہونے کی شرط یہی بتائی ہے۔یعنی قرآن و رسولؐ کے علاوہ کسی اور سے فیصلہ کرانا کفر ہے۔اس کے بعد اس جماعت کا تذکرہ شروع کیا گیا۔جس کو مجتہدین نے

تیار کیا تھا۔ جوان کی اجازت کے بغیر مسلمان رہتے ہوئے بھی رسولؐ کے حکم کو ٹال دیا کرتے تھے۔ علامہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اَلَمۡ تَرَاِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّھُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡآ اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡااَنۡ یَّکۡفُرُوۡابِہٖ (4/60)

۔’’اے نبیؐ تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں ۔اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے۔اوران کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں۔مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے طاغوت کی طرف رجوع کریں۔ حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا‘‘۔(۴/۶۰)(تفہیم جلد اول صفحہ ۳۶۶۔۳۶۷)

یہاں علامہ کی زبان اورآیت کے الفاظ سے مسلمانوں میں ایسی جماعت ثابت ہے جو مومن کہلاتی ہے۔اورآنخضرتؐ کے احکامات میں تکلف کرتی ہے۔ یہ وہ عوام مومنین ہیں جو مجتہد نے تیار کئے ہیں۔مسلمانوں کی اس جماعت کو باقی مسلمان نہیں پہچانتے۔اس لئے ان کو اپنا ہم خیال بنانے میں انہیں کوئی دقت نہیں ہے۔ایسی جماعت کا بڑھتے جانا کس قدر خطرناک ہوسکتا ہے ہم علامہ کے قلم سے دکھائیں گے۔فی الحال علامہ سے طاغوت کے معنی سمجھ لیں تاکہ آئندہ مجتہد کی عظمت ذہن میں رہے۔

105۔علامہ مودودی اور طاغوت

توضیحی نوٹ میں فرماتے ہیں:۔

۔’’یہاں صریح طور پر۔’’طاغوت‘‘۔سے مراد وہ حاکم ہے۔جو قانون الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو‘‘۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۳۶۷)

اِس بیان سے واضح وثابت ہے کہ مسلمانوں کے ایک گروہ یا جماعت یا فرقہ نے اسلام کے اندر رہتے ہوئے آنخضرتؐ کے علاوہ ایک مرکز بنالیا تھا۔اسی مرکز کا ایک نام طاغوت ہے۔وہ گروہ رسوؐل سے غلطیاں سرزد ہونا مانتا ہے مگر اس مرکز کو وہ اس لئے معصوم سمجھتا ہے کہ یہ کوئی فردِ واحد نہیں ہے بلکہ ایک جماعت ہے۔اسی لئے اس جماعت کا فیصلہ آج تک قرآن وحدیث اوررسولؐ کے حکم کو رفع کردیتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ایسے احکام موجود ہیں اور حدیثیں بھی ایسی موجود ہیں جن کے خلاف مجتہدین کے اجماعی احکامات آج امت میں جاری ہیں۔اورقرآن ورسولؐ کے احکامات پر عمل نہیں ہورہا ہے۔ بہر حال قرآن کریم نے نظام اجتہاد کے ہر حربہ سے قرآن میں خبردار کیا لیکن مسلمانوں کو یہ بتایا جاتا رہا کہ یہ یہودیوں کی شان میں نازل ہے،اس میں نصاریٰ کا تذکرہ ہے۔جیسا کہ علامہ نے بھی جناب حذیفہؓ کا بیان نقل کیا ہے۔

یہاں تحریف پر قرآن کا ایک اور مقام ملاحظہ ہو۔

106۔نظامِ اجتہاد اور قرآن

مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ:۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤمِنُوْا لَکُمْ وَقَدْ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَسْمَعُوْنَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَہٗ مِنْ بَعْدِ مَاعَقَلُوْہُ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَo وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَا بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ قَالُوْا اَتُحَدِّثُوْنَھُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ لِیُحَآجُّوْکُمْ بِہٖ عِنْدَ رَبِّکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَo (سورۃ البقرآیت نمبر۷۵۔۷۶)

۔’’کیا تم کو یہ طمع ہے۔کہ وہ تمہاری طرزِ تفہیم پر ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ ان میں علماء اور عقلا کی ایک جماعت چلی آ رہی ہے۔جو کلام اللہ کو سن کر اسے نہایت عاقلانہ اور عالمانہ انداز میں تبدیل کرتی چلی آتی ہے اور وہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو خود کو مومن کہتے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے سے خلوت میں ملتے ہیں۔تو پوچھتے ہیں کہ تم لوگ انہیں وہ باتیں تو نہیں بتاتے جو اللہ نے تم پر ظاہر کر دی ہیں کہ وہ تمہارے پروردگار کے سامنے تم پر بطور حجت پیش کر سکیں۔کیا تم عاقلانہ رویہ اختیار نہیں کرتے ہو‘‘۔

ان آیات میں آپ اس جماعت کو پھر دیکھ رہے ہیں۔جو مسلمانوں کے اندر گھلی ملی چل رہی ہے۔اور مومنین میں شامل رہتے ہوئے اپنے حقیقی مرکز سے رابطہ بھی رکھتی ہے اور خفیہ طور پر ہدایات حاصل کر کے مسلمانوں میں اپنا رول (ROLE) ادا کر رہی ہے۔کچھ مومنین کے متعلق پہلی آیت بتاتی ہے کہ انہیں بعض کافروں کے مسلمان ہو جانے کی تمنا ہے۔لہٰذا وہ مومنین ان کافروں کے ساتھ بہت زیادہ نرم اور غیر ضروری مراعات کا رویہ رکھتے معلوم ہوتے ہیں۔ان کو اس طرزِ عمل سے باز رکھنے کے لئے اللہ نے ان پر طمع کا الزام لگایا ہے اور ان کو بتایا ہے کہ اسلام کی جن تعلیمات کی بنا پر تم ان کے مسلمان ہو جانے کی توقع اور تمنا رکھتے ہو۔ان تعلیمات کا ان کافروں پر اس لئے اثر نہیں ہو سکتا کہ ان کے یہاں مسلسل نظامِ اجتہاد قائم رہتا چلا آیا ہے۔جو الہامی تعلیمات اور کتبہائے خداوندی کی آیات کو نہایت چابکدستی اور عاقلانہ انداز میں اپنے نظام پر فٹ کر لینے میں مہارتِ تامہ رکھتا ہے۔اب تم ان سے یہ احمقانہ تمنا نہ کرو کہ وہ اسلام کو بلا اجتہادی بصیرت استعمال کئے اختیار کر لیں گے۔لہٰذا اس تمنا میں دبتے دبتے کہیں تم خود اجتہاد کی بھینٹ نہ چڑھ جاؤ۔اس کے بعد والی آیت (۲/۷۷) میں اللہ نے بتلایا ہے کہ وہ نظامِ اجتہاد کے پوشیدہ اور اعلانیہ دونوں منصوبوں سے واقف ہے۔مطلب یہ کہ اگر مسلمان خود ہی اجتہاد قبول نہ کریں تو انہیں اللہ محفوظ رکھ سکتا ہے۔اس کے بعد والی آیات (۷۸۔۷۹۔۸۰) میں نظامِ اجتہاد کا مرکز،اس کا فنڈ،ان کا اصول استنباط اور کلام اللہ کو اختیار کرنے کی شرط بیان کرتی ہیں۔ان کے معانی و مفاہیم میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں،ان سے بچنے اور اہل مکہ کی صحیح پوزیشن سمجھنے کے لئے بہت سی آیات کی ضرورت ہے۔فی الحال ایک آیت دیکھ لیں۔اس کے بعد مذکورہ آیات سامنے لائی جائیں گی۔

107۔ اہلِ مکہ تمام امتوں سے زیادہ ہدایت یافتہ تھے

آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے اہل مکہ عقل وبصیرت وہدایت کے جس مقام پر فائز تھے اس کا ذکر اللہ فرمارہا ہے کہ:۔

علامہ کا ترجمہ دیکھیں

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ۙ۝ اسۡتِكۡبَارًا فِى الۡاَرۡضِ وَمَكۡرَ السَّيِّئِ الخ (۴۲۔۴۳/۳۵)

۔''یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے۔ کہ اگر کوئی خبردار کرنے والا ان کے ہاں آ گیا ہوتا تو یہ دنیا کی ہر دوسری قوم سے بڑھ کر راست رو ہوتے۔مگر جب خبردار کرنے والا ان کے پاس آ گیا تو اس کی آمد نے ان کے اندر حق سے فرار کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کیا۔ یہ زمین میں اور زیادہ استکبار کرنے لگے۔اور بری بری چالیں چلنے لگے''۔(۴۲۔۴۳/۳۵)

ہمارے ریمارک سے پہلے یہ بھی دیکھ لیں کہ:۔

108۔ یہود ونصاریٰ اہلِ مکہ کی نظر میں گھٹیا لوگ تھے

اہل مکہ اجتہاد اور ہدایت یافتگی میں یہود ونصاریٰ سے بڑھ کر تھے۔علامہ نے فرمایا ہے کہ۔''یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کے لوگ عموماً اور قریش کے لوگ خصوصاً یہود ونصاریٰ کی بگڑی ہوئی اخلاقی حالت دیکھ کر کہا کرتے تھے۔ ان کے اس قول کا ذکر اس سے پہلے سورہ انعام آیات ۱۵۶۔۱۵۷ میں بھی گذر چکا ہے۔ اور آگے سورہ صافات (۱۶۷تا۱۶۹) میں بھی آ رہا ہے''۔(تفہیم جلد۴ صفحہ ۲۴۰ تا صفحہ ۲۴۱)

آپ نے دیکھا کہ قرآن کریم نے عربوں کا جو قول نقل کیا ہے۔وہ اس صورت میں بھی کافی ہے۔جو علامہ نے بگاڑی ہے۔ہم علامہ کی تحریفِ قرآن پر مستقل باب کھولیں گے۔یہاں صرف اس قدر دیکھیں کہ اللہ نے کہا کہ عربوں کا دعویٰ تمام امتوں کے مقابلے میں تھا۔مگر چونکہ علامہ عربوں کو امت نہیں مانتے اور یہ بھی نہیں مانتے کہ ان کو پہلے کوئی کتاب ملی تھی۔لہٰذا امت ماننے ہی کتاب اور رسولؐ کا ماننا لازم ہے۔اس لئے قرآن میں لفظ امم ہوتے ہوئے بھی علامہ نے ترجمہ میں قوم لکھا ہے تاکہ ان کے مکتب فکر پر زد نہ پڑے اور دنیا جانتی ہے کہ جناب ابراہیمؑ واسماعیلؑ عربوں کے نبیؑ تھے اور صُحف ابراہیمؑ کا ثبوت قرآن میں موجود ہے۔

پھر علامہ نے یہ پرواہ نہیں کی کہ''واقسموا''اور قسم کھائی انہوں نے کے بعد اَیۡمَانِھِمۡ کا ترجمہ غائب ہو جائے گا۔جَهۡدَ کے معنی غلط کئے ہیں۔جھد ہی سے اجتہاد بنتا ہے۔جدو جہد کے معنی بچہ بچہ جانتا ہے۔اللہ نے حقیقتاً یہ فرمایا ہے کہ:۔

109۔ وہ حقائق جو علامہ سے پوشیدہ رہ گئے ہیں

عربوں نے نہایت جدوجہد کے ساتھ اور قسمیہ طور پر یہ عہد کر رکھا تھا کہ ہم اس مقامِ ہدایت پر فائز ہیں۔ کہ اگر کوئی نذیر آ جائے تو ہم دنیا کی تمام امتوں سے زیادہ ہدایت یافتہ پائے جائیں گے۔ اور بقول علامہ یہ سب کچھ یہود ونصاریٰ کی تبلیغ وہدایت کو رد کرنے کے لئے کہا جاتا تھا۔ یعنی ہمیں اب مزید کسی ہدایت کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ لہٰذا جب ان کے پاس آنحضرتؐ بطور نذیر آئے۔ انہوں نے جو کچھ کیا وہ وہی کچھ ہے جو علامہ یا دیگر مجتہدین کرتے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے اجتہاد اور قومی بصیرت کی شرط پر اسلام کا اقرار کیا۔ اس اقرار کو قرآن اور اللہ ورسولؐ نے کفر قرار دیا۔ چند روز میں مجتہدین کا غلبہ ہو گیا اور کفر ونفاق کی صدائیں دھیمی پڑ گئیں۔ لہٰذا وہ مذہب جو آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے موجود تھا وہ برابر جاری رہا۔ کچھ نام ناموں سے بدل گئے اور کچھ کام کرنے کا طریقہ بدل گیا۔ عوام کو کیا معلوم کہ علامہ اَیۡمَانِهِمۡ کا ترجمہ جہاں موقعہ ہوتا ہے ان کی قسمیں کر لیتے ہیں (۵۸/۱۶) اور جہاں ضرورت ہو وہاں اسی لفظ اَیۡمَانِهِمۡ کا ترجمہ عہد کر دیتے ہیں (۹/۱۳) اور جب کوئی نہ دیکھ رہا ہو تو حلف کے معنی بھی قسم ہی رگڑ دیتے ہیں (۵۸/۱۴)

یہ ہے وہ کھلی تحریف جس کی حسبِ موقعہ مذمت بھی کی جاتی ہے تا کہ علامہ کو تحریف کرنے والوں میں شمار نہ کیا جا سکے۔ لیکن یہ ہماری منصبی ذمہ داری ہے کہ تمام محرفین اور مجتہدین سے عوام کو روشناس کرا دیں۔ ہم نہ شیعہ لیبل کی پرواہ کرتے ہیں نہ سنی لیبل کی رعایت۔ حق بات جو بھی کہے ہم اسکے ساتھی ہیں۔ ہمارا مذہب ہی یہ ہے کہ غلط کاروں کی نہ اتباع کی جائے اور نہ ان کے اعمال پر پردہ ڈال کر عوام کو دھوکا دیا جائے۔ مجتہدین نے جن آیات کے خلاف محاذ بنایا۔ اور جن آیات کے عمل درآمد پر علامہ نے مجتہدین کی وہ مذمت اور جواب لکھا جو حضرت حذیفہؓ نے دیا تھا کہ کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے لئے یہود ونصاریٰ کہ کڑوا کڑوا، یعنی قرآن کی ساری مذمتیں یہود ونصاریٰ کے لئے ہیں۔ اور میٹھا میٹھا یعنی حمد وثنا جو قرآن کرتا ہے وہ سب تمہارے لئے ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ __خدا کی قسم تم قدم بقدم یہود ونصاریٰ کی طرح اپنی کتاب یعنی قرآن میں تحریف، تغیر وتبدل کرو گے__۔ جناب حذیفہؓ کی یہ روایت جہاں جہاں علامہ کو لانا پڑی ہے ان آیات کو خود علامہ کے قلم سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ تا کہ آپ کو احکام دینے پر مودودی صاحب کا موقف معلوم ہو جائے۔ پھر آپ کے سامنے وہ چالاکی رکھی جائے گی جو علامہ اور دیگر مجتہدین نے ان آیات سے بچنے اور خودساختہ احکام امت میں جاری کرنے کیلئے اختیار کی ہوئی ہے۔ آنے والی آیات ایسے بیانات کے اندر موجود ہیں۔ جس کو اگر پورا (۵/۴۱ سے ۵/۵۶ تک) پڑھ لیا جائے تو اللہ ورسولؐ اور حقیقی مومنین کا طریقہ اور دشمنانِ اسلام یعنی مجتہدین کی کوششیں واضح ہو جاتی ہیں۔ بہر حال علامہ مودودی صاحب کی بات سنیں کیا فرماتے ہیں۔

110۔ کتاب اللہ سے حکم نہ دینے والا فاسق، ظالم، کافر

علامہ نے سورہ المائدہ کی تین آیتوں (۵/۴۴، ۵/۴۵، ۵/۴۷) کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ سرسری طور پر سامنے آ چکا ہے۔ یہاں پر علامہ کا ترجمہ ایک دفعہ پھر پڑھیں۔ اور ہمیں بتائیں کہ کیا آپ کو اس ترجمہ میں کوئی چالاکی نظر آتی ہے۔ یا نہیں؟

(الف) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ O ۔(۵/۴۴)

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں

(ب) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O (۵/۴۵)

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

(ج) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (۵/۴۷)

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۴۷۵-۴۷۴)

قارئین اس چالاکی کو نوٹ نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ علامہ جن لوگوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں وہ اسی طرح ترجمہ کرتے آئے ہیں۔ یعنی یہ چالاکی آج سے نہیں۔ بلکہ قدیم الایام سے چلی آ رہی ہے۔ لہٰذا لوگ اسی ترجمہ کے عادی ہو چکے ہیں۔ بلا مددوہ لوگ اتنی ہلکی، باریک اور دوررس چالاکی کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ پھر علامہ نے تو تفہیم القرآن کے دیباچہ میں الفاظ کی رعایت کے ساتھ ترجمہ کرنے کی ایسی خاموش اور بھرپور مذمت کی ہے کہ عام قاری ایسے تمام تراجم سے متنفر ہو کر رہ جاتا ہے جہاں قرآن کے الفاظ کے ساتھ ساتھ ترجمہ چلتا ہے۔ لیکن قارئین یاد رکھیں کہ رنگینی عبارت، گرمیٔ محفل کے ساتھ ساتھ علامہ ٹائپ ترجمہ میں تمام چھل فریب پوشیدہ رہ سکتے ہیں مگر تحت لفظ ترجمہ میں مترجم فوراً پکڑا جاتا ہے۔

111۔ علامہ مودودی کی تحریف فی القرآن

چنانچہ علامہ کے ترجمہ میں کوئی ایسا لفظ آیت میں موجود نہیں ہے جس کا ترجمہ لفظ ''قانون'' سے ظاہر کیا جائے۔ علامہ نے نہایت ٹھاٹ سے ان تینوں تراجم میں لفظ قانون کا اضافہ فرما دیا ہے جو پہلے نمبر کا کفر ہے۔ علامہ تحریف پر کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ دوسرا لفظ ہے ''مطابق'' یہ خود عربی کا لفظ ہے۔ اس کو بھی باہر سے لا کر آیت میں داخل کیا گیا ہے۔ اس ترجمہ کے آیت کے الفاظ یوں ہوں گے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمُطَابق مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ (اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے) حکم کے معنی فیصلہ کرنے پر ہم گرفت نہیں کر رہے ہیں۔ ایک بھولا بھالا قاری علامہ کے ترجمہ سے اتنا تو سمجھ جاتا ہے کہ ہر فیصلہ قرآن کے

ماتحت رہنا چاہیے ۔لیکن اللہ کا یہ منشانہیں ہے ۔اس کا منشا قرآن کے الفاظ میں موجود ہے ۔یعنی جو بھی فیصلہ کیا جائے وہ قرآن سے کیا جائے گا ۔ یہاں مَـآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ سے مراد قرآن کریم ہے ۔اس پر علامہ اور تمام علماء بھی متفق ہیں ۔مگر ترجمہ میں لفظ مطابق داخل کر کے وہ مقصد خداوندی کو الٹ لینے کی گنجائش پیدا کر لیتے ہیں تا کہ یہ بحث چھیڑی جا سکے کہ فلاں حکم قرآن کے مطابق ہے یا نہیں؟ چنانچہ قادیانی مرزا غلام احمد صاحب کو قرآن کے مطابق نبی مانتے ہیں ۔ بہائی و بابی مذاہب والے علی محمد باب اور بہاء اللہ کو قرآن کے مطابق رسول کہتے ہیں ۔لقمانی لوگ رضا لقمان کو قرآن کے مطابق نقیب اور مہدی بتاتے ہیں ۔ اہلسنت اپنے مذہب کو قرآن کے مطابق حق قرار دیتے ہیں ۔اور مجتہدین خصوصاً مسٹر پرویز اور علامہ مودودی قرآن کے مطابق تمام انبیاؑ کو عموماً اور آنحضرتؐ کو خصوصاً (معاذ اللہ) خطا کار کہتے ہیں ۔متعہ قرآن کے مطابق حلال بھی بتایا جاتا ہے ۔اور قرآن ہی کے مطابق اُسے حرام بھی کہا جاتا ہے ۔یعنی اس لفظ ۔ ''مطابق'' ۔ میں بڑی بڑی گنجائشیں ہیں ۔حرام سے لے کر حلال تک اس میں داخل اور کفر سے لے کر ایمان تک اس میں موجود ۔ یہی سبب ہے کہ قرآن کریم اس قسم کے الفاظ اپنی زبان میں استعمال نہیں کرتا ۔ ثابت ہوا کہ بھولے بھالے عوام کے لئے یہ فیصلہ کرنا ناممکن ہے کہ کون سی بات قرآن کے مطابق ہے اور کون سی قرآن کے مخالف ۔مگر اس سارے جھگڑے کو علاماؤں یا مجتہدین کے حوالے کر کے آپ علامہ رفیع الدین کا تحت لفظ ترجمہ دیکھیں ۔

(الف) وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ O

اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہ ہیں کافر (رفیع الدین مترجمہ قرآن) (۵/۴۴)

(ب) وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ O ۔اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہ ہیں ظالم (۵/۴۵)

(ج) وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَO

اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے بس یہ لوگ وہی ہیں فاسق (۵/۴۷)

یہ ہے وہ ترجمہ جس کی وجہ سے علامہ نے تمام سابقہ مترجمین کی نام بنام مذمت کی ہے (تفہیم کا دیباچہ) اور کیوں نہ ہو اِس ترجمہ سے علامہ کی چالا کی پکڑی گئی ۔ لہٰذا ایسے ترجمے کو علامہ کنڈیم نہ کریں تو جائیں کہاں؟ بات صاف ہوگئی کہ جو بھی حکم کرے یا فیصلہ دے وہ قرآن کے مطابق وطابق نہیں ۔ بلکہ قرآن میں نازل شدہ فیصلہ ہونا چاہئے یعنی ہر قاضی اور ہر مفتی کو قرآن سے ایک عدد یا چند آیات لکھنا ہوں گی ۔اس صورت میں ہر عالم و جاہل اس فیصلہ کو قرآن کھول کر آیت نمبر ملا کر الفاظ پڑھ کر مقابلہ کر کے دیکھ لے گا ۔اور کہہ دے گا یہ حکم صحیح ہے ۔ یا غلط ہے ۔مگر مطابقت کا چکر کبھی ختم نہ ہوگا ۔ یہ سبب ہے کہ علامہ نے آزاد ترجمانی یعنی فری اسٹائل (FREE STYLE) ترجمہ کی بنیاد ڈالی تا کہ جہاں جو دل چاہے کہہ کر قرآن کے مطابق

ہونے کا چکر چلا دیا جائے۔ چنانچہ علامہ کی تحریف ثابت ہوگئی اور تحریف کرنے والے پر علامہ نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ قرآن کریم میں تحریف ایک فیشن اور دستور بن گیا ہے۔ ہر مترجم بے دریغ تحریف کرتا چلا جاتا ہے۔ اس میں شیعہ سنی دونوں شامل ہیں۔ اپنے گھر میں ترجمہ والے قرآن میں سورہ مائدہ کی ۴۴۔۴۵ اور ۴۷ ویں آیات کا ترجمہ دیکھیں اور خوشی سے بغلیں بجائیں۔

112۔علماء سے صحیح ترجمہ کرانے کے لئے انہیں دھوکہ دینا ہوگا

ہمارے قارئین سنیں کہ ان پر اب واجب ہوگیا ہے کہ ہر ترجمہ کو جانچے بغیر ہرگز قبول نہ کریں۔ آیت کے الفاظ الگ الگ لکھیں۔ اور علماء سے ان کے معنی صرف اس طرح معلوم کریں کہ کسی ایک عالم کو صرف ایک لفظ نظر آئے۔ ورنہ وہ ہوشیار ہو جائیں گے۔ مثلاً

۱۔و کے معنی سب جانتے ہیں ''اور''

۲۔من کے معنی۔ جو۔ جو کوئی۔ جس۔ کون

۳۔لم کے معنی۔ نہ۔ نہیں

۴۔یحکم کے معنی۔ حکم کرتا ہے یا حکم کریگا وہ مذکر

۵۔بما کے معنی۔ ساتھ جو۔ جس کے ساتھ۔ جس سے۔ جو کچھ

۶۔انزل کے معنی۔ اتارا ہے اس مذکر نے

۷۔اللہ کے معنی۔ اللہ

اگر اس طرح آپ نے معنی لکھوائے تو چونکہ علماء کو پتہ نہ چلے گا کہ آپ کی اسکیم کیا ہے۔ لہٰذا وہ صحیح معنی بتا دیں گے۔ اور یوں آپ کو ان کا ڈھونگ معلوم ہو جائے گا۔ بہر حال اب ہم مودودی صاحب کے ترجمہ کے متعلق عرض کریں کہ انہوں نے آیت میں جس لفظ کی جگہ لفظ مطابق گھسایا تھا وہ بِمَا ہے۔ اگر بِمَا کے معنی واقعی مطابق ہیں تو مندرجہ مقامات ملاحظہ ہوں۔

113۔علامہ مودودی نے قرآن کریم کو کھلونا بنا کر رکھ دیا ہے

جہاں آیات میں اللہ نے **بما** کو استعمال فرمایا ہے۔ پہلے اسی سورہ میں

(۱) اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ. ۵/۸ (بما: جو کچھ) ''جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' تفہیم اول صفحہ ۴۴۹

(۲) وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا کَانُوۡا یَکۡتُمُوۡنَ O (۵/۶۱) (بما: جو کچھ)

اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں (صفحہ ۴۸۴)

(۳)وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌO(۲/۲۳۳)(بما: جو کچھ)

جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ کی نظر میں ہے صفحہ ۱۷۹

(۴)وَاللّٰهُ بِمَاتَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌO(۳/۱۸۰)(بما: جو کچھ)

اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے (تفہیم جلد اول صفحہ ۳۰۶)

(۵)فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَاتَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًاO(۴/۱۳۵)(بما: جو کچھ)

جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

یہ تمام حوالے تفہیم القرآن جلد اول میں ملاحظہ فرما کر یہ فیصلہ کرلیں کہ علامہ نے قرآن سے فیصلہ نہ کرنے کی مہم کی تائید کی تھی۔اس لئے بِمَا کے معنی مطابق کئے گئے تھے۔اب علامہ کا ترجمہ خود ان کی تحریر سے یوں کرلیں:۔

وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ O۔ ''اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے اس سے فیصلہ نہ کرنے والا کافر ہے۔۲۔ظالم ہے۔۳۔فاسق ہے''۔

مطلب واضح ہوگیا کہ ہر فیصلہ قرآن سے کیا جائے گا۔اللہ کی آیات نافذ کی جائیں گی۔کہیں باہر سے نہ الفاظ لائے جائیں گے، نہ مطالب امپورٹ کئے جائیں گے۔اگر اللہ کی یہ شرط مان لی ہوتی یا مان لی جائے تو علما، مجتہدین، فقہا اور علماؤں کا یہ اژدھام یہ انبوہ صفر سے ضرب کھا کر صفر رہ جائے۔یہ بھیڑ بھاڑ تو لفظ مطابق کی وجہ سے ہے۔جو چاہا اپنی طرف سے لکھ دیا اور قرآن کے مطابق کہہ دیا۔چھٹی ہوئی۔کسی کو کیا پتہ کہ وہ قرآن نہیں بلکہ اُن کی اپنی منشاء ہے۔اسی طرح کی صورتحال پر فرمایا گیا تھا کہ علامہ کا ترجمہ دیکھیں:

114۔شرعی حکم اللہ کا نازل شدہ حکم ہونا چاہیئے

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِاللّٰهِ (۲/۷۹)

۔''پس ہلاکت اور تباہی ہے۔ان لوگوں کے لئے۔جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں۔پھر لوگوں سے کہتے ہیں۔کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے''۔ (تفہیم جلد اول صفحہ ۸۸۔۸۹)

یہاں علامہ متفق ہیں حالانکہ یہ اتفاق ان کے مجتہدانہ طرزِ عمل کو باطل قرار دیتا ہے۔یہاں اللہ ہر گز مذمت نہ کرتا اگر وہ لوگ اس نوشتہ کو اللہ کے نازل کردہ میں سے لکھتے۔یعنی خدا کو ہر گز منظور نہیں ہے کہ کہیں باہر سے کوئی شرعی حکم لکھ لیا جائے اور اسے خدا کا حکم یا خدا کے حکم کے مطابق بتایا جائے۔چنانچہ علامہ کا توضیحی نوٹ ملاحظہ ہو وہ بھی باہر کا حکم لکھنے کی آزاد مذمت کر رہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ:۔

115۔علماء ہر مذہب میں اجتہادو تحریف کرتے رہے ہیں

۔''یہ ان کے علماء کے متعلق ارشاد ہورہا ہے۔ان لوگوں نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ کلام الٰہی کے معنی کو اپنی خواہشات کے مطابق بدلا ہو۔بلکہ یہ بھی کیا کہ بائیبل میں اپنی تفسیروں کو اپنی قومی تاریخ کو۔اپنے اوہام وقیاسات کو۔اپنے خیالی فلسفوں کو۔اوراپنے اجتہاد سے وضع کئے ہوئے فقہی قوانین کو کلام الٰہی کے ساتھ خلط ملط کردیا۔اوریہ ساری چیزیں لوگوں کے سامنے اس حیثیت سے پیش کیں کہ گویا یہ سب اللہ ہی کی طرف سے آئی ہوئی ہیں۔ہر تاریخی افسانہ۔ہر مفسر کی تاویل۔ہر متکلم کا الٰہیاتی عقیدہ۔اور ہر فقیہ کا قانونی اجتہاد جس نے مجموعہ کتب مقدسہ(بائبل)میں جگہ پالی۔اللہ کا قول (WORD OF GOD) بن کررہ گیا۔اس پر ایمان لانا فرض ہوگیا۔اوراس سے پھرنے کے معنی دین سے پھر جانے کے ہوگئے''۔(تفہیم جلداول صفحہ ۸۹)

116۔عربوں میں مؤرخ،مفسر،مجتہداورمتکلمین موجود تھے۔علامہ مودودی

چونکہ اہل کتاب کا معاملہ تھا۔اس لئے علامہ نے یہاں پورازور لگادیا۔اورایسی باتیں بھی کہہ گذرے جوخوداُن کے خودساختہ اسلام کے خلاف ہیں۔ناظرین دو باتیں نوٹ کرلیں۔پہلی بات یہ کہ یہ تمام مخاطبین عرب کے بلکہ مدینہ کے باشندے تھے۔لہٰذا عربوں کو ہرگز جاہل نہ مانیں۔ان میں علامہ کے بیان کے مطابق مؤرخین،مفسرین،متکلمین،فقہاومجتہدین اور مقننین خودیاان کے افکارونظام موجود تھے۔چنانچہ مسلمان ہوجانے والوں میں یہ تمام تعلیمات خصوصاً تفسیر واجتہاد کی قوت وپسندیدگی موجود ہونا یقینی تھی۔لہٰذا مسلمانوں کی وہ جماعت جس کا تذکرہ ہوتا چلا آیا ہے۔علامہ کی تائید سے ثابت ہوگئی۔جنہوں نے قرآن میں تبدیلی کی۔

دوسری بات یہ نوٹ کریں۔کہ مندرجہ بالا جماعت نے پہلے قرآن کی اشاعت کوروکا پھراسے مشکوک کیا۔لیکن جب یہ قرآن میں ردوبدل سے مایوس ہوگئے۔توقرآن سے باہر رہتے ہوئے،قرآن کے الفاظ کے معنی تبدیل کئے،خود قصّے کہانیاں گھڑیں،ان پر شانِ نزول منطبق کیا۔تاکہ ہرسورہ یا آیت کا رخ مطلوبہ ماحول پر فٹ کرلیا جائے۔روایات گھڑیں،جن میں الفاظ کے ایسے معنی اختیار کئے گئے۔جوقرآن کے الفاظ کارخ موڑسکیں۔ایسی لغات تیار کی گئیں جن میں ایک ایک لفظ کے بیس بیس معنی رگڑ دیئے تاکہ قرآن کے الفاظ سے کھیلا جاسکے۔حتیٰ کہ ایسے اشعار کہے گئے جن کوقدیم زمانہ کے بتاکرمعنی کی سند لی جائے۔پھرخودساختہ روایات وواقعات پرقرآن کوڈھالنے کے لئے تفسیر کی ضخیم کتابیں لکھی گئیں۔یعنی قرآن کے متن یا الفاظ کو مجبوراًبرقراررکھنا پڑا تو تصورات ومقاصد قرآنی کوسر سے پیرتک بدل کررکھ دیا۔اورایک ملکی وقومی اسلام بنا کر پھیلایا گیا۔قرآن کریم میں تحریف کی ہرگز ضرورت پیش نہ آتی اگر رسولؐ اللہ نے عربوں کا یہ مطالبہ منظور کرلیا ہوتا۔کہ یاتو دوسرا قرآن پیش کرو

یا پھراس قرآن کے احکامات میں تغیر زمانہ وحالات کے ساتھ ساتھ ردوبدل،تغیر وتبدل کا اصول مان لو(۱۵/۱۰)(تفہیم القرآن جلد۲صفحہ۲۷۱)جس طرح چند عذرات کے ساتھ(۱۶۔۱۵/۱۰)رسولؐ اللہ نے یہ مطالبہ نامنظور کردیا، بالکل اسی طرح عرب مدّبرین نے قرآن کومِنْ وعَنْ تسلیم نہ کرنا طے کرلیااور قرآن کومہجور کرنے یا چھوڑ دینے کا پلان (PLAN) بنا لیا (۳۰/۲۵)اورقوم کی تہذیب وتمدن کومحفوظ رکھنے کے لئے قرآن میں معنوی تحریف اس زورشوراور کامیابی سے شروع کی کہ خود قرآن نے اس تحریف کا ریکارڈ اورتفصیلات پیش کیں۔ان تمام تفصیلات کو بے اثر بنانے کے لئے ماہرین نے یہ مشہور کردیا کہ اس قسم کے تمام تذکرے اس تحریف سے متعلق ہیں جو یہود ونصاریٰ توریت وزبوراورانجیل میں کیا کرتے ہیں۔

یہ تمام تفصیلات قارئین کے سامنے سے گذرچکی ہیں۔تحریف خواہ نزول قرآن کے زمانے کی ہویابعدکی تحریف ہو،اس کا مقصد یہ تھا کہ اللہ،رسولؐ اورقرآن کوقومی بصیرت کے ماتحت رکھاجائے۔یعنی ہراس بات کو نہ مانا جائے۔جوقوم کی مجموعی عقل وبصیرت سے بلند تر ہو۔اللہ،رسولؐ اورقرآن کی بات کا انکارکفر وبے دینی تھا۔لہٰذا انہوں نے انکار کے بجائے اصلاح کا طریقہ اختیارکیا۔پہلے نمبر پرانہوں نے رسوؐل کی پوزیشن میں اصلاح کی اورانہیں ایک فردِمعاشرہ سے زیادہ مقام دینا خلاف عقل سمجھا۔ معاشرہ کے افراد میں بھی وحی کے نزول کے علاوہ انہیں مخصوص مقام سے بچا کررکھا۔وحی کے سمجھنے سے لے کراس کی تنفیذ تک میں عام افرادکی طرح ان سے ہرقسم کی غلطیاں تسلیم کیں اور پورے معاشرہ میں مشہورکیں۔رسولؐ کے ایسے اقوال تیارکئے جن میں وہ خودکوقوم کے مقابلہ میں ناتجربہ کاراورکم علم کہتے ہوئے بتائے گئے۔اس سلسلے میں جوکچھ انہوں نے کیاوہ آج تک ان کے متبعین میں ہوتا چلا آرہاہے۔علامہ مودودی کی تصنیفات اسکی چشم دید گواہ اورمویّد ہیں۔جوابھی ابھی آپ کے سامنے آنے والی ہیں۔مگرکہتے ہیں کہ جادووہ جوسرچڑھ کربولےاوریہ کہ حق کوچھپایا تو جاسکتاہےمٹایانہیں جاسکتا۔

117۔رسوؐل کی عظمت کومٹانے کاوہ انتظام جوعربوں نے جاری کیا

قرآن کے مخالف عربوں نے نبوتؐ ورسالتؐ وامامتؑ کو پوشیدہ تنقیص کے لئے قرآن کی ہربنیادکوالٹا کرکے پیش کیا۔ لیکن نبوتؐ ورسالتؐ وامامتؑ کے انتظام نے ان کے ڈالے ہوئے ہر پردہ کواٹھاکرصحیح صورت حال سےعوام الناس کومطلع کرنے کا ذمہ لیا۔یہ دونوں مدمقابل جماعتیں آج بھی موجود ہیں اوراپنا اپنا کام کررہی ہیں۔علامہ مودودی نے نبوتؐ ورسالتؐ وامامتؑ پر پردے ڈالنے کے لئے بہت سی کتابیں لکھیں۔جن میں سے صرف ایک کتاب تفہیم القرآن میں چار ہزاردوسواٹھانوے صفحات ہیں۔جن میں علامہ نے اپنی پوری طاقت تمام تجربہ اورساری عقل وبصیرت صرف کردی ہے۔یہ کتاب تنقیصِ نبوتؐ ورسالتؐ وامامتؑ پرایک ایسا شاہکار ہے کہ جس پرمدّ مقابل جماعتیں فخرکرسکتی ہیں۔اب ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ علامہ اوراس کتاب کی

نقاب کشائی کریں اور عوام الناس کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً یہ دکھا دیں کہ علامہ نے باوجود علم کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہوئے دیانت و امانت کو خیر باد کہہ دیا ہے۔

118۔علامہ مودودی اور رسول اللہ صلعم

علم اور قواعد وضوابط اور مسلمات عقلیہ ونقلیہ کا ذرّہ برابر لحاظ نہیں کیا ہے اور دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی ایسی ناجائز طرف داری و پاسداری کی ہے کہ غیور دشمن بھی اس طرزِ عمل سے شرمائے گا۔ملاحظہ ہو وہ مقام جہاں تمام اقسام کی بددیانتی اور بے قاعدگی جمع کردی گئی ہے۔اللہ نے فرمایا تھا کہ۔:وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ O (۲۱/۱۰۷) علامہ نے کہا کہ:۔ ۔''اے محمدؐ ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے''۔(تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۱۸۹)

119۔قرآن، اللہ اور علامہ کا فرق

(الف) اللہ نے آنحضرتؐ کا نام نہیں لیا۔علامہ نے نام ضروری سمجھا۔

(ب) اللہ نے آنحضرتؐ کو رحمت قرار دیا۔علامہ کو یہ پسند نہیں۔

(ج) اللہ نے نہ صرف اس دنیا یعنی اس زمین والوں کے لئے آنحضرتؐ کو رحمت قرار دیا بلکہ ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔مگر علامہ نہیں چاہتے کہ آنحضرتؐ ساری کائنات کے لئے رحمت کہلائیں۔

120۔رحمۃ للعالمینؐ ماننے سے نیابت بھی ہمہ گیر ہوگی

بات بہت سوچ سمجھ کر لکھی گئی ہے۔اگر علامہ اینڈ کمپنی یہ مان لیں کہ یہ رسالت تمام کائنات سے متعلق ہے۔تو ان کے سامنے بہت سی قباحتیں آ کر کھڑی ہو جائیں گی۔اور سب سے پہلی قباحت یہ ہوگی کہ آنحضرتؐ کا جانشینؑ بھی تمام کائنات کا سربراہ اور تمام مخلوق کے لئے رحمت ماننا ہوگا۔اور جانشینِؑ رسولؐ کی یہ ذمہ داری مانتے ہی علامہ اینڈ کمپنی کے مکتبِ فکر کا گھروندا بکھر جائے گا۔اس لئے لازم ہوا کہ قرآن کی اس آیت میں لفظ عالمین ہوتے ہوئے بھی اسے قومی وملکی بصیرت کے ماتحت لایا جائے اور رسالتؐ و مذہب اسلام کی ہمہ گیری کو صرف اس دنیا تک محدود رکھا جائے۔اور دنیا بھی بہت وسیع چیز ہے۔اس میں لاکھوں مخلوق ہیں،اس لئے رحمت کے دائرہ کو محض انسانوں تک محدود کیا جائے تاکہ علامہ رسولؐ کی جانشینی کچھ دن تو کرسکیں۔یہ ہے وہ مقصد جس کے لئے قرآن اور رسولؐ کی ہمہ گیری،تعلیمات اسلام اور رسالتؐ و امامتؑ کی لامحدودیت کو محدود کرنا ضروری ہے۔لہٰذا علامہ نے اپنے ترجمے کی اصلاح کرنے کے لئے وضاحتی نوٹ میں بات صاف کردی ہے تاکہ کوئی شخص۔''دنیا والوں''۔میں جنات اور باقی تمام مخلوق کو شامل کر کے علامہ کی جانشینی کو مشکل میں نہ ڈال دے۔فرماتے ہیں:۔

121۔ آنحضرتؐ ساری کائنات کے لئے نہیں۔صرف انسانوں کے لئے رحمت تھے

۔’’دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے‘‘۔دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل نوع انسانی کے لئے خدا کی رحمت اور مہربانی ہے‘‘۔(تفہیم جلد۳ صفحہ۱۹۲ حاشیہ نمبر۱۰۰) آپ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی حاصل کرنے کے لئے مجتہدین کو کتنے پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔اور کس طرح قرآن کی آیات سے اپنا باطل مطلب کشید کرنے کیلئے آیات کو کس طرح مارا پیٹا جاتا ہے۔ایک ترجمہ کیا اس پر اطمینان نہ ہوا تو حاشیہ میں دوسرا ترجمہ لکھا۔وہ بھی ان کے عقیدے میں پھانس کی طرح چبھتا معلوم ہوا۔آخر اپنی طرف سے خود لکھ دیا کہ ۔’’مطلب یہ ہے‘‘۔کہ۔’’دراصل‘‘۔قارئین اگر آپ اب بھی علامہ اینڈ کمپنی کی تحریف فی القرآن پر مطمئن نہیں ہیں تو ہم آپ کے اطمینان کے لئے علامہ کا پورا پورا تعاقب کریں گے اور انہیں گھیر کر یہ ثابت کریں گے کہ علامہ جان بوجھ کر قرآن میں تحریف کرتے ہیں اور تحریف اس لئے کرتے ہیں کہ رسوؐل اللہ کو آسمانِ رسالتؐ سے اتار کر مجتہدین کی زمین پر ان کے برابر بٹھا دیا جائے ایک اور مقام دیکھیں۔

(الف)اللہ نے فرمایا ہے:۔ تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ﴿۱﴾ (۲۵/۱)

(ب)علامہ نے کہا:۔’’نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندہ پر نازل کیا تا کہ سارے جہاں والوں کے لئے نذیر ہو‘‘

122۔علامہ قرآن کے الفاظ سے بازی گری کرنے میں کمی نہیں کرتے

آپ کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہاں علامہ نے عالمین کا ترجمہ جہان کرکے اللہ کی منشا پوری کردی ہے۔ہرگز نہیں علامہ کے لئے یہ زیبا ہی نہیں ہے کہ وہ قرآن کا ترجمہ اس غرض سے کریں کہ منشائے خداوندی معلوم ہو۔ان کا اپنا منشاء جہاں خدا کے منشاء کے خلاف ہو، وہاں وہ الفاظ سے اسی طرح کھیلا کرتے ہیں۔لمبے چوڑے حاشیے چڑھایا کرتے ہیں۔تا کہ یہ پتہ نہ لگ جائے کہ وہ اپنے مکتبِ فکر کی تائید میں خدا کے خلاف مطالب بیان کرنے میں مشاق ہیں۔انہوں نے لفظ ۔’’فرقان‘‘۔پر اور لفظ ۔’’نذیر‘‘۔پر لمبے چوڑے نوٹ لکھے ہیں۔اِن میں فرمایا ہے کہ:۔

123۔علامہ یہ نہیں چاہتے کہ آنحضرؐت کی رسالت ساری کائنات کی مخلوق کے لئے ہو

۔’’پھر یہ جو فرمایا کہ سارے جہاں والوں کے لئے نذیر ہو۔تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی ایک ملک کے لئے نہیں۔پوری دنیا کے لئے ہے‘‘۔(جلد۳ صفحہ۴۳۲)

یہ ہیں علامہ سرکار، مجال ہے ان سے اپنے مقاصد باطلہ میں غلطی ہوجائے۔اس جگہ (صفحہ۴۳۲ پر) علامہ نے اپنا پورا زور لگا دیا

ہے کہ آنخضرتؐ صرف انسانوں کے لئے اورصرف اس زمین کے انسانوں کے لئے رسولؐ تھے ۔اپنی دلیل میں جو آیات لکھی ہیں ۔ان میں واقعی تمام انسان بھی شامل ہیں لیکن صرف انسانوں کے لئے رسولؐ ہونے اور باقی مخلوق کے رسولؐ نہ ہونے پر علامہ کو آیت کہاں سے ملتی ۔لہٰذا جن آیات کو علامہ لائے ہیں وہ بھی دیکھ لیں۔

124۔علامہ کا وہ فریب جو آیات کے ذریعہ سے دیا گیا ہے

(۱)یٰٓاَیُّھَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا(۷/۱۵۸)

علامہ کا ترجمہ:۔ ’’اے انسانو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسولؐ ہوں‘‘۔ بتایئے اس کے یہ معنی کہاں ہوئے کہ اے انسانوں میں صرف تم سب کی طرف اللہ کا رسولؐ ہوں اور تمہارے علاوہ کسی اور کے لئے رسولؐ نہیں ہوں ۔مگر علامہ کا منشا یہی ہے اور باطل ہے۔

(۲)وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا(۳۴/۲۸)

علامہ کا ترجمہ:۔ ’’ہم نے تم کو سارے ہی انسانوں کے لئے بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے‘‘۔ یہاں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کی رسالتؐ کے دائرہ سے نوع انسانی کا کوئی فرد باہر نہیں ہے۔یہ نہیں کہا گیا کہ آنخضرتؐ انسانوں کے علاوہ تمام کائنات کے نذیر یا رحمت نہ تھے۔مگر علامہ عوام کو یہی فریب دینا چاہتے ہیں۔اس لئے یہاں پھر وہ آیت لائے ہیں۔جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری کائنات کے لئے رحمت قرار دیا گیا ہے۔تاکہ اس روا روی میں اس کے معنی آ کر چھپ جائیں۔اور عالمین یا کائنات کی جگہ آپ کو محض انسانوں کے لئے رحمت بنا کر رسالتؐ کا دائرہ مودودی حد بندی میں لایا جائے۔(تمام حوالے جلد۳صفحہ۴۳۲حاشیہ میں)

125۔ہم شکر کریں اگر مودودی آنخضرتؐ کو حقیقتاً تمام انسانوں کے لئے رسولؐ مان لیں

قارئین حضرات غور فرمائیں کہ جو آیات علامہ مودودی نے اس لئے لکھی ہیں کہ حضورؐ کی رسالت کا دائرہ محدود کر کے صرف انسانوں تک تنگ کر دیں۔کیا علامہ ان دونوں آیات پر واقعی ایمان رکھتے ہیں؟۔

بھولے قارئین سن لیں کہ علامہ یہ بھی نہیں مانتے جو خود دلیل میں پیش کرتے ہیں۔دونوں آیات میں جَمِیعاً اور کافۃً کہہ کر تمام بنی نوع انسان کا رسولؐ ہونا بتایا گیا۔بتایئے حضرت آدمؑ انسان نہ تھے؟ حضرت نوحؑ وابراہیمؑ بھی انسان تھے؟ کیا ان آیات کی رو سے کوئی انسان آپ کی رسالتؐ کے دائرہ سے باہر کھڑا کیا جاسکتا ہے؟۔علامہ سے کہئے کہ کیا وہ آنخضرتؐ کو سچ مچ تمام انسانوں کا رسولؐ ماننے کو تیار ہیں؟۔ارے علامہ مودودی اگر اس پر ایمان لے آئیں تو ہم انہیں فوراً مجتہدین کی فہرست سے نکال کر مومنین کی صفوں میں کھڑا کر دیں۔مگر وہ صرف اپنے ذاتی، جماعتی، قومی وملکی خودساختہ مذہب پر ایمان لائے ہیں۔لفظ

اسلام کو محض آڑ بنایا گیا تھا۔اس آڑ میں ایام جاہلیت کی ہر چیز کو ذرا سنوار کر جاری کر لیا گیا۔یقیناً اللہ نے آنحضرتؐ کو تمام نوع انسانی کا رسولؐ بنایا اور اس حقیقت پر امت کے صالح علماء کا ایمان رہتا چلا آیا ہے۔علمائے اہل سنت میں کی اکثریت تمام انبیا علیہم السلام کو امتِ محمدیہؐ کے افراد سمجھتے اور لکھتے چلے آئے ہیں۔اسی عقیدے کا عملی ثبوت دینے کے لئے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو مہدی آخرالزمان علیہ السلام کے ظہور تک زندہ رکھا گیا ہے۔تاکہ وہ امت محمدیہؐ کے امامؑ کے پیچھے نماز پڑھیں۔انؑ کے دست مبارک پر بیعت کریں اور کفار و منکرین سے جہاد کریں۔علامہ کو اس عقیدے سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ان کا مذہب ان کا اپنا گھروندا ہے جس کو اسلام سے چند الفاظ مستعار لے کر تعمیر کیا گیا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی ہم علامہ کے عقائد لکھیں گے یہاں یہ دیکھ لیں کہ:۔

126۔علامہ حضرت عیسیٰؑ کی شان بھی تسلیم نہیں کرتے

مندرجہ بالا مقصد کے لئے اللہ نے جناب عیسیٰؑ کی شان میں فرمایا تھا کہ ہم نے جناب مریمؑ اور ان کے بیٹے کو تمام عالمین یا پوری کائنات یا تمام عالمین کے لئے معجزہ بنایا تھا۔ارشاد باری ہے۔ وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

علامہ کا ترجمہ:''اور اسے اور اس کے بیٹے کو دنیا بھر کے لئے نشانی بنادیا''۔(۲۱/۹۱)(جلد۳صفحہ۱۸۴)

علامہ کو اصرار ہے کہ وہ عالمین جو عالم کی جمع ہے کے معنی ہرگز تمام عوالم یا کائنات نہ کریں گے۔اور اصرار کیوں نہ ہو ان کو معلوم ہے کہ ان کا مذہبی محل شیشے کا بنا ہوا ہے۔دلیل و برہان کا ایک ٹھسکہ اسے چور چور کر کے رکھ دے گا۔

127۔علامہ بڑے حساس اور بڑے باریک بین ہیں

علامہ کی عظمت ہمارے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں جان سکتا۔وہ جانتے ہیں کہ جن لوگوں کو وہ خیــــرِ امۃ قرار دیتے ہیں ان کی مذمتیں تو قرآن میں جگہ جگہ موجود ہیں۔مگر ان کو کہیں تمام امتوں سے افضل نہیں کہا گیا۔خیرِ امۃ کی جگہ کم از کم خیر الامم ہی ہوتا تو کچھ کام چلتا۔اس لئے وہ سابقہ امتوں کی فضیلت برداشت نہیں کر سکتے۔اور جو قرآن کی رو سے واقعی خیرِ امۃ ہیں ان سے علامہ کو دلچسپی نہیں ہے۔بہر حال قرآن کا ایک مقام ملاحظہ ہو جہاں بنی اسرائیل کے لئے ارشاد ہوا۔

وهُوَ فَضَّلَكم عَلَى العٰلمين (۷/۱۴۰)

<u>علامہ کا ترجمہ</u>۔''وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت بخشی''۔(۷/۱۴۰)(جلد دوم صفحہ۷۵)

قارئین سوچیں کہ اگر عالمین کے معنی صرف دنیا تھے تو اس تازہ ترجمہ میں قومیں کہاں سے آئیں۔اگر عالمین کے معنی دنیا بھر کی قومیں تھے تو سابقہ آیات کو اس سے کیوں محروم رکھا گیا ہے؟۔پھر یہ ثابت ہو ہی گیا کہ خدا کہے یا نہ کہے وہ بنی اسرائیل کو تمام

کائنات سے افضل مان کر اپنا مذہب خانہ خراب نہ کریں گے۔

128۔علامہ کو قرآن سے مجرم بلکہ اقبالی مجرم ثابت کرو

آپ نے دیکھا کہ جناب علامہ نے نہایت بے دردی اور دیدہ دلیری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو محدود کر کے محض انسانوں تک رکھا اور ذرہ برابر پرواہ نہ کی کہ میں قرآن میں اللہ کی منشا اور لغت عرب کے خلاف لفظ عالمین کا غلط ترجمہ کررہا ہوں۔حالانکہ ان علامہ صاحب نے تفہیم القرآن کی بسم اللہ کرتے ہی اپنے قلم سے اللہ کا یہ فرمان لکھا تھا۔**اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ** (۱/۱)(سورہ فاتحہ)اس وقت یعنی (۱۹۴۲ء) آج سے تیس سال پہلے عالمین کا ترجمہ یوں کیا تھا۔''تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔جو تمام کائنات کا رب ہے''۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۴۳) ساتھ ہی ایک اور آیت کا ترجمہ دیکھیں۔

وَقَدۡ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡہُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡہُ وَہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ (۲/۷۵)

علامہ کا ترجمہ۔''ان میں سے ایک گروہ کا شیوہ یہ رہا ہے۔کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی'' (جلد اول صفحہ ۸۷)

علامہ کا اقرار۔''تحریف کا مطلب یہ ہے کہ بات کو اصل معنی ومفہوم سے پھیر کر اپنی خواہش کے مطابق کچھ دوسرے معنی پہنا دینا۔جو قائل کی منشا کے خلاف ہوں۔نیز الفاظ میں تغیر وتبدل کرنے کو بھی تحریف کہتے ہیں''۔(جلد اول صفحہ ۸۷)

129۔اللہ کے متعلق مشرکینِ عرب بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے

مشرکین عرب نے مجتہدین کی مدد سے اسلام کو اس طرح تبدیل کیا تھا کہ ان کے تمام سابقہ عقائد ذرا سی اصلاح کے ساتھ محفوظ ہو گئے تھے۔چنانچہ مجتہدین نے اللہ کے متعلق اپنے سابقہ عقائد میں زیادہ ترمیم نہیں کی تھی۔چنانچہ قرآن ان کے عقیدہ کو یوں بیان کرتا ہے کہ **وَلَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ خَلَقَہُنَّ الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ** ۝(۴۳/۹)

علامہ کا ترجمہ۔''اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ خود کہیں گے کہ انہیں اسی زبردست علیم ہستی نے پیدا کیا ہے''۔(جلد ۴ صفحہ ۵۲۵)

علامہ کا نوٹ۔''یاد رہے کہ مخاطب وہ مشرکین عرب ہیں۔جو اِس بات کو تسلیم کرتے تھے۔کہ زمین وآسمان کا خالق اللہ ہے وہی دن نکالتا اور رات لاتا ہے۔اور اسی نے آفتاب وماہتاب کو وجود بخشا ہے۔ان میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا۔کہ یہ کام لات یا ہُبل یا عزّیٰ یا کسی اور دیوی یا دیوتا کے ہیں''۔(جلد اول صفحہ ۵۲۳)

لہٰذا مجتہدین نے جو اسلام اختیار کیا اور جس اسلام کی اشاعت کی اس میں اللہ کے متعلق وہی عقائد برقرار رکھے۔یہ بھی سمجھ لیں،

کہ ابلیس بھی اللہ کو اس کی تمام صفات اور قدرتوں کے ساتھ تسلیم کرتا ہے۔ جھگڑا صرف نبوّت پر رہا ہے۔ ابلیس نے یہ اجتہاد کیا کہ آدمؑ اس سے افضل نہیں ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنے متبعین مجتہدین کو یہی تعلیم دی کہ نبیؐ کی پوزیشن کو ایک عام عقلمند آدمی کی حد سے کبھی نہ بڑھانا۔ یہ سبب ہے کہ لفظ عالمین جب اللہ کے ساتھ آتا ہے تو اس کا صحیح ترجمہ کرنے میں تکلف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا اور ابھی اور دیکھیں گے مگر جہاں نبوّت کی ہمہ گیری سامنے آتی ہے۔ وہاں تحریف کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

130۔ فرعون کے جواب میں عالمین کی تعریف

نبوتؐ کے متعلقہ علامہ کا یہ رویہ تفہیم القرآن میں برابر جاری رہا ہے۔ لہٰذا اپنی خود لکھی ہوئی تعریف کے مطابق سمجھ بوجھ کر دانستہ قرآن میں تحریف کرتے چلے گئے۔ تاکہ اللہ کی منشا کے خلاف الفاظ کے معنی کو اپنی خواہش کے ماتحت لے آئیں۔ اب ہم عالمین کی وہ تعریف آپ کو دکھاتے ہیں جو جناب موسیٰؑ نے فرعون کے سوال پر کی تھی۔

فرعون کا سوال۔ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (۲۶/۲۳)

علامہ کا ترجمہ:۔ ''فرعون نے کہا اور یہ رب العالمین کیا ہوتا ہے؟''

موسیٰ کا جواب۔ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ (۲۶/۲۴)

علامہ کا ترجمہ یہ ہے۔ ''آسمانوں اور زمین کا رب اور ان سب چیزوں کا رب جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں۔ اگر تم یقین لانے والے ہو''۔ (جلد۳ صفحہ ۴۸۴)

علامہ کا نوٹ:۔ ''میں اس کی طرف سے آیا ہوں جو آسمان اور زمین کا مالک ہے۔ اگر تم اس بات کا یقین رکھتے ہو۔ کہ اس کائنات کا کوئی خالق اور مالک ہے تو تمہیں یہ سمجھنے میں کوئی زحمت نہیں ہونی چاہئے۔ کہ سارے جہان کا رب کون ہے''۔ (جلد نمبر۳ صفحہ نمبر ۴۸۶، حاشیہ نمبر ۲۱)۔

131۔ علامہ سے کہہ دو کہ تم فرعون سے زیادہ سمجھتے ہو

علامہ کو بتا دو کہ اس قرآن کی حفاظت کرنا اللہ کی ذمہ داری ہے تمہاری تحریف کے باوجود ثابت ہوا اور خود تمہارے بیانات سے ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف پوری نوع انسان کے لئے نذیر ورحمتؐ ہیں بلکہ ساتوں زمینوں، ساتوں آسمانوں اور جو کچھ بھی آسمانوں اور زمینوں کے درمیان اور ادھر ادھر آگے پیچھے اوپر نیچے ممکن ہے سب کے لئے رحمتؐ ونذیرؐ ورسولؐ وبشیر تھے۔ **الحمدللہ رب العالمین**۔

آخر کار علامہ مودودی نے عالمین کا صحیح ترجمہ کر دیا۔ اور اس سے واضح ہو گیا کہ جناب علامہ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت کو کم کرنے لئے غلط ترجمہ کرتے رہے تھے۔ قرآن کریم میں صریح اور واضح الفاظ ہوتے ہوئے جو عالم دین

رسولؐ اللہ کی عزت وعظمت کو تسلیم نہ کرے اس پر کسی معاملہ میں اعتماد کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔الفاظ کا تقاضہ اور منشاء یہ ہے کہ جہاں تک رب العالمین کی ربوبیت کی رسائی مانی جائے گی بالکل وہیں تک رحمۃ ؐللعالمین کی رحمت اور نذیرؐ للعالمین کی رسالت و نذارت کا دخل تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ انسانوں کے علاوہ باقی مخلوق کو رحمت وتنذیر کی ضرورت کیوں ہوگی؟۔ بے شعور و مجبور مخلوق سے رسالتؐ ونبوتؐ کا کیا تعلق ہے؟۔ہم اس سوال کا جواب دینے سے قاصر بھی رہیں،تب بھی ہمارے لئے اس قدر کافی ہے، کہ اللہ کا رحمۃ للناس اور نذیر للناس نہ کہنا اور یہ سب کچھ جانتے بوجھتے نہ کہنا کہ انسانوں کی ایک جماعت یہی معنی لے گی، اس کا کافی ثبوت ہے کہ باقی مخلوق رحمتِ محمدیؐ اور نذارتِ محمدیؐ کی محتاج ہے اگر اللہ کو بھی علماء کی طرح یہ یقین ہوتا کہ انسانوں کے علاوہ باقی تمام مخلوقات بے شعور و مجبور ہے اور انہیں رسالت ورحمت کی ضرورت نہیں تو ہمیں یقین ہے کہ اللہ ہرگز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین اور نذیر للعالمین نہ کہتا۔اب ہم اپنی استطاعت کے مطابق جواب عرض کرتے ہیں اور جواب پھر وہی ہے کہ خدا نے ہر مخلوق کو پیدا کیا اور وہ ہی ہر مخلوق کا حال سب سے بہتر جانتا ہے۔

132۔تمام مخلوق اللہ ورسولؐ کے لئے قابلِ خطاب وحکم ومطیع ہے

تم جن چیزوں کو بے جان و بے شعور کہتے ہو اللہ ان کو اس طرح مخاطب کرتا ہے۔

وَقِيْلَ يٰاَرْضُ ابْلَعِي مَاءَ كِ وَيٰسَمَآءُ أَقْلِعِيْ وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ (۱۱/۴۴ سورہ ھود)

ترجمہ علامہ کے منہ سے سنئے:۔ ''حکم ہوا اے زمین اپنا سارا پانی نگل جا۔اور اے آسمان رک جا۔چنانچہ پانی زمین میں بیٹھ گیا''۔(تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۳۴۱)

معلوم ہوا کہ اللہ نے زمین وآسمان کو قابل خطاب اور مطیع سمجھا،انہیں حکم دیا۔ انہوں نے حکم کو سمجھا اور تعمیل کی۔ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ نے زمین وآسمان کو حکم پہنچانے کا کیا طریقہ اختیار کیا۔ہمیں خبر نہیں زمین وآسمان نے کیسے سنا اور سمجھا۔اس لاعلمی کا تقاضہ ہے کہ ہم زمین وآسمان کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں۔جنہوں نے اس ضرورت کو سمجھا اس کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔خدا انہیں حسب کوشش علوم کے خزانے عطا کرتا چلا جارہا ہے ۔لیکن مُلّا ذہنیت نے اپنے حجرۂ جہالت کا دروازہ بند کر کے، چراغ بجھا کر جو دیکھا تو چاروں طرف اندھیرا نظر آیا۔اس اندھیرے میں جو فیصلے کئے گئے،اسی کا نام مفہوم القرآن، تفہیم القرآن، معارف القرآن وغیرہ رکھ کر مطمئن ہو جانا کافی سمجھا۔حصول علم کا تقاضہ کرنے والی آیات کو متشابہات کہہ کر طہارت میں مصروف ہو گئے۔لوگوں کو غلط اور بے سمجھی کی نماز کا سہارا دے کر قرآن کی طرف آنے سے روک دیا۔مگر ہم ان کے جرائم ان کے اعمالنامے خود ان کے پوشیدہ ریکارڈ سے نکال کر دکھاتے ہیں۔

133۔زمین وآسمان اور پہاڑوں کے ساتھ ساتھ پوری نوع انسان سے خطاب

دیکھئے ابھی حضرت آدمؑ بھی پیدا نہیں ہوئے یعنی نوع انسان کے وجود میں آنے سے پہلے کا واقعہ قرآن سے سنئے اللہ نے کہا کہ :۔علامہ صاحب۔

۔’’ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔اور اس سے ڈر گئے۔مگر انسان نے اسے اٹھالیا۔وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے‘‘(جلد چار صفحہ ۱۳۶۔۱۳۵)

" إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًاo(احزاب ۳۳/۷۲)

134۔علامہ کا ملا جلا ایمان وکفر،اس وعدہ کا مطلب،اقرار بھی ہے انکار بھی ہے

ان واضح الفاظ سے معلوم ہوا کہ زمین اور آسمان اور پہاڑ اللہ کی بات اسی طرح سمجھتے ہیں جس طرح انسان قبل از تخلیق سمجھتا تھا۔پھر ان سب میں قوت امتیاز کے ساتھ ہزاروں دیگر قوتیں ماننا بھی لازم آتی ہیں۔چنانچہ یہاں ہم علامہ کو آپ کے روبرو کھڑا کر کے ان کا بیان قلم بند کرتے ہیں تاکہ آپ ہمارے عنوان یعنی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت ونذارت اور رحمت کا ثبوت اور وسعتیں نوٹ کریں۔ساتھ ہی وہ تکلف نوٹ کریں جو علامہ حق کو قبول کرنے میں اختیار کرتے ہیں۔(کفر کے حقیقی معنی چھپانا ہیں)

(الف)انسان کو بے شمار مخلوق پر تصرف دیا گیا ہے

علامہ کا بیان:۔’’اس جگہ۔’’**امانت**‘‘۔سے مراد وہی خلافت ہے۔جو قرآن مجید کی رو سے انسان کو زمین میں عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو طاعت و معصیت کی جو آزادی بخشی ہے۔اور اس آزادی کو استعمال کرنے کے لئے۔اسے اپنی بے شمار مخلوقات پر تصرف کے جو اختیارات عطا کئے ہیں۔ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان خود اپنے اختیاری اعمال کا ذمہ دار قرار پائے۔ اور اپنے صحیح طرز عمل پر اجر کا۔اور غلط طرز عمل پر سزا کا مستحق بنے۔یہ اختیارات چونکہ انسان نے خود حاصل نہیں کئے ہیں۔بلکہ اللہ نے اسے دیئے ہیں۔اور ان کے صحیح وغلط استعمال پر وہ اللہ کے سامنے جواب دہ بنے۔اس لئے قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر ان کو’’خلافت‘‘کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔اور یہاں ان ہی کے لئے لفظ’’امانت‘‘استعمال ہوا ہے‘‘۔

(ب)علامہ بچ نکلنے کا راستہ ضرور رکھتے ہیں۔یہی نفاق ہے

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ’’زمین وآسمان کے سامنے اس بار امانت کا پیش کیا جانا۔اور ان کا اسے اٹھانے سے انکار کرنا۔اور ڈر جانا۔ہوسکتا ہے۔کہ لغوی معنی میں ہو۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بات استعارے کی زبان میں ارشاد ہوئی ہو‘‘۔

(اقرار وانکار دونوں کو مشکوک کر کے فرماتے ہیں) اللہ تعالی کا اپنی مخلوق کے ساتھ جو تعلق ہے۔ اسے ہم نہ جان سکتے ہیں۔ نہ سمجھ سکتے ہیں۔ زمین اور سورج اور چاند اور پہاڑ جس طرح ہمارے لئے گونگے، بہرے اور بے جان ہیں۔

(ج) بے جان نہ ہونے کا اقرار بھی انکار بھی۔ علامہ کی احتیاط ملاحظہ ہو

ضروری نہیں ہے کہ اللہ کے لئے بھی وہ ایسے ہی ہوں۔ اللہ اپنی ہر مخلوق سے بات کر سکتا ہے اور وہ اس کو جواب دے سکتی ہے۔ اس کی کیفیت کا سمجھنا ہمارے فہم وادراک سے بالاتر ہے۔ اس لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ فی الواقع اللہ نے ان کے سامنے یہ بارگراں پیش کیا ہو اور وہ اسے دیکھ کر کانپ اٹھے ہوں اور۔

(د) ہماری طرح کھلے بندوں ایمان لائے مگر عارضی

انہوں نے اپنے مالک وخالق سے عرض کیا ہو کہ ہم تو سرکار کے بے اختیار خادم ہی بن کر رہنے میں اپنی خیر پاتے ہیں۔ ہماری یہ ہمت نہیں ہے۔ کہ نافرمانی کی آزادی لے کر اس کا حق ادا کر سکیں۔ اور حق ادا نہ کرنے کی صورت میں حضور کی سزا برداشت کر سکیں۔ اسی طرح یہ بھی بالکل ممکن ہے۔ کہ ہماری موجودہ زندگی سے پہلے پوری نوع انسانی کو اللہ تعالی نے کسی اور نوعیت کا وجود بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا ہو۔ اور اس نے یہ اختیارات سنبھالنے پر یہ آمادگی ظاہر کی ہو۔ اس بات کو ناممکن قرار دینے کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کو دائرہ امکان سے خارج قرار دینے کا فیصلہ تو وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو اپنے ذہن وفکر کی استعداد کا غلط اندازہ لگا بیٹھا ہو۔ البتہ یہ امر بھی اُتنا ہی ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالی نے بات محض تمثیلی انداز میں فرمائی ہو۔

(ہ) نفاق کا دل میں پوشیدہ رہنا یوں معلوم ہوتا ہے

اور صورت معاملہ کی غیر معمولی اہمیت کا تصور دلانے کے لئے اس طرح کا نقشہ پیش کیا گیا ہو۔ کہ گویا ایک طرف زمین وآسمان وہمالہ جیسے پہاڑ کھڑے ہیں اور دوسری طرف ۵۔۶ فٹ کا آدمی کھڑا ہوا ہے اور اللہ تعالی پوچھتا ہے کہ:۔

(و) یہ ہے وہ صحیح عقیدہ جو علامہ کے دل میں تھا۔ سابقہ اقرار قرآن کا جبر تھا

۔''میں اپنی ساری مخلوقات میں سے کسی ایک کو یہ طاقت بخشنا چاہتا ہوں کہ وہ میری خدائی میں رہتے ہوئے خود اپنی رضا ورغبت سے میری بالاتری کا اقرار اور میرے احکام کی اطاعت کرنا چاہے تو کرے۔ ورنہ وہ میرا انکار بھی کر سکے گا۔ اور میرے خلاف بغاوت کا جھنڈا لے کر بھی اٹھ سکے گا۔ یہ آزادی دے کر میں اس سے اس طرح چھپ جاؤں گا کہ گویا میں کہیں موجود نہیں ہوں۔

(ز) عام انسانوں کے اختیارات کا اقرار مگر سرکارِ دو عالم کے معاملے میں انکار

اور اس آزادی کو عمل میں لانے کے لئے میں اس کو وسیع اختیارات دوں گا۔ بڑی قابلیتیں عطا کروں گا اور اپنی بے شمار مخلوقات پر اس کو بالا دستی بخش دوں گا۔ تاکہ وہ کائنات میں جو ہنگامہ بھی برپا کرنا چاہے کر سکے۔ اس کے بعد میں ایک وقتِ خاص پر اس کا حساب لوں گا۔ جس نے میری بخشی ہوئی آزادی کو غلط استعمال کیا ہوگا۔ اسے وہ سزا دوں گا جو میں نے کبھی اپنی کسی مخلوق کو نہیں دی۔ اور جس نے نافرمانی کے سارے مواقع پا کر بھی میری فرماں برداری ہی اختیار کی ہوگی۔ (یعنی قطعاً گناہ و نافرمانی اور بے محل اعمال سے محفوظ یعنی معصوم رہا ہوگا۔ احسن) اسے وہ بلند مرتبے عطا کروں گا جو میری کسی مخلوق کو نصیب نہیں ہوئے ہیں۔ اب بتاؤ تم میں سے کون اس امتحان گاہ میں اترنے کو تیار ہے؟ یہ تقریر سن کر پہلے تو ساری کائنات میں سناٹا چھا جاتا ہے۔

(ح) اُسی صورت حال پر توجیہات کی گئیں جو دل قبول کرتا تھا۔ اگر خالی الذہن ہوتے تو دوسری صورت کی توجیہات بھی کرتے

(اگر علامہ کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو کہتے۔ ''سناٹا چھا گیا ہوگا''۔ احسن) پھر ایک سے ایک بڑھ کر گراں ڈیل مخلوق گھٹنے ٹیک کر التجا کرتی چلی جاتی ہے۔ (یہ تمثیلی ہی گھٹنے ہیں ورنہ علامہ نہ لکھتے۔ احسن) کہ اُسے اس کڑے امتحان سے معاف رکھا جائے۔ آخر کار یہ مُشتِ استخوان اٹھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے میرے رب میں یہ امتحان دینے کے لئے تیار ہوں۔ اس امتحان کو پاس کر کے تیری سلطنت کا سب سے اونچا عہدہ مل جانے کی جو امید ہے، اس کی بنا پر میں ان سب خطرات کو انگیز کر جاؤں گا۔ جو اُس آزادی و خود مختاری میں پوشیدہ ہیں۔ یہ نقشہ اپنی چشم تصور کے سامنے لا کر ہی آدمی اچھی طرح اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ کائنات میں کس نازک مقام پر کھڑا ہے۔ اب جو اس امتحان گاہ میں بے فکر بن کر رہتا ہے۔ اور کوئی احساس نہیں رکھتا۔ کہ وہ کتنی بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے۔ اور دنیا کی زندگی میں اپنے لئے کوئی رویہ انتخاب کرتے وقت جو فیصلے وہ کرتا ہے۔ ان کے صحیح یا غلط ہونے سے کیا نتائج نکلنے والے ہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ظلوم و جہول قرار دیا ہے۔ وہ جہول ہے۔ کیونکہ اس احمق نے اپنے آپ کو غیر ذمہ دار سمجھ لیا ہے۔ اور وہ ظلوم ہے۔ کیونکہ وہ خود اپنی تباہی کا سامان کر رہا ہے۔ اور اپنے ساتھ نہ معلوم کتنے اور لوگوں کو لے ڈوبنا چاہتا ہے''۔ (پورا بیان تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ ۱۳۶۔۱۳۷)

اس طویل بیان کو پڑھنے کی زحمت کا اجر یہ ہے کہ:۔

135۔علامہ کا موقف غلط اور امانت کا تصور باطل ہے

علامہ نے غلطی سے ہمارے عنوان ۔یعنی نبوت ورسالت محمدیہ اور ان کے رحمۃ للعالمین ونذیر للعالمین ہونے کی تائید اور اپنی تردید کردی ہے ۔علامہ کو وہم تک نہ ہوا ہوگا کہ کوئی شخص ان کا اس انداز سے تعاقب کرے گا کہ ہر غلط روی پر ہر لغزش پا اور ہر پینترا نوٹ کرلیا جائے گا۔علامہ کے اس پورے بیان کی غلطیاں دکھانے کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔اسی لئے ہم نے اس بیان کو(الف تاح)آٹھ عنوانات میں تقسیم کردیا تھا کہ قارئین متوجہ رہیں۔یہاں چند مخصوص مقامات پر نظر ڈالنا ہوگی۔

(الف) علامہ نے بلا کسی قرآنی دلیل کے اُس امانت خداوندی کو پہلے خلافت خداوندی قرار دیا۔پھر خلافتِ خداوندی کو اختیارات کا سپرد کیا جانا مان لیا۔اور اس توجیہ میں یہ بھول گئے ۔کہ ایک بہت قدیم اور صاحبِ اختیار وارادہ مخلوق اس زمین پر پہلے ہی موجود تھی ۔یعنی علامہ نے ابلیس اور اس کی پوری نوع کو غائب کرلیا۔اگر ارادہ اور اختیار کا ملنا خلافت کا ملنا ہے تو انسان سے پہلے ابلیس اور اس کی قوم جنات کو اختیار وارادہ مل چکا تھا۔اس وقت زمین وآسمان وغیرہ کو کیوں نہ اس انتخاب میں شامل کیا گیا؟اس توجیہ میں ملائکہ بھی نظر انداز کردیئے گئے ہیں۔

(ب) اس توجیہ میں جس طرح خلافتِ خداوندی کے حریف یعنی ابلیس کو چھپا لیا گیا، بالکل اسی طرح اللہ کے چھپ جانے کا بھی اعلان کردیا۔حالانکہ اللہ کا خلافتِ آدمؑ سے خلافت خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مسلسل تائید اور ہدایت کاری اور ہر قدم پر راہ نمائی کا وعدہ قرآن میں موجود ہے۔خدا کو چھپا کر علامہ ان وعدوں کو کیسے چھپائیں گے۔حقیقت دراصل یہ ہے کہ علامہ مجتہد ہیں،اور مجتہدانہ تصورات میں خلافت صرف انسانی بصیرت اور تجربے سے چلائی جاتی ہے۔قدم قدم پر اللہ کی راہ نمائی کے بجائے جماعتِ شوریٰ کی راہ نمائی کافی ہوتی ہے۔اس لئے لازم ہے کہ اللہ اور وحی کو غائب کردیا جائے اور اپنے ذاتی اجتہاد سے خلافتِ خداوندی کی گاڑی چلائی جائے۔

(ج) وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا O (۳۳/۷۲)(سورہ احزاب)۔''مگر انسان نے اسے اٹھا لیا۔بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے''۔صفحہ ۱۳۵۔۱۳۶ جلد۴)

علامہ نے ترجمہ صحیح کیا۔مگر اس توجیہ میں بلا کسی قرآنی ثبوت کے پوری نوعِ انسان کو بڑا ظالم اور جاہل قرار دے کر ہر کافر ومشرک ومنافق وگناہ گار وسیاہ کار کو خلافت وامانت کا حامل بنا دیا۔اس سے یہ قباحت لازم آتی ہے کہ جب پوری نوعِ انسان ظلم وجہالت کا مرکب ہے تو انبیا علیہم السلام کو علامہ سے کیسے محفوظ رکھا جاسکے گا۔

(د) علامہ نے خدا کی زبان سے جو کچھ کہلوایا ہے وہ غلطی سے علامہ کے مکتبِ فکر کو باطل کرتا ہے۔یعنی خدا نے فرمایا کہ ۔''جس نے نافرمانی کے سارے مواقع پا کر بھی میری فرماں برداری ہی اختیار کی ہوگی ۔اسے وہ بلند مرتبے عطا کروں گا۔جو

میری کسی مخلوق کو نصیب نہیں ہوئے ہیں''۔ (جلد۴ صفحہ ۱۳۷ سطر ۱۶۔۱۷)

اس بیان میں امانت یا خلافت اور مراتب کا حامل سو فیصد معصومؑ کو قرار دیا گیا ہے۔ اس بیان سے ہر وہ شخص خارج ہے جس نے ایک لمحہ کے لئے بھی خدا کی نافرمانی کی ہو۔ اس سے ہمارا عقیدۂ عصمت ثابت ہوا، اور علامہ کے عقائد کے مطابق چونکہ تمام نوع سے نافرمانیاں سرزد ہوئیں ہیں۔ اس لئے علامہ مع اپنے خودساختہ انبیاء کے اس خلافت کے حدود سے خارج ہو گئے۔

(و) <u>علامہ نے تسلیم کیا ہے کہ:</u>

(۱) خدا اور مخلوق کے درمیان جو تعلق ہے۔ علامہ نہ اسے جانتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں۔ لہٰذا علامہ کی کوئی ایسی بات جو مخلوقات اور اللہ کے درمیان تعلق پر بطور فیصلہ کہی جائے قابل اعتناء نہیں۔

(۲) اللہ اپنی ہر مخلوق سے بات کر سکتا ہے۔ لہٰذا محمدؐ کو اپنی مخلوق کا نذیر اور سب کے لئے رحمت بنا سکتا ہے۔

(۳) اللہ کا زمین و آسمان وغیرہ سے بات کرنا اور ان مخلوقات کا اللہ کو جواب دینا علامہ کے فہم و ادراک سے باہر ہے۔ لہٰذا علامہ کو چاہیئے کہ اللہ کے کاموں اور رسالت کے معاملات میں طبع آزمائی بند کر کے یہ ایمان رکھیں کہ قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ حقیقت ہے۔ اور کائنات کی ہر چیز سے اللہ اور اس کے رسولؐ کا تعلق ہے۔ اور یہ کہ بقول خود آپ کو اپنی فکری و ذہنی استعداد کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔

(۴) اللہ نے انسان کو بے شمار مخلوقات پر اختیارات اور تصرف دیا ہے۔ بے شمار مخلوقات پر بالا دستی اور وسیع قابلیتیں دی ہیں علامہ صاحب سے مودبانہ گذارش ہے کہ کیا رسولؐ اللہ کو نذیر للعالمین ورحمۃ للعالمین بنانے کے بعد اللہ نے اتنا تصرف اور اختیار بھی نہ دیا ہوگا جتنا آپ ہر کافر و منافق کے لئے مان رہے ہیں۔

(۵) علامہ نے مانا ہے کہ انسان کو یہ اختیارات، بالا دستی اور تصرف اس لئے دیا تا کہ ''وہ کائنات میں جو ہنگامہ بھی برپا کرنا چاہے کر سکے''۔ علامہ صاحب خدا کے لئے بتایئے کہ ہرا یرا غیرا نتھو خیرا تو اس قابل ہو کہ کائنات میں ہر غلط و صحیح ہنگامہ برپا کرے مگر آپ کو خاتم المرسلینؐ ہی سے اتنی دشمنی کیوں ہے کہ کائنات کے لئے رحمت و نذیر بھی نہ بنائے جا سکیں۔ یعنی یہاں آپ اللہ کو بھی اس قابل نہیں سمجھتے کہ وہ بھی بنا سکے۔ واہ علامہ صاحب خوب ہیں آپ اور بہت خوب ہے آپ کا مذہب۔ قارئین نے دیکھا کہ علامہ کے ذہن نے امانت کے سپرد کئے جانے کے قصہ کو پہلے لغوی معنی میں ایک حقیقی واقعہ کہہ کر بھی حقیقی نہ سمجھا بلکہ بار بار تاویل کر کے اسے ایک تمثیل بنایا اور اس تمثیل میں خود اپنی طرف سے ایک طویل منظر کشی کی اور اللہ اور مخلوقات کی طرف سے اپنے خود ساختہ مکالمے لکھے جن کی سند نہ قرآن میں ہے نہ علامہ نے سند لانا ضروری خیال کیا۔ اس لئے کہ مریدوں اور عقیدتمندوں کو دلیل و سند کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جو پیر یا مجتہد نے کہا خدا کے نام پر مان لیا۔

136۔علامہ نے امانت میں سب کو شریک کر کے خیانت کی ہے

اگر مسلمان سند اور دلیل مانگنے کے عادی رہتے تو یہ افتراق و انتشار پھیلانے والے علماء ہرگز حد سے نہ گذرتے۔ آیئے اور دیکھئے کہ ہم قرآن کریم اور خود علامہ کے بیان سے علامہ کے پورے تصورات کو باطل کرا کے دکھاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔علامہ کا ترجمہ

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَ ھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ O(7/172)

۔’’اور اے نبیؐ لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدمؑ کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا۔ اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں‘‘۔ یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ۔ ’’ہم تو اس بات سے بے خبر تھے‘‘۔(۷/۱۷۲) علامہ نے اس ترجمہ کی جو وضاحت کی ہے وہ نہایت دلچسپ ہے علامہ فرماتے ہیں۔

(الف) خلافت صرف آدمؑ کو ملی تھی

۔’’جیسا کہ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ معاملہ تخلیق آدمؑ کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اس وقت جس طرح فرشتوں کو جمع کر کے انسانِ اول کو سجدہ کرایا گیا تھا۔ اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا۔ اسی طرح پوری نسل آدمؑ کو بھی، جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بیک وقت وجود اور شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا تھا۔ اور ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت لی تھی۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابی بن کعب نے غالباً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کر کے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس مضمون کی بہترین شرح ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

۔’’اللہ تعالیٰ نے سب کو جمع کیا اور (ایک ایک قسم کے یا ایک ایک دور کے) لوگوں کو الگ الگ گروہوں کی شکل میں مرتب کر کے انہیں انسانی صورت اور گویائی کی طاقت عطا کی۔ پھر ان سے عہد و میثاق لیا۔ اور انہیں آپ اپنے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم پر زمین و آسمان سب کو اور خود تمہارے باپ آدمؑ کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ تاکہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس کا علم نہ تھا۔ خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور میرے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا میں تمہارے پاس اپنے پیغمبر بھیجوں گا۔ جو تم کو یہ عہد و میثاق جو تم میرے ساتھ باندھ رہے ہو، یاد دلائیں گے۔ اور تم پر اپنی

کتابیں بھی نازل کروں گا۔اس پر سب انسانوں نے کہا کہ ہم گواہ ہوئے آپ ہی ہمارے رب اور آپ ہی ہمارے معبود ہیں۔ آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے نہ کوئی معبودٗ ‘‘۔(مسلسل لکھا کہ)

۔’’اس معاملہ کو بعض لوگ محض تمثیلی انداز بیان پر محمول کرتے ہیں۔ان کا خیال یہ ہے کہ دراصل یہاں قرآن مجید صرف یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتا ہے۔کہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار انسانی فطرت میں پیوست ہے اور اس بات کو یہاں ایسے انداز سے بیان کیا گیا ہے۔کہ گویا یہ ایک واقعہ تھا۔جو عالم خارجی میں پیش آیا۔لیکن ہم اس تاویل کو صحیح نہیں سمجھتے۔قرآن اور حدیث دونوں میں اسے بالکل ایک واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔اور صرف بیان واقعہ ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ قیامت کے روز بنی آدمؑ پر حجت قائم کرتے ہوئے اس ازلی عہد و اقرار کو سند میں پیش کیا جائے گا۔لہذا کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُسے محض ایک تمثیلی بیان قرار دیں۔ہمارے نزدیک یہ واقعہ بالکل اسی طرح پیش آیا تھا۔جس طرح عالم خارجی میں واقعات پیش آیا کرتے ہیں۔اللہ تعالی نے فی الواقع اُن تمام انسانوں کو جنہیں وہ قیامت تک پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا بیک وقت زندگی اور شعور اور گویائی عطا کر کے اپنے سامنے حاضر کیا تھا۔اور فی الواقع انہیں اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ کر دیا تھا۔کہ ان کا کوئی رب اور کوئی الٰہ اُسکی ذات اقدس و اعلیٰ کے سوا نہیں ہے۔اور ان کے لئے کوئی صحیح طریق زندگی اس کی بندگی و فرمانبرداری (اسلام) کے سوا نہیں ہے۔اس اجتماع کو اگر کوئی شخص (مودودی وغیرہ) بعید از امکان سمجھتا ہے۔تو یہ محض اس کے دائرہ فکر کی تنگی کا نتیجہ ہے۔ورنہ حقیقت میں تو نسل انسانی کی موجودہ تدریجی پیدائش جتنی قریب از امکان ہے۔اتنا ہی ازل میں اس کا مجموعی ظہور اور ابد میں اس کا مجموعی حشر و نشر بھی قریب از امکان ہے۔پھر یہ بات نہایت معقول معلوم ہوتی ہے کہ انسان جیسی صاحب عقل و شعور اور صاحب تصرف و اختیارات مخلوق کو زمین پر بحیثیت خلیفہ مامور کرتے وقت اللہ تعالیٰ اسے حقیقت سے آگاہی بخشے اور اس سے اپنی وفاداری کا اقرار لے اس معاملے کا پیش آنا قابل تعجب نہیں۔البتہ اگر یہ پیش نہ آتا تو ضرور قابل تعجب ہوتا‘‘۔

(تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۹۶۔۹۷)

(ب) علامہ کے بیانات ایک دوسرے کو رد کرتے ہیں

قارئین حضرات سوچیں کہ اگر امانت اور خلافت والا سابقہ واقعہ اور یہ زیرنظر واقعہ ایک ہی ہے تو علامہ نے چوتھی جلد لکھتے وقت اس واقعہ کو تمثیلی کیوں قرار دیا؟۔کیوں نہ وہاں قرآن اور حدیث کی اس تشریح کو سامنے رکھا جو دوسری جلد میں پہلے لکھ چکے تھے؟ اور وہاں کیوں :۔’’یہ بھی ممکن ہے‘‘۔’’اور یہ بھی اتنا ہی ممکن ہے‘‘۔اور۔’’یہ بھی ہوسکتا ہے‘‘۔’’اور وہ بھی ہوسکتا ہے‘‘۔کے چست و چالاک جملے کیوں لکھے گئے؟۔

(۲) آخر آپ نے دوسری جلد پہلے لکھی ہوگی۔اس کے بعد تیسری جلد ختم کر کے چوتھی جلد کا نمبر برسوں بعد آیا ہوگا۔

اُس میں کیوں حضرت آدمؑ کو غائب کیا گیا؟۔اور کیوں خلافت کو ہر کافر ومشرک وسرکش کے لئے عام کر دیا؟۔یہی نہیں بلکہ خدا کو بھی قطعاً چھپا دیا اور کتب خداوندی کا مسلسل انبیاء علیہم السلام پر آنا بھی نہ مانا گیا۔

(۳)اور اگر یہ دونوں واقعات یا قصے الگ الگ ہیں اور یقیناً ان میں سے کسی ایک کا دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ دونوں ایک برتر ہستی کا تعین کرنے کے لئے ہیں۔ایک میں تمام انسان حاضر کئے گئے ہیں۔اور اللہ نے اپنی ربوبیت اور معبودیت کا اقرار واعلان وعہد کرایا ہے۔دوسرے میں جناب آدمؑ اور ملائکہ اور ابلیس ہے۔اور خلافت کا سپرد کرنا مقصود ہے۔امانت والا قصہ ان دونوں سے مختلف اور الگ ہے جس کو علامہ نے گڈمڈ کر کے رکھ دیا ہے۔اس میں تمام انسان حاضر نہ کئے گئے تھے اور نہ اس اجتماع کی ضرورت تھی،نہ یہ واقعہ تخلیق آدم علیہ السلام کے پہلے کا ہے۔یہ تو اتنا سنگین واقعہ ہے جس کو پوشیدہ کرنے کے لئے منافقین نے بڑے جتن کئے ہیں اور جناب علامہ بھی کسی اور کے نقش پا پر نظر جمائے چلے جا رہے ہیں۔ یہ امانت خداوندی میں سب سے بڑی خیانت تھی۔

137۔حقیقی اسلام کے مقابلہ میں ایک خودساختہ اسلام کی سربراہی کی ذمہ داری

اس خیانت کے لئے ایک مکتب فکر راتوں کو مشورے کیا کرتا تھا۔جو اطاعت رسولؐ کے لئے زبانی کچھ اور کہتا تھا، مگر اندرخانہ منصوبہ کچھ اور تھا(۴/۸۱)یہ وہی مومنین تھے،جو حکومت میں حصہ طلب کرتے تھے(۳/۱۵۴)ہم ان کا تعارف باقاعدہ کراتے رہے ہیں۔اس جماعت کے سربراہ کو ظلوم وجہول کہا گیا ہے۔یہ ماضی کا نہیں نزول قرآن کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ یوں تو علامہ سیاق وسباق کو ملا کر مفہوم اخذ کرنے پر بڑا زور دیتے ہیں مگر سورہ احزاب کی امانت والی آیت(۳۳/۷۲)کا ترجمہ اور تفہیم کرتے ہوئے علامہ نے نہ سیاق کی پرواہ کی نہ سباق کو دیکھا۔ان سے کہیے کہ چند آیات پیچھے سے خود اپنا ترجمہ دیکھیں۔ ان ہی مومنین کا ذکر ہے جو آنحضرتؐ کو اس امانت کے بارے میں ایذا دیتے تھے(۳۳/۶۹)جو تقویٰ سے خالی تھے۔امانت ہڑپ کرنے کی بات کیا کرتے تھے(۳۳/۷۰)جن کے اعمال ان کے گناہوں نے بگاڑ دیئے تھے۔جو اطاعت رسولؐ نہ کرتے تھے(۳۳/۷۱)سورہ کی آخری آیت نے منافق ومشرک کہہ کر عذاب کا لزوم بتا دیا(۳۳/۷۳)۔سابقہ بیانات سے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جناب علامہ مودودی صاحب کی تنگ دلی اور کج نگاہی ثابت ہو چکی ہے لیکن ہم انہیں سہولت سے رہا کرنے والے نہیں۔ہم پر لازم ہے کہ مجتہدین کی ایسی پول کھولیں کہ انہیں کہیں دم مارنے کی جگہ نہ ملے۔چنانچہ پہلے تو قرآن مجید سے ایک ایسی حقیقت ملاحظہ ہو جس پر ہمیشہ پردہ ڈالا جاتا رہا ہے اور جس کے معلوم ہو جانے کے بعد آپ موڈرن دنیا کے سامنے سربلند کر کے کھڑے ہو سکیں۔اس کے بعد علامہ کے قلم سے یہ دیکھیں کہ اللہ نے آنحضرتؐ کو نذیر للعالمین اور

رحمت للعالمین برائے بیت نہیں بلکہ کائناتی ضرورت کے پیش نظر بنایا ہے تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ علامہ یا دیگر علماء کا سرکار دو عالم کو محض اپنے دور کے انسانوں کے لئے رسولؐ قرار دینا کس قدر باطل اور خلاف قرآن عقیدہ ہے جسے مجتہدین نے اپنی جہالت کو چھپانے اور اسلام وقرآن کی عظمت کو گھٹانے کیلئے لوگوں میں پھیلایا ہے۔

138۔زمین ایک نہیں کم از کم سات زمینیں ہیں

اللہ نے فرمایا تھا کہ:۔

اللّٰہُ الَّذِی خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الۡاَمۡرُ بَیۡنَھُنَّ لِتَعۡلَمُوۡا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عِلۡمًاO(۶۵/۱۲)

۔’’اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے ان ہی کے مانند۔ان کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔(یہ بات تمہیں اس لئے بتائی جارہی ہے) تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے‘‘۔(تفہیم القرآن صفحہ ۵۸۱۔۵۸۲)

139۔سربراہؑ اسلام ونزولِ ملائکہ وروح

اب اگر آپ پہلے سے جانتے ہیں کہ:۔

تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ فِیۡھَا بِاِذۡنِ رَبِّھِمۡ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍO سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِO(۵۔۹۷/۴قدر)

ہر سربراہؑ اسلام پر ہر سال شب قدر میں ملائکہ اور روح سال آئندہ کے تمام احکام لے کر نازل ہوتے ہیں۔اور طلوع فجر تک آمد ورفت وسلام کا سلسلہ برابر قائم رہتا ہے۔تب تو آپ کے لئے علامہ کی پیش کردہ آیت سلسلہ تنزیل احکام کی ایک مزید سند ہے۔اور اگر تنزیل احکام کو جانتے ہی نہیں، تو وہ آیت خود بتارہی ہے کہ پوری کائنات میں اللہ کے احکام نافذ کرنے کا انتظام موجود رہتا چلا جائے گا۔اور ظاہر ہے کہ تنفیذ احکام اور تدبّر کائنات صرف نوع انسان کی ترقی وتسلط ہی کے لئے ہوتا ہے تاکہ سربراہؑ انسانیت پوری کائنات کے ارتقائی حالات پر مطلع رہے۔اور نوع انسان کو بروقت موزوں احکامات دے کر کائناتی پروگرام میں پیش رفت کی راہنمائی کرسکے۔اب آپ دیکھیں کہ وہی علامہ مودودی جو آنحضرتؐ کے دائرہ نبوت کو تنگ کر رہے تھے۔ مندرجہ بالا آیت کی ذیل میں نوٹ دے کر کائنات کی اُس پوزیشن کو مان رہے ہیں جو اگر صحیح مقام پر مان لیتے تو مومن علماء میں شمار ہو جاتے۔ان لوگوں کی بدنصیبی یہ ہے کہ یہ مانیں گے سب کچھ مگر جہاں ماننے سے ایمان کی صحت ثابت ہوگی وہاں نہ مانیں گے۔دیکھئے یہ حضرت ساری کائنات کو ایک نذیرٌ لِلعالمین اور رحمتٌ لِلعالمین کی ضرورت کا محتاج مانتے ہیں مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ کہیں حق کے قریب نہ پہنچ جائیں۔ومن الارض مثلھن پر وضاحت فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

140۔علامہ متعدد آباد زمینوں کا اقرار کرتے ہیں

۔''اُن ہی کی مانند''۔کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جتنے آسمان بنائے اتنی ہی زمینیں بھی بنائیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔کہ جیسے متعدد آسمان اُس نے بنائے ہیں۔ویسے ہی متعدد زمینیں بھی بنائی ہیں۔''اور زمین کی قسم سے'' کا مطلب یہ ہے، کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں۔اپنی موجودات کے لئے فرش اور گہوارہ بنی ہوئی ہے۔اُسی طرح اللہ تعالی نے کائنات میں اور زمینیں بھی تیار کر رکھی ہیں۔ جو اپنی اپنی آبادیوں کے لئے فرش اور گہوارہ ہیں۔ بلکہ بعض مقامات پر تو قرآن میں یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔کہ جاندار مخلوقات صرف زمین ہی پر نہیں ہے۔عالم بالا میں بھی پائی جاتی ہیں۔(مثال کے طور پر ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد چہارم الشوریٰ آیت ۲۹ حاشیہ ۵) بالفاظ دیگر آسمان میں یہ جو بے حساب تارے اور سیارے نظر آتے ہیں۔یہ سب ڈھنڈار پڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بکثرت ایسے ہیں۔جن میں دنیائیں آباد ہیں۔

141۔بہت سی آباد دنیاؤں پر قدیم سند بھی مان لی ہے

قدیم مفسرین میں سے صرف ابن عباسؓ ایک ایسے مفسر ہیں۔جنھوں نے اُس دور میں اِس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ جب آدمی اس کا تصور تک کرنے کو تیار نہ تھا کہ کائنات میں اس زمین کے سوا کہیں اور بھی ذی عقل مخلوق بستی ہے۔آج اس زمانہ کے سائنس دانوں تک کو اس کے امر واقعہ ہونے میں شک ہے۔کجا کہ چودہ سو سال پہلے کے لوگ اسے باسانی باور کر سکتے۔اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ عام لوگوں کے سامنے یہ بات کہتے ہوئے ڈرتے تھے۔ کہ کہیں اس سے لوگوں کے ایمان متزلزل نہ ہو جائیں۔ چنانچہ مجاہد کہتے ہیں کہ اُن سے جب اس آیت کا مطلب پوچھا گیا۔تو انہوں نے فرمایا کہ''اگر میں اس کی تفسیر تم لوگوں سے بیان کروں تو تم کافر ہو جاؤ گے۔اور تمہارا کفر یہ ہوگا کہ اسے جھٹلاؤ گے''۔قریب قریب یہی بات سعید بن جبیر سے بھی منقول ہے۔کہ ابن عباس نے فرمایا۔''کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر میں تمہیں اس کا مطلب بتاؤں تو تم کافر نہ ہو جاؤ گے'' (ابن جریر۔عبد بن حمید) تاہم ابن ابی حاتم اور حاکم نے اور شعب الایمان اور کتاب الاسماء والصفات میں بیہقی نے ابوالضحیٰ کے واسطے سے باختلاف الفاظ ابن عباس کی یہ تفسیر نقل کی ہے۔کہ فِی کُلِّ اَرْضٍ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ وَآدَمُ کَآدَمَ وَنوح کنوح وابراهیمَ کَابراهیم وعیسٰی کعیسٰی ان میں سے ہر زمین میں نبیؑ ہے۔تمہارے نبیؐ جیسا۔اور آدمؑ ہے تمہارے آدمؑ جیسا۔اور نوحؑ ہے۔تمہارے نوحؑ جیسا۔اور ابراہیمؑ ہے۔تمہارے ابراہیمؑ جیسا۔اور عیسیٰؑ ہے۔تمہارے عیسیٰؑ جیسا۔اس روایت کو ابن حجر نے فتح الباری میں اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے۔اور امام ذھبی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔البتہ میرے علم میں۔ابوالضحیٰ کے سوا کسی نے اسے روایت نہیں کیا ہے۔اس لئے یہ بالکل شاذ روایت ہے۔بعض دوسرے علماء نے

اسے کذب اور موضوع قرار دیا ہے۔ اور مُلاّ علی قاری نے اس کو موضوعات کبیر (صفحہ ۱۹) میں موضوع کہتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اگر یہ ابن عباس ہی کی روایت ہے؟۔ تب بھی اسرائیلات میں سے ہے۔'' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے رد کرنے کی اصل وجہ لوگوں کا اسے بعید از عقل وفہم سمجھنا ہے۔ ورنہ بجائے خود اس میں کوئی بات بھی خلاف عقل نہیں ہے۔ چنانچہ مُلاّ آلوسی اپنی تفسیر میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اس کو صحیح ماننے میں نہ عقلاً کوئی چیز مانع ہے، نہ شرعاً۔ مراد یہ ہے۔ کہ ہر زمین میں ایک مخلوق ہے۔ جو ایک اصل کی طرف اُسی طرح راجع ہوتی ہے۔ جس طرح بنی آدم ہماری زمین میں آدم علیہ السلام کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ اور ہر زمین میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں۔ جو اپنے ہاں دوسروں کی بہ نسبت اُسی طرح ممتاز ہیں۔ جس طرح ہمارے یہاں نوح اور ابراہیم علیہما السلام ممتاز ہیں۔ آگے چل کر علامہ موصوف کہتے ہیں کہ:۔

۔''ممکن ہے کہ زمینیں سات سے زیادہ ہوں۔ اور اسی طرح آسمان بھی صرف سات ہی نہ ہوں، سات کے عدد پر، جو عدد تام ہے، اکتفا کرنا اس بات کو مستلزم نہیں کرتا کہ اس سے زیادہ کی نفی ہو''۔ پھر بعض احادیث میں ایک ایک آسمان کی درمیانی مسافت جو پانچ پانچ سو برس بیان کی گئی ہے۔ اس کے متعلق علامہ موصوف کہتے ہیں۔ کہ **من باب التقریب للافہام** ۔یعنی۔''اس سے مراد ٹھیک ٹھیک مسافت کی پیمائش بیان کرنا نہیں ہے۔ بلکہ مقصود بات کو اس طرح بیان کرنا ہے کہ وہ لوگوں کی سمجھ سے قریب تر ہو''۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حال ہی میں امریکہ کے رانڈ کارپوریشن (RAND CORPORATION) نے فلکی مشاہدات سے اندازہ لگایا ہے کہ زمین جس (GLAXY) میں واقع ہے۔ صرف اس کے اندر تقریباً ساٹھ کروڑ ایسے سیارے پائے جاتے ہیں جن کے طبعی حالات ہماری زمین سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اور امکان ہے۔ کہ ان کے اندر بھی جاندار مخلوق آباد ہو۔ (اکانومسٹ لنڈن مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۶۹ء)''۔ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۸۱ تا ۵۸۳)

142۔ اہل خلاف نے قرآن وحدیث کو ہمیشہ جھٹلایا

قارئین کرام یہاں جو چیزیں نوٹ کرنے کی ہیں، ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ رسوؐل کی تعلیمات کے بعد کثرت کا ایمان ایسا تھا کہ اگر ان سے کوئی بھی ایسی بات کہہ دی جاتی۔ جس میں ان کے دماغی جاہلانہ ماحول سے کچھ زیادہ ہوتا، تو ان کا ایمان متزلزل ہو جاتا تھا۔ یعنی دراصل عرب کے لوگ اس حقیقت پر ایمان ہی نہ لائے تھے۔ کہ قرآن ورسولؐ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ حق ہوتا ہے اور جب مجاہد اور سعید بن جبیر جیسے راویانِ حدیث کا ایمان ایسا تھا۔ جن کے بیانات پر اہل خلاف کے مذہب کا دار ومدار ہے تو کسی اور سے حق کو برداشت کرنے کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟۔ یعنی یہ لوگ صرف نماز روزہ۔ حج زکوٰۃ اور جہاد

وغیرہ کے مسائل ہی کو قرآن سمجھتے تھے۔ چونکہ حضرت علیؑ اور دیگر آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے قرآن، رسولؐ اور کائنات کے متعلق بھرپور فضائل اور تفصیلات بیان کی ہیں۔ لہٰذا مدمقابل انہیںؑ اور ان کے بیانات کو جھوٹا قرار دے کر ان کی مخالفت پر عربوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہوا۔ اور رسولؐ و قرآن کی ہر فضیلت کا اس لئے انکار کر دیا کہ یہ لوگ اپنے علم کی دھوم مچا کر قرآن اور رسوؐل کی آڑ میں اپنا غلبہ اور اقتدار جمانا چاہتے ہیں۔ تاکہ مدّ مقابل کی جہالت ثابت کر کے استحقاقِ خلافت باطل کر دیا جائے۔ گویا صرف حکومت پر قبضہ رکھنے کے لئے قرآن اور رسوؐل کی عظمت کا انکار کرنا لازم تھا۔

دوسری بات علامہ کے بیان سے یہ نوٹ کریں کہ روزِ اوّل سے آج تک بعض علماء نے ہر اس حدیث اور آیت کا انکار کیا جو اُن کے مبلغِ علم سے بلند تھی۔ اور نہایت کھلے دل سے دین کی خدمت سمجھ کر جس حدیث کو چاہا غلط جھوٹ اور شاذ کہہ کر رد کر دیا اور مُلّا علی قاری اور ان کے ہم مثل لوگوں نے بڑی بڑی کتابوں میں ہر اس حدیث کو جھوٹا کہہ کر لکھ دیا جو ان کی مصلحت کے خلاف تھی۔ چنانچہ شیعہ مجتہدین اور ان کے ساتھی اہل خلاف علماء نے جن احادیث کو اختیار کیا نہ ان کا اعتبار ہے نہ اس قسم کے علماء کو اہل حق قرار دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ آنحضرتؐ کے بعد اسلام کے نام سے جو دین منظر عام پر لایا گیا۔ اس پر عمل کرنے سے پہلے اسے جانچنا ضروری ہے۔ پھر یہ بھی سوال ہے کہ اگر کسی حدیث کا صرف ایک ہی راوی ہے تو وہ حدیث شاذ اور ناقابل عمل ہے۔ تو جناب فاطمہؑ کو شاذ حدیث کی بنا پر کیوں محروم کیا گیا؟۔ یعنی حدیث اور قرآن کا انکار کرنے کے لئے احادیث اور آیات کی کئی اقسام کی گئی ہیں۔ تیسری بات یہ کہ اسرائیلی حکایتوں میں ہرگز کہیں مندرجہ بالا قسم کی روایت نہیں ہے۔ ان غریبوں کو تو ایسا وہم بھی نہ ہوسکتا تھا کہ کوئی اور آدمؑ بھی ممکن ہے۔ چونکہ عربوں نے اپنی عقل و فہم کو قرآن، رسولؐ اور حدیث پر قاضی و حاکم بنائے رکھا لہٰذا مسئلہ عصمت وعدل و امامت کا انکار بالکل قدرتی اور ضرورت عرب کے عین مطابق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب اسماعیل بخاری نے سات لاکھ احادیث میں سے چھ لاکھ چورانوے ہزار (694000) احادیث کو اپنی کتاب بخاری میں درج نہ کیا۔ اِس سے ثابت ہوا کہ وہ دین جس میں سے چھ لاکھ چورانوے ہزار (694000) احادیث کو نکال دیا جائے اس میں حق کتنی مقدار میں رہ سکتا ہے۔ اور آخری بات جو نوٹ کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن اور رسولؐ اور آئمہ اہل بیتؑ کے تمام بیانات صحیح ہیں۔ نہج البلاغہ میں اور دیگر کتب میں جو خطبے جناب علی مرتضٰی علیہ السلام نے بیان فرمائے ہیں۔ ان کا ہر لفظ صحیح ہے اور کائنات اور اس کے علوم سے ان کے مخالف محروم تھے۔ لہٰذا مذہب حقہ اثنا عشریہ کی حقانیت اظہر من الشّمس ہے۔ اور علامہ مودودی نے مان لیا کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت ساری کائنات پر حاوی ہے۔ اور ان کی جانشینی جہلا نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہ کہ ہر شب قدر میں ان کے جانشین پر تمام کائنات کی

مخلوق کے لئے احکام آتے ہیں ۔تا کہ پوری کائنات کی ہر مخلوق کی راہنمائی اور تنذیر کرے اور یوں رحمۃ للعالمین کی رحمت اوراللہ کے علمی احاطہ کا ثبوت فراہم کرے ۔ یہ ہے مقام نبوّت ورسالت وامامتؑ ۔اور یہ ہیں سورہ قدر وتقدیر ونزولِ ملائکہ والروح کے معنی ۔ یہ نہیں کہ خواہ مخواہ کہیں سے احکامات لڑکھا دیئے جاتے ہوں نہ کوئی مخاطب ہو، نہ مرکزی حیثیت ہو، نہ کوئی گواہ ہو، نہ کسی پر اتمام حجت ہوتا ہو، بس احکامات گرتے ٹپکتے اور بہتے چلے جاتے ہوں ۔ نہ کسی کو اللہ کی قدرت کا پتہ چلے نہ یہ پتہ لگے کہ قادر کیا ہے ؟۔ قدرت کسے کہتے ہیں ؟۔ ہر صاحب عقل کو ماننا پڑے گا کہ اللہ کے احکام کا نزول نائب خداوندی پر ہوگا ۔ وہ مرکزی حیثیت سے متعلقین تک احکام کو عملی وقابل فہم صورت میں پہنچائے گا ۔ باز پرس کرے گا عملی دقتیں عملاً دور کرے گا۔اور تمام کائناتی وارتقائی منازل طے کرانے کے لئے ہر ہر شخص کو ہر جگہ ہدایت پہنچانے کا انتظام کرے گا۔ قیامت تک پیدا ہونے والی تمام ضروریات واحتیاجات کو رفع کرنے کے لئے تمام علوم اور تمام زبانوں میں ہدایات جاری کرے گا۔ ایسا شخص ہی وہ شخص ہوسکتا ہے جس کے لئے قرآن کریم یہ دعویٰ کرے کہ:۔

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَهُ فِيٓ إِمَامٍ مُّبِينٍ O (۳۶/۱۲ سورہ یٰسین) اللہ نے تمام اشیاء کو امامؑ مبین یعنی مشہور ومعروف امامؑ کے احاطہ میں دے دیا ہے ۔ چونکہ مجتہدین نے اپنے عقائد کو قرآن کریم اور حدیثِ معصومؑ سے اختیار نہیں کیا ہے اس لئے سورہ یٰسین کی اس آیت میں لفظ امامؑ ہوتے ہوئے بھی انہوں نے اس کو امامؑ نہیں سمجھا بلکہ کتاب قرار دیا ہے ۔ چنانچہ جناب علامہ نے بھی اپنے اسلاف کی پیروی میں یہاں تحریف ضروری سمجھی اور امام مبین کے معنی کتاب مبین یا کھلی کتاب کر لئے ہیں ۔لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر اللہ نے ہر چیز کو ایک کھلی ظاہر بظاہر کتاب میں لکھ دیا ہے تب بھی اس کتاب کا عالم ہر چیز کا عالم ہوگا ۔اور ہر چیز کے عالم ہی کو تو امام مبینؑ کہا گیا تھا ۔ پھر اس ردوبدل اور تحریف سے فائدہ کیا ہوا ؟ ۔ اگر دل میں یہ منشا پوشیدہ ہے کہ وہ کوئی ایسی کتاب ہے جس سے بنی نوع انسان استفادہ نہیں کرسکتے تو یقیناً وہ نہ کتاب ہوسکتی ہے نہ اسے کھلی کتاب (مبین) کہنا صحیح قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بنی نوع انسان کو اس کی احتیاج ہوسکتی ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں قرآن کریم میں کائنات کی تمام اشیاء کی تفصیل کا ذکر ہو، اسے تسلیم نہ کیا جائے ۔اور جہاں راہنمائےؑ کائنات کو تمام کائنات کی ہر چیز کا جاننے والا بتایا جائے وہاں امام کو کتاب بنا کر اصل حقیقت کا انکار کر دیا جائے اور جہاں خود موڈ میں ہوں بلاضرورت غپ شپ کے طور پر اور جہلا میں رعب قائم کرنے کے لئے خوب باتیں بنائیں گے مگر صحیح مقام پر کبھی حق بات نہ کہیں گے ۔

143۔مولانا کی بات منہ سے نکلتے ہی حق و باطل کا فرق نوٹ کرلیں

لہٰذا ہم ان کی ہر بات کونمبر دے کر ساتھ کے ساتھ حق پر توجہ دلاتے چلیں گے۔تا کہ حقیقت قارئین کے ذہن نشین ہوجائے۔

مولانا کا بیان	بیان کا نتیجہ
(۱)۔''یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس نے نوع انسانی کے افکار، اخلاق تہذیب اورطرزِ زندگی پر اتنی وسعت۔اتنی گہرائی اور اتنی ہمہ گیری کے ساتھ اثر ڈالا ہے۔کہ دنیا میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی''۔	(۱)علامہ نے جس مقصد سے یہ سب کچھ قبول کیا وہ تو بہر حال باطل ہے مگر یہ بات ثابت ہے کہ اس کتاب کا لانے والا رسولؐ اور پھر اس کا جانشینؑ یقیناً بے نظیر ہونا چاہئے۔
(۲)۔''جس موضوع پر یہ کتاب بحث کرتی ہے۔وہ ایک وسیع ترین موضوع ہے۔جس کا دائرہ ازل سے ابد تک پوری کائنات پر حاوی ہے''۔	(۲)یقیناً رسولؐ اللہ اور اُن کا جانشینؑ اس وسیع ترین موضوع کے عالم و معلم اور ازل سے ابد تک اِس کائنات پر حاوی ہونا چاہئیں۔
(۳)۔''وہ کتاب کائنات کی حقیقت اور اس کے آغاز وانجام اوراس کے نظم وآئین پر کلام کرتی ہے''۔	(۳)یقیناً رسولؐ اللہ اور اُن کے جانشینؑ کائنات کی حقیقت اوراس کے آغاز وانجام اور کائنات کے نظم وآئین پر مطلع اور آغاز وانجام ونظم وآئین کے معلم تھے۔
(۴)۔''وہ بتاتی ہے کہ اس کائنات کا خالق وناظم ومدّبر کون ہے؟ کیا اس کی صفات ہیں؟ کیا اس کے اختیارات ہیں؟اور حقیقت نفس الامری کیا ہے؟ جس پر اُس نے یہ پورا نظام عالم قائم کیا ہے۔	(۴)اس کتاب کا حاملؑ اور وارثؑ اوراس کے مطابق راہنمائی کرنے والا خود بھی خالق ومدبر وناظم کائنات اور تخلیق وتنظیم وتدبیر کائنات اور صفات واختیاراتِ خداوندی سے کما حقہ واقف، عالم اور معلم ہونا چاہئے۔کائنات کا ہر پہلو اس پر روشن ہونا لازم ہے۔

مولانا کا بیان	بیان کا نتیجہ
(۵) وہ اس جہان میں انسان کی حیثیت اور اس کا مقام ٹھیک ٹھیک مشخص کر کے بتاتی ہے۔ کہ یہ اس کا فطری مقام اور یہ اس کی پیدائشی حیثیت ہے‘‘۔	(۵) لازم ہے کہ رسولؐ اللہ دعویٰ نبوت کے وقت انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز اور امت کے لئے ایک چلتا پھرتا نمونہ ہوں۔ اور ایسا نمونہ مسلسل تا قیام قیامت امت میں برقرار رہنے اور دوسروں کو اپنی طرف ترقی کرانے کا محسوس ومشہود انتظام کریں۔
(۶) وہ بتاتی ہے۔ کہ اس مقام اور اُس حیثیت کے لحاظ سے انسان کے لئے فکر وعمل کا صحیح راستہ کیا ہے۔ جو حقیقت سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔ اور غلط راستے کیا ہیں۔ جو حقیقت سے متصادم ہوتے ہیں‘‘۔	(۶) رسولؐ اللہ اور اُن کے جانشین پر لازم ہوا کہ خود حق و باطل غلط وصحیح سے واقف اور محفوظ ومعصوم ہوں تا کہ ان کے فکر وعمل پر یقین کے ساتھ عمل کیا جائے اور ان کی اتباع کے نتائج ہمیشہ ہر حال میں حقیقت کے مطابق برآمد ہوتے جائیں۔
(۷) صحیح راستے کے صحیح ہونے اور غلط راستوں کے غلط ہونے پر وہ زمین وآسمان کی ایک ایک چیز سے نظام کائنات کے ایک ایک گوشے سے، انسان کے اپنے نفس اور اُس کے وجود سے اور انسان کی اپنی تاریخ سے بے شمار دلائل پیش کرتی ہے‘‘۔	(۷) دینی وانسانی ضرورت کا تقاضہ ہے۔ کہ رسولؐ اللہ اور اُن کے تمام جانشینؑ حق وباطل اور صحیح وغلط سے عصمت کے درجہ تک عملاً عالم ومعلّم ہوں۔ اور بنی نوع انسان کو عملی تعلیم دینے اور غلط کاری سے بچانے کے لئے زمین اور آسمانوں کی ایک ایک چیز پر مطلع، نظام کائنات کے گوشے گوشے سے واقف، نفوس انسانی اور اس کے وجود وتاریخ کا دلیل کے ساتھ عالم ہوں۔
(۸)۔ ’’اس کے ساتھ وہ یہ بھی بتاتی ہے۔ کہ انسان غلط راستوں پر کیسے اور کن اسباب سے پڑتا رہا ہے۔ اور صحیح راستہ، جو ہمیشہ سے ایک ہی تھا۔ اور ایک ہی رہے گا، کس ذریعہ سے اس کو معلوم ہوسکتا ہے؟ اور کس طرح ہر زمانے میں اس کو بتایا جاتا رہا ہے‘‘۔	(۸) اس کتاب کا معلم لازم ہے کہ پچھلی امتوں اور اقوام کے حالات پر عینی شاہد ہو۔ ان کے مقاصد اور رجحانات وسیاسی ضروریات پر کماحقہ مطلع رہتا چلا آیا ہو۔ تمام انبیا علیہم السلام کی تعلیمات کا مصدق ونگران رہا ہو اور تمام نوع انسانی پر شہادت کے قابل ہو۔

مولانا کا بیان

(۹) وہ صحیح راستے کی صرف نشاندہی کر کے نہیں رہ جاتی بلکہ اس راستے پر چلنے کے لئے ایک پورے نظام زندگی کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ جس میں عقائد، اخلاق، تزکیہ نفس، عبادات، معاشرت، تہذیب، تمدن، معیشت، سیاست، عدالت، قانون، غرض حیات انسانی کے ہر پہلو سے متعلق ایک نہایت مربوط ضابطہ بیان کر دیا گیا ہے۔ مزید برآں وہ پوری تفصیل کے ساتھ بتاتی ہے کہ اس صحیح راستے کی پیروی کرنے اور ان غلط راستوں پر چلنے کے کیا نتائج اس دنیا میں ہیں اور کیا نتائج دنیا کا موجودہ نظام ختم ہونے کے بعد ایک دوسرے عالم میں رونما ہونے والے ہیں؟ وہ اس دنیا کے ختم ہونے اور دوسرا عالم برپا ہونے کی نہایت مفصل کیفیت بیان کرتی ہے۔ اُس تغیر کے تمام مراحل ایک ایک کر کے بتاتی ہے۔ دوسرے عالم کا پورا نقشہ نگاہوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے۔ اور پھر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ کہ وہاں انسان کیسے ایک دوسری زندگی پالے گا۔ کس طرح اس کی دنیوی زندگی کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ کن امور کی اُس سے باز پرس ہوگی۔؟ کیسی ناقابل انکار صورت میں اس کا پورا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ کیسی زبردست شہادتیں اُس کے ثبوت میں پیش کی جائیں گی۔ جزا و سزا پانے والے کیوں جزا و سزا پائیں گے۔ جزا پانے والوں کو کیسے انعامات ملیں گے۔ اور سزا پانے والے کس کس شکل میں اپنے اعمال کے نتائج بھگتیں گے۔

بیان کا نتیجہ

(۹) ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کا معلم تا قیامت ایسا فرد عظیمؑ ہونا چاہیے جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک انتہائی نمونہ ہی نہ ہو۔ بلکہ مذکورہ نظام کے لئے انسانوں کی ذہنی تخلیق کر کے مطلوبہ نظام برقرار رکھتا چلا جائے تاکہ نسل انسانی کا ماحول اپنے اندر اپنے راہنماؐ کی صفات و عادات پیدا کرتا اور روز افزوں ارتقائی منزلیں طے کرتا چلا جائے ظاہر ہے کہ ایسا معلمؑ اور راہنماؐ زندگی کے پورے نظام، فطرت کے تمام قوانین اور اُن کے مطابق اعمال پر کما حقہ قادر ہونا چاہیے۔ پھر یہ کہنا قطعاً غلط ہوگا کہ اس کتاب میں مکمل تفصیلات نہیں ہیں۔ اس میں طب اور جنگلات کا ذکر نہیں ہے اس کی آیات مجمل ہیں اس میں متشابہات یعنی سمجھ میں نہ آنے والی آیتیں ہیں۔ اس میں ناسخ و منسوخ بھرا پڑا ہے۔ اس میں صرف چند اصول ہیں جن پر غور کر کے مجتہدین تفصیلات خود نکالیں گے۔ یہ بھی غلط ہوگا کہ چند جہلا یا عقلا اپنے عقلی مشوروں سے خود ایک نظام قائم کر لیں گے اور معاذ اللہ رسولؐ اور قرآن نے اپنے بعد کے لئے کوئی فیصلہ کن نظام زندگی متعین نہ کیا تھا۔ اس کتاب کا معلم لازم ہے کہ دونوں قسم کی زندگیوں کا حق الیقین تک علم رکھتا ہو۔ اس نے جنت جہنم میزان اور اعمال پر شہادت اور مواخذہ و باز پرس کا سارا نظام بچشم خود دیکھا ہوتا کہ اس کے بیان میں جان ہو اور وہ تمام نظریات کو عملی صورت میں پیش کر سکے۔

مولانا کا بیان

(۱۰) اس وسیع مضمون پر جو کلام اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ وہ اس حیثیت سے نہیں ہے۔ کہ اس کا مصنف کچھ صغریٰ و کبریٰ جوڑ کر چند قیاسات کی ایک عمارت تعمیر کر رہا ہے۔ بلکہ اُس حیثیت سے ہے کہ اس کا مصنف حقیقت کا براہِ راست علم رکھتا ہے۔ اس کی نگاہ ازل سے ابد تک سب کچھ دیکھ رہی ہے۔ تمام حقائق اس پر عیاں ہیں کائنات پوری کی پوری اس کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ نوعِ انسانی کے آغاز سے اس کے خاتمہ تک ہی نہیں بلکہ خاتمہ کے بعد اس کی دوسری زندگی تک بھی وہ اس کو بیک نظر دیکھ رہا ہے۔ اور قیاس وگمان پر نہیں۔ بلکہ علم کی بنیاد پر انسان کی راہنمائی کر رہا ہے جن حقائق کو وہ علم کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے۔ اُن میں سے کوئی ایک بھی آج تک غلط ثابت نہیں کیا جا سکا ہے۔ جو تصور کائنات وانسان وہ پیش کر رہا ہے۔ وہ تمام مظاہر اور واقعات کی مکمل توجیہ کرتا ہے۔ اور ہر شعبہ علم میں تحقیق کی بنیاد بن سکتا ہے۔ فلسفہ وسائنس اور علوم عمران کے تمام آخری مسائل کے جوابات اس کے کلام (قرآن) میں موجود ہیں۔ اور ان سب کے درمیان ایسا منطقی ربط ہے۔ کہ ان پر ایک مکمل، مربوط اور جامع نظام فکر قائم ہوتا ہے۔ پھر عملی حیثیت سے جو راہ نمائی اس نے زندگی کے ہر پہلو کے متعلق انسان کو دی ہے۔ وہ صرف انتہائی معقول اور انتہائی پاکیزہ ہی نہیں ہے۔ بلکہ چودہ سو سال سے روئے زمین کے مختلف گوشوں میں بے شمار انسان بالفعل اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور تجربے نے اس کو بہترین ثابت کیا ہے۔ کیا اس شان کی کوئی انسانی تصنیف دنیا میں موجود ہے۔ یا کبھی موجود رہی ہے۔ جسے اس کتاب کے مقابلے میں لایا جا سکے؟۔"

(صفحہ ۱۷۶۔۱۷۷ تفہیم القرآن جلد پنجم)

بیان کا نتیجہ

(۱۰) یہاں کتاب کے مصنف یعنی اللہ تعالیٰ کی پوزیشن علامہ سے بیان نہ ہو سکی بلکہ خدا کی توہین آمیز منقبت لکھی ہے۔ اللہ علوم کا خالق اور علیم ہے نہ کہ عالم۔ کھلی کتاب کی مثال بھی نہایت غلط ہے یہ تمام جناب محمد مصطفیٰ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا مقام ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ کائنات ہمارے سامنے ہمارے کف دست (ہتھیلی) کی طرح ہے۔ یا یہ کہ اگر ہمارے سامنے سے مادی حجابات ہٹا دیئے جائیں تو ہمارے علم میں اضافہ نہ ہوگا۔ بہرحال یہ تمام قابلیت قرآن کریم کی عملی تعلیم دینے والے حضرات علیہم السلام کی ہیں۔ جن کے لئے احادیث میں تفصیل سے ہر پہلو بیان ہو چکا ہے مگر مجتہدین اُن احادیث کو اپنی عقلی ناتوانی سے جھٹلا چکے ہیں۔ مگر بالواسطہ چوری سے تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے چلے آئے ہیں۔ ذرا سوچئے کہ اللہ کے متعلق انسانوں کو عملی راہنمائی کرنے کا دعویٰ سوائے اس کے کیسے ثابت ہوگا کہ آنحضرتؐ کے اعمال کو اور عمل کو خدا کی عملی راہنمائی قرار دیا جائے۔ پھر خدا تو جیہات سے بہت بلند وارفع ہے۔ یہ کام بھی آنحضرتؐ اور اُن کے جانشینوںؑ کا ہے۔ مسلمانوں نے تفرقہ پردازی سے قرآنی نظام کے مکمل اور مربوط ہونے کو جھٹلایا ہے۔ البتہ دیگر اقوام عالم اُس کو مربوط اور مکمل نیز عالم گیر نظام ثابت کر چکی ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے علمائے مجتہدین روز اول سے قرآن کو ایک نامکمل، ناقابل فہم چند اصولوں کا مجموعہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے چلے آئے ہیں۔ اور کبھی بھی جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن و وارثانؑ قرآن کی صحیح منزلت تسلیم نہیں کی۔

یہی علامہ مودودی صاحب ہیں۔جنہوں نے نہایت جرأت اور بے باکی سے سورہ النحل کی نواسی ویں (۱۶/۸۹) آیت میں قرآن میں ہر چیز کے بیان ہو چکنے کا انکار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ۔''غلطی سے لوگ تبیاناً لِّکُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی کتاب اوراس کے ہم معنی آیات کا مطلب یہ لے لیتے ہیں کہ قرآن میں سب کچھ بیان کردیا گیا ہے۔پھر وہ اسے نباھنے کے لئے قرآن سے سائنس اورفنون کے عجیب عجیب مضامین نکالنے کی کوشش شروع کردیتے ہیں''۔

(صفحہ ۵۶۴ تفہیم القرآن جلددوم) لعنت اللّٰہ علی الکاذبین ۔

اسلام اور علمائے اسلام

حصہ دوم

عنوان نمبر 1 تا 36

- نظام اجتہاد کی نقاب کشائی، حق و باطل آمنے سامنے
- مذہب حقہ اثناء عشریہ پر آج تک لگائے گئے الزامات و اعتراضات دراصل تمام شیعہ لیبل کے مجتہدین کے افکار، اعمال، عقائد و مسلمات ہیں نہ کہ مذہب شیعہ کے
- نہ ہی مجتہدین کی لکھی ہوئی کتابوں کا نام مذہب شیعہ ہے
  اور نہ ہی مجتہدین کو مذہب شیعہ کہتے ہیں
- مذہب شیعہ قرآن اور حدیثِ معصومینؑ کے الفاظ میں قلم بند موجود ہے
- مذہب شیعہ میں خطا کار شخص کا حکم دین سمجھ کر ماننا باطل ہے

1۔شیعہ لیبل کے مجتہدین اوراجتہاد

ہماری تمام تصانیف میں مجتہدین اور نظام اجتہاد کی نقاب کشائی اور اس کا ردوابطال ہوتا رہتا ہے۔لیکن یہاں ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو مجتہدین کے قلم سے نظام اجتہاد پر ان کے دلائل دکھائیں۔تا کہ حق وباطل کو آمنے سامنے دیکھ کر پہچان لیا جائے۔مجتہدین کے حق میں یہ بھی نوٹ کرلیں کہ اہل سنت والجماعت میں غیر مقلد یعنی اہل حدیث کے علاوہ باقی تمام علماء مجتہدین کہلاتے ہیں۔اور مذہب شیعہ اثناعشریہ میں میرے علاوہ باقی تمام علماء مجتہد ہیں، یا مجتہد حضرات کے پیرو کہلاتے ہیں۔ گویا اس جم غفیر میں ہم تن تنہا نظام اجتہاد کو باطل قرار دیتے ہیں۔اگر کثرت یا علماء کی کثرت حق کی دلیل ہے تو گویا ہم سراسر باطل مذہب پر ہیں۔اور یہ بھی سن لیں کہ ہم حق وباطل میں کسی طرح کا سمجھوتا (COMPROMISE) بھی باطل سمجھتے ہیں۔یعنی ایسا نہیں سمجھتے کہ کسی ترکیب سے مجتہدین بھی حق پر ہوں اور غیر مجتہدین بھی حق پر ہوں۔چنانچہ اگر میں باطل پر ہوں۔تو مجتہدین بلا شک وشبہ حق پر ہوں گے۔اور اگر میں حق پر ہوں تو مجتہدین کے باطل ہونے میں کوئی کلام نہ ہوگا۔ہم نے بار بار اور زندگی بھر یہ چیلنج کیا ہے کہ مذہب حقہ اثناعشریہ پر جس قدر اعتراضات، اتہامات اور الزام لگائے جاتے رہے ہیں، وہ مذہب شیعہ پر نہیں بلکہ مجتہدین پر عائد ہوتے ہیں۔چونکہ وہ تمام شیعہ لیبل کے مجتہدین کے افکار واعمال وعقائد ومسلمات ہیں، جن پر معترضین نے اعتراضات کئے ہیں۔اس لئے عوام نے یہ سمجھا ہے کہ وہ اعتراضات مذہب شیعہ پر ہوتے ہیں۔مجتہدین کی لکھی ہوئی کتابوں کا نام مذہب شیعہ نہیں ہے۔نہ مجتہدین کو مذہب شیعہ کہتے ہیں۔مذہب شیعہ تو قرآن اور حدیث معصومینؑ کے الفاظ میں قلم بند موجود ہے۔اس کو غلط سمجھنے کا جرم مذہب شیعہ پر عائد کرنا نہایت بے انصافی ہے۔غلط سمجھنے والا اپنی غلطی کا ذمہ دار قرار دیا جانا چاہئے۔چونکہ یہ دستور رہا ہے کہ کسی عالم کی غلطی مان لینے کی بجائے اس غلط کار عالم کو چھپایا اور بے خطا ثابت کیا جاتا ہے۔اس لئے پارٹی کے طرفدار علماء ایک غلطی کو چھپانے کے لئے چند اور غلطیاں کرتے ہیں۔اور غلطیوں، غلط فہمیوں کا انبار کتابوں میں جمع ہوتا چلا جاتا ہے۔لہٰذا اعتراض اس مذہب پر کردیا جاتا ہے حالانکہ اعتراض ان لوگوں پر ہونا چاہئے جواُن کتابوں اور ان علماء کو اپنا کہتے ہیں۔ہم اس پارٹی پالیٹکس کے مخالف اور مذہب شیعہ کے طرفدار ہیں۔ہمارا تو مذہب ہی یہ ہے کہ غلط کار قائد کا انکار کریں۔لہٰذا ہر اچھی بات کہیں بھی ہو وہ مذہب شیعہ کی بات ہے۔غلط کاری کہیں بھی ہو اس سے مذہب شیعہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔مذہب شیعہ میں خطا کار شخص کا حکم دین سمجھ کر ماننا باطل ہے۔ہم خطا کار کو احکام صادر کرنے کا مقام ہی نہیں دیتے۔اور اسی بنا پر مجتہدین کی مخالفت کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔وہ مانتے اور جانتے ہیں کہ وہ عام انسانوں کی طرح خطا کار ہیں۔اور یہ بھی کہ ان کے احکام میں خطائیں ہوتی ہیں۔اور ہر مجتہد کا فیصلہ باقی مجتہدین سے مختلف ہوتا ہے۔اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ ان

کا حکم ماننا تمام امت پر واجب ہے۔خواہ غلط ہو خواہ صحیح ہو۔جب وہ خود غلطی محسوس کریں گے، اپنا حکم واپس لے لیں گے۔لیکن حکم کی واپسی تک اس غلط حکم پر عمل واجب تھا۔اور اللہ کو ان غلط اعمال پر لوگوں کو بھی اور مجتہد کو بھی اجر دینا پڑے گا۔اور اگر حکم غلط ہوا اور مجتہد کو اپنی غلطی کا علم نہ ہو سکا تو قیامت تک تمام غلط کاروں کو اور مجتہد کو اجر دیتے رہنا خدا پر لازم ہے۔خدا پر ان غلطیوں کا نظر انداز کرنا اور الٹا انہیں ان کی غلطیوں پر اجر وثواب دینا اس لئے واجب ہے کہ یہ مجتہدین کی غلطی نہیں ہے کہ قرآن میں (معاذ اللہ) چند نامکمل احکام کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔جگہ جگہ مجمل اور متشابہ آیات ہیں۔اسی میں ناسخ ومنسوخ بھی ہے۔پھر قرآن کی آیات میں ایسے الفاظ استعمال کر دینا بھی مجتہدین کی غلطی نہیں ہے جن کے دس دس بیس بیس اور سو سو معنی ہوں۔ایسے عالم میں یہ کیا کچھ کم خدمت ہے کہ پھر بھی مجتہدین دن رات محنت کر کے اس میں سے کسی طرح ضرورت نوع انسان کے لئے حکم نکال لیتے ہیں۔ایسی حالت میں ان کو غلطی پر ماخوذ کرنا سراسر عدل کے خلاف ہے۔پھر حدیث میں جو دقتیں رہ گئی ہیں وہ بھی مجتہدین کی غلطی نہیں ہے۔رسولؐ اللہ نے (معاذ اللہ) اپنے گرد و پیش کے حالات پر جو کچھ فرمایا تھا، وہ کسی کتاب میں جمع نہیں کیا گیا۔دو سو سال بعد کہیں جا کر محدثین نے لوگوں سے پوچھ پوچھ کر کے جو اس نسل کو یاد تھا، جن الفاظ میں یاد تھا، وہ کتابوں میں جمع کر دیا۔دو یا ڈیڑھ سو سال تک کی بھول، الفاظ کی ردو بدل، حافظہ کی خرابیاں، دشمنوں کی دخل اندازیاں، حدیث سازیاں سب حدیث کے انبار میں خلط ملط ہو گئیں۔کیا یہ مجتہدین کی خطا ہے؟ وہ قابل صد تحسین ہیں کہ اس چوں چوں کے مربہ میں سے کسی طرح امت کا کام چلا دیتے ہیں۔خدا اِس صورت حال اور اپنے قرآن اور اپنے رسولؐ کی حدیث کی اس پوزیشن سے کما حقہ واقف ہے۔اس لئے اس پر لازم ہے کہ مجتہدین کے ہر اختلاف اور ہر غلطی پر دادِ اجتہاد دے اور ہر صورت میں مجتہدین کو اجر وثواب عطا کرے۔مجتہدین کا تو امت مسلمہ پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے قرآن اور حدیث میں سے حق کو حاصل کرنے اور باطل سے بچنے کے لئے قرآن وحدیث کی نہایت عاقلانہ تقسیم کی جس سے حق تک پہنچنے کی راہیں نکلیں۔اور انہوں نے اپنی کوشش سے امت کو شرک سے بچا لیا۔قرآن اور حدیث میں جو لفظی یا معنوی ڈھیل رہ گئی تھی۔مجتہدین نے اسے اجتہاد کی مشین سے کھینچ کر تان دیا۔اور تمام جھول اور بل نکال کر سیدھا مستقیم کر دیا۔مثلاً قرآن میں یــد اللّٰہ فوق ایدیھم کہہ دیا گیا تھا۔لوگ اس کے باوجود خدا کے ہاتھ پیر اور ٹانگوں کا انکار کرتے ہیں۔یہ مجتہد کی محنت کا نتیجہ ہے۔اگر وہ یہاں ید کا مطلب ہاتھ لے لیتے تو غضب ہو جاتا۔خدا مجسم بنا دیا جاتا۔ادھر حدیث میں تو یہ کہہ دیا گیا تھا کہ قیامت میں جہنم کو ھَلْ مِنْ مَزِیْد۔ ھَلْ مِنْ مَزِیْد۔ (اور زیادہ ڈالو۔اور زیادہ ڈالا جائے) کہنے سے روکنے کے لئے اللہ اپنا پیر دوزخ میں رکھ دیگا تو جہنم دم بخود ہو کر مطمئن ہو جائے گی۔مجتہدین نے اس قسم کی تمام غلطیاں امت میں پھیلنے سے روکیں۔قرآن میں تو اللہ کے حکم سے غیر خدا کو سجدہ کرنا لکھا ہوا ہے۔ایک جگہ نہیں دو دو جگہ۔کہیں ملائکہ آدمؑ کو سجدہ کر رہے ہیں۔کہیں اہل دربار حضرت یوسفؑ کو سجدہ کر رہے ہیں۔یہ مجتہد

ہی کا احسان ہے کہ اس نے خدا کے سوا کسی کو سجدہ کا حقدار نہ ماننے دیا۔ ورنہ قرآن کے الفاظ پر پابندی نہ لگانے کی صورت میں ساری امت مشرک ہوگئی ہوتی۔ قرآن میں تو حلال وحرام کی بھی چند آیات ہیں۔ نماز تک کی تفصیلات نہیں ہیں نہ خلافت سازی کا ذکر ہے۔ نہ قانون سازی کا طریقہ ہے۔ لیکن مجتہدین نے اپنی محنت، عرق ریزی اور دماغ سوزی سے ایک ایسا ضابطہ بنا کر رکھ دیا جس کا قرآن میں کہیں ایک جگہ بھی خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ پھر کتاب وسنت کو مفید بنانے کے لئے مجتہدین نے اپنی خداداد بصیرت سے اصول فقہ، اصول تفسیر اور اصول حدیث مرتب کئے۔ تاکہ کوئی شخص قرآن وحدیث سے گمراہی اختیار نہ کر سکے۔ ادھر مجتہدین نے تمام ان لوگوں کی فہرستیں بنائیں۔ جنہوں نے حدیثوں کی روایت کی تھی۔ ان کے حالات، چال چلن، مذہب اور افتادِ طبع کی تحقیق کی تاکہ ہر وہ حدیث نکال دی جائے جس میں مفاد عمومی، مصلحت قومی وملکی اور وقتی حالات کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ حدیث کی چھان پھٹک کر کے وہ تمام احکام معطل کر دئے جو رسولؐ اللہ نے سرسری طور پر کسی قبیلے یا فرد کا تعاون حاصل کرنے کے لئے دے دیئے تھے۔ ہر وہ آیت اور حدیث معطل کر دی گئی جو بصیرت قومی میں خلجان پیدا کرتی ہو۔ یا جو اپنے اندر مبالغہ کا شائبہ رکھتی ہو۔ یا کسی خاص شخص کی طرف میلان ظاہر کرتی ہو۔

2۔ مذہب شیعہ کی نظر میں رسولؐ، قرآن اور کائنات

قرآن کریم اور احادیث میں واضح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلی مخلوق اور باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ آپ خداوند عالم کا وہ وسیلہ ہیں جس کے تعارف سے تعارفِ خداوندی ہوا۔ جس کی صفات میں صفات اللہ نے ظہور کیا۔ آپؐ ہی اولین مسلم اور عابد ہیں۔ آپؐ علوم خداوندی کے خزانہ ہیں۔ آپؐ ہی کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر تمام مخلوق کی تخلیق ہوئی ہے۔ آپؐ رسولؐ مطلق ہیں۔ باقی انبیاء علیہم السلام رسالت محمدؐی کی تمہید اور آپ ہی کے ظہور کیلئے نوع انسان کو تیار کرنے والے تھے۔ انہوں نے قرآن کریم ہی کی ابتدائی اقساط کی تعلیم دی تھی۔ آپؐ کا نورانی وجود ہر نبیؑ کے ساتھ بطور مصدق اور نگران رہتا چلا آیا۔ آپؐ ہر سابقہ امت کے اعمال پر شاہد رہے۔ آپؐ ہی تمام مخلوق کو اللہ کی ہدایات واحکام سے روشناس کرانے کا ذریعہ ہیں۔ ملائکہ ہوں یا جنات، انسان ہوں یا حیوانات، نباتات ہوں یا جمادات، پہاڑ ہوں یا ذرات، گرمی سردی ہو یا برسات، دن ہوں یا رات، یہ زمینیں ہوں یا سماوات، حوادث ہوں یا آفات، الغرض یہ پوری کائنات اور اس میں تمام غائب ومشہود موجودات آپؐ ہی کے توسط سے باقی ہیں۔ آپؐ ہی کے ذریعہ سے نتیجہ خیز ہیں۔ انہیں جو ملا ہے یا ملتا ہے۔ وہ آپؐ ہی کے وسیلے سے ملتا ہے۔ آپؐ کو تمام موجودات سے ربط قائم رکھنے کے لئے اللہ نے انتظام کیا ہے۔ یہ پوری کائنات سمیٹ کر آپؐ کی نگاہ کے روبرو رکھ دی گئی ہے۔ آپؐ خداوند عالم کے علوم کا ذخیرہ ہیں۔ جو کچھ ہوا، جو کچھ ہو رہا ہے اور آئندہ جو کچھ ہونے

والا ہے اُس سے آپؐ کو مطلع رکھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ آپؐ کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔ آپؐ کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں۔ آپؐ کا عمل آپؐ کا قول اللہ کا قول وفعل ہے۔ آپؐ کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے۔ آپؐ کا رنج وافسوس آپؐ کا غیظ وغضب الغرض ہر جذبہ خداوند عالم سے منسوب ہے۔ آپؐ کی کتاب قرآن کریم آپؐ کے علوم کی مکتوبی صورت ہے۔ جس طرح آپؐ پوری کائنات اور اللہ کی تمام توانائی اور قدرت وصفات کا سمٹا ہوا نمونہ ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم علوم واحکام واعمال کی تمام تفصیلات کا حامل ہے۔ ہر وہ چیز جو بنی نوع انسان کی ارتقائی ترقی کے لئے درکار ہے، قرآن میں موجود ہے۔ قیامت تک انسان کی ہر احتیاج اور ان کا تدارک اس قرآن میں بتا دیا گیا ہے۔ اس کے احکام وہدایات تمام انسانوں کو آنحضرتؐ اور آپؐ کے تیار کردہ جانشینوںؑ کے ذریعہ سے حاصل کرنا ہونگے۔ چونکہ یہ کتاب قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ضروریات اور ترقی کے احکامات کی حامل ہے۔ اس لئے عوام الناس اس میں سے صرف اسی قدر حاصل کر سکتے ہیں۔ جو اُن کے لئے مقرر ہے۔ ہر زمانہ اور ہر طبقہ کا آدمی ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن مجموعی علم اور مرکزی تعلیمات کے لئے ہر شخص جانشین رسولؐ اور نائبؑ خداوندی کی ہدایات حاصل کرنے پر مامور ہے۔ چونکہ وہؑ قرآن کا مکمل عالم ہے اور اس علم کی وجہ سے ساری کائنات پر نظر رکھتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنے فہم وفراست پر جانشین رسولؐ سے تصدیق حاصل کرے اور اپنی عقل وفہم کو انؑ کے بتائے ہوئے راستے پر چلائے اور رسولؐ کی طرح سو فیصد ان کی اتباع کرے۔ رسولؐ اور امامؑ کے حکم یا فیصلے میں اپنی بصیرت یا تجربے کو داخل کئے بغیر بلا چوں وچرا عمل کرتا اور کامیاب ہوتا رہے۔ جو شخص قرآن سے استفادہ کے لئے رسولؐ یا جانشینِ رسولؐ کو وسیلہ نہ بنائے اس کے گمراہ ہو جانے کا ہر وقت یقین ہے۔ قیامت تک قرآن کریم اور صاحبؑ قرآن ساتھ ساتھ رکھے گئے ہیں۔ اس لئے تنہا اپنی بصیرت سے قرآن کو راہ نما بنانے والا قدم قدم پر غلطیوں میں مبتلا ہوگا۔ لہٰذا مذہب شیعہ کے مطابق ہر حکم اور ہر فیصلہ قرآن وحدیث اور امامؑ زمانہ کے حکم کے ماتحت کیا جائے گا۔ اپنی عقل وبصیرت، تجربہ ومحنت اس کام پر صرف کئے جائیں گے کہ امام زمانہؑ کی رضامندی حاصل کی جائے۔ جو حکم دیا جائے گا وہ پورے قرآن اور تمام احادیث کے خلاف نہ ہوگا۔ کوئی ایسا مفہوم اختیار نہ کیا جائے گا جس پر ایک آیت یا کوئی ایک حدیث چشم نمائی کرتی ہو، اور اس کے بعد امامؑ زمانہ کی تائید وتصدیق حاصل ہو۔ ان شرائط سے خالی احکام کی تعمیل کسی پر واجب نہیں۔ ایسے احکام سے فتنہ وفساد لازم ہے۔ رسولؐ اور جانشینِ رسولؐ سے خطا اور غلطی کا ہو جانا ناممکن ہے، لہٰذا کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی بھی عذر کے ماتحت انؑ کی کسی بات کا انکار کرے یا انؑ کے فرمان میں اصلاح کی گنجائش نکالے یا کسی حکم کو معطل کرے۔

ایسے تصورات مجتہد اور نظامِ اجتہاد کی ذیل میں حرام ہیں۔ قرآن اور قولِ معصومؑ میں دخل دینا ہی اجتہاد ہے۔ اجتہادی احکامات صحیح ہوں یا غلط ہوں مذہب شیعہ میں باطل ہیں۔ مجتہد اپنے صحیح وغلط دونوں قسم کے احکامات پر ماخوذ اور سزا کا مستحق ہے۔

یعنی مذہب شیعہ اثنا عشریہ کا اجتہاد و مجتہد سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔اجتہاد ہمارے یہاں مطلقاً حرام ہے۔جس طرح شریعت سازی حرام ہے۔اسی طرح اجتہادی احکام گھڑنا ان پر عمل کرنا حرام ہے۔اور یہ حرام قرآن اور قول معصومؑ سے حرام ہے۔

3۔علمائے مذہب شیعہ اور شیعہ مجتہدین کے مسلمات کا فرق

علمائے شیعہ زمانہ غیبت امام مہدی علیہ السلام تک اور غیبت کے بعد جس طریقے پر عمل کرتے چلے آئے ہیں۔اس سے تیسری صدی کے اختتام پر مجتہدین نے اختلاف کر کے وہ اصول وقوانین اختیار کر لئے جو اہل خلاف میں روز اول سے جاری تھے۔ اوراس طرح مذہب شیعہ میں ایک نئی طرز فکر اور خاطی قیادت جاری کردی ۔علامہ جناب الشیخ عبداللہ بن صالح السماهیجی البحراتی نے اپنی کتاب منیة الممارسین میں نہایت مختصر انداز میں وہ موٹے موٹے اختلافات اور فرق لکھے ہیں جو شیعہ لیبل کے مجتہدین اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے پیرو علماء میں موجود تھے۔پھر جناب علامہ محمد باقر موسوی خوانساری مجتہد نے ان چالیس عدد اختلافات کا خلاصہ اپنی کتاب روضات الجنات فی احوال علماء والسادات کے صفحہ ۳۶ باب الھمزہ کے تحت لکھا ہے۔ہم قارئین کی سہولت کے لئے اردو میں مفہوم لکھتے جائیں گے تاکہ دونوں قسم کے طرز فکر جدا جدا معلوم ہوتے جائیں۔اور جنہیں باقاعدہ عربی عبارت کی ضرورت ہو ان کا بھی کام ہوتا جائے۔چنانچہ ملاحظہ ہو کہ ہم میں اور مجتہدین میں کیا فرق ہے؟۔

(۱) مجتہدین اجتہاد کو بالکلیہ یا ذرا سے اختیار کے ساتھ واجب قرار دیتے ہیں ۔لیکن اخباری یعنی شیعہ محدثین کے نزدیک اجتہاد حرام ہے۔وہ قول معصومؑ کو نافذ کرنا واجب قرار دیتے ہیں۔

(۱)اِنّ المجتهدون یُوجبون الاجتهاد عَیناً وتخیّرًا۔والاخباریون یُحرّمُونَهُ ویُوجبون الاخذ بالروایة عن المعصوم علیه السلام.

(۲) مجتہدین کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک شرعی دلیلیں چار ہیں۔ ۱۔کتاب ۔۲۔ سنة ۔۳۔اجماع ۔۴۔دلیل عقلی ۔شیعہ علماء کے نزدیک کتاب وسنت ہی دلیل شرعی ہے۔اوران میں سے بعض نے تو سنة ہی کو سب کچھ سمجھا ہے۔

(۲) اِنّهم یقولون اِنّ الادلة عند نا الاربعة الکتاب والسنة والاجماع ودلیل العقل ۔ والاخباریون لا یقولون اِلاّ بالاوّلین بل بعضهم یقتصر علی الثانی .

قارئین نوٹ کریں کہ ہمارے بعض علماء قول معصومؑ کو ہر چیز پر قاضی سمجھتے ہیں۔اس لئے کہ قول رسولؐ ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلام آیت ہے یا کلام اللہ ہے۔اگر وہ نہ بتاتے تو انسانوں کے پاس عقل واجماع وغیرہ کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا۔جس سے قرآن کو قرآن سمجھا جاتا۔پھر اللہ نے قرآن کو قول رسوؐل کریم فرمایا ہے۔اس لئے کہ قرآن رسوؐل اللہ کے منہ سے نکلا ہے۔

نہ نکلتا تو قرآن نہ بنتا چنانچہ جنہوں نے قرآن کوقرآن بنایا اورقرآن کی عظمت قائم کی ۔وہ رسولؐ اورقول رسولؐ یعنی حدیث ہے۔اورقرآن کا جومفہوم معصومؑ بیان کرے اس کے خلاف آیت لانا یاقرآن سے دلیل اختیار کرنا باطل ہے۔

(۳) مجتہدین حکم شرعی میں قیاس اورگمان پر بھی عمل کرنا جائز سمجھتے ہیں ۔اوراخباری علماء ظن پرعمل ناجائز سمجھتے ہیں۔وہ عمل کا انحصار قطعی اورواقعی نیز عادی اوراصلی علم پر رکھتے ہیں۔اورایسا علم حقیقی ان کے نزدیک قول معصومؑ سے حاصل ہوتا ہے۔جس میں غلطی کا امکان عادتاً نہیں رہتا ہے۔

(۳)اِنّھم یجوزون العمل بالظّنون فی نفس الحکم الشرعی ۔والاخبار یون لا یعولون اِلّاعلی العلم ۔اَلآء اِنّ الْعِلم عند ھم قطعی واقعی وعادیّ واصلی وھُوَ ماوصل عن المعصومؑ ولم یجز فیہ الخطا عادۃ۔

(۴) مجتہدین احادیث کی وہی چار اقسام بناتے ہیں جواہل خلاف کے یہاں اختیار کی گئی ہیں۔لیکن اخباری علماء صرف صحیح اورضعیف دوقسم مانتے ہیں۔

(۴)اِنّھُم ینوّعون الاحادیث اِلیَ اْلاَربعۃ المشھورۃ مختارۃ اھل الخلاف ۔والا خباریون اِلیٰ صحیح وضعیف۔

(۵) مجتہدین حدیث کی چارقسموں کی تفسیر بالکل اہل خلاف کی طرح کرتے ہیں ۔لیکن اخباری صحیح حدیث اسے کہتے ہیں۔جس سے وہ تمام ثبوت مل جائے جس سے معصومؑ کا فرمان علم عطا کرتا ہواورضعیف اس کے خلاف سمجھی جاتی ہے۔

(۵)انھم یفسّرون الاربعۃ بما ذَکَرُوُہُ والاخباریون یفسرون الصحیح بالمحفوف بالقرائن التی توجب العلم بالصدورعن المعصومؑ والضّعیف بماعدا۔

(۶) مجتہدین ساری پبلک کودوحصوں میں بانٹتے ہیں۔ایک وہ جومجتہد ہوں۔دوسرے وہ جومجتہد کی اتباع یاتقلید کرنے والے ہوں۔مگراخباری کہتے ہیں کہ پبلک ساری کی ساری خواہ علماء ہوں یاعوام ہوں سب کومعصومؑ کی اتباع یاتقلید واجب ہے۔اور پبلک کے لئے جائز نہیں ہے۔کہ وہ کسی مجتہد سے رجوع کریں۔سوائے اس کے کہ وہ واضح اورصحیح حدیث کاحکم سنائے۔

(۶)اِنّھم یحصرون الرعیّۃ فی صِنُفیَنِ مجتھد ومُقلّد۔ والاخباریون یقولون الرعیّۃ کُلّھا مُقلِدۃ لِلْمَعْصُوم وَلاَ یجوزلھم الرجوع اِلَی المجتھد بغیر حدیث صحیح صریح۔

(۷) مجتہدین زمانہ غیبت میں مجتہد بن جانا واجب قراردیتے ہیں اورجب امامؑ موجود ہوتو اجتہاد کے بجائے امامؑ سے حکم حاصل کرنالازم قراردیتے ہیں۔

(۷)اِنّھم یوجبون تحصیل درجۃ الاجتھا د فی زمان الغیبت والاخذ عن المعصوم فی زمن حضورہ والاخباریون یوجبون الاخذ عنہُ مطلقًا وان کان بالواسطۃ ۔

لیکن اخباری علماء ہر حال میں امام معصومؑ سے احکام لینا واجب کہتے ہیں۔خواہ احکام براہ راست ملیں یا بالواسطہ ملیں۔مگر امامؑ معصومؑ سے ملیں۔مجتہد سے نہیں۔

(۸) مجتہد کسی معاملے میں کسی غیر مجتہد کو فتویٰ دینے کا مجاز نہیں سمجھتے۔لیکن اخباری علماء ہر اس شخص کو فتویٰ دینے کا حق دیتے ہیں جو معصومؑ سے روایت لیتا ہو اور معصومین علیہم السلام کے احکام پر مطلع ہو۔

(۸) انھم لایجوزون لاحدالفتیا وَلاَ سائر الامور الحسیّة الامع اجتھاد ۔والاخباریون یجوّزونھا لِلرّواة عن المعصومؑ المطلّعین عَلٰی احکامِھِم ۔

یعنی جس کو جس قدر صحیح معلوم ہے وہ اسی قدر دوسروں کو بتا سکتا ہے۔یعنی پھنے خان ہونا ضروری نہیں ہے حکم معصوم علیہ السلام پہنچاتا ہو۔چونکہ اجتہاد میں ذاتی رائے اور بصیرت پر احکام تراش دئے جاتے ہیں اس لئے پارٹی سے سند کے بغیر وہ کسی اور کو دین سازی کی اجازت کیوں دیں؟۔

(۹) مجتہدین نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے۔کہ ایک مطلق مجتہد دین کے تمام احکام پر اپنے ملکہ کی بنا پر مطلع اور تمام احکام کا عالم ہوتا ہے۔لیکن اخباری علماء کا یہ یقین ہے۔کہ دین کے احکام کا کوئی ایک شخص کلی طور پر عالم نہیں ہوسکتا سوائے امامؑ معصوم کے۔یعنی عالم وہ ہوتا ہے جو کسی حیثیت اور کسی مقدار میں جاہل نہ ہو۔ہمہ گیر علم معصومؑ کے سوا کسی اور کے لئے ناممکن ہے۔اور ایسا دعویٰ بداهةً باطل ہے۔

(۹) انھم یقولون اِنَّ المجتھد المطلق عالم بجمیع احکام الدین بالملکة ۔والاخباریونَ یقولون لاعالم بجمیع احکام اللّٰہ اِلاّ المعصوم۔

(۱۰) مجتہدین اجتہادی احکام کو اخذ کرنے کے لئے کئی ایک علوم کے جاننے کی شرط لگاتے ہیں۔ان میں سب سے اہم علم اصول فقہ ہے۔جو ان علوم کو نہ جانتا ہو اس کو احکام اخذ کرنے کی اجازت مجتہدین کیوں دیں گے؟ قیاس وظن وتخمین کی مدد سے احکام نافذ کرنے کا مجاز تو وہی ہوسکتا ہے۔جس کے پاس پارٹی کے کارخانے کا ڈپلومہ ہو۔لیکن اخباری علماء کا کہنا یہ ہے۔کہ ہر وہ شخص احکام اخذ کرسکتا ہے جو آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی اصطلاحات اور انداز کلام پر مطلع اور ان احادیث سے واقف ہو جن میں بظاہر نظر اختلاف یا معارضہ نظر آتا ہے۔اور اخباری علماء یہ جائز نہیں رکھتے کہ کوئی شخص علم اصول فقہ کو اختیار کرے اس لئے کہ علم اصول فقہ تو شیعہ لیبل کے مجتہدین نے اہل سنت علماء کی کتابوں میں سے لئے ہیں۔(الی الاصول الما خوذة عن کتب العامة)۔

(۱۰) انھم یشترطون فی درجة الاستنباط علومًا شَتّٰی اَھَمَّھَا عند ھم علم اصول الفقه۔ والاخباریون لا یشترطون اِلّا المعرفة بالا صطلاحات اھل بیت العصمة مع معرفة کون الخبر غیر معارض بِمثلِهٖ وَلَایجوّزون الرجوع۔

(۱۱) مجتہدین کو جہاں بھی دوحدیثوں میں معارضہ نظر آئے وہاں ہر وہ طرزعمل اختیار کر لیتے ہیں جس سے انہیں اجتہادی ظن حاصل ہوجائے اوراس طرح ایک حدیث کونظر انداز کرکے دوسری کواختیار کر لیتے ہیں۔مگر اخباری ایسے تمام مواقع پر آئمہ علیہم السلام کی طرف سے واضح احادیث کوترجیح دیتے ہیں اور دوسری کو بھی رد نہیں کرتے ہیں۔

(۱۱)انهم يعملون فی مقام الترجيح بين الاخبار التعارضة بكل ماوجب الظن الاجتهادی والاخباريون لا يعملون اِلَّابالمرجّحات المنصوصة عنهم ۔

(۱۲) مجتہدین قرآن اورحدیث کے ظاہری الفاظ سے جس جس چیز کی ظنی دلیل مل جائے اور عمومی صورت کے تمام پہلوؤں میں سے کوئی بھی مفید پہلونظروں میں سما جائے اس پر بناء کر کے احکامات گھڑ ڈالتے ہیں۔لیکن اخباری علماء ہرگز کسی چیز پر اس وقت تک عمل کی اجازت نہیں دیتے۔ جب تک انہیں محکم آیات اوراحادیث سے قطعی اورصریحی حکم نہ ملے۔جس میں کسی قسم کا بھی شک وشبہ ہووہ اسے اختیار نہیں کرتے۔مجتہد کواگر ایک حکم مل جائے تو خود ہی اس کی ممانعت کا حکم تجویز کردیتے ہیں۔

(۱۲)انهم يعملون بجميع ظواهر الالفاظ المظنونة الدلالة عندهم من الكتاب والسنة وَ بالعمومات والاطلاقات المستفادة منها بحكم المظنّة مثل عموم اوفوابالعقود الخ ۔ والا خباريونَ لايعملون اِلَّا بما هو مقطوعة الدلالة عندهم من الايات المحكمة والاحاديث الصريحة الغير المشتبة حالها۔

."اِنّ الامر يستلزم النهی عن الضد الخاص "ایک ایسا حکم مل جائے جس کی ضد بھی ہو۔اس پر خود ہی احکام جاری کردیتے ہیں۔کسی حکم کو عام قرار دیا اوراس سے ایک خاص حکم خود ہی تیار کرلیا۔اوران کا سہارا وہ قول ہے جس میں بقول ان کے یہ کہا گیا ہے کہ:۔

"انما علينا ان تلقی اليكم الا صول و عليكم ان تفرعوا " ہم پرلازم ہے کہ ہم تمہیں اصول دیتے رہیں۔ اورتم پرلازم ہے کہ تم ان اصول سے فروعات یعنی تفصیلات خودنکال لو۔

(۱۳) مجتہدین کی اکثریت سنتی احادیث میں بھول چوک اور ہرگڑبڑ کی قائل ہے۔لیکن اخباری علماء پانچوں احکام میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں۔

(۱۳)اِنّ الغالب منهم يقولون بقاعدة التسامح فی ادلة السنن والكراهة والاخباريون لا يفرقون بين الاحكام الخمسة۔

(۱۴) مجتہدین کی غالب اکثریت مرجانے والے مجتہد کا اتباع اس کے مقلدین پر جائز نہیں سمجھتی ہے۔لیکن اخباری علماء کا کہنا ہے کہ وہ لوگ اس انکار سے اس بات کا اقرار کر لیتے ہیں کہ اس مرنے والے کے تمام احکام ظنی قیاسی اور اس کی ذاتی بصیرت پر منحصر تھے۔ وہ مرگیا تو وہ احکام بھی مرگئے۔لیکن اخباری علماء تو خالص قرآن وقول معصومؑ سے اپنے احکام نافذ کرتے ہیں۔لہٰذا عالم مرے یا زندہ رہے۔اس کی موت وزیست سے شریعت کے مستقل احکام میں تغیر پیدا نہیں ہوتا۔لہٰذا ہر حال میں عمل جائز ہے۔اسلئے کہ شریعت محمدؐ یہ زندہ ہے۔ یہ اجتہادی طریقہ اہل خلاف کے یہاں کا ہے جو یا تو حکم خداوندی میں قیاس اور ظن کو داخل کر کے احکام گھڑ لیتے ہیں یا بلا حکم خدا ہی حکم جاری کرتے رہتے ہیں۔انہوں نے اپنے اولیں چار مجتہدوں کے احکام کی مستقل اتباع وتقلید جاری کر دی تھی جو برابر جاری ہے۔یعنی

(۱۴) اِنَّ اغلبھم لا یجوزون تقلید المیت ولکن الاخباریون یجوزونه ویقولون ذھبت العامة الی العمل بالظن المتعلق بنفس احکامة تعالیٰ اوبعدمھا ۔ وَالٰی دوام العمل بظنون اربعة من مجتھدیھم دون غیرھم من مجتھدین الاقدمین والمجتھدون مِنّا وافقوا العامة فی المقام الاول وخالفوھم فی مقام الثانی فقالوا قول المیت ای ظنّه کالمیت مع انّ الحق لا یتغیّر بالموت والحیٰوۃ ۔ وا لّافیلزم احد امرین اماالاعتراف بان مظنونات المجتھدین کانت من قبل انفسھم ولیست من شریعة محمد صلی اللّٰه علیه وسلم اوالا لتنرام بانّ حلاله وحرامه لا یستمران اِلٰی یوم القیٰمة مع انّه من جمله ضروریات ھذا الدین۔

امام ابوحنیفہ۔امام مالک۔امام احمد بن حنبل اور امام شافعی تو مرگئے۔مگر ان کے ظنی وقیاسی احکام کی تقلید برابر جاری ہے۔مگر ہمارے مذہب کا لیبل لگانے والے مجتہدین نے اہل خلاف کی پیروی میں پہلی بات تو اختیار کر لی اور دوسری بات میں ان کی مخالفت کی یعنی احکام تو ان کی پیروی میں قیاس اور ظن ہی کے مطابق دئے مگر تقلید میّت میں ان کی پیروی نہ کی۔ چنانچہ شیعہ نام کے مجتہدین کو دو باتوں میں سے ایک تو ماننا ہی پڑیگی یا تو وہ یہ مانیں کہ ان کے ظنی مسائل ان کے وجود سے بھی پہلے موجود تھے۔یا یہ مان لیں کہ محمدؐ کی شریعت کا حلال وحرام قیامت تک باقی رہنے والا نہیں ہے۔

(۱۵) مجتہدین اپنے طریقہ کے مطابق کتاب کے ظواہر احکام سے اپنا کام چلانا جائز سمجھتے ہیں اور اس طرح قرآن کے جو ظاہر معنی لیتے ہیں انہیں واضح احادیث پر ترجیح دے کر حدیث کو رد کر دیتے ہیں مگر اخباری علماء قرآن سے اس صورت میں مسائل اخذ کرتے ہیں جب کہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے تفسیر حق بجانب ہو۔

(۱۵) انھم یجوزون الاخذ بظاھر الکتاب بل یرجّحونَهُ علٰی ظاھر الخَبَرِ والاخباریون لایجوزون الاخذ الا بما ورد تفسیرہ عنھمؑ۔

(۱۶) مجتہدین کا عقیدہ یہ ہے کہ مجتہد غلطی کرنے کے بعد بھی اجر وثواب پاتا ہے۔لیکن اخباری علماء کا قول ہے کہ اگر صحیح وصریح حدیث کے بغیر حکم دیا گیا ہے خواہ صحیح ہو یا غلط وہ گنہگار رہے۔

(۱۶) اِنَّھُمْ یعتقدون کون المجتھدمَثاباًان اخطا والاخباریون یقولون بل ھو ماثومٌ مطلقا اذا حکم فی الشی بغیر خبر صحیح۔

(۱۷) مجتہدین یہ جائز نہیں سمجھتے کہ قرآن کریم اور احادیث کی قسم احاد سے عقائد اختیار کئے جائیں حالانکہ فروعی احکام ان سے اخذ کرتے ہیں۔مگر اخباری علماء قرآن سے اور حدیث سے عقائد اختیار کرنا جائز رکھتے ہیں۔وہ احاد وغیرہ اقسام کے قائل ہی نہیں ہیں۔

(۱۷) انھم لا یجوزون اخذ العقائدمن القرآن والاخبار الاحاد بخلاف الاحکام الفرعیة والاخباریون یقولون بعکس ذلک۔

(۱۸) مجتہدین اجتہادی مسائل میں ہر اختلاف کو جائز قرار دیتے ہیں۔اور جو کوئی کسی مسئلہ کے بیان کرنے میں حقیقت واقعی کے خلاف بھی حکم دے دے اُسے خطا کار نہیں سمجھتے۔یعنی اگر اللہ ورسوؐل کے علم میں کوئی چیز حلال ہے۔تو مجتہد اسکے حرام ہونے کا فتویٰ دینے کے بعد بھی خطا کار و گنہگار نہیں ہے۔بلکہ اجر وثواب کا مستحق ہے۔لیکن اخباری علماء اس قسم کا خلاف واقع فتویٰ دینے والوں کو فاسق کہتے ہیں۔

(۱۸) انھم یجوزون الاختلاف فی احکام الاجتھادیة وَلا یخطاؤن من یقول بخلاف الواقع فی مسائل الفروعیة ۔ والا خباریون لَا یجوزون ذلک ویفسقون من قال بالخلاف ۔ وان وافق المتقادہ بِمقتضٰی اجتھادہ۔

(۱۹) مجتہدین کو اگر واضح حدیث نہ ملے تو وہ غیر معصوم سے حدیث نہیں لیتے۔مطلب یہ کہ جو لوگ بلا آیت وحدیث کے احکام جاری کرنے کی قوت اور قابلیت رکھتے ہوں وہ کا ہے کو تلاش حق میں مارے مارے پھریں؟ نہیں ملی حدیث نہ ملے خود تیار کر لیں گے۔لیکن بہانہ تو مضبوط ہو جائے۔مگر اخباری علماء حدیث معصومؑ جہاں سے بھی ملے لے لیتے ہیں۔خواہ راوی اہلسنت یا جاہل ہی کیوں نہ ہو۔اس لئے کہ وہ تو بلا آیت اور حدیث کے احکام دیتے ہی نہیں ہیں۔لہٰذا طلب حدیث انکی دینی ضرورت ہے۔

(۱۹) انھم لا یجوزون الرجوع اِلٰی غیر المعصوم فیما خَفِی نصّہ ۔ والاخباریون یجوزون طلب الحدیث وَلَوْ من عامی۔

(۲۰) مجتہدین ایسی حدیث کو شاذ کہتے ہیں جس کے راوی کا نام معلوم نہ ہو۔ اور ایسی حدیث میں خواہ کیسی ہی قوی دلیل موجود ہو اسے اختیار کرنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں تو درحقیقت قرآن و حدیث کو رد کرنا مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر بہانہ مل جائے تو وہ کیوں موقعہ ہاتھ سے جانے دیں۔ لیکن اخباری علماء دلیل معصومؑ کو اختیار کرنے اور اتباع کرنے میں نام کی پرواہ نہیں کرتے۔

(۲۰) انھم لا یجوزون المصیر الی القول الشاذ الذی لاقائل بہ وان کان علیہ دلیل واضح ۔ والاخباریُون یتبعون الدلیل دون القائل۔

(۲۱) مجتہدین صرف اس شیعہ کو قابل اعتبار سمجھتے ہیں جو عادل اور ضابطہ کا پابند ہو۔ مطلب وہی ہے کہ اگر شیعہ ہوا تو غیر عادل یا ضابطہ کا پابند نہ ہونے کا الزام لگایا اور حدیث کی اطاعت سے جان بچالی۔ مگر اخباری علماء ہر اس شخص کو حدیث بیان کرنے میں قابل اعتماد سمجھتے ہیں جو جھوٹ سے محفوظ ہو۔

(۲۱) اِنّھُمْ لَا یطلقون الثقّة اِلَّاعَلَی الا مامی العادل الضابط۔ والاخباریون یکتفون فی الوثاقة بالمامونیة من الکذب۔

(۲۲)۔ ''مجتہدین اپنی اطاعت کو امامؑ کی طرح واجب قرار دیتے ہیں۔ لیکن اخباری مجتہد کی اطاعت کو واجب نہیں کہتے''۔ یہاں صاحب روضۃ الجنات نے بات پوری نہیں لکھی ہے۔ اخباریوں کے نزدیک جب اجتہاد کو حرام مان لیا تو مجتہد کی اطاعت بھی حرام ہوئی نا؟۔

(۲۲) انھم یقولون بوجوب اطاعة المجتھد مثل الامام۔ والاخباریون لایوجبونھا۔

(۲۳) مجتہدین حدیث کی چاروں کتابوں کو صحیح نہیں مانتے۔ مگر اخباری علماء ان کی صحت پر اعتقاد و عمل رکھتے ہیں۔ (روضات الجنات صفحہ ۳۶ و ۳۷)

(۲۳) انھم لایعتقدون صحة الکتب الاربعة بجملة ماکان فیھا بخلاف الخبارئیین۔

4۔ قارئین کے انصاف کی ہمیں ضرورت ہے

جو چند اختلافات آپ نے دیکھے ہیں۔ یہ نہایت متعصب اور زبردست مجتہد نے لکھے ہیں۔ اور اصل عبارت کو جہاں تک ممکن ہوا ڈھیلا اور کمزور کر کے لکھے ہیں۔ اسکے باوجود جو کچھ لکھا ہے اس پر قارئین اپنی رائے بتائیں کہ انہیں مجتہدین کے عقائد و طریقہ پسند آیا ہے یا اخباری علماء کا طرز عمل پسندیدہ ہے؟۔ ہم سمجھتے ہیں کہ شیعہ تو شیعہ خود اہلسنت قاری بھی اخباری علماء کے طریقے کو پسند فرمائیں گے۔ ان تمام اختلافات میں جو چیز بار بار سامنے آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اخباری علماء قرآن اور حدیث معصوم علیہ السلام کے سوا اور کسی چیز کو دین تسلیم نہیں کرتے۔ ذاتی تصورات و میلانات ظن و وہم و گمان کو دینی احکام میں داخل نہیں کرتے۔ کسی آیت و حدیث کا انکار نہیں کرتے۔ اسکے باوجود جناب علامہ محمد باقر موسوی خوانساری اخباری علماء کے لئے اپنا تعصب اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ:۔

> مَا نَقَلْنَاهُ بالمعنى مع رعاية تلخيص من كتاب الشيخ عبداللّٰه السما هيجى الذى هواحدالمتعصبين عَلىٰ هٰذِه الطريقة الماخوذة من الاشاعرة فى حقيقتة (صفحه ۳۸ روضات)

۔''ہم نے خلاصہ کی رعایت سے وہ مفہوم لکھ دیا ہے جو شیخ عبداللہ کی کتاب میں لکھا تھا۔ یہ شیخ عبداللہ متعصب لوگوں میں سے ایک ہے یہ طریقہ جو لکھا گیا ہے۔ یہ اخباریوں نے سنیوں کے فرقہ اشاعرہ سے لیا ہے یہ ہی اس طریقہ کی حقیقت ہے''۔

قارئین کرام نوٹ کریں کہ جناب محمد باقر صاحب روضات الجنات میں تمام دنیا کو یہ بتانے چلے ہیں کہ اخباری علماء اور مجتہدین کے درمیان کیا کیا اختلافات ہیں۔ دونوں کے طریقوں میں کیا فرق ہے۔ ان کو چاہئے تھا کہ اخباری عالم نے جو کچھ لکھا تھا، جن الفاظ میں لکھا تھا، بجنسہٖ ان ہی الفاظ میں یہاں لکھتے۔ اور بعد میں اپنی جو بھی رائے ہوتی ظاہر کر دیتے۔ اس کے برعکس اجتہاد کا تقاضہ یہ ہوا کہ جناب شیخ عبداللہ اعلی اللہ مقامہ کے بیان کو نہ صرف اپنے من مانے الفاظ میں لکھا بلکہ اس کو پورا بھی نہ لکھا اور خود اس کتر بیونت کا اقرار بھی کر لیا۔ انہیں متعصب بھی کہا اور تعصب کی کوئی دلیل بھی نہ دی۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ اخباریوں کا طریقہ اشاعرہ سے ماخوذ ہے۔ سبحان اللہ یہ ہے مجتہدین کی دیانت وامانت کا تحریری ثبوت۔

5۔ ترقی کا انتہائی مقام حاصل کر چکنے کے بعد اجتہاد سے تعارف

قارئین جانتے ہیں کہ جس طرح اس دنیا میں انسان ہر شعبہ میں ترقی کرتا چلا آیا ہے۔ اسی طرح مجتہدین بھی اپنے اجتہاد میں ترقی کرتے آئے ہوں گے۔ خصوصاً جب کہ مجتہدین کو ہمیشہ حکومتوں، وزارتوں اور روٴسا ونوابین کی پشت پناہی حاصل رہی ہو۔ جب کہ اجتہاد کو پھیلانے اور وسعت دینے کے لئے خزانوں کے منہ کھلے رہے ہوں۔ جب کہ اسلام کے نام پر خرچ ہونے والا تمام روپیہ تمام جاگیریں تمام انعامات تمام زکوٰۃ وخیرات وصدقات وخمس کی رقومات مجتہدِ وقت کے اشاروں پر مجتہد کے پسندیدہ لوگوں تک محدود رہی ہوں۔ جب کہ اسلام کے نام پر شائع ہونے والی ہر کتاب پر مجتہدِ وقت کی سند ضروری رہی ہو۔ ایسی صورت میں اجتہاد ترقی نہ کرتا تو کون ترقی کرتا۔؟ جب کہ ہر مخالف کی زبان بندی کر دی گئی ہو۔ کسی قسم کی رکاوٹ سامنے نہ ہو زبان اور قلم دونوں آزاد ہوں۔ کسی طرف سے اختلاف ومخالفت کا اندیشہ نہ ہو۔ ایسے آزاد وخود مختار عالم میں مجتہد اور نظام اجتہاد نے جس قدر بھی ترقی کی ہو قابل تعجب نہیں ہے۔ چنانچہ جناب علامہ حائری مجتہد نے اپنے والد ماجد جناب علامہ ابوالقاسم مجتہد کی مدد واصلاح کے ساتھ ایک کتاب بنام ۔''رسالة التنقيد فى اثبات الاجتهاد و التقليد بالقر آن المجيد ''۔ لکھی جس میں انہوں نے غنية السائل علامہ سید محمد سلطان العلما مجتہد دربار لکھنوٴ اور دیگر تمام سابقہ کتابوں سے فائدہ اٹھا کر اجتہاد وتقلید کو ثابت کرنے کے لئے اپنا پورا زور اور تمام اجتہادی سامان صرف کر دیا ہے۔ اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے یہ کتاب

بھی نوابان حیدرآباد وسندھ کے ایماء پر اور ان ہی کے اخراجات سے لکھی گئی ،جس سے ہمارا بیان ثابت ہوتا ہے، کہ مجتہدین حضرات کو ہمیشہ سرمایہ داروں ،نوابوں اور بادشاہوں کی پشت پناہی حاصل رہی ہے ۔چنانچہ وہ مدح وثنا ملاحظہ ہو جو جناب السید علی الحائری لاہوری اپنے والد سمیت ایک نواب کے حق نمک کے بدلے میں کرتے ہیں ۔

6۔مجتہد کی نظر میں نوابوں کا مقام اور دین اسلام

مندرجہ بالا کتاب کو جناب السید علی وسید ابوالقاسم مجتہدین ۱۳۱۳ھ ہجری میں ان الفاظ کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ:۔

۔’’اس کتاب کو جناب میر محمد حسن علی خان کی خدمت میں بطور تحفہ ھدیہ کرتے ہیں ۔موصوف بزرگوں کے بزرگ ، اراکین کے رکن ،شان سکندری کے حامل،حضرت سلیمانؑ کی نشانی،اس زمانہ کے تمام مخیّر لوگوں سے زیادہ سخی، خاقان کی قربت والے ،دین کے ستونوں کو مضبوط کرنے والے ۔قرآن مجید کے احکام کی پائیداری برقرار رکھنے والے ہیں۔سرکار اور شہزادے بہادر مالک وفرماں روائے بلوچستان اور حیدرآباد،خدا اِن کو اور ان کے اقبال کو جب تک زمانہ باقی ہے دوام بخشے ۔ہمیں امید قوی ہے اور سچی تمنا ہے کہ فیاض مطلق اور حقیقی کرم کرنے والا خدا ہماری اس حقیر کوشش کو بے غرضانہ سمجھ کر قبول کرے اور اس کے نفع اور فائدہ کو عمومیت بخشے اور جب تک دنیا باقی ہے اس وقت تک اس کو دنیا میں پھیلاتا رہے‘‘۔

> پس ایں رابطور تحفه بعین الاعیان رکن الارکان ۔ سکندر شان سلیمان نشان ۔مخیر دوران ۔مقرب الخاقان مشیّد الارکان۔ مسدّد احکام القران سرکارشهزاده اعلیٰ شان میر محمد حسن علی خان بهادر ولی والی سابق حیدر آباد وبلوچستان ۔ ادام اللّٰه المنان بدوام الدوران بطور تحفه وهدیه پیشکش کردم ورجاء واثق وامید صادق خاص از کریم صادق وفیاض مطلق خالق بحق دارم که سعی احقر راخالص لوجه اللّٰه گردانیده نفع آن اعم وفائده اش را اتم تا بقاء زمان باقی ومنشور سازد(صفحہ ۲ رسالۃ تنقید)

یہ وہ شاندار طریقہ تھا جس سے خزانہ کا منہ کھلتا تھا اور سرمایہ دارانہ استبداد اور شاہی بدعنوانیوں پر مقدس دین کا پردہ پڑ جاتا تھا نیز ہر وہ زبان بند ہو جاتی تھی جو بادشاہ کے خلاف بولنا چاہتی تھی ۔اصل کتاب پر گفتگو سے پہلے جناب مجتہد کی شان مجتہد ہی کی فتویٰ ساز زبان سے دیکھ لیں ۔

7۔ مجتہد کی آن بان شان اور اسلام میں اس کا مقام

جناب علامہ السید علی الحائری اپنا اور اپنے والد صاحب کا تعارف کراتے ہیں ۔

''چنانچہ یہ پیش کش جس کا نام رسالہ تنقید جو اجتہاد اور تقلید کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کے لئے لکھا گیا ہے مَیں جو دین کے طالب علموں کے پیروں کی خاک ہے سید علی کربلائی نے لکھا ہے۔اور تفسیر بے نظیر جس کا نام لوامع التنزیل سواطع التاویل ہے۔میرے والد علامہ جن کا فہم و فراست لاجواب ہے۔ جو اس زمانہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔اور یکتائے عالم ہیں جو ہندوستان اور سندھ کے سورج ہیں۔جو اہل سنت اور شیعوں میں شہرت یافتہ ہیں۔دین اور ملت کے پشت پناہ ہیں خاندان ہاشم کے چاند ہیں۔تمام عالمین کے لئے باعث فخر ہیں۔محاسن اور مکارم کا سرچشمہ ہیں۔تمام حاجیوں سے بہتر حاجی سید ابوالقاسم لاہوری اللہ ان کے وجود اور سخاوت کو قیام قائمؑ تک باقی رکھے''۔

> اما بعد این محجاله موسومه برسالة التنقید درجواب اثبات اجتهاد والتقلید بالقران المجید از تراب اقدام طلاب دینی السید علی کربلائی که از تفسیر بے نظیر لوامع التنزیل سواطع التاویل والدی العلامة النهامة وحید العصر فرید الدهر شمس الهندو السند ھ ـالشهیر بین العامة والخاصة ـظهیرالدین والملة قمر بنی هاشم فخر العوالم ابوالمحاسن والمکارم خیرالحاج السید ابوالقاسم الاهوری ـادام الدائم ایام وجوده وجوده الی قیام القائم''۔(صفحہ۱)

8۔اجتہاد اور تقلید کی پوزیشن مجتہد سے سوال

علامہ سید علی حائری صاحب نے اس رسالے کو ایک سوال سے شروع کیا ہے۔تاکہ اجتہاد اور تقلید پر پہلے اعتراضات سامنے آ جائیں۔پھر وہ تمام اعتراضات کا جواب دیں اور قرآن مجید سے ثابت کریں کہ اجتہاد و تقلید قرآن کی رو سے لازم ہے۔لہٰذا وہ سوال غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ ساری کتاب میں جناب مجتہد صاحب سے ان اعتراضات کا جواب نہ بن پڑا۔ارشاد ہے۔

<u>سوال</u>:قرآن مجید اور شیعہ سنیوں کی حدیث کی کتابیں مجتہد کی تقلید اور ذاتی رائے اور ہوا وہوس اور قیاس سے فتویٰ دینے کی مذمت میں اور اس طرز فکر کو باطل کرنے میں بھری ہوئی اور لبریز ہیں۔اور یہ مذمت اور بطلان عمومی حیثیت اور مکمل صورت میں موجود ہوتے ہوئے کس طرح تقلید اور مجتہد کا فتویٰ رائے اور قیاس کے ساتھ جائز ہوسکتا ہے؟۔علاوہ ازیں ایک مجتہد کے مرتے ہی اس کے اقوال پر عمل منع کہتے ہو اور اس کی

> سوال:قرآن مجید وکتب حدیث فریقین مملُوء ومشحون ازذمّ اَتم ونهی اَعَم بر تقلید مجتهد وبربطلانِ فتویٰ برائے وقیاس وهویٰ وهوس از غیر مطهرین ومعصومینؑ ناطقِ صریح اند ـمع ذٰلِکَ چگو نه تقلید وافتائے مجتهد برائے وقیاس جائز وجاری وصحیح باشد وعلاوه برآن بموت مجتهد تقلید ش فوت وقولش غیر معمول میشود

تقلید بھی مردہ قرار دیتے ہو اور کہتے ہو کہ فوراً ایک زندہ مجتہد کی تقلید کرنا لازم ہے اس سب کا جواز اور ثبوت کہاں سے مل سکتا ہے؟۔ پھر وہ تمام آیات جو تمام طور پر اس طرز زندگی کی مکمل مذمت کرتی ہیں ان کو کہاں لے جائیں گے مثلا ایک آیت کہتی ہے کہ یقیناً ہم نے اپنے آباؤاجداد کو ایک منظّم امت کی صورت میں پایا تھا۔ اور ہم بھی ان ہی کے طریقے کی پیروی کرتے ہیں ۔ دوسری آیت میں ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم تقلید چھوڑ کر قرآن اور رسولؐ کا طریقہ اختیار کرو تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے اپنے اسی طریقے پر اپنے آباواجداد کو عمل کرتے دیکھا تھا ۔ اور یہی عمل درآمد ہمارے لئے بھی مناسب ہے اسی قسم کا جواب آج کل کے شیعہ وسنی دونوں دیتے ہیں ۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ایک ہزار سال سے زیادہ اس تقلیدی طرز حیات پر گذر چکے ہیں ۔ اب ہم کس دلیل سے اپنے آبائے صالحین اور علمائے کرام اور اپنی اقوام سے الگ ہو کر تقلید کو ترک کردیں۔ ہمارے لئے وہی طرز عمل موزوں ہے ۔ آیت میں یہ بھی کہہ دیا گیا ہے۔ کہ ان لوگوں نے اپنے علماء اور پارسا لوگوں کو اللہ کے علاوہ ارباب بست وکشاد بنا رکھا ہے ۔ اسی طرح مجتہدین کو اپنا مالک ومربی مسلمانوں نے بھی بنا رکھا ہے ۔ اور ان کے فتوؤں پر عمل کر رہے ہیں ۔ حالانکہ یہ سب کچھ کتاب خدا اور حدیث رسولؐ اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے خلاف اور ان کی نفی کرتا ہے۔ شیعوں اور سنیوں کی متفقہ صحیح احادیث واضح طور پر اس کی اطلاع دیتی ہیں اور مذمت کرتی ہیں ۔ مثلاً رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک وقت یہ امت اپنے

باید بغور رجوع بتقلید حیٔ اعلم کرد ۔ثبوت وجواز ایں از کجا می تواند شد ۔؟ واماّ از جمله آیات که متضمن ذمّ اتم چون آیه اِنَّا وجدنا اباء نا علی امة وانا علیٰ اثار هِم مقتدون ۔ وآیه واذا قیل لهم تعالوا اِلیٰ ماانزل اللّٰه والی الرسوؐل قالواحسبنا ماوجدنا علیه ابائنا (الخ)وهمیں جواب اِلی حین اهل تقلید جانبین می گویند ۔که هزارسال زیاده منصرم برتقلید شده چگو نه ماترک تقلید اسلاف علماء وآباء واقوام بکینم ۔؟بس است بما همیں قدر ۔ اورآیت اتخذوا احبارهم ورهبانهم ارباباً من دون اللّٰه ۔همیں طور اِلی حین اصحاب اجتهاد را ارباب ومالک ومربّی خود گرفتند ۔وفتاویٰ آرائی ایشاں راعمل می نمایند ۔هرچند صریح مخالف ومنافی کتاب خداواحادیثِ رسوؐل وآئمه هدیٰ می باشند ۔ومن جمله احادیث متفق اهل صحاح جانبین چون قال رسول اللّٰه تعمَل هذه الامة برهة بِالرّائے فاذا عملوا فقد ضلّوا وَاضلّوا ۔ایں خبر مطابق مخبر صادقؐ واقع است چه عمل این اُمت هم بقیاس وبرائے ازمان طویلے ومدت مدیدے جاری می باشد ۔پس به سببِ آں اصحاب رائے بغایت جهالت ونهایت ضلالتِ خود خلق راگمراه از دین می سازند ۔وحدیث علیؑ اول من قاسَ فی امر الدین برائِه ابلیس الی قوله

اندر دین میں رائے کو داخل کر لے گی جب وہ ایسا کرے گی تو خود بھی گمراہ ہوگی اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دے گی۔ یہ خبر جناب مخبر صادق علیہ السلام کے مطابق واقع ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس امت کا عمل درآمد ایک طویل زمانے اور مدت مدید سے رائے اور قیاس پر منحصر رہا ہے۔ لہٰذا یہی سبب ہے کہ اس امت کے مجتہدین انتہائی طور پر خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی دین سے گمراہ کر دیا ہے اور حضرت علیؑ کی حدیث کہ۔ ''جس نے دین میں سب سے پہلے قیاس کیا تھا وہ ابلیس تھا''۔

یہاں تک کہ علیؑ نے فرمایا کہ۔ ''چنانچہ جو کوئی دین کے معاملہ میں اپنی رائے سے قیاس کرے گا۔ اس کو اللہ ابلیس کے ساتھ رکھے گا۔ اس لئے کہ اس نے ابلیس کی پیروی کی تھی''۔ یہ دونوں حدیثیں دیلمی نے اپنی کتاب الفردوس میں روایت کی ہیں۔ چونکہ ابلیس نے اس طرح قیاس کیا تھا کہ میں آگ سے پیدا ہونے کی بنا پر اعلیٰ ہوں اور آدم مٹی سے پیدا ہونے کی وجہ سے ادنیٰ ہے۔ لہٰذا اعلیٰ درجہ کا فرد، ادنیٰ درجے والے کو کیسے سجدہ کر سکتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ابلیس اس وجہ سے ابدی طور پر ملعون ہوگیا۔ اور پہلا قیاس ابلیس ہی کی طرف سے کیا گیا تھا۔ لہٰذا جو کوئی دین کے مسائل میں قیاس کرے اور فتاویٰ جاری کرے۔ وہ رائے اور قیاس کی وجہ سے شیطان کا ساتھی اور دوسرا شیطان ہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام سے حدیث ہے کہ ''جو شخص اپنا منصب قیاس کو بنا لے گا وہ کبھی بھی

فمن قاس امرالدین برایٔہٖ قرنه اللّٰه تعالٰی بابلیس لا نه تبعه بالقیاس رواهما الدیلمی فی الفردوس ایضا چونکه ابلیس قیاس کرد بانکه من آفریده شَده اَزنَارِ عالی و آدم آفریده شده ازِگِل دانی می باشِد ۔چگونه عالی بدانی سجده نماید حضرت علیؑ فرموده که ابلیس لعین بایں جهت ملعو ن ابد گردیده وقیاس اوّل از آں لعین است ۔ پس هرکه درامر دین قیاس کندوفتاویٰ برائے دهد اُوقرین وثانئ ابلیس ملعون می باشد ۔وبجهت متابعت اُو درقیاس ۔ایضاًاز حضرت علیؑ مروی است من نصب نفسه للقیاس لم یزل دهره فی ارتماس ایضا بطریق امامیه خاصه است قالو اعلیهم السلام من افتی الناس برایٔہٖ ۔فقد دان اللّٰه بما لا یعلم ۔ومن دان اللّٰه بما لا یعلم فقد ضاده حیث احلَّ وحرّم فیمالا یعلم ۔ایضا جمع گفتند والی حین هم میگویند لا شیء الا ما ادرکته عقولنا وادرکته البابنا ۔وائمهٔ هدیٰ درجواب شان فرمودند ولو کان اللّٰه رضی عنهم ارتیادهم واجتهاد هم فی ذلک لم یبعث اللّٰه الیهم رسولاً فاصلا لما بینهم ولا نر اجراعن وصفهم۔ وقال الصادقؑ اتقوا اللّٰه ولاتا توا الرؤوساء الخ۔ چونکه سرکار عالی بحمداللّٰه این وقت شریعتمدار وحجة الاسلام درهند وسند ه باعتراف موالف ومخالف اندپس طے ایں مرحل

اس دنیا میں گمراہی کے دریا سے نہ نکل سکے گا''۔ پھر یہ حدیث خاص طور پر شیعہ مذہب کے مطابق بیان ہوئی ہے کہ فرمایا معصومین علیہم السلام نے کہ'' جو کوئی لوگوں کو اپنی رائے سے فتویٰ دے وہ یقیناً اللہ کے دین پر بغیر علم کے عمل پیرا ہوتا ہے اور جو علم کے بغیر اللہ کے دین پر عمل کرتا ہے۔ وہ خدا کے مقابلہ میں اپنی طرف سے حرام وحلال گھڑتا ہے۔ اور سب نے کہا ہے اور آج سب کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے عقل اور دماغوں نے سمجھ لیا ہے اس کے سوا اور یہاں کوئی چیز ہے ہی نہیں''۔ ایسے لوگوں کے جواب میں آئمہ ھدیٰ علیہم السلام نے فرمایا ہے۔ کہ'' اگر اللہ ان کے اجتہاد اور تحقیقات سے راضی ہوگیا ہوتا تو ان کی طرف کوئی رسولؑ ہی نہ بھیجا ہوتا جو کہ ان کے آپس کے اختلاف کو دور کرنے کے لئے آتے رہے ہیں۔ اور ان کے اوصاف پر ضرور کوئی اجر بھی ملا ہوتا''۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ'' خدا سے تقویٰ اختیار کرو اور سرمایہ داروں کے پاس نہ جایا کرو''۔ چونکہ سرکار عالی پر اس وقت شریعت کا دارومدار ہے۔ اور آپ ہی ہندوستان اور ملک سندھ میں شیعہ اور سنیوں کے اعتراف کے مطابق حجۃ الاسلام ہیں۔ لہٰذا اس مرحلہ کو طے کرنا اور اس مشکل گتھی کو سلجھانا آپ ہی کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا امید ہے کہ حضور اس مسئلہ کا حل نہایت بہتر انداز میں اور سہل ترین الفاظ میں فرما کر ماجور ہوں گے۔

وحل ایں معضل ومشکل خاص منحصر بر ذات عالی است ۔امید آنست کہ بوجہ احسن واسہل تحریر فرمائید فقط تبینو اوتوجروا۔

9۔ رائے اور عقل وقیاس کے متعلق چند باتیں

قارئین یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ عقل رائے اور قیاس ووہم وگمان کوئی گالی نہیں ہیں۔ بلکہ انسان کی راہ نمائی کے لئے یہ تمام چیزیں ضروری ہیں۔ عقل کا دارومدار آپ کے حواس خمسہ پر ہے۔ ان حواس سے جو قوت نتیجہ اخذ کرکے کلیات مرتب کرتی ہے اسے عقل کہتے ہیں۔ وہم حواس سے بھی آگے آگے رہتا ہے۔ وہم نہ ہو تو ہم تلاش وتحقیق پر آمادہ ہی نہ ہوں۔ وہم ہوتا ہے تو ہم متوجہ ہوتے ہیں۔ غور وفکر کرتے ہیں اب حواس اپنا کام کرتے ہیں اور عقل اس پر فیصلہ صادر کرتی ہے۔ یہ فیصلہ ہی ہماری رائے ہوتی ہے۔ چونکہ حواس کو مغالطہ ہوسکتا ہے۔ اس لئے عقل مغالطہ کے ماتحت جو فیصلہ کرے گی وہ فیصلہ مغالطہ کے عین مطابق ہونے کی بنا پر تو صحیح ہے، لیکن حقیقت حال کے خلاف ہونے کی بنا پر غلط ہے۔ یعنی یہ ہر وقت ممکن ہے، کہ ہم نے عقل کی روشنی یا عقلی دلیل سے ایک صحیح فیصلہ کیا ہو، مگر وہ حقیقت واقعی کے لحاظ سے غلط ہو۔ پھر عقل ایک ترقی پذیر قوت ہے جو تربیت اور ماحول کے ساتھ ہمیشہ سے ترقی کرتی چلی آئی ہے اور برابر ترقی کرتی چلی جائے گی۔ دماغی صدمہ سے عقل عارضی طور پر یا مستقل طور پر فنا ہوسکتی ہے۔ یعنی عقل پر ترقی وتنزل دونوں وارد ہوتے ہیں۔ قیاس کا سادہ سا مطلب یہ ہے۔ کہ جو کچھ ہمیں پہلے سے معلوم ہوتا ہے، اس سے کسی نامعلوم چیز کو مطابق سمجھ لینا قیاس ہے۔ یہ طریقہ کبھی کبھی صحیح بھی نکل جاتا ہے۔ لیکن عموماً غلط ہوا کرتا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر قیاس کی تحقیق کرکے یقین کی منزل تک پہنچا جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ رائے اور قیاس کی اتنی شدت سے مذمت کیوں

کی گئی ہے ۔جواب یہ ہے کہ اللہ ورسولؐ یہ نہیں چاہتے کہ انسان اپنی توانائیوں کو ضائع کرے ۔اس لئے یہ فرمایا گیا کہ قرآن اوررسولؐ جوحکم دے اس پر بلا دغدغہ عمل شروع کردو۔خواہ تمہاری عقل وبصیرت اورقیاس وتجربہ اس کی تعمیل میں مضرت ہی کیوں نہ ثابت کرر ہاہو۔بلاخوف اوریقین کے ساتھ عمل کرنے کا نتیجہ ہمیشہ مفید نکلے گا۔اور چونکہ اللہ ورسولؐ یامعصومین علیہم السلام کے احکامات عقلِ مطلق یاعقلِ کل کی حیثیت رکھتے ہیں۔جن میں کائنات وقوانین کا ہرپہلو مدنظر ہوتا ہے۔کسی ایک انسان کا یا ساری نوع انسانی کا عقلی فیصلہ بہرحال محدود ونامکمل عقل کا فیصلہ ہوتا ہے ۔اس لئے اس معصومؑ حکم میں دخل دینے سے مضرت ہی مضرت پیدا ہوگی ۔یہ سبب ہے کہ کسی بھی معاملہ میں عقل وقیاس رائے کے فیصلے کو آخری فیصلہ قراردینے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ لہٰذا قرآن ورسولؐ کے ماننے والوں پرلازم ہے کہ وہ اپنی عقل وقیاس ورائے کو معصومؑ احکام کے ماتحت رکھیں۔اوران کا پورا زور اُن احکام پرمن وعن عمل کرنے کی راہ نکالنے میں لگا دیں ۔تاکہ تخریب پسند دماغوں کی پیش رفت سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اورتوانائی کوضائع کئے بغیر حکمیہ طور پرترقی کریں۔اللہ ورسولؐ کے حکم کی بے چوں چراتعمیل میں پوری کائنات کی تائید ومدد حاصل رہے گی ۔اختلاف وانتشار سے حفاظت ہوگی ۔لہٰذا اس عقل وقیاس ورائے اورظن کی مذمت کی گئی ہے ۔ جوآیت یاحدیث کی موجودگی میں آخری فیصلہ کرکےاسے دین کا فیصلہ قراردے۔

10۔مجتہدین کے یہاں تقلید کسے کہتے ہیں؟

علامہ سیدعلی الحائری کی طرف سے مذکورہ سوالات واعتراضات کا جواب تقلید کی تعریف (DEFINITION) سے شروع کیا گیاہے۔چنانچہ قارئین وہ تصویرملاحظہ فرمائیں جوتقلید کے بعد کھینچی جائے گی۔فرماتے ہیں۔

"پہلی بات تقلید ہے۔جوالفاظ کی بناوٹ کے علم کی رو سے تفعیل کے مصدر سے نکلتاہےاورقلادہ سے بنتا ہے۔لغت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ گردن میں گردن بند،گلوبند یاپٹہ پہن لینا۔جیسا کہ کسی جانورکی گردن میں پٹہ ڈال کررسی سے باندھ دیاجاتا ہے ۔تاکہ وہ تقلید کے خلاف کوئی حرکت نہ کرسکے۔اسی طرح عوام جہلا اپنی گردن میں پٹہ اورمجتہدکی اطاعت کی رسی باندھ لیتے ہیں کہ وہ اس کی منشاکے خلاف حرکت نہ کرسکیں۔عرف عام میں تقلید یہ ہے کہ کسی کے قول یامجتہد کے قول کواختیارکرنااور بلادلیل مانگے اس پراللہ کا حکم سمجھ کرعمل کرنا۔چونکہ عوام

الاول:یعنی تقلید درعلم اشتقاق مصدر تفعیل ازقلاده ودرلغت تعلیق القلادةفی العنق باشد ۔یعنی آویختن گردن بند ۔چوں حلقه درگردن حیوان تاباآن بسته ازجائے خود حرکت نه کند ۔چونکه اُمّی عامی حلقه تقلید درگردن خود میاندازدلهذا خلاف حرکت منافی از حلقه تقلید نمی تواند کرد۔ امادرعرف اشهر تعریفش۔التقلید هوالاخذ بقول الغیر وبقول المفتی فی امور الدین من غیر دلیل

اپنی جہالت اور بے چارگی کی وجہ سے دین کو نہیں سمجھ سکتے لہٰذا انہیں دلیل وبرہان کی کیا ضرورت ہے۔انہیں لازم ہے کہ دین کے معاملے میں مجتہد کی تقلید کریں اور شرع کے تمام فروعی مسائل کو بلا استدلال معلوم کریں اور بلا چوں و چرا عمل کریں اور مجتہد کے حکم کو اللہ کا حکم سمجھیں ''۔

باشد ـچه اُمّی عامی به بے سوادی و نادانی لاچار است لهذا احکام شرعیه فرعیه دین خودرا از مجتهد عینی بلا استدلال دریا فته و پرسیده عمل بآن می کند و آن راعین حکم الله می پندارد۔
رسالة التنقید علامه حائری۔

قارئین نے اپنا فوٹو دیکھ لیا۔دنیا نے آج تک اللہ ورسولؐ کا حکم بھی اس شان سے نہ مانا جو جناب مجتہد حضرات کی اسکیم میں بیان ہو گیا ہے۔یعنی مجتہد کے ہاتھ میں پوری امت کی باگ ڈور ہو۔وہ ڈگڈگی بجا کر جو کچھ حکم دے تمام جمورے اسی کے اشاروں پر اٹھک بیٹھک اور ناچ ناچیں اور یہ سمجھیں کہ یہ سب کچھ خداوند عالم کرا رہا ہے۔

آپ نے یہ دیکھ لیا کہ مجتہد کے نزدیک پبلک میں ایک تو مجتہدین ہوں گے۔دوسرے تقلید کرنے والے لوگ ہوں گے۔چونکہ پبلک میں تیسری قسم کے لوگ ہوں گے ہی نہیں۔لہٰذا مجتہد کو کبھی کسی کو دلیل دینے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔جو وہ زبانی یا تحریری طور پر کہہ دے وہ اللہ کا حکم ہوگا۔اور تمام امت پر اس کی اتباع واطاعت واجب ہوگی۔ورنہ رسی کو جھٹکا دیا جائے گا اور امت منہ کے بل گرے گی۔یہ ہے وہ نقشہ جو مجتہد نے اپنی قیادت کے لئے بنایا تھا۔

اس قیادت کا بنیادی اصول جہالت تھا۔دلیل وبرہان وسند وثبوت کو ابتداء ہی سے غیر ضروری قرار دیدیا گیا۔نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمانوں میں خواہ شیعہ ہوں یا سنی،سو فیصد قرآن وحدیث سے ناواقف ہیں۔اور جس چیز کو انہوں نے سب سے زیادہ چمکایا تھا،یعنی اصول فقہ،اس کا تو مسلمانوں میں کوئی نام تک نہیں جانتا۔اور اب جن کو مجتہد کہا جاتا ہے،وہ بے چارے ان اصولوں کی تعریف اور ان اصطلاحات سے نابلد اور کورے رہ گئے ہیں۔البتہ گدی نشینی کے ذریعہ اور کاروباری حیثیت سے مجتہد کہلاتے ہیں۔یقین نہ آئے تو ہمارا بتایا ہوا طریقہ استعمال کر کے امتحان لے کر دیکھ لیں۔

11۔ رسولؐ اور امامؑ کے بعد آدمیوں کی دو قسمیں جاہل اور عالم

مجتہد صاحب اپنی تمہید وتعریفات کے بعد جواب شروع فرماتے ہیں۔کہ ''مندرجہ بالا سوال کا جواب گول مول اور مختصر طور پر دو طرح پر ہے عقلی دلائل کے ساتھ اور نقلی (حدیث وقرآن) جواب کے ساتھ۔لہٰذا پہلے عقلی جواب یہ ہے کہ نبی اور امام علیہما السلام کی غیبت میں وہ تمام لوگ

﴿ اما جواب سوال مربور اجمالاو اختصاراً دریں جا بعقل ونقل است ـاما عقلی :بداں که درغیاب نبیؐ وامام علیهما السلام کل مکلفین منحصر در دو قسم اند عالم یا جاهل ﴾

جن پر دین کے احکام کی تعمیل واجب ہے، دو طرح کے ہوتے ہیں ایک عالم دوسرے جاہل۔(رسالة التنقيد)

12۔ مجتہد صاحب کا فیصلہ نہ عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً درست

ہر شخص جانتا ہے کہ نبیؐ اور امامؑ کو انسان ہوتے ہوئے نوع انسان یا انسانوں میں سے الگ کر دینا عقل کی بات نہیں ہے۔ بلکہ مذہب کے تصورات سے متاثر ہو کر عقل کے خلاف ان کو غائب کر لیا گیا ہے۔ پھر مذہب سے متاثر ہوئے بغیر خالص عقل کا یہ سوال ہے کہ اگر نبیؐ اور امامؑ کے علاوہ واقعی تمام انسانوں کی دو قسمیں ہیں، تو وہ تو دو ہی قسم کے رہیں گے۔ خواہ نبیؐ و امامؑ موجود ہوں یا غائب۔ ان حضرات کے عدم اور وجود سے ان اقسام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

جو جاہل ہے وہ دونوں صورتوں میں جاہل رہے گا۔ اور اگر کوئی عالم ہے، وہ عالم ہی رہے گا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر انسان کچھ نہ کچھ جانتا ہے۔ اور ہر انسان کچھ نہ کچھ نہیں جانتا ہے۔ اب یہ ''کچھ نہ کچھ''۔ کہیں زیادہ ہے، کہیں کم ہے اور کہیں بالکل صفر ہے۔ یعنی انسانوں میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے۔ جو سب کچھ جانتا ہو۔ اور کسی بھی چیز سے ناواقف نہ ہو۔ لہٰذا یہاں کوئی ایسا انسان عقلاً نہیں ہے، نہ ہو سکتا ہے، نہ پہلے کبھی موجود تھا، جسے عالم علی الاطلاق کہا جا سکے۔ اور عالم کے معنی بھی یہی ہیں۔ یعنی عالم وہ ہے جس میں جہل، ناواقفیت اور لاعلمی نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ حضرت مجتہد لفظ عالم اور جاہل کے معنی بھی نہیں جانتے۔ یہ تو تھا روزمرہ کے مشاہدے، تجربے اور عقل کی رو سے فیصلہ۔ اب نقل کی رو سے بھی سن لیں۔ قرآن کریم نے رسولؐ اللہ کے لئے فرمایا:۔ عَلَّمَکَ مَالَمْ تکُنْ تَعْلَمُ . جو کچھ تو نہ جانتا تھا تجھے تعلیم دے دیا گیا۔ (سورہ النساء آیت نمبر ۱۱۳)

یعنی آنحضرتؐ سے لاعلمی، جہالت اور ناواقفیت کی نفی کر دی گئی۔ دوسرے الفاظ میں آپ کو نوع انسان کی عقلی پوزیشن سے بلند کر دیا گیا۔ پھر فرمایا کہ:۔ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ o

اور تعلیم دیتا ہے تم کو یا تعلیم دے گا تم کو وہ کچھ جو تم نہیں جانتے یا نہ جانتے ہو گے۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۱)

معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ جس قدر علم خود رکھتے تھے اسی قدر تعلیم دے کر اپنے شاگردوں سے جہل کی نفی کر دیتے تھے۔ مضارع کا صیغہ حال اور مستقبل دونوں کی ضمانت لیتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم اپنی تعلیم کو برابر جاری رکھیں گے۔ اب ایک حدیث سن لیں تاکہ نقلی ثبوت مکمل ہو جائے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

(اَلنَّاسُ عَلٰی ثَلَاثَةِ اَصْنَافٍ ۔ عَالِمٌ وَمُتعلّمٌ وغثاء ۔فنحن العلما وشيعتنا المتعلمون وسائر الناس غثاء)

(كافی كتاب فضل علم باب اصناف الناس)

۔''کُل انسانوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک عالم ۔۲۔ طالب علم اور ۔۳۔ ملبہ۔ چنانچہ ہم علماء ہیں ہمارے شیعہ طالب علم ہیں اور باقی

لوگ ملبہ ہیں۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی اور امام علیہما السلام کے علاوہ تمام انسان طلب علم کے محتاج ہیں۔ان میں کوئی بھی نہ عالم ہوتا ہے نہ قطعی جاہل ہوتا ہے۔لہٰذا مجتہد ہو یا محدث یہ دونوں بھی اگر سچ مچ شیعہ مذہب کے آدمی ہیں تو دونوں طالب علم یعنی متعلم ہیں۔ خود کو، یا نبیؐ اور امامؑ کے علاوہ کسی اور کو، عالم کہنے یا سمجھنے والا یقیناً مذہب شیعہ سے خارج ہے۔اس لئے کہ علم کے متعلق اس کے تصورات ونظریات امامِ معصوم کے اور عقل کے بھی خلاف ہیں۔لہٰذا مجتہد صاحب کی اجتہاد وتقلید کی عمارت بننے سے پہلے منہدم ہوگئی۔لیکن اسے نہ نبیؐ کی پرواہ نہ امامؑ کی فکر۔

12(الف)۔ مجتہدین عالم ہونے کا دعویٰ کرتے رہے،کرتے ہیں اور اپنی عقل کو مکمل کہتے ہیں

جو کچھ قارئین نے پڑھا اور دیکھا اس کے باوجود مجتہد اپنی عقل کو مکمل اور خود کو عالم قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہے کہ :

۔''پہلے عالم کا بیان یعنی عالم پر عقل وفہم اور صحیح سلیقہ اور بے خطا قوت ادراک مکمل طور پر رکھنے کی بنا پر عقل کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنے دین کے تمام وہ اصول جو عقائد سے متعلق ہیں عقلی دلائل اور نقلی دلائل سے حاصل کرے اور اپنے دین کے فروعی مسائل کو شرعی دلائل کی رو سے اور ہر فروعی مسئلہ کو اس کے ماخذ سے اخذ کرنے میں ہر ممکن جدوجہد کرے۔ اور اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق اجتہاد کر کے خود اختیار کرے۔چونکہ ذمہ داری عقلاً اور شرعاً قابلیت واستعداد پر واجب ہوتی ہے۔''	اول عالم بوجود کمال عقل وفهم وسليقه سليمه ودراکه مستقیمه عقل مقتضی هست که کل اصول دین خودرا که امور اعتقادی اند بدلائل عقلیه درعقلے وتقلید را از سمعے واحکام فروع دین خودرا ازادله مقرره شرعیه وهر مسئله فرعیه راز ماخذیات بالتفصیل بکمال جدّ وکدّ اجتهاد بحسب قابلیت واستعداد خودبگیرد ۔چه تکلیف تابع بحال قابلیت واستعداد مکلف عقلاً وشرعًا واجبِ عینی می باشد۔ (رسالہ التنقید فی اثبات اجتہاد والتقلید بالقرآن المجید)

13۔نظام اجتہاد مجتہد ہی کے ہاتھ سے باطل ہوگیا

اس بیان میں جو چیز سب سے زیادہ ابھر کر سامنے آتی ہے۔وہ یہ ہے کہ مجتہد حضرات کی عقل وفہم وقوت ادراک مکمل ہوتے ہیں۔مکمل ہوتے ہیں یعنی ان کی عقل وفہم وادراک میں اب کوئی کمی نہیں ہے۔نہ ان میں اضافہ کی گنجائش ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجتہد کی قابلیت اور استعداد کی شرط لگا کر اس اکملیت کو باطل قرار دے دیا اور ثابت کر دیا کہ ہر مجتہد مختلف قابلیت

واستعداد رکھتا ہے۔اور عقلاً وشرعاً اس پر اس کی استعداد وقابلیت کے مطابق جدّ وکدّ واجتہاد کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔یعنی جو زیادہ قابلیت واستعداد والا مجتہد ہو اس پر زیادہ ذمہ داری ہوگی۔

جو کم استعداد وقابلیت رکھنے والا مجتہد ہوگا اُس پر کم ذمہ داری ہوگی۔دوسرے الفاظ میں بعض مجتہدین کی عقل وفہم اور قوت ادراک کو کمی ہی کی حالت میں مکمل کردیا گیا۔اور بعض کو واقعی مکمل کیا گیا۔دوسری چیز اس بیان میں ذرا پوشیدہ سی ہے۔ یعنی مجتہد دین کے عقائد والے مسائل کو قرآن وحدیث سے اختیار نہیں کرتا۔بلکہ صرف عقل سے اختیار کرتا ہے۔صرف فروعی یا روزہ، نماز۔حج۔زکوۃ وغیرہ کے مسائل عقلی ونقلی حیثیت سے اختیار کرنے کو اجتہاد کرتا ہے۔اور بس باقی دین کو محض اپنے خیالات پر ڈھال لیتا ہے۔

13(الف)۔عقل انسانی کی پوزیشن اللہ ورسولؐ کے نزدیک

قارئین جانتے ہیں کہ دنیا میں دیوانوں اور پاگلوں کے علاوہ ہر انسان صاحب عقل ہے۔اور صاحب عقل ہونے ہی کی وجہ سے اس پر دین کے احکام کی تعمیل واجب ہوتی ہے۔یہ بات بدیہی ہے۔یعنی روزمرہ دیکھنے میں آتی ہے اور روز دیکھی اور آزمائی جاسکتی ہے۔کہ ہر شخص جو کچھ کرتا یا کہتا یا سوچتا ہے۔اس میں اپنی عقل سے کام لیتا ہے۔اور عقل سے کام لیتے رہنے کے باوجود اس سے غلط باتیں، غلط عمل اور غلط خیالات بھی سرزد ہوتے رہتے ہیں اور عموماً یہ غلطی تب ظاہر ہوتی ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس نتیجے کو حاصل کرنے کے لئے اس کی عقل نے وہ قول یا فعل کرایا تھا، وہ نتیجہ نہیں نکلا۔یعنی قول سے پہلے اور قول وفعل کے دوران اس کی عقل اس کے پاس موجود رہتے ہوئے بھی اس غلطی کو محسوس نہ کرسکی۔اس واقعاتی اور تجرباتی ومشہود پوزیشن سے ثابت ہوتا چلا آتا ہے کہ عقل کو مغالطہ ہوتا ہے، ہوسکتا ہے اور ہوتا رہے گا۔اس حقیقت کو قرآن کریم نے جگہ جگہ ہزاروں طریقوں سے بتایا ہے مثلاً:۔

(۱) فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ (۲/۳۶) یعنی ان دونوں کو عقل کی موجودگی میں شیطان نے ڈانواڈول کردیا۔یا ڈگمگادیا۔

(۲) فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ (۷/۲۰) یعنی ان دونوں کو شیطان نے عقل کی موجودگی میں وسوسہ میں ڈالدیا۔

(۳) وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ (۶/۴۳) یعنی شیطان نے ان لوگوں کی عقل کے سامنے ایسا سامان رکھ دیا کہ جس کی وجہ سے ان لوگوں کو اپنے برے یا بھدے اعمال عمدہ اور اچھے بن کر نظر آنے لگے۔ ایسی سیکڑوں آیات خود ناظرین کے سامنے آجائیں گی جن سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ انسان عقل کی موجودگی ہی میں یا عقل ہی کے ذریعہ سے صحیح سمجھ کر غلطیاں کرتا رہا ہے۔اس سلسلے کی دو ایک آیت اور دیکھ لیں جس سے بات بالکل صاف ہوجائے۔اللہ نے فرمایا کہ:۔

(۴) فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ٥ (۲۹/۳۸)

ان کوراہ سے روک دیا۔ حالانکہ وہ سب بصیرت سے کام لینے والے تھے۔

(۵) وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (۱۸/۱۰۴)اوروہ یہ سمجھتے رہے وہ بہترین کام یا صنعت یا ایجاد کررہے ہیں۔

(۶)وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۷/۳۰)اوروہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ یقیناً ہدایت پر عمل پیرا ہیں۔

ہمارا مطلب واضح ہوگیا کہ جب انسان کے پاس عقل ہی عقل ہے اس وقت تک اس سے غلطیوں کا صدور ہمیشہ ممکن ہے۔ لہٰذا مجتہد اپنی عقل کے استعمال کے دوران خودکو صحیح سمجھتا اور غلطیاں کرتا رہے گا۔ اب دوسرا پہلو ملاحظہ ہو جس سے مجتہد کے دعویٰ ہی کا بطلان ہوجاتا ہے۔ چنانچہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ:۔

(ولابعث اللّٰـه نبيّاً وّلارسولاحتىٰ يستكمل العقل ويكون عقله افضل من جميع عقول امته ويضمر النبيّ فى نفسه افضل من اجتهاد المجتهدين ۔ وَمَاادّىٰ العبدفرائض اللّٰه حتى عقل عنه)

اللہ نے کوئی نبیؐ یا رسولؐ اس وقت تک مبعوث ہی نہیں کیا جب تک اس نے اس کی عقل کو مکمل نہ کردیا اور اس کی عقل اس کی ساری امت کی مجموعی عقول سے افضل ہوتی ہے۔ اور جو فیصلہ یا عزم نبیؐ کے نفس میں ہوتا ہے وہ یعنی نبیؐ کا ذاتی خیال بھی کوشش کرنے والوں کی کوشش سے یا مجتہدین کے اجتہاد سے افضل ہوتا ہے۔ اور کوئی بندۂ خدا اللہ کے فرائض کو پورا نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ نبیؐ سے عقل حاصل نہ کرے یا نبیؐ کی عقل سے کام نہ لے۔ (اصول کافی۔ کتاب العقل صفحہ ۱۱)

اور ملاحظہ ہو کہ جناب امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ:۔

مَامن امر يختلف فيه اثنان الاوله اصل فى كتاب اللّٰه عزوجل ولكن لاتبلغه عقول الرجال۔

کوئی بھی دوآدمی کسی بھی بات میں جو بھی اختلاف کرتے ہیں۔ یا آئندہ کریں گے تو اس اختلاف کی اصل یا اختلاف کو مٹانے والا اصل قرآن میں موجود ہے۔ (کافی کتاب فضل العلم باب الرَّدُّاِلى الكتاب والسنة حدیث نمبر ۶)

14۔ مجتہدین کا علم وعقل نہ مکمل ہوتا ہے نہ عوام سے زیادہ ہوتا ہے

قرآن، رسولؐ اور آئمہ علیہم السلام کے فیصلے کے مطابق نہ کسی امتی کی عقل وعلم مکمل ہوتے ہیں۔ نہ ہوسکتے ہیں۔ اور اسی بناء پر نہ قرآن کے ہر مفہوم تک ان کی عقل کو رسائی ہوسکتی ہے نہ وہ اپنی کوشش اور اجتہاد سے اللہ و رسولؐ کا صحیح حکم معلوم کرسکتے ہیں۔ اور جب تک شیطان سے اور میلانات وجذبات سے حفاظت کا معصومؑ انتظام نہ ہو۔ ہرگز اپنی ہدایت یافتگی کا یقین بھی

حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اپنی عقل کو عقل نبیؐ یا عقل معصوم علیہما السلام کے ماتحت رکھنا، اور اپنی رائے اور بصیرت سے فتویٰ نہ دینا مجتہد وغیرھم پر لازم وواجب ہے۔ یہاں تک کئی دفعہ اور کئی طرح مجتہد کی عقل وفہم اور قوت دراکہ کا ناقص ہونا ثابت ہوگیا۔ اب آگے بڑھئے اور مجتہد صاحب کا دوسرا قدم ملاحظہ فرمائیے۔

15۔ مجتہدین جب دلیل کے قائل نہیں تو تفصیل کے قائل کیوں ہوں؟

اجتہاد اور تقلید کے جواز پر علامہ سید علی اینڈ کمپنی کے مندرجہ بالا دلائل عقلی تھے۔ جو عقل وقرآن وحدیث کے سامنے نہ عقلی ثابت ہوئے نہ نقلی سند ہی کی رو سے ان میں حق ثابت ہوا۔ بلکہ ان کا دعویٰ تکمیل عقل بھی باطل ہوگیا۔ اب ذرا مجتہد صاحب کے چند جملے ملاحظہ ہوں جن کو انہوں نے سمعی یعنی قرآن وحدیث سے ثبوت سمجھا ہے۔

فرماتے ہیں کہ:۔

۔ ’’اور سمعی دلائل:۔ ۱۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ ۲۔ کیا تم تبصرہ نہیں کرتے؟۔ اور نظر نہیں ڈالتے اور معلوم نہیں کرتے؟ ۔۳۔ کیا تم تدبر نہیں کرتے؟ ۔۴۔ اور اے صاحبانِ بصیرت عبرت حاصل کرو۔ اور اہل دل و دماغ! حالانکہ یہ سب عوام کو مخاطب کرنے والی آیتوں کے ٹکڑے ہیں۔ مگر جو لوگ کامل عقل وفہم اور قوت دراکہ رکھتے ہیں وہ خاص طور پر مخاطب ہیں۔‘‘ (رسالہ تنقید فی اثبات اجتهاد و التقلید بالقرآن المجید)

وَ اَدِلّۂِ سمعیّہ۔ افلا تعقلون وَاَفلا تَبصرون وتنظرون وتعلمون۔ وافلایتدبرون وفاعتبروا یا اُوْلِی الابصار ویااُوْلِی الالباب۔ هرچند عام اندو لیکن فرد کامل که قوت تعقل وفهم ودرّاکه داردمخاطب باین خصوصاً می باشد۔
(رسالہ تنقید)

16۔ مجتہد تنقید وتحقیق سے بالاتر ہستی ہے

مجتہد صاحب کا بیان اس یقین کا اعلان کرتا ہے۔ جو مجتہدین نے اپنے تیار کردہ جاہل معاشرہ سے حاصل کیا ہے۔ یعنی کسی کی مجال نہیں ہے کہ کوئی ان کی لکھی ہوئی کتاب کو تنقید اور تحقیق کے لئے پڑھے گا۔ نہ کوئی یہ پوچھے گا کہ قرآن کریم کی آیات کا ستیاناس کیوں کیا گیا؟۔ یا جن آیات کے یہ ادھورے آگے پیچھے کے ٹکڑے یہاں بکھیرے گئے ہیں۔ ان کے آیات نمبر کیوں نہ لکھے؟ پھر ان کا ترجمہ کیوں نہ کیا گیا؟۔ وہ جانتے ہیں کہ پوری ملت شیعہ کو انہوں نے ڈنڈے اور انتظام سے جاہل اور فرمانبردار بنا دیا ہے۔ لہٰذا نہ ترجمہ کی ضرورت نہ حوالوں اور نمبروں اور صفحات کی نشاندہی کی احتیاج۔ اول تو کوئی پڑھے گا نہیں اور اگر کسی نے پڑھنے کی جرات کی تو سمجھے گا نہیں۔ لہٰذا مجتہد نے جو کہا جو لکھا وہ یقیناً صحیح ہوگا، کے اصول پر چپ ہو جائے گا۔ جو لوگ قوم کی بے حسی، بے بصیرتی، پس ماندگی اور مذہب کی طرف سے بددلی وغیرہ کی شکایت کیا کرتے ہیں، وہ ملت شیعہ کا نہیں بلکہ شیعہ لیبل

والے مجتہدین کارونا روئیں۔جنہوں نے اپنی قیادت سے ہماری پوری قوم پرا کاش بیل بن کران کی علمی روح قبض کرلی۔

اس بیان میں پھر مجتہد کی عقل کومکمل کہا گیا ہے۔جو بکواس سے زیادہ اب کچھ نہیں ہے۔اور جب یہ مان لیا کہ مندرجہ بالا آیات کے تمام ٹکڑے عوام کومخاطب کرتے ہیں۔تو ثابت ہوا کہ مجتہد کا ان میں کہیں ذکر نہیں ہے۔اورعوام کواس قابل بنانا اس قیادت کا فرض ہے کہ وہ قرآن مجید سمجھنے کے قابل ہوں۔رہ گیا مجتہد کے ان ٹکڑوں کا ردو بطلان وہ پہلے ہو چکا ہے۔یعنی عقل وبصیرت سے کام لیتے ہوئے ہی انسان غلطیاں کرتا ہے۔لہٰذا ہرآدمی کوعصمت کی پناہ پہلے حاصل کرنا چاہئے تاکہ اس کی عقل وفہم وبصیرت اور قوت دراکہ اغوائے شیطانی ومیلانات نفسانی اوررجحانات قومی ملکی وعمرانی سے محفوظ رہ کرکام کریں۔ورنہ ان کا وہی حال ہوگا جو پہلے مجتہد سے لے کر بعد والے تمام مجتہدین کا ہوا۔لہٰذا جومسلمان یہ نہیں چاہتا کہ اس کے تمام اعمال ضائع ہوں اورقیامت کے روز اسے رجیم اورملعون گروہ میں شمار کیا جائے اسے چاہئے کہ وہ مجتہد اوراجتہاد کے سحرسامری سے باہر نکلے اورمعصومؑ قیادت سے وابستہ ہوجائے۔قرآن وحدیث معصومؑ پرلفظ بہ لفظ اور بلاغل وغش عمل کرے۔اپنے تمام خیالات واقدامات کوآیت اورقرآن کے الفاظ کے ماتحت رکھے مجتہد کے جوڑ توڑ۔لن ترانی اورخانہ ساز بکواس اوراصطلاحات پر لاحول پڑھتا رہے۔اور ہر مجتہد اورمجتہد نما شخص یا مجتہد کے پیروؤں سے ان کی ہر دینی بات پرایک آیت اورایک حدیث طلب کرے۔دین کے نام پر جوبھی وہ کہے اس سے آیت اورحدیث مانگئے۔آیت وحدیث کا نام لیتے ہی ان کے چہروں کا رنگ اڑ جائے گا۔اورآپ ان کے اغوا اورفریب سے بچ جائیں گے۔

مثلاً مجتہد کہتا ہے۔کہ انسان دوقسم کے ہیں عالم اورجاہل۔آپ فرمائیں کہ جناب کسی آیت یا حدیث میں یہی بات دکھائیں۔وہ کہتے ہیں کہ مجتہد کی عقل کامل ہوتی ہے۔آیت اورحدیث ان کے پاس ہرگز نہیں ہوتی وہ تو آیات کواجتہاد کی مشین میں مروڑ مروڑ کران سے تیل نکالتے ہیں۔لہٰذا وہ آیات یا احادیث پیش کرنے کے بجائے کہیں خودکشیدہ تیل پیش کرتے ہیں۔کہیں کھلی دکھاتے ہیں۔کولھو کا بیل بن کر دکھاتے ہیں۔کہیں کولھوکو پیش کردیتے ہیں۔مگرآیت اورحدیث سے براہ راست لفظی معنی میں بات کرتے ہوئے انہیں بخار چڑھتا ہے۔مجتہد سے بلاتکلف کہہ دیں کہ تمہاری گھڑی ہوئی پوری زبان جوتم بولتے ہو اوروہ تمام طاغوتی اصطلاحات جوتم نے دین کو بگاڑنے کے لئے دشمنان اسلام سے لی ہیں۔وہ قرآن کی رو سے مردود ہیں۔یعنی قرآن نے ان الفاظ کواستعمال ہی نہیں کیا ہے جن پرتم نے اپنے فریب کا تانا بانا تیار کیا ہے۔مثلاً لفظ <u>اجتہاد۔مجتہد۔ناسخ۔منسوخ مُقید۔مُطلق۔اِصطلاح۔تقریروتقریب۔تقلید۔مقلّد۔اجماع۔خاصّۃ وعامہ۔اجازہ۔صریح۔قطعی۔فتویٰ۔فتیا۔مفتی۔علامہ۔ مولوی۔فروعی۔اصولی۔مقدمہ۔شرط ومشروط۔اشھر۔اظھر۔کلّی۔جزئی۔حقیقی۔مجازی۔متواتر۔احاد۔مرسل۔مقطوع مرفوع۔عیناً وعینی۔تخیری۔مستحب۔نوافل۔ملکہ۔استفراغ۔مغلّق۔نصّ</u> وغیرہ ہزاروں الفاظ ہیں جن کی آڑ میں دین اسلام کی

ہر بات کو بہتر (72) سے زیادہ کروٹیں دے کر فریب بنا دیا ہے۔

قارئین کو چاہئے کہ جب وہ مجتہد سے یہ یا ایسے الفاظ سنیں تو سنجیدہ صورت بنا کر ان سے کہیں کہ جناب یہ تسلیم کرتا ہوں مگر اس کے ماننے کے باوجود جُغلَق کا جواب تو نہیں ہوتا۔ وہ پوچھیں گے کہ جُغلَق کیا ہوتا ہے۔ کہ جُغلَق ہی کو تو شیخ الطائفہ نے قَشَظَّر کی ذیل میں سمجھایا ہے۔ اور قَشَظَّر ہی کی چند اقسام میں سے جُغلَق اور سَمَگَر ہیں۔ وہ آپ کے منہ کو دیکھیں گے۔ آپ ان کا منہ مسکرا کر دیکھیں اور کہیں کہ جناب دین کا سمجھنا بڑا مشکل ہے۔ بتایئے آپ کے الفاظ میں نہ سمجھا تو میں جاہل ہوں۔ شیخ صاحب کے الفاظ آپ بھی نہ سمجھے تو میرے لئے تو بڑی مشکل ہے۔ اس مخلوق سے بات کرنا ہم باقاعدگی سے سکھاتے ہیں۔ تاکہ یہ لوگ زچ ہو کر انسانی زبان بولیں اور شیطانی اصطلاحات اپنی کھوپڑی کے قبرستان میں دفن رکھیں اور سنیئے ارشاد ہوتا ہے۔ کہ نبیؐ و معصومؑ کے بعد باقی انسانوں کی جو دو اقسام عالم اور جاہل بتائی گئی تھیں۔ وہ محض زیب داستان کے لئے تھیں۔

17۔ مجتہد اگر ہر بات صاف اور صحیح کہنے لگیں تو نظام اجتہاد باطل ہو جائے

قارئین نے دیکھا تھا کہ مجتہدین کے نزدیک نبی اور امام معصوم علیہما السلام کے بعد نوع انسان کی دو قسمیں ''عالم و جاہل'' تھیں۔ (پیرا نمبر ۱۱) مگر اب اس کے خلاف تین قسمیں بیان کی جا رہی ہیں اور پہلی تحریر کی ابھی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ اپنی تردید خود اپنے قلم سے کر دینا ضروری ہو گیا فرمایا کہ:۔

اما الثانی یعنی جاهل :۔ پس یا قابل تحصیل امور دین اصلاً نمی باشد یا بالجمله قابل باشد۔
اول۔ چون صفار و کبار و فانی و مجنون مطلق غیر مکلف تا کمال می باشد عقلاً و شرعاً۔ زیرا که عقل ندارند۔ وعقل و درّا که از شرائط صحت تکلیف است۔

و اذا فقد الشرط فقد المشروط ۔ اما الثانی۔ پس این هم دو درجه دارد ۔ احدهما بالجمله لیاقت و قابلیت فهم و عقل دارند نه بدرجه کمال که مجتهد دارد۔
ثانیهما بالکل امی عامی محض و مطلق می باشد ۔‘‘

دوسری بات یعنی جاہل کی پوزیشن ہے ان میں یا تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو بالکل دین کے مسائل کو حاصل نہیں کر سکتے یا دوسرے وہ جو دین کے مسائل سیکھ سکتے ہیں۔ ان میں پہلا نمبر اُن کا ہے جو کم سن یا بڈھے پھونس اور قطعی پاگل ہوتے ہیں۔ ان کے لئے مکمل طور پر عقل اور شرع کی رو سے دین کا حاصل کرنا واجب نہیں ہے۔ لہٰذا چونکہ دین کا وجوب عقل پر منحصر ہے اس لئے جب یہ شرط پوری نہیں تو وجوب بھی نہیں ہے دوسرے وہ لوگ جو تحصیل دین کے قابل ہوتے ہیں۔ ان کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو بالجملہ قابلیت فہم اور لیاقت و عقل رکھتے ہیں مگر مجتہد کی طرح عقل کا اکمال نہیں رکھتے۔ ان میں کے دوسرے وہ ہیں جو بالکل

محض ومطلق ان پڑھ اور عوام ہوتے ہیں ۔(اگلے صفحے پر پھر اسی قسم کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ:اکثر مکلّفینِ ہر عصر قدیمًا وحدیثًا اُمی وعامی بے سواد بودندومی باشند ۔ہر قدیم وجدید زمانوں میں جن پر دین واجب ہوتا ہے۔ان کی کثرت ہمیشہ جاہل و بے بضاعت وان پڑھوں کی رہی ہے اور رہتی چلی جائیگی ۔رسالہ التنقید)

قارئین ان سے دریافت کریں کہ اب ہم آپ کی کسی بات کا اعتبار کیسے کریں ۔؟ پہلے ہی اگر آپ تین اقسام بیان کردیتے تو کیا حرج تھا۔؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ مجتہد کے اقوال وتحقیقات میں تضاد واختلاف ضروری چیزیں ہیں ۔اگر تقلید کرنیوالوں کی دو اقسام ہیں تو تقلید کی بھی دو الگ الگ قسمیں ہونی چاہئیں ۔دونوں قسموں پر ایک ہی قسم کی تقلید کا ٹھونسنا یقیناً باطل ہے۔

18۔مجتہد کی صفات اور دو قسمیں ملاحظہ طلب ہیں

یہاں مجتہد کے قلم سے وہ تمام صفات یا شرائط ملاحظہ ہوں۔جن کے موجود ہونے کے بعد کسی مجتہد کی تقلید مجتہد واجب سمجھتا ہے۔فرماتے ہیں کہ:۔

’’۔وہ مجتہد جس کا قول نافذ ہوگا اور جس کی اطاعت واجب ہوگی اور جس کا حکم چلے گا۔اجتہاد کے لئے شرط ہے کہ بالغ ہو، عقل وفہم درجہ کمال پر ہو، نیک ہو، مجتہد کا عقیدہ صحیح ہو،عمل درست ہو،اس کے بعد دیانت وامانت کمال درجہ کی ہو،عدل وانصاف میں مشہور اور مُتصِّف ہو،دنیا کا طالب وفاسق نہ ہو رشوت نہ لیتا ہو،برائیوں سے پاک اور بری الذمہ ہو،رائے اور قیاس سے فتویٰ نہ دیتا ہو،بُرھانیات اور مشھودات اور علماء کے متفقہ فتاویٰ کے خلاف نہ جاتا ہو،تاکہ دین میں خلل ڈالنے اور ڈگمگانے اور دین کو تبدیل کرنے ،تخریب کاری اور تبدیلی احکام سے مومنین کے عوام گمراہی سے محفوظ رہیں۔ ہر وہ مجتہد جو مندرجہ بالا پسندیدہ صفات کا حامل ہو اور جن افعال کی مذمت ہوئی ہے ان سے بری ومنزّہ ہو،اور وہ تمام شرطیں پوری کرتا	’’مجتهد نافذ القول والحكم قيل مسلمية او اجتهاد مشروط ببلوغ وكمال عقل وفهم و رشد وبعد آں مشروط بصحت عقيده والعمل وبعد ازاں ذی ديانت وامانت بكمال درجه وبعد الت متّصف ومشهور باشد ۔نه طالب دنيا وفاسق ومُرتشی ومنزّه ومبّرا از قبائحِ واز فتویٰ برائے وقياس ۔واز افتاء مخالفِ برهانيات ومتفقات علماء ومشهورات فی الدين بايد باشد ۔تا ازخلل وزلل و تخريب وتحريف وتبديل دين وازاضلال تبعه ازعوام مومنين محروس ومحفوظ مانند ۔ هر مجتهد كه متصف باوصافِ حميده و منزّه ازاحوال و افعال مذمومه بالا و ازاں كه بالتفصيل

ہو، جو اصول فقہ کے علم میں مجتہدین نے تفصیل سے بیان کر دی ہیں،تو واجب الاتباع ہے۔ اس سے احکام حاصل کر کے عمل کرنا واجب ہے۔اور اگر ایسا نہیں تو اتباع وتقلید بھی واجب نہیں ہے۔خواہ وہ براہ راست اولاد فاطمہؑ میں سے ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ تمام علمائے وقت سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ اور تیرے لئے دوسرے جعفر کی مثال کافی ہے جو اپنی بدعملی کی بناء پر اپنے اور پرائے سب کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا جھوٹا مشہور ہے۔ایسے لوگوں سے دور رہنا اور انہیں دور رکھنا اور ان سے ترک تعلق کرنا واجب ہے''۔(رسالۃ التنقید) یہاں معلوم ہوا کہ مجتہدین میں جعفر کذاب ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔اور یہ کہ سارے زمانے سے بڑا اعلم بھی گمراہ وگمراہ کنندہ ہوسکتا ہے۔اجتہاد کا نظام گمراہی سے نہیں روکتا۔

در علم اصول فقہ مشروط بآن باشد اوواجب الاتباع در اخذ احکامِ دین می باشد ولولا فلا ۔اگر چہ بلافاصلہ از اولادِ فاطمہؑ باشد مثلاً اُوواجب الطردو الترک والتبور است ہر چند کہ اعلم علمائے عصر باشد وبس است تمثیلاً بتو جعفر ثانی کہ بسوء افعال واعمال مشہور در موالف و مخالف بکذّاب گردیدہ۔(رسالۃ التنقید)

19۔مجتہد اپنی عائد کردہ شرائط سے آوٹ (out)

قارئین نے اگر مجتہد کی خود عائد کردہ شرائط غور سے پڑھی ہیں تو وہ بخوبی یقین کر سکتے ہیں، کہ یہ شرائط مجتہد سے ہرگز پوری نہیں ہوسکتیں۔لہٰذا کوئی مجتہد نام کا شخص ہرگز واجب الاتباع نہ تھا نہ ہے نہ ہو سکے گا۔ان میں سے کسی کی عقل وفہم مکمل نہیں ہوتی۔لہٰذا اجتہاد کا حق ختم ہوگیا۔دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں ایک حسن یعنی اچھائی دوسری قبح یعنی برائی۔لہٰذا کوئی مجتہد ہرگز تمام برائیوں سے پاک یعنی معصوم نہیں ہوسکتا لہٰذا حق اجتہاد باطل ہوا۔اور جب یہ تسلیم کرلیا گیا کہ کوئی شخص تمام نوع انسان سے زیادہ اعلم ہو کر بھی غلطی اور برائیوں، جھوٹ وتخریب وتحریف دین سے محفوظ نہیں رہ سکتا تو ماننا پڑے گا کہ مجتہد کے پاس مبلغ علم جس قدر بھی ہو وہ غلطیوں سے نہ مبرا رہ سکتا ہے نہ منزہ ہوسکتا ہے۔وقت آنے پر ہم مجتہدین کی بداعمالیاں اور بداعمالیوں پر ان کے ایسے فتاویٰ دکھائیں گے جن پر خود مجتہدین متفق ہیں۔

پھر جو چیز بہت اہم ہے،اور یقیناً قارئین کی نظر سے رہ گئی ہوگی وہ یہ ہے کہ مجتہد کے اس بیان میں سب کچھ ہے،لیکن یہ شرط نہیں ہے کہ مجتہد قرآن اور حدیث کے مطابق فتویٰ یا حکم دیگا۔اور قرآن اور رسولؐ کی حدیث کے خلاف اجتہاد نہ کریگا۔اس میں کسی گھریلو جانور کا نام برھانیات رکھا گیا ہے،جس کے خلاف فتویٰ نہ دے گا۔پھر یہ کہ اپنے ایسے پارٹی کے مجتہدین کے متفقات کے خلاف اجتہاد نہ کرے گا۔یعنی پارٹی پالیٹکس کا پابند رہے گا۔اس بیان میں مجتہد کے حقیقتاً امین ودیانت دار وعادل

ہونے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی کسی طرح مثلاً پارٹی کے پروپیگنڈے سے امین وعادل ومتدین مشہور ہو جائے وہ مجتہد بن سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر مجتہد اپنے چاروں طرف چند گندم نما جو فروشوں کا ایک حلقہ رکھتا ہے۔جن کو پروپیگنڈا کرانے کے لئے اہل خبرہ کہتا ہے۔ایک بات یہ نوٹ کریں کہ جو شخص بھی سچ مچ کا مجتہد گذرا ہے۔وہ بہت بڑا دولت منداور سرمایہ دارتھا۔شیعہ نام کے مجتہدین میں دبلا پتلا،غریب ونادار اور حضرت علیؑ کے پسندیدہ معیار وحُلیے کا ایک شخص نہیں بتایا جاسکتا۔اورجس کا نام لیا جائے گا وہ ایک فریب ہوگا۔اس لئے کہ وہ مجتہد نہ ہوگا۔مجتہد ہوگا تو مجتہدین کی پارٹی پالیٹکس سے الگ اور مخالف ہوگا۔دھوکا دینے کے لئے مجتہدین نے بہت سے شیعہ علماء کو مجتہد مشہور کردیا ہے۔حالانکہ وہ اجتہاد اور مجتہد پر لعنت بھیجتے تھے۔چونکہ مجتہدین درباروں اور بادشاہوں تک رسائی رکھتے تھے۔اس لئے تمام درسگاہیں ان کے قابو میں تھیں۔علمائے حق کو بھی اپنے بچوں کو مجبور ہو کر وہی نصاب پڑھوانا پڑتا تھا۔لیکن اجتہاد کی سند حاصل کرنے کے بعد بھی مجتہد نہ ہوتے تھے۔ اور جہاں جبر وظلم ذرا سا کم ہوا فوراً فوائد مدنیہ و مکیہ ایسی کتاب لکھ کر اجتہاد و مجتہدین کی پول کھولدیتے تھے۔مجبوریوں کے زمانہ میں البتہ مخالفت نہ کرسکتے تھے۔ورنہ مجتہد خواہ کسی مذہب کا لیبل لگائے ان کا مذہب اوران کی ذہنیت بالکل ایک ہوتی ہے۔وہ نوع انسان کے دشمن ہوتے ہیں۔قرآن کریم میں اس گروہ کا نام طاغوت ہے۔انہیں دشمنان خدا وانبیاءؑ کہا گیا ہے۔یہ لوگ دعویٰ عصمت اور تکمیل عقل کی وجہ سے مذہب شیعہ سے خارج ہیں۔اور چونکہ شیعوں کو آئمہؑ نے متعلم یا طالب علم قرار دیا ہے،اور خود کو عالم فرمایا ہے اور مجتہدین عالم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔اس لئے بھی وہ مذہب شیعہ اور شیعوں سے خارج ہیں۔

20۔جاہل عوام کیسے پتہ لگائیں کہ فلاں شخص مجتہد ہے؟

یہاں بڑے مزے کی گفتگو ہوگی۔مجتہد خود ایک سوال قائم کرکے اس کا جواب ٹرخانے کی کوشش کرے گا۔لہٰذا قارئین سوال کو خوب سمجھ کر مجتہد کا جواب پڑھیں۔تاکہ آپ کو اس کا فریب کھل کر نظر آئے۔بعد میں ہم مدد دے کر سمجھائیں گے۔سوال ملاحظہ ہو۔سوال یہ ہے کہ:۔

۔’’عوام جو جانوروں اور چوپاؤں کی طرح ہوتے ہیں۔کس طرح اجتہاد کا اور عقائد واعمال وعدالت وامانت ودیانت کا پتہ لگائیں۔ اور کس طرح یقین کریں کہ فلاں مجتہد برائی سے پاک اور دور ہے۔ اوران پر کس طرح یہ ثابت ہو کہ وہ فتویٰ دینے

بعوام کالا نعام چگو نہ اجتہاد وصحتِ عقاید واعمال وعدالت وامانت ودیانت وبرأت وتنزّہ او از قبائح ثابت وواضح شود تاواجب الاتباع درفتوی ومرجع در اخذ احکام دین ودراقتداو امامت جماعتِ مومنین گردد۔چہ عوام چوں حشرات الارض اند لیاقتِ ادراک ندارند؟(رسالة التنقيد)

اوراحکام تیار کرنے اورنماز کی جماعت کرانے کا حق دار اورواجب الاتباع اور مرجعٔ خلائق ہے۔جب کہ عوام زمین کے کیڑوں مکوڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔اورقوت عقل وادراک نہیں رکھتے ہیں''۔(رسالہ التنقید)

21۔ مجتہد نے سوال میں بددیانتی اورحق پوشی کا ثبوت دیا ہے

قارئین پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ مجتہد ابتداء سے اپنی عقل وفہم کے مکمل ہونے کا دعویٰ دہراتا چلا آیا تھا۔مگراس سوال میں اس کا کہیں ذکر نہ کیا، کہ مجتہد کی عقل کے مکمل ہونے کا امتحان کیسے لیا جائے گا۔؟نہ یہاں عصمت اور ہر برائی سے پاک ہونے کی پہچان کا تذکرہ ہے۔چونکہ مجتہد نے جواب خود ہی دینا تھا،اس لئے سوال کونہایت آسان بنا کر لکھا گیا ہے۔لیکن سوال میں جس اصول کا ذکر کردیا ہے۔وہ بے پناہ ہے۔یعنی اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ فلاں چیز کتنی لمبی یا وزنی ہے تو پہلے سے مقرر اوریقینی پیمانوں سے ناپا یا تولا جائے گا۔سوال یہ ہے کہ جوشخص مجتہد کی قابلیت کو واقعی معلوم کرسکتا ہے۔اسے تو خود مجتہد ہی ہونا چاہیئے۔اس لئے کہ ایک میٹریکولیٹ کو جانچنے کے لئے میٹرک پاس ہی کی ضرورت ہے۔جاہل تو ایک کروڑ ہوں تب بھی یہ پتہ نہ لگا سکیں گے کہ فلاں شخص واقعی میٹرک یا ایم۔اے یا مجتہد ہے۔

یہ بڑا اہم سوال ہے۔جس کا صحیح جواب یہ ہے کہ ہرگز مجتہد کو غیر مجتہد اورایم۔اے کو غیر ایم۔اے نہیں جانچ سکتا۔بہرحال مجتہد کا جواب پڑھ کر معلوم ہوگا کہ وہ کیا طریقہ بتاتا ہے۔مگر یہاں یہ سمجھ لیں کہ مجتہد کے نزدیک آپ حضرات جانوروں۔چوپاؤں اورزمینی کیڑوں مکوڑوں سے زیادہ نہیں ہوتے۔یعنی مجتہد وہ جاہل مخلوق ہے،جوانسانوں کے نہیں بلکہ جانوروں اورحشرات الارض کے مقابلہ میں عالم ہوتی ہے۔اوران کی راہ نمائی محض حیوانات تک محدود ہے۔اناللہ ۔

22۔ مجتہد کو جانچنے اور پہچاننے کا طریقہ مجتہد کی زبانی

علامہ السید علی مجتہد ابن مجتہد ابوالقاسم صاحب رقم طراز ہیں کہ:۔

جواب۔''چند وجوہ کے ساتھ عقیدہ ، دیانت وعدالت واجتہاد مجتہد کی صحت دریافت اورثابت ہوتی ہے۔پہلے یوں کہ اہل خبرہ کے عادل ترین لوگ بلا اختلاف متفقہ گواہی دیں۔دوسرے اہل خبرہ کی معاشرت پر تنقید کرنے سے ۔تیسرے یہ کہ مجتہد کا آزمائش اور	جواب :۔ بہ چند وجہ صحت اجتهاد وعقیده وعدالت ودیانت مجتهد ثابت می شود۔احدها شهادت عدول اهل خبره بلا اختلاف ۲۔ ثانیها۔ بمعاشرت نقّادِ اهل خبره ۔۳۔ثالثها۔بامتحان وابتلا اُو ۴۔رابعها۔باجازه حاکم مسلم الشریعت تقریراً وتحریراً۔ ۵۔خامسها۔ بنص عام آئمه اطهار ۔در رجوع بسوئے مجتهدین اعصار واجب الاتباع می گردند۔(رساله التنقید)

امتحان کر کے معلوم کیا جائے۔ چوتھے یوں کہ شریعت کا مسلمہ حاکم اپنی تقریر یا تحریر سے فیصلہ کر دے۔ پانچویں یہ کہ آئمہ اطہار کی طرف سے عام اجازت کے تحت کہ مجتہدین زمانہ کی طرف رجوع کیا کرو جو واجب الاتباع ہوتے ہیں''۔ (رسالہ التنقید)

23۔ مجتہد کے جواب کا جائزہ لیجئے

جس طرح مجتہد نے سوال میں بددیانتی اور حق پوشی سے کام لیا تھا۔ اسی طرح جواب میں اصل سوال کو بلا جواب چھوڑ دیا ہے کہ عوام جو چوپاؤں کی طرح اور کیڑے مکوڑے اور عقل سے عاری وخالی ہوتے ہیں اور جنہوں نے تقلید کرنا ہے۔ وہ کیسے پتہ لگائیں کہ فلاں شخص مجتہد ہے یا نہیں اور آیا اس کی عقل مکمل ہے اور اس میں نہ کوئی برائی ہے نہ اس سے برائی سرزد ہونے کا امکان ہے۔ اس کے بجائے عوام الناس کے لئے اور بھی مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ یعنی پہلے وہ یہ پتہ لگائیں کہ اہل خبرہ کیا جانور ہوتا ہے۔ پھر یہ معلوم کریں کہ اہل خبرہ واقعی مجتہد کی شخصیت سے واقف ہیں۔ پھر یہ تحقیق کریں کہ اہل خبرہ کون کون ہیں۔ اور آیا وہ سب آپس میں متفق ہیں۔ یا نہیں؟

پھر اہل خبرہ کے نقاد کا پتہ لگائیں۔ تنقید سیکھیں۔ پھر مجتہد کا امتحان لینے کے لئے خود درجہ اجتہاد پاس کر کے تقلید سے ہی بری الذمہ ہو جائیں۔ تو مجتہد آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہ جائے گا کہ یہ کیا مصیبت ہوئی؟ تقلید کرنے والا کوئی بھی نہ رہا۔ حاکم شریعت خود مجتہد ہوگا۔ تو مندرجہ بالا پورا پروگرام اس کے لئے بھی دوہرانا ہوگا کہ معلوم ہو کہ وہ حاکم شرع ہونے کی قابلیت رکھتا ہے یا نہیں۔ اور جب مجتہد ہی کا پتہ لگانا ان کے لئے ناممکن ہے تو حاکم شریعت کو جانچنا بھی ناممکن ہے۔ رہ گئی آخری بات وہ تو اس لئے ناقابل عمل ہے۔ کہ اگر یہ عوام بذات خود آئمہ اطہارؑ کے احکام اور اجازات کا پتہ لگا سکتے تو مجتہد کے آگے گردن جھکانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور جب مجتہد نے قرآن کے خلاف نوع انسان کو جاہل۔ چوپائے۔ حشرات الارض کے درجے پر پہنچا دیا تو ان پر سے تمام مذہبی پابندیاں ختم ہو گئیں۔ بقول مجتہد عقل وفہم کے بعد ہی دین کے احکام کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ لہٰذا ان سے مجتہد کی تقلید واطاعت ساقط ہو گئی۔

یہ ہے وہ جہل مرکب جو مجتہدین دین کے نام پر پیش کرتے ہیں۔ اور بجائے جہل مرکب کے عقل وفہم میں مکمل اور معصومؑ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر یہ سوچئے کہ پہلے انسانوں کی دو قسمیں تھیں۔ پھر تین ہوئیں۔ پھر ان سب کو چوپائے اور حشرات الارض بنایا گیا اور انہی کیڑوں مکوڑوں اور چوپاؤں میں سے ایک چوتھی مخلوق اہل خبرہ گھڑ دی گئی۔ تا کہ وہ مجتہد کے سر پر اجتہاد کا عمامہ باندھے۔ شریعت کی حاکمیت کا تاج پہنائے۔ اور آخر میں یہ سن لیں کہ حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام نے تو اس مردود لفظ یعنی مجتہد کو ان طاغوتی معنی میں کہیں استعمال نہیں کیا۔ چہ جائیکہ اجتہاد کی اجازت اور مجتہد کی تقلید کسی حدیث میں مل جائے۔

24۔مجتہدین کو مذہب شیعہ ہی سے نہیں بلکہ انسانیت سے خارج کریں

چونکہ مجتہدین نے اپنا کاروبار چلانے کے لئے پوری نوع انسانی کی کھلی توہین کی اور انہیں حشرات الارض بنا کر خود کامل اور عاقل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔اس لئے ہم انہیں نوع انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق سمجھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔خدا نے فرمایا تھا کہ۔''ہم نے یقیناً تمام بنی آدم کو مکرم و معزز بنایا اور انہیں بحر و بر پر اٹھائے اور لئے پھرے انہیں طیبات فراہم کیں اور اپنی مخلوق کی کثرت پر فضیلت عطا کی''۔(سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 17/70)۔اس آیت کے سامنے یقیناً مجتہد کے بیانات مکر و فریب اور جھوٹ کا پلندہ ہیں۔اور وہ قرآن کی رو سے اور اپنے بیانات و دلائل سے انسانیت سے خارج ہے۔اور تمام بنی آدم صرف آدمی ہونے کی بنا پر فضیلت اور بزرگی کے حق دار ہیں۔اور البتہ مجتہدین اور جان بوجھ کر ان کی حاکمیت تسلیم کرنے والے، انسانیت اور آدمیت سے خارج اور نا قابل تکریم مخلوق ہیں۔

25۔مجتہدین کے لئے آئمہ معصومینؑ کی نیابت کی شرط

علامہ صاحب نے مجتہدین کو پوری امت کی سربراہی سونپنے کے لئے مذہب حقہ اثنا عشریہ کے چند ایسے عقائد لکھے کہ جن سے آئمہ معصومینؑ کی امامت اور سربراہی ثابت ہوتی ہے۔اس کے بعد آئمہؑ کی آڑ میں مجتہدین کو آئمہؑ کی جگہ دینے کے لئے اور انہیں نائب خدا اور سولؐ بنانے کے لئے پہلا بیان یہ دیا ہے کہ:-

۔''جب یہ بات واضح ہوگئی۔تو یہ بھی سمجھ لے کہ اجتہاد کا عہدہ اور جماعت کی امامت کرنا اور اسی طرح کے امت کی راہنمائی کے دوسرے کام کرنا خلافت اصلیہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی نیابت کے ماتحت ہے۔لہٰذا اس قسم کی نیابت اور اجتہاد کے عہدے پر بھی کوئی شخص مقرر نہیں ہوسکتا خواہ وہ علم و دیانت وعدالت میں درجہ کمال ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ سوائے اس کے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے اس کے مقرر کئے جانیکا واضح حکم موجود ہو۔اور اس زیر نظر اجتہادی قیادت میں اس واضح

''ہر گاہ ایں واضح شد پس بدانکہ منصب اجتہاد و امامت جماعت وغیر ذٰلک ازلوازم توابع خلافت اصلیّہ آئمہؑ است۔ پس برایں منصب اجتہاد ہم احدے مقرر نہ می شود لو بکمال دیانت و کمال علم وعدالت باشد۔مگر خاص بنصّ و آن درایں جا اجازہ مجتھد مسلم الثبوت می باشد۔خلَفًا عَن سَلَفٍ من زماننا اِلٰی شیخ ابو جعفر طوسی و اُوراز شیخ مفید و شیخ مفیدرا ازحضرت مھدی آخرالزمان۔وازابن بابویہ و اُوراز پدرِ خود وازمشائخ قُم وایشان راازحضرت حجة واز حضرات عسکریین علیھم السلام اجازہ افتاء ونقل حدیث حاصل شدہ۔ولھذا ھر مجتھد ذی الاجازہ فی الاصالت بالوسائط منصوص ومجاز از آئمہ اطھار باشد۔بلا اجازت اشکال دارد۔(رسالہ التنقید

اور خاص نصّ کا مطلب کسی مسلّم الثبوت مجتہد کی اجازت لیا جائے گا''۔(یعنی ایک ثابت شدہ مجتہد کا حکم آئمہ معصوؑمین کا واضح حکم سمجھا جائے گا)۔

پہلے والے مجتہدین کی اجازت بعد والے مجتہدین کے لئے ہمارے زمانے سے لے کر جناب شیخ ابوجعفر طوسی تک اور طوسی کے لئے شیخ مفید کی اجازت اور شیخ مفید کے لئے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اجازت جو آخری زمانہ کے امامؑ ہیں۔ اور ان کے بعد ابن بابویہ کے لئے ان کے اپنے والد کی اجازت اور قم کے بزرگوں کی اجازت۔اور قم کے بزرگوں کے لئے حضرت حجۃ علیہ السلام کی اجازت اور جناب حسن عسکریؑ اور ان کے والد علیہما السلام کی طرف سے فتویٰ دینے اور احادیث بیان کرنے کی اجازت حاصل ہوئی تھی لہٰذا ہر وہ مجتہد جو صاحب اجازہ تھا حقیقتاً مذکورہ واسطوں کے ذریعہ سے باضابطہ آئمہ علیہم السلام کا خاص حکم اور اجازت سمجھی جائے گی۔بلا اجازت احقاقِ اجتہاد میں جھگڑا ہے۔(رسالۃ التنقید فی اثبات الاجتہاد)

26۔بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ حق کا

قارئین حضرات بالکل سنبھل جائیں۔اور جو کچھ علامہ نے زیرنظر بیان میں فرمایا ہے۔ہم اس کی تشریح جناتی زبان سے عام فہم زبان میں پیش کرتے ہیں۔اس بیان کو سمجھ لینے پر یہ فیصلہ منحصر ہے کہ آیا اجتہادی قیادت آئمہ علیہم السلام کی طرف سے شیعوں میں چلی آرہی ہے یا نہیں۔اس بیان میں یہ شرط لگائی گئی ہے کہ اگر اجتہاد کی اجازت آئمہ معصومینؑ کے واضح حکم سے ثابت نہ ہو تو یہ سارا نظام غلط ہے۔اور مجتہدین ہرگز آئمہ علیہم السلام کے نائب نہیں ہیں۔اور اگر اجازت کا خاص حکم ثابت ہو جائے تو ماننا پڑے گا کہ جو کچھ بھی مجتہد کہتا ہے وہ آئمہؑ کے حکم سے کہتا ہے۔اور اس کی اطاعت تمام شیعوں پر واجب ہے۔لہٰذا ہم تو مجتہد کے کھلم کھلا مخالف ہیں۔اس لئے ہمارا بیان اہمیت کے قابل نہیں ہے۔مگر قارئین کرام نہ ہمارے مخالف ہیں نہ مجتہدین کے مخالف ہیں۔وہ ہمارے اور مجتہد کے بیانات کو جانچتے چلیں اور صحیح فیصلہ کریں کہ آیا واقعی آئمہ علیہم السلام نے اجتہاد اور مجتہدین کو اپنا جانشین بنانے اور امت پر مجتہدین کی اطاعت واجب ہونے کا واضح حکم دیا ہے۔یا نہیں؟۔

(۲) آئمہ علیہم السلام کی نیابت کے لئے کیسا حکم درکار ہے؟

ظاہر ہے کہ مجتہدین حضرات کی اطاعت بقول خود واجب ہے۔لہٰذا آئمہؑ کے حکم میں یہ جملہ ہونا چاہئے کہ۔''مجتہدین ہمارے نائب ہیں اور ان کی اطاعت واجب ہے''۔پھر آئمہ علیہم السلام اور مجتہدین نیز شیعوں کے نزدیک واجب الاطاعت وہی ہوتا ہے جو خاطی نہ ہو ورنہ غلط حکم کی اطاعت بھی واجب ہو جائے گی جو عقلاً و شرعاً باطل ہے۔اور اسی بنا پر مذہب شیعہ اثناعشریہ میں خلفائے ثلاثہ کی اطاعت واجب نہیں ہے۔لہٰذا آئمہ علیہم السلام کے حکم میں یہ جملہ بھی لازم ہے کہ۔''مجتہدین معصوم ہیں لہٰذا وہ جو حکم دیں واجب الاطاعت ہے''۔پھر مجتہدین اپنے احکام کی بنیاد میں اجماع اور عقل کو بھی شامل کرتے ہیں۔لہٰذا آئمہ

کے حکم میں بھی یہ جملہ ہونا چاہئے کہ۔'' قرآن وسنت وحدیث کے علاوہ اجماع اورعقل سے دیا ہوا حکم بھی واجب الاطاعت ہے''۔ یا یہ جملہ کہ۔'' مجتہدین کا اجتہادی حکم بھی واجب الاطاعت ہے''۔ پھر مجتہدین اپنی عقل کو درجہ کمال پر کہتے ہیں لہٰذا حکم میں اس دعویٰ کی تصدیق بھی لازم ہے ورنہ یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ بعض یا سب مجتہدین نے آئمہ کے حکم میں دخل اندازی کر کے غلط دعاوی کئے ہیں۔اب قارئین ان تمام جملوں کو ایک جگہ جمع کر لیں۔

(۱) مجتہدین ہمارے نائب ہیں اور ان کی اطاعت امت پر واجب ہے۔

(۲) مجتہدین معصوم ہیں۔ یا یہ کہ مجتہدین سے غلط حکم سرزد نہیں ہوسکتا۔

(۳) مجتہدین کا اجتہادی حکم بھی واجب الاطاعت ہے۔

(۴) مجتہدین اپنے زمانہ کے تمام عقلا سے زیادہ مکمل علم وعقل رکھتے ہیں۔

یہ چار پہلو ایسے ہیں جو اجتہاد و مجتہدین کے دعویٰ اور دائرہ عمل پر مشتمل اور منحصر ہیں۔لہٰذا یہ چاروں شرائط آئمہ معصومین علیہم السلام کے حکم میں واضح طور پر دکھانا ہر مجتہد کی ذمہ داری ہے۔ان چاروں میں سے اگر تین ثابت ہو جائیں تب بھی مجتہدین کا حکم واجب نہ رہے گا۔یعنی وہ سب کچھ ہوں مگر معصوم ثابت نہ ہوں۔تو خطا کار کا حکم واجب الاطاعت نہیں ہوتا۔وہ سب کچھ ہوں مگر اپنے زمانہ کے عقلا سے کم عقل ہوں تو جن سے کم عقل ہیں ان پر اطاعت واجب نہ رہے گی۔اور جو مجتہدین سے کم عقل ہیں۔ان پر بھی ان کی اطاعت واجب ہو جائیگی جو مجتہدین سے زیادہ کمال عقل رکھتے ہیں۔

یا مجتہدین سب کچھ ہوں مگر آئمہؑ نے انہیں اپنا جانشین مقرر کرنے کا حکم نہ دیا ہو تب بھی ان کا حکم واجب الاطاعت نہ رہے گا۔یا مجتہدین سب کچھ ہوں مگر ان کے لئے اجتہادی احکام دینے کی اجازت نہ ہو تب بھی ان کے احکام واجب الاطاعت نہ ہوں گے۔اس لئے کہ قرآن وحدیث کا حکم تو کوئی بھی دے وہ واجب الاطاعت ہے۔اس لئے کہ وہ اللہ ورسولؐ کا حکم ہے۔حکم دینے والے کا حکم نہیں ہے۔معلوم ہوا کہ یہ چاروں شرائط لازم وملزوم ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے۔کہ علامہ کے پاس ایسا حکم ہے یا نہیں۔؟ جو اگلی بحث میں آنجناب پیش کرنے والے ہیں۔

<u>(۳) مجتہد کے نزدیک حکم آئمہؑ ہر مجتہد کو الگ الگ نہیں ملے گا۔</u>

علامہ صاحب کو معلوم تھا کہ ان کو اور ان سے پہلے والے مجتہدین کے لئے حکم امام آخر الزمانؑ کا ملنا ثابت نہیں کیا جاسکتا۔اس لئے انہوں نے یہ ترکیب نکالی ہے۔کہ چوتھی صدی کے چند حضرات کو اجتہاد کی اجازت ملنے پر بنیاد رکھی جائے۔ اور یہ کہہ دیا جائے کہ آخری آئمہ علیہم السلام نے مذکورہ بالا حکم یا اجازت اپنے زمانہ کے مجتہدین کو دے کر انہیں مختار بنا دیا تھا کہ جس کو وہ یہ حکم یا اجازت دیں گے۔وہ بھی آئمہ علیہم السلام کی جانب سے نائب ہوگا۔معصوم ہوگا۔تمام اہل زمانہ سے زیادہ عالم

وعاقل ہوگا اوراس کا حکم بھی تمام امت پر واجب الاطاعت ہوگا۔

لہٰذا چوتھی صدی سے جو مجتہدین سابقہ مجتہدین کے حکم واجازہ سے تعینات ہوتے چلے آئے ہیں۔ وہ سب علامہ سید علی الحائری تک مسلّم الثبوت نائبین آئمہ معصومین علیہم السلام تھے۔ اب ہم اپنے قارئین سے دریافت کرتے ہیں کہ ہم نے یہ سب کچھ کہنے میں کہیں مجتہدین کے ساتھ زیادتی اور سختی تو نہیں کی ہے؟ ہمیں جواب دیتے ہوئے قارئین پر لازم ہے کہ وہ حضرات مجتہدین کے تمام سابقہ بیانات کو ملحوظ رکھیں۔ خصوصاً مجتہدین اور اخبارئین کے وہ تیئیس (۲۳) عدد فرق بالضرورت سامنے رکھیں۔ تاکہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے حکم سے وہ سب کچھ جائز اور واجب التعمیل ثابت ہو جائے جو کچھ مجتہدین کہتے اور کرتے رہے ہیں۔ غور سے سن لیں کہ ہم مجتہدین کے ایسے مخالف نہیں جو اپنے مخالف سے بے انصافی جائز رکھتے ہوں۔ حالانکہ مجتہدین کا تو مذہب ہی بے انصافیوں۔ بے رحمیوں اور کفر کے فتاویٰ پر منحصر ہے۔ انہوں نے اخبارئیں یا علماء حقہ شیعہ کے ساتھ کبھی بھی انصاف نہیں کیا ہمیشہ ظلم وستم جائز وشرعی سمجھا ہے۔ بس اس کے بعد اب علامہ صاحب کی طرف سے اس حکم کا ثبوت دیا جائے گا۔ اور ہم ان کے بیانات پر تنقید وتبصرہ کرتے چلیں گے۔ تاکہ حق وباطل الگ الگ سامنے آتا جائے۔ ہم مجتہد واجتہاد پر سخت ترین ومحکم گرفت کریں گے۔ اور تقاضہ جاری رکھیں گے کہ مطلوبہ حکم پورا کرکے دکھاؤ۔ قارئین کے لئے آنے والی گفتگو بڑے معرکہ کی ہوگی۔ اُدھر مجتہد ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا کہ جس طرح بھی ممکن ہو وہ آئمہؑ کی طرف سے اجتہاد و مجتہد کی اطاعت کا حکم ثابت کردکھائے۔ اِدھر ہم مجتہد کی ہر چال اور چکر پر نظر رکھیں گے۔ ہر لفظ اور ترکیب کو واضح کریں گے اور مجتہد کو مجبور کریں گے کہ صاف واضح الفاظ میں مطلوبہ حکم دکھائے۔ کوئی ہیر پھیر اور مجتہدانہ مکر نہ کرے۔ اور ہر بات معیار حق وباطل اور مسئلہ کی اہمیت کے مطابق کی جائے۔

27۔ جس نگہِ حق نواز پر فیصلہ تھا وہ جھک کر پھر نہ اٹھی

قارئین کرام مایوس ہو جائیں کہ علامہ صاحب بجائے اس کے کہ مندرجہ بالا مطلوبہ حکم دکھاتے ادھر ادھر کی باتیں لے بیٹھے۔ اور کئی صفحات کالے کرنے کے بعد اصل مطلب کی طرف آئے اور جو کچھ فرمایا وہ بھی مطلوبہ جواب اور حکم نہیں ہے بلکہ مجتہدانہ چکر ہے۔ آیئے پہلے وہ سن لیں۔ پھر ہم شروع سے ان کی سب ادھر اور اُدھر کی گفتگو دکھائیں گے۔ تاکہ مجتہد اور اجتہاد کی طرز فکر واستدلال ہی معلوم ہو جائے۔ نہ صحیح اصل جواب اور آئمہؑ کی اجازت مصیبت ہی صحیح۔ لہٰذا لے دے کر جو احادیث سید علی صاحب کے پاس تھیں وہ دیکھ کر فیصلہ کرلیں کہ چوتھی صدی کے اوّلین مجتہدین کو آخری آئمہ علیہم السلام نے اپنا نائب بنا کر اجتہادی احکام کو واجب الاطاعت قرار دیا تھا یا نہیں۔

28۔ایامِ غیبت میں مجتہدین کا حکم واجب الاطاعت ہے

جب کئی صفحات پر علامہ نے لمبی چوڑی بحث لکھ دی تو خیال آیا کہ میں نے کافی چکر دیئے اب اگر یہیں پر یہ رسالہ ختم کر دوں تو وہ سارے چکر فضول ہو کر رہ جائیں گے۔اور معترض کہہ دے گا کہ علامہ نے اصل بحث کو تو چھوا بھی نہیں۔لہٰذا آؤ چند جملوں میں اصل مسئلہ کا ذکر بھی کر دو تا کہ سابقہ چکر فضول ثابت نہ ہوں۔اس غرض سے آپ خود ہی اپنے اوپر اعتراض قائم کر کے یوں بات کرتے ہیں کہ:۔''الجھن یہ ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو بیان کی جا چکی ہیں یہ تو یہ بتاتی ہیں کہ آئمہ علیہم السلام کے صحابہ اوران کے زمانوں کے علماء سے رجوع کرنے کے لئے حکم و اجازت ثابت ہے۔لیکن ہمارا مطلوبہ جواب تو یہ چاہتا تھا۔کہ غیبت امام زمانہ علیہ السلام کے دور میں مجتہدین کی تقلید اور مسائل دین میں ان سے رجوع کا جواز اور حکم واضح طور پر بتایا جاتا۔اس حکم اوراجازت کے نہ ہونے کی صورت میں مجتہدین کی تقلید کرنے والوں کی ذمہ داری کیسے مکمل ہو سکتی ہے؟''(رسالہ التنقید آخری گفتگو)۔

> ''اشکال:۔این اخبار نص و اجازه اند خاص در رجوع نمودن بعلماء اعصار و بصحابه خود الیشانؑ ۔ ومطلوب ما اذن و اجازه الیشان (علیهم السلام) درزمان غیبتِ امامؑ درجواز رجوع بسوئے مجتهد و تقلید الیشان یعنی تقلید مجتهدین است۔ پس درعمل کردن بر تقلید مجتهد بدون نصّ عینی چگونه مُقلِّد بری الذمه می تواندشد؟''(رسالة التنقید)

29۔مجتہدین ہمیشہ حق پوشی کیا کرتے ہیں

قارئین نوٹ کریں کہ علامہ سید علی الحائری نے خود تسلیم کر لیا کہ اس آخری بیان سے پہلے انہوں نے جو کچھ لکھا وہ اصل مسئلہ کا جواب نہ تھا۔بلکہ جو کچھ لکھا وہ فضول تھا۔لیکن سوال یہ ہے کہ فضول تھا۔تو لکھا کیوں؟۔جواب یہ ہے کہ مجتہدین کے پاس اجتہاد و مجتہدین کا جواز نہیں ہے نہ انہیں آئمہ علیہم السلام سے براہ راست اجتہاد کرنے اور اپنی تقلید کرانے اور معصوم بن بیٹھنے اور مکمل علم وعقل کے حامل ہونے کا حکم و جواز حاصل ہے۔نہ بالواسطہ ہی وہ اس طاغوتی نظام کے مجاز ہیں۔لیکن چونکہ انہیں قبضہ کئے ہوئے اہل خلاف کی طرح صدیاں گذر گئی ہیں۔اسلئے ادھر اُدھر کی باتیں بنا کر لوگوں کو نہ بہکائیں تو کیا کریں؟۔ہمارا دل چاہتا ہے کہ اُس فضول بحث کے جملوں کی تعداد گن کر یہاں لکھیں۔تاکہ قارئین کو پتہ لگے کہ اصل جواب سے پہلے کتنا وقت ضائع کیا گیا اور کیا کیا فریب اور الجھاؤ سامنے رکھے گئے۔مگر ہم نے طے کیا ہے۔کہ مجتہد صاحب کی ساری بحث اور گفتگو قارئین کے سامنے رکھ کر اس پر تنقیدی نظر ڈالیں گے۔لہٰذا قارئین خود ہی علامہ صاحب کے جملے اور حیلے بہانے شمار کر لیں گے۔اب وہ جواب سنئے جس کا آپ انتظار کر رہے ہیں۔اور جس سے چوتھی صدی کے اولین مجتہدین کو آئمہ علیہم السلام نے عصمت واعلمیت

واجتہاد وتقلید کا حکم دے کر تمام امت پر اُن کے اجتہادی احکام کو واجب الاطاعت قرار دیا پھر اُن اولین مجتہدین کو حکم واجازت دی کہ جسے وہ اجازت وحکم دے دیں اسکا حکم بھی آئندہ زمانوں میں امت کے لئے واجب الاطاعت ہے۔ دیدہ باید۔

30۔آخری آئمہ علیہم السلام مجتہدین کو اپنا نائب بناتے ہیں یا نہیں؟

علامہ صاحب اصل جواب میں بھی سابقہ فضولیات کا حوالہ دے کر جواب یوں شروع کرتے ہیں کہ۔

''۔جواب عقلی کی رو سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔البتہ نقل یعنی قرآن اور حدیث سے ثبوت یوں ہے۔کہ مذکورہ بحثوں میں جو آیات مذکور ہو چکی ہیں۔وہ عمومی اور وسیع مفہوم رکھتی ہیں۔اور قیامت تک زندہ علماء کی طرف رجوع کا جواز ہی نہیں بلکہ رجوع کا واجب ہونا ثابت کرتی ہیں۔رہ گئے وہ ثبوت جن سے یہ ثابت ہو کہ غیبت کے زمانہ میں علماء کی طرف رجوع کرنا اور علماء کو آئمہ علیہم السلام کا نائب سمجھنا واجب ہے۔اور یہ کہ علماء کو اجازت دی گئی ہے۔اس سلسلہ میں پہلی حدیث **جس پر ساری امت متفق ہے۔** یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں''اور اس حدیث کا منشاء اور غرض یہ ہے۔کہ امتِ رسولؐ کو قرآن وحدیث کی تعلیمات اور احکام پہنچائے جائیں اور امت کو ترکِ احکام اور خلل اور ڈگمگانے اور جہالت سے محفوظ رکھا جائے۔اور تمام علماء کو نبیوںؑ کے درجہ پر مقرر کیا ہے۔ لہٰذا ان کی طرف احکام حاصل کرنے کے لئے تمام عوام پر رجوع کرنا واجب کر دیا گیا ہے۔

دوسری حدیث ابن حنظلہ سے روایت ہوئی ہے کہ:۔ جناب امام جعفرؑ صادق نے فرمایا کہ تم اس کا پتہ لگاؤ کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو ہماری احادیث بیان کرتا ہے۔اور ہمارے حلال وحرام پر نظر رکھتا ہے اور ہمارے احکام کی معرفت رکھتا ہے۔چنانچہ ایسے شخص سے ہمارے احکام کے بارے میں راضی ہو جاؤ۔پس یقیناً میں مذکورہ شخص کو تمہارے اوپر حاکم مقرر کرتا ہوں۔چنانچہ جب وہ ہمارے حکم نافذ کرے اور کوئی ان احکام کو قبول نہ کرے اس سے تو اس نے گویا اللہ کے احکام کی بے حرمتی

''جواب عقلی سابق بیان شدہ ۔اما از نقلی پس آیات مزبورہ عام اند الیٰ القیامت در جوازبل دروجوب رجوع الی العلماء الاحیاء واما براهین براجازه عامه دررجوع الی العلماء در ایام غیبت نائب امامؑ الیشان می باشند۔

حدیث اول۔ متفق علیه اُمت است قال النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم علماء اُمتی کا نبیاء بنی اسرائیل ۔ و غرض ازایں ابلاغ و تعلیم و بیان احکام از کتاب اللّٰه و سنت رسولؐ اللّٰه بأمّت و حفظ الیشان از ترک عمل و از جہل و زلل و خلل میباشد وهمه علماء بمنزله انبیاءؑ مقرر گردیدند۔پس رجوع بسوئے الیشان در اخذاحکام ازالیشان بعوام واجب می باشد عیناً۔

حدیث ثانی: مرویه ابن حنظله است ۔قال الصادق انظروا الیٰ من کان منکم روی حدیثنا و نظرالیٰ حلالنا و حرامنا و عرف احکامنا فلترضوابه حکماً فانی قد جَعَلْتُهُ علیکم حاکماً **فاذا حکم بحکمنا** فلم یقبل منه فانما بحکم اللّٰه استخف وعلینا رَدّ۔والرادُّ علینا رادّ علی اللّٰه وهو علیٰ حدالشرک باللّٰه۔ در اینجا هر فقیه و محدثِ ملت خودرا فرمود که من اُورا حاکم برشما مقرر کر دم ردّحکم او ردّ حکم ماورادّمار ادبرخدا بحدّشرک باللّٰه می باشد۔

حدیث ثالث: مرویه ابی خدیجہ قال بعثنی ابو عبداللّٰه علیه السلام الیٰ اصحابنا فقال لهم ایاکم اذاوقعت بینکم

کی اور ہمارے حکم کوٹھکرایا۔ اور ہمارے حکم کوٹھکرانے والا، اللہ کے احکام کوٹھکرانے کا مجرم ہے اور یہ کام اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی حد سے تجاوز کرگیا۔ تیسری حدیث جناب ابی خدیجہ نے بیان کی ہے کہ مجھے جناب امام جعفرؑ صادق نے ہمارے صحابہ کی طرف بھیجا اور کہلوایا کہ جب تم میں لین دین یا کوئی دوسری قسم کا تنازعہ اٹھ کھڑا ہو جس کا فیصلہ کرنے کے لئے تمہیں ان لاقانون قاضیوں کی طرف رجوع کرنا پڑے تو تم اپنے میں سے ایک ایسے شخص کو اختیار کرلو جو ہمارے حلال وحرام کی معرفت رکھتا ہو تو میں ایسے شخص کو تم پر اپنی طرف سے قاضی مقرر کرتا ہوں۔ اس جگہ بھی عام اجازت فرمائی گئی ہے۔ کہ اپنؑ کی ملت کے علماء وفقہاء کی طرف رجوع کریں اور فرمادیا کہ میں اس کو تم پر حاکم وقاضی مقرر کرتا ہوں۔ چوتھی حدیث ہمارے شیخ انصاری صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔ اور ان کی بھی غرض یہی ہے۔ انہوں نے فرمایا؟ ان پر سلام ہو کہ جو کوئی فقہا میں سے اپنی ذاتی میلانات سے محفوظ ہو، اور اپنے دین کا محافظ ہو، اور اپنی رائے، قیاس وخواہشات کا مخالف ہو۔ اور اپنے مولاؑ کی اتباع کرنے والا ہو۔ عوام پر لازم ہے کہ اس کی تقلید کریں۔

خصومه اوتداری بینکم فی شیء من الاخذوالعطاء ان تحاکموا الیٰ احدٍ من هٰؤُلاء الفساق اجعلوا بینکم رجلاً مِمَّن عرف حلالنا و حرامنا فانی قد جعلته قاضیاً الخ ۔دراین جانیز اجازۂ عام فرموده دررجوع و مرا فعہ نمُودن بسوئے علماء و فقهاء ملت خود و فرمود که من اُورا قاضی و حاکم برشما مقرر کردم۔

حدیث رابع۔ شیخنا الانصاری نقل کرده و مطلوب نیز همیں است قال علیه السلام واما من کان من الفقهاء صائناً لنفسهٖ حافظاً لدینه مخالفاً علیٰ هواه ۔متّبعاً لامرمولا ه فَلِلْعَوام ان یَقلّدوهُ وذلک لا یکون اِلّا بعض فقها الشیعه لا جمیعهم وامامن رکب القبائح والفواحش مراکب فسقة فقهاء العامة فلا تقبلوا منهم شیئاً ۔دراین جاء صریح نص کرد بر دو چیز ۔احد هما هر فقیه امامیه عادل مخالف نفس شهوانی باشد عوام تقلید اُو بنمانید ثانیهما هر فقیهے که مرتکب قبائح و فواهش طالب دنیا چون مرتکب فقهائے عامه باشد ازاُوهیچ امرے قبول نمی کنندودرمیل نمودن به اُواخذ احکام از اُونمی وزم فرمود ۔احادیث دیگر باذن عام در رجوع کردن به کافّۂ فقها ملت له ذوالعدالت و الدیانت و الزهادة درایام غیبت باشند وارداند۔ پس عمل بتقلید و برائت ذمۂ مُقلِّد الیٰ ظهور الحجة علیه السلام قطعاً ثابت و واضح شد بحمداللّٰه(رساله التنقید)

(آگے انصاری صاحب فرماتے ہیں کہ)اور وہ سب کچھ تمام فقہائے شیعہ پر صادق نہیں آتا سوائے ان میں سے بعض کے لہٰذا جو کوئی بھی بُری اور فحش حرکات کرتا ہو مانند اہل خلاف کے فقہا کے لہٰذا ان سے کوئی چیز بھی قبول نہ کرو۔ اس جگہ کھلی اور واضح طور پر دو چیزوں کی اجازت ثابت ہوگئی اول یہ کہ ہر اس شیعہ فقیہ کی تقلید واجب ہوگئی جو عادل اور شہوانی نفس کا مخالف ہو۔ دوسری یہ کہ ہر وہ شیعہ فقیہ جو برائیوں اور بے حیائیوں کا مرتکب اور اہل خلاف کے فقہا کی طرح دنیا کا دلدادہ ہو اس کی کوئی بات قبول نہ کی جائے گی۔ اور ان سے احکام حاصل کرنے کا رجحان منع کیا ہے۔ اور مذمت کی ہے۔ عام اجازت کی دوسری حدیثیں جن میں اپنی ملت کے تمام لوگوں کو سب صاحبان عدالت و دیانت و پارسا فقہا سے غیبت کے زمانہ میں رجوع کا تذکرہ

ہے، وارد ہوئی ہیں۔لہٰذا تقلید پر عمل کر کے مقلِّد کا بری الذمہ ہو جانا ظہور حضرت حجۃ علیہ السلام تک قطعی طور پر واضح اور ثابت ہو گیا۔اللہ کے شکر کے ساتھ"۔

31-علامہ سرکار اجتہاد وتقلید کا منجانب آئمہؑ ہونا ثابت نہ کر سکے

قارئین حضرات نے علامہ کا پورا بیان اور آخری ثبوت ملاحظہ کیا۔لیکن اس میں نہ کہیں لفظ اجتہاد آیا۔نہ مجتھد کا کہیں پتہ چلا۔نہ ان چار پانچ لازم وملزوم شرائط کا تذکرہ ہوا۔جو مجتہد اور اجتہاد کے جواز میں ضروری تھیں۔نہ یہ بتایا گیا کہ حضرت حجت یا ان کے والد جناب امام حسن عسکری علیہما السلام نے کن کن مجتہدین کو اجتہاد کی وہ اجازت دی تھی جو مجتہدین کے دعویٰ سے ثابت ہوتی ہے۔اسکے برعکس علامہ صاحب نے جو اعتراض اپنے سابقہ بیانات پر عائد کیا تھا کہ وہ ساری بحثیں تو عام تھیں زمانہ غیبت کے لئے ثبوت نہ تھا (پیرا نمبر ۳۰ کی ابتداء) وہ اعتراض بہر حال رفع نہیں ہوا۔

یعنی امام جعفرؑ کے زمانے میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ غیبت کے زمانے سے کیا تعلق رکھتا ہے؟ وہ تو ان ہی کے زمانہ اور ان ہی کے صحابہ اور شیعوں کے لئے تھا۔لہذا ان کے زمانے کے عملدر آمد کو غیبت کے زمانے کا ثبوت کہنا بہت ہی بچگانہ حرکت ہے۔ آپ تو یہ کہہ کر چلے تھے کہ وہ براہین جن سے یہ ثابت ہو کہ غیبت کے زمانے میں مجتہدین کی طرف رجوع کرنا اور مجتہدین کو امام عصرؑ کا نائب سمجھ کر ان کی تقلید کرنا واجب ہے۔وہ براہین اور ثبوت کہاں ہیں۔کہاں گئے؟ ہم عرض کر چکے ہیں کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے منہ سے یہ ناپاک لفظ کبھی نہیں نکلے۔اب ہم مذکورہ احادیث پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔قارئین مجتہد کے بیان کو ہمارے ساتھ چیک اپ کرتے رہیں۔

32۔مجتہد کی پیش کردہ احادیث اور ان کا غلط استعمال

احادیث پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ یاد کرلیں کہ مجتہد کے نزدیک احادیث کے مجموعوں میں چند احادیث کے سوا تمام غیر معیاری ہیں اور جو چند مجتہدین نے پسند کر کے اختیار کی ہیں۔ان کے متعلق اس کا فیصلہ یہ رہا ہے کہ حدیث سے علم حقیقی حاصل نہیں ہوتا بلکہ ظنی علم حاصل ہوتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ آپ کے تمام دعاوی' خدانخواستہ' حدیث سے ثابت بھی ہو جاتے تو آپ کی قیادت محض ظن وگمان پر ہی مبنی ہوتی۔لہٰذا جن اجازوں کا آپ نے ایک مجتہد سے دوسرے کو اور دوسرے سے بعد والوں کو ملنا لکھا ہے۔وہ بیانات بھی اسی قسم کے لوگوں نے دیئے ہیں۔جو ایک دوسرے سے حدیثیں روایت کرتے تھے۔اگر روایت کرنے سے حدیث کا علم یقینی کی بجائے ظنی ہو جاتا ہے تو آپ نے اس ظنی طریقہ کو اجتہاد کی سند میں یقینی کیوں سمجھ لیا ہے؟ یہی سبب ہے کہ آپ نے جن احادیث سے سند اور ثبوت پیش کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔وہ آپ کو نہ مل سکیں۔

33۔ اجتہاد کے جواز کی بُنیاد جھوٹ اور فریب پر رکھی گئی ہے

علامہ صاحب نے جس حدیث کو پہلے نمبر پر رکھا ہے۔اس پر دو بلکہ تین اعتراض ہیں ۔ پہلا یہ کہ یہ حدیث شیعوں کی احادیث کی کتابوں میں نہیں ہے ۔یعنی شیعوں نے کسی وجہ سے اس حدیث کو اختیار کرنا پسند نہیں کیا ہے اور اہلسنت کے یہاں بھی بعض جلیل قدر علماء نے اسے اختیار نہیں کیا اور بعض نے کہا کہ حدیث نہیں بلکہ کسی کی گھڑنت ہے ۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ لکھنے سے پہلے اعلان کیوں نہیں کیا کہ میں اہل خلاف کی حدیث لکھ رہا ہوں ۔تیسرے یہ کہ یہ فریب کیوں دیا کہ یہ متفق بین الفریقین حدیث ہے۔اورشیعوں کوفریب سے کیوں نہ بچایا؟ وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ شیعہ عالم اہل خلاف کی تقلید نہیں کرتا۔کاش اُنہیں یہ یقین ہو جاتا کہ اجتہاد اور مجتہدین کا مذہب شیعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

چنانچہ جناب محمد باقر مجلسی اعلی اللہ مقامہ نے بحارالانوار جلد اول میں اس حدیث کو کتاب **غوالی اللئالی** سے نقل کر کے فرمایا ہے۔کہ **غوالی اللئالی** جناب الشیخ فاضل محمد بن جمہور الاحسادی کی تالیف ہے۔ پھر کتابوں کی تصدیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کتاب ہر چند مشہور اور اس کا مؤلف اپنے فضل میں معروف ہے۔لیکن انہوں نے چھلکے اور مغز میں فرق نہیں کیا ہے اور مذہب شیعہ کی روایتوں میں متعصبین اور مخالفین کی روایات کو داخل کر دیا ہے اور یہی سبب ہے کہ میں نے اس کی کتاب سے روایات لینے میں کوتاہی کی ہے۔'' اور جناب حر عاملیؒ نے اپنی کتاب فوائد کلوسیہ میں اس حدیث سے انکار کیا ہے کہ یہ کتب شیعہ میں نہیں ہے۔اور محدث سید نعمت اللہ جزائری نوراللہ ضریحہ اپنی کتاب زہرالربیع میں لکھتے ہیں۔'' کہ ہم اپنی کتب حدیث میں اس حدیث کا وجود ہونے پر مطلع نہیں ہوسکے۔ہم میں کے بعض متاخرین نے یہ حدیث اغیار کے یہاں سے نقل کر لی ہے۔اور ہمارے مخالفین نے بھی یہ اعتراف کیا ہے۔کہ ہماری حدیث کی معتبر کتابوں میں یہ حدیث نہیں ہے۔'' اِنتہٰی ۔ یہ حال ہے۔اُس حدیث کا جس کے متعلق مجتہد صاحب نے فرمایا تھا کہ۔''<u>جس پر ساری امت متفق ہے''۔</u>(پیرا نمبر ۳۰) قارئین غور کریں کہ یہ کتنا بڑا فریب اور کذب ہے جو مجتہدین کے یہاں جائز ہے۔ دراصل اُن کو یقین ہے کہ ہمارے خلاف کوئی قلم اٹھا ہی نہیں سکتا ہے یا یہ کہ قوم سو فیصد جاہل ہے۔اسے کیسے معلوم ہوگا کہ اُمت متفق ہے یا نہیں۔

34۔علماء اور فقہا کے الفاظ کی آڑ میں مجتہدین دھوکا دیتے ہیں

ہم بار بار یہ بتاتے چلے آ رہے ہیں ۔ کہ اجتہاد تین سو سال تک اہلِ خلاف میں جاری رہا۔اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے اجتہاد کو حرام کیا اور شیعوں میں کبھی کسی مجتہد اور اُس کے اجتہاد کو گنجائش نہ ملی ۔ حالانکہ حضرت علی علیہ السلام ہی کے زمانے سے نظام اجتہاد نے شیعوں میں داخل اور مقبول ہو جانے کی بھرپور کوششیں جاری رکھیں ۔مگر ہر معصومؑ امام نے ایسے لوگوں سے شیعوں کو

ہوشیار رکھا اور طرح طرح سے مجتہد قسم کے لوگوں کو مشہور اور ملت شیعہ سے دُور رکھا۔ حد یہ ہے کہ آئمہؑ نے اجتہاد اور مجتہد اور ان کی خودساختہ اصطلاحات کو بھی اپنی احادیث میں استعمال نہ کیا۔ اس لئے جب اوّلین تین صدیاں ختم ہوگئیں اور امام عصر علیہ السلام نے اپنے نظام ہدایت کو چاروں طرف سے مجتہدانہ ذہنیت سے گھرا دیکھا۔ تو آپؑ نے غیبت کا اعلان فرمادیا۔ یعنی آئندہ ملت شیعہ کی ہدایت کاری اس طرح کی جائے گی کہ مجتہد کو معصومؑ احکام میں دخل دینے کا موقعہ نہ ملے۔ اُس زیر پردہ راہ نمائی سے مجتہدین کے لئے ناممکن ہوگیا کہ وہ امامؑ کے نام پر شیعوں کو بہکا سکیں۔

اس لئے وہ لوگ جو امامؑ کی غیبت میں شیعوں کی قیادت اجتہاد کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مجبور ہوئے کہ آئمہؑ کی احادیث میں جہاں جہاں عالم یا فقیہ ، علماء اور فقہاء کے الفاظ استعمال ہوئے تھے۔ ان کا مطلب مجتہد اور مجتہدین بتایا جائے۔ یعنی جہاں علماء یا عالم۔ فقہاء یافقیہ کا ذکر ہوا ہو یا علماء اور فقہاء کی تعریف بیان ہوئی ہو۔ وہاں یہ کہا جائے کہ یہ ذکر یا تعریف مجتہد یا مجتہدین کی بیان ہوئی ہے۔ لہذا قارئین اس فریب سے ہوشیار رہ کر مجتہدین کی پیش کردہ احادیث کو پڑھا کریں۔ اُن کا فرض ہے کہ آئمہ معصومینؑ کی احادیث سے۔ ''<u>اجتہاد کا جواز</u>''۔ اور ''<u>مجتہدین کی تقلید کا واجب الاطاعت ہونا</u>''۔ دکھائیں جو قیامت تک ان سے ممکن نہیں ہوسکتا۔ نہ علماء کے معنی مجتہد ہیں۔ نہ فقہاء کو انہوں نے مجتہد فرمایا ہے۔ نہ ہر عالم مجتہد ہوتا ہے۔ نہ فقیہ کو مجتہد کہا گیا ہے۔ اجتہاد ایک مشہور اور مجتہدین کی خودساختہ اصطلاح ہے اور اُس کی تفصیل اور مذہب شیعہ کا فرق بار بار واضح ہو چکا ہے۔ لہٰذا مجتہدین اور نظام اجتہاد کے طرفداروں کو چاہئے کہ وہ احادیث سے اجتہاد اور مجتہد کی اصطلاح کو ثابت کریں۔ یا جو فرق انہوں نے خود اختیار کیا ہے۔ اس فرق کو احادیث سے جائز دکھائیں۔ **<u>مثلاً کوئی ایسی حدیث یا آیت دکھائیں جس میں اجماع اور مجتہدین کی عقل کو دلیل شرعی اور فیصلہ کن ذریعہ بتایا ہو؟۔ یا یہ دکھائیں کہ معصومین علیہم السلام کی احادیث کی چار پانچ یا زیادہ اقسام ہیں؟۔ یا یہ کہ حدیث سے علم قطعی حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ حدیث سے ظن وگمان حاصل ہوتا ہے</u>**۔ الغرض پیرا نمبر ۳ میں مذکور تیئیس (۲۳) عدد اپنے مسلّمات کو آیات یا معصومؑ احادیث سے جائز دکھائیں۔ ورنہ بہت ہی آسان یہ ہے کہ اس قدر دکھا دیں کہ آئمہ علیہم السلام نے فلاں حدیث میں عالم اور فقیہ کو مجتہد بھی فرمایا ہے۔ اور علما وفقہاء کو مجتہدین بھی کہا ہے۔ اس جواب کے علاوہ اور تمام باتیں غیر ضروری اور بے مقصد ہیں۔ لہذا جن احادیث کو مجتہد صاحب نے پیش کیا ہے۔ ان میں کہیں نہ مجتہد ہے نہ اجتہاد ہے نہ مجتہدین ہے۔ لہذا اُن کا پیش کرنا محض فریب سازی ہے۔

<u>35۔ مجتہد کی پیش کردہ چاروں احادیث پر ناقدانہ نظر ڈالئے</u>

یہ ثابت ہو چکا کہ پہلی حدیث یعنی میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاؑ کی مانند ہیں (عُلَمَاءِ اُمَّتِیْ كَاَنبِيَآءِ بَنِیْ اِسْـرَائِیْل) شیعوں کی کتبِ حدیث میں نہیں لی گئی ہے پھر بھی اُسے مجتہدین تو اس لئے قبول کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ لفظ علماء

کی آڑ میں مجتہدین کو کھڑا کر کے حضرت عیسٰی وموسیٰ وہارون وداؤ داور سلیمان علیہم السلام کے مانند بنانے کا موقعہ نکل آئے اور شیعہ علماء اس لئے انکار نہیں کرتے کہ اس حدیث میں لفظ علماء حضرات آئمہ علیہم السلام کے لئے اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔اس پر مجتہدین نے یہ اعتراض کیا کہ آئمہ اہلبیتؑ تو سابقہ تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں۔لہٰذا اُس حدیث سے امت کے عام علماء مراد ہیں۔ہم عرض کرتے ہیں کہ عام علماء مراد ہوں یا نہ ہوں۔مجتہدین کا نہ ذکر ہے نہ وہ مراد لئے جاسکتے ہیں۔اس لئے کہ اُمت کے تمام علماء اور مجتہدین دونوں کو شامل کر کے بھی ان کے لئے نہ وہ علم ثابت ہے جو حضرات عیسٰی وموسیٰ اور جناب سلیمان علیہم السلام کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔نہ انہیں اس قابل سمجھا جاسکتا ہے۔کہ وہ مٹی کی چڑیا کو حیات اور پرِ پرواز بخش سکتے تھے۔یعنی اس امت کے مجتہد ہوں یا علمائے عام ہوں نہ وہ سابقہ انبیاؑ یا انبیائےؑ بنی اسرائیل کی مانند ہیں نہ ان کے برابر ہیں۔بلکہ ایسا کہنا انبیاؑ کی توہین ہے۔وہؑ صاحبان کتاب تھے۔انؑ پر ملائکہ نازل ہوتے تھے۔وہؑ معصوم تھے۔صاحبان معجزہ تھے۔کہاں وہؑ کہاں امت کے عام علماء۔رہ گئے مجتہدین ان کا شمار نہ علماء میں جائز ہے۔نہ انہیں شیعہ کہا جاسکتا ہے۔جب تک آئمہؑ کے فرمان سے ان کا جائز وجود ثابت نہ ہو جائے۔وہ طاغوتی گروہ کے ساتھ شمار ہونے پر مجبور ہیں۔اور اس کتاب میں یہی بحث وتحقیق زیر غور ہے۔رہ گیا یہ اعتراض کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام سابقہ تمام انبیاؑء سے افضل ہیں۔اس لئے انہیں انبیاؑئے بنی اسرائیل کے مانند نہیں کہا جاسکتا۔یہ ایک مغالطہ ہے۔جو مجتہدین اپنے مذہب کے مطابق دیتے ہیں۔اس لئے کہ بعض صفات وحالات میں افضل کو مفضول کی مانند کہا جاسکتا ہے۔اور مفضول کو افضل کی مثل قرار دیا جانا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر ہونے کی بنا پر (مثلکم ۱۸/۱۱۰) تمہاری مانند کہا گیا ہے۔پھر آپؐ کو سابقہ انبیاءؑ کی طرح کا نبیؐ قرار دیا ہے۔مانند یا مثل کہنے سے نہ کوئی برابر ہو جاتا ہے اور نہ افضلیت میں کوئی فرق پیدا ہوتا ہے۔قرآن میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔کیا یہ کہنے سے کہ میرے اہل بیتؑ حضرت نوحؑ کے سفینہ (کشتی) کے مثل ہیں۔کشتی اور اہل بیتؑ برابر ہو جائیں گے؟ بات یہ ہے کہ جس طرح جو اُس کشتی میں سوار ہو گیا تھا بچ گیا تھا۔اُسی طرح امت کی نجات اہل بیتؑ کے ساتھ رہنے میں ہے۔لہذا اہل بیتؑ بہرحال سابقہ تمام انبیا علیہم السلام سے افضل واعلم وارفع واعلیٰ ہیں۔لہٰذا یہ حدیث صرف اس وجہ سے صحیح حدیث ہے کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہی اس امت کے وہ علماء ہیں۔جن سے قرآن وحدیث کی رُو سے جہل ونادانی کی نفی ہوگئی ہے اور تا قیامت اس امت کی راہ نمائی کے براہِ راست ذمہ دار ہیں۔اِسی بناء پر اُن حضراتؑ نے اپنے متبعین کو طالب علم (متعلّمون) فرمایا۔اور اپنے لئے لفظ علماء (نَحنُ العُلماء) کی لفظیں استعمال کی ہیں۔لہٰذا احادیث میں جہاں لفظ عالم وعلماء اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔اُس سے اُنؑ حضرات کا ذکر منظور ہے اور جہاں جزئی حیثیت سے لفظ عالم، علماء یا فقیہ وفقہاء استعمال فرمایا ہے۔وہاں مذہب شیعہ کے وہ علماء مقصود ہیں۔جو درحقیقت سب کے سب طالب علم ہیں۔جو اجتہاد اور اپنی تقلید

کرانے کوحرام سمجھتے ہیں جو ہر حکم آیات واحادیث کے احکام سے دیتے ہیں۔ جو اپنی اطاعت کو واجب نہیں کہتے۔ چنانچہ پھر نوٹ کرلیں کہ حدیث میں استعمال شدہ الفاظ عالم۔ علماء۔ فقیہ ۔ اور فقہا سے ہرگز مجتہدین مراد نہیں لئے جاسکتے جب تک کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جس میں عالم۔ علماء یافقیہ و فقہا کی مذمت نکلتی ہو۔ اور ہم ایسے مقامات قارئین کو عنقریب دکھانے والے ہیں۔

<u>دوسری حدیث پر نظر</u>

دوسری حدیث جو مجتہد نے پیش کی ہے۔ ابن حنظلہ سے روایت ہوئی ہے اور یہ کمال ہے کہ مجتہد حضرات نے ابن حنظلہ کی روایات کو ناقابل قبول کہہ کر بھی یہ حدیث اپنی باطل غرض کے لئے اختیار کرلی ہے۔ بہرحال ہم تو راوی وغیرہ کا شاخسانہ پسند ہی نہیں کرتے۔ حدیث کے الفاظ پر دارومدار رکھتے ہیں اور ایک نظر میں معصومؑ کے کلام یا مطالب کو پہچان لیتے ہیں۔ اس دوسری حدیث میں کسی ایسے شخص کا تذکرہ نہیں فرمایا ہے۔ جس کو امامؑ یا آئمہ علیہم السلام نے باقاعدہ اپنی طرف سے احکام نافذ کرنے اور عوام شیعہ کا مرکز سے رابطہ قائم رکھنے کے لئے تعینات کررکھا ہو۔ جیسا کہ ہر امامؑ کے زمانوں میں ایسے صحابہ تیار کرکے متعین رکھنا آئمہ علیہم السلام کی طرف سے جاری تھا۔ یہ تو ایسے مقام اور ایسے حالات کے لئے ایک حل بتایا گیا ہے۔ جب کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے براہ راست یا اُن کے متعین کردہ صحابہ سے احکام نہ مل سکیں تو عوام شیعہ کو یہ بتایا گیا کہ وہ اپنے ماحول اور حلقہ پر نظر ڈال کر ایسے شخص کو چن لیں جو آئمہ اہل بیتؑ کی طرز زندگی پر مطلع ہو۔ حرام وحلال کا فرق جانتا ہو اور جس پیش پاافتادہ تنازعہ۔ مسئلہ یا حکم کی ضرورت ہو۔ اُس سلسلے میں صحیح حکم اور فیصلہ جانتا ہو اُس سے اس مسئلہ۔ تنازع یا فیصلہ کا وہ حکم معلوم کرلو جو ہم نے بیان کررکھا ہے۔ لہذا ہمارا بیان کردہ حکم جو شخص بھی دے وہ تم پر حاکم ہے اس حکم کے مطابق عمل کرنا دونوں فریق پر واجب ہے اور جو کوئی ہمارے حکم کو جان بوجھ کر ٹھکرادے وہ گویا مشرک ہے۔ چونکہ دوسری صورت کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اس لئے یہ کہنا کہ اگر اُن کے حلقے میں کوئی بھی ایسا شخص نہ ہو، جو آئمہ کی ایک بھی حدیث روایت نہ کرتا ہو، یا پیش آمدہ معاملہ میں امامؑ کے حکم سے ناواقف ہو، کیا تب بھی کسی سے جُوں تُوں تُک بندی یا اجتہادات کرالیں؟ غلط ہوگا۔ اگر کوئی ایسا نہیں ہے۔ تو یہ حدیث خود بخود منع کررہی ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص نظر میں ہو تو اس سے امامؑ کا حکم لے کر عمل کرلو اور بس۔

دوسری صورت ظاہر ہے کہ امامؑ کا حکم بہرحال حاصل کیا جائیگا۔ خواہ مرکز میں آنا پڑے یا جہاں مندرجہ بالا اہلیت کا شیعہ ملے۔ فیصلہ بہرحال حکم امامؑ سے ہوگا۔ تُک بندی، خیال آرائی، قیاس اور ذاتی رائے سے فیصلے بدستور حرام رہیں گے۔ یعنی یہ صورتِ حال تو اجتہاد اور مجتہدین کے خلاف نکلتی ہے۔ اور انہیں پہلے متعلقہ احادیث کا راوی بننا پڑتا ہے۔ پھر زیر نظر معاملہ یا تنازع اور مسئلہ کے متعلق معصومین علیہم السلام کا حکم نافذ کرنا پڑتا ہے۔ یعنی بجائے لینے کے دینے پڑگئے۔ اور اجتہاد کی رِیہرسَل (REHEARSAL) اور قسمت آزمائی چھوڑ کر پہلے آئمہؑ پر ایمان لاکر شیعہ بننا پڑا۔ ہر متعلقہ حکم اپنے پاس سے نہیں بلکہ آئمہؑ

کے یہاں سے جاری کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہی تو ہم مجتہدین سے چاہتے ہیں، کہ وہ اپنی اطاعت کی جگہ معصومینؑ کی اطاعت کا حکم دیں۔ اور اصول فقہ کے خودساختہ جھنجھٹ کو چھوڑ کر قرآن و حدیث کے احکام جاری کریں اور اپنی تقلید سے لوگوں کے اعمال باطل نہ کریں۔ اور بجائے عالم بننے کے طالب علم بن کر آئمہ علیہم السلام سے اکتساب علم کریں۔

تیسری حدیث پر گفتگو

تیسری حدیث میں بھی امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابن خدیجہ کے ہاتھ اپنے ایسے شیعوں کو اجازت دی ہے۔ جہاں امامؑ کی طرف سے کوئی مستقل شخص بطور نیابت مقرر نہیں ہے۔ اس پیغام میں نہ روایت حدیث کا ذکر ہے نہ معرفت احکام کی شرط ہے۔ بس ایک بات ہے۔ یعنی ایسا شخص جو حلال وحرام سے واقف ہو۔ لہٰذا فاسق قسم کے لوگوں یعنی مجتہدین کے ذاتی واجتہادی فیصلوں کی طرف رجوع کرنے سے بہتر یہ ہے کہ کسی بھی شیعہ اور غیر جانبدار شخص کو اپنا قاضی اور حاکم بنالیا کرو اور لین دین اور دیگر قاضیوں تک جانے والے معاملات کا حل کرالیا کرو۔ یہ بات ہر شیعہ جانتا ہے کہ ہر فیصلہ اور فیصلہ کرنے والا آئمہ اہل بیتؑ کے احکام اور حلال وحرام کو نافذ کرے گا اپنی رائے، بصیرت، اجتہاد وقیاس سے فیصلہ نہ دے گا۔ لہذا ایسے تمام فیصلوں اور احکام کی ذمہ داری امام علیہ السلام پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے ہر عارضی یا مستقل قاضی اُن کا قاضی ہے اور ہر حکم وفیصلہ اُن کا حکم وفیصلہ ہے۔ دوسری اور تیسری حدیثوں میں نہ کسی ڈگری کا ذکر ہے۔ نہ یہ ہے کہ وہ پھنّے خان ہو نہ عدالت کی شرط ہے نہ دیانت وامانت وزُہادت کی پابندی ہے۔ ظاہر ہوا کہ ایک سادہ سی صورت حال زیرِنظر ہے۔ اور جب ذاتی حکم دینا ہی نہیں ہے۔ تو وہ شرطیں کیوں لگائی جائیں، جو ہر کسی میں موجود نہ ہوں اور نہ ہر حال میں پوری ہوسکتی ہوں۔ ایک آیت یا حدیث اگر دیوار پر لکھی ہو۔ اڑتے ہوئے کاغذ پر سڑک پر پڑی ہوئی ملے تو کیا اِس لئے عمل نہ کیا جائے گا کہ وہ دیوار عادل نہیں یا پاک نہیں۔ کاغذ ہے پیروں میں آ گیا ہے۔ یہ لکھنے والوں کی غلطی یا بداحتیاطی ہے۔ مگر آیت یا حدیث کا حکم بہرحال نافذ ہوگا۔ کیا ایک یہودی۔ عیسائی ہندو مذہب کا وکیل اس لئے نہ کیا جائے کہ وہ شیعہ تو ہے نہیں؟ یہ فطری باتیں ہیں اور ضروریات ہیں۔ مجتہدین کی خرافات وخلافِ فطرت غپ شپ نہیں ہے۔ ایک شیعہ کو معصوؑم کا حکم ملے۔ خواہ کہیں سے ملے کسی سے ملے، تعمیل واجب ہے۔

چوتھی یا آخری حدیث کی وضاحت

اس حدیث کو دیکھ کر مجتہدین کے قاعدہ کے مطابق سابقہ تینوں احادیث کو (معاذ اللہ) نا قابل قبول کہا جاسکتا ہے۔ اُن کی زبان میں وہ مجمل احادیث تھیں۔ یعنی اُن میں نہ کوئی مجتہدانہ شرط تھی نہ پابندی۔ مگر ہم سب کچھ کرسکتے ہیں۔ حدیث کا ردّ وانکار نہیں کرسکتے۔ ہم کہیں گے کہ اس چوتھی حدیث میں جو عنوان ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو شیعوں پر حاکم بنا کر بھیجا جائے گا۔ اُن میں کیا کیا صفات ایسی ہیں۔ جنہیں عوام دیکھ کر مرکز کی تقلید یا رشتۂ ربط میں بلاغلّ وغش منسلک ہوسکتے ہیں۔ اُن میں سے

جو مرکزی صفت ہے، وہ یہ ہے، کہ وہ متعینہ شخص تمام معاملات میں اپنے مولا علیہ السلام یعنی مرکزی مقاصد کو مدنظر رکھتا ہو۔ یعنی عوام پر لازم ہے کہ وہ مرکزی مقاصد سے واقف ہوں۔ اور پھر متعلقہ شخص کے اعمال واقدامات پر نظر رکھ کر اس بات کی ذمہ داری لیں کہ وہ غلط اقدام نہ کر سکے۔ دیکھیں کہ غلط اعمال وافکار سے محفوظ رہنے کا انتظام کرتا ہے۔ وہ اپنی خواہشات اور مذموم چیزوں کا دشمن ہے اور اُس طرح کا کوئی اقدام جائز نہیں رکھتا جیسا کہ اہل خلاف کے مقرر کردہ قاضیوں اور حاکموں کا طریقہ ہے۔ تاکہ وہ مذہب شیعہ کا صحیح محافظ کہلا سکے۔ اگر تمام متعلقین اس پر نظر رکھیں اور وہ برابر ایسا ثابت رہے۔ تو اس علاقے کے تمام شیعوں کو چاہیئے کہ اپنی باگ ڈور اس کے سپرد کردیں اور مرکز سے وابستہ رہیں۔ ورنہ اسے بھگادیں۔ چونکہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے مقرر کردہ ہر شخص معصوم نہ ہوگا۔ اس سے غلطی اور خطا، بھول چوک ممکن ہوگی۔ اس لئے پورا متعلقہ معاشرہ اُسے زیر نظر رکھ کر دین کے مطابق عمل پر گامزن رکھے گا۔ اور اُس کی تقلید ہر اس حکم میں واجب سمجھے گا۔ جو معصومؑ مرکز کی طرف سے ملا ہو۔ یوں اطاعت خدا اور رسوؐل میں ساری دنیا مربوط ہوجائے گی۔ ہم رسولؐ اللہ کو اللہ کا لفظ بہ لفظ اطاعت شعار سمجھتے ہیں۔ اور آئمہ علیہم السلام لفظ بہ لفظ رسولؐ اللہ کے مقلد تھے اور باقی ساری دنیا کے انسان آئمہ علیہم السلام کے لفظ بہ لفظ مقلد ہونا چاہئیں۔ یہ ہے ہمارے یہاں اصول کافی کی رو سے تقلید کا مطلب ومنشا۔ ہر خاطی کی تقلید ہمارے یہاں حرام ہے۔ اسی بنا پر اجتہاد حرام ہے۔ کہ وہ غلط حکم کی اطاعت بھی واجب اور قابل ثواب قرار دیتے ہیں۔ یہ تھیں وہ احادیث جو سید علی صاحب نے اجتہاد اور مجتہد کی تقلید کے لئے رگڑی تھیں۔ لیکن ان میں کہیں بھی مجتہد واجتہاد اور ان کی تقلید کا جواز نہیں ہے۔ بلکہ اُن احادیث میں نظام اجتہاد کی کھلی مذمت ہے اور معصوم احکام کا نافذ کرنا لازم کیا گیا ہے۔ یعنی جو مجتہد ان احادیث کو صحیح سمجھے وہ ان پر ایمان لائے اور اپنے طاغوتی نظام سے توبہ کرکے مذہب شیعہ اختیار کرے۔

36۔ قرآن وحدیث کو فریب سازی کا ذریعہ بنانے کی کوشش

یہاں سے قارئین مجتہد صاحب کی اُس گفتگو کو ملاحظہ فرمائیں گے۔ جس کو ہم نے اِدھر اُدھر کی فضول باتیں قرار دیا تھا۔ اور جن کے جملے گن کر دکھانے کا ارادہ کیا تھا۔ اور جن کو خود مجتہد صاحب نے غیر متعلق کہہ کر رَدّ کردیا تھا۔ یہ گفتگو زمانہ حال کے شستہ اور سادہ اذہان کے لئے بہت بور کرنے والی ہے۔ لیکن اس کو نظر انداز کرنا مجتہدین کے ساتھ بے انصافی کہلائے گی۔ لہٰذا دل پر پتھر رکھ کر صبر سے سُنیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس جناتی زبان کو ہلکا پھلکا اور انسانی بنادیں۔

چنانچہ اجتہاد وتقلید اور مجتہدانہ نظام کا جواز قرآن سے پیش کیا جارہا ہے۔ آیات کو نہ پورا لکھا جائے گا نہ کسی آیت کا پتہ بتایا جائے گا۔ کہ وہ قرآن کی کس سورہ میں ہے۔ اس لئے کہ مجتہد کے نزدیک باقی ساری دنیا جاہل ہے۔ اول تو اُسے کوئی دلیل

دیناہی غلط ہے۔اس لئے کہ چوپائے اور کیڑے مکوڑے دلیل اور ثبوت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ بہرحال اگر دلیل دی بھی جائے تو قرآن کی آیات کا نمبر اور حدیث کی کتاب کا حوالہ دینا تو بہت بڑی حماقت ہوگی۔اسلئے کہ عوام جب قرآن کھولیں گے تو نہ معلوم کسی اور جال میں پھنس جائیں۔اس لئے ضروری ہے کہ عوام کو قرآن و حدیث سے محفوظ رکھا جائے۔اور جس قدر ہوسکے انہیں گمراہی میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے۔

(۱) مان نہ مان میں تیرا مہمان :۔

اللہ پسند کرے یا نہ کرے قرآن سے اجتہاد اور مجتہدین کی تقلید واجب ہے فرماتے ہیں کہ:

۔''رہ گیا قرآن۔پس قرآن کی پہلی آیت یہ ہے ۔''اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے سوال کرو'۔اس آیت سے چند چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔اول سوال کرو۔حکم کے انداز میں کہا گیا ہے اصول فقہ میں حکم دینے والے الفاظ سے مخاطب کرنے کے لئے یہ طے شدہ بات ہے۔کہ یہ احکام فرض اور واجب ہوتے ہیں۔چنانچہ سوال کرو سے پوچھنا۔حاصل کرنا اور سوال کرنا اُن تمام لوگوں پر قیامت تک کے لئے واجب ہوگیا جن پر دین واجب ہے۔دوسری بات یہ کہ اُن تمام لوگوں پر جن پر دین واجب ہے۔اسلئے قیامت تک سوال کرنا واجب ہوا ہے کہ وہ لوگ نادان ہیں۔اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ اگر تم نہیں جانتے۔تیسری چیز یہ ثابت ہوئی کہ تقلید صرف زندہ اہل ذکر کی کی جائے گی۔چونکہ مُردہ سوال اور جواب کی قابلیت ہی نہیں رکھتا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے اجماع اور حدیث سے نیز قرآن سے ثابت ہے کہ ذکر درحقیقت قرآن کا ہی نام ہے جیسا کہ آیت ہے۔کہ ہم نے تمہاری طرف ذکر رسوؐل بھیجا۔

اِمّا قرآن ۔ پس از آن آیه اولی ۔فاسئلوا اهل الذکر اِن کنتم لاتعلمون باشد ۔ودرایں جاچند چیز ثابت شدند۔ اول ۔ خطاب فاسئلوا بصیغه امراست ۔ ودر اصول فقه مقررشده که اکثر خطابات صیغه هائے امر متضمن فرض وواجب می باشد۔ پس خطاب فاسئلوا پرسیدن ، دریافتن وسوال کردن ازاحکام دین عموماً واجب می باشدبہمہ اهل عصر الی القیامت۔
ثانی ۔ مخاطب عوام مکلفین بحیث نادانی الی القیامت می باشند لقوله تعالٰی اِن کنتم لا تعلمون وعلما ازلاتعلمون خارج شدند۔
ثالث ۔ مسئول عنهم خاص احیاء اهل ذکر مراد می باشند پس تقلید میّت باطل باشد ۔ چه میّت قابل سوال وجواب نمی باشد۔
رابع ۔ذکر بنصّ ارسلنا الیکم ذکراً رسولًا وباحادیث وباجماع مسلمانان نام قران می باشد پس مراد از اهل قران علماءِ قرآن دراسلام اند ۔ وبالقرآن واهل قرآن درحقیقت اطلاق نمی شود مگر برآنان که راسخ

اس حساب سے اہل ذکر سے مراد علمائے اہل قرآن ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اہل قرآن اورعالم قرآن کا استعمال صرف اُن لوگوں کے لئے ہوسکتاہے جوقرآن کے علم میں راسخ ہوں، ماہر ہوں، تجربہ کار ہوں، اورقرآن کے علوم کےسمندر ہوں۔اس کی آیتوں کی اقسام پر مطلع ہوں۔ جیسے محکم و متشابہ، ناسخ ومنسوخ عام وخاص ومبہم ومجمل ومفصل ہیں۔پھراس کی تنزیل سے تفسیر سےاورتاویل اورترتیل پر مطلع ہوں۔اوراُس کےالفاظ وغیرہ کی تفہیم پر تفصیل کی حقیقت سے اور عملی طور پر اپنی ذاتی قوت سے آگاہ ہوں۔ ہروہ شخص جوقرآن کے ظاہری الفاظ کا ترجمہ کرسکتاہووہ قرآن کا عالم یا اہل ذکرنہیں کہلاسکتا۔لہذااہل قرآن کی صرف دوقسمیں ہیں۔تیسرادرجہ کوئی نہیں ہے۔

پہلا درجہ۔ اہلبیتؑ نبوۃ وعصمت کے علماء کو حاصل ہے جوقرآن کی تنزیل وتفسیر وتاویل وترتیل وغیرہ کاکلّی وجزئی اورقطعی علم رکھتے ہیں <u>اوراس حقیقت پر ساری امت مجموعی حیثیت سے متفق ہے۔کسی ایک شخص کوبھی اس کے خلاف کہنےاورانکارکرنے کی مجال نہیں ہے۔</u> اس لئے کہ متواتر اور کھلے کھلے فیصلے تمام حدیث کی کتابوں میں تمام اہل قبلہ نے درج کئے

وماهر و حاذق ومتبحر درعلوم قرآن وانواع آیاتِ قرآنی ازمحكم ومتشابہ ومنسوخ وناسخ وعام وخاص ومبهم ومجمل ومفصل وتنزيل وتفسير وتاويل وترتيل وبمعانی الفاظ اُووغير ذلک بالتّفصيل بالفعل والقوة باشند وآنكس كه ترجمه بعض ظاهر الفاظ اُوفهميده اُوعالم واز اهل ذكر نمی باشد۔پس اهل قرآن وعالم یآں دودرجه اند درجه سومے ندارند۔ اوليهما۔علمائے اهل بيت نبوۃوعصمت كه آنها علم قطعی قرآن تفسيراً وتنزيلاً وتاويلاً وترتيلاً كلا وجُزءًا دارند۔وایں مجمع عليه امت است۔احدے رامجال خلاف وانكار نيست زيراكه نصوص متواتره صريحه هرفرقه اهل قبلہ دربودن كل علوم بالتفصيل بطور قطعی ويقينی نزدايشاں عليهم السلام درج وثابت اند وخود هم ايشان درمشاهد بالائے منبر بكرّات ومرات بندائے بلند نحن الراسخون فی العلم فرمودند۔چه قرآن لفظًا ومَعْنًا تفسيرًا وتاويلاً وتَنزيلاً وترتيلاً منسوخًا وناسخًا محكمًا ومتشابهًااينها درخانه ايشان نازل شد وكل علوم آں لفظ بلفظ بلا واسطه ازصاحب وحی خاص بايشان رسيده لهذا آئمه اهل بيتؑ قرين قرآن وثانی آن درحديث ثقلين گرديده اند۔پس اول اهل ذكر بالاتفاق اهل بيت نبوة واجب الرجوع اليهم الاتباع دركل صحابه وامت تاقيامت درجميع احوال می باشند۔

ثانيهما۔ بعد ايشان علما اند۔ وآنها بردو مرتبه اند۔ اوّلهما بعض علمائے صحابه وعدول آنها۔چوں ابن عباس وابن مسعود اهل قرآن ومفسران واجب الاتباع ايضاً اند۔وآنچه از علوم قرآن بايشان از صاحب وحی رسيده وخود استنباط كرده بعضے قطعی وبعضے ظنی می باشد۔

ثانيهما۔علمائے اُمت از تابعين وغيرهم الی حين۔نزداینها علم ظنی اگرماخوذ از قرآن واز احاديث می باشد۔اما درتا بعين رائے وقياس هم ناشی گرديده محل اطمينان نمی توان شد۔مغشوش ومخلوط كردند حق راباباطل۔امانزد علمائے اماميه آنچه از آئمه اطهار علوم قرآن بہ

ہیں۔ اور یہ مانا ہے کہ اُن حضراتؑ کے پاس قرآن کے تمام علوم تفصیلی اور قطعی طور پر موجود تھے۔خود بھی ان حضراتؑ نے بار بار اصرار وتکرار کے ساتھ منبر کے اوپر سے مجمع عام اور ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں اعلان کیا ہے۔کیوں کہ قرآن لفظی طور پر۔ ناسخ ومنسوخ اور معنوی حیثیت سے نیز تنزیل وتفسیر وتاویل وترتیل سمیت ان کے گھر میں نازل ہوا تھا۔قرآن کے تمام علوم لفظ بہ لفظ بلا واسطہ محمد مصطفیٰؐ نے خاص طور پر اُنؑ کو عطا کئے تھے۔لہٰذا آئمہؑ قرآن کے ساتھی اور ثانی قرآن ہیں حدیث ثقلین اس پر گواہ ہے۔ پس پہلے نمبر پر اہل بیتؑ نبوۃؐ اہل ذکر ہیں اور وہی بالاتفاق تمام صحابہ وامت کے لئے واجب الرجوع اور اطاعت ہیں۔ ہر حال میں ساری امت کو ان کی طرف رجوع کرنا۔دریافت کرنا اور اُن کی اتباع کرنا واجب ہے۔ ہر زمانہ والوں پر۔اُن میں کا دوسرا گروہ اُن کے بعد کے علماء ہیں۔اور علما کے بھی دو(2) درجے ہیں۔ پہلا درجہ بعض صحابہ میں سے عادل علماء کا ہے۔جیسے ابن عباس وابن مسعود۔جو اہل قرآن اور مفسر قرآن لوگ تھے۔اور واجب الاتباع تھے اور جو کچھ علمِ قرآن اُن لوگوں کو رسولؐ اللہ سے ملا، یا انہوں نے خود قرآن سے اخذ کیا اس میں سے کچھ علم قطعی ہے۔اور کچھ حصہ علم ظنّی ہے۔

دوسرا درجہ امت کے عام علماء کا ہے۔جس میں تابعین سے لے کر اس وقت تک تمام علماء شامل ہیں۔اِن لوگوں نے اگر قرآن وحدیث سے علم اخذ کیا تھا۔تو وہ علم ظنّی تھا۔البتہ تابعین میں رائے اور قیاس بھی جاری ہوگیا تھا۔اس لئے تابعین کا معاملہ اطمینان بخش نہیں ہوسکتا۔انہوں نے حق اور باطل کو گڈمڈ کردیا تھا۔علمائے امامیہ کے پاس جو کچھ علمِ قرآن آئمہ اطہارؑ سے پہنچا وہ بھی علم ظنّی ہے۔

علمائے ملت رسیده اُوهم ظنی است۔

تنبیه۔هرگاه ایں مقررشد پس بموجب ایں آیت اجتهاد وتقلید باوضح عبارت واضح شد۔یعنی تقلید عبارت از عمل کرد ن پرسیده ومسئلت ازمجتهدے عادل بـه نهج مزبور ثابت شد زیرا که سوال ودریافت علم ازعالم میّت نمی شود پس تقلید عالم حئی عادل امین بحمدالله ازقرآن ثابت شد۔ فتبصر۔

اگر گفته شود ۔عالم حئی سلّمنالیکن عدالت اُوازیں آیت کجا ثابت شد؟۔جوابش بدووجه ۔اول بـایة لاینـال عهدی للظلمین چه درامامت اصلی ایں آیت عصمت ودرامامة فرعی عدالت ثابت می باشد۔

ثانی ۔ چونکه درقرآن ذکر اوامر ونواهی وکبائر وثواب عدول اطیاب وعقاب وعذاب فسّاق وفجارو ضلال ذدی الاذناب بالتفصیل ثبت است۔پس آنکس که ازاهل قرآن وعالم کلّیات وجزئیات آن بالتفصیل باشد مقتضی است که اهل قرآن منزّه ومجتنب از جمیع مناهی و عامل وفاعل باوامرواحکام ومحاسنِ آن مهما امکن می باشد زیراکه لفظ اهل از زبان عالم الغیوب والقلوب اطلاق براُوشده پس هر که بایں صفت باشد اُوعادل خواهد بود۔

تنبیہ: جب یہ طے پا گیا تو اس آیت کی رو سے اجتہاد اور تقلید بھی واضح ترین الفاظ میں کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔یعنی تقلید کا منشا کسی عادل مجتہد سے احکام دین معلوم کر کے عمل کرنا مذکورہ انداز میں ثابت ہو گیا۔ چونکہ سوال و جواب مُردہ سے نہیں ہوسکتا۔اس لئے لازم ہے کہ ایک امین و عادل مجتہد زِندہ کی تقلید کی جائے جو شکر خدا کہ قرآن سے ثابت ہوگئی ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ چلو ہم نے زندہ عالم کی تقلید تو مان لی۔مگر اس آیت سے عدالت کہاں ثابت ہوئی؟ اس کا جواب دو طرح سے ہے۔ اول یہ کہ آیت میں کہا گیا کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا ہے۔اس سے اصلی امامت کی عصمت اور فروعی امامت کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔دوسرے۔چونکہ قرآن میں احکام اور ممانعتیں ہیں۔گناہوں اور ثواب کا تذکرہ ہے۔اچھے لوگوں کا بگڑنا اور فاسق وفاجر وگمراہ اور گناہ گاروں کے لئے پکڑ اور عذاب تفصیل سے موجود ہے۔پس وہ شخص جو اہل قرآن اور قرآن کی کلّیات جزئیات کا عالم ہو۔یہ تقاضہ ہے کہ اہل قرآن تمام ممنوعہ چیزوں سے منزہ ہو اور تمام احکام اور اچھائیوں کا فاعل اور عامل ہو۔اس لئے کہ لفظ ''اہل'' عالم الغیوب اور عالم القلوب کی زبان سے اس کے لئے صادق آنا چاہئے۔لہٰذا جو بھی اس صفت کا حامل ہوگا لازم ہے کہ وہ عادل ہو۔

(۲) مجتہد کی تواضع حقائق کے ساتھ

جو چیز قارئین کو مجتہد کی بحثوں میں کہیں بھی ثابت ہوتی نظر نہ آئے گی وہ وہی ہے۔جس کے لئے اِن آیات کو بحث میں لایا گیا تھا۔لیکن قرآن کریم یا حدیث شریف میں نہ کہیں لفظ اجتہاد آیا نہ مجتہد کی تقلید کا ذکر ہوا۔تو پھر جواز یا وجوب کی امید کیسے کی جائے۔مجتہد صاحب نے جو کچھ ان آیات سے اخذ کیا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ:۔

(۱) تمام معاملات میں جہاں علم نہ ہو اہل ذکر سے دریافت کرلو۔یعنی اس پوری کائنات اور ازل سے ابد تک کی تمام انسانی ضروریات واحتیاجات میں سے جس چیز کا علم نہ ہو اہل ذکرؑ ذمہ دار ہیں۔اُن سے دریافت کرلیا کرو۔اس آیت میں کہیں بھی وہ قسمیں نہیں ہیں۔جو مجتہد صاحب نے بقلم خود گھڑ لی ہیں۔نہ کہیں اس شبہ کی گنجائش ہے کہ جن اہل ذکر سے سوال کرنے کے لئے کہا ہے۔وہ کبھی کسی حالت میں موجود نہ رہیں گے۔اور سوال کرنے والے موجود رہ جائیں گے۔بلکہ مجتہد نے خود مان لیا ہے کہ اہل ذکرؑ قرآن کے ساتھی ہیں۔اور حدیث ثقلین کا ذکر کر کے یہ بھی تسلیم کرلیا ہے۔کہ قرآن اور اہل ذکرؑ ہمیشہ ساتھ ساتھ رہیں گے اور ایک لمحہ کے لئے بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ایسی صورت میں تا قیام قیامت سوال کرنیوالوں کو جواب سے کبھی محرومی نہ ہوگی۔

(۲) اہل ذکرؑ کے علاوہ ہر انسان اور ہر زمانہ کا آدمی سوال کرنے والوں میں داخل ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ کل انسان دو قسم

کے ہیں ایک وہ جوسوال کرنے کی احتیاج سے کبھی خالی نہ ہوں گےاور ایک وہ جوکسی سوال کا حقیقی جواب دینے سے کبھی عاجز نہ ہوں گے۔ثابت ہوا کہ مجتہد ہو یا کوئی اور ہوسب اہل ذکرؑ کے محتاج ہیں۔اور سب ان کی اطاعت یا مجتہد کی زبان میں تقلید کرنے پر مامور ہیں۔یعنی مجتہد کو بھی تقلید کا قلادہ اپنے گلے میں ڈالنا لازم ہوگا۔تا کہ اُسے اپنی تقلید یا اطاعت کرانے کا کاروبار کرنے سے روکا جائے۔اور مجتہد صاحب نے یہ مان لیا ہے۔کہ اہل ذکرؑ کے علاوہ تمام انسان جاہل ہیں لہٰذا اگر مجتہد انسان ہے۔تو یقیناً جاہل ہے۔اور اُس نے کہیں ھمہ دانی کا دعویٰ نہیں کیا۔بلکہ وہ مسکین تو قرآن وحدیث پڑھ کر سمجھ کر اور جدّ وجہد اور اجتہاد کی ساری قلابازیاں کھا کر بھی ظن وگمان کا علم حاصل کر سکنے کا اعلان کرتا ہے۔یعنی اس کا سارا سامان ظن پر مبنی ہے اور قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ ''ظن وگمان سے حق کا شائبہ تک بھی حاصل نہیں ہوتا''۔

(اِنَّ الظَّنَّ لاَ یُغْنِی مِنَ الْحَقِّ شَیْئاً (۱۰/۳۶) قارئین نے دیکھ لیا ہے۔کہ مجتہد صاحب نے اہل ذکرؑ کے علاوہ باقی تمام قسم کے علماء کے علم کو ظنی قرار دیا اور ساتھ ہی قرآن وحدیث سے جو علم اُن کو حاصل ہوتا ہے۔اُسے بھی ظنی کہا۔یعنی قرآن وحدیث کو بھی حق سے کوئی تعلق نہیں ہے (معاذ اللہ)

(۳) مجتہد صاحب کا شکر یہ کہ انہوں نے اپنا اُلّو سیدھا کرنے ہی کے لئے سہی۔مگر بہرحال آئمہ معصومین علیہم السلام کا مقام بلند بیان کیا۔اور اُن کی عصمت کی آڑ میں مجتہدین کو بھی معصوم بنانے کی کوشش کی۔

<u>(۳) مجتہد صاحب کی بے سروپا اور غلط باتیں</u>

مجتہد صاحب نے قرآن کی آیت اور آئمہ علیہم السلام کی آڑ میں جو کچھ مغالطہ دیا ہے۔اور اپنے پیرووٴں سے جو غلط باتیں منوانے کی کوشش کی ہے۔اس کی فہرست بنالیں۔

اول:۔ سوال کرنے کو تقلید کرنا فرض کرلیا۔حالانکہ ہرسوال کے جواب پر عمل کرنا لازم نہیں ہے۔مثلاً ہم نے زمین کی شکل پر سوال کیا۔جواب میں بتایا گیا کہ زمین گول ہے۔بس ہمیں اطلاع ہوگئی۔اب یہ ضروری نہیں کہ تقلید کرکے ہم خود گول مول ہوجائیں۔لہٰذا سوال واجب ہونے اور نہ ہونے سے تقلید کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوم:۔ اصول فقہ میں کیا طے کیا گیا؟ یہ ایک طرح مصرعہ ہے۔جس کی ضرورت نہ تھی بات قرآن کے احکام کی ہے۔اور اصول فقہ ہوں یا نہ ہوں۔قرآن کے تمام احکام کی اطاعت واجب ہے۔اصول فقہ کا شیعہ مجتہدین بار بار اور جگہ جگہ ذکر کرتے ہیں۔اور قرآن وحدیث کو اصول فقہ کے ماتحت رکھتے ہیں۔مگر یہ یتیم لوگ صرف نقّال ہیں، پیروکار ہیں یا مقلدِ ہیں۔یعنی اصول فقہ کسی شیعہ مجتہد یا عالم نے نہیں تیار کئے۔بلکہ اہلِ خلاف کے دانش مند سیاسئین نے گھڑے تھے۔مقصد یہ تھا کہ پورے دین کو یعنی قرآن وحدیث کو، آیات کو، اعمال کو، احکام کو، اوامر ونواہی کو، عبادات واخلاقیات کو اس پُرکاری سے تقسیم کردو کہ جہاں دل

چاہے یا ضروری معلوم ہو مسئلہ کو بدل لیا جائے۔ اس لئے لکھا کہ صیغہ امر سے مذکور ہونے والے احکام عموماً واجب یا فرض ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر حکم واجب نہیں ہوتا۔ اجتہاد اسی کا نام ہے۔ کہ آیت میں حکم ہو۔ مگر مجتہد اصول فقہ کے چکر دے کر کہہ دے کہ یہ حکم فلاں قسم کا ہے۔ یہاں اس پر عمل نہیں ہوگا۔

سوم:۔ مجتہد نے ذکرٌ اور اہل ذکرؔ کی ذیل میں جو بحث کی ہے وہ اس حیثیت سے صحیح ہے۔ کہ قرآن کا بھی ایک نام ذکر ہے مگر جس آیت کو اس بحث کے لئے اختیار کیا ہے۔ وہاں قرآن کو ذکر نہیں کہا گیا ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذکر فرمایا ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ **ذِکْـراً رَسُوْلاً** کیا <u>ترکیب یا صیغہ ہے</u>۔ نہ انہیں **ذِکْـراً رَسُوْلاً** کے معنی معلوم ہیں۔ اور نہ انہوں نے زندگی بھر اُس آیت کو خود پڑھا جس میں **ذکـــراً رســولاً** آیا ہے۔ قارئین سوچ رہے ہوں گے کہ ہم خواہ مخواہ کے الزامات لگا رہے ہیں۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ علامۃ الدھر۔ وحید العصر۔ وحید الزمان نائبِ امامؑ العصر والزمان حضرت السید علی الحائری مجتہد ایسے..... ہوں۔ یقین کیجئے کہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ لفظ بہ لفظ صحیح ہے چنانچہ ملاحظہ ہو کہ:۔

(الف) <u>قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے۔ جو مجتہد نے گھڑی ہے۔ یعنی **ارسلنا الیکم ذکراً رسولاً** سارا قرآن دیکھ لیجئے یا ہمارا یقین کر لیجئے۔</u>

جو آیت قرآن میں ہے وہ یوں ہے کہ۔'' **قَدْاَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا○ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ** (۱۰۔۶۵/۱۱)''۔
ہمارا ترجمہ'' ۔ یقیناً اتارا (ہم نے یا) اللہ نے تمہاری طرف وہ ذکر جو رسولؐ ہے۔ جو تلاوت کرتا ہے تم پر اللہ کی آیات۔''

تمام شیعہ سنی ترجمے دیکھ جایئے۔ مجتہد صاحب کا یہاں ذکر کو قرآن سمجھنا ایک بچگانہ بلکہ مجرمانہ غلطی ثابت ہوگی۔ مجتہد لوگ درحقیقت فارغ التحصیل ہونے کے بعد کبھی قرآن وحدیث ونہج البلاغہ وغیرہ کو نہیں پڑھتے۔ اور عموماً اپنا کاروبار رَٹے ہوئے سامان سے چلاتے ہیں۔ اس لئے اُن سے اس قسم کی غلطیاں ہمیشہ اور بڑی کثرت سے سرزد ہوتی ہیں۔ مگر پبلک پر جو اثر قائم ہو چکا ہے۔ وہ ان کی پردہ داری کر لیتا ہے۔ اب وقت آ پہنچا ہے کہ مجتہد نام کے تمام لوگوں کے نقاب ہٹا کر پبلک کے سامنے لایا جائے اور بتایا جائے کہ تم ایک مجسمہ جہالت اور دشمنِ اہلبیتؑ نظام کی تقلید یا پیروی کرتے رہے ہو، اس قسم کی غلطی کو کاتب کے سر نہیں لگایا جاسکتا وہ غریب **قدانزل اللہ** کو ہٹا کر **ارسلنا** کیوں لکھے گا؟ لہٰذا ہوا یہ کہ مجتہد صاحب کو یہ بھی یاد تھا کہ اللہ نے قرآن کو قرآن میں ذکر کے نام سے پکارا ہے۔ یہ بھی یاد تھا کہ کسی آیت میں **ذِکْـراً رَسُوْلاً** بھی کہا گیا ہے۔ مگر نہ یہ یاد تھا کہ کہاں اور کس آیت میں کہا گیا۔ نہ اُس کی تلاش اور صحت کی ضرورت سمجھی بے وقوف جاہل فرماں بردار یا پارٹی کے لوگوں سے واسطہ تھا۔ اُن میں کسی کے بولنے یا لب کشائی کرنے کی امید نہ تھی نہ ضرورت۔ لہٰذا جو سمجھ میں آیا مجتہد صاحب نے لکھ مارا۔

(ب) کچھ لوگ لفظ۔'' <u>نازل کرنے سے</u> ''۔ دیکھ کر گھبرا گئے۔ یعنی وہ حقیقی پہلو کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے یہ سمجھے کہ

کیا رسوؐل کو بھی (معاذ اللہ) اوپر سے نیچے لٹکا کر اتارا تھا۔ قارئین مختصر طور پر یہ سمجھ لیں کہ نہ قرآن اتارنے کے یہ معنی ہیں اور نہ رسوؐل کو نازل کرنے کا یہ مطلب ہے کہ کہیں اوپر سے ان دونوں کو (معاذ اللہ) پھینک دیا گیا تھا۔ عہدے کے تنزل کا مطلب یہ ہے کہ جو عہدہ پہلے تھا اس میں کمی ہوگئی ہے۔ قرآن جب لوح محفوظ والی صورت میں تھا تو اس کا مقام موجودہ صورت سے بلند تھا۔ یعنی اب اللہ کے ذاتی علم سے جدا ہو کر کم رہ گیا۔ اسی طرح رسوؐل اللہ کا ایک سابقہ مقام تھا۔ اُن کو نازل کرنے یا اس مقام سے اتارنے کے لئے انہیں وہ تمام علائق برداشت کرائے گئے جو محسوس ومشہود ذات کے لئے ضروری تھے۔ تاکہ بنی نوع انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انسانی رابطہ رکھ کر وہ فیوض وکمالات حاصل کر سکے جو دوسری کسی صورت میں ممکن نہ ہو سکتے تھے۔ چنانچہ ہم لوگوں کے لئے آپ کو آپؐ کے مقام بلند سے اتنا نیچے اتارا جہاں ہماری رسائی ہو سکے۔ یہی تو سبب ہے کہ جس ہستی کو اللہ نے باعثِ تخلیق کائنات فرمایا، جسے اولین مخلوق کہا، لوح وقلم وعرش وکرسی قرار دیا، اُسے اِس جسمانی لباس میں دیکھ کر جہلا نے اپنے جیسا بنانے کی کوشش کی۔ کسی نے عزت افزائی کی تو بڑا بھائی کہہ دیا۔ کوئی خُلّت کا مدعی بن بیٹھا۔ اس سے بڑا تنزّل اور کیا ہوسکتا ہے۔ کہ وہ اولین مخلوق نور جس سے تمام کائنات پیدا ہوئی آدمیوں میں آ کر یوں اس کی منزلت پر حملے ہوئے۔ اور مجتہدین نے اس کو معاذ اللہ خاطی قرار دیا۔ خدا ہمیں اسؐ کے غلاموں کی غلامی میں قبول کرلے آمین۔

چہارم:۔ مجتہد صاحب نے اپنے حلقہ اثر کے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے یہ فریب دیا اور خالص جھوٹ بولا کہ:۔

(الف) اہل ذکر یا اہلبیتؑ کی اس پوزیشن پر جو مجتہد نے لکھی ہے۔ **"ساری امت متفق ہے۔ اور یہ کہ کسی کی مجال نہیں کہ کوئی انکار کر سکے۔"** پہلے نمبر پر تو خود شیعوں کے بعض مجتہدین ہی اُس پوزیشن پر متفق نہیں ہیں علاوہ اُن کے سینکڑوں علمائے اہل خلاف نے بڑی بڑی کتابوں میں اس پوزیشن کی مخالفت اور اس کا کھل کر انکار کیا ہے۔

(ب) یہ بھی خالص جھوٹ ہے کہ اہل قبلہ کے تمام محدثین نے اس پوزیشن کو اپنی اپنی تمام مستند حدیث کی کتابوں (مسانید) میں درج کیا ہے۔

پنجم ۔ یہ تو قطعی غلط ہے کہ اللہ **نے اپنی زبان سے** اہل الذکرؑ کہا ہے۔ **نہ اللہ کی زبان ہے نہ ہونٹ ہیں**۔ کوئی اور کہتا تو مجتہدین اُس پر **کفر کا فتویٰ** لگا کر محضر طلب کرتے اور سنگسار یا قتل کرائے بغیر نہ چھوڑتے جیسا کہ ماضی میں صوفیائے کرام کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

ششم ۔ اللہ تعالیٰ نے امامت کا مقام بیان کرتے ہوئے یہ جو فرمایا کہ: **لاینال عھدی الظّٰلمین o** (سورہ بقرہ آیت ۱۲۴) امامت تیری ذریت میں سے کسی ظالم کو نہیں ملے گی۔ (۲/۱۲۴) اس آیت سے اگر اہل بیت علیہم السلام کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔ اور مجتہدین بھی کسی طرح امامت میں شریک ہیں تو انہیں بھی معصوم ماننا چاہئے تھا۔ لیکن مجتہدین صرف ایک ہی سچ بولنے پر

مجبور ہوئے ہیں۔یعنی وہ سب بقلم خود خاطی مانتے چلے آئے ہیں۔اوراس رسالۃ التنقید میں بھی اس کا اقرار آنے والا ہے۔لہٰذا مجتہد نے آئمہ اہل بیتؑ کی آڑ میں مجتہدین کی عدالت کو آیت کے خلاف غلط لکھا۔آیت تو اپنے اندر دوہری نفی رکھتی ہے۔پہلی نفی یہ ہے۔کہ امامت ذُرّیت ابراہیم علیہ السلام کے باہر کسی اور ذُریت،نسل یا قوم کو نہ ملے گی۔دوسری نفی یہ ہے،کہ جو سچ مچ اللہ ورسولؐ کے نزدیک ذُریت ابراہیمؑ سے ہوں گے۔اُن میں بھی ہر کسی کو یہ امامت نہ ملے گی۔بلکہ صرف اُن لوگوں کو ملے گی۔جو کسی حال میں کبھی بھی کوئی غلط عمل یا غلط خیال نہ کریں۔یہ ظلم اور ظالم کے حقیقی معنی ہیں۔لہٰذا اس آیت سے امامؑ اور امامت محض معصومین علیہم السلام میں محصور ہے۔یہاں یہ بھی نوٹ کریں کہ جناب ابراہیم علیہ السلام خلّت خُداوندی اور نبوت و رسالت پر روزِ ازل سے فائز تھے۔لیکن کلمات کی آزمائش میں پورے اترنے کی بناء پر اُن کو امام بنایا گیا۔اگر امامت ایسا مقام نہ ہوتا جو نبوتؑ و رسالتؑ کے مقام سے ارفع واعلیٰ ہوتا ہے تو امامؑ بنا کر ابراہیم علیہ السلام کی توہین ہوتی۔لہٰذا معلوم ہوا کہ امامتؑ،نبوتؑ و رسالتؑ سے بلند تر مقام ہے اور یہی مقام ہے جو اہل الذکر کا ہے۔لہٰذا کہاں مجتہد خاطی اور گناہوں میں ملوث مخلوق کہاں امامت میں شرکت؟۔

ہفتم ۔مجتہد نے یہ نہیں بتایا نہ کوئی آیت لکھی کہ فرعی یا فروعی امامت کیا ہوتی ہے؟اس کا جواز کہاں ہے؟یعنی یہ بھی اصول فقہ میں کی ایک شیطانی اصطلاح ہے۔جسے مخالفین نے تیار کیا تھا اور جب شیعہ عمامہ ولبادہ پہن کر مذہب شیعہ کی تخریب کے لئے آئے تو اُس سارے سامان کو شیعہ کتابوں میں جمع کردیا جو اُدھر چھوڑ کر آئے تھے۔قارئین نوٹ کریں کہ ہمارے یہاں کوئی فروعی نام کی امامت نہیں ہے۔اصول فقہ سے شیعوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔یہ دشمنوں کا سامان ہے۔اور جو اُن کو اختیار کرے وہ آئمہ اہلبیتؑ کا دشمن ہے۔

ہشتم ۔مجتہد صاحب نے اس بیان میں ابن مسعود اور ابن عباس کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ وہ لوگ ہی دراصل اِن مجتہدین کے شیوخ ہیں۔عبداللہ ابن عمر اور طلحہ وزبیر کا ذکر اس لئے نہ کیا کہ شیعہ خفا نہ ہوجائیں۔چونکہ ابن عباس کے متعلق شیعوں میں کچھ غلط خوش فہمیاں مشہور کردی گئی ہیں،اور یہ بھی مجتہدین کا کام ہے ورنہ اصول کافی میں اُن کا صحیح حال موجود ہے۔نہج البلاغہ اُن کا پردہ فاش کرتی ہے۔بہر حال مجتہد نے اُن صحابہ کی پیروی کی ہے جو عہد رسوؐل میں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔اور سید علی نے صاف الفاظ میں اُن دونوں اور اُن ایسے دوسرے صحابہ کے پاس علم حقیقی کا دبی زبان سے اقرار کیا ہے۔اور اُن کے ناموں کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا جاسکتا ہے اور وہیں ان لوگوں کو واجب الاطاعت بتایا ہے۔چند صفحات پلٹ کر دیکھ لیں۔شیعہ علماء کے نزدیک اہلبیتؑ کے سوا بعد رسوؐل کوئی شخص واجب الاطاعت نہیں ہے۔خواہ صحابہ ہوں یا ان کے مجتہدین ہوں۔یہ بھی مجتہد کے اہل خلاف میں سے ہونے کی پہچان ہے۔

نہم ۔ مجتہد کی پوری بحث میں کہیں تقلید کا لفظ تک نہیں آیا نہ اس پر بحث کی نہ کوئی آیت دکھائی اور جو کچھ کہا وہ قیاسات کے ماتحت

کہا یعنی سوال کرنے کا حکم قیامت تک کے لوگوں پر واجب ہے۔لہٰذا تقلید واجب ہے۔آئمہ اہلبیتؑ کی اطاعت واجب ہے لہٰذا مجتہد کی تقلید واجب ہے اور مجتہد کی اطاعت بھی واجب ہے۔آئمہؑ معصومین ہیں،اُن سے غلطی ناممکن ہے۔لہٰذا مجتہدین عادل ہیں۔یہ سب باتیں ایسی ہی ہیں۔جیسے کوئی کہے کہ انسان قوتِ کلام رکھتا ہے۔لہٰذا میں مجتہد ہوں۔گدھے گھوڑوں سے چھوٹے ہوتے ہیں اس لئے تقلید واجب ہے۔چاول کا رنگ سفید ہوتا ہے۔لہٰذا زمین گول ہے۔اور آخری بات یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کا انتقال ہوگیا لہٰذا میں نبی ہوں۔اس قسم کی باتوں کو دلیل یا ثبوت میں ایک مجتہد ہی کہہ سکتا ہے۔اسی وجہ سے حائری صاحب نے بڑے رعب داب سے لکھ دیا کہ:۔

''پس بموجب ایں آیت اجتهاد و تقلید باوضح عبارت واضح شد''۔ یعنی چنانچہ اس آیت سے واضح ترین عبارت میں اجتہاد وتقلید واضح ہو گئے۔حالانکہ جو لکھنا تھا وہ یہ تھا کہ۔

''اس آیت سے واضح ترین عبارت میں آئمہ اہل بیتؑ سے سوال کرنا اور اُنؑ کے احکام کی تعمیل کرنا قیامت تک واجب ہو گیا ہے۔یعنی ہر اُس ثبوت کو جو آئمہؑ معصومین کے لئے نکلا اجتہاد اور مجتہد اور مجتہد کی تقلید کے ثبوت بتا کر لکھ دیا۔اور اس طرح فریب دے کر امامتؑ کو صدیوں سے غصب کئے بیٹھے ہیں۔

(۴) مجتہد صاحب کے باقی قرآنی دلائل کا ڈھونگ نمبروار جملوں کے ساتھ

یہاں وہ لوگ خصوصاً مخاطب ہو جائیں جو جناب علامہ محسن حکیم کے انتقال کے بعد اعلمیت کا جھنڈا لے کر اخباروں اور مذہبی ماہناموں میں پروپیگنڈا کر رہے تھے۔خصوصاً اعلیٰ حضرت صفدر حسین صاحب آف پشاور نے بڑے معجزانہ بیانات دیئے تھے اور جو بُری طرح ناکام ہوئے۔اور جن کا شورسُن کر ہم نے اسلام اور علمائے اسلام پر لکھنا شروع کیا تھا۔وہ سب نوٹ کریں کہ اعلمیّت اور اعلم ایک مشہور ڈھونگ ہے جو رچا تو ہمیشہ جاتا ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔حائری صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

(۱) کیا کسی مجتہد کو باقی تمام مجتہدین سے زیادہ عالم یا اَعْلَم قرار دیا جاسکتا ہے؟ (۲) اعلم اور اعلیت مشہور کی ہوئی بات تو ہے۔لیکن اس کا مکمل ثبوت دینا مشکل ہے (۳) دوسری آیت یہ ہے کہ۔اگر اُن لوگوں نے اُس امر کو اللہ اور اولی الامر کی طرف رد کر دیا ہوتا تو اُن لوگوں میں سے جو لوگ استنباط کر لیتے ہیں۔اللہ اور اولی الامر کی طرف سے صحیح علم ہو جاتا (۴/۸۳)۔

(۴) اس آیت سے چند چیزیں ثابت ہیں۔(۵) پہلی یہ کہ رد کرنا

۱۔آیا درمجتهد اعتبار اعلمیت بالا ضافت الی الغیر مراد هست یانه ؟ ۲۔اول مشهور ولیکن ثبوت آں بالجمله مشکل است ۳۔آیت ثانیه ۔وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْل والی اولی الامر منهم لَعَلِمَهُ الّذین یستنبطونه منهم است۔ ۴۔ایں جا چند چیز ثابت شد :۔۵۔اول۔ردبمعنی رجوع وارسالِ شی بسوئے کسے است۔۶۔چنانچه درمصباح منیر رَدَدْتُ الیه جوابه۔ای رجعت الیه

رجوع کرنے اور کسی کو کوئی چیز بھیجنے کے ہیں۔(۶) چنانچہ لغت مصباح منیر میں مثال ہے۔ کہ میں نے اس کی طرف اس کا جواب رد کر دیا یعنی میں رجوع ہوا اور اُس کا جواب اسے بھیج دیا (۷) دوسری چیز یہ کہ اولی الامر اپنے تعلق میں لفظ اِمرۃ اور اِمارۃ سے متعلق ہے۔ الف کے نیچے زیروں کے ساتھ اس کے معنی ولایت کے ہیں۔ لہٰذا وہ امیر کے معنی ہوں گے۔ اور امیر کی جمع امراء ہے (۸) اور لُغت میں اولی الامر کے معنی ریاست کے مالک اور حاکم کے ہوتے ہیں۔ (۹) اور مناظرہ کرنے والوں کے نزدیک خِلافت واِمارت جن کے پہلے حروف کے نیچے زیر ہوں۔ کے معنی اللہ کی وہ حکومت ہے۔ جو عوام پر براہ راست اللہ کے قول یا کسی مخصوص حکم سے قائم ہوتی ہے۔ جیسے نبیؐ کی حکمرانی یا نبیؐ کی طرف سے نبیؐ کی جگہ تمام دینی ودنیاوی معاملات میں تمام نوع انسان پر حاکم ہونا

(۱۰) مجتہد اولی الامر اُن ہی معنی میں ہوتا ہے جن معنی میں ایک صاحبِ حکم واختیار بادشاہ ہوتا ہے۔

(۱۱) اس لئے کہ وہ امام کی جگہ دین ودنیا میں امام کی ریاست کا حاکم ہے (۱۲) تیسری چیز یہ کہ استنباط استفعال کے باب اور وزن پر بنا ہے۔ الفاظ کی بحث میں یہ نبط و نبوطا سے ماخوذ ہے۔ یعنی جوہری کے نزدیک اس کے معنی چشمہ میں سے پانی کا جوش مارنا ہیں۔

(۱۳) استنباط یعنی کسی چیز کو جدوجہد کر کے حاصل کرنا۔

(۱۴) چنانچہ لغت کی کتاب مصباح اور مجمع البحرین میں ہے کہ استنباط ہی کو اجتہاد کے ذریعہ حاصل کرنا کہتے ہیں۔

(۱۵) اور عرف عام میں جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ کسی مجتہد کا کتاب اللہ اور سنت نبیؐ سے حکم خداوندی کو اجتہاد کے ذریعہ سے حاصل کرنا۔ (۱۶) جب کہ یہ واضح ہو گیا تو مقلد کا تقلید کرنا اور مجتہد کا اجتہاد کے ذریعہ علوم کا استنباط کر کے حاصل

وارسلته است۔

۷۔ثانی اولی الامر دراشتقاق از اِمرۃ واِمارۃ بکسر ھمزہ بمعنی ولایت فھوا میر وجمع اُوامراء باشد۔

۸۔ ودرلُغت صاحب الحکم والریاست باشد۔

۹۔ نزد متکلمین خِلافت وامارت بکسراول ولایت وریاست عامہ اللٰھی عَلٰی جھت القول والنصّ برائے بشرے بلاواسطۂ احدے چون نبیؐ یابواسطۂ نبیؐ بجائے نبیؐ درکافۂ اموردینی ودنیاوی بشر می باشد۔

۱۰۔مجتھد اولی الامر بمعنی بادشاہ صاحب الحکم می باشد۔

۱۱۔ زیراکہ رئیس دین ودُنیا بجائے امام صاحب الحکم بر ریاست است۔

۱۲۔ثالث ۔استنبا ط ۔استفعال دراشتقاق از نبط و نبوطا۔جو شیدن آب از چشمہ ذکرہ الجوھری۔

۱۳۔والاستنباط ھوالاستخراج شی بجدّوجھد با شد۔

۱۴۔چنانچہ درمصباح ومجمع البحرین است الاستنباط ھوالاستخراج بالاجتھاد۔

۱۵۔درعرف عبارت است ازاستخراج مجتھد احکام اللھٰی را از کتاب اللّٰہ وسنت نبیؑ اللّٰہ۔

۱۶۔تنبیہ۔ ھرگاہ ایں واضح شد پس تقلید مقلد واجتھاد مجتھد باستنباط علوم چناں آشکار گردیدکہ احدے رامجال انکار نتوان بود۔

۱۷۔زیراکہ ترغیب نمودن مکلفین راکہ قوۃ علم بحدّے استنباط واستخراج ازکتاب اللّٰہ وسنت

کرنااس طرح نمایاں اورثابت ہوگیا کہ کسی بھی شخص کوانکار
کرنے کی مجال نہیں ہوسکتی ۔(۱۷)چونکہ عوام میں یہ قوت
باوجودترغیب کے بھی نہیں ہوتی کہ وہ کتاب خدااورسنت
رسولؐ اللہ سے استنباط کرکے احکام اخذ کرسکیں ۔(۱۸)پس
عوام تمام ان احکام میں جومجہول اورانہیں معلوم نہیں اپنے
امیر کی طرف رجوع کریں گے۔(۱۹)اوراُن کا امیروحاکم
وہ مجتہد ہے جواپنی ملائکہ صفت قدرت اورتجربہ کے باوجود
اُن ہی کی نوع میں سے ہوتاہے ۔(۲۰) تاکہ وہ مجتہد اللہ
کے حکم اوراس کی منشاومرادکو دلائل کے ذریعہ اُن ماخذوں
سے استنباط کرکے انہیں بتائے اوروہ اُن احکام کی تعمیل
کرتے رہیں۔ تبصرہ (۲۱)یہ آیت خاص طورپر اجتہاد
اورتقلید پرعمل کرنے کے بارے میں ہے (۲۲) کیونکہ جو
لوگ رداوررجوع کرنے والے ہیں وہ سوال کرنے اورتقلید
کرنے والے عوام ہیں۔اوراستنباط یا مسائل اخذ کرنے
والے زندہ موجود مجتہدین کو کہا گیاہے (۲۳)مجتہدین
کے پاس جوعلم استنباط سے حاصل ہوگاوہ علم یقینی نہیں بلکہ ظنّی
ہوگا(۲۴)اس لئے
مجتہدین کبھی غلط اورخطاکارہوں گے اورکبھی صحیح فیصلہ کرسکیں
گے (۲۵)یعنی معصوم نہ ہونے کی بناء پربھول چوک اورخطا
ان سے صادرہوگی اورصحیح سمجھنے کے بجائے ڈگمگاجاناان کے
لئے ممکن ہوگا ۔(۲۶)لہٰذاان کی خطاؤں اوربھول چوک
ڈگمگانے والے احکام میں آئمہ معصومینؑ شامل نہیں ہیں۔
(۲۷)اوریہ بھی کہ آئمہ علیہم السلام کے علوم اس لئے قطعی

رسولؐ اللّٰه ندارند ۔۱۸۔پس ایشان درکل احکام
وامورمجهول وغیر معلوم خود رجوع بسوئے امیرِ
خودنمایند ۔۱۹۔واُومجتهد ذوی الاستنباط والملکة
الملکیّة از نوع ایشان می باشد ۔۲۰۔تااُواستنباط
واستخراج ازادله وماخذیات کرده حکم اللّٰه ومراد
خدابہ ایشان بگوید۔وایشان بآن عمل نمایند۔
تبصره ۔۲۱۔این آیه خاص درعمل تقلید واجتهاد می
باشد ۔۲۲۔چه اهل ردورجوع سائلین مقلّدین است
۔واولی الامر مستنبطین احیاء مجتهدین اند
۲۳۔ومجتهد راعلم ظنّی باستنباط حاصل می شود ۔
۲۴۔گاه صائِب وگاه خاطی دربعض می باشند ۔
۲۵۔ پس بجهت عدم عصمت مصدر خطا وسهو
وزلل واقع می توان شد۔
۲۶۔لهٰذا آئمه معصومین دریں داخل وشامل نمی
باشند ۔۲۷۔ونیزبرائے ایں که علوم ایشان قطعی
ازصاحبؐ وحی اللّٰه محمد بن عبداللّٰه صلواة اللّٰه
علیهم بلا توسط غیرے کلّ و جز بآنها حاصل است
احتیاج باستنباط جدیدنیست ۔
۲۸۔ولو سلمنا که گاه گاه ایشان علیهم السلام هم
استنباط می کردند ۔۲۹۔هرچند امر مستنبط درعلم
ظنی معدودمی شود ۔۳۰۔ولیکن بثبوت برهانِ
عصمت درایشان خلل وزلل وخطا در ان اصلاً وابدًا
متطرق ومتحیّل نمی باشد۔ثم اللّٰه اعلم۔

اور یقینی ہیں کہ وہ صاحب وحی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست بلاواسطہ حاصل ہوئے ہیں۔ اور وہ علوم کلّی طور پر وجزئی حیثیت سے ایک ایسے مکمل ہیں کہ اب آئمہ اہل بیتؑ کو کسی جدید استنباط اوراجتہاد کی احتیاج نہیں رہی ہے (۲۸) اوراگر ہم یہ مان لیں کہ آئمہ علیہ السلام نے بعض احکام استنباط کر کے اجتہاد کے ذریعہ سے دیئے ہیں (۲۹) اور چونکہ یہ طے شدہ بات ہے۔ کہ استنباط کے ذریعہ سے جو مسائل اخذ کئے جاتے ہیں وہ علم ظنی کہلائیں گے۔ (۳۰) لیکن چونکہ آئمہ علیہم السلام کی عصمت ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اس لئے اُن کے اخذ کردہ احکام خواہ ظنّی ہی کیوں نہ ہوں ان میں خلل، غلطی، ڈگمگا جانا وغیرہ ذرہ برابر ممکن نہیں ہے۔ اُن کے معاملہ میں غلطی کا دخل تا قیامت ممکن نہیں ہے۔ پھر اللہ زیادہ جانتا ہے۔

(۵) ایک بنیادی اور ہمہ گیر فریب پر اجتہاد وتقلید کی تعمیر

قبل اس کے کہ ہم اس آیت (۴/۸۳) اور اُس فریب کو سامنے رکھیں یہ نوٹ کرادیں کہ مجتہدین کی اعلمیّت ایک ڈھونگ ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ مجتہد نے جس قدر بحث لغت اور متکلمین اور عرف عام کی ذیل میں کی ہے وہ سو فیصد صحیح ہے۔ واقعی لُغت میں استنباط کے اور اجتہاد کے وہی معنی ہیں۔ جو مجتہد صاحب نے بڑی عرق ریزی کے بعد لکھے ہیں۔ لیکن مجتہد صاحب کا یہ کہنا کہ مندرجہ بالا آیت کے مضمون سے اجتہاد اور مجتہد کی تقلید اور بادشاہت یا نبیؑ اور امامؑ کی جانشینی اور عوام پر حکومت ثابت ہے۔ یہ ہرگز آیت کے اندر نہ مذکور ہے۔ نہ آیت سے ثابت ہے۔ جتنا ٹکڑا اس آیت کا مجتہد صاحب نے لکھا ہے۔ وہ ان کے بیان میں اور ہمارے ترجمہ میں موجود ہے (جملہ نمبر۳) نہ آیت میں کہیں حکومت الٰہیہ کی تفصیل، اجمال یا ذکر ہے۔ نہ اس کے قائم ہونے کا تذکرہ ہے۔ نہ ہی یہ ذکر ہے کہ مجتہد کس طرح استنباط کرتا ہے۔ نہ اُس کے ماخذوں کی بات ہے۔ نہ عوام زیر بحث آئے نہ اُن کی بے بضاعتی پر نظر ڈالی گئی۔ نہ اُن کو مجتہد سے رجوع کرنے کا حکم ہے۔ نہ وہاں آئمہ علیہم السلام کی عصمت کا بیان ہے۔ نہ ہی مجتہد کے لئے یہ سند ہے کہ کبھی کبھی اُس کے اخذ واستنباط کردہ احکام صحیح ہوں گے۔ نہ مجتہد کے زندہ ہونے کی فکر ہے۔ نہ مرنے کی پرواہ ہے۔ نہ اس اہتمام کا شائبہ ہے کہ آئمہؑ اہل بیت بھی کبھی اجتہاد کریں گے۔

الغرض مجتہد کی تمام وہ باتیں جن پر انہوں نے پھرُون کی لی ہے کہ کسی کو انکار کی مجال نہیں ہوسکتی غلط ہیں۔ فریب وکذب ہیں۔ اور اس آیت میں ان کا کہیں ڈھونڈنے سے بھی پتا نہ چلے گا۔ البتہ ایک بہت بڑی بات اس آیت میں ضرور ہے۔ یعنی اُس میں مجتہدین کا وجود ثابت ہے۔ اُن کا اجتہاد واستنباط کرنا ثابت ہے۔ الغرض نظام اجتہاد کو سمیٹ کر اس آیت میں دفنا دیا گیا ہے۔ اور اس نظام کا شیطانی وطاغوتی ہونا اور تمام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرنا بڑی تفصیل سے اللہ نے مسلسل دس (10) آیتوں میں بیان فرمایا ہے (۴/۸۴-۷۵) اور آیت زیر نظر میں سابقہ نو آیات کی تان توڑ کر اجتہاد، مجتہدین اور تقلید کرنے والوں کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ مگر مجتہدین کا نہ تو یہ کام ہے کہ کسی آیت کے سیاق وسباق کو دیکھیں۔ نہ اُن کے لئے یہ

ضروری ہے کہ وہ کسی آیت کو پوری لکھیں۔ چنانچہ آیت زیرنظر کو سر اور پیر کاٹ کر لکھا ہے۔ یعنی نہ آیت کا پہلا حصہ لکھا۔ نہ ہی آیت کا آخری حصہ ضروری سمجھا۔ یعنی اس کے بیچ والے ٹکڑے کو مطلب کا سمجھ کر قرآن میں سے اُچک لیا۔

جیسے **لا تقربوا الصلوۃ** ۔نماز کے قریب نہ پھٹکا کرو۔ بہت کام آنے والا ٹکڑا ہے۔ اور یہ کمال ہے کہ مجتہد نے آیت کا جس قدر ٹکڑا لکھا ہے غلطی سے اس کو واؤ سے شروع کیا۔ مگر عقلمندی سے واؤ کا ترجمہ نہ کیا۔ ورنہ واؤ سے شروع ہونے والا بیان تو یہ تقاضہ کرتا ہے کہ اُس سے پہلے والے بیان کو ملا کر پڑھا یا دیکھا جائے۔ اتنے فریب تو سرسری تھے۔ اب وہ عظیم الشان مکر و کید ملاحظہ ہو جو مجتہدین لوگوں کو دیتے چلے آئے ہیں اور علماء کی کثرت اس غلط فہمی میں مبتلا رہی ہے۔

<u>(۶) قرآن کریم سے اجتہاد اور مجتہدین کی مذمّت</u>

قارئین کرام خالی الذہن ہو کر غیر جانبدارانہ طریقہ پر قرآن سے ہمارے بیان کی تصدیق یا تغلیط کریں۔ سورہ النساء کی پچھترویں آیت کو ابتداء سے پڑھیں اور مسلسل پڑھتے ہوئے آیت زیر بحث تک پہنچیں۔ ہم آیات کا نتیجہ لکھتے جائیں گے آپ کسی بھی ترجمہ سے ہم پر ناقدانہ نظر رکھیں۔

<u>اول</u>۔ تمام مسلمانوں کو یہ الزام دیا جا رہا ہے کہ مسلمان مردوں۔ عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں پر مظالم ہو رہے ہیں۔ ان کی چیخیں بلند ہو رہی ہیں۔ اور حکم جہاد دے دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود تم کو کیا ہو گیا ہے کہ کافروں سے جہاد جائز نہیں سمجھتے (۴/۷۵) پھر فرمایا کہ مومن خدا کی راہ میں اور کافر طاغوت کے واسطے جہاد کیا کرتے ہیں۔ شیطان کی چالبازی سے مسلمانوں کو ہوشیار کیا (۴/۷۶) یعنی وہ گروہ جو جہاد کو حکم خدا اور مومنین کی ضرورت کے باوجود جائز نہیں سمجھتا ہے۔ شیطان کے فریب میں مبتلا اور طاغوت کا طرفدار ہے۔ مسلمانوں کو بتایا گیا کہ طاغوت کا یہ گروہ شیطان کے اولیاء یعنی حکمرانوں کا گروہ ہے اور اُن سے جنگ کرنا جائز ہے (۴/۷۶) اس شیطانی اور طاغوتی گروہ کا ایک پہلا استنباط یاد دلایا جب کہ اللہ کا حکم جنگ سے باز رہنا تھا اور اس گروہ کے حکمران جنگ کو جائز قرار دے رہے تھے۔ یعنی پہلے بھی یہ لوگ حکم خدا کے خلاف اجتہاد کرتے رہے ہیں اور اب جب کہ حکم جہاد ملا تو ان کا استنباط یہ ہے کہ ابھی جنگ میں تاخیر کرنا مفید ہے۔ یہ لوگ خدا کو اپنا رب مان کر بھی حکم خدا کی تعمیل کو اپنی مصلحت کے ماتحت رکھتے ہیں (۴/۷۷) اُن کے عقائد میں اللہ کا حکم تو بالکل صحیح ہوتا ہے۔ لیکن رسولؐ اللہ کی ذاتی بصیرت اس حکم کی تنفیذ کو مضر بنا دیتی ہے۔ اس پر اللہ نے اُن کے تفقہ یعنی فقہ کے لئے کہا کہ اُن لوگوں کے اصول فقہ ایسے ہیں کہ وہ رسولؐ کی حدیث کا وہ مطلب ناقابل التفات سمجھتے ہیں جو رسولؐ کی منشاء ہے (۴/۷۸) **<u>قارئین یہاں رک کر مذکورہ آیات میں آئے ہوئے مذموم الفاظ و عقائد نوٹ کریں۔ طاغوت شیطان کے اولیا، شیطان کا جھانسہ۔ فقہ اور حدیث کی غلط تفہیم۔ رسولؐ کی بصیرت پر اعتراض۔ حکم جہاد کے خلاف فیصلہ۔ اللہ کو مان کر حکم نہ ماننا</u>**۔ اللہ نے پہلے تو یہ کہہ دیا کہ اچھائیاں ہوں یا برائیاں کہہ دو کہ یہ سب

اللہ کی طرف سے ہیں۔ یہ کہلوا کر پھر اُس طاغوتی گروہ کا عقیدہ دہرایا کہ ہر خرابی رسولؐ کی ذات سے پیدا ہوتی ہے اور ہر اچھائی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔حالانکہ اُسی اللہ نے تمہیں تمام انسانوں کے لئے رسولؐ بنایا ہے اور خود اللہ اس رسالت پر بزرگ ترین اور کافی گواہ ہے (۴/۷۹) مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو تمام انسانوں کا ہادی بنانا بڑا غلط ہوتا جو برائیوں ہی کا ذخیرہ ہو اور پھر کمال یہ ہے کہ اللہ نے یہ بھی طے کر دیا ہے کہ جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہ یقیناً اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔اور جو اُس رسولؐ کی ولایت وحکومت سے الگ کسی اور کی ولایت وحکومت سے وابستہ ہوجائے اس کی روک تھام بھی رسولؐ کے ذمہ نہیں رکھی ہے (۴/۸۰) مطلب واضح ہے کہ جس کی ذات برائیوں کی ذمہ دار ہو، نہ اُس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوسکتی ہے نہ اس کی حکومت اللہ کی حکومت قرار پاسکتی ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ اُس طاغوتی نظام کی مرکزی پالیسی بیان کرتا ہے کہ یہ گروہ ظاہر تو یہ کرتا ہے کہ وہ تیرا مطیع اور متبع ہے۔لیکن ایک الگ منصوبہ چلانے کے لئے رات کے پردہ میں خفیہ میٹنگ میں رسولؐ اللہ کی پالیسیوں کے متوازی اور مخالف پالیسی جاری رکھنے کے لئے مشوروں سے فیصلے کرتا رہتا ہے۔

اس پوری کاروائی کا ریکارڈ تیار کرنے کے لئے اللہ نے اُن کی پالیسیوں کو قلم بند کرتے جانے کا انتظام کر دیا ہے۔ اور رسولؐ کو اس انتظام پر اعتماد و توکل رکھنے اور بے فکر ہوجانے کا حکم دے دیا ہے اور حفاظت ووکالت کی ذمہ داری سنبھال لی ہے۔(۴/۸۱) اس کے بعد اُس شیطانی وطاغوتی گروہ کے استنباط واجتہاد کے طرزِ استدلال پر یہ سمٹا ہوا اعتراض کیا کہ اُن کا تدبر فی القرآن ایسا ہے کہ گویا نہیں ہے۔یہ پس منظر تیار کر کے اب اللہ وہ آیت سامنے لاتا ہے جس میں سے مجتہد نے بیچ کا ٹکڑا کاٹ لیا تھا۔اور جو زیر بحث ہے۔ہم اس آیت کو اُس ترتیب سے نمبر دے کر لکھتے ہیں جو ہر ہر جملہ کے پورے لفظی معنی دیکھنے میں مُمِد ہو۔آپ ایسا موڈ اختیار کر لیں کہ جو کچھ ہم اپنی طرف سے کہیں اُسے ہرگز نہ مانیں گے۔اور جو مغالطہ علماء کی کثرت کو ہوا ہے۔ آپ بھی اُسی کی تائید کریں گے۔اس کے باوجود ہمیں یقین کامل ہے کہ آیت خود ہی آپ کو اپنی حقانیت منوانے کے لئے کافی ہوگی۔آپ کوئی سا ترجمہ اٹھالیں اور تقابلی مطالعہ کر کے نتیجے کو مرتب کر لیں۔اللہ کا ارشاد ہے کہ:۔

(۱) اور جب پہنچتا ہے ان کے پاس	(۱) وَاِذَا جَآءَ ھُمۡ
(۲) کوئی امر امن سے متعلق	(۲) اَمۡرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ
(۳) یا خوف سے متعلق تو	(۳) اَوِالۡخَوۡفِ
(۴) وہ گروہ اُس امر کو فاش کر دیتا ہے۔	(۴) اَذَاعُوۡابِہٖ
(۵) اور اگر وہ اُس امر کے متعلق رجوع کرتے۔	(۵) وَلَوۡ رَدُّوۡہُ
(۶) محمد رسولؐ اللہ کی طرف	(۶) اِلَی الرَّسُوۡلِ
(۷) اور امر والوں کی طرف جو مسلمانوں ہی میں سے ہیں۔تو	(۷) وَاِلٰی اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡھُمۡ

(۸) یقیناً صحیح علم حاصل ہو جاتا اس گروہ کو جو (۸) لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ

(۹) اجتہاد یا استنباط کرتا ہے مسلمانوں میں سے امر کے متعلق (۹) يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

(۱۰) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت (محمدؐ) روک نہ ہوتے ۔ (۱۰) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

(۱۱) تو ضروری تھا کہ چند مسلمانوں کے سوا تمام مسلمان شیطان کے قدم بہ قدم چل دیئے ہوتے ۔ (۱۱) لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (۴/۸۳)

یہ تو تھا ہمارا ترجمہ ۔ اب مولانا رفیع الدین صاحب اعلی اللہ مقامہ کا ترجمہ بھی دیکھ لیں ۔

"۱۔ اور جب آتی ہے اُن کے پاس ۔۲۔ کوئی بات امن کی ۔۳۔ یا ڈر کی ۔۴۔ تو پھیلاتے ہیں اس کو ۔۵۔ اور اگر پھیرتے اُس کو ۔۶۔ طرف رسولؐ کی ۔۷۔ اور طرف صاحبوں حکم کی اُن میں سے ۔۸۔ البتہ جان لیتے اُس کو ۔۹۔ وہ لوگ کہ تحقیق کرتے ہیں ان میں سے ۔۱۰۔ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا اوپر تمہارے اور مہربانی اس کی ۔۱۱۔ البتہ پیروی کرتے تم شیطان کی مگر تھوڑے ۔"

واضح ہو کہ جناب رفیع الدین صاحب کا ترجمہ ہمیشہ باقی ترجموں سے اس لئے حق کے قریب تر ہوتا ہے ۔ کہ انہوں نے تحت لفظ اور لفظی ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اور باقی تراجم میں مترجمین حضرات اپنی ادبی صلاحیتوں کو داخل کر کے اکثر غلط تصورات پیدا کر دینے کا باعث ہوئے ہیں ۔ ہمارے ترجمہ اور جناب رفیع الدین کے ترجمہ میں جو فرق ہے وہ نوٹ کریں ۔

(۱) انہوں نے امر کا ترجمہ بات کر دیا جس کی ذمہ داری ان کے سر ہے ۔

(۲) ہم نے امر کو بلا ترجمہ رہنے دیا اس لئے کہ آیت کے ساتویں جملے میں بھی امر ہے جس کا ترجمہ مولانا نے حکم کر دیا ہے ۔ حالانکہ امر وہی ہے جو آیت کے دوسرے جملے میں ہے ۔ لہذا دونوں جگہ اس کا ترجمہ حکم کرنا چاہیے تھا ۔ یا بات کرنا چاہیے تھا یہ بھی ان کی ذمہ داری ہے پھر ساری دنیا آمِر ۔ مامُور اور اَمر کے معنی جانتی ہے ۔ حاکم ۔ محکوم اور حکم ۔

(۳) مولانا نے اذاعوا کے معنی پھیلانا کئے ہیں ۔ پھیلانا کی عربی اشاعوا ہے ۔ شائع اور اشاعت آپ جانتے ہیں پھر نشروا ہے ۔ جس سے نشر و اشاعت اور حشر و نشر بولا جاتا ہے ۔ لہٰذا تمام لغات یعنی عربی کی ڈکشنریوں میں اذا عوا یا ذائع کے معنی راز کو فاش کرنا یا پوشیدہ رکھنے کی چیز کو شہرت دینا یا پھیلانا ہیں ۔ جملہ نمبر ۲ میں جس پوشیدہ چیز کو فاش کرتے ہیں وہی امر ہے لہٰذا ہم نے ضمیر کی جگہ امر ہی کو لکھا تا کہ توجہ اسی پر قائم رہے ۔

(۴) جس چیز کو رسولؐ اور امر والوں کی طرف پھیرنا تھا ۔ ہم نے اُسکو امر قرار دیا ہے ۔ اور ضمیر کو نہیں لکھا ہے ، تا کہ توجہ نہ ہٹے کہ کس چیز کو رسولؐ اور امر والوں کی طرف پھیرنا لازم تھا ۔

(۵) جملہ نمبر ۷ و ۸ میں مِنْهُمْ کا ترجمہ ہم نے اُن میں سے نہیں کیا ۔ بلکہ اور صحیح بات لکھ دی یعنی مسلمانوں میں سے ہی وہ لوگ بھی ۔

(۶) جملہ نمبر ۸ میں چونکہ علم رسولؐ اور امر والوں سے ملتا لہٰذا ہم نے صحیح علم کا حاصل ہونا لکھا ہے۔ مولانا کی طرح صرف جان لیتے نہیں لکھا۔

(۷) جملہ نمبر ۹ میں مولانا نے تحقیق ترجمہ کیا لیکن ہم نے لفظ ولغت اور اصطلاح کی وجہ سے استنباط اور اجتہاد ترجمہ کیا تاکہ مجتہد کی منشاء بھی حاصل ہو جائے۔

(۸) اتباع کے معنی کسی کو رہنما سمجھ کر اِدھر اُدھر توجہ کئے بغیر راہنما کے نشانِ قدم پر قدم رکھتے ہوئے چلنا۔ جسے پیروی کہہ دیا جاتا ہے۔

<u>(۷) مجتہد اور اجتہاد والی اس آیت میں کیا مطلوب ہے</u>

اب قارئین یہ غور فرمائیں کہ اس آیت میں اللہ کیا چاہتا ہے؟ اور کیوں چاہتا ہے؟ اگر قارئین اس سوال کا وہ جواب معلوم کر لیں جو اللہ کی عین منشاء ہے۔ تو کام مکمل ہو گیا۔ یعنی ہمارا اور اجتہاد و مجتہد کا صحیح فرق اور فیصلہ ہو جائے گا۔ اس جواب تک پہنچنے کے لیے ہمارے نزدیک چند مراحل طے کرنا اور صورتحال کو سمجھنا ضروری ہے۔ ورنہ جواب میں گنجلک یا ابہام کی گنجائش رہ جائے گی۔

<u>(الف) پہلا مرحلہ کہ اس آیت میں کون کون افراد اور کس کس پوزیشن میں ہیں؟</u>

(۱) اللہ ہے اور اُس کی ذمہ داری یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی انتہائی ترقی کے لئے رسولؐ اللہ کو متعلقہ ہدایات۔ تحفظ اور نصرت وتائید عطا کرتا رہے۔

(۲) رسولؐ اللہ ہیں۔ اور اُن کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کے احکام پر من وعن خود عمل کریں اور نوع انسان کو ترقی کی عملی راہوں کی ہدایت ونمونہ دیں۔

(۳) آیت کی تلاوت کے وقت جتنے مسلمان ہیں وہ سب مخاطب ہیں۔

(۴) مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ ہے۔ جو ہر اُس امر یا حکم کو جو امن یا بدامنی سے متعلق ہو اور اللہ کے نزدیک جس کا پوشیدہ رہنا مفید ہے۔ لوگوں میں فاش کر دیتا ہے یا یہ کہ اُس کو پوشیدہ رکھنا اُس گروہ کے نزدیک مفید نہیں ہوتا۔ یہ گروہ اُس حکم کو سمجھنے کے لئے رسولؐ اللہ سے یا امر والے لوگوں سے رجوع کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ بلکہ اپنی بصیرت کو آخری سمجھتا ہے۔

(۵) وہ لوگ ہیں جن کو امر والے یا حکم والے کہا گیا ہے۔ جو ہر امر یا حکم کی صحیح حیثیت بتانے کے اُسی طرح ذمہ دار ہیں۔ جس طرح رسولؐ اللہ ذمہ دار ہیں۔ مگر ان دونوں کو وہ مخصوص گروہ اس قابل نہیں سمجھتا کہ ہر امر یا حکم کو سمجھنے میں وہ آخری درجہ رکھتے ہیں۔ مگر اللہ نے کہا کہ۔

(۶) استنباط کرنے یا اجتہاد کرنے والے گروہ کو اُسی صورت میں کسی امر یا حکم کا صحیح علم ہوسکتا ہے جبکہ ہر امر یا ہر حکم کو سمجھنے کے لئے یا تو رسولؐ کا فیصلہ چاہیں۔ یا جو امر یا حکم کا آخری فیصلہ کرنے والے لوگ یعنی پانچویں نمبر میں مذکور ہیں۔ اُن سے رجوع کریں اور ان کا حکم آخری سمجھیں۔

(۷) آخر میں پھر تمام مسلمان مخاطب ہیں۔ جو اُس گروہ کے عملدرآمد پر گامزن ہوجانے کو تیار ہوگئے تھے۔ جس نے مذکورہ حکم یا امر کو رسولؐ یا اولی الامر سے دریافت کرنے کی بجائے خود اپنی بصیرت یا اجتہاد یا استنباط سے سمجھ کر عوام میں پھیلا دیا تھا۔ مگر اللہ کی توجہ اور رحمت سے بچ گئے۔

<u>**(ب) دوسرا مرحلہ اللہ کیا چاہتا ہے یا چاہتا تھا۔**</u>

اب نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں رہا۔ اللہ چاہتا تھا کہ۔

(۱) ہر امر اور ہر حکم اشاعت سے پہلے اللہ کے رسولؐ یا اللہ کے اولی الامرؑ کے روبرو پیش کیا جائے اور رسولؐ اور اولی الامر کے فیصلے کو آخری فیصلہ سمجھا جائے۔ اور اس پر عمل کیا جائے۔

(۲) کسی امر میں اجتہاد کرنا اور مجتہدانہ فیصلوں کو شائع کرنا شیطان کے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔ جو خدا کو ناپسند ہے۔

(۳) رسولؐ اللہ کے زمانہ میں مجتہدین موجود تھے۔ اللہ نے اُن کا ریکارڈ تیار کیا تھا۔ جو قرآن میں موجود ہے۔ یہ لوگ رسولؐ اللہ اور اولی الامر سے بالا ہی بالا مسلمانوں کو اجتہادی مذہب پر ڈال رہے تھے۔ جو خدا کو ناپسند ہے۔

<u>**(ج) تیسرا مرحلہ نظر بازگشت اور قارئین سے باتیں**</u>

قارئین کو اگر یاد نہ ہو تو پلٹ کر پیرا نمبر ۶ میں آٹھ عدد آیات (۷۵۔۸۲/۴) دیکھ لیں جہاں اسی مجتہد گروہ کی ذہنیت، عملدرآمد اور طاغوتی و شیطانی ولایت یعنی نظام اجتہاد کی قیادت کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے۔ اور آخر میں اس گروہ کو روشناس کرانے کے لئے رسولؐ اللہ، اولی الامر اور مسلمانوں سے الگ ایک جماعت ثابت کر دیا ہے۔ مجتہد صاحب کی عربی زدہ فارسی بحث کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس آیت کا بیچ کا ٹکڑا لکھا۔ اور بلا ترجمہ کئے یہ فیصلہ سنا دیا کہ اس آیت سے چند چیزیں ثابت ہوگئی ہیں۔ اس کے بعد لغت سے ثابت کیا کہ رد کے معنی رجوع وارسال ہیں۔ اولی الامر کے معنی مجتہد ہیں یعنی ثابت تو لغت سے کیا اور کہہ دیا کہ قرآن کی اس آیت سے ثابت ہیں۔ یہ ہے تلعب بالدین جو مجتہدین کا پیشہ ہے۔ ہم ہر قاری سے خواہ وہ مجتہد ہی کیوں نہ ہو یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہماری اس تفہیم میں جہاں جہاں ہم قرآن کے الفاظ یا منشائے خداوندی سے ہٹ گئے ہوں۔ ہمیں اطلاع دے کر ہماری رہنمائی کریں۔ یہ نہ کہیے کہ آپ نے فلاں عالم یا علماء کی ترجمانی کے خلاف لکھا ہے۔ <u>**اسلئے کہ اس مضمون کا تو مقصود ہی یہ ہے کہ اسلام اور علمائے اسلام کا غلط کردار واضح کیا جائے اور مذہب حقہ کی اشاعت کی جائے**</u>۔ آیئے

مجتہد سے ایک اور ملاقات کریں۔

(۸) اجتہاد کے ثبوت میں مجتہد کی تیسری یا آخری آیت کا حال

مجتہد صاحب کی سب سے زوردار بحث سابقہ آیت کے سہارے سے کھڑی تھی۔ جو سہارا ہٹتے ہی گر پڑی اب ایک اور مگر کمزورترین سہارا بھی دیکھ لیں تاکہ وہ تمام سامان ختم ہوجائے جو قرآن کے سر چپکایا گیا تھا۔ مجتہد صاحب غلطی سے اس آیت کی سورۃ کا نام بھی بتاتے ہیں۔ حالانکہ وہ حوالہ دینے کے قائل نہیں ہیں۔

تیسری آیت۔ یعنی مومنین کے لئے یہ نہیں ہے کہ وہ سب روانہ ہوجائیں۔ لیکن اُنکے ہر گروہ میں سے ایک جماعت کیوں روانہ نہیں ہوتی تاکہ وہ علم فقہ اور دانش حاصل کرے دین کے متعلق۔ اور تاکہ واپس آ کر وہ اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ شائد وہ ڈر جائیں خدا کے عذاب سے۔ چنانچہ اس آیت سے بھی چند چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ دین کا تفقہ اور اس کا درسی حیثیت سے حاصل کرنا واجب کفائی ہے۔ نہ واجب عینی ہر اُس شخص پر جس پر دین واجب ہو۔ اس لئے عوام پر علم حاصل کرنا واجب نہیں۔ اسلئے کہ وہ عوام ہونے کی وجہ سے معذور ہیں۔

دوم۔ واپسی کے بعد اُس ان پڑھ اور عوام کے گروہ کی تنذیر کریں۔ لہٰذا علم فقہ حاصل کرنے والوں پر قوم کی تنذیر واجب عینی ہوئی۔

سوم۔ مامورات وممنوعات کا ذکر سے تنذیر کرنا اور اللہ کے احکام پہنچانا عموماً امر و نہی کرنا ہی ہے۔ اور اس تنذیر کا تعلق استنباط اور فتویٰ دینے سے ہے۔ کیونکہ مجتہد بلا ذکر و بلا آیت و حدیث کی دلیل سے بلا ماخذ بتائے بات کرتا ہے۔ اور اُس کے

آیہ ثالثہ ۔در سورہ توبہ وماکان المومنین لینفروا کافة فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلّهم یحذرون ۔ یعنی نیست مومنین راکه بروند همه پس چرانه روند از هر گروه ایشان جماعتے تا تحصیل علم فقه و دانش دردین نمائیند ۔ و بترسانند قوم خودرا وقت رجوع اینها بسوئے ایشان ۔تا شاید ایشان بتر سند ۔از عذاب خدا ۔ پس در ایں جاء هم چند چیز ثابت شدند یکے آنا نکه تحصیل و تفقه فی الدین به دراست واجبکفائی است ۔نه واجب عینی ۔بر هر مکلّف ۔ پس عامی البته معذور خواهد بود ۔

دوم =تنذیر قوم امی و عامی بعد از مراجعت نمایند پس تنذیر بر محصلان علوم واجب عیناً می باشد ۔

سوم =تنذیر بذکر امرو نہی و ابلاغ احکام اللّٰه عموماً واوامر ونواهی تعالٰی می باشد۔وآں تعلق

لئے اِس کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔لہٰذا منذر یا تنذیر کرنے والے کا اجتہاد کرنا ثابت ہوگیا ہے۔کیونکہ جب تک علم میں راسخ نہ ہوا سکے لئے اوامر ونواہی اور استنباط اور نقل پیش کرسکنا مشکل ہے۔اوراگر کرے تو اسکا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ **چہارم**۔شائد کہ وہ ڈر جائیں قوم کی تقلید پر دلیل ہے۔اسلئے کہ وہ لوگ سر جھکا کر صرف اللہ کے احکام بلا دلیل و بلا ماخذ سنتے ہیں۔اس سے ثابت ہے کہ انہیں خدا کا خوف ہے۔ ورنہ وہ بلا دلیل و برہان اور بلا ماخذ ڈرانے والے کی باتیں نہ سنتے اور نہ عمل کرتے۔اورخود یہ قابلیت نہیں رکھتے کہ ماخذ وغیرہ دریافت کریں اسلئے مقلد ہیں تقلید ثابت ہوگئی اجتہاد وتقلید کے ثبوت میں بہت سی آیات ہیں۔مگران اُوراق میں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔'' (رسالہ التنقید) یہاں مجتہد صاحب کے قرآنی دلائل ختم ہوگئے۔

باستنباط و افتادارد چه او بلا ذکر ولانقل دلیل وماخذمی گوید و بغیر آن چاره ندارد ـ پس اجتهاد منذرثابت شد ـ چه تاوقتیکه راسخ فی العلم نه باشد اُورا اوامرو نواهی واستنباط ونقل کرده نمی تواند ـ وهم اعتبار نه دارد ـ چهارم ـ لعلهم یحذرون دلیل بر تقلید قوم دارد ـ زیرا که ایشان اصفاواستماع اوامر و نواهی تعالیٰ بلا دلیل و بلا ماخذ می نمایند ـ خوف و ترس بایشان حاصل گردیده بر قول مسموع از منذر بدون دلیل و برهان عمل می نمایند و قابلیت دریافت ماخذ نه دارند ـ پس مقلدمی باشند ـ تقلید ثابت شد و آیات در تقلید و اجتهاد اند ـ این ور یقه گنجائش بسط آنها ندارند ـ (رسالة التنقید)

(۹) مجتہد نے حسبِ سابق اللہ اور قرآن پر تہمتیں لگائی ہیں۔

قارئین حضرات ذرا دیر بعد اُس آیت (۹/۱۲۲) کے متعلق ہمارا بیان پڑھیں گے۔لیکن پہلے یہ دیکھ لیں کہ اُس آیت میں مجتہد کے ترجمہ کی رُو سے وہ تہمتیں کہاں ہیں جو مجتہد صاحب نے لکھا کہ قرآن سے یا اُس آیت سے ثابت ہوگئی ہیں۔تہمتوں کی فہرست بنائیے۔

(الف) اس آیت میں نہ پورے قرآن میں' کہیں بھی دین کا تفقہ حاصل کرنا واجب کفائی نہیں ہے۔واجبات کی مختلف قسمیں اصول فقہ میں اسی لئے بنائی گئی تھیں کہ واجب کا انکار کرنا ہوتو واجب کے خودساختہ طاغوتی اقسام کا چکر دے کر انکار کیا جاسکے۔ یہ خبیث لفظ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث معصوم میں ہے۔لہٰذا یہ نہ صرف ایک تہمت ہے بلکہ اپنی قیادت قائم رکھنے کے لئے ایک بہت سنگین جسارت ہے۔جس سے عوام کو اللہ و رسولؐ کے حکم کے خلاف جاہل رہنے کا جواز پیدا ہوا ہے۔ قرآن نے بلا استثنا ہر مسلمان پر حصول علم واجب کیا ہے اور رسولؐ اللہ نے ہر مسلمان مرد و مسلمان عورت پر علم حاصل کرنا فرض فرمایا ہے۔ (العلم فریضة علٰی کل مسلم و المسلمة) یہ مردودلوگ امت کو جاہل رکھنے کے ذمہ دار ہیں اوراس

ذمہ داری کو قرآن کے ذمہ لگاتے ہیں۔

(ب) قرآن کریم میں نہ اس آیت میں کہیں بھی اَن پڑھوں اور عوام کو اس طرح ذلیل اور بے کار و معذور قرار نہیں دیا گیا ہے۔ جیسا کہ مجتہد نے قرآن پر تہمت لگائی ہے۔

(ج) اس آیت میں نہ قرآن میں کہیں تنذیر یا ہدایت کاری کے لئے عوام اور جاہل ہونے کی شرط لگائی نہ یہ کہا کہ تنذیر یا امر و نہی بتانے والا فلاں درجہ کا عالم یا مجتہد ہو۔ لہٰذا قرآن کی رُو سے ہر درجہ کے آدمی کو تنذیر کی جاتی ہے۔ اور جو جتنا جانتا ہے۔ اُسی قدر ناواقفوں کو بتانے پر مامور ہے۔ لہٰذا تنذیر کے لئے نہ واپسی کی شرط ہے نہ درجہ اجتہاد کی فکر ہے۔ اس قسم کی تمام باتیں قرآن پر تہمت ہیں۔

(د) قرآن میں کہیں بلا دلیل و برہان۔ بلا ماخذ بتائے۔ بلا آیت و حدیث پڑھے۔ فتویٰ دینے کی اجازت یا ذکر نہیں ہے۔ اور اجتہاد و استنباط کرنے والے سابقہ آیت میں شیطانی گروہ کے لوگ ثابت ہو چکے ہیں۔ قرآن میں کہیں مجتہد ایسے بے چارہ و ناکارہ شخص کو مجبور نہیں کیا گیا کہ وہ بلا دلیل اسلام کے احکام دیا کرے۔

(ہ) قرآن میں جگہ جگہ دلیل دینے اور دلیل مانگنے کا تقاضہ ہے۔ اور بلا دلیل دین داری یا تقلید کو بے دینی اور کفر کا اسلوبِ حیات قرار دیا ہے۔ لہٰذا قرآن پر تقلید کی تہمت جہنمیوں کا کام ہے۔ لہٰذا قرآن سے نہ اجتہاد ثابت ہوا نہ تقلید کا جواز ملا۔ بلکہ اجتہاد اور مجتہد کی تقلید حرام اور بے دینی ثابت ہوئی۔

(۱۰) مجتہد کی اختیار کردہ آیت نظام اجتہاد و مجتہدین کی مخالف ہے۔

سورہ توبہ کی اس آیت (۹/۱۲۲) کو صرف اس لئے اختیار کر لیا گیا ہے کہ اس میں لفظ لِّيَتَفَقَّهُوا آ گیا ہے۔ تاکہ اِس سے اُس علم فقہ کی آڑ لی جائے جو دو سو سال بعد گھڑ کر مکمل کیا گیا تھا۔ چنانچہ مجتہد صاحب نے آیت میں تحریف کر کے تحصیل علم فقہ کا اضافہ کر دیا۔ تاکہ اُن کے زمانے کے لوگ اس طاغوتی علم فقہ کی تحصیل کو قرآن کا حکم سمجھیں چنانچہ جس طرح استنباط کرنے والوں کی مذمت کو چھپا کر نظام اجتہاد کا جواز نکالنا چاہا تھا۔ اسی طرح یہاں دین کی سوجھ بوجھ حاصل کرنے کو شیطانی علم فقہ کا حاصل کرنا بنا دیا۔ مجتہد صاحب کے متعلق یہ یقین پھر پختہ کر لیں کہ وہ قرآن کو دیکھ کر آیت نہیں لکھتے اور عربی کے قواعد سے قطعی ناواقف ہیں۔ چنانچہ اس آیت زیر نظر میں **وَمَا كَانَ المومنون** کی جگہ انہوں نے **وما كان المومنين** لکھا ہے۔ عربی کے طلبہ لطف اندوز ہوں گے کہ مجتہد صاحب نے كَانَ سے کیا اثر لیا ہے۔ کاتب المومنون کو ازخود المومنین ہرگز نہیں بنا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ شرمناک توہین اور کیا ہو سکتی ہے۔ پھر اگر علمیت اسی کا نام ہے تو جہالت کسے کہا جائے گا؟ ۔ جیسا کہ پہلے ثابت ہوا کہ مجتہد حضرات آیت کو اس کے ماحول سے کاٹ کر ایک مختلف مطلب پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں بھی اگر

قارئین دوآیات پہلے سے مطالعہ کرلیں تو صورت حال بدل جاتی ہے اور اگر آیت کے باقی متعلقات کو سامنے رکھ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ آیت دراصل نظام اجتہاد ومجتہد کی تقلید سے نکالنے کے لئے ہے۔کم ازکم سورہ توبہ کی آیات اڑتیس وانتالیس (۳۸۔۳۹) تو لازماً سامنے رکھنا ہوں گی۔ بہرحال ہم آیات کو دوبارہ لکھتے ہیں اور جو حالات اس سے متعلق ہیں۔اُن کو سامنے لاتے ہیں کہ قارئین صحیح منشائے خداوندی سمجھ لیں۔اللہ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ اِذَارَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ O
(سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۲)

۔’’مومنین کے لئے یہ تو واقعی ممکن نہیں کہ وہ سب کے سب خود کو اُس ناپسندیدہ ماحول سے نکال لیں۔مگر ایسا کیوں نہ کیا گیا کہ مسلمانوں کے ہر طبقہ میں سے ایک جماعت الگ ہوکر نکل آتی۔تاکہ وہ دین کی سوجھ بوجھ حاصل کرتی۔ اور جب پلٹ کر مسلمانوں میں جاتے تو مسلمانوں کو اور اپنی اپنی قوم کو تنذیر کرتے۔تاکہ وہ غلط عمل درآمد سے باز آجاتے‘‘۔

(۱۱) آیت کن حالات سے تعلق رکھتی ہے؟

قارئین پہلے یہ دیکھیں کہ یہ آیت واؤ سے شروع ہوتی ہے۔یعنی بات پیچھے سے چلی آرہی ہے۔لہٰذا پیچھے پلٹ کر دیکھئے۔ معلوم ہوا کہ اس سے پہلے والی آیت بھی واؤ سے شروع ہوتی ہے۔لہٰذا آپ وہاں پہنچ گئے جہاں سے بات شروع ہوئی ہے۔ اور اس سے پہلے یہ حکم ملا ہے کہ مومنین تقویٰ اختیار کریں اور صادقین کی معیت اختیار کرلیں (يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (۹/۱۱۹) اس کے بعد مدینہ اور مدینہ کے زیر اثر مسلمان باشندوں پر اعتراض کیا گیا کہ وہ سب رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر اپنی اپنی جانوں کی فکر میں مبتلا ہیں۔یعنی صادقین تو صادقین ہیں۔وہ لوگ مجسمہ ٔصدق کا ساتھ بھی نہیں دیتے ہیں نہ معیت اختیار کرتے ہیں۔پھر یہ کہا گیا کہ اس معیت کے اختیار کرنے میں جو بھی دقت یا تکلیف ہوگی اُس کا بدلہ دیا جائیگا (۹/۱۲۰) اس سلسلے میں بھوک، پیاس، لوگوں کی دشمنی، اخراجات اور دوروнزدیک کی مسافرت وغیرہ پر اجر دیا جائے گا (۹/۱۲۱) یہ سب کچھ فرمانے کے بعد اللہ نے صادقین کے ساتھ ہوجانے کا طریقہ بتانے کے لئے مذکورہ بالا آیت بیان کی ہے۔یعنی مجسمہ صدق رسولؐ اور صادقین اولی الامر سے رابطہ اور صداقت میں راہ نمائی کے لئے یہ آیت ہے۔سب نے یہ سمجھا ہے اور صحیح سمجھا ہے کہ مسلمان جہاں جہاں بھی ہوں وہاں سے وہ علم دین حاصل کرنے کے لئے مرکز یعنی مدینہ میں آئیں گے۔اور اہل مدینہ وگردونواح مدینہ کا حال معلوم ہوگیا۔اُن لوگوں سے جو کچھ حاصل ہوگا وہ یہی کہ رسولؐ اللہ کی مخالفت کرو۔ان کی تحریک کا منشا الٹ دو۔لہٰذا تنہا رسوؐل اللہ باقی رہ گئے۔مگر صادقین کی معیت اختیار کرنے کا حکم ہوا۔جس کے معنی واضح ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ اور ہستیاں بھی ہیں۔ جو رسوؐل کی مانند صادق ہیں۔ اور صادق وہ ہے جو کاذب نہ ہو۔ جس سے کذب کی نفی ہو جس کا کبھی بھی کذب سے تعلق نہ رہا ہو۔ لہٰذا تمام مومنین جہاں بھی ہوں اُن پر واجب اور بقول مجتہد واجب عینی ہے کہ وہ صادقین کے ساتھ رہیں ساتھ ہو جائیں۔ کذب و کاذبین سے بچیں اور صدق اختیار کریں نظام صدق کو ممکن العمل بنانے کے لئے فرمایا کہ یہ تو صحیح ہے کہ مومن جہاں بھی ہیں وہ سب ایک دم سب کچھ چھوڑ کر نہیں نکل سکتے۔ مگر تھوڑے تھوڑے لوگ جو اپنی قوم کے حالات کو بدلنا چاہتے ہوں۔ اور خود اس ماحول سے پیچھا چھڑا سکتے ہوں وہ کیوں نہ ایسا کریں کہ صادقین کے پاس آئیں اور حسب موقعہ و استعداد و ضرورت احکام و ہدایات لیں اور واپس جا کر اس قومی ماحول کی اصلاح کریں اور دوسروں کو یہاں بھیجیں۔ یہاں تک کہ تمام مسلمان علم دین سے آگاہ ہو جائیں اور متعلقہ اقوام مسلمان ہو کر اسی رابطہ میں مربوط ہو جائیں۔ اور کفر و کذب و جہالت سے بچ جائیں۔ مجتہد نے آبادی کی کثرت کے لئے آئے ہوئے جُملے **لعلّھم یحذرون** کے معنی بھی ''شاید کہ وہ ڈریں'' کر دئے ہیں۔ حالانکہ فرمایا گیا کہ۔ ''اگر تم نے مندرجہ بالا عملدر آمد جاری رکھا تو اُن سب کے لئے اس ناپسندیدہ حالت سے بچ نکلنے کا موقعہ پیدا ہو جائے گا''۔ اور اولین مقصد اُن اعمال سے حذر کرنا ہے۔ جو اقوام میں مجتہدین نے پیدا کئے ہیں۔ اُسی حذر کے لئے تھوڑے تھوڑے لوگوں کو بلایا جا رہا ہے۔ کیونکہ سب کا ایک دم حذر کرنا یا بچنا ناممکن ہے۔ چند لوگوں نے حذر کیا۔ حذر پر قائم رہنے کی تعلیم و قوت حاصل کی۔ واپس گئے اپنا تجربہ سنایا۔ دوسروں کو ہمت و قوت ملی۔ انہوں نے حذر کیا اور یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری ہو گیا۔ لہٰذا معصومینؑ و مرکز سے متحرک رابطہ بر سر کار قیادت قیامت تک جاری کرنا مقصود تھا۔ نہ کہ عوام اور اُمی بنا کر تقلید کے چکر میں مبتلا رکھنا۔ مجتہد نے یہ نقشہ کھینچا کہ ایک ٹولی لکھ پڑھ کر مجتہد بن کر چلی گئی بس جا کر اپنی تقلید بلا دلیل بلا سنت و قرآن جاری کر دی اور چھٹی ہو گئی۔ نہ اب مجتہد معصومؑ سے ہدایت لے گا نہ اس کے مقلد آئیں گے۔ کار دین تمام شد۔

(۱۲) ہماری یہ ترجمانی بھی مکمل نہیں ادھوری ہے

قارئین نوٹ کریں کہ ہم نے آپ کو آیات کے جس گروپ (GROUP) سے روشناس کرایا ہے۔ وہ گروپ آزاد نہیں ہے۔ بلکہ مسئلہ جہاد اور جہاد میں مسلمانوں کے حالات بیان کرتے کرتے یہ ایک حل پیش کر دیا گیا ہے۔ اصل معاملہ تو جہاد کا ہے۔ اور صادقین علیہم السلام سے رابطہ اور اقوام کا گروہ در گروہ علم دین حاصل کرنے کے لئے آنا جانا اور دوسروں کو بھیجنا درحقیقت دشمنان اسلام سے تحفظ کے لئے ہے۔ پیری مریدی یا اجتہاد اور تقلید کے لئے نہیں۔ اسی عمل در آمد سے تو پچھلا اور نیا قائم شدہ اجتہاد و تقلید چھڑانا مقصود ہے۔ اسی لئے **لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ** فرمایا ہے۔ یہی تو وہ خبیث طاغوتی اور جمود پرستی کا نظام

ہے۔جس کے خلاف تنذیر وحذر کی ضرورت ہے۔اوراسی لئے الفاظ ''یـنـفـروا۔اور نَـفَـرَ'' بولے گئے۔نفرت اسی سلسلے کا لفظ ہے۔یعنی سارے مومنین نفرت پر ایک دم اور ایک ساتھ عمل نہیں کر سکتے مگر تھوڑے تھوڑے تو کر سکتے ہیں۔یہ نفرت جس نظام سے کرنا ہے وہ نظام تقلید واجتہاد ہے۔جس سے منقطع ہو کر نکلنے کا حکم ہے۔اور واپسی پر یہ نہیں کہا کہ جو طائفہ جس مسلمان فرقہ میں سے آیا تھا اس کو تنذیر کرے۔بلکہ تنذیر ساری قوم کی کرنا ہے جو ابھی تک کافر ہے۔اور جس میں مسلمان فرقے گھرے ہوئے ہیں۔ربط وضبط رشتہ دارانہ سلوک ورواسم ملے جلے ہیں۔اُن سے نفرت کرنا یعنی منقطع ہو کر نکل آنا لازم ہے۔مگر ممکن العمل یہ ہے کہ جتنے لوگ اس انقطاع پر قادر ہوں پہلے وہ چلیں اور پھر اس رفتار کو تیز تر وسیع تر کر دیا جائے۔چنانچہ سورہ توبہ پوری کی پوری کافرانہ نظام سے انقطاع اور مرکز سے ربط کے لئے بلا بسم اللہ بطور عتاب نازل ہوئی تھی۔اس میں مسلمان مجتہدین اور اُن کے مسلمان مقلدین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

يـٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَالَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ○ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا .... الخ (۳۸۔۹/۴۰)

۔''اے مومن کہلانے والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم متنفر نہیں ہوتے اور جب تقاضہ کیا جاتا ہے تو زمین گیر ہو جاتے ہو۔ کیا تم دنیا کے ساز وسامان کے حصول کو کافی سمجھنے لگے ہو۔ سنو دنیا کا یہ سارا سامان حیات آخرۃ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر تم منقطع ہو کر نہ نکلے یعنی تنفر نہ کیا تو تمہیں نہایت سخت عذاب دیا جائیگا یا تمہیں اور قوم سے بدل لیا جائے گا۔اور تم اُس کو (یعنی محمدؐ کو) ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے۔اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔تم نے تو اس (محمدؐ) کی مدد نہ کرنا طے کر لیا ہے۔لہٰذا پرواہ نہیں۔ہم نے تو اُس کی اس وقت بھی مدد کی تھی جب اسے کافروں نے نکل جانے پر مجبور کیا تھا اور وہ غار میں دو میں سے دوسرا تھا''۔الخ (۳۸۔۹/۴۰) دیکھا آپ نے کہ مجتہد اور اُن کے مقلد مسلمان کس طرح نفرت سے ڈرتے ہیں۔اور اجتہاد وتقلید سے تنفر کتنا ضروری ہے۔پھر آپ مذکورہ گروپ (۱۱۹۔۹/۱۲۲) کے اوّل وآخر کی آیات خود پڑھ لیں گے تو یقین محکم ہو جائے گا کہ مجتہد صاحب محض فریب دینا چاہتے تھے،یہی فریب تو ہے جسے محفوظ رکھنے کے لئے عوام کو جاہل رکھنا و دلیل نہ دینا اور کتاب وسنت کا ذکر تک نہ کرنا ضروری ہے۔

(۱۳) اجتہاد اور تقلید کے جواز پر چند احادیث

یہاں سے جناب علامہ سید علی مجتہد اپنے نظام اجتہاد اور تقلید کا ثبوت احادیث سے پیش کریں گے۔لہٰذا نہایت توجہ سے سرکار علامہ کی چابک دستی ملاحظہ ہو۔فرماتے ہیں کہ چنانچہ **سنے ہوئے حدیث کے دلائل**:

”منجملہ ان احادیث کے ایک ایسی حدیث جس پر شیعہ وسنی دونوں متفق ہیں۔وہ ہے کہ جب معاذ جبل کو آپؐ نے یمن کا قاضی بنایا تو اُس سے رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ اے سعد تم ان لوگوں کے درمیان کس طرح حکم نافذ کیا کروگے ؟ عرض کیا کہ کتاب خدا سے حکم دیا کروں گا۔ نبیؐ نے فرمایا کہ اگر کتاب میں نہ ملے تو کیسے حکم دیا کرے گا ؟ عرض کیا کہ حدیث رسوؐل سے حکم دیا کروں گا۔ نبیؐ نے فرمایا کہ اگر حدیث میں بھی نہ ملے تو پھر کس طرح حکم دوگے؟ ۔سعد نے عرض کیا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ نبیؐ نے شکر خدا کیا کہ اُس نے اپنے رسولؐ کے رسول کو اُس چیز کی توفیق دی جواللہ کو بھی محبوب ہے اور رسوؐل کو بھی پسند ہے ۔اس حدیث سے واضح طور پر رائے سے اجتہاد کرنا ثابت ہو گیا۔اور نبیؐ نے بھی اجتہاد کی اجازت عطا فرمادی“۔

قارئین کرام یہ ہے وہ ثبوت جس کو قرآن کریم سے پیش کرنے میں مجتہد صاحب بری طرح ناکام ہوئے۔ اور اُنہیں اجتہاد کی تائید میں ٹامک ٹوئیاں مارنا پڑیں۔

واما ادلۃسمعیہ احادیث من جملہ آن متفق علیہ فریقین است ۔

حدیث اوّل۔ مرویہ نبیؐ وقتیکہ معاذ جبل راقاضی یمن ساخت فقال لہ النبی صلعم بما تحکم یا سعد ؟قال بما فی کتاب اللّٰہ ۔قَالَ صَلْعَمُ فَاِنْ لَمْ تَجِدفِیْمَا ؟قَالَ بِمَا فِی الْسُنَّۃ ۔قَالَ صَلْعَمُ فَانْ تَجِد ؟قال اجتھد بِرَائِیْ ۔فَقَالَ صَلْعَمُ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ وفق رسول رسوؐلہ بما یحب اللّٰہ ورسولہؐ۔

حاصل آنکہ نبیؐ فرمود اے سعد بچہ حکم کنی درایشان؟عرض کرد بموجب کتاب خدا ۔پیغمبرؐ فرمود اگر درآن نیافتی ؟پس بچہ حکم میکنی ؟ عرض کرد بحدیث رسولؐ اللّٰہ ۔پیغمبرؐ فرمود۔اگر نہ یافتی پس بچہ حکم میکنی ؟سعدعرض کرد باجتھاد ورائے خودحکم میکنم ۔پس پیغمبرؐ حمد خداکرد کہ توفیق داد مرسل پیغمبرؐ رابآن چہ محبوب تعالی ورسولؐ اُوبود۔دریں جاصریح اجتہاد برائے خود ثابت است ۔ ونبیؐ ہم بر اجتہا دکردن اجازت فرمود۔

مگر یہاں لفظ بلفظ بلاکسی کھینچ تان کے مجتہد صاحب نے اجتہاد پر ثبوت فراہم کردیا۔قبل اس کے کہ ہم اس حدیث پر کوئی روشنی ڈالیں۔آپ مجتہد صاحب ہی کے اسی رسالۃ التنقید سے چند باتیں سن لیں۔

(۱۴) مجتہد صاحب نے اپنی پیش کردہ حدیث کو باطل کردیا۔

قارئین پلٹ کر پھر دیکھ لیں کہ سعد بن معاذ نے آخری جواب اپنی ذاتی رائے سے حکم نافذ کرنے کا دیا اور رسولؐ نے ذاتی رائے سے حکم نافذ کرنا جائز کہا تھا۔لیکن مجتہد صاحب رسالۃ التنقید کو شروع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

۔''صحابہ اور تابعین کی کثرت کا مذہب اور ابن جنید کے سوا تمام امامیہ کا اور جمہور اہل سنت اور اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ رائے سے فیصلہ کرنا باطل ہے۔ اور امامیہ کے یہاں تو متفقہ طور پر رائے اور قیاس اور استحسان حرام ہے۔شیعوں کے مجتہدین نے متفقہ طور پر یہ واضح کردیا ہے کہ رائے اور قیاس سے فتویٰ دینا ہوائے نفسانی کی ذیل میں آتا ہے۔البتہ اُن کے یہاں پر اجماع۔کتاب اور سنت سے اور جواُن سے متعلق ہو اس سے حکم کا اخذ کرنا جائز ہے۔اس میں نہ اختلاف ہے نہ نزاع ہے۔اور اس طرح کے فتویٰ کو رائے کے ماتحت نہیں کہا جاتا ہے''۔(رسالۃ التنقید)

مـذهـب اكثر صحابه وتابعين واماميه ،غيرابن جنيد چه او بـحـجية غيـر مـنـصـوص الـعـلةقيـاس راقـائـل شـده ، وجـمهـوراهـل ظـاهر واهل حديث ثانی مذهب اكثر فرق اهلسنت ۔امـامـاميه مجمع عليه ايشان برتحريم وبطلان رائے وقياس می باشد۔واصوليين ايشان بآں تصريح كرده اند چنانچه درفصول الاصول وغيرآن فرمايند۔اما الفتویٰ بالرائے والقياس ذٰلک عبارة عن القول بالهویٰ والتستهی عـن الـقيـاس والاستحسان فهوباطل عنداصوليين اجمع۔ واما لاخذوا بالاجماع وبالكتاب والسنة يرجع اليها فهو مرغوب مطلوب بلا نزاع فلا خلاف فيه فلا يسمی ذلک قولا بالرائے انتہی ۔ (رسالة التنقيد)

بات بالکل صاف ہوگئی۔لہٰذا معاذ کا یہ کہنا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔اور اجتہاد بالرائے پر رسولؐ اللہ کا تصدیق کرنا اور خدا کا شکر بجالانا باطل قرار پاگیا۔اور حدیث مجتہد کے بقلم خود باطل قرار پاگئی۔

شیعہ حضرات یہ بھی سُن لیں کہ ہماری حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث نہیں ہے۔مجتہد نے اُسے اپنے قدیم بزرگوں کے یہاں سے لے کر شیعوں کو فریب دیا۔وہ یہ سمجھے کہ ہمارا مجتہد جو حدیث لکھے گا وہ شیعوں کے یہاں بھی مقبول اور صحیح حدیث ہوگی۔اُنہیں کون بتاتا کہ یہ حدیث نہ صرف اہل خلاف کے یہاں سے لی گئی ہے۔بلکہ یہ حدیث اہل سنت کے محدثین کے یہاں بھی غلط اور نا قابل قبول ہے۔بخاری ومسلم نے اُسے نہیں لکھا اور ترمذی نے یہ بتایا کہ:۔

۔''روایت کیا گیا ہے کہ جب رسولؐ اللہ نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجنا چاہا تو اُس سے پوچھا کہ تم کس طرح احکام دیا کروگے؟۔کہا کہ کتاب اللہ سے۔فرمایا کہ اگر تمہیں نہ ملے؟۔عرض کیا کہ سنت رسولؐ سے حکم دوں گا۔فرمایا کہ اگر تجھے نہ ملے۔؟ کہا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔اور جواب یہ ہے کہ بلا شبہ یہ روایت نہ صرف ضعیف ہے۔بلکہ سچ مچ

''مَـارُوِی اِنّ مَعَاذًا لَمَّا بعثه رسول اللّٰه الی اليمن قاله بما تحكم ؟قال بكتاب اللّٰه ۔ قال فان لم تجد ؟قال بسنة رسولؐ اللّٰه ۔قال فان لم تجد؟اجتهد برائی ۔والجواب : انّ الروايةضعيفة مرسلة ۔قـال الترمذی هذا حديث واسناده عندی لَيۡسَ بمتصل مع اِنَّه معارضٌ بِمَا روی انّ النبیؐ قال المعاذُ اُكۡتُبُ اِلَیَّ لَاكتبُ اِلَيۡکَ۔

راوی نے براہ راست سنا بھی نہیں ہے (مرسل) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اور اس کی سندات متصل نہیں بلکہ منقطع ہے۔ میرے نزدیک یہ بھی کہ یہ حدیث مخالف ہے اُس روایت کے جس میں کہا گیا ہے کہ رسولؐ اللہ نے معاذ سے کہا تھا کہ تم مجھ سے لکھ کر معلوم کرنا میں تمہیں تحریری جواب دوں گا"۔

(التوضیح والتلویح باب الاجتہاد صفحہ ۳۳۸ اور مجمع البحرین فی ادلۃ الفریقین ۱۲۹۴ھ) (صفحہ ۵۳۲)

شیعہ لیبل کے مجتہد اچھی قسم کے اہل سنت سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ بخاری نے لکھا ہے کہ:۔

جب بھی نبی صلعم سے کوئی سوال کیا جاتا تھا۔ تو جب تک وحی نہ ہوتی آپ کہہ دیا کرتے تھے کہ مجھے نہیں معلوم اور وحی ہونے پر جواب دیا کرتے تھے۔ اپنی رائے یا قیاس سے کبھی جواب نہ دیتے تھے۔ اور ابی سعید خدری نے نبیؐ سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی عامِل یا حاکم اجتہاد کرتا ہے تو وہ علم کا مخالف ہے اور اس کا حکم مردود ہے۔ یہ بھی نبیؐ کا فرمان ہے کہ جو کوئی کسی قسم کا عمل کرے اور اس عمل پر ہمارے حکم کی سند نہ ہو تو وہ عمل نا قابل قبول ہے۔ (ایضاً صفحہ ۵۳۵-۵۳۶)

> ماکان النبیؐ لیسال مما لم ینزل علیه الوحی فیقول لا ادری ولم یجب حتیٰ ینزل علیه الوحی ولم یقل برایٍ ولا قیاس (صفحہ ۱۰۸۷) اور لکھتے ہیں کہ:۔ عن ابی سعید نِ الخدری عن النبیؐ اذا جُتَهَدَ العامل او الحاکم فاخطاء خلاف من غیر علم محکمه مردودٌ ولقول النبیؐ من عمل عملاً لیس علیه اَمَرُنا فهو ردّ۔ (ادلة الفریقین صفحہ ۱۰۹۲ بخاری)

(۱۵) مجتہد صاحب کی دوسری حدیث

سُنیوں والی حدیث تو مجتہد صاحب نے اور اہل سنت علماء نے بے کار کر دی۔ اب وہ شیعوں کے یہاں سے ڈھونڈ کر ایک حدیث لاتے ہیں اُسے بھی دیکھیں اور علامہ کو دادِ انتخاب دیں۔

دوسری حدیث:۔ "شیعوں کے طریقہ پر آئمہؑ اطہار سے یہ ہے کہ اُن سب نے فرمایا کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم تمہیں مسائل واحکام الٰہی کے اصول القا کریں اور تم پر واجب ہے کہ تم اُن مسائل واحکام کے اصول کی تفریع کرو۔ پس یہاں وضاحت سے معلوم ہوگیا کہ تفریع اور احکام کا استنباط ماخذیات کے اصول سے کیا جائے گا۔

> حدیث ثانی: طرق امامیه از آئمه اطهار است۔ قالوا علینا القاء الاصول وعلیکم بالتفریع۔ یعنی ایشاں فرمودند که برما واجب است که بشما القاکنیم اصول مسائل واحکام الٰہی راوبرشما واجب است که تفریع مسائل واحکام آں اصول نمائید۔ پس اینجا بوضوح که تفریع واستنباط احکام ازاصول ماخذ یات نمایند۔

(۱۶) بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ

قارئین اگر آپ نہیں سمجھے تو کسی اور سے سمجھنے کی امید کرنا غلط ہوگا۔ یقین کیجئے کہ ان لوگوں کی جناتی زبان صرف ایک

رعب دار فریب ہوتا ہے۔مجتہد نے یہاں اپنی طرف سے جس چیز کو حدیث کہہ کر لکھا تھا۔اُسے کافی نہ سمجھ کر ترجمہ میں اپنی طرف سے الفاظ''مسائل واحکام'' کا دوہرا یعنی دو دفعہ اضافہ فرمادیا ہے۔یعنی اگر تمام آئمہؑ اطہار کی حدیث تھی بھی تو مجتہد کے لئے کافی نہیں تھی۔یعنی انہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ:۔

(علیناالقاء الاصول المسائل والاحکام وعلیکم بالتفریع المسائل والاحکام من الاصول)

ہم پر مسائل اوراحکام کے اصول بتانا واجب ہے۔تم پر یہ واجب ہے کہ اُن اصول میں سے مسائل اوراحکام استنباط اوراجتہاد کے آرے سے چیر چیر کر نکالو۔اب آپ کی سمجھ میں آ گیا کہ علامہ صاحب نے کیا کہا اورآئمہ علیہم السلام سے کیا کہلوانا چاہا۔لیکن آئمہؑ نے چونکہ کہا نہیں اس لئے مجتہد کی یہ کوشش بھی رائیگاں ہوگئی ہے۔

(۱۷) مجتہد نے حدیث کے نام پر فریب دیا ہے

قارئین یادرکھیں کہ مجتہد نے قالوا کہہ کر یہ بیان عربی میں لکھا ہے۔قالوا کے معنی ہوئے کہ اُن سب نے کہا۔یعنی ۔''تمام آئمہؑ نے فرمایا''۔اس طرح جو بات شروع کی جائے گی وہ ہرگز حدیث نہیں ہوسکتی۔اس لئے کہ نہ سب آئمہؑ ایک وقت میں موجود تھے۔نہ کوئی راوی ایسا ہوسکتا ہے۔جو ہرامامؑ کے زمانہ میں موجود رہا ہو۔لہٰذا یہ کسی مجتہد کی اڑائی ہوئی بات ہے۔اوراگر ہم اُسے حدیث مان لیں تب بھی مجتہد کے کام کی چیز نہیں ہے۔اس لئے کہ اس میں وہ تمام ضروریات موجود نہیں ہیں۔جو اُس شیطانی نظام کے لئے درکار ہیں مثلاً:۔

(الف) یہ نہیں کہا گیا کہ ہم صرف مجتہدین، علماء یا کسی خاص طبقہ سے مخاطب ہیں جس میں عوام یا ہر طبقہ کے لوگ شامل نہیں ہوسکتے۔

(ب) یہ بھی نہیں کہا کہ ہم ایک وقتِ خاص تک اصول عطا کریں گے اس کے بعد بائیکاٹ کردیں گے۔اگر اصول دینا ان پر واقعی واجب ہے تو وہ ہمیشہ اور ہر حال میں واجب ہے۔اور جب وہ اصول دے سکتے ہیں اور لوگ اُن سے اصول لے سکتے ہیں۔تو فروعات بھی دے سکتے ہیں۔

(ج) پھر شیعوں کے یہاں خود احادیث واخبار معصومینؑ کو اصول فرمایا گیا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر ہم یا آپ یا کوئی مجتہد تفریع کرے گا بھی تو وہ حدیث ضرور بیان کرے گا۔اور جو حدیث کا حکم دے گا یا خود حدیث کے حکم پر عمل کرے گا۔وہ سب کچھ ہوسکتا ہے مگر مجتہد ہرگز نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ وہ تو حدیث کو ظنی اور اپنے ذاتی فیصلوں کو یقینی اور واجب التعمیل سمجھتا ہے۔دلیل وبرہان دینا یا ماخذ پیش کرنا اس کے یہاں غیر ضروری یا فضول باتیں ہیں۔

(د) اس میں لفظ اجتہاد ہے، نہ استنباط ہے، نہ تقلید ہے اور نہ لفظ مجتہد ہے۔بلکہ جب آئمہ پر اصول فراہم کرتے رہنا واجب ہے۔تو وہ ساری بحث باطل ہوگئی جس میں عوام پر سوال کرنا واجب کیا گیا تھا۔ایسے لوگوں سے سوال کرنا حماقت ہوگا

جواز خود بتاتے پھریں۔لہٰذا وہ قول ہرگز معصومؑ کی حدیث نہیں ہوسکتا جو قرآن کی پوری بحث کو ضائع کر دے۔

(ہ) پھر یہ بھی نہیں بتایا کہ تفریع کس جانور کا نام ہے۔اور وہ کیسے کی جائیگی۔اس کے لئے کیا اصول ہیں۔اور آیا وہ اصول دینا بھی آئمہؑ کے ذمہ ہیں یا نہیں؟اور آیا یہ ذمہ داری اُنہوں نے کبھی پوری کی تھی۔ہمیں اُس آدمی کا نام و پتہ بتایا جائے جسے تفریع کرنا سکھایا تھا۔یا تفریع کرنے کے اصول دیئے تھے۔جب تک اس بیان میں علیکم (تم پر) موجود ہے۔اس وقت تک آئمہ علیہم السلام کے علاوہ باقی تمام انسان مخاطب ہیں اور سب پر تفریع کرنا واجب ہے۔اور یہ ایسا واجب ہے جس کو ادا کرنے کا طریقہ نہ بتا کر اُسے ضائع کر دیا ہے۔یعنی یہ بات آئمہؑ پر ایک سنگین تہمت ہے۔

(و) اگر یہ تمام آئمہ کا قول ہے۔تو جو طریقہ حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے تفریع کا تھا اُسی پر اور اُسی طرح اب بھی عمل ہوگا۔اور چونکہ مذہب شیعہ یا ملت شیعہ میں مجتہد نام کا وجود دوسواسی (280) سال ہجری تک تھا ہی نہیں۔لہٰذا اِس تفریع کے لئے اس مخلوق کی نہ اس وقت ضرورت تھی نہ اب ضرورت ہے۔آج بھی آئمہ علیہم السلام پر اصول دینا واجب ہے تو وہ خود اس ذمہ داری کو پورا کرتے رہیں گے۔اور ہم چونکہ تفریع نہیں جانتے لہٰذا معذور ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ مجتہد صاحب کو معاف کر دیں اور اُن کی تیسری حدیث سنیں۔رہ گیا مجتہدین کا رد و ابطال وہ تو ہزار ہا صفحات تک چلے گا۔وہاں کھل کر باتیں ہوں گی۔جلدی جلدی اس جناتی اور بورنگ (BORING) زبان اور طرز استدلال سے جان چھڑائیں۔ارشاد ہے کہ:۔

تیسری حدیث: ''یعنی امام محمدؑ باقرؑ نے فرمایا کہ اے ابان بن تغلب تو ہمیشہ مسجد نبویؐ میں بیٹھا کر اور لوگوں کو فتویٰ دیا کر اس لئے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرے شیعوں میں تیرے جیسا مفتی دنیا دیکھے''۔

حدیث ثالث:قال الباقرؑ اجلس فی مسجد المدینة وافت الناس۔فانّی اَحْبَبْتُ ان یری فی شیعتی مثلک۔ یعنی اے ابان بن تغلب به نشین دائماً درمسجد نبوی صلعم وفتویٰ ده مردم را۔چه من دوست دارم که معائنه شود در شیعه من مفتی مثل تو۔

مجتہد صاحب نے حسب عادت وضرورت اس حدیث کے ترجمے میں بھی لفظ۔''دائماً''۔بڑھا کر حدیث کو ناکافی ہونے کی سند دے دی ہے۔یعنی امامؑ کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ:۔''اجلس فی مسجد المدینة دائماً''۔پھر جس زمانہ میں جناب محمد باقر علیہ السلام موجود تھے۔اس وقت مدینہ میں کئی مساجد تھیں۔مجتہد نے اپنی طرف سے مسجد نبوی کا تعین کیا ہے۔تا کہ بات سج کر سامنے آئے۔پھر تاریخی اعتبار سے یہ تقیہ کا زمانہ تھا۔مسجد نبوی میں کسی شیعہ مفتی کا بیٹھ کر ہمیشہ شیعہ مذہب کے مطابق فتویٰ دینا ایک بہت بڑا جھوٹ فریب بلکہ مجنونانہ خیال ہے۔ پھر اس سے نہ تقلید ثابت ہوئی۔نہ اجتہاد کا جواز نکلا۔زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ ابان بن تغلب قرآن کی آیات اور اس وقت تک بیان

شدہ احادیث سے فتاویٰ دے سکتا تھا۔ اور بس۔ لیکن مجتہد صاحب کو چاہئے کہ وہ یہ ثبوت دیں اور ایسی احادیث لائیں۔ جن سے غیبت کے زمانہ میں بلا امام زمانہ علیہ السلام کی مدد اور توسط بلا دلیل و ماخذ بلا آیت وحدیث مجتہدین کو عام اجازت ملی ہو کہ تم اجتہاد و استنباط کرکے جو کچھ نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں ہو۔ وہ احکام نکال کر امت کو دیا کرو۔ اور اُن احکام کی تعمیل واجب ہے۔ وہ اللہ ورسولؐ کے احکام ہوں گے۔ جو اُن پر عمل نہ کرے گا جہنمی ہوگا۔ اور مجتہد غلط حکم بھی دیگا۔ تو مفتی اور مستفتی دونوں کو ثواب ہوگا۔ کم از کم وہ معیار تو ہو جو پہلی حدیث میں تھا۔ اور جسے شیعہ سنی دونوں کی متفقہ حدیث کہہ کر پیش کیا تھا۔ اور معلوم ہوا کہ شیعہ وسُنّی متفق تو کہاں ہوتے بلکہ دونوں کے یہاں وہ مردود ہے۔

(۱۸) مجتہد کی چوتھی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث رابع: قال۔ انهاک خصلتين الی ان قال۔ان تفتی الناس بما لاتعلم۔نهی می کنم ترا از آن که فتوی بمردم بدهی ازغیر معلوم۔ یعنی ازغیر ماخذ که نمی دانی آن را۔

چوتھی حدیث:۔ ’’منع کرتا ہوں میں تجھ کو کہ لوگوں کو ایسی باتوں پر فتویٰ دے جو تو نہیں جانتا ہے۔ یعنی ماخذ کے خلاف فتویٰ دینا جو تو نہیں جانتا ہے‘‘۔ یہاں تو مجتہد صاحب نے حد کر دی ہے نہ حدیث پوری لکھی نہ آدھی چھوڑی۔ اور نہ جو کچھ لکھی اس کا ترجمہ کیا۔ اور آخر میں یعنی کہہ کر ماخذ کے ساتھ فتویٰ کو مشروط کر کے خود اپنی گوٹیں پیٹ دیں۔ بات یوں شروع ہوئی تھی۔ کہ میں تجھے دو بُری خصلتوں سے منع کرتا ہوں۔ (انهاک خصلتين) باقی سارا بیان اور ایک بری خصلت کا ذکر کرنا ضروری نہ سمجھا اور دوسری بُری خصلت لکھدی۔ ارے مجتہد بھیا معلوم یہ ہوا کہ کوئی خبیث مفتی موجود تھا۔ جس میں دو بُری عادتیں تھیں۔ اور وہ قطعی مجتہد صاحب کی طرح بے تکی باتیں کر کے مسلمانوں کو گمراہ کیا کرتا تھا۔ اُسے ڈانٹا گیا۔ لیکن مجتہد صاحب نے سمجھا کہ یہ ڈانٹ اور یہ خرابیاں اجتہاد کے ثبوت میں پیش کر دینا کافی ہیں۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ وہ قوم کیسی شاندار اور دانشمند قوم ہوگی۔ جس کی قیادت ایسے مجتہدین کرتے رہے ہوں؟

(۱۹) پانچویں حدیث نظام اجتہاد اور پہلی حدیث کی مخالف ہے

حدیث خامس: قالؑ اَنهَاکَ اَنْ تَفْتی الناس بِرَایک۔ نهی میکنم ترا از فتویٰ دادن ازرائے وقیاسِ خود۔

پانچویں حدیث ۔’’فرمایا کہ میں تجھے اپنی رائے اور قیاس سے فتویٰ جاری کرنے سے منع کرتا ہوں‘‘۔

ذرا سوچئے کہ اس حدیث کو اجتہاد کے جواز میں کیوں پیش کیا گیا ہے؟ یہ حدیث تو پہلی حدیث کی مخالف ہے۔ جس کو سید صاحب نے بڑے کرّ وفرّ سے بنیاد بنایا تھا۔ جس کے الفاظ سے واضح طور پر اجتہاد بالرّائے کے لئے معاذ کو اجازت ملی تھی۔ پھر اس

حدیث میں قیاس کی لفظ نہیں ہے۔مگر مجتہد نے ترجمے میں اپنی طرف سے لفظ قیاس بڑھا کر اپنے قیاس کرنے پر امامؑ کا اعتراض قائم کردیا ہے۔بار بار معلوم ہوتا جارہا ہے۔کہ یہ حضرات تو ہر حدیث وآیت میں تبدیلی کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔یعنی خالص قران وحدیث کو اختیار کرنے سے اُن کا کام چلتا ہی نہیں ہے۔

(۲۰) چھٹی اور ساتویں حدیث بھی مجتہد کی مدد نہیں کرتی

چھٹی حدیث۔علیہ السلام نے کہا کہ جو کوئی بلا علم وہدایت لوگوں کو فتوے دیتا ہے اس پر رحمت والے فرشتے لعنت کرتے ہیں''۔یہاں بھی علامہ نے حدیث میں سے مِنَ اللّٰــہ کو نکال کر لفظ علم کو اپنی طرف سے داخل کر کے ترجمہ کیا ہے۔یہ مجتہدین کی مستقل عادت ہے۔

ساتویں حدیث۔جو کوئی لوگوں میں فتویٰ دے اور ناسخ ومنسوخ اور محکم ومتشابہ کو نہ جانتا ہو وہ انتہائی ہلاکت میں ہے۔یعنی عذاب میں مبتلا رہے گا''۔یہاں بھی مجتہد نے حدیث میں لفظ غایت کی کمی محسوس کی۔اس لئے ترجمہ میں اضافہ کردیا۔ان دونوں حدیثوں میں بے لگام مجتہدین کے منہ میں اللہ کی ہدایت اور قرآن مجید کی خاردار لگام لگائی گئی ہے۔کہیں اجتہاد کا جواز اور تقلید کی اجازت کی جگہ مجتہدین پر تنبیہ،تنذیرو لعنة کی گئی ہے۔یہ احادیث کا کل سامان تھا جو مجتہد نے پیش کیا اور اس کے بعد اپنی مشکل یہ بیان کی ہے کہ یہ سب حدیثیں اور آیات دراصل جواب نہیں ہیں۔یہ تو آئمہؑ کے عہد سے متعلق ہیں۔اب تو دراصل وہ

> **حدیث سادس**۔قال علیہ السلام من اَفْتَی النّاس بغیر هدًی من اللّٰہ ۔ لَعَنَةملائکة الرحمة یعنی هر کہ بغیرعلم وهدایت فتویٰ دهد مردم را لعنت می کند بر اُوفرشتہ هائے رحمت۔
>
> **حدیث سابع**:۔قال من افتی الناس وَهُوَ لایعلم الناسخ من المنسوخ والمحکم من المتشابہ فقد هلک ۔ یعنی هر کہ فتوی دهد مردم راو اونمید اند ناسخ راز منسوخ ومحکم را از متشابہ بتحقیق اُودر غایت هلاکت یعنی درعذاب می باشد''۔
>
> (رسالة التنقید فی اثبات اجتہاد والتقلید بالقرآن المجید مصنفہ علامہ سید علی الحائری لاہوری ۱۳۱۳ھ)

ثبوت لانا چاہئے جس سے یہ ثابت ہو کہ زمانہ غیبت میں مجتہدین امامؑ کے جانشین ہیں۔اُن کے مجتہدانہ احکام ساری امت پر واجب ہیں۔اور وہ سب اللہ وامامؑ کے ہی احکام ہیں۔(تفصیل پیرا نمبر ۱۳ میں گذر چکی ہے)لہٰذا ہم یہی بتانا چاہتے ہیں۔کہ علامہ السید علی الحائری مجتہد ابن مجتہد السید ابوالقاسم صاحب اس رسالہ میں اجتہاد وتقلید کو قرآن وحدیث وعقل سے ثابت کرنے کی بجائے عقل وحدیث اور قرآن کے نام پر فریب دیتے رہے ہیں۔اور ہم نے اُن کے مکر وکذب کے جال کی ہر رسّی اور رسّی کا ہر حلقہ توڑ دیا ہے۔**اب ہم باقاعدہ تمام شیعہ لیبل کے مجتہدین اور اُن کے مسلّمات سے تعارض کریں گے اور اُن کی قدیم وجدید ہر دلیل کا بطلان وکذب وفریب واضح کریں گے۔**

اسلام اور علمائے اسلام

حصہ سوم

عنوان نمبر 1 تا 21

- مذہب شیعہ میں اجتہاد کا دخول
- مذہب شیعہ کا سب سے پہلا مجتہد اور مجتہدین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں
- حضرت علامہ طوسیؒ مجتہدین کی نظر میں
- مجتہد کسی حال میں جھوٹ کا دامن نہیں چھوڑتا
- احادیث کی جگہ اپنی عقل سے مسائل گھڑنا مجتہد کا کام
- علمائے شیعہ کی مذمت جاری کرنے والے مجتہدین
- اصول فقہ

1۔ مذہب شیعہ میں اجتہاد

پچھلے بیانات میں بار بار بتایا گیا ہے کہ پہلی تین صدیوں میں ہمارے مخالفین نے بہت کوشش کی کہ نظامِ اجتہاد کو ملتِ شیعہ میں کوئی مقام مل جائے۔لیکن آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس طاغوتی طرزِ حیات سے شیعوں کو محفوظ رکھا۔اور ہر اس شخص کو ملت شیعہ سے دور رکھا جس میں مجتہدانہ ذہنیت پائی جاتی تھی۔نظام اجتہاد کی نہایت پسندیدہ اور ہمہ گیر صورتِ نظام مشاورت ہے۔مخالف محاذ کے بعض دیدہ ور علماء نے جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کو اس لئے اپنے خلفائے راشدین میں شمار نہیں کیا، کہ اُن حضرتؑ نے اپنی خلافت کے ظاہری دور میں مجلسِ مشاورت کو توڑ دیا تھا۔اور کھل کر صحابہ سے مشورہ نہ لینے کا اعلان کر دیا تھا۔جس طرح اجتہاد کی بنیاد اس اصول پر رکھی گئی ہے کہ قرآن اور حدیث میں تمام انسانوں کی تمام ضروریات اور تمام تقاضائے حیات پر تفصیلی احکام نہیں ہیں۔اُسی طرح نظام مشاورت کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ جب تمام دانشوران قوم کسی مسئلہ کا حل قرآن وحدیث سے نہیں جانتے، تو سب مل کر غور کریں اور نظریۂ افادیت وغیرہ کی روشنی میں ایک حل نکالیں۔یعنی نظامِ اجتہاد قرآن وحدیث کے نامکمل ہونے پر بنیاد رکھتا ہے۔اور نظامِ مشاورت قرآن وحدیث کے مکمل عالم کے وجود کا انکار کرتا ہے۔دوسرے اور دینی الفاظ میں حدیث ثقلین یا قرآن و اہلبیتؑ کے انکار پر یہ دونوں نظام تعمیر ہوتے ہیں۔**یعنی یہ دونوں نظام مذہب شیعہ کی بنیادوں یا اصولوں کو مسمار کرنے کے لئے وجود میں آتے ہیں۔**

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قرآنِ کریم اور احادیث میں ہر وہ حکم، ہر وہ فیصلہ، ہر وہ ضرورت بیان کر دی گئی ہے۔جو قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کو پیش آسکتی ہے۔تو اجتہاد کی ضرورت نہیں رہتی۔اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ ہر زمانہ میں ہر وقت ایک ایسا شخص موجود رہے گا، جو قرآنِ کریم کا مکمل عالم ہوگا اور انسانوں کی ہر ضرورت کیلئے اللہ تعالیٰ کا واضح حکم قرآن سے دیتا رہے گا۔تو نظامِ مشاورت کی احتیاج نہیں رہتی۔یعنی ابلیس کے یہ دونوں حربے قرآن اور صاحبِؐ قرآن یا کتاب اور اہلِ ؐ ذکر کے عقیدے کو مٹا کر اُن کی جگہ لیتے ہیں۔ذرا خود سوچئے کہ آپ کو جن جن چیزوں کا صحیح علم ہے۔آپ کبھی ان کے متعلق مشورہ کرتے ہیں؟ مشورہ تب کیا جاتا ہے جب ڈبل جہالت کا وجود اور یقین ہو۔یعنی پہلی جہالت یہ کہ آپ نہیں جانتے دوسری جہالت یہ کہ آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ فلاں شخص جانتا ہے۔ورنہ آپ سیدھے اُس کے پاس جاتے اور معلوم کر کے پہلی جہالت کو علم سے بدل لیتے۔لہٰذا ڈبل جہالت کی بنا پر تمام دانشوروں کو جمع کر کے یا الگ الگ مل کر آپ اپنی جہالت کو علم سے بدلنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔جب عالم مل جاتا ہے تو علم حاصل ہو جاتا ہے۔لیکن جب ڈبل جہالت پر یقین

ہے،یعنی نہ میں جانتا ہوں نہ کوئی اور جانتا ہے۔دوسرے الفاظ میں جب آپ بھی جاہل ہیں اور باقی لوگ بھی جاہل ہیں۔تو جہلا کا مجمع اس اصول پر کام کرتا ہے کہ:۔''رل مل کیجئے کاج۔ہارے جیتے آوے نہ لاج''۔

سب جُہلاء اپنی اپنی اور اپنی قوم کی، اپنے محلّہ کی، اپنی برادری کی اپنے ملک کی، اپنی حکومت کی اُن تمام مصلحتوں پر جو معلوم ہوں،نظر رکھ کر ایک ایسا فیصلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔جو مندرجہ بالا مختلف حیثیتوں کے خلاف نہ ہو۔اگر یہ کام قواعد وضوابط،اور مسلمات کے ماتحت ایک آدمی کرے تو اسے اجتہاد کہتے ہیں۔اور چالو میٹنگ میں یہی کام سرسری طور پر کرلیا جائے تو اسی کو نظامِ مشاورت کہتے ہیں۔اور جن مصلحتوں،مسلّمات،مفادات ومضرات واحتیاطات وضروریات ورسومات ورواجات ومحاسن وقبیحات ولغات وغیرہ وغیرہ کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ان کا نام اصول فقہ یعنی کسی بات کو سمجھنے کے اصول رکھا گیا ہے۔چونکہ یہ فیصلہ اس وقت تک کے ممنوعات اور مسلّمات کے ماتحت ہوتا ہے اور بعد کے نئے تقاضوں اور مسلّمات کے سامنے موزوں نہیں رہتا۔اس لئے مجتہدین نے کہا کہ مجتہد کے مرتے ہی اس کے احکامات بھی مرجاتے ہیں۔(مَاتَ الْمُفْتِی مَاتَ الْفَتْوٰی)اس اصول کی بناء پر ہر زمانہ کے احکام کا مختلف ہونا مسلّمات میں سے ہے۔پھر جو مجتہد فقہ کے جس قدر اصولوں پر نظر رکھے گا، وہ اسی قدر زیادہ محتاط فیصلہ کرے گا اور جو جتنی لاپرواہی کرے گا اتنا ہی نتیجہ مختلف ہوگا۔چونکہ مجتہد مشین یا کمپیوٹر نہیں ہوتے۔اس لئے ایک زمانہ کے مجتہدین میں بھی اور دوسرے زمانوں کے مجتہدین میں بھی ایک ہی مسئلہ میں اختلاف ہونا اور رہنا تسلیم کیا گیا ہے۔اور یہ جس قدر اختلاف مسلمانوں میں یا دیگر اقوامِ عالم یا مذاہب میں نظر آتا ہے، یہ سب نظام اجتہاد و مشاورت نے پیدا کیا ہے۔یعنی دنیا میں ہر فساد کا ذمہ دار مجتہد ہے۔اسی لئے کہا گیا تھا کہ ''دین ملا فی سبیل اللہ فساد''۔لہٰذا جو لوگ قرآن کو ہمہ گیر کتاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عالمین کا راہنما مانتے ہیں۔جو یہ مانتے ہیں کہ قیامت تک قرآن کی ہمہ گیر تعلیمات پہنچانے کے لئے ہر زمانہ میں قرآن کا مکمل عالم موجود رہے گا، جسے کائنات کی ہر چیز کا علم ہوگا۔جس سے ہر چیز پر سوال کیا جائے گا یعنی اہلِ ذکرؑ یا اولی الامرؑ قرآن کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔اُن لوگوں کے یہاں اجتہاد و مجتہد ومشاورت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔جس طرح طلحہ وزبیر نے حضرت علیؑ سے اس لئے علیحدگی اختیار کرلی تھی، کہ وہ ان سے مشورہ نہیں کرتے۔اسی طرح ہر معصوم امام علیہ السلام سے اس ذہنیت کے لوگ الگ رہتے اور حکومت وقت کے ساتھ شامل رہتے چلے گئے۔یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری اپنے اختتام کے قریب پہنچی۔یہ ایک ہنگامی دور تھا۔تحریکِ تشیّع نے خلافت کی جڑیں ہلادی تھیں۔حکومت بسترِ مرگ پر دم توڑ رہی تھی۔شیعوں کے سیاسی دانشور برسرِ اقتدار آچکے تھے۔مصر وعراق وایران ودیلم اور اندلس میں شیعہ حکومتیں قائم ہوچکی تھیں۔جلدی جلدی بدلنے والے حالات کو مذہب کا تحفظ دینا ضروری تھا۔نت نئے مسائل اٹھ

کھڑے ہوتے تھے۔ مذکورہ ممالک میں حکومت کا مذہب شیعہ تھا۔ پبلک کی کثرت مجتہد کے اسلام پر تھی۔ شیعہ حکومتوں نے اپنے اہل خلاف کو مذہبی آزادی سے کبھی محروم نہیں کیا۔ ان میں ان کے سابقہ قاضی، مولوی، مفتی، مجتہد بدستور بحال رکھے جاتے تھے۔ انہیں حسبِ سابق تنخواہیں ملتی تھیں۔ کاروبار میں دربار میں بازار میں ہر جگہ پہلا نظام اجتہاد برسرِ کار تھا۔ ایسے عالَم میں بعض مجتہدین شیعہ ہو گئے۔ انہوں نے نظام اجتہاد کے اصولوں پر شیعہ مذہب کو ڈھالنا شروع کیا۔ ضرورت کے وقت فوراً اجتہادی مسئلہ بیان کر دیتے۔ ضرورت مند حاکم اسے اللہ ورسول وامام علیہما السلام کا حکم سمجھ کر اختیار کرنے لگے عرب میں یہ کام پہلے شروع ہوا۔ اسی ہنگامۂ دار و گیر میں امام زمانہ حضرت حجۃ ابن حضرت حسن عسکری علیہما السلام نے مجتہدین سے تصادم کی بناء پر غیبت اختیار کر لی تاکہ نہ ان کے نام سے اور نہ ان کی طرف سے اجتہادی احکام جاری ہوں۔ اور نہ مذہب شیعہ اس طاغوتی طرزِ فکر سے ملوث ہو۔ اب مجتہدین کے لئے راستہ کھل گیا۔ انہیں معلوم تھا کہ ہمارے بیان کردہ مسائل کی امامؑ سے تصدیق کرانا مشکل ہوگی۔ لہٰذا مجتہدین نے اب کھل کر بات کرنا شروع کی اور وہ تمام قواعد وضوابط جو مخالف نظامِ اجتہاد نے مرتّب و مدوّن کئے تھے۔ اب شیعہ مجتہدین نے ان کو اپنی تصنیفات میں لکھنا اور ان پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ حاکموں سے ان کی غلط وصحیح ضروریات میں تعاون کیا۔ ہر مسئلہ کو شیعہ رنگ میں رنگا اور یوں حکومت کے درباروں میں اُسی طرح جگہ حاصل کر لی جیسے قاضی ابو یوسف وغیرہ نے حاصل کی تھی۔ جب انہیں حکومتوں کا تحفظ وتعاون مل گیا۔ تو انہوں نے ہر اس شخص کا قلع قمع کرنا چاہا جو ان کے اجتہاد پر حرف گیری کرنے کی جسارت کرے۔ یہاں تک کہ وہ تمام علماء وعوام جو معصومؑ قیادت کے قائل تھے۔ خود بھی زیرِ پردہ نظامِ اجتہاد کے ساتھ ہو گئے اور اس ابلیسی نظام کی بیخ کنی کے لئے دوسری راہیں اختیار کیں۔ اور جب موقعہ ملا، کھل کر ان کا مقابلہ کیا اور انہیں شیعہ پبلک سے روشناس کیا۔ عظیم الشان کتابیں لکھیں۔ حقیقی اسلام کے اصول ومسائل سے روشناس کیا اور رفتہ رفتہ ان کا تانا بانا بکھیر دیا۔ اور آج انہیں گھیر کر وہاں لے آئے ہیں۔ کہ ان کی پوزیشن دنیا کی نظر میں گر کر رہ گئی ہے۔ لفظ مولوی، مفتی، مجتہد، علامہ، حجۃ اللہ، آیت اللہ وغیرہ بدنام ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ تاریخی بات ہے کہ اکبر بادشاہ جسے گالی دینا چاہتا تھا۔ اسے فقیہ کہہ کر پکارتا تھا (منتخب التواریخ)

2۔ اصول فقہ اور مسلمان

جس علم کو مجتہدین کے یہاں اصولِ فقہ کہا جاتا ہے، یہ مسلمانوں نے ایجاد نہیں کئے ہیں۔ بلکہ ہر نبیؑ کے زمانہ کے مجتہدین اپنے نظام کو چلانے کے لئے جو جو تجربات کرتے چلے آئے تھے، یہ علم ان اصول وقواعد کا مجموعہ ہیں۔ صدیوں پہلے یہ

اصول فقہ یہود کے علماء میں جاری تھے۔رومن قانون اور لاطینی ویونانی زبانوں میں مرتّب ومدوّن تھے۔چونکہ مسلمان حکومتوں کے یہاں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ماہر یا ماہرین یہود ونصاریٰ یا مجوسیوں میں سے رہا کرتے تھے۔جنھوں نے زمینوں کا بندوبست کیا، لگان اور خراج کے قوانین بنا کردیئے،ان ہی کے توسط سے یہ اصول فقہ مسلمان علماء تک پہنچے۔بعض چیزوں کونہایت پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی گئی،لیکن تحریک تشیّع نے ہمیشہ ایسے حالات پیدا کئے جن کے دباؤ سے وہ راز تاریخ تک آ گئے۔اسلامی حکومت کے اولین زمانہ میں ہی دوایرانی ماہرین کا برابرزمین وزراعت ولگان کے قوانین مالگذاری اور بٹائی کے قواعد مرتب کرنا تاریخ تک آ گیا۔امیر معاویہ کے عہد میں سرجون (SIR JOHN) کا قیام اور کاروبار پوشیدہ نہیں رہا ہے۔

بہرحال اصولِ فقہ،پہلی دفعہ مرتّب ومدوّن صورت میں امام شافعی کے سرلگائے گئے ہیں۔ان کے بعد رفتہ رفتہ ان پر اضافے اور اصلاحات جاری رہی ہیں لیکن اُن میں کا ایک بھی اصول ایسانہیں بتایا جاسکتا جو ہم اسلام سے پہلے ریکارڈ میں نہ دکھا سکیں۔آج کے غریب ومسکین مجتہدین کوتو اصول فقہ یاد بھی نہیں ہوتے۔ہمیں چونکہ روزانہ کم از کم دس گھنٹے مجتہد کے خلاف بولنا یا لکھنا ہوتا ہے اس لئے ہمیں وہ سب ازبر یاد ہوکر رہ گئے ہیں۔اور ہم ان کی جناتی زبان کو عام فہم زبان میں بدل کران پڑھ حضرات کو سمجھا دیتے ہیں۔یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اصول فقہ میں بڑے کام کی اور کارآمد باتیں ہیں۔ہمارے یہاں ان کو اس لئے باطل کہا جاتا ہے کہ مجتہداُن اصولوں کو قرآن اور صاحبانِ قرآن پر حاکم بنا کران کو اپنے اور اِن قواعد کے ماتحت رکھتا ہے۔اور قرآن وحدیث کو نامکمل قرار دے کراپنی قیادت قائم کرتا ہے اور ہمارے مذہب میں یہ سب کفر ہے۔

3۔شیعوں میں سب سے پہلا اور باقاعدہ مجتہد

اب ہم یہ کوشش کریں گے کہ مذہب شیعہ میں باقاعدہ اجتہاد کی ابتداء اور پہلا مجتہد متعین ہوجائے جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اوائل چہارم صدی ہجری میں،حالات نہایت پیچیدہ تھے اور پھر مجتہدین نے بھی اس زمانہ کے حالات کو اپنے اغراض کے لئے مزید الجھایا ہے تاکہ مجتہدین کی سازش کا پتہ نہ لگ جائے۔لہٰذا ہم مجبور ہیں کہ مجتہدین ہی کی تحریروں سے ان کے خلاف مواد جمع کریں اور جہاں تک ہومجتہدین کے ڈالے ہوئے پردے ہٹا کر حقیقت کو سامنے لایا جائے۔لہٰذا فی الحال ہم ایک مجتہد جناب سید محمد باقر موسوی کی کتاب۔''روضات الجنات''۔سے پیش کرتے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

محمد بن احمد بن الجنید البغدادی الملقّب بالکاتب المشتھر بالا سکافی بِکسر الھمزہ کما فی تو ضیح الا شتباہ نسبة الیٰ اِسکاف۔کان ھٰذَا الشیخ

محمد بن احمد بن الجنید بغداد کے رہنے والے تھے۔کاتب کے لقب سے پہچانے جاتے تھے انہیں اسکاف کی نسبت سے اسکافی مشہور کیا گیا ہے۔یہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے مذہب شیعہ

میں اجتہاد کی بنیاد رکھی اوراحکام شریعت کے لئے مخالفوں کے اصولِ فقہ کواختیار کیا،ظن وقیاس کومفید ثابت کیااوراس مسلک میں حسن ابن ابی عقیل کے پیرو تھے اور جناب محمد یعقوب کلینی کے ہم عصر تھے۔ان دونوں کوفقہاءحضرات قدیمین یعنی دوقدیم فقیہ کہتے ہیں۔ابن جنید نے علامہ کلینی کی مخالفت میں کافی احکام بیان کئے ہیں۔بعض مجتہدین نے ان دونوں کے مسائل میں سمجھوتہ کرانے اور دونوں کوحق پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔البتہ صاحب ترجمہ نے ابن جنید کی پیروی میں حد کردی تھی جنہوں نے ابن جنید کی فساد انگیز رائے کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ ان کی تائید میں ایک نیا ساز بڑی بلند آہنگی سے شروع کیا اورابوحنیفہ والے قیاسات کی کھل کراحکام میں اتباع کی اورنہایت کشادہ دلی ورغبت کے ساتھ ظن وگمان کے ساتھ استنباطات واجتہادات کئے مگر اہل حق میں سے اکثر نے اس مخالفت کی طرف توجہ نہیں دی اور جس نے سب سے پہلے ابن جنید کے قیاس وظن پرعمل کرنے کی تصریح کی ہے وہ ہمارے بزرگ علامہ طوسی علیہ الرحمۃ ہیں"۔

اَوّل مـن اَبـدَ عَ اَسـاسَ الاِجْتِهَـاد فـی احکـام الشـریعة واَحْسَنَ الظَّنَّ بِاُصول الفقه المخالفین مـن علماء الشیعة وتَبَعَ فی ذٰلک ظاهراً الحسن بـن ابـی عـقیـل العـمـانی المتقدم ذکره الستی والمعاصر لشیخنا الکلینی اذقل ماتقع المخالفة فی الفتاوٰی والاحکام بین ذینک الفقیهین ومن هـذه بـجهة یـجمع بینهما فی الذِکر فی کلمات فـقهاء نا بلفظِ القدِیمینِ اِلّا اَن صاحب التر جمة اَفْـرَطَ فـی متـابـعة هٰـذ ه الآراء الفاسدة وزاد فی الـطـنبـور نـغمة اخری فَعَمَلَ صریحاً بالقیاسات الـحـنـفیّة واعـتـمـد صبیـحـاً علی الا ستنباطات الـظـنیة بـحیـث قـد غَمَزَ فی حقّه من هذا الجهة کثیـر مـن اهـل الـحـق لَـمْ یَعْتنُوا بمخالفاتهِ الّتی عـلیها تطرق واوّل من صرّح بصحة هٰذه النسبة الیه شیخنا الطوسی رحمة الله تعالی علیه ۔الخ

4۔ابن جنید کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانے کی کوششیں

قارئین نے دیکھا کہ دراصل ابن جنید پہلے نمبر کے مجتہد نہیں بلکہ وہ تو جناب ابن ابی عقیل کے مسلک پر چلنے والے دوسرے نمبر کے مجتہد ہیں۔لہٰذا پہلا نمبر جناب ابن ابی عقیل کا ہے۔بہرحال یہ دوحضرات ہیں جنہوں نے مذہب شیعہ کے اولین باقاعدہ مجتہد ہونے کی سند پائی ہے۔ہم یہ عرض کریں گے کہ غیبت صغریٰ میں بہت سے لوگ مجتہدین کے لباس میں موجود تھے، جن کو پوشیدہ رکھا گیا۔اگر ہمیں وقت ملا تو ہم ان کی نقاب کشائی کریں گے حقیقت یہ ہے کہ مجتہد ہونا اوراجتہاد کرنا چونکہ تین سوسال تک ملتِ شیعہ میں ایک گالی،ایک کفر اور بدترین کردار تھا اس لئے کہ اجتہاد بلا قیاس وظن وتخمین وخرص اورذاتی رائے کے ناممکن ہے اوران تمام چیزوں کی متفقہ بین الفریقین یعنی شیعہ سنی احادیث میں بھرپور مذمت ہوئی ہے لہٰذا ہروہ شخص جس نے

شیعہ لیبل کے ساتھ اجتہاد کو اختیار کیا اس پر لازم تھا کہ گلا پھاڑ پھاڑ کر شور مچائے اور ضرورت و بلاضرورت اعلان کرے کہ میں ایسا اجتہاد کرتا ہوں جس میں قیاس اور رائے کو دخل نہیں ہوتا، میں ظن وتخمین کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا۔ چنانچہ مندرجہ بالا بیان میں جناب ابنِ جنید کی مذمت کی گئی ہے اور جس قدر مجتہدین شیعوں میں گذرے ان سب ہی نے جناب ابن جنید کی مذمت کی ہے لیکن وہ خود قیاس رائے اور ظن وتخمین اور استحسان واستصحاب کے ماتحت فتویٰ اور حکم دیتے رہے اور ان چیزوں کی مذمت بھی کرتے رہے۔ ہم ابنِ جنید کے لئے جو سب سے بُری بات اور جو سب سے بڑی مذمت کرتے ہیں یا کریں گے وہ اسی قدر ہے کہ وہ مجتہد تھے اور بس۔

ہم انہیں مکار و دغاباز وجعلساز وملت شیعہ کو تباہ کرنے والے نہیں کہتے بلکہ ان کی مذمت کرنے والے مجتہدین کو یہ سب اور اس سے بڑے الزام دیتے ہیں۔ ابن جنید نے جو کچھ کیا کھل کر لکھ دیا فریب نہیں دیا۔ انہوں نے کہا کہ اجتہاد بلا قیاس ورائے واستحسان کے ممکن ہی نہیں ہے مگر یہ فریب ساز لوگ اجتہاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بلا قیاس ورائے کے اجتہاد کرتے ہیں۔ یہ فریب ہے۔ **اور <u>دین میں فریب سازی کفر سے بدتر ہے</u>**۔ میرے نزدیک وہ شخص ہزار درجہ بہتر ہے جو یہ کہہ دے کہ بھائی مجھے فلاں معاملہ میں قرآن اور رسولؐ یا معصوؑمین کا حکم معلوم نہیں ہے البتہ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ ایسا اور ایسا کرلو تو میرے علم کا جہاں تک تعلق ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ اُس مکار شخص سے جو حکم تو اپنی ذاتی رائے اور قیاس سے دے اور ساری عمر دے اور سب کو سکھائے کہ اس طرح حکم دیا کرو اور زبان سے اور قلم سے یہ اعلان کرے کہ وہ حکمِ خدا اور رسولؐ ہے۔ اس حکم کی اطاعت واجب ہے اور اب اللہ کی طرف سے نہ صرف یہ کہ کوئی باز پرس نہ ہوگی بلکہ اجر وثواب ملے گا۔ ان دونوں آدمیوں میں بڑا فرق ہے۔ اُن میں پہلی قسم ابنِ جنید کی ہے اور دوسری قسم میں وہ مجتہدین شامل ہیں جو ابنِ جنید کی یا قیاس ورائے کی بناء پر ان کے اجتہادات کی مذمت کریں۔ اجتہاد اختیار کیا تو اس پر مکر وفریب کا پردہ کیوں ڈالا؟ ''پیار کیا تو ڈرنا کیا؟'' جب معصومین علیھم السلام اور قرآن کو چھوڑ کر کفر اختیار کرلیا تو اب مومنیت کے ڈھونگ کی کیا ضرورت ہے۔ چونکہ انہوں نے طریقہ طاغوتی کو طریقہ معصومینؑ بنانے کی جرأت کی ہے۔ لہٰذا ہمارے پاس مجتہدین کے ایسے گروہ کے لئے کوئی کلمۂ خیر نہیں ہے۔ ہم اُن کے اندر شر وفساد کے علاوہ کسی خیر کا شائبہ تک نہیں پاتے۔ بہت سے سادہ دل وپاک طینت علماء وعوام اس طرح اپیل کرتے ہیں کہ جناب ان لوگوں نے اغیار میں مذہب شیعہ کی تبلیغ کی، آئمہ علیھم السلام کے فضائل بیان کئے، بڑی بڑی کتابیں لکھیں، لہٰذا محمد احسن یا جناب محمد امین استر آبادی علیہ الرحمۃ کو ان کی مذمت اور بے دینی وغیرہ کا اعلان نہ کرنا چاہیئے۔ اس اپیل پر انہوں نے اپنی سادگی کی وجہ سے غور نہیں کیا۔ اگر وہ غور کرتے یا اب قارئین سوچیں کہ ان لوگوں نے ملتِ شیعہ میں رہ کر اقتدار وحکومت حاصل کی، جائیدادیں

بنائیں دن رات شیعوں کے مال اور کمائی سے عیش وراحت کی زندگی بسر کی، کیا ان کے ذمہ اس قدر بھی حقِ خدمت نہ تھا جس قدر ایک سنی عالم یا ایک ہندو اور عیسائی عالم پر اس وقت ہوتا ہے جسے جب کوئی فرد یا انجمن کسی شیعہ تقریب میں مدعو کر کے اس سے فضائل اہلبیتؑ سننے کا دعوت نامہ بھیجتی ہے یا کرایہ اور طعام وقیام کا انتظام کرتی ہے۔ کیا ہم مرحوم عالمِ حسن نظامی اعلیٰ اللہ مقامہ کو شیعہ سمجھ لیں؟۔ کیا ان تمام علماء کو شیعہ سمجھ لیں جو نہایت شان اور دھڑلّے کے ساتھ منبر پر فضائل بیان کرتے رہے؟۔ مجتہد سے فتویٰ طلب کیجئے وہ ہرگز کسی ایسے شخص یا جماعت کو حقیقی معنی میں شیعہ تسلیم نہ کرے گا جو فضائل و دلائل امامتؑ بیان کرتا رہا ہو۔ **<u>یہ ملعون تو تمام صوفیائے کرام کو شیعہ نہیں مانتے</u>** بلکہ ان پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ارے سیدھے سادے شیعہ بھائیو! انہوں نے تو حضرت علامہ محسن کاشانی پر کفر کا فتویٰ جڑا ہے یہ ہمارا مال کھاتے رہے ہیں اس لئے ان کا کہیں کہیں احتیاط سے فضائل بیان کر جانا حق الخذمت سے بھی بہت کم ہے۔ غور کریں کہ یہ غور طلب بات ہے۔ پھر ہم تو ان کے فضائل بیان کرنے کی پول بھی کھولیں گے، ان کی تبلیغ کا ذکر بھی کریں گے، ان کے نظام اور مکر کی دھجیاں بھی اڑائیں گے۔ ہم محمد امینؒ نہیں محمد احسن ہیں۔ ہماری فکر جداگانہ ہے، ہمارا زمانہ ترقی پسند ہے، ہمارے زمانہ میں حق کو قبول کرنے والے زیادہ ہیں، ہمارا زمانہ آزاد ہے، ہم اس نظام کے سربراہ ہیں جو طاغوت کے تمام محاذوں پر قدغن لگاتا ہے، جو نظامِ اجتہاد کا مدمقابل اور دشمن ہے۔ ہمارا ایمان اس قدر مضبوط ہے کہ ہم مندرجہ بالا قسم کے مجتہدین پر جنت حرام اور جہنم واجب سمجھتے ہیں۔ ایک ہندو جنتی ہوسکتا ہے، بے تعصب عیسائی اور یہودی وغیرہ لوگ جنتی ہوسکتے ہیں، لیکن ایک حقیقی مجتہد ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ (معاذ اللہ) اگر ایسا ہو گیا تو محمد احسن کو اس جنت کے بجائے جہنم قبول ہے جہاں مجتہد نہ ہو۔ میں ان کے ساتھ دنیا و آخرت میں کہیں شمار ہونا نہیں چاہتا البتہ اگر جناب ابنِ جنید کو خدا معاف کر کے جنت میں بھیج دے تو مجھے کراہت نہیں ہے اس لئے کہ انہوں نے اجتہاد کا جرم تو کیا ہے لیکن انہوں نے تعزیہ داری اور قیام عزائے اہل بیتؑ کے لئے جس فراخدلی سے فتاویٰ دیئے وہ ہم پر احسان ہے۔ **<u>یہ ناھنجار لوگ تو زنجیر کے ماتم کو حرام کہتے ہیں۔ مرثیہ کو سوز سے پڑھنے کو مسجد میں زنا کے برابر لکھتے ہیں۔</u>** خدا ان پر لعنت کرے اور ابنِ جنید کو بخش دے آمین۔ قارئین! ہمیں معاف فرمائیں کہ ہم پر وہ نشہ غالب آ گیا تھا۔ جو اہل بیت علیھم السلام کی محبت اور اُن کے دشمنوں سے عداوت کا لازمی نتیجہ ہے۔

<u>5۔ ابن جنید کی مذمت اور ستائش کرنے والے</u>

<u>پیرا نمبر ۳</u> میں جہاں ہم نے عربی بیان کو روک دیا ہے وہاں وہ رکتا نہیں ہے بلکہ وہ بڑھتا چلا گیا ہے۔ ہم اس میں سے

چند مقامات اردو میں دکھاتے ہیں تاکہ آپ بور نہ ہوں اور بات مختصر و عام فہم رہے۔

(الف) علامہ طوسی ابن جنید کی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی بہت سی تصنیفات ہیں ان میں سے ایک کا نام **تھذیب الشیعہ لاحکام الشریعہ** ہے۔ کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ اس کتاب کو آنے والے تمام مجتہدین نے چراغ راہ بنایا ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے شریعت کے احکام کو بڑی محنت سے مدون و آراستہ کیا تھا۔ پھر کہا کہ اسی قسم کی بیسیوں جلدیں لکھیں جن میں ایک کافی تعداد فقہا کے اصولوں پر علم فقہ میں تحریر کیں۔ یہاں تک کہ ان کی ایک ہزار کے قریب بنیادی چیزیں شمار کی گئی ہیں پھر شیخ مفید اور اسی مرتبہ کے لوگوں کی شہادتیں دی ہیں۔ شیخ نجاشی کی زبانی لکھا کہ بڑے بڑے بزرگ کہتے تھے کہ ابن جنید قیاس سے کام لیتے ہیں اور سب نے ان کو ان کی کتابوں کے لئے اجازت یعنی سندات دی تھیں اور کتاب خلاصہ میں علامہ نے لکھا ہے کہ ابن جنید پورے گروہ شیعہ کے **مُسلِّم الثّبُوت** سربراہ تھے۔ بہترین کتابوں کے مصنف تھے، ہمارے صحابہ میں بہترین حالات کے حامل تھے، نہایت قابل اعتماد اور جلیل القدر تھے، کثیر التصنیف تھے۔ علامہ طوسی یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ بھی مشہور ہے کہ ابن جنید کے پاس جناب امام مہدی آخر الزمانؑ کا کچھ مال و اسباب بھی محفوظ تھا۔

پھر علامہ طوسی نے ابنِ جنید کی کتاب کی حمد و ثنا کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کوئی بھی اس سے بہتر اور صحیح تر تصنیف شیعہ علماء کی نہیں دیکھی۔ نہ عبارت کے حسن میں نہ مضامین کی معنوی گہرائی اور متانت میں، اس کتاب میں اصول وفروع مذہبِ شیعہ پر بہترین دلائل قائم کئے ہیں۔ اور مذہبِ شیعہ کی طرزِ فکر و استدلال کو نمایاں کیا ہے۔ جیسے ہی کوئی ابن جنید کی اس کتاب پر گہری نظر ڈالے اور اس کے معانی و مفاہیم میں غور کرے تو اس پر ابنِ جنید کی علم و منزلت چھا جائے گی۔ انہوں نے اس کتاب میں وہ معارف پیش کر دیئے جو کسی دوسرے عالم کے یہاں سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد کہا کہ میں کہتا ہوں کہ مجھے ان کی تصنیفات میں سے ان کی کتاب بنام احمدی فی فقہ المحمد ی دیکھنے کا موقعہ ملا ہے وہ تہذیب الشیعہ کا مختصر ہے وہ ایک لاجواب کتاب ہے اور ابن جنید کے فضل کمال پر بولتا ہوا ثبوت ہے۔ اور فہم رسا کا انتہائی پیغام ہے۔ ان کی فقاہت اور سلجھی ہوئی جودتِ طبع کا اعلان ہے۔ اور میں نے بھی اپنی کتاب **مختلف الشیعۃ فی احکام الشریعۃ** میں اُن کے اختلافی مسائل اور اقوال کا ذکر کر دیا ہے۔ اب روضات الجنات والا مجتہد کہتا ہے کہ یہ جو کچھ علامہ طوسی نے ابنِ جنید کے حق میں لکھا ہے۔ اس سے اس کی انتہائی قدر و منزلت اور علمی بزرگی ثابت ہو جاتی ہے۔ اور ان کے زمانہ تک کے علماء پر فوقیت بھی اور ظن و قیاس کی نفی بھی ثابت ہوتی ہے۔ اور اب یہ ماننا پڑے گا کہ وہ جو قیاس اور رائے کا الزام لگایا تھا۔ اسکی صورت یہ ہوگی۔ کہ وہ اپنے مخالف کو اسی کے مذہب اور مسلک کے متعلق ملزم قرار دینے کے لئے قیاس و رائے کو دلیل بنا لیتے ہوں گے۔ چنانچہ کتاب العُدّہ میں اس کا ذکر کیا ہے اگرچہ وہاں ابن جنید کا نام نہیں لیا ہے۔ بہرحال مطلب یہی ہے کہ یہ انکشاف ہو گیا ہے کہ جب وہ اپنے یہاں کی بات

کرتے تھےتو ہرگز قیاس پر بنیاد نہ رکھتے تھے۔اور جب ان لوگوں سے بات ہوتی تھی۔جو پہلے ہی قیاس پر عامل تھے۔توان کوزچ کرتے اور مجرم ٹھہرانے کے لئے قیاس اوررائے کا استعمال کرتے تھے۔حالانکہ ان کا اپنا اعتقادرائے اورقیاس کے خلاف ہی رہتا تھا۔لہٰذالوگوں نے ان کے اس قسم کے مسائل اوراقوال کارڈوانکار کیا ہے۔اوران سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دیا ہے۔ اوران کی تمام کتابوں سے لاتعلقی ظاہر کی ہے۔اوران کی کتابوں میں سےایک کتاب **کشف تمویہ والالتباس علی اغمار الشیعۃ والقیاس** بھی ہےجوان کے حق میں قابل توجہ ہے۔اوراگروہ سب الزامات صحیح ہیں جومجتہدین نے ان پر لگائے ہیں۔توان سے ان کے زمانہ میں قیاس کوحرام سمجھنے میں توقف نہ کرنا چاہئے۔اورضرورت کی حدتک قیاس کا جواز مان لینا چاہئے۔اور جناب الشیخ محمد بن الشیخ حسن کا اس توثیق سے غافل رہ جانا جوعلامہ طوسی نے کی ہےاورمع قیاس کے کی ہے۔جس سے وہ فسق کرنے والوں میں شمار ہوجاتے ہیں۔یاکم ازکم جاہل ماننا پڑتا ہے۔جوغلط ہے۔لہٰذاایسا نہ کرنا چاہئے۔اور جناب علامہ طباطبائی نے اسی لئے اپنے عذرات کوابن جنید کے حق میں یوں پیش کیا ہے۔کہ ابن جنیداسی قسم کے قیاس پرعمل کرتے تھے جوشیعہ مجتہدین میں جائز ہےاوراپنی کتاب فوائد میں ابن جنید کی طرفداری کی ہےاورابن جنید کے خلاف جوکتاب النقض علیٰ ابن جنید لکھی گئی ہے۔ان کے اجتہاد بالرائے پر۔اس میں کہا گیا ہے۔کہ اس زمانہ میں ابن جنید سے قیاس اوررائے سے اجتہاد کرنے کی نسبت دیناوہ اس وقت کی ضرورت اورتقاضوں کونظرانداز کرتی ہے۔یہ تو واضح بات ہے کہ زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ساتھ مسائل میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ایسے بہت سے حقائق ہیں کہ قدیم علماء پرظاہر تھے۔اور بعدوالوں سے مخفی ہوگئے۔ان کا زمانہ قریب ترتھا۔بہت سے دلائل وبرہان ان کے سامنے تھے جوحالات بدلنے اورزمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ ضائع ہوگئے۔ اوراب اس زمانے میں یقیناً منتشر شدہ دلائل کوجمع کرکے وضاحت کرنا ضروری ہوگیا ہے یاپچھلے مسائل پرلوگوں کے اتفاق کا نئے سرے سے پتہ لگاناضروری ہے۔تاکہ شایداس سلسلے میں قیاسات سے مددمل سکے۔اورسید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے ان حدیثوں کے بارے میں جوایک ہی راوی نے بیان کی ہیں۔کہا ہے کہ ہمارے حدیث کے راوی اورحدیثیں لکھنے والے بھی قیاس سے کام لیتے تھے۔جیسا کہ فضل بن شاذان اوریونس بن عبدالرحمٰن اوردیگرمشہورومعروف لوگوں کی جماعت قیاس کرتی تھی۔اورشیخ کے بیان میں بھی جوانہوں نے **من لایحضرہ الفقیہ** میں لکھا ہے۔قیاس ہی کی طرف اشارہ ہے۔پوتے کی میراث کے مسئلہ میں اورماں باپ کی میراث کے متعلق۔جس پرابن جنید نے عذر کیا ہے۔لہٰذاابن جنید کو مذہب شیعہ سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔اس کی مدح وثناپر پچھلے لوگ متفق ہیں۔اس کی توثیق وتصدیق کرتے ہیں۔اس کی عدالت کومانتے ہیں۔ابن جنید **آلِ بویہ** کے عہدِحکومت اورمعزالدولۃ کے زمانہ میں تھے۔معزالدولہ خلیفہ طائع کا وزیر تھا جوعباسی خلیفہ تھا۔اورمعزالدولہ شیعہ بھی تھا عالم بھی تھا۔اوراس کی وزارت کے زمانہ میں مذہب شیعہ عام تھا۔بالکل کھلم کھلا اس پرعمل ہورہا تھا۔یہاں تک کہ معزالدولہ نے اہل

بغداد پر ماتم کرنا نوحہ اور بکا کرنا لازم کر دیا تھا۔عزاداری امام حسینؑ باقاعدہ ہوتی تھی ۔عاشورہ کے دن بازاروں میں چوراہوں پر اور پورے شہر میں جلوس عزاداری نکلتے تھے۔اور غدیر کی عید پر خوشیاں اور تقریبات منائی جاتی تھیں۔اور میدانوں میں جا کر نماز عید پڑھی جاتی تھی۔اور ابن جنید کے آخری ایام تک مذہب شیعہ کا عروج انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ایسے حالات میں ابن جنید کے متعلق کس طرح یہ تصور قائم کیا جا سکتا ہے۔کہ وہ مذہبِ شیعہ کے مقاصد کے خلاف عملدرآمد رکھتے تھے۔خصوصاً جب کہ تائید مذہب شیعہ کے لئے بہترین کتابیں لکھ رہے تھے ۔وہ اہل خلاف کو ان کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیتے تھے۔مخالف پر جہالت اور بے دینی کا الزام قائم کرتے تھے۔اگر ان کے متعلق علماء نے شبہات پیدا نہ کر دیئے ہوتے تو اس قسم کی باتیں ان کے خلاف سوچنے کا موقعہ نہ ملا ہوتا۔امام یافعی اہلسنت اور دیگران کے علماء نے بھی لکھا ہے کہ معزالدولہ تین سوستاون ہجری میں مرحوم ہوا۔اور اس کے اور ابوالحسن علی بن محمد السمری کی وفات کے درمیان' جو امامؑ کے سفیروں میں سے تھے۔اٹھائیس سال کا وقفہ ہے۔اس لئے کہ یہ سفیر امامؑ تین سو انتیس (۳۲۹) ہجری میں وفات پا چکے تھے۔اور اس کا تقاضہ ہے کہ ابن جنید کو غیبتِ صغریٰ کے صحابہ میں شمار کیا جائے۔اور سفرائے امامؑ کا ہم عصر مانا جائے۔

بلکہ نجاشی اور علامہ طوسی کے مطابق تو ابن جنید کو امامؑ کا وکیل ماننا ہوگا۔پھر یہ بھی قابل توجہ ہے کہ امامؑ کی طرف سے اور ان کے سفیروں کی طرف سے ابن جنید کے خلاف ایک بھی اعتراض نہیں ہوا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ قیاس اور رائے کو اختیار کر لینا ایسی ہی خطا یا غلطی تھی۔جیسی کہ اِس زمانہ میں فروعی مسائل میں خطا اور غلطی ہے۔اور جس طرح ان خطا کاروں کا عذر قبول کر لیا جاتا ہے۔تو ابن جنید کا عذر بھی قبول کرنا چاہیئے۔اور جب ہمارے بڑے بڑے مجتہدین اِسی قسم کے اختلاف اور خطاؤں سے دوچار رہے ہوں اور کسی نہ کسی طرح قیاس بھی کرتے رہے ہوں تو یہ کیسے جائز ہوگا کہ ابن جنید کو مع اس کی شاندار اور اثبات حق کرنے والی کتابوں کے مذہب شیعہ سے خارج وساقط کر دیا جائے۔چنانچہ جس طرح یہ مان لیا گیا ہے کہ عظیم ترین مجتہدین کا بنیادی مسائل میں اختلاف ان کو ساقط الاعتبار نہیں کرتا اور اس زمین وآسمان کے بُعد اور اختلاف کے باوجود ان کی عدالت اور ثقاہت تسلیم ہے تو ابن جنید ہی نے ایسی کون سی خطا کی ہے جو ان مجتہدین سے بڑھ گئی ہو جس کی وجہ سے اسے ساقط الاعتبار کر دیا جائے۔حالانکہ وہ تمام مجتہدین ان تمام اصول فقہ میں بھی اختلاف کرتے رہے اور آج بھی اختلاف کر رہے ہیں۔جن اصولوں پر فروعی مسائل کی بنیاد رکھی گئی ہے ۔یہ سب احاد قسم کی حدیثوں میں' اور استصحاب اور مفاہیم کے اخذ کرنے میں اور اصول فقہ کے مسئلوں میں مختلف الحال رہے ہیں۔یہاں تک کہ تلاش کرنے والے کو دو بھی ایسے مجتہد نہ ملیں گے جو اپنے تمام مسائل میں متفق ہوں۔حالانکہ اس مذہب پر سب مجتہدین متفق رہے ہیں جو ان اصول کے ماتحت تیار ہوتا ہے جن اصولوں کو خود ہی باطل کرتے رہے ہیں جب اصولوں کو باطل کرتے رہے تو وہ مذہب خود بخود باطل ہو گیا جو ان باطل شدہ اصولوں پر مبنی ہو۔لہٰذا

اس حیثیت سے تو تمام مجتہدین، ان کا مذہب، اوران کی کتابیں باطل ہوگئیں ۔(روضات الجنات صفحہ ۵۶۳ وغیرہ باب حرف میم) یہاں ابن جنید کے متعلق روضات کے تمام بیانات ختم ہو گئے ۔

6۔ابن جنیداور مجتہدین کے بیان پر تبصرہ

ہم نے ابن جنید کی جس حیثیت سے اور جس قدر تعریف کی اس سے زیادہ کی ہرگز گنجائش نہیں ہے ۔سابقہ طویل اقتباس میں جہاں جہاں مذمت یا مدح کی گئی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ مجتہدین کو اپنے اجتہادی مسلک کے تحفظ کی ضرورت تھی اوران بیانات سے انہیں تحفظ ہوجاتا ہے۔اس پورے بیان میں دو چیزوں کو تحفظ کی بنیاد بنایا گیا ہے، پہلی چیز یہ ہے کہ جنید صاحب کے عہد میں تعزیہ داری اور مذہب شیعہ کے رواسم علی الاعلان ہوتے تھے۔حالانکہ یہ تحریک تشیع کا ثمرہ تھا جس سے ابن جنیداور کسی دوسرے مجتہد کا کوئی تعلق نہیں ہے۔کسی مجتہد یا غیر مجتہد عالم کی کوششوں سے ملت شیعہ کا اقتدار قائم نہیں ہوا تھا۔یہ تو وہ جماعتیں تھیں جو مذہب کے جکڑ بند سے آزاد ہوکر دن رات مخالف حکومتوں سے برسر پیکار تھیں۔اور یہ سب کچھ بظاہر شیعہ صحابہ اور آئمہ اہل بیتؑ کے فتاویٰ واحکام کے خلاف کیا جارہا تھا۔وہ لوگ جو مقدس شیعہ کہلاتے تھے وہ ان سیاسی تحریکوں سے الگ تھلگ اپنی پٹائی اور ذلت وخواری پر قانع تھے۔مجتہد یا اخباری علماء دونوں اسی معطل اور قناعت پسند گروہ کے افراد تھے اور ہرگز کسی ایسے کام میں شریک نظر نہیں آتے جس کے نتیجے میں عرب، عراق، مصر، ویلم یا اندلس یا ہندوستان وسندھ میں شیعہ حکومت کا قیام ہوسکے۔اس تقدیر میں جکڑے ہوئے گروہ میں سوائے ان شیعوں کے جو حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کے ساتھ مل کر مذہب شیعہ کے ریکارڈ مرتب کررہے تھے باقی تمام گروہ ناکارہ اورنا قابل شمار ہیں۔ہم ان علماء وعوام کے سوا جو ریکارڈ جمع کرنے میں مصروف تھے باقی تمام شیعوں کی مذمت کرتے ہیں خواہ وہ چھپ کر نماز روزہ وغیرہ میں دن رات مصروف رہتے ہوں۔ہم صرف فداکاران مذہب شیعہ کا اعزاز واکرام کرتے ہیں باقی علماء ہوں یا عوام سب کی بلاتحاشہ نفی ومذمت کرتے ہیں۔لہٰذا ابن جنید ہوں یا ان کے ہم عصر علماء ہوں یا عوام ہوں۔ان سب کا مقام اس اصول پر مبنی ہے کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے مقاصد کو حاصل کرنے میں کہاں تک کوشاں تھا۔لہٰذا تحریکِ تشیّع کے متعینہ افراد کے سوا باقی تمام نام نہاد شیعہ محض شیعہ تو کہلا سکتے ہیں لیکن کسی کا کوئی قابل قدر وعزت مقام جب ہی شمار ہوگا جب وہ فہرست میں ہو۔رہ گئیں ابن جنید یا کسی اور کی کتابیں اگر ان میں قرآن وقولِ معصومؑ کے علاوہ کسی اور چیز کو بھی دلیل قطعی بنایا گیا ہے۔یا آئمہ علیہم السلام کا مقام غصب کرنے کے لئے اجتہاد کو اختیار کیا گیا ہے تو وہ تمام کتابیں اوران کے تمام مصنفین مذہب آئمہ علیہم السلام میں مردود وملعون ہیں۔رہ گئی اچھی اور مفید باتیں وہ حق الخدمت سے بھی کم ہیں۔پھر یہ کہ امامؑ کے سفراء اورزمانہ غیبت صغریٰ میں کسی خاص مجتہد یا مجتہدین کی مذمت کا پتہ نہ

لگنا۔اس کے لئے جہاں اور بہت سے اسباب ہیں۔ وہاں ایک عقلی سبب اور وجہ یہ ہے کہ مجتہدین نے مل کر ان مذمتوں کو ضرور چھپایا جس طرح ابن جنید کی مذمت کو رفتہ رفتہ مدح وثنا میں بدلنے کا ثبوت اس طویل اقتباس میں مل چکا ہے اور مقصد صرف یہ تھا کہ جس طرح ہو قیاس ورائے اور اجتہاد جائز ثابت ہو جائے۔لہٰذا جس جس شخص نے ابن جنید کی طرف سے صفائی پیش کر کے اجتہاد بالرائے وقیاس وظن وتخمین کی تائید کی ہے وہ سب مجتہدین میں شمار رہوں گے۔اور مجتہد کوئی بھی ہو وہ یقیناً مذہب شیعہ اور ولایت آئمہ اہل بیت علیھم السلام سے خارج ہے۔اور ہم اس حد تک جاتے ہیں کہ اگر سفرائے امام علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ ابن جنید اجتہادی مسلک رکھتا ہے اور اس علم کے بعد بھی انہوں نے اس کی مذمت نہیں کی تو یہ سفراء خود بھی مجتہد ثابت ہو کر مذہب شیعہ سے خارج ہو جائیں گے۔اور اگر واقعی حضرت حجۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیبت کبریٰ میں اپنے آخری سفیر کا بھی مقاطع کر دیا تھا۔اور ان سے ملاقات وتعلق منقطع کر لیا تھا۔**<u>ہر وہ شخص جس سے امامؑ اپنا تعلق منقطع کر لیں بلا شبہ مذہب شیعہ سے اور ولایت آئمہؑ سے خارج ہے</u>**۔خواہ وہ دن رات اپنے شیعہ ہونے کا ڈھول بجاتا رہے۔لہٰذا ہم کسی غیر معصوم شخصیت کو مذہب شیعہ یا مذہب شیعہ کا جز یا کل نہیں سمجھتے، ہر غلط کار اپنی غلطی کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا۔اور جو جس قدر بڑا کہلانا چاہے گا۔اس پر اسی تناسب سے سخت تر تنقید کی جائے گی اور اس کی غلطی کو اسی تناسب سے زیادہ مذموم قرار دیا جائے گا۔ہم خود کو یا کسی دوسرے شخص کو مذہب شیعہ نہیں سمجھتے خواہ ابن جنید ہوں یا محمد یعقوب کلینی ہوں۔شیخ مفید ہوں یا سید مرتضیٰ ہوں۔ یہ سب مذہب شیعہ کے ممبران تھے۔ان کا اچھا برا ہونا ان کے تصورات وافکار واعمال پر منحصر ہے۔اور یہ انحصار خود ساختہ معیار پر نہیں بلکہ قرآن ومعصومؐ کے معیار پر ہے۔مگر ان کی غلطیوں کو چھپانا گناہ ہے بلکہ گناہ کو آئندہ جاری رکھنے کا گناہ ہے۔ان کی بعض غلطیاں خدا معاف کر سکتا ہے لیکن ایسی غلطی جو آئمہ معصوم علیھم السلام کے مذہب کو مسمار کر دے ہرگز قابل معافی نہیں ہے۔جو جتنا زیادہ علم رکھتا ہوگا۔اس پر دنیا وآخرت میں اسی تناسب سے سخت تر مواخذہ ہوگا۔مواخذہ سے بری ہو جانے کے بعد اسی تناسب سے بلند درجہ ملے گا۔ہم کسی کے ساتھ اس کی غلط کاری میں شرکت کے لئے تیار نہیں ہیں۔اسی لئے تو ہم نے معصومؑ راہنماؤں کا دامن پکڑا تھا۔ورنہ دوسرا راستہ آسان بھی تھا اور دنیا میں سہولت کا ذمہ دار بھی تھا۔ہم نے ان صحابہ کو معاف نہ کیا جنہوں نے اہل بیت علیھم السلام کے خلاف سوچا اور عمل کیا۔حالانکہ ان میں سے کئی ایک نے رسولؐ اللہ کے ساتھ رہ کر اچھے کام بھی کئے مصیبتیں بھی اٹھائیں۔قربانیاں بھی دیں۔لیکن اہل بیتؑ کے مخالف تصورات واعمال کی بناء پر ہم نے یقین کیا کہ ان کے تمام اچھے اعمال ضائع ہو گئے۔تو بتایئے کہ ہم صرف لفظ شیخ یا سید یا علامہ وغیرہ کے رعب میں آ کر بدکاری کو قبول کر لیں؟ یہ نہ صرف بے دینی ہوگی بلکہ بے انصافی اور بے غیرتی بھی ہوگی۔

7۔ شیعوں میں مسلک اجتہاد کے دخول پر ایک اور بیان

روضات الجنات میں ایک اور بیان دیا گیا ہے جس سے شیعوں میں اجتہاد کے داخلہ کی تاریخ کا دوبارہ تعین ہوتا ہے۔ بیان مختصر ہے اس لئے عربی بھی لکھے دیتے ہیں۔ جس کا دل نہ چاہے نہ پڑھے فرمایا گیا کہ مذہب شیعہ کے احکام میں اور اُن کے اعمال میں اجتہاد کے طریقہ کا داخلہ اور فقہ کے مسائل میں اجتہاد کی جدّت پر ابن جنید اور حسن بن ابی عقیل کے حالات میں اشارہ گذر چکا ہے۔ یہاں پر آپ کی معلومات میں مزید اضافہ کے لئے وہ کچھ لکھا جاتا ہے۔ جو کہ کتاب تہذیب کی شرح کرنے والے نے اپنی اس شرح کے مقدمات میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے جہاں مجتہدین اور محدثین کا اختلاف بیان کیا ہے وہاں یہ بتاتے ہوئے کہ دلیل وسند کس چیز کو بنایا جاتا ہے، بتایا کہ مجتہد تو پانچ چیزوں کو بنیادی دلیل سمجھتے ہیں۔ کتاب، سنة، اجماع، دلیلِ عقلی اور استصحاب۔ ان پانچوں کی قسمیں اور تفصیل بیان کر کے کہا ہے کہ اخباری علماء کی جماعت مجتہدین کے اس طریقہ کی بنیاد ہی کا انکار کرتی ہے۔ اور مجتہدین کے بارے میں صرف عقل پر انحصار کرنا بہت مواقع پر مانتی ہے۔ جہاں مجتہدین نے آئمہ علیہم السلام کی نا قابل انکار اور سب کی مسلمہ احادیث کے خلاف اپنے مناظرانہ مباحثوں میں اصولی مباحثوں میں فیصلے کئے ہیں، اصول میں مخالف فیصلے کئے۔ مسائل فقہ میں مخالفت کی۔ حالانکہ علمِ کلام اور علمِ اصولِ فقہ اور فروع کے قوانین میں طے کیا تھا کہ ان کے خلاف نہ جائیں گے مثلاً عترۃ طاہرہ

وَاَمَّا حكاية حدوثِ طريقة الا جتهاد فى الاحكام بين الامامية ومبدء اعمالهم اِيَّاهُ فى المسائل الفقهيّة فقدمرّت الاشارة اليها فى ذيل ترجمتى الحسن بن ابى عقيل العمانى ومحمد بن الجنيد الا سكافى رضوان الله عليهما ۔ ونزيدك هنا تبيناً لذلك بما ذكره ايضاً الفاضل الشارح لكتاب التهذيب فى مقدمات كتاب شرحه المذكور حيث قال فى مقام بيان اختلاف المجتهدين والمحدثين فى تقرير مدارك الاحكام قال المجتهدون رضوان الله عليهم مستند الاحكام الخمسة الكتاب والسنة والاجماع ودليل لعقل والاستصحاب الٰى ان قال بعد بيان اقسام هذه الخمسة وانكار جماعة الا خبارئين فى اصل هذه الطريقة عليهم وقال الاخباريون ان اكتفاء المجتهدين بمجرد العقل فى كثير من المواضع خلاف الروايات المتواتره فى كثير من المباحث الكلامية والاصوليةوتفرعت على المخالفة فى الاصول المخالفة فى المسائل الفقهّية ولو التزمواعندتدوين الفنون الثلثة تصديرالابواب والفصول والمسائل مثلاً لكلام العتره الطاهرة ۔ثم توضيحها وتائيدها باعتبارات عقليّة لكان خيراً لهم ثم قالوا ان اول من عقل۔عن طريقة اصحاب الائمة اَواعتمد علٰى فن

کے کلام کے خلاف نہ کرنا طے کیا تھا۔اگر وہ عقلی وکلامی دلائل سے اہل بیتؑ کے کلام کی توضیح وتائید کرتے تو اُن کے لئے بہتر ہوتا۔اس سلسلہ میں جس نے سب سے پہلے آئمہؑ کے صحابہ کے طریقہ کے خلاف عقل سے کام لیا۔اورفن کلام اور علم اصول فقہ پر اعتماد کیا جواہل خلاف کے یہاں کے افکار عقلیہ پر دارومدار رکھتے ہیں۔اوراس کے ساتھ قیاس پر عمل شروع کیا وہ محمد بن احمد بن الجنید الاسکافی اورحسن بن ابی عقیل العمانی تھے ۔ پھر جناب شیخ مفید نےظہور کیا اور جوتصانیف اُن دونوں کی سامنے آئیں توظن وگمان کو پسندیدہ سمجھا۔اوراُن کے صحابہ نے بھی ایساہی کیا۔جن میں سے سید مرتضٰی اور شیخ طوسی تھے۔ان دونوں نے ابن جنید اورابن ابی عقیل کے طریقہ کو بعد والے علماء تک پہنچایا یہاں تک کہ علامہ کی نوبت آ گئی۔اورانہوں نے تو اپنی تصانیف میں اہل خلاف کےاُن اصولوں کولازم قرار دے دیا۔ پھرشہید اول وشہید ثانی نے خوب ڈٹ کراُن کی پیروی کی۔ اورجس نے سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا کہ ہمارے اصحاب کی اکثر احادیث ایسی ہیں جوان کتابوں سے ماخوذ ہیں جو آئمہؑ کے حکم سے لکھی گئیں تھیں اورسب کوانہیں یادکرنے اوراُن پر پوری ملت کوعمل کرنے کاحکم دیا تھا جن پر برابر عمل ہوتا رہا وہ شیخ علی ہیں ۔اور یہ کہ اُن پرغیبت کے زمانہ میں بھی عمل ہوگا۔اس کے بعد یہ بتایا ہے کہ مجتہد محمد بن ادریس حلّی نے سب سے پہلے اہل بیتؑ علیھم السلام کی اُن حدیثوں کونا قابل قبول قرار دیا جن کا صرف ایک ہی راوی ہواورکہا کہ اُن سے علم قطعی حاصل نہیں ہوتا۔ چونکہ ان میں عموماً ایسے قرائن نہیں ہوتے جن سے کوئی فیصلہ کن نتیجہ اخذ کیا جاسکے اوراسی قاعدہ پر شیخ الطائفہ علامہ طوسی اور سید مرتضٰی نے اور جوبھی اُن سے پہلے تھے عمل کیا ہے۔

الکلام وعلٰی اصول الفقھۃ المبتنین علٰی افکار العقلیۃالمتعارفۃ بین العامۃ محمدبن احمد بن الجنید العامل بالقیاس وحسن بن ابی عقیل العمانی المتکلم ولما ظھر الشیخ المفید وحسن الظّنّ بتصا نیفھما بین یدی اصحابہ ومنھم السید المرتضی والشیخ الطوسی شاعت طریقتھما متاخری اصحابنا قرناً فقرناً حتی وصلت القوبۃ الی العلامۃ الحلی والتزم فی تصانیفہ اکثرالقواعد الاصولیۃ العامۃ ثم تبعہ الشھیدان وشیخنا شیخ علی واوّل من زعم ان اکثر احادیث اصحابنا الماخوذہ من الاصول الّتی الفوھا یا مراصحاب العصمۃ وکانت متداولۃ بینھم وکانوا مامورین بحفظھا ونشرھا بین اصحابنا لتعمل بھا الطائفۃ لا سیمافی زمن الغیبۃ الکبریٰ اخبار الاحادخالیۃ عن القرائن الموحیۃ للقطع بورود ھاعن اصحاب العترۃ محمد بن ادریس الحلّی لذلک تکلم علٰی اکثر فتاویٰ الماخوذۃمن تلک الاصول وقد افتی رئیس الطائفۃ وعلم الھدیٰ ومن تقدم علیھما فی انہ لا یجوز العمل خبر الواحد الخالی عن القرینۃ الموجبۃ للقطع ..الخ

(روضات الجنات صفحہ ۵۹۰ . ۵۹۱)

8۔ مجتہدین تمام شیعہ علماء کو بھی مجتہد مشہور کرتے رہے ہیں

اِس بیان میں بھی یہ ثابت ہوگیا کہ اجتہاد کی ابتداء عباسی خلیفہ طائع للّٰہ کے زمانہ میں شروع ہوئی تھی ابن جنید اور ابن ابی عقیل پہلے مجتہد تھے۔ اور انہوں نے معزالدولہ کے دورِ وزارت میں حکومت کا تحفظ حاصل کیا۔ پھر اُن کی اتباع اور پیروی جناب الشیخ مفید اور سید مرتضٰی نے اختیار کی اور دونوں کے بعد اجتہاد شیعوں میں پھیلتا چلا گیا۔ یہاں تک بات بالکل صحیح ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ اس کے بعد تمام علمائے شیعہ اجتہاد میں مبتلا رہے یہ غلط ہے۔ ہر سر برآوردہ مجتہد کے مقابلہ پر ایک نہ ایک شیعہ عالم موجود رہا۔ جو اجتہاد کا ردو ابطال کرتا رہا۔ البتہ چونکہ مدارس اور ملّت پر مجتہد کو اقتدار حاصل رہا اور حکومتوں کی پشت پناہی و سرمایہ وتائید حاصل رہی اس لئے ہمارے علماء کو مجبوراً وہی نصاب پڑھنا پڑا جو مجتہدین نے سرکاری درسگاہوں میں جاری کیا تھا۔ جس طرح آج ایم۔اے کرنے کے لئے آپ کو مجبوراً اپنے بچوں کو اسکول اور کالج کے سوا اور کوئی دوسری راہ نہیں ملتی۔ لہٰذا ہمارے بچے بھی اجتہاد کی سند لے کر نکلتے اور باہر آ کر اپنے طریقے پر عمل کرتے اجتہاد کی دھجیاں اڑاتے۔ البتہ بعض کو ملازمت کے لئے اُن کی پارٹی میں شامل اور خاموش رہنا پڑا۔ بعض نے ایک درمیانی راہ اختیار کر لینا پسند کیا۔ بعض بالکل پکے مجتہد بن گئے۔ لہٰذا کسی عالم کو مجتہد قرار دینے کے لئے اُن اصول کو دیکھنا ہوگا جو اجتہاد کے لئے ضروری ہیں۔ اور جس نے اُن پر عمل کیا یا اُن کی عارضی یا مستقل تائید کی اُن سب کو مذہبِ اہل بیتؑ سے خارج سمجھنا چاہیئے۔ لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ مجتہدین جسے مجتہد کہیں یا لکھیں وہ مجتہد ہو۔ انھوں نے اکثر زبردست علماء کو اس لئے مجتہد لکھا اور کہا کہ اس طرح انہیں علماء وعوام کا تعاون حاصل ہوجائے۔ یہ بھی نوٹ کریں کہ بعض اخباری عالم بھی اس لئے خاموش رہے کہ اغیار میں ہنسی اڑائی جائے گی۔ قومی شیرازہ بندی مجروح ہوگی۔ یہ بڑی ہی سخت کمزوری تھی یہ بالکل اہل خلاف والی بات تھی۔ جس طرح انہوں نے طے کیا کہ ہم سب میں ملا کر اجتماعی طور پر حق موجود ہے۔ مگر کوئی ایک فرقہ حق پر نہیں ہے۔ یعنی اگر حنفیوں کو حق پر کہا جائے تو باقی تین فرقوں کو باطل پر ماننا پڑے گا۔ اگر نماز میں ہاتھ باندھنا ہی حق ہے تو مالکی نماز باطل ہوجائے گی۔ <u>**ہم مجتہدین اور مجتہد گروہ سے ہر قسم کا سمجھوتا باطل سمجھنے کا حکم دیتے ہیں۔ اگر آئمہ اہل بیتؑ حق پر تھے تو ان کے تمام مخالف باطل پر ہیں**</u>۔ یہ سُنی طریقہ ہے کہ اہل بیتؑ بھی حق پر ہیں اور اُن کے دشمن بھی حق پر ہیں۔ مجتہد باطل پر ہے اس سے کوئی سمجھوتہ بھی باطل ہے۔ ہاں وہ آگے بڑھے اور اعلان کرے کہ وہ اہل بیتؑ کی کسی فضیلت کا انکار نہ کرے گا، بے چُون چرا اُن کی ہر حدیث پر عمل کرے گا اور اپنی رائے اور قیاس واجتہاد کو اُن کے معاملہ میں داخل نہ کرے گا۔ ماتم، **خصوصاً زنجیر کا ماتم**، نوحہ ومرثیہ جائز سمجھے گا، تو ہم اسے سابقہ خطاؤں پر ماخوذ نہ کریں گے اور اُس کے لئے دعائے خیر کریں گے۔ ورنہ انہیں دنیا وآخرت میں اہلبیتؑ کا دشمن قرار دیں گے۔ مجتہدین نے اجتہاد کو جائز

کرنے اور حقیقی علمائے شیعہ کو مجتہد ثابت کرنے کے لئے بہت سی **کہانیاں اور خواب** گھڑ کر کتابوں میں لکھے عوام میں پھیلائے اور ایک نے دوسرے کی تائید کی، اپنی طرف سے کتابیں اور رسائل لکھے اور مشہور کیا کہ یہ فلاں عالم کی تصنیف ہے تا کہ اُن کے مسلک کو سہارا ملے۔ جھوٹے مناظرے لکھے تا کہ اجتہاد کی فوقیت ثابت کریں۔ حضرت حجتؑ کی طرف سے جعلی خطوط بنائے کہ قوم کو بتائیں کہ سرکارؑ امام اُن سے خوش ہیں۔ اُنہوں نے ہر وہ کام کیا جو مکروفریب کے لئے ضروری تھا۔ ہم نے تفصیل سے لکھا ہے کہ علامہ طوسی علیہ الرحمہ ہلاکو خان کے وزیر تھے، یہ تاریخی حقیقت ہے۔ انہوں نے مشہور کیا کہ وہ صرف بارہ دینار ماہانہ پر عراق میں شیخ مفید اور سید مرتضیٰ کے دروازے پر پڑے رہے اور اُن دونوں کے شاگرد تھے۔ انہوں نے حقائق کو مسخ کیا ہے۔

9۔ ابتدائی مجتہدین میں سے محمد بن احمد بن ادریس الحلّی العجلی

یہ بھی ابتدائی یا شیعوں میں اجتہاد کی بنیا درکھنے والوں میں سے ہیں جن کی پیروی ابن جنید اور ابن ابی عقیل کی طرح بعد میں جاری رہی۔ آپ کے نام کے ساتھ محقق علامہ، فخر الملت والدین لکھ کر ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ادریس الحلّی العجلی لکھا گیا ہے۔ یعنی یہ روضات الجنات کے مصنف محمد باقر موسوی کے نزدیک تمام شیعوں کے لئے اور دین اسلام کے لئے قابل فخر ہیں۔ اُن کی ایک زبردست کتاب کا نام السرائیر ہے۔ آپ کو فتویٰ دینے میں حادی لکھا ہے پھر فرمایا ہے کہ ہمارے بزرگ عالم شیخ سدید الدین الحمصی نے لکھا ہے کہ:۔"ھو مُخلط لا یعتمد علی تصنیفه قداثنی علیه علماؤ ناالمتاخرون واعتمدوا علیٰ کتابه ...الخ"، محمد بن احمد بن ادریس الحلی گڑبڑ کرنے والوں میں سے ہیں۔ اُن کی تصنیف پر اعتماد نہیں کیا جاتا ہے۔

اور اس کے بعد یہ بھی لکھا کہ ہمارے بعد والے علماء نے اُس پر اور اُس کی کتاب پر اور جو اصول اجتہاد اُس میں بیان کئے ہیں اُن پر اعتماد کیا ہے اور اُس کی حمد وثنا کی ہے۔ اور جناب مصطفیٰ نے ابن داؤد سے نقل کیا ہے کہ ابن ادریس حِلّہ کے مجتہدین کے بزرگ تھے۔ بہت بڑے عالم اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے مگر اہل بیت علیہم السلام کی احادیث کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ (اَعْرَضَ عن اخبار اهل البیت بالكليّة) انہوں نے ابن ادریس کو ضعفا یعنی نا قابل اعتبار علماء میں سے لکھا ہے۔ اس کے بعد سید مصطفیٰ نے کہا کہ وہ تو صرف احاد قسم کی حدیثوں کو قابل قبول نہیں سمجھتے تھے اور اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انہوں نے احادیث کا بالکل انکار کر دیا تھا۔ ورنہ سید مرتضیٰ کو بھی اُن ہی کے ساتھ شمار کرنا پڑے گا۔ وہ بھی احادیث احاد کو قبول نہ کرتے تھے۔ شیخ محمد بن نما ابن ادریس سے روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خالص مجتہد تھے اور صرف اجتہاد اُن کا مسلک تھا۔ اور اصول فقہ کے ماتحت رہنے والے فقیہ تھے۔ مطلب یہ کہ اُن میں حدیث کی پیروی کی بوتک نہ تھی۔ رہ گیا حدیث احاد پر عمل نہ کرنا اس میں وہ منفرد نہیں ہیں بلکہ ہمارے تمام جلیل القدر مجتہدین نے یہی راہ اختیار کی تھی جیسے سید مرتضیٰ علم الھدیٰ اور ابن زہرہ وابن قبہ

وغیرہ، اگر یہ عمل کسی عالم کو ضعیف الاعتقاد کردیتا ہے تو اُن سب کو ضعیف کہا جانا چاہیئے۔ شہید ثانی نے کہا ہے کہ ابن ادریس امام تھے، علامہ تھے، محقق تھے، فخر الدین تھے۔ اور شہید اول نے اپنی سندات میں لکھا کہ ابن نما اور سید فخار امام علامہ شیخ العلماء رئیس المذہب فخر الدین ابو عبداللہ محمد بن ادریس رضی اللہ عنہ کی تصنیفات (صفحہ ۶۹۸۔۶۹۹ روضات الجنات)۔

یہ حال ہے مجتہدین کا کہ مذمت اس لئے کرتے ہیں کہ اپنی حفاظت کریں اور مدح وثنا اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اجتہاد کی گاڑی چلتی رہے۔ حدیث کی قسمیں بنا کر کسی قسم کا انکار سراسر کفر ہے۔ جس پر عمل کرنے والوں کے قد وقامت اور شہرت کا حوالہ دے کر اپیل کی ہے کہ ابن ادریس کو ضعیف نہ کہا جائے۔ ضعیف تو انہیں بعض مجتہدین نے قرار دیا ہے، جو خود ضعیف تھے ہم تو حدیث کے منکر کو مذہب حقہ سے خارج سمجھتے ہیں۔ نہ علم الھدیٰ کے رعب میں آتے ہیں نہ ابن زہرہ کو نظروں میں سماتے ہیں۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جو خود آپس میں ایک دوسرے کے فتویٰ سے خارج از مذہب شیعہ ہیں۔ ہم دکھائیں گے کہ ان سب نے ایک دوسرے پر بے دینی کے فتویٰ دیئے ہیں۔

10۔ حضرت علامہ طوسی مجتہدین کی نظر میں

روضات الجنات میں جناب علامہ طوسی اعلی اللہ مقامہ کے متعلق جو کچھ مختلف مجتہدین کی زبانی کہا گیا ہے اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ عبارات کو اُن کی اپنی زبان میں لکھا جائے گا۔ ہمارا مقصد صرف اس قدر ہے کہ اجتہاد اور مجتہدین کی ابتداء اور مسلک اجتہاد کے لئے اولین مجتہدین کی محنت وکوشش نمایاں ہوجائے۔ **تاکہ آپ کو کوئی مجتہد یہ فریب نہ دے سکے کہ اجتہاد و مجتہدین آئمہ معصومینؑ کے زمانہ اور اُن کی رضامندی سے شیعوں میں ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں۔** چنانچہ سید محمد باقر موسوی لکھتے ہیں کہ محمد بن الحسن بن علی الطوسی کے القاب اس طرح لکھے ہیں کہ گروہ حق کے بزرگ ومذہب حق کے رئیس ابوجعفر الثالث۔ جلیل القدر عظیم المنز لت حقیقی معنی میں ثقہ علم الحدیث، علم الرجال، علم الفقہ وعلم الاصول اور علم الکلام علم الادب میں ماہر کمالات اور فنون کے مجسمہ اعمال وافکار اسلامیہ سے آراستہ تھے۔ شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان کے شاگرد تھے۔ ۳۸۵ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ ۴۶۰ھ چارسو ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔ وہ پہلے عالم تھے جو گناہ کبیرہ کی معافی کے قائل نہ تھے۔ بغداد میں جب فتنوں نے سر اٹھایا اور ان کی درباری کرسی جلادی گئی کتب خانہ خاک سیاہ کردیا گیا تو آپ نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے روضہ نجف کی طرف ہجرت کی۔ لولؤۃ البحرین میں لکھا گیا ہے کہ اب طوسی صاحب نے شیخ مفید کی شاگردی اختیار کی جب وہ نجف آگئے۔ اور شیخ مفید کے مرجانے کے بعد سید مرتضیٰ کی شاگردی کرلی۔ اس شاگردی کا مطلب قارئین اگلے جملے سے سمجھ جائیں گے یعنی ''وکان السید مرتضی یجری علیه فی کل شهرٍ اثنی عشر دیناراً کما یجری علی تلا مذ ته کل سنة'' سید

مرتضیٰ صاحب جناب طوسی علیہ الرحمہ کو ماہوار بارہ دینار دیا کرتے تھے جیسا کہ اپنے شاگردوں کو ہر سال دیتے رہتے تھے۔ مطلب یہ کہ اس علاقہ میں دیلمی حکومت کی طرف سے شیخ مفید اور پھر سید مرتضیٰ کو شیعوں پر اجارہ داری حاصل تھی۔ادھر روضہ کے انتظام کے لئے بھی روپیہ ملتا تھا۔خمس وزکوٰۃ کا مال اُن کے ہاتھ میں رہتا تھا۔لوگ روزی اور روٹی کے لئے شاگرد اور چمچے بننے پر مجبور تھے۔پھر لکھا کہ علامہ طوسی کے استاد اور بزرگ ابن الغزائری وغیرہ ہیں۔جن کا تذکرہ طوسی نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ علامہ طوسی کی بہت زیادہ تصنیفات ہیں جن کا تذکرہ فہرست کی کتابوں میں موجود ہے۔کہا گیا ہے کہ جب آپ ہجرت کر کے عراق آئے تو آپ کی عمر تیئیس (23) سال کی تھی اور سید مرتضیٰ کی عمر اس وقت ترپن (53) سال کی تھی۔اٹھائیس (28) سال دونوں وہاں ہم عصر رہے۔سید مرتضیٰ کے مرنے کے بعد شیخ طوسی علیہ الرحمہ چوبیس (24) سال اور زندہ رہے۔

یعنی آپ نے پچھتر (75) سال کی عمر پائی۔بعض علماء نے اُن کے اجازوں یعنی سندات میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔"یہ بزرگوار مذہب حق کے مطلق حاکم تھے۔حدیث اور فقہ میں امام تھے۔البتہ اُن کی تحریروں اور بیانات میں بہت زیادہ اختلافات وتضادات تھے۔اور انہیں اپنی حدیث کی دونوں کتابوں یعنی استبصار اور تہذیب الاحکام میں خبط عظیم ہو گیا تھا۔انہوں نے اُن کتابوں میں بعید ترین احتمالات اور نا قابل قبول توجیہات بھر دی ہیں۔اصول فقہ میں اُن کے خیالات بہت مختلف رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی مبسوط اور تحف العقول میں خود کو خالص مجتہد اور اصولی ثابت کر دیا ہے۔یہاں تک کھل کر اجتہاد کیا کہ قیاس اور استحسان کو اپناتے معلوم ہوئے ہیں۔ اور کتاب نھایة میں خالص اخباری یا محدث بن گئے ہیں۔ایسے کہ حدیث کے بغیر کوئی مسئلہ بھی اختیار کرنا غلط سمجھتے ہیں۔یہی تو وہ عملدرآمد ہے جو نہ روضات کے مصنف کی سمجھ میں آیا نہ کوئی اور سمجھا۔علمائے حق کے لئے بڑی مشکلات تھیں۔بہرحال آگے لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے اُن کی سندات میں حیران ہو کر لکھا ہے کہ وہ تقیہ کرتے وقت مسلکِ مجتہدین کے مطابق لکھ کر اِس اعتراض کا جواب دے دیتے تھے کہ شیعہ علماء فروعی قوانین اخذ کرنا نہیں جانتے۔انہیں استنباط واجتہاد آتا ہی نہیں ہے۔نہ اُنہیں عقلی استدلال آتا ہے۔نہ وہ روزافزوں تقاضوں کے لئے قوانین بنا سکتے ہیں۔علماء کے اس عذر پر روضات الجنات کے مصنف نے بگڑ کر کہا کہ جناب یہی عذر جناب ابن ادریس کے لئے کیوں نہ کیا گیا۔پھر کہا کہ دراصل نہ وہ اصل بات کا جواب دے سکے نہ اپنے جواب کو سمجھ سکے بات دراصل یہ ہے کہ علامہ طوسی کو بالکل متخالف ومتناقض حالات سے واسطہ پڑا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ علامہ نے ایک نیا ذہن پایا تھا۔انتہا کی فہم وفراست پائی تھی۔اور وہ زیادہ کتابیں لکھنے کے حریص تھے۔اور تالیفات کا انبار لگا دینا چاہتے تھے۔اور اسی وجہ سے غفلت اور بھول چوک کا شکار ہوئے۔کتاب تہذیب الاحکام کی تالیف اور حدیثوں کے لکھنے میں انہوں نے تحریف کی اور نقصان پہنچایا۔سنداتِ حدیث اور متن حدیث میں گڑبڑ کی اور جو شخص اُن تشبیہات کو دیکھے جو السید علامہ ہاشم بحرانی نے رجال تہذیب پر لکھی ہیں اور کتاب حدائق الناضرہ میں چوکنّا کیا ہے

تو پتہ چلے گا کہ علامہ طوسی کے ہاتھوں حدیث کی عبارتوں میں کتنا نقصان وقوع میں آیا ہے۔ یہاں تک کہ جس کسی نے علامہ طوسی کی کتابوں استبصار اور تہذیب الاحکام پر اعتماد کر کے کچھ لکھا اور دوسری حدیث کی کتابوں سے رجوع نہ کیا اس کے بیانات سراسر غلط ثابت ہوئے۔ جیسا کہ مدارک کے مصنف سے وقوع میں آتا چلا گیا۔ چنانچہ یہ تو صحیح ہے کہ جناب علامہ طوسی کی بزرگی اور علم الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ بہت ہی عجلت پسند تھے۔ تصنیف و تالیف کے بڑے لالچی تھے انہوں نے علمی مشاغل کا دائرہ حد سے زیادہ وسیع کر دیا تھا۔ درس و تدریس اور فتویٰ کا کام بہت بڑھا لیا تھا۔ ان حالات میں سہو و بھول چوک ہو جانا ممکن ہو گیا تھا۔ بہر حال اُن کا مقام بلند مسلّمہ ہے خدا اُن کو ہم سب کی طرف سے اور اپنی جانب سے جزا عطا کرے اور اسلام کی خدمت کا بہترین صلہ دے اور محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے یہاں ان کا مرتبہ بلند کرے۔ (یہ سارا بیان مکمل ہوا)

(روضات الجنات صفحہ ۵۸۰۔۵۸۱)

قارئین نے نوٹ کیا ہوگا کہ علامہ طوسی علیہ الرحمہ کا مشن یہ تھا کہ جس طرح ہو سکے ابن جنید، ابن ابی عقیل، محمد بن احمد بن ادریس الحلی العجلی اور شیخ مفید و سید مرتضیٰ کی اُن مجتہدانہ بنیادوں کو آہستہ آہستہ بتدریج ہلا دیں اور ایک دفعہ پھر حدیث و مذہب حقہ کو غالب کر دیں۔ چنانچہ اُن کے یہاں سے تنخواہ لی، شاگرد کہلائے اور رفتہ رفتہ اُن کی جگہ سنبھال لی۔ اور نظام اجتہاد کو کئی ایسی کروٹیں دیدیں کہ رفتہ رفتہ اس میں وہ قوت باقی نہ رہی جس سے وہ اٹھا تھا وہی دن تھا کہ اجتہاد میں انحطاط شروع ہوا۔

11۔ حضرت علامہ طوسی علیہ الرحمہ کے لئے دوسرا بیان

یہ بیان اس لئے لکھا جا رہا ہے تا کہ علامہ طوسی کے کردار کا تعلق اُن کے زمانہ کی تاریخ سے ہو جائے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

'' تُو جان لے کہ شیخ طوسی سے جو کچھ بھول چوک اور غلطیاں وقوع میں آئی ہیں اُس کا اصلی سبب اُن کا کثیر التصنیف والتالیف ہونا اور مشاغل دینیہ کی وسعت اور عظمت کی ذمہ داریاں اور ملت کے تمام علماء سے تعلق کا ہونا تھا اور یہ بات بھی درجہ یقین تک پہنچ گئی ہے کہ ان کے تیار کئے ہوئے علماء اور مجتہدین کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی۔ جن میں شیعہ علماء بھی تھے اور اہلسنت کو بھی درجہ اجتہاد تک پڑھایا تھا۔ وہ خلفائے بنی عباس کے زمانہ میں تھے اُن کیلئے دربار میں ایک خاص کرسی مقرر تھی جس پر جلوہ افروز ہو کر آپ مختلف علوم پر کلام کیا کرتے تھے اُن کی زیادہ تصانیف اُسی عہد کی ہیں۔ یہ خلفا شیعہ سُنّی دونوں قسم کے علماء کا اکرام کرتے تھے۔ شیخ کے زمانہ میں تقیہ ختم ہو چکا تھا اور دربار میں مباحثات ہوا کرتے تھے۔ اور اصول و فروع یعنی قوانین شیعہ تک علمی گفتگو اور مجالس ہوتی تھیں۔ چنانچہ ابن خلکان نے ایک کثیر جماعت کا ذکر کیا ہے اور شیعہ علماء کی شرکت کا حال لکھا ہے۔ اور اُن کی ایسی نمایاں حیثیت رہی تھی کہ اُسے چھپایا نہ جا سکا بلکہ تاریخ میں لکھنا پڑا۔ قاضی عبدالجبار اور باقلانی نیز شیخ مفید اور سید مرتضیٰ کے

مباحثے قلم بند کئے گئے ہیں اور خصوصاً علامہ طوسی سے مباحثوں کی تفصیل ابن خلکان نے لکھی ہے۔اس قسم کے مشاغل کی بنا پر علامہ طوسی سے بہت سی بھول چوک وقوع میں آئی ہے۔(یہ بیان میر داماد کا تھا) روضات صفحہ ۵۸۱) مختصر یہ ہے کہ کام چلانے کے لئے جو موزوں ہوا کہہ دیا پھر اس کے خلاف کہہ گذرے۔

12۔حضرت علامہ طوسی اعلیٰ اللہ مقامہ کے لئے ایک اور بیان

روضات الجنات کے مصنف اب ایک بیان جناب محقق خوانساری کی زبانی لکھتے ہیں کہ۔''علمائے شیعہ کے درمیان شیخ طوسی سے پہلے بالکل اختلاف نہیں تھا۔اس لئے کہ علمائے شیعہ کا عملدرآمد خالص احادیث پر تھا اور چونکہ کافی کی احادیث پر عمل کرنے سے اختلاف ممکن ہی نہیں ہے لیکن جب جناب طوسی نے احادیث کی کتابیں لکھیں اور اُن میں ایسی احادیث جمع کرڈالیں جن میں اختلاف ہی اختلاف تھا۔اور احکام وفتاویٰ بھی ایسے دے ڈالے جو آپس میں مختلف تھے تو مجتہدین میں اختلاف پھیل گیا اور فتوے تو شیخ کے قول سے مطابق کرنے کی کوشش شروع ہوگئی۔یعنی مختلف اقوال کے مطابق جب فتوے دینا شروع کردئے تو فتوؤں میں گڑبڑ مچ گئی۔اور جو فتویٰ اُن کے کسی بھی قول سے ملتا تھا، وہ تو سمجھو کہ کام ہی تمام کردیتا تھا۔اس بیان کو صاحب روضات نے بڑا متین قرار دیا ہے۔حالانکہ اجتہاد کی تباہی اسی سے ہوئی۔پھر جناب طباطبائی سے کہلواتے ہیں کہ:۔''جناب محمد بن حسن علی طوسی ابوجعفر ملت شیعہ کے سربراہ تھے۔حقیقی شریعت کا علم بلند کرنے والے تھے، آئمہ علیہم السلام کے بعد فرقہ شیعہ کے امام تھے، مذہب اور دین کے ہر ہر معاملہ میں شیعوں اور تمام امامیہ کے ستون تھے۔علم الاصول اور فروع کے محقق تھے۔عقلی ونقلی اصول کے سنوارنے اور تیار کرنے والے تھے۔حقیقی معنی میں ملت شیعہ کے حاکم تھے۔انسانی علوم اُن میں سمٹے ہوئے تھے اس لئے تمام انسانی طبقات کے راہ نما تھے۔(روضات صفحہ ۵۸۲) یہ ہے انتہائی تعریف جو جناب طوسی علیہ الرحمہ نے مجتہد کے قلم سے اپنے حق میں لکھوائی ہے۔

13۔علامہ محمد باقر مجلسی کے والد علامہ محمد تقی مجلسی اعلیٰ اللہ مقامھما کا ذکر

چونکہ یہ بھی اخباری عالم تھے۔اس لئے مذمت کے چند جملے سن لیں۔و رابعتها انّ **المجلسی الاول هو الباعث علی اتقاظ هذه الفتنة النائمة**...الخ۔اور چوتھی بات یہ کہ پہلے مجلسی صاحب اس سوتے ہوئے فتنے کو جگانے کا باعث ہوئے ہیں اس لئے کہ انہوں نے مختلف مقامات پر یہ اعتراف کرلیا ہے کہ کتاب فقہ امام رضا علیہ السلام یعنی **فقه الرضوی** سے فتویٰ دینے کی بنیاد شیخ صدوق علی بن بابویہ کی تصدیق اور فتاویٰ پر ہے۔جو انہوں نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے''۔
(روضات صفحہ۱۹۲) (یہ جملے ابوعبداللہ حسین السید حیدر بن قمر الحسینی الکرکی العاملی المعروف بالمجتہد کے بیان میں لکھے ہیں)

14۔علامہ محمد باقر مجلسی اعلی اللہ مقامہ کی مذمت بلا نام سُن لیں

چونکہ علامہ اخباری ہوتے ہوئے مجتہدین کی بھی عزت ومدارات کرتے تھے اس لئے اُن کو اُن کا جوصلہ ملا وہ ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے کہ :۔''مولانا مجلسی نے بڑی سوچ بچار کے بعد اپنے منہ کی گہرائی بلکہ قلم کی غلط روی سے بات کی ہے۔ایسے زبردست عالم سے اس عظیم الشان خبط الحواسی اور ایسی موٹی گڑ بڑ کا ظہور خود ان کے اپنے حسب حال ہے۔ (روضات الجنات صفحہ۱۹۱بابت حسین بن سید حیدر)

هُوَ بعد التّامل فی الاعماق من فم مولانا المجلسی بل قلمه المسامح فیه فحسب وکان السبب فی مثل صدور هذا الخبط العظیم والخلط الجسیم من مثل هذا الرجل علیم۔الخ

15۔شیخ نصیر الدین طوسی اور علامہ بہائی کو مجتہدین سے الگ کرلیں

چونکہ اخباری علماء تصوف اور صوفیائے کرام کو اپنی تحریک کا ایک عظیم الشان شعبہ سمجھتے ہیں اس لئے وہ صوفیا کی اندھا دھند مذمت نہیں کرتے بلکہ اپنے اور پرائے کو پہچان کر بات کرتے ہیں ۔ چنانچہ جن علمائے شیعہ نے جناب حسین بن منصور الصوفی المزھّد کی طرفداری کی تھی۔اُن کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ:۔

وہ تمام علماء جنھوں نے منصور حلاج کی بکواس کو بامعنی بنانے کے عذرات کئے ہیں ان میں سے ایک تو خواجہ نصیر الملت والدین طوسی ہیں جنہوں نے اس کے قول کہ میں خود حق ہوں (اناالحق) کے لئے عذر کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی انانیت کو بیچ سے ہٹا کر وحدانیت میں سے ثنویت کو الگ کردینا جیسے شاعر نے کہا تھا کہ تیرے میرے درمیان میری انانیت مزاحمت کرتی ہے لہٰذا میں اپنی خودی درمیان سے ہٹائے لیتا ہوں۔اور ہمارے بزرگ جناب بہائی نے اناالحق کو حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی میں بیان کردیا اور کہہ دیا کہ اگر ایک درخت (کوہ طور والا) خود اپنے لئے اناالحق کہہ سکتا ہے تو ایک محبت کرنے والا نیک بندہ کیوں نہیں کہہ سکتا۔اور مجالس المومنین میں نور اللہ شوستری نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ منصور حلاج عوام کو اہلبیتؑ سے وابستہ کیا کرتا تھا۔سچا شیعہ تھا،امامؑ کے ظہور کا اعلان کرتا تھا تاکہ پبلک خلافت عباسیہ کے خلاف ہوجائے۔انہوں نے جناب منصور پر تہمت لگا کر انہیں شہید کرادیا اور بعض نے حلاج کی طرفداری میں

اقول ومن جمله المعتذرین عن هفواته الباطلة من علماء الطائفة الشیعة هوالخواجه نصیر الملت والدین الطوسی حیث یقول ان مراد الحلاج لقوله انا الحق دفع اِلانیَّةِ دون الاثنیة کماقال الشاعر بینی وبینک اِنّی یزاحمنی + فادفع بفضلک اِنّیَ مِنَ البین والشیخنا البهائی حیث حملها علی المجاز مستشهداً فیه لقوله۔ رواباشد انا الحق از درختے۔چرا نبود از نیک بختے (باقی کا ترجمہ لکھیں گے)

یہ کہا کہ اس میں قلت صبر اور راز ور موز کو ظاہر کر دینے کے سوا کوئی خامی نہ تھی''۔(روضات الجنات صفحہ ۲۲۷)

قارئین نوٹ کریں کہ مجتہدین ہرگز صوفیائے کرام کے طرفدار نہیں ہوتے۔ وہ تو دراصل ہر اُس شخص کے دشمن ہوتے ہیں جو محمدؐ و آلِ محمدؐ سے محبت کرتا ہو۔ یہ بھی سمجھ لیں کہ منصور کے قتل سے جو شخص راضی اور خوش تھا وہ یقیناً ملعون ہے۔ خواہ اس کے خود ساختہ القاب کتنے ہی لمبے چوڑے ہوں خواہ اس نے مذہب شیعہ کی ظاہری تائید میں لاکھوں صفحات کالے کئے ہوں۔ وہ شقی القلب اور جہنمی ہے۔ شیعہ علماء اپنے مذہب کے صوفیا کی تائید کرتے ہیں۔

16۔علامہ محمد امین استر آبادی رضی اللہ عنہ کی مذمت

یہ وہ عالم ہیں جنہوں نے مجتہدین اور اجتہاد کی وہ تمام دیواریں منہدم کر دی تھیں جو اُنہوں نے اپنے منصوبہ کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اپنے چاروں طرف بطور حصار بنائی تھیں۔ ہم اُن کے بیانات سے اجتہاد کا ردّ و ابطال پیش کرنے والے ہیں۔ وہاں آپ اُن کی محتاط زبان اور متانت ملاحظہ فرمائیں گے۔ ہر مجتہد کے نام کے ساتھ انہوں نے القاب و آداب واحترام کے الفاظ لکھے ہیں۔ جس کا عیوض مندرجہ ذیل مذمت میں نہایت غلیظ زبان میں دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے طے کیا کہ اس طبقے کے لئے کلمہ خیر کہنا حرام ہے۔ سنئے فرماتے ہیں کہ:۔

۔''وہ فاضل جو فضول تھا۔ وہ مجتہد جو بناوٹی صاحب اصول تھا۔ جو اپنی عادتوں کا عالم تھا۔ اور گنواروں کا دل رکھتا تھا۔ محمد امین اخباری استر آباد کا رہنے والا تھا۔ اپنے کاروبار سے پہلے وہ دائرہ اجتہاد میں داخل ہوا اور اپنے استادوں کے مسلک و مذہب پر چلا اور اپنے ذہن کی نقادیت اور فہم کی گہرائیوں سے سب سے لوہا منوایا۔ یہاں تک کہ اسے مدارک کے مصنف اور معالم کے لکھنے والوں نے سند عطا کی۔ میں نے وہ سند خود پڑھی ہے۔ اس میں محمد امین کی انتہائی قدر و منزلت اور علم کا ثبوت ہے۔ جو چھوٹی سی عمر میں اس شخص نے حاصل کر لی تھی۔ مگر وہ دونوں یہ نہ سمجھے کہ یہ شخص کیا کیا گل کھلائے گا۔ اور کس طرح شیطان کے قابو میں آ جائے گا۔ اور گمراہیوں اور دل کے کھوٹ میں مبتلا ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اپنے استادوں کا مسلک ترک کر دے گا۔ اور اپنے استاد کا عاق یا باغی ہو جائے گا۔ اُس نے اہل حق کے اندر نفاق اور اختلاف کی بنیادیں رکھیں۔ اس نے افتراق اور فتنہ کی ایسی آگ جلائی جو قیامت تک بھی نہ بجھے گی''۔(روضات الجنات صفحہ ۳۳۔۳۴)

> وما منحه سلطان الهوى من سليقة ارباب الزيغ والضلال حتٰى ترك طريقة اشياخه الحقة وارتكب عقوق اسلافه المحقة فاخذ فى تخريب قواعد الدين وشرع فى تثريب جماعة المجتهدين ولم يال جهداً فى حماية الحشوية ولا ترك صنعاً لصناعة الاخبارية وَاَسَّسَ بين اهل الحق اساس الخلاف والنفاق واو قد نائرة الفتنة والشقاق الى ميعاد يوم التلاق (الخ)

17۔ مجتہد کبھی اور کسی حال میں سچ نہیں بولتا

اس بیان میں جو بڑے سے بڑا الزام اور گناہ ہے وہ یہ ہے کہ محمد امین رضی اللہ عنہ نے تعلیم کے لئے اُسی مدرسہ کو اختیار کیا جو شیعہ مذہب کے نام پر دینی مدرسہ تھا۔ یہ اُن کی وہی مجبوری تھی کہ دوسرا کوئی راستہ نہ تھا جس سے علم کی سند مل سکے اور کوئی جاہل نہ کہہ سکے۔ سند لینے کے بعد اُنہوں نے اپنا مذہب بحال رکھا۔ یعنی استادوں کے ہاتھ اپنا دین نہیں فروخت کیا اس بناء پر انہیں عاق قرار دیا گیا۔ جو ٹھیک ہے۔ وہ اپنے استادوں سے باغی تھے۔ قارئین سوچیں کہ مجتہدین سے بہتر تو وہ عیسائی علماء ہوتے ہیں جو مشنری سکولوں میں انتہائی اخلاق سے انتہائی تعلیم دے کر بھی مذہب کو بدلنے پر زور نہیں دیتے۔ لاکھوں مسلمان مشن اسکولوں میں پڑھے اور مسلمان رہے۔ کسی عیسائی عالم نے اُن کی مذمت نہیں کی یعنی مجتہدین تعلیم کے بدلے میں مذہب خریدتے تھے پھر یہ جو کہا کہ محمد امین رضی اللہ عنہ نے شیعوں میں اختلاف کی بنیاد رکھی یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اختلاف تو سب سے پہلے مجتہدین نے شروع کیا۔ رہ گئی مجتہدین کی مذمت تو سب سے پہلے شیخ مفید اور سید مرتضیٰ نے جناب شیخ صدوق رضی اللہ عنہ کی نہ صرف مذمت کی بلکہ بلا سوچے سمجھے اُن کے خلاف لکھا اور انہیں پبلک میں بدنام کیا۔ یہ شیخ وسید وہ دونوں اشخاص ہیں جنہوں نے باقاعدہ علمائے شیعہ کے خلاف محاذ بنایا اور ابن جنید اور ابن ابی عقیل کے عارضی پروگرام کو استقلال سے ملتِ شیعہ میں جاری کیا۔ روضہ امیر المومنین علیہ السلام کے حرم میں اس طاغوتی نظام کا درس جاری کیا۔

18۔ سید مرتضیٰ، ابن ادریس کی طرح احادیث کی جگہ اپنی عقل سے مسائل گھڑتے تھے

صاحب لؤلؤۃ البحرین نے لکھا ہے کہ یوں تو سید مرتضیٰ بڑی عظمت وجلال کے حامل تھے۔

مگر وہ صرف مجتہد تھے اور خالص اصول فقہ کے پیرو تھے۔ معصومین علیہم السلام کی حدیث سے بہت کم تعلق رکھتے تھے۔ اُن سے احکام اور مسائل پر دلیل نہ لاتے تھے۔ عموماً عقلی دلائل سے احکام ومسائل جاری کرتے تھے۔ اُن کا یہ طریقہ اُن لوگوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا جو اُن کی فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ البتہ اُن کے متعلق یہ خبر مشہور ہوگئی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے یہ احادیث تو احاد ہیں۔ یعنی ایک ہی ایک راوی کی بیان کی ہوئی ہیں۔ نہ ان سے علم صحیح حاصل ہوتا ہے نہ اُن پر عمل کا انحصار کیا جاسکتا ہے۔ اُن کا یہ عمل درآمد بالکل ابن ادریس کی طرح کا تھا"۔ (روضات الجنات صفحہ ۳۸۵)

> اِنہ کان مجتھدا صِرفاً و اصولیاً بحتاً قلیل التعلق فی استدلال بالاخبار و انما یتعلق بالا دلّۃ العقلیّۃ کمالا یخفی علیٰ من راجع کتبہ الفقھیہ ۔ والظاھر انَّ ذلک نباء علیٰ ما اشتھر نقلہ عنہ من حکمہ بِاَنَّ ھذہ الاخبار اخبار احاد ولا توجب علماً ولا عملاً کما ھُوَ طریقۃ ابن ادریس"۔ (روضات ۳۸۵)

یہ ہے وہ پہلا موٹا سید جس نے آنحضرتؐ اورآئمہ معصومین علیہم السلام سے بغاوت کی۔اُن کی اولاد میں ہونے کا اعلان کیا۔اُن کے نام پرمزے اڑائے اوراُن کے اقوال واحادیث کو چھوڑ کراپنے اقوال کودین سمجھااور خلق خدا کی گمراہی کا سبب بنا۔

19۔شیخ مفیداورمرتضٰی نے علمائے شیعہ کی مذمت کوجاری کیا تھا

ان دونوں شیخ وسید نے مل کر مذہب شیعہ کی تخریب اور علمائے حقہ کی مذمت کا درس جاری کیا اورایسی بنیاد رکھی جس پر اہل خلاف کے مذہب کوشیعہ لیبل سے پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا۔اور بعدوالوں نے اُن کے رویہ کو عادتاً اختیار کرلیا۔ چنانچہ صاحب روضات الجنات علامہ بحرانی کے قلم سے لکھتے ہیں کہ:۔

۔''تعجب تو یہ ہے کہ شیخ ابراہیم قطیفی باوجود معارضہ اورتناقض بیان کرنے کے شیخ کرکی سے روایت بھی کرتا ہے اوراُن کے خلاف بیانات بھی دیتا ہے اورجیسا کہ علماء کی عادت رہی ہے۔اُن کو جہالت سے بھی نسبت دیتا ہے۔یہاں تک کہ اس نے شیخ علی الکرکی کے خلاف ایک رسالہ لکھا جس میں اُن کی تردید کی اورکئی علماء کے اقوال لکھے مثلاً مرزا عبداللہ آفندی جنہوں نے اپنے استاد علامہ مجلسی کی طرف سے کہا کہ وہ علامہ علی الکرکی کی کسی فضیلت کے قائل نہ تھے۔اوراُن کی بے دینی مانتے تھے۔بہت سے افترآت کے بعد آخر کہا کہ یہ تو ایک طریقہ ہی ہے۔جس پر ہمارے علماء چلتے رہے کہ ایک دوسرے کی خطائیں اورمذمتیں پھیلائیں۔ اورآپس میں ایک دوسرے کے احکام میں غلطیاں نکالیں اورایک دوسرے کو جاہل قرار دیا۔ایک دوسرے کی عدالت میں عیب نکالا۔ جیسا کہ میں نے علی بن محمد بن حسن کے ایک رسالہ میں دیکھا جس میں انہوں نے محمد باقر خراسانی کا رد کیا ہے جو کفایہ کے مؤلف تھے۔ اورجس کا بیان کرنا بھی بدتمیزی ہے۔اوراسی

> ولکن هذه الطریقة قدجری علیه جملة من العلماء من تخطیئة بعضهم بعضاً فی المسائل وربّما اتجری الی تجهیل والطعن فی العدالة کما وقفتُ علیه فی رسالة للشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ حسن صاحب حاشیه شرح اللّمة فی ردّ علٰی المولٰی محمد باقر الخراسانی صاحب الکفایة والطعن فیه بما یستقبح نقله ومادقع لشیخنا المفید والسید المرتضی بِنَاء عَلَی الخلاف فی المصنف فی الرّدّ عَلّی الصدوق فی مسألة جواز السّهو عَلَی المعصومین من الطعن الموجب للتجهیل وما وقع المحقق والعلامة فی الرد علی ابن ادریس والتعریض به ولسبة الی الجهل ونحوذلک (روضات الجنات صفحہ۱۱۷)

طرح شیخ مفیداورسید مرتضٰی کا معاملہ ہے کہ انہوں نے معصومینؑ سے سہو ونسیان کے مسئلہ پر جناب شیخ صدوق کی رد وقدح اورطعن وطنز کئے جن سے صدوق کو جاہل ثابت کیا۔اسی طرح محقق طوسی اورعلامہ طوسی نے ابن ادریس پر رد وقدح کی اوراُسے

جہالت سے نسبت دی۔ یہ طرزِ عمل تو شروع سے علماء میں جاری رہتا چلا آیا ہے''۔

قارئین نوٹ کرلیں کہ جناب محمد امین استر آبادی پر شیعوں میں اختلاف پیدا کرنے اور علماء کی مذمت کی ابتداء کرنے کا اتہام سب سے بڑا جھوٹ تھا جو مجتہدین کی طرف سے بولا گیا۔ ابتداء کرنے والے تو شیخ مفید اور اُن کے سید مرتضٰی ہیں۔

20۔ دلائل اربع مجتہدین نے کہاں سے اختیار کئے تھے؟

آپ نے سابقہ صفحات میں مجتہدین کے دلائل اربع یعنی کتاب وسنۃ واجماع اور دلیل عقلی کا ذکر بار بار پڑھا تھا۔ یہاں یہ دیکھ لیں کہ جس طرح اصول فقہ مخالف محاذ کے یہاں سے لئے گئے بالکل اسی طرح یہ چاروں ماخذ بھی اہل خلاف ہی کے یہاں سے لائے گئے تھے۔ سنئے لکھا ہے کہ:۔

۔''جس شخص نے سب سے پہلے یہ کہا کہ حق چار وجوہ سے پہچانا جاتا ہے ۔کتاب ،متفق علیہ حدیث عقل اور اجماع سے وہ ہے ابو حذیفہ واصل بن عطا جسے سب سے پہلے معتزلی کا نام دیا گیا ہے''۔اس کے ذکر میں لکھا ہے کہ گمراہوں کا رئیس، معتزلیوں کا پادری واصل بن عطا مدینہ کا رہنے والا تابعی کنیت ابو حذیفہ غزالی۔

اوّل من قال الحق يُعرف من وجوه اربعة ۔١۔ کتاب الناطق ۔٢۔ وخبر مجمع علیه ۔٣۔ وحجة عقل ۔ ۴۔ والاجماع اُمة ابو حذیفه واصل بن عطا اوّل من سمی معتزلیاً (روضات صفحه ٣۴۵) رئیس اصحاب الضلال والقسیس ارباب الاعتزال واصل بن عطا المَدَنِیّ التابعی المعتزلی المکنی بابی حذیفه الغزالی (روضات ٧٦٩)

21۔ اصول فقہ شیعہ لیبل کے مجتہدین نے کہاں سے لئے

مجتہدین کے لئے ہم نے بار بار کہا ہے کہ وہ ہمارے دشمن محاذ کے افراد تھے۔ جو تحریک تشیع کو روکنے کے لئے شیعوں میں شیعہ بن کر داخل ہوئے تھے۔ پھر اُن کی اولاد اور شاگردوں کا سلسلہ ملت شیعہ میں چلتا رہا۔ یہ لوگ ہمیشہ مخالف محاذ کا سامان استعمال کرتے رہے۔ چنانچہ اُن کے مذہب کی بنیاد جن اصولوں پر ہے اُن کے لئے ان کا اقرار و تحریر ملاحظہ ہو لکھا گیا ہے کہ:۔

اوّل مَن صَنَّفَ فی اصول الفقه الشافعی بالاجماع ''۔اور حاشیہ جلی قلم سے لکھا کہ:۔

اوّل من کتب فی اصول الفقه''۔(روضات الجنات صفحہ ٣۴۵)۔''تمام علماء کا اتفاق و اجماع ہے کہ اصول فقہ کو سب سے پہلے امام شافعی نے تصنیف کیا تھا۔ اس کی وضاحت روضات الجنات کے مصنف نے حاشیہ میں بھی کی ہے''۔

عنوان نمبر 22 تا 27

- اجتہاد اور مجتہدین پر کتاب مفتاح الشفاعۃ سے چند نوٹس و ریمارکس
- مجتہدین اور اُن کا اجتہاد ہمیشہ سے آئمہ معصومینؑ سے لاتعلق
- مجتہدین کی مذمت مجتہدین کے قلم سے
- مجتہدین کا پیش کردہ علمائے شیعہ کا حال ونقشہ
- مذہب شیعہ میں اجتہاد و مجتہد کی کہانی
- فقہ کی اولین اور مستند کتاب
- اجتہادی احکام کے باطل ہونے کا ثبوت
- اجتہاد کی وجہ سے حدیث سے جاہل عالم
- حکمِ معصومینؑ کے خلاف مجتہدین کا نفرت انگیز رویہ

22۔اجتہاد اور مجتہدین پر رواں دواں ریمارکس

یہاں سے ہم جناب علامہ سید محمد مرتضیٰ جونپوری اعلی اللہ مقامہ کی کتاب مفتاح الشفاعۃ سے چند نوٹس اور ریمارکس لکھتے ہیں۔علامہ صاحب نے مجتہدین اور اخبارئین کے لئے ملت شیعہ کو ہموار کرنے کیلئے کوشش کی ہے کہ اُن دونوں قسم کے علماء کو حق پر سمجھا جائے تاکہ آئندہ فرقہ شیعہ میں اختلاف نہ رہے۔حالانکہ اب اُن کے علم میں کوئی اخباری عالم موجود ہے نہ اس کی اطلاع ہی کسی کو ہے کہ اخباری کیا ہوتا ہے۔لہٰذا مطلب یہ تھا کہ کسی طرح ملت شیعہ میں اجتہاد بلا رکاوٹ جاری رہ سکے۔بہرحال علامہ نے بڑی ہی کوشش کی ہے کہ مجتہدین کو حق پر ثابت کریں اور اُن کے تمام اختلافات پر پردہ ڈال دیں۔اس کے باوجود جو کچھ اُن کے قلم سے نکل گیا وہ کافی ہے۔یہ جاننے کے لئے کہ مجتہدین کا مذہب شیعہ اور آئمہ اہل بیتؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔بہرحال علامہ نے مفتاح الشفاعۃ میں شروع کے بارہ محدثین کے مختصر حالات لکھے ہیں اور اس کے بعد پہلے دو مجتہدین یعنی محمد بن احمد بن جنید کو اور ابن ابی عقیل کو چھوڑ کر شیخ مفید سے بارہ مجتہدین کے حالات لکھے ہیں۔اُن کی اردو چونکہ شروع کے زمانہ کی ہے اور مشکل الفاظ لانے کی وجہ سے تقریباً جناتی زبان بن جاتی ہے۔اس لئے پہلا بیان نمونہ کے لئے اُن ہی کی اردو میں لکھیں گے اور پھر سیدھی سادی اردو میں بدل کر دکھائیں گے۔

(الف) آئمہ کے زمانہ میں غیبت صغریٰ تک کوئی مجتہد شیعوں میں موجود نہ تھا

''میں ذکر محدثین میں اقوال اصولئین کے اور ذکر اصولئین میں اقوال محدثین کے مقدم کرتا ہوں۔اور پہلے ذکر اخبارئین کا اس وجہ سے میں نے شروع کیا ہے۔کہ زمانِ آئمہ معصومین علیہم السلام میں تا اوائل زمانِ غیبت کبریٰ سب شیعہ اخباری تھے۔اور کوئی ان میں اصولی (یعنی مجتہد) نہ تھا۔اور یہ امر محتاج کسی دلیل کا نہیں ہے۔اس لئے کہ شیعہ معصومؑ سے حدیث سنتے تھے۔اور باخود ہا عمل کرتے تھے۔اور جناب سید نعمۃ اللہ جزائری رحمۃ اللہ کتاب زہرالربیع ذکر اختلاف اصولئین واخبارئین میں لکھتے ہیں۔''کہ اکثر امامیہ اخبارئین تھے''۔انتھی غیبت کبریٰ جب واقع ہوئی تو بغرض الزام مخالفین ودیگر وجوہ سے ضرورت اجتہاد کی واقع ہوئی۔لیکن اخبارئین اپنے طریقہ (شیعہ مذہب) پر قائم رہے (یعنی مجتہدین نے سابقہ طریقہ یا مذہب چھوڑ دیا) اور اس وجہ سے مسلک محدثین افضل واحوط مسالک ہے''۔(مفتاح الشفاعۃ صفحہ ۱۶۶)

(ب) یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ اجتہاد اور مجتہدین آئمہ معصومینؑ سے تعلق نہیں رکھتے۔پھر یہ بھی نوٹ کریں کہ ہر شیعہ کو براہ راست امامؑ سے حدیث یا حکم سننا ناممکن تھا لہٰذا جو انتظام احکام پہنچانے کا تھا وہ مکمل تھا اور وہی غیبت کے زمانہ میں بھی جاری رہے گا۔لہٰذا مسلک اجتہاد کی ضرورت معصومین علیہم السلام کے نزدیک کوئی نہ تھی۔ورنہ وہ اجتہادی نظام کو اپنے زمانہ ہی میں جاری کردیتے۔

(ج) محمد امین ہی نہیں بلکہ تمام مجتہدین بھی ایک دوسرے کی مذمت کرتے رہے ہیں

۔''محدث جلیل شیخ یوسف بحرانی نے جو لکھا ہے وہ حق ہے۔اور اخبارئین کے مذمت کرنے کا یہ طریقہ سخت مذموم ہے۔ مجتہدین کی مذمت سے مخالفین کو موقعہ ملتا ہے کہ وہ مذہب شیعہ کا مذاق اڑائیں۔لیکن علماء معصوم نہیں ہیں۔اس لئے اکثر اُن سے اس قسم کے افعال صادر ہوئے ہیں۔اور مذمت کرنے میں صرف محمد امین ہی نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سے علماء ایک دوسرے کو مجادلہ کے وقت سخت اور درشت الفاظ سے مخاطب کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ سید مرتضٰی نے شیخ صدوق کے رد میں یہ لکھا ہے کہ:۔

۔''صدوق نے اس معاملہ میں زبان کھولی ہے۔ جو اس کے علم و بضاعت سے بلند تھا۔اس طرح اس نے اپنی جہالت اور عاجزی کی نمائش کردی ہے۔اور اگر صدوق ان لوگوں میں سے ہوتا جن کو خدا نے توفیق ہدایت بخشی ہے۔تو ہرگز ایسے مسئلے میں دخل نہ دیتا جس سے خود جاہل تھا۔لیکن شیطانی خواہشوں نے صدوق کو گمراہ کردیا۔اور ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں۔کہ وہ ہمیں ایسی گمراہی سے بچائے جس میں صدوق مبتلا ہوگیا تھا''۔(مفتاح الشفاعت صفحہ ۱۷۷)

(د) صدوق کی مذمت کے بعد بھی سید مرتضٰی کی طرف داری کی گئی

۔''پھر نعمت اللہ سید مرتضٰی کی طرفداری میں یہ عذر کرتے ہیں۔کہ ہر چند مرتضٰی نے جناب صدوق کی مذمت میں مبالغہ کیا ہے۔لیکن وہ اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو شیخ صدوق کی علمی منزلت سے ناواقف ہوں۔یا اپنی مذمت کو برحق سمجھتے ہوں۔ایسا تو ہوتا ہی رہا ہے کہ ہمارے علماء آپس میں ایک دوسرے کو غلط کار کہتے اور لکھتے رہے ہیں۔اور جب اُن میں سے کوئی شخص کوئی مذہب اختیار کرتا تھا۔تو اس کے مخالف علماء اس پر اس لئے حماقت و جہالت وخبط و گمراہی کا طنز کرتے تھے۔کہ کوئی شخص اس کی پیروی نہ کرے۔اور اس قسم کی مذمت کو اپنے اوپر واجب جانتے تھے۔یعنی اگر مذمت نہ کی تو گناہ کبیرہ ہوگا۔یعنی اس مذمت سے خدا خوش ہوتا ہے۔علماء نے اس قسم کی مذمت کو جائز قسم کی غیبت میں شمار کیا ہے حالانکہ مسئلہِ غیبت اصولی مسئلہ ہے۔ شیخ مفید بھی علامہ صدوق کی مذمت میں سید مرتضٰی کے شریک ہیں۔اور صدوق کو دین سے خارج قرار دینے کے بعد بھی اُن کی روایات پر یقین کرتے ہیں۔لہٰذا وہی وجہ صحیح ہے جو ہم نے شروع میں لکھی ہے''۔ (مفتاح صفحہ ۱۷۷۔۱۷۸)

(ہ) قارئین نوٹ کریں کہ علماء کی یہ گفتگو آج کے جہلا کو بھی بکواس معلوم ہوگی۔اس میں کہا گیا ہے کہ:۔

(۱) علامہ سید مرتضٰی شیخ صدوق کے علم و مرتبہ سے واقف تھے۔یعنی

(۲) اُنہوں نے جو مذمت کی ہے وہ سوچ سمجھ کر کی ہے۔ پھر

(۳) سید مرتضٰی یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کی مذمت برسرحق نہیں ہے۔یعنی

(۴) وہ جان بوجھ کر باطل پر عمل کرتے رہے۔اور

(۵)اس قسم کی مذمت علماء پر واجب ہے۔یعنی

(۶)علما پر واجب ہے کہ وہ جان بوجھ کر باطل پر عمل کریں حق کو چھوڑ دیں۔

(۷)واجبات خدا کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔

(۸)لہٰذا مجتہدین کے نزدیک خدا نے مجتہدین پر برسر باطل رہنا واجب قرار دیا ہے۔لاحول ولاقوۃ

(و)علمائے شیعہ کا حال ونقشہ جو مجتہدین نے پیش کیا ہے قابل نفرت ہے۔

(۱)لولوٴ ۃ البحرین میں شیخ یوسف بحرانی نے لکھا ہے کہ محمد بن ادریس خالص اور کورے مجتہد تھے۔وہ سب سے پہلے شخص جنہوں نے شیخ ابوجعفر طوسی پر طعن وطنز کا دروازہ کھولا تھا۔اور جو شیخ طوسی یا ان کے بعد گذرا۔وہ ابن ادریس ہی کے طریقہ پر گامزن رہا۔اس کے محقق اور علامہ نے ابن ادریس کے اقوال پر انتہائی تشنیع کی ہے۔اور شیخ ابراہیم قطیفی کے حال میں لکھا ہے کہ تعجب تو یہ ہے کہ یہ ابراہیم صاحب علی بن عبدالعالی سے اجازہ یا سند رکھتے ہیں۔پھر بھی اُن پر اعتراضات کرتے ہیں۔میں نے اُن کی کتابوں کو دیکھا ہے کہ وہ شیخ علی کی بے عزتی اور علم کی نفی کرتے ہیں۔جاہل کہتے ہیں،جیسا کہ اس زمانہ کے تمام علماء کا حال ہے۔اور علامہ مجلسی کے بعض شاگردوں نے کہا ہے کہ علامہ مجلسی شیخ ابراہیم کے فضل وکمال کا انکار کرتے تھے اور یہ کہ علامہ کرکی کے خلاف کوئی اعتراض کرنے کی صلاحیت ابراہیم میں نہ تھی۔اور میں نے خود مجلسی سے سنا ہے کہ ابراہیم قطیفی نہ متدین یعنی نہ دیندار و دیانت دار تھے نہ عالم تھے اور کہتے تھے کہ انہوں نے مُلا قطیفی کا ایک رسالہ دیکھا ہے۔جس میں انہوں نے شیخ علی کرکی پر بہت سے افترآت اور تہمتیں لگائی تھیں۔اور فرماتے تھے کہ کجا ابراہیم قطیفی اور کہاں شیخ علی الکرکی۔پھر شیخ یوسف بحرانی لکھتے ہیں کہ جملہ علماء کا یہی طریقہ رہا ہے کہ مسائل میں ایک دوسرے کو غلط کار قرار دیتے ہیں۔ایک دوسرے کو جاہل اور غیر عادل کہتے چلے آئے ہیں۔میں نے ایک رسالہ دیکھا تھا۔جو شیخ علی بن شیخ محمد بن شیخ حسن جنہوں نے لمعہ پر حاشیہ لکھا ہے۔جس میں انہوں نے مولانا محمد باقر خراسانی مصنف کتاب کفایہ کا رد کیا ہے۔اور جس دریدہ دہنی سے اُن کی مذمت کی ہے۔اس کا لکھنا بھی قابل شرم ہے۔اور اسی طرح حالات پیش آئے ہیں شیخ مفید اور سید مرتضٰی کو جناب صدوق کے رد میں اور محقق اور علامہ کو ابن ادریس کے رد میں"۔(مفتاح صفحہ۱۷۸)

(۲)"قصص العلما میں لکھا ہے کہ شیخ علی محقق سبزواری سے سخت عداوت رکھتے تھے۔اور اُنہوں نے اُن کی مذمت میں ایک رسالہ لکھا تھا۔انہیں فاسق قرار دیا تھا۔اور یہ بھی لکھا کہ انہوں نے بازار زنجان میں روئی چُرا لی تھی۔(مفتاح صفحہ۱۷۸۔۱۷۹)

(۳)"روضات الجنات نے لکھا ہے کہ سید علی خان مدنی شارح صحیفہ نے آقا حسین بن الحسن الجیلانی کی بڑی سخت مذمت اپنی کتاب ریاض السالکین کے آخر میں لکھی ہے۔اتنی سخت مذمت شاید ہی پہلے والوں میں کی گئی ہو یا بعد والوں میں کی

جائے۔اس مذمت کی وجہ یہ لکھی کہ جیلانی نے مضمون چرا کر لکھا تھا۔(صفحہ ۱۷۹)

(۴)۔اب مفتاح الشفاعۃ کے مصنف فرماتے ہیں کہ اگر شیعوں کے مَردوں کے حالات والی کتابیں یعنی کتب رجال دیکھی جائیں تو اسی قسم کے حالات کا ڈھیر لگ جائے گا۔چنانچہ جناب محمد امین استر آبادی نے جو مجتہدین کی مذمتیں کی ہیں۔اُس مذمت کا حال بھی یہی ہے۔لہٰذا مذمت کرنے سے اُن کے مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔قارئین نوٹ کریں کہ ہمارے یہاں جو بعض صحابہ کی مذمت مذکور ہے۔اس مذمت سے بھی کوئی فرق اُن کے مرتبے میں نہ آنا چاہئے۔غور کیجئے کہ یہ اصول اپنی جڑیں کس زمین میں رکھتا ہے۔یہ تو اہلِ خلاف کا واضح عقیدہ ہے کہ غلطیوں سے نہ نبیؐ کی پوزیشن خراب ہوتی ہے نہ صحابہ کی۔اُن کی آپس کی باتیں تھیں جو وہی جانیں ہمیں سب کی بزرگی ماننا چاہئے۔اسی بنا پر جناب علامہ مودودی نے بھی صحابہ کی غلطیاں بے تکلفی سے لکھ دیں اور کہہ دیا کہ ان کے بیان کرنے سے اُن کی عظمت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم کسی کو کافر یا بے دین قرار دیں اور وہ کافر یا بے دین نہ ہو تو ہمارا شمار کافروں اور بے دینوں میں ہوگا۔یعنی مذمت کرنے والا بھی اور جس کی مذمت کی جائے وہ بھی ہرگز دونوں حق پر نہیں ہوسکتے۔یہ تو ممکن ہے کہ دونوں باطل پر ہوں۔مگر یہ ناممکن ہے کہ دونوں حق پر ہوں۔ہمارا مذہب یہ ہے اور شیعہ اسی کو کہتے ہیں جو لاگ لپیٹ غلط جانب داری سے تبرّا کرے برے کو برا سمجھے اور برائی کی مذمت کرے چنانچہ سید محمد مرتضیٰ جونپوری گھبرا کر لکھتے ہیں کہ:۔

(۵)۔''یہ وہم نہ کرنا چاہئے کہ ہمارے علمائے شیعہ نے جو مذمت اور ردّوقدح اہلِ خلاف علماءکی' کی ہے اس کا حال بھی یہی ہے۔کہ اُن کی بزرگی بھی برقرار رہتی ہے''۔(مفتاح صفحہ ۱۷۹)

(ز) علامہ محمد محسن فیض کاشانی رضی اللہ عنہ۔

یہ بزرگوار علمائے شیعہ میں بلندترین مقام کے حامل ہیں۔مجتہدین اُن کے خاص طور پر دشمن تھے۔آپ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے یہاں مقبول اور سب کے راہ نما تھے۔خصوصاً صوفیائے کرام کی راہ نمائی کی وجہ سے مجتہدین نے آپ کے خلاف بہت زہر اُگلا ہے۔آپ کی علمی قابلیت کے لئے اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ آپ سرکار دو عالم حضرت حجۃ امام العصر والزمانؑ کے سوائے اپنے زمانہ کے کسی اور انسان سے علم میں کم نہ تھے۔اُن کے متعلق چند باتیں مفتاح الشفاعۃ سے ملاحظہ ہوں۔

(۱) صاحب روضات الجنات لکھتے ہیں کہ آنجناب کا فضل وفہم وجلالت اصول وفروع پر احاطہ اور کثرت تالیف وتصنیف اتنا مشہور ہے کہ کوئی چھپا نہیں سکتا۔پھر لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ کہ یہ پورا خاندان علم کا جلیل القدر گھرانا تھا، وہ خود اپنے مرتبہ میں افلاک تک پہنچے ہوئے تھے۔اُن کا گھر ہی علوم وفنون وفضل وکمال کا مخزن تھا۔(مفتاح الشفاعۃ صفحہ ۱۹۳)

(۲) علامہ یوسف بحرانی نے لکھا ہے کہ وہ بزرگ اور استاد تھے علامہ محمد تقی مجلسی کے اور فاضل ومحدث اور بہت سخت قسم

کے اخباری تھے۔مجتہدین پر شدید تعریض وطنز کرتے تھے۔اپنے رسالہ سفینۃ النجاۃ میں مجتہدین کے لئے وہ کچھ لکھا ہے جس سے مجتہدین کے بہت بڑے گروہ کا فاسق سے گذر کر کافر ہونا ثابت ہوتا ہے۔''

(ح) شیخ مفیداور جناب ابوجعفر صدوق رضی اللہ عنہ کی مذہبی مخالفت

۔''صاحب روضات لکھتے ہیں کہ منجملہ ان کی تصنیفات کے ایک وہ شرح ہے جوانہوں نے علامہ صدوق کے رسالہ اعتقادیہ پر لکھی ہے۔اور مفید نے اس شرح میں شیخ صدوق پر اپنی حدّ امکان تک ردلکھا ہے۔اور یہ ردانہوں نے دھوکے میں مبتلا ہوکر کیا ہے۔اس لئے کہ دونوں کے مشرب (یعنی مذہب) میں کمال درجہ کی مخالفت تھی حالانکہ دونوں حق پر ہیں۔

قارئین کرام نوٹ کریں کہ مجتہدین کے نزدیک مذمت کرنے والا اور مذموم شخص دونوں حق پر ہیں۔لیکن ہمیں جناب شیخ مفید کا تحریری قول کوئی نہیں ملا جس میں انہوں نے کہا ہو کہ میں شیخ صدوق کی مذمت اور بطلان اس لئے کر رہا ہوں کہ وہ حق پر تھے۔

(ط) سید مرتضٰی ابن ادریس کی طرزِ اجتہاد پر چلے، حدیث سے تعلق نہ رکھتے تھے

۔''وہ صرف مجتہد تھے۔کورے اصول فقہ پر گامزن تھے۔حدیث سے ثبوت دینے اور مسائل اخذ کرنے میں بہت کم تعلق رکھتے تھے۔اپنے احکام وفتاویٰ میں عقلی دلائل استعمال کرتے تھے۔اس لئے کہ احادیث اُن کے نزدیک حصول علم کا ذریعہ نہ تھیں اور اُن کا وہی طریقہ تھا جو ابن ادریس کا تھا''۔(مفتاح صفحہ۲۲۲)

23۔مذہب شیعہ میں اجتہاد ومجتہدین کی کہانی روضات الجنات اور مفتاح کی زبانی

سابقہ بیانات میں یہ کہانی مختصر طور پر بطور خلاصہ گذر چکی ہے۔یہاں ذرا تفصیل کے ساتھ مفتاح الشفاعۃ سے نقل کی جارہی ہے۔تاکہ اجتہاد اور مجتہدین قارئین کے سر میں باقاعدگی سے سما جائیں۔چنانچہ جناب السید مرتضٰی جون پوری علامہ طوسی علیہ الرحمہ کو مجتہدین کی ذیل میں دوبارہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

۔''صاحب روضات جناب شیخ ابوجعفر طوسی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ وہ تحریفات جو کتاب تہذیب الاحکام میں واقع ہوئی ہیں اور جن کا تذکرہ کتاب مذکور کی شرح کرنے والوں نے کیا ہے۔پھر بہت کچھ لکھنے کے بعد یہ بتاتے ہیں کہ ہم نے حسن بن ابی عقیل عمانی اور ابن جنید کے حالات میں وہ حکایت وتفصیل لکھدی ہے جس سے مذہب شیعہ میں اجتہاد کی جدت اور احکام ومسائل کا دارومدار پانچ چیزوں پر یعنی کتاب وسنت واجماع اور دلیل عقلی اور استصحاب پر قرار پاجانا معلوم ہوتا ہے۔ یہاں دوبارہ اُسی تفصیل کو کتاب تہذیب کے شارح کے بیان سے پیش کرتے ہیں۔انہوں نے محدثین اور مجتہدین کے مابین اختلاف کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مجتہدین کا کہنا یہ ہے کہ احکام نافذ کرنے کے لئے پانچ ماخذ ہیں۔کتاب،سنۃ،اجماع،

دلیل عقلی اور استصحاب۔لیکن محدثین یعنی اخباری علماء نے اجتہاد کی بنیاد ہی کا انکار کردیا۔اور کہا کہ مجتہدین تو متواتر احادیث کے خلاف اپنی عقل سے فیصلے کرلیتے ہیں۔اور ہر قسم کے مسائل واحکام میں اپنی عقل کو بنیاد قرار دیتے ہیں اگر یہ لوگ عقل کو کلامِ معصومین علیہم السلام کے ماتحت رکھتے اور پھر قرآن وحدیث کو بنیاد مان کر دلائل عقلیہ سے مسائل اخذ کرتے اور اصول طے کرتے تو اُن کے لئے بہتر ہوتا۔پھر محدثین نے کہا کہ سب سے پہلے جس نے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے طریقے کو ترک کیا اور اہل سنت کے اختیار کردہ اصول فقہ اور اصول عقلیہ وغیرہ کو جس نے اختیار کیا وہ محمد بن احمد بن الجنید اور حسن بن ابی عقیل ہیں۔ پھر جب شیخ مفید نے اُن دونوں کی کتابوں کے متعلق اپنے شاگردوں کے سامنے پسندیدہ خیالات کا اظہار کیا تو ان کے شاگردوں میں سے سید مرتضٰی اور شیخ طوسی نے اس طریقہ کو اختیار کرلیا اور رفتہ رفتہ یہ اجتہادی مسلک بعد والوں میں جاری ہوگیا۔ یہاں تک کہ جناب علامہ حلّی تک نوبت پہنچی تو انہوں نے اپنی تصنیفات اصول فقہ واصول عقلیہ کو باقاعدگی سے جمع کیا اور جو کچھ باقی تھا وہ بھی اہل خلاف کے یہاں سے سمیٹ لیا۔پھر دونوں شہیدوں نے علامہ حلی کی باقاعدہ پیروی کی اور شیخ علی بھی اس راستے پر چل کھڑے ہوئے۔ہماری وہ احادیث جو ہر امام علیہ السلام کی تصدیق اور حکم کے بعد مسلسل کتابوں میں لکھی جاتی رہیں۔جن پر ہر زمانہ میں عمل ہوتا چلا آیا اور اس طرح حدیث کی بڑی بڑی چارسو کتابیں جمع ہوگئیں۔اُن میں سے محمد یعقوب کلینی اور شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے اپنی کتابوں میں احادیث نقل کرلیں۔اُن احادیث کو جس نے سب سے پہلے ناقابل اعتماد قرار دیا۔وہ محمد بن ادریس الحلّی ہے۔اس نے کہا کہ یہ احاد قسم کی احادیث ہیں۔اُن سے علم قطعی وحقیقی حاصل نہیں ہوسکتا۔لہٰذا ابن ادریس نے جناب طوسی علیہ الرحمۃ کے اُن تمام فتاویٰ کو رد کردیا جو احادیث معصومینؑ پر مبنی تھے۔اور سید مرتضٰی کے طریقہ کو اختیار کیا اور جو اُسی مسلک کے لوگ سید مرتضٰی سے پہلے تھے۔یعنی ابن جنید اور ابن ابی عقیل کا مذہب اختیار کیا جو یہ کہتے تھے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہیں ہے اس لئے کہ ان میں ایسا قرینہ نہیں ہوتا جو علم قطعی کا موجب ہوسکے اور انہوں نے یہ سمجھنے میں غفلت کی کہ ہماری احادیث کا یہ حال نہیں ہے۔جو اہل خلاف کے یہاں کی احادیث کا ہے۔یہاں تک لکھ کر مفتاح الشفاعۃ کے مؤلف فرماتے ہیں کہ۔" یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب جناب نعمۃ اللہ جزائری کی شرح تہذیب سے لیا ہے۔مگر نہ معلوم کیوں صاحب روضات نے ان کے نام کو پوشیدہ رکھا ہے۔اور یہ بات پہلے لکھی جاچکی ہے کہ علامہ مجلسی کی تحقیق کے مطابق اجماع کا دعویٰ صرف سید مرتضٰی اور شیخ مفید کے زمانہ سے کیا جانے لگا ہے"۔(صفحہ ۲۲۶ مفتاح الشفاعۃ)

24۔شیعوں میں فقہ پر اوّلین اور مستند کتاب النِّهَايَة شیخ طوسیؒ

یہ حقیقت محتاج دلیل نہیں رہی کہ اجتہاد اور مجتہدین آئمہ علیہم السلام کے مذہب ومسلک کے خلاف غیبت کبریٰ کے

اوائل میں داخل ہوئے تھے اور یہ کہ کسی مجتہد کے وجود یا جواز پر آئمہ اہل بیتؑ کا کوئی حکم یا سند نہیں ہے۔ اب یہ دیکھیں کہ۔
ا۔ ابن جنید اور ۔۲۔ ابن ابی عقیل ۔۳۔ سید مرتضٰی علم الھدیٰ ۔۴۔ شیخ مفید اور ۔۵۔ ابن ادریس ایسے پانچ زبردست اور اولین مجتہد گذر چکے ہیں۔ انہوں نے فقہ اور اصول فقہ پر سینکڑوں کتابیں لکھیں لاکھوں مسائل و احکام گھڑے اور شیعوں میں پھیلائے۔ انہیں خلفا و سلاطین وقت کی تائید و مدد و حمایت حاصل رہی۔ لیکن خدا نے ایسا انتظام کیا کہ اُن پانچوں کا اجتہاد اور اجتہادی مسائل اور اُن کی تمام کتابیں باطل ثابت ہو کر رہ گئے اور نتیجتًا یہ ثابت ہو گیا کہ ۳۸۱ ہجری تک خالص قرآن و احادیث پر شیعوں کا عمل تھا اور آئمہ علیھم السلام کے مذہب میں اجتہاد، مجتہدین اور اجتہادی مسائل ملعون و مردود ہیں۔ اللہ کا یہ انتظام مولانا السید مرتضٰی جون پوری اور قدیم ترین علماء کی زبانی سُنئے۔

۔''کتاب دارالسلام میں ہے کہ میں نے ابوجعفر طوسی کی کتاب **النہایہ** کے قدیم نسخوں کی پشت پر لکھا ہوا دیکھا اور دوسرے علماء کا لکھا ہوا بھی دیکھا کہ بڑے بڑے فقہا جیسے کہ حسین بن مظفر ہمدانی قزوینی اور عبدالجبار بن علی المقری الرازی اور حسن بن بابویہ ساکن رے شیخ طوسی کی کتاب نہایہ کو معتبر اور قابل عمل سمجھنے میں تامل کرتے تھے۔ اور شیخ کے مسائل پر سب اعتراض کرتے تھے۔ یعنی وہ اجتہادی مسائل کے خلاف احادیث معصومین علیھم السلام سے اخذ کئے گئے تھے لہٰذا مجتہد ٹائپ کے لوگوں کو کیوں پسند آتے۔ پھر لکھا کہ وہ کہتے تھے کہ یہ کتاب خلل اور نقص سے خالی نہیں ہے۔ وہ سب علماء جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کی زیارت کے لئے نجف آئے۔ یہ زمانہ شیخ طوسی علیہ الرحمہ کا تھا۔ اُن سب نے یہ معاہدہ کیا کہ وہ سب تین روز کے روزے رکھیں گے اور شب جمعہ میں غسل کر کے حرم میں داخل ہوں۔ نمازیں پڑھیں اور دعا کریں کہ امیرالمومنین علیہ السلام اُس کتاب کے متعلق صحیح فیصلہ فرما دیں۔ چنانچہ اس پر عمل کیا اور خواب میں حضرتؑ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ:۔

۔''نہیں تصنیف ہوئی فقہ اہل بیتؑ میں کوئی کتاب جو قابل اعتماد و عمل ہو مثل نہایہ کے۔ جس میں تم لوگ نزاع کرتے ہو۔ اس لئے کہ اس کے مصنف نے بخلوص نیت رضائے خدا کا قصد کیا ہے اُس کی تصنیف میں۔ پس شک نہ کرو صحت میں اس کے مسائل کے اور عمل کرو ان پر اور فتویٰ دو اُن مسائل کی رو سے کہ وہ کافی و مفتی ہے بسبب حسنِ ترتیب و تہذیب کے تمام کتب سے۔ اور مشتمل ہے مسائل صحیحہ پر جمیع اطراف سے اپنے''۔ چنانچہ وہ تمام علماء بیدار ہوئے تو سب نے ایک دوسرے سے کہا کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جو کتاب نہایہ کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کے مصنف کی تصدیق ہوتی ہے۔ سب نے تجویز کیا کہ ہم سب الگ الگ اپنے اپنے خواب کو لکھیں اور پھر اُس کا مقابلہ ایک دوسرے سے کریں۔ چنانچہ سب نے لکھا اور ایک لفظ کا بھی اختلاف نہ پایا۔ سب کا اطمینان ہوا تو جناب شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اُن کو دیکھتے ہی شیخ نے کہا کہ میں جو کچھ کتاب النہایہ کی تعریف میں کہا کرتا تھا۔ وہ تمہارے لئے کافی نہ ہوا یہاں تک کہ تمہیں جناب امیرالمومنینؑ نے حقیقت حال سے

اطلاع دی۔اُن کو بڑا تعجب ہوا اور پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا فرمایا کہ جو کچھ تمہیں خواب میں بتایا گیا ہے وہی کچھ مجھے بھی بتایا گیا ہے اور پھر شیخ نے اپنا خواب سنا دیا۔ پھر لکھا ہے کہ اُسی کتاب سے فتویٰ دیتے ہیں فقہائے آلِ محمدؐ شیعوں کو۔ اور کتاب روضات الجنات میں اس خواب کو نقل کرنے کے بعد مولانا محمدؐ صالح خواتون آبادی کی کتاب حدائق المقربین سے یہ مضمون اور لکھا ہے کہ یہ واقعہ سابقہ زمانوں میں اس کا سبب بنا کہ اس وقت کے علماء کتاب نہایہ پر عمل کریں۔ اس عمل کے متعلق علماء کے ایک گروہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ علامہ طوسی علیہ الرحمہ کے بعد اسی (۸۰) سال تک شیعوں میں کوئی مجتہد نہ تھا اور سب کا عملدرآمد کتاب نہایہ پر تھا۔ شیعوں کے تمام علماء اسی کتاب سے فتویٰ دیتے تھے اور اسی پر عمل کرتے تھے اور اپنی دینی مشکلات میں کتاب النہایہ سے رجوع کرتے تھے''۔(صفحہ ۲۲۷۔۲۲۸ مفتاح الشفاعۃ)

قارئین کرام نوٹ کریں کہ حضرت علامہ ابوجعفر طوسی عطر اللہ مرقدہ ۴۶۰ھ میں فوت ہوئے گویا ان کے بعد اسی ۸۰ سال تک یعنی ۵۴۰ھ تک اجتہاد و مجتہد و اجتہادی مسائل کا باطل ہونا ثابت ہو گیا اور اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جناب علامہ طوسی علیہ الرحمہ شیخ مفید و مرتضیٰ کے ساتھ کیوں شامل ہوئے تھے؟ انہوں نے پانچوں مذکورہ مجتہدین کے قبضہ کو اکھاڑ پھینکا اور ان کے بعد عراق و عرب میں نظام اجتہاد کا وہ زور کبھی نہ قائم ہوا جس کا ارادہ کیا گیا تھا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے علامہ نے اجتہادی رنگ اختیار کیا اور اجتہاد پر تصنیفات کیں اور ان کا تانا بانا بکھیر دیا۔

25۔اجتہادی احکام کے باطل ہونے پر ایک اور عالم کا خواب

روضات الجنات کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ علامہ حسن بن یوسف حلی کے انتقال کے بعد بعض صالح لوگوں نے خواب میں دیکھا اور وہ اُن کے بیٹے فخر المحققین خود تھے۔ اُن سے دریافت کیا کہ موت کے بعد وہاں کیسی گذری تو علامہ حلی نے جواب دیا کہ اگر میں نے کتاب الالفین اور زیارہ حسینؑ نہ لکھی ہوتی تو میرے فتاویٰ نے تو مجھے تباہ کر دیا ہوتا۔ اس خواب کو محمد بن حسن کے بعد علامہ حلی کے فرزند کے حال میں بھی لکھا ہے۔ اور اس میں ہے کہ اے فرزند اگر نہ ہوتی کتاب الالفین اور زیارہ حسینؑ تو ہلاک کرتے فتاویٰ مجھ کو۔ پس وائے ہے پھر وائے ہے قاضیوں اور فتویٰ دینے والوں پر''۔ (صفحہ ۲۲۹ مفتاح)

(الف) حضرت محمد امین استر آبادی رضی اللہ عنہ اور علامہ حلی علیہ الرحمۃ

اجتہاد میں ملوث ہو جانے کی بناء پر جناب محمد امین نے علامہ حلی کی بھی رعایت نہیں کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

''آیۃ اللہ فی العالمین علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ رئیس الاصولیین والمجتہدین ہیں۔ اور اُن ہی پر مولانا محمد امین استر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت تشنیعات (یعنی مذمت و طنز) کی ہیں۔ اس لئے کہ علامہ حلی نے اپنی کتابوں میں اہل خلاف کی کتابوں سے نقل کیا ہے۔

لیکن اُن بزرگوار کی غرض صحیح تھی۔ جیسا کہ علامہ محمد تقی مجلسی اخباری نے لکھا ہے کہ مولانا محمد امین استر آبادی نے جو کچھ لکھا ہے وہ اکثر حق ہے۔لیکن انہوں نے علامہ حلی کے ردو بطلان میں حد سے تجاوز کیا ہے اور ہر ایک کے رد میں انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ حالانکہ ہر ایک نے اس قسم کی سب غلطیاں نہیں کی ہیں'' ۔(صفحہ ۲۲۹)

26۔علامہ حلّی ایسے زبردست عالم اجتہاد کی وجہ سے حدیث سے ناواقف رہے

اجتہاد پر غلط اعتماد اور اس خبیث نظام کے درس میں مبتلا رہنے والوں کو قرآن وحدیث سے قلیل ترین معلومات رہنا لازم ہے۔علامہ حلّی کا بیان سُنیں اور دیکھیں کہ اجتہاد نے کس طرح اُن کی آنکھوں سے احادیث کو غائب کر دیا تھا۔ چنانچہ علامہ حلّی کی کرامات بیان کرتے ہوئے ایک سفر کا حال لکھا ہے جس میں سرکار دوعالم حضرت حجۃ علیہ السلام کا ملنا اور علامہ حلّی کا اُنہیں کوئی مسافر اور عالم سمجھ کر مسائل دریافت کرنا لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں تک کہ ایک مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی۔اس شخص نے اپنا فتویٰ بیان کیا علامہ حلّی نے اُسے غلط سمجھ کر انکار کیا اور کہا کہ:۔

۔''کوئی حدیث مطابق اس فتوے کے ہم نہیں رکھتے۔اُس شخص نے کہا کہ ایک حدیث شیخ طوسی نے تہذیب میں ذکر کی ہے اور تم اپنی تہذیب میں اول سے اس قدر شمار کرو پس فلاں صفحہ اور فلاں سطر میں یہ حدیث مذکور ہے''۔ علامہ متحیر ہوئے کہ یہ کون شخص ہے؟۔لہٰذا اس شخص سے دریافت کیا کہ آیا اس زمانہ میں جب کہ غیبت کبریٰ کا دور ہے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھ سکتے ہیں؟ یا نہیں؟ اور اچانک علامہ کے ہاتھ سے خچر کو ہانکنے والا تازیانہ گر گیا۔اس شخص نے جھک کر تازیانہ اٹھایا اور شیخ کو دیتے ہوئے جواب دیا کہ کیوں نہیں صاحبؑ امر کو دیکھ سکتے حالانکہ اُن کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے۔پس علامہ نے بے اختیار خود کو خچر سے زمین پر گرا دیا کہ قدم بوسی کریں۔لیکن بے ہوش ہو گئے۔جب ہوش میں آئے تو کوئی موجود نہ تھا۔یعنی علامہ تھے اور ان کا گدھا تھا جب گھر واپس پہنچے تو کتاب تہذیب الاحکام کو دیکھا۔اور اُس حدیث کو اُسی ورق اور اُسی صفحہ اور سطر میں پایا۔جس کا نشان حضرت حــــجۃؑ نے بتایا تھا۔علامہ نے اپنے قلم سے کتاب پر حاشیہ لکھا کہ یہ وہ حدیث ہے جو جناب امام عصرؑ نے بتائی تھی۔اور ورق وصفحہ وسطر اس کتاب کی بتائی تھی۔اور اخوند مُلّا صفر علی کہتے ہیں۔کہ میرے استاد مرحوم آقا سید محمدؒ کہتے تھے۔کہ میں نے اُس کتاب کو دیکھا ہے اور حاشیہ پر علامہ کی تحریر پڑھی ہے''۔(مفتاح الشفاعۃ صفحہ ۲۳۱)

(الف) یہاں قارئین چند چیزیں مجتہدین کے لئے نوٹ کریں۔سب سے پہلے یہ کہ علامہ حلی مسائل میں اجتہادی طریقہ استعمال نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ ہر دریافت طلب مسئلہ کو حدیث کی مطابقت کے معیار پر جانچتے جا رہے تھے۔دوسرے یہ کہ علامہ کو حدیث کی کتابوں پر عبور نہ تھا۔تیسرے یہ کہ وہ تمام قصے جو علامہ حلّی نے اپنے سے پہلے علماء کے پڑھے تھے جن میں

سرکار صاحب الامرؑ سے علماء نے اپنی اپنی ملاقاتوں کا تذکرہ کیا ہے۔اُن پر یقین نہ رکھتے تھے ورنہ یہ سوال نہ کرتے کہ غیبت کبریٰ میں ملاقات ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور آخری بات یہ کہ علامہ حلی اعلی اللہ مقامہ اپنے مشاغل کی بناء پر اس ملاقات میں حساس اور پُر امید ثابت نہیں ہوئے۔**یعنی امامؑ عصر کا تصور ذہن کے بعید ترین حصہ میں کہیں غافل پڑا تھا**۔ ورنہ اُن کا جو مقام بیان ہوا ہے اس میں ہر لمحہ اُن سے ملاقات کا امکان اور جذبہ دماغ پر چھایا ہوا رہنا چاہئے تھا۔ بے حسی کا یہی رویہ تھا جس سے لوگ سرکارؑ کے فیوض سے محروم رہے۔ایک وہ محبِّ اہل بیتؑ جو سرتاپا مجسمہ انتظار ہو، گوش برآواز رہے گا، ہر غیر معمولی آہٹ اور خیالی جھلک پر چونکے گا۔علامہ حلّی گدھے پر سوار جارہے ہیں، جنگل بیابان ہے، اپنی وہ دقتیں دریافت کررہے ہیں جو خود حل نہ کرسکے تھے۔ دھڑا دھڑ جواب مل رہے ہیں۔ بداخلاقی کا یہ عالم ہے کہ خود سوار ہیں، جواب سکھانے والا پیدل چل رہا ہے۔ اتنا نہ ہوا کہ اتر کر پیدل چلتے۔ یہ سبب ہوا کہ سرکارؑ تشریف لے گئے اور انہیں زمین پر بے ہوش پڑا چھوڑ گئے۔انہوں نے تازیانہ زمین سے اٹھا کر دیا شکریہ تک کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ بہرحال سرکار علیہ السلام کافر ومومن عیسائی ویہودی سب سے ملتے ہیں۔ ہر ضرورتمند کی ہدایت فرماتے ہیں۔ یہ تو ہمارا کام ہے کہ غور کریں۔

27۔مجتہدین کا حکم معصومینؑ کے خلاف نفرت انگیز رویہ۔

مولانا علی بن عبدالعالی الکرکی کے حالات میں لکھا ہے۔ وہ ایران میں بادشاہ طہماسپ کے عہد میں تھے۔ بادشاہ نے کہا تھا کہ مجھے اپنے ماتحت ارکانِ سلطنت میں سے سمجھیں اصل حاکم آپ ہیں۔حکم آپ کا چلے گا۔علامہ کرکی نے تمام ملک میں علماء کا تقرر کرایا نماز کے امام مقرر کرائے۔اس کے بعد علامہ کی سواری کا نظارہ یوں لکھا ہے کہ:۔

۔''وہ جناب کبھی سوار نہیں ہوتے تھے۔اور نہ پیدل چلتے تھے۔مگر نقیب ہمراہ رکاب اُن کے بآواز بلند معاندینِ اہل بیتؑ طاہرین اور اُن کے تابعین سے برأت وبے زاری کا اعلان کرتے جاتے تھے۔'' یہ لکھ کر جناب شیخ یوسف بحرانی لکھتے ہیں کہ یہ حکایت شیخ کی جس میں ترک تقیہ اور اعلان بیزاری دشمنان اہل بیتؑ خلاف احادیث کثیرہ کے ہے۔ جو منقول ہیں آئمہ اطہارؑ سے۔اور یہ غفلت تھی ہمارے شیخ علی کرکی کی اگر یہ نقل ثابت ہو جائے''۔

اور نقل کیا ہے سید مذکور نے کہ ان علمائے شیعہ نے جو مکہ مشرفہ میں تھے۔لکھا علمائے اصفہان کو کہ تم لوگ دشنام دیتے ہو اہل سنت کے اماموں کو اصفہان میں اور ہم لوگ تکلیف وایذا اُٹھاتے ہیں حرمین میں بہ سبب تمہارے اس فعل کے''۔

(مفتاح الشفاعت صفحہ ۲۳۳)

(الف) قارئین نوٹ کریں کہ مجتہدین دراصل مذہب شیعہ اور شیعوں کے دشمن تھے۔وہ ساری دنیا میں شیعوں کے

خلاف نفرت کا بازار گرم کرنے کی فکر میں رہا کرتے تھے۔اور جب بھی انہیں اقتدار ملا انھوں نے سنتِ معاویہ کو جاری کیا۔شارع عام پر لعنت وتبرا کرایا۔تبرا ایجی ٹیشن مجتہدین ہی کے حکم سے ہوا تھا۔ بغداد کے ایک لاکھ شیعہ اسی تبرا کی وجہ سے شہید کئے گئے تھے۔احادیث کی پرواہ مجتہد اس لئے نہیں کرتا کہ وہ مجتہد کے ہاتھ پیر باندھ کر رکھنا چاہتی ہیں اور مجتہد چونکہ لاقانون ہوتا ہے۔ اسلئے احادیث کی بہت سی قسمیں بنا کر قرآن کی آیات کو طرح طرح کے نام دے کر اُن کا انکار کر دیتا ہےاور اپنی ذاتی عقل سے بلا دلیل اپنی تقلید کراتا ہے۔

عنوان نمبر 28 تا 31

- اجتہاد مجتہدین کے لئے وبالِ جان
- مجتہد کا مجتہد پر اعتراض
- ہمارے جواب الجواب
- مجتہدین کے عقائد
- مجتہدین اور اخبارئین میں سمجھوتہ
- مجتہدین قرآن وسنت کے منکر
- اجماع، مجتہدین کی نظر میں
- مجتہد کی تقلید مجتہدین کے نزدیک واجب نہیں؟
- شیعہ مجتہدین کے آپس میں اختلاف

28۔اجتہاد آخر خود مجتہد کے لئے وبال جان وایمان بن گیا

اجتہاد کا ذکر ہوتے ہوتے دسویں صدی ہجری کے نصف آخر تک آ پہنچے ہیں ۔ یہاں جناب شہید ثانی مولانا زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ سامنے آئے گا۔اس مقام کی عبارتوں کو پڑھتے وقت قارئین یہ سوچتے ہوئے چلیں کہ علامہ مرحوم نے اہل سنت علماء سے زبردست تعاون کیا۔خلاملا ہی نہیں رکھا بلکہ اُن سے درس لئے ۔اُن کی کتابوں کو تمام شیعہ مجتہدین سے زیادہ پڑھا۔اُن کے مسائل کو تمام مجتہدین سے زیادہ اختیار کیا۔اصول فقہ۔درایت حدیث کے تمام قواعد کو دل وجان سے اپنایا۔اپنی کتابوں میں لکھا۔اُن پر عمل کیا عمل کرنے پر فتوے دیئے۔اس کے باوجود سُنّیوں کے علماء نے اُن کو قتل کرادیا۔یہ کیوں؟اس کیوں کا جواب تمام مجتہدین کے پاس نہیں ہے۔وہاں تعجب ہے حیرانی ہے، پشیمانی اور شرمساری ہے، احساسِ ندامت اور رنج وغم ہے۔ مگرنہیں ہے تو اُس کیوں کا جواب نہیں ہے۔اب قصہ سُنئے اور جنّاتی زبان میں ہی سُنئے تاکہ مفہوم لکھنے میں کوئی بات رہ نہ جائے۔

۔''نہم مولانا زین الدین شہید ثانی رحمۃ اللہ صاحب امل آلامل (یہ کتاب کا نام ہے) لکھتے ہیں ۔کہ امر اُن کا ثقہ (قابل اعتماد)وعلم وفضل وزہد وورع (پارسائی)وتحقیق وتبحّر (علم کا سمندر)وعبادت وجلالت قدر وعظمتِ شان وجمیع فضائل وکمالات میں مشہور تر ہے ۔اس سے کہ ذکر ہوسکے اور محاسن اوراوصاف حمیدہ زیادہ اس سے ہیں کہ شمار ہوسکیں ۔یا احاطہ میں آسکیں۔ اور ذکر کیا ہے۔اُن کا سید مصطفیٰ نے کتابِ رجال میں۔بعد مدح وثنا کے کہ قتل ہوئے ۹۶۶ہجری میں قسطنطنیہ میں اور تھے فقیہ، محدث،نحوی،قاری،متکلم حکیم اور جامع فنونِ علم کے اور:۔

(۱)۔وہ اول ہیں جس نے تصنیف کیا مذہبِ امامیہ میں درایتِ حدیث کو لیکن نقل کیا اصطلاحات کو کتب عامہ(سُنّی) سے ۔جیسا کہ ذکر کیا ہے اُن کے فرزند اور اوروں نے بھی ۔پھر بعدِ ذکر اُن کی تالیفات کے لکھتے ہیں کہ ظاہر ہوتا ہے اجازۂ شیخ حسن اور اجازات سے اُن کے والد کے کہ:۔

(۲)۔اُنہوں نے بہت سے علمائے عامہ(سُنی علماء) سے پڑھا ہے۔اُن کی کتب فقہ وحدیث واصول دین واصول فقہ کو۔اورسوا اس کے اور علوم کو۔اور روایت کی جمیع کتب کی اُن کے اور ایسا ہی کیا تھا شہید اول نے اور علامہ نے:۔

(۳)۔اور نہیں ہے کوئی شک اس میں کہ غرض اُن کی صحیح تھی ۔لیکن مترتب ہوئے اُس پر وہ امور۔جو ظاہر ہوتے ہیں اُس شخص پر۔جو تامّل وتتبع کرے کتبِ اصول اور کتب استدلال وکتب حدیث کو اور ظاہر ہوتی ہے۔کلام شیخ حسن نے عدم رضا اُس سے۔جیسے کیا ان لوگوں نے''۔(مفتاح الشفاعۃ صفحہ ۲۳۳۔۲۳۴)

(الف) یہاں تک یہ تحقیق مکمل ہوجاتی ہے کہ جناب شہیدِ ثانی نے باقاعدگی کے ساتھ اہلِ خلاف کے اجتہادی مذہب

کوشیعوں میں پھیلانے کے لئے اپنی تصنیفات میں جمع کردیا تھا۔ اوراحادیث کوردّ کرنے کے لئے اجتہادی اصول کو باقاعدہ مرتب کرکے آگے بڑھانے کا انتظام فرمایا تھا۔ اوراجتہادی مہارت حاصل کرنے کے لئے اہلِ سنت علماء سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ اب سوچنے کی بات یہ رہ جاتی ہے کہ اگراُن تمام اصول وقواعد کی مذہب شیعہ میں کمی تھی اوراُن کے بغیر **ہمارا مذہب ناقص تھاتواس کمی اورنقص کے بعد مذہب شیعہ کی کیاحیثیت رہ جاتی ہے**؟ اوراگر یہ تمام سامان بلاضرورت ہمارے مذہب میں داخل کیا گیا تھاتو پھر جناب شہید ثانی کی مذہب شیعہ میں کیا حیثیت باقی رہتی ہے؟۔

قارئین کرام بڑانازک مقام ہے۔ ایک طرف مذہب شیعہ اورمعصوم محمدؐ وآلِ محمدؐ ہیں دوسری طرف دوعدد شہیدؒ ہیں۔ ۲۔ علامہ حلّیؒ ہیں۔ ۳۔ علامہ طوسیؒ ہیں۔ ۴۔ سید مرتضٰی علم الہدی ہیں۔ ۵۔ شیخ مفیدؒ ہیں۔ ۶۔ جناب ابن ادریسؒ ہیں۔ ۷۔ ابن ابی عقیلؒ ہیں اور۔ ۸۔ جناب ابن جنید ہیں۔ اورفیصلہ یہ کرنا ہے کہ مذہب شیعہ کے لئے دونوں فریق میں سے کس کو اپنے لئے آخری سنداورراہنمابنایا جائے؟ یعنی دودھ بھی پیاراہےاور پوت (بیٹا) بھی پیاراہے۔ قسم کس کی کھاؤں۔ ہم نے یہاں مذہب شیعہ کے لئے معصومین علیہم السلام کوراہ نما بنایا ہےاوراُن علماء کوخاطی کہہ کرالگ ہوجائیں گے۔ اُن کی ہروہ بات، حکم اورفیصلہ اختیارکریں گے جومعصوم احکام کے ماتحت اورمطابق ہو۔ اور ہراُس بات کوردّ کردیں گے جومعصومین علیہم السلام کےمخالف ہو۔ اُن کی ہراس غلطی کی برملا مذمّت کریں گے جس سے مذہب شیعہ پرآنچ آتی ہو۔ اوراُن کی مشہوراچھائیوں سے متاثر ہوکرغلط راہ اورغلط طرفداری اختیارنہ کریں گے۔ اگراُن کی مشہورکردہ اچھائیاں واقعی اللہ کےعلم میں بھی اچھائیاں ہیں؟ تو یقیناً خدااُن کو نیک اجردے گا۔ رہ گئے اُن کے متعلق علماء کے بیانات اورکتابوں میں علما کی لکھی ہوئی اُن کی مدح وثنا کی بھرمار؟ اُس کوقبول کرنے کے لئے اُن ہی کا مسلّمہ اصول اورقاعدہ استعمال کریں گے۔ یعنی جب تمام مجتہدین نے یہ فیصلہ کردیا کہ آئمہ علیہم السلام کی احادیث سے علم قطعی اورمکمل یقین حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی محمدؐ وآل محمدؐ کے بیانات مجتہدین کوکسی اطمینان بخش اورآخری فیصلہ پر نہیں پہنچاتے۔ حالانکہ احادیث مسلسل روایت ہوتی ہیں اورامت اورآئمہؑ معصومینؑ کےعمل سے تصدیق ہوتی چلی آئی ہیں۔ اور ہرزمانہ کامعصوم امامؑ احادیث کولکھتا اورلوگوں سے کتابوں کی صورت میں لکھواتا رہاہے۔ اور ہرآنے والامعصومؑ سابقہ احادیث اورکتابوں کی تصدیق کیساتھ خوداپنی احادیث مرتّب کراتا چلاآیا۔ یہاں تک کہ تیسری صدی کےاواخرمیں احادیث پرچارسو سے زیادہ تصدیق شدہ حدیث کی کتابیں شیعوں کے ہاتھوں میں موجودتھیں۔ اوراُن ہی کتابوں میں سےاحادیث کاایک عظیم الشان ذخیرہ جناب ابوجعفرمحمد یعقوب کلینی اعلی اللہ مقامہ نےبیس سال کی محنت سےلکھا تھا۔ جس کی تصدیق حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ السلام نے کرکےاس کانام۔ ’’الکافی‘‘۔ رکھا تھا۔

اورغیبت صغریٰ کے زمانہ میں سابقہ تمام احادیث اورشیعہ عقائدکی تصدیق واصلاح فرمادی تھی۔ اِس کے باوجود

ہمارے مجتہدین فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنے اجتہاد کے قواعد استعمال نہ کریں تو آئمہؑ اور آنحضرتؐ کی احادیث سے دین ثابت نہیں ہوتا۔ اُن کے اس اصول اور قاعدہ کو ہم اُن ہی کے خلاف استعمال کر کے عرض کرتے ہیں کہ:۔

کتابوں میں یہ علماء کے قصّے اور قصیدہ خوانیاں بھی علم قطعی فراہم نہیں کرتی ہیں۔ اسلئے کہ اُن کے لکھنے والے بھی زیادہ سے زیادہ ویسے ہی آدمی تھے۔ جیسے حدیثوں کو لکھنے اور روایت کرنے والے تھے۔ لہٰذا ہم اُن کی پارٹی کے قصّوں کو خودساختہ کس دلیل سے نہ کہیں؟ حالانکہ مجتہدین کے ہاتھوں میں حکومتوں کا عطا کردہ روپیہ اور مصرف خیر کا محکمہ ہوتا تھا۔ وہ اہل قلم کو خرید سکتے تھے۔ کوئی شخص اُن کی سفارش اور تصدیق کے بغیر قاضی نہ بن سکتا تھا۔ پیش نماز کو وہ اجازہ نہ دیں تو مسجد میں نماز نہ پڑھا سکتا تھا۔ لہٰذا تمام اہلِ قلم مجبور تھے کہ وہ فرضی قصیدہ خوانی کریں کتابوں کی تصنیف خود کریں اور نام کسی بڑے مجتہد کا لکھ دیں۔ تاکہ تنخواہ اور وظیفہ میں اضافہ کے ساتھ تصنیف و تالیف کیلئے حکومت سے کاغذ کا کوٹہ بھی مل جائے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ علماء کا اپنی پارٹی کے حق میں۔ اور پارٹی کا علماء کے حق میں کوئی بیان آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ یہ معاملہ ''مَن تُرا حاجی بگویم اور تُو مرا ملاّ بگو'' کے دائرہ میں گھومتا ہے۔ قارئین نوٹ فرمائیں کہ ایک طرف معصوم محمدؐ وآل محمدؐ ہیں۔ دوسری طرف خاطی علماء ہیں۔ اُدھر ایسے متقی راوی ہیں جن کی تصدیق معصومینؑ نے فرمائی ہے۔ اور اِدھر علماء کے ماتحت اور اُن کی پارٹی کے وظیفہ خوار و تنخواہ دار لوگ ہیں۔ جن کی تصدیق کرنے والے بھی خاطی اور غرض مند لوگ ہیں۔ کسی کو اس طرح شہید نہیں مانا جاسکتا کہ اُس کے اپنے لوگ اُسے شہید لکھنا اور کہنا شروع کر دیں۔ آج دیکھو ہر سال کتنے لوگ شہید بنا دیئے جاتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے کو عالم وفاضل اور آیت اللہ وحجۃ اللہ لکھنے کہنے اور مشہور کر دینے سے بھی جاہل آیت اللہ اور عالم نہیں بن جاتے۔ جب مجتہدین معصومینؑ کی احادیث قبول کرنے میں ایک ہزار شرطیں لگاتے ہیں تو ہم اُن کی گھریلو باتوں کو قبول کرنے کے لئے دو ہزار شرائط کیوں نہ لگا دیں؟ اور کیوں بلاچوں وچرا اُن کی خود ساختہ مدح وثنا اور غپ شپ کو مان لیں؟ جب وہ حدیث پر دشمن کے تیار کردہ اصول فقہ اور اصول درایت کے رگڑے مارتے ہیں۔ تو ہم کیوں نہ اُن کی ہر بات کو اُن ہی کے اصول پر جانچ کر رد کر دیں؟۔

(ب) سابقہ بیان میں ہم نے اُکتا کر اور آپ کو اس جناتی زبان سے بچانے کے لئے ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ اب اس بیان کا باقی حصہ اپنی سادہ اُردو میں لکھتے ہیں۔ تاکہ آپ علامہ کا مفہوم زیادہ گہرائی اور سہولت سے سمجھیں۔ لہٰذا اب علامہ سرکار شہید ثانی کا ذکر چھوڑ کر اُن کے پوتے کا تذکرہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

(ج)۔ ''انہوں نے نہایت بزرگ عالم ہوتے ہوئے بھی کوئی کتاب نہ لکھی۔ اور یہ عذر کیا کہ سابقہ لوگوں نے مثلاً اُن کے دادا شہید ثانی نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ اور اُسی قسم کی کتابوں سے بہت سے لوگ تلوار کے گھاٹ اُترے۔ لہٰذا انہوں نے کہا کہ میں نے احتیاط کی بنا پر اور شہرت سے بچنے کے لئے کوئی کتاب لکھنا پسند نہیں کیا''۔ پھر علامہ بتاتے ہیں کہ:۔

(د)۔ ''شہید ثانی کے پوتے کا نام بھی زین الدین بن محمدؒ بن زین الدین (شہید ثانی) تھا۔ وہ اپنے دادا زین الدین شہید ثانی پر اور شہید اول پر اور علامہ حلّی پر بہت تعجب فرمایا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اُن حضرات نے اہل خلاف سے کیوں پڑھا؟ اور کیوں اُن کے اصولِ فقہ، اصولِ حدیث اور اصولِ درایت کو شیعوں میں لائے؟ یہی نہیں بلکہ وہ اُن حضرات کے اس عمل سے نفرت کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔ کہ اِسی کے نتیجہ میں ہوا جو کچھ کہ ہوا''۔ یہ بات اَوحٰی مَااَوحٰی کی طرح فرما دی ہے۔ مطلب اُن کا یہ ہے کہ دین میں تمام خرابیاں اہل خلاف کے اصول کو داخل کرنے سے پیدا ہوئی ہیں''۔

(ہ)۔ ''جناب علامہ یوسف بحرانی مندرجہ بالا بیان اپنی کتاب لوٗلوٗۃ البحرین میں لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جناب زین الدین بن محمد نے اپنے دادا اور شہید اول اور علامہ حلّی اور دیگر مجتہدین کے حق میں جو کچھ فرمایا وہ بالکل حق ہے۔ اور اُن کا اُن لوگوں پر تعجب کرنا اور اُن کی کتابوں اور طرزِ عمل سے نفرت کرنا بجا ہے۔ خدا اُن کو اُن کے اس اعلان پر جزائے خیر دے۔ انہوں نے یہ تنقید کر کے حق کو واضح کیا۔ اور باطل کو رد کر دیا۔ سب کو چاہیئے کہ وہ شہید ثانی کے پوتے کی اتباع کریں۔ حق اُسی میں ہے۔ جو اُنہوں نے بیان کیا۔ خواہ اس کے ماننے والے کم ہی کیوں نہ ہوں''۔ علامہ شیخ یوسف بحرانی مسلسل رقمطراز ہیں کہ:۔

(و) شہید اول، شہید ثانی، علامہ حلی اور وہ تمام سابقہ علماء جنہوں نے مندرجہ بالا طریقہ اختیار کیا کئی ایک وجوہ سے غلط کار تھے''۔

۔''اول یہ کہ صحیح احادیث میں اہل خلاف کی صحبت اور اُن کے اصول وقواعد پر توجہ دینے کی ممانعت واضح ہے''۔ اور

۔''دوم یہ کہ کتاب ''متاجز'' میں گمراہ کن چیزوں کا جمع کرنا ممنوع ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ گمراہ کن چیزوں کو ضائع اور تلف کر دیا جائے۔ اور اہل خلاف کو ہر گمراہی کی بنیاد قرار دیا ہے''۔ اور

۔''سوم۔ اس لئے کہ جو بھی خرابی پیدا ہوئی ہے وہ دشمنوں کے اصول فقہ وغیرہ کو مذہب شیعہ میں لانے سے ہوئی ہے۔ حالانکہ اہل بیتؑ سے اُن اجتہادی اصولوں کی کوئی سند نہیں ملتی ہے۔ باوجودیکہ آئمہؑ اہل بیتؑ اصول دین وشریعت کے بیان کرنے اور لوگوں کو علم دین عطا کرنے میں بڑے ہی حریص تھے۔ اور حقیر سے حقیر چیز بھی بلا تکلف سمجھاتے تھے۔ اگر اُن اصول فقہ وغیرہ کی کوئی حقیقت ہوتی تو وہ حضرات اُن کو بیان کرنے سے ہرگز گریز نہ کرتے (صفحہ ۲۳۴ مقتاح)

یہاں قارئین رک جائیں اور سنیں کہ علامہ یوسف بحرانی اعلی اللہ مقامہ نے جو کچھ لکھا وہ حق تھا۔ اور شہید ثانی کے پوتے صاحب قبلہ کا بیان تھا۔ مگر چونکہ یہ سب کچھ مجتہدین کے خلاف تھا۔ اور وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ اُن کی پول کھولی جائے اس لئے کتاب قصص العلما کا مصنف مجتہد علامہ یوسف بحرانی کی کُھل کر مذمت کرتا ہے۔ اور اُنہیں جاہل قرار دے کر اُن کے بیان کو بکواس قرار دیتا ہے اور اُن کے مندرجہ بالا اول ودوئم اور سوئم اعتراضات کا جواب یوں لکھتا ہے کہ:۔

(ز)۔ ''علامہ یوسف بحرانی کے متعلق میں بڑی عقیدت رکھتا تھا اور اُن کے علم وفضل اور معاملہ فہمی اور دقیقہ سنجی کا معترف تھا۔ مگر شیخ

شہید ثانی کی مندرجہ بالا مذمت پڑھ کر اور اس بکواس کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ حدائق الناضرہ کا یہ مصنف بالکل جاہل آدمی تھا۔''

قارئین دیکھیں کہ جن مضامین اور تحقیقات کو پڑھ کر قصص العلماء کا مصنف متاثر ہوا تھا۔اب اپنے ایک بزرگ کی مذمت پڑھ کر صاف منکر ہوگیا اور سمجھ لیا کہ اُن کے انکار سے وہ تحقیقات صفحۂ تاریخ سے مٹ جائیں گی جن پر داد دی گئی تھی۔اب تینوں اعتراضات کے عالمانہ جواب سنئے۔

(ح) قصص العلماء کا مصنف بحرانی کا جواب دیتا ہے۔

(۱) پہلے اعتراض کا جواب **پیرا ''و'' دیکھیں**: ''وہ احادیث جو اہل خلاف سے میل جول کی ممانعت میں ہیں اُن سے یہ مراد ہے کہ وہ عقائد میں خلل پیدا ہونے کا سبب نہ بن جائیں۔ورنہ تقیہ کی صورت میں اور دفع شر کے لئے اُن سے میل جول لازم ہے۔جیسا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے اہل خلاف سے میل جول رکھا''۔

(۲) دوسرے اعتراض کا جواب **دیکھیں پیرا (و)**

۔''اُن کی کتابوں کا درس لینا اور اُن سے رجوع کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ انسان اہل خلاف کی بحثوں اور دلیلوں سے مطلع ہو کر اُن کی دلیلوں کا صحیح جواب دے سکے''۔

(۳) تیسرے اعتراض کا جواب (**دیکھو سابقہ پیرا (و)**

۔''اصول فقہ پر اعتراض کرنا حد درجہ کی کند ذہنی کا ثبوت ہے۔اِس لئے کہ اصول فقہ میں تو الفاظ کے استعمال پر بحث ہوتی ہے اور اس کی ممانعت کہیں نہیں ہے''۔

یہ تھے صاحب قصص العلما کے جوابات۔آگے چل کر جناب السید محمدؒ مرتضیٰ جونپوری نے ان مجتہد صاحب کی کافی مرمت کی ہے۔اسے ملاحظہ کرنے سے پہلے ہم ان تینوں جوابات کی پوزیشن آپ کو دکھاتے ہیں۔

(ط) علامہ یوسف بحرانی کی طرف سے ہمارا جواب الجواب

(۱) پہلا جواب الجواب: صاحب قصص العُلما نے یہ فرض کرلیا ہے کہ علامہ زین الدین وغیرھُم نے محض تقیہ کی وجہ سے بادِلِ ناخواستہ اہل خلاف سے میل جول رکھا تھا تا کہ شر پیدا نہ ہو۔یہ جواب نہیں بلکہ کذب صریح اور فریب سازی ہے۔اس لئے کہ زیر بحث مجتہدین نہ تقیہ کرتے تھے نہ اُن کے زمانہ میں اُن کو تقیہ کی ضرورت تھی۔اور جو لوگ تقیہ کی وجہ سے میل جول رکھتے تھے یا آئندہ رکھیں گے اُن پر علامہ بحرانی نے اعتراض نہیں کیا ہے۔یہ اعتراض تو ان اہل قلم مجتہدین پر ہے جو بالکل آزاد و خود مختار تھے۔ اور اپنے احکام شیعوں پر علی الاعلان نافذ کرتے تھے اور بلا کسی ضرورت کے اہل خلاف کے طریقوں اور اصول اجتہاد کو شیعوں میں پھیلا رہے تھے۔اُن پر واجب تھا کہ وہ علامہ بحرانی کے جواب میں شہید ثانی وغیرہ کا تقیہ میں ہونا ثابت کر دیتے۔

تقیہ کی اجازت کا انکار نہیں کیا بلکہ بلا ضرورت تخریبِ دین کرنے کا جرم عائد کیا ہے۔اس کا جواب نہیں ہوسکا۔

(۲) دوسرا جواب الجواب: دوسرا جواب بھی احمقانہ ہے۔صرف یہ لکھ دینا کافی تھا کہ جن حضرات پر اہل خلاف کی کتابیں اوراصول پڑھنے پر اعتراض کیا ہے اُنہوں نے فلاں فلاں کتاب اہل خلاف کی ردّ میں لکھیں اوراس ردّ کے لئے اہل خلاف کی فلاں فلاں کتابیں پڑھنا ضروری تھا۔اِس کے باوجود یہ اعتراض پھر بھی قائم رہتا ہے کہ اہل خلاف کی کتابیں جگہ جگہ ملتی تھیں۔ اِس کے لئے جا کر اُن کا شاگرد بننا اوراصول کی تعلیم ضروری نہ تھا۔

(۳) تیسرا جواب الجواب: جو مجتہد یہ بھی نہ جانتا ہو کہ اصول فقہ میں کیا کیا موضوع اور مباحث داخل ہیں وہ واقعی ایک جاہل شخص یا فریب ساز شخص ہے۔اصول فقہ میں الفاظ کی بحث تو برائے نام یا برائے ''بیت'' ہوتی ہے۔اس لئے کہ الفاظ کی بحث علم الصرف وعلم النحو میں مکمل ہوچکتی ہے۔البتہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ:۔

اصول فقہ میں جو بحث ہوتی ہے وہ قرآن وحدیث میں استعمال شدہ الفاظ کے معنی کے استقلال کو بگاڑنے اورآیات واحادیث کے مفاہیم کا رخ موڑ کر اپنی مصلحتوں کے ماتحت لانے کے لئے قانون بنانے سے تعلق رکھتی ہے۔

(ی) قصص العلماء کے مصنف نے مندرجہ بالا تین غلط سلط جواب کے ساتھ ہی مجتہدین کے عقائد اسی طرح لکھے ہیں اورمحدثین پر اعتراض بھی کئے ہیں۔

(۱)۔''احادیث کے متعلق اخباری (محدثین) علماء کا یہ دعویٰ کہ احادیث سے ''علم قطعی'' حاصل ہوتا ہے۔غلط ہے''۔اور

(۲)۔''احادیث آپس میں ایک دوسرے کی مخالف ہیں۔احادیث میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جن سے اصل مفہوم کا پتہ نہیں چلتا اورزمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ احادیث میں خلل (گڑبڑ) واقع ہوگیا ہے''۔

(۳)۔''محمدین (یعنی محمد یعقوب کلینیؒ ۔۲۔شیخ صدوقؒ ۔۳۔ابوجعفر طوسی) کا یہ کہنا کہ کتب اربعہ کی حدیثیں ہمارے اورخُدا کے درمیان حُجت ہیں، عقل سے دور کی بات ہے''۔

(۴)۔''اس لئے کہ اُن تینوں کی روایات ایک دوسرے کے خلاف ہیں اوراختلاف سے بھری پڑی ہیں''۔

سید محمد مرتضٰی جونپوری کا تبصرہ قصص العلماء کے مصنف کے بیانات پر۔

اب قارئین یہ دیکھیں کہ ہندوستان کے یہ زبردست مجتہد کس طرح صاحب قصص العلماء کے بیانات پر تنقید فرماتے ہیں اورشیعوں میں مجتہدین حضرات کی کیا پوزیشن رہتی ہے۔ملاحظہ ہو:۔

(۱)۔''احادیث علاجیہ میں کوئی تعارض واختلاف ماننا قصص العلماء کے مصنف کی کم فہمی ہے''(مفتاح الشفاعۃ صفحہ ۲۳۵ (حاشیہ میں) پھر لکھا کہ:۔

(۲)۔ ''اس میں شک نہیں کہ وقتِ ضرورت واضطرار حرام کام حلال ہوجاتے ہیں۔مگر علامہ یوسف بحرانی کا اعتراض تو اُس صورت اور حالت میں ہے جب کہ ایک شخص مختار ہو اور غلط کاموں سے اجتناب کرسکتا ہو، اوراس کے باوجود بھی خود کو ایسے حالات میں الجھالے جن میں پھر تقیہ کی ضرورت پڑ جائے۔ چنانچہ شہید ثانی کے پوتے زین الدین اور علامہ بحرانی کے اعتراض کا یہی مطلب ہے اُن کے اعتراض اور نفرت کرنے میں یہ مطلب واضح ہے کہ دونوں شہیدوں اور دیگر مجتہدین کو چاہئے تھا۔کہ وہ حضرات اہل خلاف سے اصول حدیث، اصول فقہ اور اصول درایت وغیرہ حاصل نہ کرتے۔اور باقاعدہ اُن کے شاگرد نہ بنتے۔ لہٰذا یہ ناممکن تھا کہ اہل خلاف اُنہیں اپنی شاگردی اور اصول اختیار کرنے پر مجبور کرتے۔چنانچہ اُنہوں نے بلا وجہ اور بلا تقیہ اور بلا ضرورت اہل خلاف کی شاگردی اور ان کے اجتہادی اصول اختیار کئے اور پھر دل کی رضامندی کے ساتھ اُن اصول وقواعد کو مذہب شیعہ کا راہ نما بنانے کے لئے اپنی کتابوں کو مرتب کیا۔لہٰذا علامہ بحرانی کا اعتراض بدستور قائم ہے''۔اس کے بعد علامہ محمد مرتضٰی نے ہارون بن خارجہ کا واقعہ لکھا ہے جو بلا ضرورت مخالفین کے یہاں جاتے تھے اور اُن کے دلائل اور بحثیں اس لئے سنتے تھے کہ ان کا ردّ وبطلان لکھیں۔مگر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہارون کو حکم دیا کہ ہر گز اس غرض سے بھی خلا ملا نہ رکھیں اور اُن کے اس عملدرآمد کی مذمت فرمائی۔اور قرآن کریم کی آیات سے اس کی ممانعت بیان کی''۔(مفتاح الشفاعۃ صفحہ ۲۳۶ وغیرہ کتب)

(۳) احادیث ہر حال میں واجب الاطاعت ہیں

پھر لکھا کہ:۔ ''قصص العلماء کا مصنف غلط کہتا ہے کہ احادیث میں تعارض ہے لہٰذا احادیث سے علم قطعی اور حکم حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔احادیث میں معارضہ (احادیث کو ایک دوسری کے خلاف مانا گیا ہے۔احسن) علم قطعی پر اثر انداز نہیں ہوتا (مرتضٰی صاحب معارضہ کے قائل ہیں۔احسن) اس لئے کہ بعض بعض حدیثوں میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے درمیان خود ہی عمداً اختلاف پیدا کیا ہے۔اگر تم سب ایک ہی بات متفقہ طور پر کہا کرتے تو تمہاری گردنیں ماردی جاتیں۔پھر ایسا معارضہ تو قرآن کی آیات میں بھی موجود ہے (علامہ مرتضٰی قرآن اور حدیث دونوں میں معارضہ یا مخالفت کی موجودگی مانتے ہیں۔آخر ہیں تو وہ بھی مجتہد ہی۔احسن) اور آئمہ علیہم السلام نے اُن معارضات کو حل کیا ہے۔چنانچہ احادیث پر معارضہ کی موجودگی کا اعتراض کرتے ہیں۔وہ قرآن کی آیات میں معارضہ کا جو جواب دیں گے وہی ہمارا جواب ہوگا''۔

علامہ مرتضٰی کا یہ جواب بالکل مجتہدانہ واحمقانہ ہے۔اگر حدیث پر معترض یہ کہہ دیں کہ معارضہ اور تضاد کی بناء پر وہ قرآن کو خدا کی کتاب نہیں مانتے تو علامہ کو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ رسولؐ اللہ کو خدا کا رسولؐ نہیں مانتے۔جن کی احادیث میں معارضہ و تضاد واختلاف ہے۔ہم عرض کرتے ہیں کہ جس چیز کو مجتہدین اور دیگر علماء نے معارضہ یا تضاد سمجھا ہے، نہ وہ معارضہ ہے نہ تضاد ہے۔ بلکہ وہ مختلف طبقات کی عقل کے معیار پر آیات یا احادیث ہیں۔ تشریحات ہماری تصنیفات میں ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ مسلسل لکھتے ہیں کہ:۔

۴۔یعقوبؒ کلینی ،صدوقؒ اورطوسیؒ پراعتراض کا جواب۔

۔’’صاحب قصص العلماء کا تینوں محمدوں پر اعتراض کرنا اُن کی انتہائی حماقت اور کھوکھلے پن کا ثبوت ہے۔اس لئے کہ اصول وفروع کا اِنحصار ہر زمانہ میں قیامت تک احادیث معصومین علیہم السلام پر ہے اور یہ تینوں حضراتؒ یقیناً صادق القول تھے۔اور ان کے اقوال کو بے اعتبار سمجھنا نہ صرف ان کی تکذیب ہے بلکہ اُن کے جھٹلانے والے کے بے اعتبار ہونے کا ثبوت ہے۔

۵۔قصص العلماء کے مصنف کی پوزیشن۔

رہ گیا اُن کا یہ کہنا کہ اُن کے فتاویٰ واقوال بھی وہی حیثیت رکھتے ہیں۔جو محمد یعقوبؒ ،شیخ صدوقؒ اور علامہ طوسیؒ کے فتاویٰ اور اقوال کی تھی تو اس میں دیکھنا یہ ہوگا کہ اُن کے یا کسی اور کے فتاویٰ واحکام معصومین علیہم السلام کی احادیث سے ماخوذ ہیں تو صحیح ہیں لہٰذا دارومدار اشخاص پر نہیں بلکہ معصومؑ احادیث پر رہا۔اور اگر وہ فتاویٰ واحکام مجتہدانہ اصول پر ہیں اور محمدؐ وآل محمدؐ کی احادیث سے ماخوذ نہیں تو وہ سب قطعاً باطل ہیں۔اور خود مجتہدین کے نزدیک اُن کے اپنے فتاویٰ واحکام بعض حالات میں ناقابل عمل بھی ہوجاتے ہیں۔اور احادیث اگر معاریض سے خالی ہوں تو ہر حال میں اور ہمیشہ حجت ہیں‘‘۔پھر مسلسل لکھا کہ:۔

۶۔حضرت محمدؐ امینؒ استرآبادی پراعتراض کا جواب۔

محمد امینؒ استرآبادی کو جاہل قرار دینا اور یہ کہنا کہ انہوں نے علامہ حلّیؒ سے اصول فقہ وغیرہ کو داخل کرنے اور مجتہدین کی بنائی ہوئی احادیث کی قِسموں کو اختیار کرنا منسوب کیا ہے۔حالانکہ ابنِ طاؤس نے اس کی ابتداء کی تھی جو کلام حضرت حجتؑ کو سُننے کی عزت رکھتے تھے۔اس لئے سراسر غلط ہے کہ جناب رئیس المحدثین محمدؐ امین نے صرف علامہ حلی کی طرف نسبت نہیں دی ہے بلکہ صحیح بیان فوائد مدینہ میں یہ لکھا ہے کہ۔

۷۔حضرت محمد امینؒ استرآبادی نے کیا لکھا تھا؟۔

اَلْـمُقَدّمه فی ذکر ما احدثه العلامة الحِلّی وَمَنْ و افقه خِلاَفاً لمعظم الامامية اصحابُ الائمةً وَهُوَ اَمْرَانِ ، احد هما تقسيم اَحاديث كتبنا اِلٰی اقسام اربعه...... الخ۔(فوائد مدنیہ)

۔’’یہ مقدمہ اس سلسلہ میں لکھا جارہا ہے کہ علامہ حلّی اور اُن کے ہمنوا لوگوں نے آئمہ علیہم السلام کے صحابہ کے عمل کے خلاف دو عدد بدعتیں جاری کی تھیں ایک یہ ہے کہ انہوں نے معصومینؑ کی احادیث کو چار قسموں میں بانٹ کر رکھ دیا‘‘۔

۸۔قصص العلماء کے مصنف کو سچ مچ جاہل ثابت کردیا

۔’’یہ کہنا بھی غلط ہے کہ حدیث کی اقسام ابن طاؤس نے اختیار کی تھیں۔اسلئے کہ جو شخص اہل خلاف کی طرح شیعوں

میں حدیث کی چار قسموں کو لایا تھا وہ تھا تو ابن طاؤس ہی۔ مگر وہ اُس ابن طاؤس کا بھائی تھا جو حضرت حُجتؑ سے شرف مکالمہ رکھتے اور صاحب کرامات تھے۔ لہٰذا ابن طاؤس کہہ کر اُس نے فریب دیا یا خود فریب کھایا ہے۔ محمدؐ امین استر آبادی وہ بزرگ ہیں۔ جن کو جناب محمدؐ باقر مجلسی ایسا جلیل القدر عالم اپنے یقین کے ساتھ رئیس المحد ثین لکھتا ہے۔ اُن کو جاہل قرار دینے والا ہرگز علم و دیانت سے وابستہ نہیں ہے''۔ مسلسل لکھا کہ:۔

(۹) قصص العلماء کا مصنف میرزا محمد تنکائی خود قصص العلماء میں جاہل ثابت ہے

۔''میرزا محمد تنکائی کے جاہل ہونے کا پتہ اُن کی اپنی تصنیف قصص العلماء سے بھی چل جاتا ہے۔ مثلاً اُن کی ایک حماقت یہ ہے کہ انہوں نے شیخ علی بن شیخ محمد کی چھبیس (۲۶) کرامات لکھ ماری ہیں۔ جن میں سے ایک بھی کرامت نہیں ہے۔ اِسی طرح بہت سی باتیں قصص العلماء میں سہو اور غلطی پر مبنی ہیں اور یہ کتاب قصص العلماء کھوکھلی اور فضول باتوں سے بھری پڑی ہے اور مختلف مقامات پر محد ثین کے خلاف کھلا ہوا تعصب اور ہٹ دھرمی موجود ہے اور میرزا تنکائی سے بار بار غلطیاں سرزد ہونا قابل تعجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت حجۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ سے قتل ہونے والا یقیناً ازلی غلط کار ہونا چاہیئے''۔ مسلسل لکھا کہ:۔

(۱۰) میرزا تنکائی کو حضرت حجۃؑ نے خواب میں قتل فرمایا تھا

میرزا محمد تنکائی خود اپنا حال یوں لکھتے ہیں کہ:۔

۔''عجیب عجیب باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے بچپن میں خواب دیکھا تھا کہ حضرت صاحبؑ الامر عجل اللہ فرجہ نے مجھے ایک ایسے مدرسہ کے قریب تلوار ماری جو میں نے تعمیر کیا تھا اور میرا سر قلم کر دیا۔ اس کے بعد میں مراتب اعلیٰ پر فائز ہوا تھا''۔ علامہ میرزا نے اس خواب اور قتل کی یہ تعبیر کر لی کہ اس کا خواب میں قتل ہونا طویل عمر پانے اور امام عصرؑ سے علم حاصل کرنے کی دلیل ہے۔ لہٰذا جو شخص حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہونے والے لڑکے کی شبیہ ہو اُس میں کچھ نہ کچھ حرکات اس بچہ والی موجود ہونا ضروری ہیں خواہ وہ بکواس ہی کی صورت میں سہی۔ چونکہ یہ قتل خواب میں ہوا تھا اس لئے شاید میرزا صاحب کفر سے بچ گئے ہوں''۔ (مفتاح الشفاعۃ صفحہ ۲۳۲ تا ۲۳۸ مسلسل) یہ تمام بیانات روضۃ الجنات، قصص العلماء اور دیگر بڑی بڑی کتابوں سے ثابت ہیں (احسن)۔ ان بیانات سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ مجتہدین اور ان کے حاشیہ نشین (یعنی چمچے) اپنی اور اپنی پارٹی کی شان میں کرامات اور فضائل کے قصیدے لکھ لکھ کر پھیلایا کرتے تھے۔ لہٰذا کسی مجتہد یا مجتہد کے ہم نوا کی تحریر مجتہدین کے حق میں بلا تحقیق قبول کر لینا مذہب شیعہ کی تحقیق کے معیار کے خلاف ہوگا۔

29۔ مجتہدین اور اخباریین (محدثین) میں سمجھوتہ کی کوششیں

آج بھی یہ عام دستور ہے کہ جہاں کسی عالم نے حق کی تائید میں کسی موجودہ یا گذشتہ عالم کے خلاف لب کشائی کی تو فوراً چاروں طرف سے اُس کا منہ بند کرنے کی کوشش شروع ہو جاتی ہے۔ اور حق و ناحق کو بُھلا کر یہ اپیل کی جاتی ہے کہ:۔

(۱) اس بحث سے مذہب شیعہ کی ہوا خیزی ہوگی۔ اور

(۲) لوگ مذہب شیعہ پر ہنسیں گے۔ اور

(۳) علمائے شیعہ کی پوزیشن اور عظمت پر حرف آئے گا۔

مطلب یہ ہے کہ علماء کی غلط کاری کا چھپانا سب سے بڑا اور اولین حق ہے۔ یعنی خطائے بزرگان گرفتن خطا است۔ لیکن یہ قاعدہ اور اصول مذہب شیعہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اس ہی قاعدہ کے مطابق تو یہ کہا جاتا ہے کہ:۔

۔''فلاں فلاں افراد پر تنقید نہیں کی جا سکتی۔ فلاں فلاں کی غلطیوں کی نشاندہی کرنا غلط ہے۔ صرف اُن کی اچھائیاں بیان کرو اور اُن کی غلطیوں سے اغماض کرو یا اُن کی اچھی تاویل کرو''۔

یعنی یہ اصول اُن لوگوں کا ہے جو یہ تو مانتے ہیں کہ اُن کے راہنما خاطی اور خطا کار تھے۔ مگر اُن کی خطاؤں کو بیان کرتے ہوئے اس لئے ڈرتے ہیں کہ معصومؑ رہنماؤں کے مقابلہ میں خطا کاروں کو راہنما بنانا ظلم ثابت نہ ہو جائے۔ یاد رکھو کہ مذہب شیعہ نام ہی اس مذہب کا ہے جس میں دین کی باگ ڈور خطا کار کو نہیں بلکہ معصومؑ کو سونپی جاتی ہے۔ خطا کاروں کی راہ نمائی کو باطل سمجھا جاتا ہے اور کسی کو تنقید سے بالا نہیں سمجھا جاتا اور ظلم و جبر و استبداد کی راہ چلنے والوں کو ساری دنیا سے روشناس کرانا اور اُن کے منصوبوں کو بے اثر کرنا ہر شیعہ فرد کا اولین فریضہ ہے۔ علماء کی غلطی کو چھپانا سب سے بڑا ظلم ہے۔ اس لئے کہ وہ غلطیاں مذہب شیعہ کو بدنام کرتی ہیں اُن ہی غلطیوں کے سہارے سہارے باطل اپنے مقاصد پورے کرتا چلا جا رہا ہے اور جہاں موقعہ ہوتا ہے فوراً ایک کتاب کا نام اور صفحہ سطر لکھ کر کہہ دیتا ہے کہ دیکھو کہ تمہارے یہاں بھی یہی بات لکھی ہے۔ مجتہدین نے کوشش کی ہے کہ اہل باطل کی خطرناک اسکیم کو اپنی کتابوں میں لکھ کر مخالفین کے لئے ثبوت فراہم کر دیں۔ لیکن شیعوں کا مسلک و مذہب یہ ہے کہ اُن علماء کی مذمت اور نقاب کشائی کی جائے جنہوں نے شیعہ لبادہ میں رہ کر، شیعہ کہلا کر شیعوں کے علماء بن کر دشمنوں کی تائید میں اپنی کتابوں میں غلط باتیں لکھیں۔ غلطیاں اور باطل عقائد مذہب شیعہ میں نہیں۔ بلکہ غلطیاں اور باطل عقائد اُن علماء کے تھے جنہوں نے اُن غلطیوں اور باطل عقائد کو شیعوں کے یہاں زیر پردہ رہ کر اپنی کتابوں میں جگہ دی۔ اس حقیقت سے غفلت کی بنا پر بعض نیک نہاد علماء نے بھی یہ غلطی کی ہے کہ علماء کی اندھا دھند طرفداری میں بعض کھوکھلی اور کمزور اپیلیں کیں۔ اور کوشش کی

کہ کسی طرح سارے شیعہ نام کے علماء کی خطاؤں کو چھپا کر سب کو برسرحق قرار دیا جائے۔ **غور سے سنئے اور یاد رکھئے کہ شیعوں میں صرف چودہ معصوم علیہم السلام ہیں**۔اُن کے علاوہ ہر شخص سے غلطی ممکن ہے۔کسی کی غلطی کا اقرار کرنا مذہب شیعہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ غلطی کو چھپانا اور خاطی وخطا کاروں کو معصوم اور معظم بنا کر پیش کرنا عقل ودانش وقانون واخلاق اور مذہب شیعہ کے خلاف ہے۔ مذہب شیعہ میں غلط بات کا ہونا ناممکن ہے اس لئے کہ یہ مذہب معصومینؑ نے دیا ہے۔جتنی باتیں شیعہ نام کی کتابوں میں غلط ہیں اور جن سے مخالف فائدہ اٹھاتا ہے وہ تمام باتیں علماء کی اپنی غلطیاں ہیں۔خواہ وہ شعوری غلطیاں ہوں یا لاشعوری۔

علامہ السید محمد مرتضیٰؒ جونپوری نے بھی اپنی کتاب مفتاح الشفاعة میں مجتہدین اور محدثین یا اخباریئں دونوں کو حق پر ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔اور چاہا ہے کہ عوام اُن تمام باطل عقائد سے لاعلم رہیں۔ جو مجتہدین نے اپنی کتابوں میں لکھے اور اپنے زمانہ میں شیعوں میں پھیلائے تھے۔اور آج تک اہل خلاف اُن سے فائدہ اٹھاتے اور مذہب شیعہ کے خلاف استعمال کرتے چلے آتے ہیں۔ہم نے اس طرز فکر کی حد بھر مذمت کی ہے۔ یہاں اس قدر اور یاد دلاتے ہیں کہ علامہ مرتضیٰ صاحب یہ سمجھوتہ یہ سمجھ کر کرا رہے ہیں کہ اُن کے زمانہ میں اُن کے نزدیک کوئی اخباری عالم ہندوستان میں موجود نہیں تھا۔اور صرف کٹر قسم کے مجتہدین نما لوگ موجود تھے۔لہٰذا اس سمجھوتے کے معنی یہ ہیں کہ مجتہدین کو مکمل استحکام مل جائے اور اگر کسی کتاب سے کسی شیعہ کو مجتہدین کے بُرے اعتقادات یا فتاویٰ واحکامات معلوم بھی ہو جائیں تو وہ بھی مذہب کی ہوا خیزی اور اہل خلاف سے تعصب کی بنا پر خاموش رہ کر مجتہدین کی تقلید کرتا چلا جائے۔مجتہدین کو جب بھی موقعہ ملا انہوں نے اس قسم کی برابر کوشش کی ہے۔بعض نام نہاد اخباری یا فرضی اخباری علماء کو خرید ا گیا۔بعض خود بھی نرم دل اور صاحبان وسعت اخباری عالم تھے اور اہل خلاف کے خیال سے آپس کے تفرقے کے ڈر سے صلح کن باتیں کرتے رہے۔بعض نے مجتہدین کو حق کی دعوت دینے کے لئے نرم رویہ بھی اپنایا۔ لیکن وہ یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ سانپ کے بچہ کو دودھ پلا کر دوست نہیں بنایا جاسکتا۔ادھر جناب حیدر علی لکھنو سے اخباریوں کے خلاف زہر اگلتے اور انہیں کافر قرار دیتے رہے۔اور علامہ سید محمد مرتضیٰؒ اعلی اللہ مقامہ اپنے زمانہ میں دونوں قسم کے شیعہ علماء کو واجب الاطاعت فرماتے رہے ہیں۔ بہرحال اب علامہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اخباری اور اجتہادی علماء میں سمجھوتے کے دلائل اور وجوہات بھی قرآن وحدیث سے نہیں بلکہ قیاسات اور مصلحتوں کے سہارے لائے گئے ہیں۔ چنانچہ علامہ کی گفتگو اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔ہم مجتہدانہ اصول سے اُن کی دلیل کو باطل کریں گے۔

(الف) پہلی اپیل

”امام عصر علیہ السلام نے خوابوں میں یا بالمشافحہ دونوں قسم کے علماء (اخباری اور مجتہدین) سے عزت واکرام کا سلوک

فرمایا ہے''۔اس کا جواب یہ ہے کہ:۔

(۱)خواب میں یا جاگتے ہوئے ملاقات واعزاز واکرام کا سلوک محض ایک روایت ہے اور وہ بھی غیرمصدقہ اورغیر عادل لوگوں کی روایت یا خود اپنے مفاد میں روایت ہے۔اس سے بقول مجتہدین علم قطعی حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ

(۲) ایسے قصوں پر سازش کا احتمال ہے۔اور جب احتمال پیدا ہو جائے تو دلیل خود بخود باطل ہو جاتی ہے۔مجتہدین نے فرمایا ہے کہ:۔جَاءَ الاِحْتِمَالُ بَطَلَ الاِسْتِدْلال . یہاں احتمال نہیں بلکہ تاریخی واقعہ یہ ہے کہ:۔

(۳) مجتہدین کو ہر زمانہ میں حکومتوں سے وظائف، تنخواہیں اور تعاون حاصل رہا ہے۔وہ نہایت آسانی سے جس بات کو چاہتے مشہور و متواتر کے درجہ پر لا سکتے تھے۔وہ اہل زبان و اہل قلم کو خرید سکتے تھے اور مذہب شیعہ کی تخریب کے لئے انہیں کثرت کا تعاون سہولت سے حاصل ہو سکتا تھا۔اور تعاون کے لئے انہوں نے اپنے مذہب کے،مگر ہمارے دشمن' علماء سے پڑھا تھا تا کہ عوام اُن کی آواز میں آواز ملاتے رہیں۔ لہٰذا حضرت حجۃؑ کا کسی مجتہد سے رضامند ہونا،اعزاز و اکرام کا سلوک کرنا قصّوں کہانیوں اور خود ساختہ افسانوں سے نہیں بلکہ اس طرح ثابت کرنا پڑے گا کہ شک وشبہ باقی نہ رہے۔مثلاً آج کا کوئی مجتہد عملاً اس کا ثبوت دے کہ امام علیہ السلام اس سے رضامند اور خوش ہیں۔مزید وضاحت ہم سے طلب فرمائیں۔

(ب) دوسری اپیل

۔''جس طرح مجتہدین میں اختلافات رہے ہیں،اخباری علماء میں بھی اختلاف رہا ہے''۔لہٰذا اخباریوں کے ساتھ ساتھ مجتہدین کے اختلافات برداشت کر لینا چاہئے''۔**اس اپیل کا جواب یہ ہے کہ:۔**

(۱) اخباری علماء میں کوئی عالم ایسا نہیں گذرا جس نے یہ کہا ہو یا لکھا ہو یا اِس پر عمل کیا ہو کہ شرعی احکام قرآن وحدیث معصومین علیہم السلام کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے بھی اخذ ہو سکتے ہیں۔یعنی وہ اخباری عالم ہو ہی نہیں سکتا جو اخبار معصومینؑ کے خلاف مذہب شیعہ کے اصولوں میں اختلاف کرے۔لہٰذا کسی شیعہ عالم کا کوئی حکم یا فتویٰ کسی حدیث سے اختلاف نہیں کرتا۔مگر مجتہدین تو قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اختلافی احکام اور فتاویٰ صادر کرتے رہے ہیں اس لئے اُن کا ہر فتویٰ باطل ہے۔البتہ اگر مجتہدین بھی یہ اعلان کر دیں کہ وہ اپنے ہر فتویٰ اور حکم کو آیات اور احادیث کی سند سے پیش کیا کریں گے تو ہم اُن کو اپنا عالم اور بزرگ تسلیم کر لیں گے اور اُن سے احکام کی تعمیل کا حکم جاری کر دیں گے۔اس لئے جو قرآن اور حدیث کے ماتحت رہ کر فتویٰ دے اور اپنے احکام کو ذاتی رائے، قیاس،استحسان اور استصحاب کی غلاظت سے پاک رکھے وہی تو اخباری یا محدث ہے۔

(ج) تیسری دلیل

۔''چونکہ بعض اخباری علماء نے مجتہدین کی تصدیق کی اور اُن کو اجازہ دیا اور بعض مجتہدین نے اخباری علماء کی تصدیق

کی اور اُنہیں اجازہ دیا تھا۔لہٰذا تمام شیعہ عوام کو دونوں گروہ کے علماء کی اطاعت اور تقلید کرنی چاہئے‘‘۔اس اپیل کا جواب یہ ہے کہ:۔

(۱)جن مجتہدین کی اخباری علماء نے تصدیق کی تھی یا اُن کو اجازہ دیا تھا۔وہ سب کے سب اخباری علماء تھے۔مگر اجتہادی مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور تھے۔اس لئے انہوں نے اجتہادی نصاب (SYLLABUS) پڑھا تھا۔اُن کے الگ مدرسے نہ تھے۔اُن کا قتل عام کیا جاتا تھا اُن پر زندگی دشوار تھی۔لہٰذا وہ مجتہد بن کر مدرسوں سے نکلتے اور مذہب شیعہ کی حقیقی تعلیم اس طرح دیتے کہ مجتہدین کو کانوں کان خبر نہ ہو۔آزادی کے زمانہ میں بھی بعض اخباری علماء زیادہ اثر انگیزی کے لئے مجتہد بنے اور مجتہد کہلاتے رہے۔یہ اجازے اور تصدیق ایسی ہی صورت میں کی جاتی تھی۔چنانچہ جتنے قابل قدر مجتہدین گذرے ہیں۔وہ مجتہد نہیں بلکہ اخباری علماء تھے۔اُن کے فتاویٰ اور کتابیں اس کا ثبوت ہیں۔تم نام لو ہم اُن کی کتاب سے ثبوت دیں گے۔اُن ظاہر مجتہدین اور باطنی طور پر اخباری علماء نے آپس میں تصدیق اور اجازہ کا قاعدہ جاری کیا تھا۔انہوں نے ہرگز کسی۔ ’’مجتہد مطلق‘‘۔یا۔’’مجتہد سے بحث کی نہ تصدیق کی نہ اجازہ دیا نہ وہ مذہباً ان کو اجازہ دے سکتے تھے‘‘۔

(۲)’’پھر یہ تصدیق اور اجازوں کی بات بھی تو روایات کی صورت میں ہے۔جب مجتہدین آئمہ اہل بیتؑ اور محمد مصطفیٰؐ کی احادیث اور ثقہ راویوں کی روایت کو ماننے میں خود ساختہ اور دشمن ساز اصولوں کی چھلنی میں چھانتے ہیں تو ہم کیوں جلدی سے اُن کے حق میں اُن قصوں کو قبول کر لیں؟۔کیوں نہ وہ رگڑا لگا دیں جو پیرا (الف) کے ۱،۲،۳ میں مذکور ہے؟۔اور کیوں نہ سازش کہہ کر ان سب کو ٹھکرا دیں؟۔علاوہ ازیں اخباری علماء ہوں یا اجتہادی علماء ہوں ان کے ذاتی یا جماعتی اور انفرادی و اجتماعی فیصلے نہ دین ہیں نہ دلیل ہیں۔اسی بنا پر مذہبِ شیعہ میں ساری دنیا کا اجماعی فیصلہ بھی حدیث کی عدم موجودگی میں رد کر دیا جاتا ہے۔اور مجتہدین کے یہاں تو دو مجتہدوں کا متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔اور اس اجماع کو وہ واجب الاطاعت کہتے ہیں۔اور اس اجماع کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ دونوں مجتہد ہم عہد و ہم عصر ہوں۔یعنی ایک آج موجود ہو اور ایک پچھلی کسی صدی میں گذرا ہو۔لہٰذا ہمارے مذہب میں تمام مجتہدین اور تمام اخبارئین کا متفق ہو جانا بھی دین کا حکم نہیں بنتا۔اُن کے ساتھ معصومؑ یا قول معصوم علیہ السلام کا متفق ہونا بھی ضروری ہے۔تب وہ حکم دین کا حکم قرار پاتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

30۔ مجتہدین قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ اپنے ادلۂ شرعیہ کے بھی منکر ہیں

مجتہد حضرات نے شرعی احکام کی جن بنیادوں کو واصل بن عطا معتزلی سے لیا تھا۔وہ اُن کے یہاں ۔۱۔قرآن ۔۲۔حدیث۔ ۳۔اجماع اور ۴۔عقل تھے۔اُن کا کہنا یہ ہے کہ اِن چاروں ادلۂ شرعیہ میں سے ہر ایک کی رُو سے ہر حکم شریعت کا حکم ہے۔یعنی

اگر مجتہد کی عقل ایک حکم دے تو اُسے بھی خدا کا حکم مانا جائے گا۔ اور اگر دو چار مجتہد ایک حکم پر اتفاق کرلیں تو وہ بھی خدا کے حکم کی طرح واجب التعمیل ہے اور خلاف ورزی کرنے والا مجتہدین کے نزدیک قابل سزا اور جہنمی ہے۔ یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ جتنے احکام اہلبیت علیہم السلام کو دین اور اُن کے حقوق سے محروم کرنے کے لئے دیئے گئے اور جتنے حیلے حوالے اور بہانے گھڑے گئے وہ اِن ہی دونوں ادلۂ شرعیہ کی رُو سے جاری کئے گئے ہیں۔ ہم اور ہمارے حقیقی علماء ہر اُس حکم کو باطل اور طاغوتی حکم سمجھتے ہیں جو قرآن یا حدیث یا دونوں یعنی قرآن وحدیث سے نہ دیا جائے اور یہ عقیدہ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ جوکوئی بھی قرآن سے فیصلہ نہ کرے وہ کافر یا ظالم یا فاسق یا تینوں جرائم کا مرتکب ہوتا ہے (۴۴۔۴۵۔۴۷/۵) قرآن چونکہ حدیث کو بھی وحی ہی فرماتا ہے (۳۔۵۳/۴)۔ اس لئے حدیث کا الگ سے ذکر کرنا فضول تھا۔

مجتہد حضرات کی دینی کارگذاری یہ ہے کہ اُنہوں نے قرآن اور حدیث کو اصول فقہ، اصول حدیث اور اصول درایت کی مار دے کر الگ کر دیا۔ لہٰذا وہ دونوں تو یوں ناقابل اعتبار ہو گئے کہ اُن سے علم قطعی حاصل نہیں ہوتا۔ رہ گئے اجماع و عقل، اُن میں ایسی ایسی بحثیں نکالی گئیں کہ خود مجتہدین متحد نہ ہو سکے۔ آپ نے پڑھا ہے کہ مذہبِ شیعہ میں سب سے پہلے جناب سید مرتضٰی اعلی اللہ مقامہ نے بطور دلیل شرعی داخل کیا تھا ورنہ اُن سے پہلے ادوار آئمہ علیہم السلام میں یہ لفظ ''اجماع'' بھی اُسی طرح کا مردود لفظ تھا۔ جیسے فقیہ کی جگہ مجتہد یا اجتہاد کے الفاظ مردود تھے۔ البتہ اہل خلاف کے اہل قلم اور دانشوروں نے رسوؐل کی آنکھ بند ہوتے ہی اجتہاد اور اجماع کو اپنا ہتھیار بنالیا تھا۔ اُنہوں نے قرآن وحدیث کے واضح اور مسلّمہ احکام کا انکار یہ کہہ کر شروع کیا تھا اور آج تک یہی کہہ کر انکار کرتے ہیں۔ کہ:۔

۔''صحابہ کا اجماع اس معاملہ میں یوں نہیں بلکہ یوں ہے یا تھا۔ لہٰذا قرآن اور حدیث کے احکام کی ایسی تاویل وتعبیر کرنا لازم ہے جو صحابہ کی تفہیم کے مطابق ہو۔ صحابہ کے فیصلے کے خلاف قرآن یا حدیث کا حکم نہ ہوسکتا ہے اور نہ قابل قبول اور مصلحت عامہ کے مطابق قرار پاسکتا ہے''۔

حضرت علی علیہ السلام کو خلافت سے محروم کرنے کے لئے اجماع ہی کا ہتھیار تو کام میں آیا تھا۔ پھر جس جس معاملہ میں اہل خلاف کو اجماع نہ ملا وہاں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اصول فقہ کو استعمال کیا گیا۔ احکام کی بیسیوں قسمیں بنا کر احکام کا رخ موڑا گیا۔ الفاظ کے دس دس معنی بنا کر آیات کا مطلب بدلا گیا۔ حدیث کی بہت ساری اقسام فرض کر کے ایک کو دوسری سے اور دوسری کو تیسری سے باطل کر دیا گیا۔ اصول درایت آراستہ کئے گئے تاکہ پورے دین کو اجتہادی موشگافیوں سے جدھر چاہیں موڑتے چلے جائیں۔ اہل خلاف کے مجتہدین کی بڑی سے بڑی اور کافرانہ غلطی کو ایک اجتہادی غلطی کہہ کر ٹال دیا گیا۔ مجتہدین کے یہ تمام حربے محمدؐ وآل محمدؐ کے خلاف استعمال ہوتے چلے آئے جب کہ اجتہاد اور اجتہاد سے متعلق تمام سامان آئمہ اہلبیتؑ

اور مذہب شیعہ میں مردود وملعون تھا۔مگر جب مجتہدین نے یہ دیکھا کہ علمائے شیعہ کی پیش رفت کسی طرح رُکنے یا سست پڑنے میں نہیں آتی تو اُنہوں نے لباس بدلا،لب ولہجہ تبدیل کیا،تبرا ولعنت کا ہار گلے میں پہنا،اوردبے پاؤں شیعوں میں آ پہنچے بتدریج علمی مقام حاصل کیا۔خودسنی علماء سے پڑھنے کے بہانے مناظرے کئے۔اُستادوں نے انہیں شیعہ علماء قرار دیا۔مخالف علماء سے سن کر شیعہ عوام کو دھوکہ ہوا۔اُنہوں نے اُس گروہ کے ہر فرد کے سر پرلعنت کا تاج دیکھ کراُن کو جو شیلے اور انتقامی جذبات رکھنے والے شیعہ لوگ سمجھا۔اُنہوں نے مصنوعی مباحثے شروع کئے اوراہل خلاف کومنہ توڑ جواب دینے کی آ ڑ میں مخالفین کے تمام اصول اپنے یہاں جمع کئے اورمختصر یہ کہ غیبت صغریٰ کے دوران شیعوں میں صاحب فتویٰ مجتہد بن کرحکومتوں کی اعانت سے شیعوں کے بےٹوک راہنما بن گئے اور رفتہ رفتہ جناب رضی رضی اللہ عنہ جیسے علماء کے خلاف محاذ بنالیا۔شیخ صدوق رضی اللہ عنہ کی مذمت میں کتابیں لکھی گئیں۔کسی کوصوفی کہہ کر جناب فیض کاشانی رضی اللہ عنہ کی طرح بدنام کیا۔کسی کوقرمطی کہہ کر کفر کا فتویٰ دیا الغرض یہ گروہ آج تک اخباری علماء پر کفر کا فتویٰ لگاتا چلا آ رہا ہے۔مجتہدین کی وجہ سے اخباری علماء ہمیشہ حکومت سے الگ رہتے ہیں اُن سے تعاون کرنا مشروط قرار دیتے ہیں۔مجتہدین نے ہمیشہ غیر مشروط تعاون کیا۔حکومتوں کو دونوں قسم کے مجتہدین نے تحفظ واستحکام بہم پہنچایا۔ کاروبارِحکومت میں شریک رہے۔شیخ الاسلام اوررئیس الطائفہ،مرجع خلائق وغیرہ کے القاب اوروظائف لئے، فلاح عامہ کے نام پر فنڈ اور بجٹ منظور کرائے اوراستحکام حکومت کے لئے چمچے تیار کئے اہل قلم کو خریدا،اورمختصر یہ کہ ایک طوفانِ گردوغبار بن کرملتِ شیعہ پر چھاگئے۔اُن کے بہکانے اوراغوا کرنے کے لئے خزانے کے منہ کھولے اور ہمدرد ونگران بن کراُن کے دین ومذہب کو بگاڑنا شروع کیا۔سربازار تبرّا کرنے پر اکسایا تاکہ کثرت کے جذبات بھڑک کرخرمن امن وسلامتی میں آگ لگ جائے نفرت پھیل کرشیعہ تبلیغ کی آواز کودبادے۔یوں یہ گروہ ہماری پیش رفت کو روکنے میں کامیاب ہوگیا۔مگر تحریک تشیع آگے بڑھی۔ بڑھنے والے اس طوفان کوروکنے کے لئے وہ بھی مجتہدین کے گھروں کے اندر تک جاپہنچے۔مدرسوں دفتروں اورمختلف اداروں میں تحریک کے ماہرین درآئے اوراجتہادی ہتھیاروں سے اجتہادی منصوبہ کا آپریشن شروع کردیا اوراُنکے تمام اصول وقواعد کا کھوکھلا پن اس طرح واضح کرنا شروع کیا کہ خود مجتہدین گھبرا اٹھے۔ خوداپنے مرتب کردہ قوانین میں اطمینان کھوبیٹھے،اُن میں اختلاف پھیل گیا۔اوراُس کے بعد مجتہدین کبھی آپس میں متفق نہ ہوسکے۔بعض چیزوں کوجن لوگوں نے حلال کہا اُن ہی کے شاگردوں نے اُن کوحرام قراردے دیا۔ایک نے دوسرے کے خلاف کتابیں لکھیں۔مجتہدین کے اختلاف کوکتاب **المختلف** اورکتاب الخلاف میں جمع کردیا گیاہے جس کی تفصیل کے لئے دس ہزار صفحات درکار ہیں۔بطور نمونہ مجتہدین کے ادلّہ شرعیہ میں سے اجماع کے متعلق جناب علامہ مرتضیٰ صاحب کی تحریر ملاحظہ ہو۔

(الف) اجماع کی پوزیشن

۔''کتاب معتبر میں محقق نے یہ لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اجماع اُسی صورت میں شرعی حجۃ بن سکتا ہے جب کہ قول معصومؑ اُس کی تائید میں موجود ہو۔اور اگر ایک سو مجتہدین بھی متفق ہو جائیں اور قول معصومؑ اُن کی تائید نہ کرتا ہو تو ایسا اتفاق یا اجماع شرعی حجۃ نہیں ہے۔اس کے برعکس اگر صرف دو اشخاص (مجتہد) متفق ہوں اور قول معصومؑ اُن کی تائید کرتا ہو تو ان دونوں کا اجماع شرعی حجۃ ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ دونوں مجتہد متفق ہو گئے ہیں، بلکہ اس لئے کہ قول امامؑ نے اُن کی تائید کی ہے۔لہٰذا کسی ایسے اجماع کے دعوے سے فریب نہ کھانا چاہئے۔جس میں پانچ دس مجتہدین کے اجماع کا ہونا بتایا جائے اور باقی علماء کے قول کا علم نہ ہو۔البتہ حکم قطعی حجت ہے بشرطیکہ حکم معصومؑ تائید کرتا ہو''۔یہ پورا بیان لکھ کر صاحب معالم الاصول نے کہا کہ صاحب کتاب المعتبر کا یہ کلام نہایت موزوں ہے۔مجتہدین کے اس گروہ پر حیرت ہوتی ہے جس نے اس حقیقت سے غفلت برتی اور اس شرط کے بغیر ہی دعویٰ اجماع کر کے فقہ کے مسائل کو حجت قرار دیا۔اور صرف چند علماء کے متفق ہو جانے ہی کو اجماع سمجھا۔اور حجۃ قرار دیا اور اصل (معصومؑ) کو چھوڑ دیا جس کی بنیاد پر لفظ اجماع کا دارومدار ہے۔پھر صاحب معالم الاصول نے لکھا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں اجماع کی اطلاع بطور عادت وحالات ممکن ہی نہیں ہے''۔

(ب) اجماع کی حیثیت دیگر مجتہدین کی نظر میں

مسلسل لکھا ہے کہ۔''کتاب مدارک کے مصنف نے لکھا ہے کہ اجماع صرف اُسی صورت میں حجۃ ہوتا کہ اتفاق کرنے والے علماء کو قول معصومؑ کی تائید حاصل ہو۔اور اگر اجماع کے مشہور شدہ معنی لئے جائیں تو ایسا اجماع حجّۃ شرعی نہیں ہوتا''۔شرح مفاتیح میں مولانا ہادی نے شہید کا بیان لکھا ہے کہ''اجماع کی لفظ جو اُن کے کلام میں وارد ہوئی ہے وہ اس وقت کے مشہور معنی میں ہے۔یا اِس لئے ہے کہ وہ اپنے بیانات کی حفاظت میں اپنے مخالف کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھائیں۔اور لفظ اجماع کا رعب ڈال دیں''۔اس قسم کے اجماع پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہئے۔اور اُس اجماع سے اخباریین کو بھی اختلاف نہیں ہے جس میں قول معصومؑ شامل ہو۔اُنہیں اُس اجماع سے اختلاف ہے۔جس میں قول معصومؑ شریک نہ ہو اور اپنے قیاس سے یہ سوچ لیا جائے کہ اگر معصومؑ موجود ہوتا تو اُنؑ کا یہی فیصلہ ہوتا جو مجتہدین نے متفقہ طور پر کیا ہے۔ایسے اجماع کو مجتہدین نے قول معصومؑ کا کاشف قرار دے کر حجۃ مان لیا ہے''(مفتاح الشفاعة صفحہ ۲۵۳)۔

ہم قارئین کو بتاتے ہیں کہ اگر ہم علماء کے اتفاق کر لینے کو اللہ کا حکم یا حجۃ شرعی مان لیں تو دین سے اَمان اٹھ جائے گی۔علماء کو متفق کرنے کے لئے سیکڑوں راستے اختیار کئے جاسکتے ہیں،زر،زن،زمین یہ کام کرا سکتی ہے۔علاوہ ازیں خطا کار لوگ دس کروڑ ہوں یا ایک ہو وہ سب مل کر بھی معصوم نہیں بن سکتے۔اور جب تک معصومؑ کا قول موجود نہ ہو ہم تمام دنیا کے متفقہ فیصلہ کو بھی اللہ کا

فیصلہ نہیں مان سکتے۔ لہٰذا ہم کسی اجماع یا اتفاق کو دین نہیں مانتے۔ ہمارے مذہب میں قرآن وحدیث کے فیصلے دین ہیں اور بس۔

(ج) علمائے مجتہدین دلیل عقلی میں بھی اختلاف میں الجھادئے گئے

دلیل عقلی کے حجۃ شرعی ہونے میں بھی مجتہدین متفق نہیں ہیں چنانچہ علامہ کہتے ہیں کہ۔ ''کتاب معتبر کی ابتداء میں اور محقق شیخ حسن نے کتاب معالم الاصول میں اور دیگر مجتہدین نے بھی برأت اصلیہ اور استصحاب کے بیان میں تسلیم کیا ہے کہ وہ استدلال جو تمہارے مخالف کے لئے تم پر حجۃ نہ بن سکے یا مخالف کے تمسک یعنی دلائل اور حجۃ کو تم سے دفعہ کرسکے۔ اُس کی تفصیلات دُررنجفیہ میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ لہٰذا وہ کتاب ملاحظہ کریں اور ہمارے نزدیک مجتہدین اور محدثین یا اخباریئین میں جو اختلافات ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

اخباریئین:۔ **اول۔** ''اخباریئین کے نزدیک تمام اشیاء تین حالتوں میں موجود پائی جاتی ہیں۔(۱) واضح طور پر حلال۔(۲) واضح طور پر حرام۔(۳) وہ جن پر حلال وحرام ہونے میں شبہ ہو۔ یعنی مشکوک چیزیں''۔ (صفحہ ۲۵۴) یہ تینوں صورتیں لفظ بلفظ حدیث نے بیان کی ہیں۔ لہٰذا اُن کو اخباریئین کا ذاتی قول کہنا غلط ہے۔ اس کے بعد علامہ مرتضیٰ پھر لکھتے ہیں کہ:۔

مجتہدین:۔ **دوم۔** ''مجتہدین کے نزدیک تمام چیزیں حلال ہیں۔ سوائے اُن کے جن کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ یعنی مجتہدین اشیاء کو صرف دو صورتوں میں موجود مانتے ہیں۔(۱) حلال۔(۲) حرام۔ لیکن جو لوگ مجتہدین کے سرگروہ اور اُن کی بنیاد ہیں۔ جیسے شیخ مفید، شیخ حِلّی وغیرہ اخباریئین کی طرح تین ہی صورتوں کے قائل ہیں۔(۱) حلال بین۔(۲) حرام بین اور۔ (۳) مشکوک (صفحہ ۲۵۴) یعنی بعد کے مجتہدین نے دین کو زیادہ بدل دیا تھا۔

(د) مجتہد کی تقلید کرنا مجتہد کے نزدیک واجب نہیں ہے

علامہ سید محمد مرتضیٰ جونپوری نے یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

۔''بہت سے مجتہدین جس طرح اصول دین میں تقلید کو واجب نہیں سمجھتے بالکل اُسی طرح وہ فروع دین میں بھی تقلید کو واجب نہیں سمجھتے۔ چنانچہ مولانا محمد باقر موسوی روضات الجنات میں تقی الدین ابوالصلاح حلبی کے ذکر میں لکھتے ہیں۔ کہ منجملہ اُن مجتہدین کے جو اجتہاد کو تو واجب عینی کہتے ہیں۔ لیکن فروع میں تقلید جائز نہیں سمجھتے۔ اُن میں سے ایک شیخ کردی بن عسکری بن کردی فارسی فقیہ، ثقہ اور صالح ہیں۔ جنہوں نے شیخ طوسیؒ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اور اِن دونوں بزرگواروں کے درمیان سوالات اور خط وکتابت بھی ہوتی رہی تھی۔ اور منجملہ اُن کے ایک شیخ عفیف وزاہد قاری ابوالحسنؒ بن حسینؒ بن صاحب حلبی ہیں۔ اور یہ بڑے فاضل جلیل تھے۔ ابن زہرہ نے اُن سے روایت کی ہے اور منجملہ اُن کے عالم فاضل فقیہ جلیل القدر شیخ حسن بن حمزہ حلبی ہیں۔ اور شیخ ابوجعفر محمدؒ بن علیؒ بن الحسنؒ الفقیہ الصالح ہیں۔ جو شیخ ابن براّج سے روایت کرتے ہیں۔ (صفحہ ۲۵۴۔۲۵۵ مفتاح)

31۔شیعہ مجتہدین کے آپسی اختلاف پر سادہ نظر

اس عنوان میں سرسری طور پر چند مجتہدین کے چند اختلافات کی جھلک دکھاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ اُن میں سے کسی بھی ایک کی تقلید کرنا گمراہی سے نہیں بچا سکتا چنانچہ علامہ محمد مرتضٰی صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

(الف)مذہب شیعہ میں اختلافات کی ابتداء

سید محمد مرتضٰی صاحب نے اختلاف کی ابتداء جناب شیخ مفید اور سید مرتضٰی علم الھدٰی سے کرتے ہوئے لکھا۔

''اُستاد اور شاگرد شیخ مفید اور سید مرتضٰی میں پچانوے (۹۵) اختلافات تھے۔جیسا کہ کتاب امل الامل میں تصریح کی گئی ہے اور براوندی سعید بن ھبۃاللہ کا حال لکھتے ہوئے بتایا ہے۔کہ اُنہوں نے شیخ مفید اور مرتضٰی علم الھدٰی پر ایک مستقل کتاب لکھی اور اس میں ۹۵ مسئلوں کا بیان کیا جن میں دونوں کے اختلافات کی تفصیل تحریر کی۔اور اس کے بعد لکھا کہ اگر اُن دونوں کے اختلافات کو جمع کیا جائے تو بہت طول ہوجائے گا''۔(مفتاح الشفاعۃ صفحہ ۲۶۰ اور حاشیہ بھی)

قارئین نوٹ کریں کہ ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے یہاں بھی اختلافات کا یہی حال تھا۔یعنی نظام اجتہاد اسلام میں انتشار پھیلانے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔اور جب ایک ہی مسئلہ میں دو مجتہدین اختلاف کرتے ہیں تو دونوں یا کم از کم دونوں میں سے ایک لازماً باطل ہوتا ہے۔

(ب)اختلافات کے اسباب اور علما کا حسد کرنا۔

علامہ صاحب اپنی سمجھ کے مطابق اختلافات کی پانچ وجوہات یوں لکھتے ہیں:۔

(۱)احادیث کی وجہ سے اختلاف ہوا۔(۲)حدیث کو سمجھنے میں علماء کی کم فہمی اور نافہمی اور جمع بین الاخبار سے قاصر رہ جانا(۳)حسد کی وجہ سے دوسروں سے اختلاف کرنا۔

انوار النعمانیہ میں سید نعمت اللہ جزائری نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ حسد کے دس حصے ہیں۔جن میں سے نو حصے علماء کے نصیب میں آئے۔اور ایک حصہ تمام دنیا کے انسانوں کو ملا۔(یا اللّٰہ احفظنا مِنْ شَرِّ حَاسِدٍاِذَا حَسَد)

(۴)۔کسی سے بحث ومباحثہ اور ردّ وقدح کرتے ہوئے یہ سمجھنا کہ مخالف کے پاس دلیل نہیں۔

(۵)۔دردِ دین اور نصرتِ دین کی شدت میں کسی چیز کو غلط سمجھ کر اپنے مخالف پر سخت طعن وطنز کرنا۔فاسق وگمراہ وغیرہ کہنا۔

(ج)نماز جمعہ حرام بھی واجب بھی اور اختیاری بھی

نمازِ جمعہ کے متعلق لکھا ہے کہ:۔''سب سے عجیب وہ اختلاف ہے جو غیبت کبریٰ کے زمانہ میں نماز جمعہ کی پوزیشن پر کیا

گیا ہے۔علماء کا ایک گروہ نماز جمعہ کو واجب عینی کہتا ہے۔ایک گروہ اُسے حرام بتا تا ہے۔اور ایک گروہ واجب تخییری یعنی اختیاری مانتا ہے۔ان تینوں گروہوں میں مجتہد اور اخباری دونوں قسم کے شیعہ علماء شامل ہیں''۔

(۱) غیبت کبریٰ میں واجب ماننے والے علماء

(۱) مولانا عبداللہ تستری اور اُن کے شاگرد۔(۲) مولانا محمد تقی مجلسی۔(۳) مولانا محمد بن علی کراجکی۔(۴) مولانا ابراہیم۔ (۵) شیخ نورالدین علی بن عبدالعالی۔(۶) مولانا سلیمان بن عبداللہ۔(۷) مولانا سید ہاشم بحرانی۔(۸) مولانا محمد محسن کاشانی۔ (۹) مولانا شیخ حُر آملی۔(۱۰) مولانا محمد باقر مجلسی۔(۱۱) مولانا محمد باقر بن محمد مومن سبزواری۔(۱۲) مولانا زین الدین شہید ثانی۔وغیرہ''۔اور

۔''مولانا محمد ہادی شرح مفاتیح لکھتے ہیں۔کہ ہمارے اصحاب متقدمین اور ہمارے علمائے اخبارئین نے ہر زمانہ میں نماز جمعہ کو واجب قرار دیا ہے۔اسلئے کہ علمائے اخبارئین اور آئمہ علیہم السلام کے صحابہ کتاب وسنت کے معاملہ میں سختی سے پابند تھے۔ اور کتاب وسنت کے احکام سے تجاوز نہ کرتے تھے۔مگر تقیہ کے ادوار میں بلا اذنِ امامؑ جائز نہیں سمجھتے تھے۔اور ظہر کو کافی سمجھتے تھے۔ اور یہی حق وقابل اتباع ہے''۔(مفتاح صفحہ ۲۶۰۔۲۶۱) یہ ثابت ہو گیا کہ آئمہ علیہم السلام کے صحابہ اور اخبارئین ایک ہی مسلک رکھتے تھے اور اُن میں کوئی اختلاف نہ تھا۔لہٰذا صرف مجتہدین کو اختلافات پیدا کرنے کا ذمہ دار قرار دینا ہوگا۔

(۲) غیبت کبریٰ میں حرام کہنے والے علماء

مولانا حمزہ بن عبداللہ اُن کا لقب سلاّ رتھا۔دیلمی تھے اور یہی پہلے مجتہد ہیں جنہوں نے نماز جمعہ کے لئے لفظ حرام کی اصطلاح سب سے پہلے استعمال کی تھی۔(۲) مولانا جلیل قزوینی۔(۳) مولانا شیخ علی نقی۔(یہ دونوں اخباری تھے)۔ (۴) مولانا محمد بن ادریس جو کتاب شرائع الاسلام کے مصنف ہیں۔(۵) مولانا حسن بن عبداللہ تستری۔(۶) مولانا عبداللہ بن الحاج محمدؒ تونی جو سراب مشہور ہیں۔(۷) مولانا اسماعیل ماژندرانی۔(۸) مولانا قاضی نوراللہ شوستری۔(۹) مولانا شیخ سلیمان بن علی بن ابی طیبہ الشاخوری۔اور آج کل کے تمام علماء واجب تخییری کہتے ہیں''۔(مفتاح الشفاعۃ صفحہ ۲۶۱)

قارئین یہ سمجھ لیں کہ علامہ سید محمد مرتضیٰ کے علم میں واقعی اُن کے زمانہ میں کوئی بھی اخباری عالم موجود نہ تھا۔ورنہ وہ تمام علماء پر یہ حکم نہ لگاتے۔حالانکہ کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا کہ **اخباری عالم** اس دنیا میں موجود نہ رہے ہوں۔

(۳) طعن وتشنیع اور کفر کا فتویٰ ''کتاب انوار النعمانیہ میں ہے کہ جو علماء حرمت نماز جمعہ کے قائل تھے۔وہ نماز جمعہ پڑھنے والوں پر طعن وتشنیع ہی نہیں بلکہ ان پر کفر کا حکم بھی جاری کرتے تھے''۔(مفتاح صفحہ ۲۶۱)۔

عنوان نمبر 32 تا 36

- مجتہدین کا مَبْلَغِ علم یا علمی حدود اربعہ، مجتہدین کا نصاب تعلیم
- قرآن اور صاحبانِ قرآن کا علمی حدود اربعہ
- فریب خوردہ یا فریب ساز، شیخ مفید کے عقائد اور ان کی بصیرت
- مجتہدین کی خیرہ چشمی اور بدعقیدگی
- نظام اجتہاد سے فریب خوردہ و متاثر لوگ
- قرآن و حدیث میں چوں چرا کرنے والے مجتہدین
- شیعوں کا صحیح اور آخری طریقہ
- کیا ایسے لوگ مذہب اہلبیتؑ میں شامل ہیں؟
- مولانا صاحب حدیثِ معصومؑ کو قبول نہیں کرتے

32۔مجتہدین کا مَبْلَغِ علم یا علمی حدود اربعہ

ہم نے اپنی تصنیفات میں اکثر و بیشتر مقامات پر مجتہد کو اس لئے بے علم مخلوق قرار دیا ہے کہ اُس نے روزِ اوّل سے اہل علم علیہم السلام کا دامن چھوڑ دیا تھا۔اب چاہتے ہیں کہ خود اُن کے قلم سے اس بے علمی کا سبب دکھا دیں۔ایک زمانہ ایسا رہا ہے جب مجتہدین کو علمائے شیعہ سے ٹکّر لینے کے لئے کافی تیاریاں کرنا پڑتی تھیں۔اور اپنی علمی حیثیت کو بلند سے بلند تر رکھنے میں کوشاں رہتے تھے۔لیکن جُوں جُوں اُنہیں حکومتوں میں اقتدار کی کرسیاں اور خدمات ملتی گئیں۔علمائے شیعہ کو مقابلہ سے ہٹا دیا گیا۔طاقت و جبر و تشدد اور ضبطیٔ اموال اور تلوار کے زور سے اُنہیں پوشیدہ محاذ پر مجبور کر دیا گیا۔اور اب صرف مجتہدین کا ڈنکا بجنے لگا اور اب صرف اس قدر ضرورت رہ گئی کہ مسندِ اجتہاد اور فتویٰ و احکام جاری رکھنے کا تحفظ کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ مجتہد پیدا کر کے ملک یا مملکت میں پھیلائے جائیں۔ چنانچہ ایک آسان سا نصاب تعلیم جاری کیا گیا تا کہ فوری ضرورت پوری کی جائے۔لہٰذا اُس نصاب (SYLLABUS) کے بنیادی نکات اور آئینی اصول ملاحظہ فرمائیں۔

مجتہد حضرات مؤدبانہ زبان نہیں سمجھتے

جناب علامہ حلی اعلی اللہ مقامہ کی کتاب مبادی الوصول اِلیٰ علمِ الاُصُول میں اجتہاد اور مجتہد کے لئے جو شرائط قائم فرمائی تھیں۔اُن پر نظر ڈالنے سے ہمارا مندرجہ بالا عنوان ثابت ہو جائے گا۔اِس کتاب کے بیانات جناب مولانا محمد امین استر آبادی کی کتاب فوائد مدنیہ سے پیش کرنا ہیں اور یہ دیکھنا ہے کہ جناب محمد امین صاحب کس ادب و نیاز و احترام کے ساتھ مجتہدین کا تذکرہ فرماتے ہیں۔لیکن مجتہدین کہتے ہیں کہ انہوں نے بڑی ہی سخت کلامی کی ہے۔یہی صورت حال تھی جس سے متاثر ہو کر ہم نے ضروری سمجھا کہ اپنے خطاب میں مجتہد کو سخت کلامی اور ادب و احترام کا فرق دکھایا جائے۔آیئے اُن کی مؤدبانہ زبان ملاحظہ کیجئے۔

(ا) مجتہد اور اجتہاد کے لئے نصاب تعلیم

۔''مشرقوں اور مغربوں کے مسلّمہ علامہ حلیؒ نے اپنی کتاب مبادی الوصول الیٰ علم الاصول کے باب الاجتہاد میں گفتگو کے بعد دوسری بحث میں مجتہد کے لئے شرائط کا ذکر یوں فرمایا ہے کہ ایک مجتہد کو اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ شرعی دلائل کے ساتھ احکام نافذ کر سکے۔اور یہ جب ہی ممکن ہوسکتا ہے۔

> ذکر العلامة المشارق و المغارب العلامة الحِلّی ره فی کتابه المسمی بِمَبَادی الوصول الی علم الاصول فی باب الاجتهاد ۔ثُمَّ ذکر فیه البحث الثانی فی شرائط المجتهد وینظمهاشی ءٍ واحد وهواَن یکون المکلف بحیث یمکنه الاستدلال

کہ وہ الفاظ کے معنی ومفاہیم کا ایسا عارف ہو کہ منشائے خداوندی کا کھوج لگاتے ہوئے عصمتِ رسولؐ کو بحال رکھ سکے۔ اور ایسا عمل کرنے میں پختگی حاصل کر چکے۔ اور اللہ کے ارادے اور الفاظ کے ظاہری معنی میں مطابقت پیدا کر سکے۔ ہر ہر لفظ کی انفرادی بناوٹ اور معنی، پھر جملہ میں دوسرے الفاظ سے ہر لفظ کا تعلق اور عبارت کا وقوع وقرینہ پہچان سکے۔ الفاظ کی ترکیب وترتیب سے معنی کا تعین اور ظاہری وباطنی مفہوم کا ربط برقرار رکھ سکے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اُسے احکام کے ناسخ ومنسوخ پر بھی اطلاع ہو۔ وہ متواتر اور احاد حدیثوں کی خبر رکھتا ہو۔ اُسے یہ معلوم ہو کہ آیات یا احادیث میں تعارض پر کس طرح ترجیح قائم کی جاتی ہے۔ اور دلائل کو کس طرح مرتب کیا جاتا ہے۔ یہ سب قرآن کی معرفت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ سارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف اُن پانچ سو آیات کی معلومات ضروری ہے۔ جو احکام سے متعلق ہیں۔ اور احادیث کا بھی پورا حافظ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اُن ہی مذکورہ آیات سے متعلق حدیثوں کا علم کافی ہے۔ ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ متعلقہ آیت یا حدیث ضرورت پڑنے پر سامنے لائی جا سکے۔ اس کے بعد اجماع کا علم بھی ہونا چاہئے تا کہ وہ اجماعی فیصلوں کے خلاف فتویٰ نہ دے دے۔ پھر اُسے برأت اصلیہ کا علم بھی ہو اور حدود وبرہان پر اطلاع ہو۔ صَرف ونحو اور ناسخ ومنسوخ سے واقف ہو اور راویوں کے حالات پر بھی نظر ہو۔ جب تُو یہ جان چکا تو حق یہ ہے۔ کہ جو اِن شرائط کو پورا کر دے وہ بلاشبہ مجتہد بن گیا۔ سوائے اُس کے جس نے یہ نصاب مکمل نہ کیا ہو'۔ (فوائد مدنیہ صفحہ ۷۔۸)

بالدلائل الشرعية عَلٰى احكام وهذه المكنة انّما تحصل بِاَنَ يكون عارفاً لِمقتضاء اللّفظ ومعنا ه وبِحكمة اللّٰه تعالٰى منه وعصمة الرسولؐ ليحصل له الوثوق بارادة مايقتفيه ظاهر اللفظ ان تجرّدوغير ظاهره مع القرينة وعالمًابتجردااللفظ وعدم تجرده من التَخصيص وَ النسخ وبشرائط المتواتر والاحاد وبجهات الترجيح عند تعارض الادلة وهذا انما يحصل بمعرفة الكتاب لا بجميعه بَلْ بما يتعلق بالا حكام منه وَهُوَ خمسمائة آيةٍ ومعرفة الاحاديث المتعلقة بالا حكام لَا بمعنى ان يكون حَافِظاً لِتِلْك بل يكون عالماً بمواقع الايات حتّٰى يطلب مِنها الاية المحتاج اِلَيْهاَ وعنده اصل محقق يشتمل على الاحاديث المتعلقة بالاحكام ۔ واَن يكون عالماً بالا جماع لِئَلّا يفتى بما يخالفه۔ واَن يكون عارفاً بالبرائة الاصلية ولا بدّاَن يكون عالماً بشرائط الحدو البرهان واللغة والنحو والتصريف ويعلم الناسخ والمنسوخ واحوال الرجال اذاعرفت هذا فالحق انه يجوزان يحصل الاجتهاد لشخص فى علم دون آخر (فوائد مدنیہ صفحہ ۷تا۸)

(۲) مجتہد ایک اسکول ٹیچر سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا

قارئین مندرجہ بالاعنوان جناتی قسم کا تھا۔ہم نے کوشش کی ہے کہ اُسے عام فہم کے قریب لایا جاسکے لیکن اس میں کامیابی جب ہوسکتی تھی جب کہ ہم مفہوم کو تین چار صفحات میں سمجھاتے۔ بہرحال اصل بات جو اس بیان میں ہے وہ یہ ہے کہ ایک مجتہد کا علم چند گنی چُنی آیات اوراحادیث پرمبنی ہوتا ہے۔یعنی وہ صرف پانچ سو(500) آیات کا عالم اور(چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ منفی پانچ سو)6166 آیات سے بے تعلق ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے حصہ دوم میں علامہ علی الحائری نے آیات کو برابر غلط لکھنا جاری رکھا اوراحادیث کے معنی ومقام سمجھنے سے قاصر رہے۔یادرکھنے کی بات یہ ہے کہ ہم مجتہد کے خلاف بھی غلط الزام عائدنہیں کرتے۔یہاں مجتہدین کی طرف سے یہ عذر کیا جاسکتا ہے کہ مذکورہ پانچ سو آیات کا ذکر تو خصوصی ہے۔درحقیقت تو مجتہد پورے قرآن واحادیث کا عالم ہوا کرتا ہے۔بہرحال اس عذر کا ثبوت دینا اُن کے ذمہ ہے۔یہاں تو یہ دیکھنا کافی ہے کہ جب اُن کے نصاب میں سارے قرآن اور تمام احادیث کی نفی کردی گئی تو یہ عذر کس طرح قابل قبول ہوگا؟۔پھر علامہ حائری صاحب کا قرآن غلط لکھنا،معنی غلط کرنا،حوالے غلط دینا اس کا تحریری ثبوت ہے کہ مجتہد چند آیات کے سوا قرآن سے واقف ہی نہیں ہوتا۔بہرحال اس پر ہم باقاعدہ گفتگو کریں گے۔یہاں تو آپ مجتہد کا نصاب ٹھیک سے دیکھ لیں۔اب ہم عربی عبارت کا صرف مفہوم ہی لکھتے ہیں۔جس کا دل چاہے اصل عبارت کتاب میں دیکھ لے یا ہم سے منگالے۔

(۳) مجتہد کے نصاب پر ایک اور نظر

ذرا آگے بڑھ کر علامہ حلّی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ:۔

۔’’اُن شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجتہد کو لغت اور شرعی الفاظ کی معرفت بھی ہو۔اور وہ اُن کے معنی ومفاہیم سمجھتا ہو۔لغت کے تمام الفاظ کی معرفت ہی نہیں۔ بلکہ دلیل قائم کرنے میں جن الفاظ کا جاننا ضروری ہو۔اور نہ ہی سب الفاظ کا جاننا ضروری ہے۔ بلکہ ضرورت کے وقت اصل ماخذ سے تصدیق کرسکنے کی قابلیت ہو(یعنی ڈکشنری دیکھنا آتا ہو۔احسن)۔ اوراس کے لئے صرف ونحو کا جاننا بھی ضروری ہے۔دوسری شرط یہ ہے کہ اللہ کی مراد کو الفاظ سے سمجھ سکے۔اور یہ شرط اس یقین سے پوری ہوجاتی ہے کہ اللہ جو کچھ ظاہری الفاظ میں کہتا ہے۔اُسے خود بھی سمجھتا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں کہتا جس کا اُس نے ارادہ نہ کیا ہو۔اور یہ کہ وہ حکیم ہے۔اچھائی برائی کو جانتا ہے۔اور کبھی حکمت کے خلاف یا بُری بات نہیں کہتا ہے‘‘۔

یہاں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن اوراحادیث کے ظاہری الفاظ اللہ ورسولؐ نے خود سمجھ کر تجویز کئے ہیں۔اوراُن الفاظ میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی خواہ مخواہ نہیں کہہ دیا بلکہ اچھا برادیکھ بھال کراور عمداً فرمایا ہے۔اب تمام مترجمین اور علماء پر واجب ہوگیا۔کہ وہ ظاہری الفاظ کی ادل بدل اورالٹ پلٹ نہ کریں۔اورالفاظ کے وہی معنی لیں جو قواعد عربی کے ماتحت ہوں۔یعنی

جہاں لفظ تفصیل فرمایا ہے وہاں تسلیم کریں کہ یہ بیان مجمل نہیں بلکہ مفصل ہے۔ اور اُس کے وہی معنی ہیں جو لُغت میں ہیں۔

(۴) مجتہد قرآن پر ایمان نہیں رکھتا

مجتہدین اگر قرآن کریم پر ایمان لے آئیں تو اجتہاد اور نظامِ مشاورت کی موت واقع ہو جائے۔ اِس لئے کہ قرآن کی موجودگی میں صاحبانِ ایمان کو دنیا و دین میں نہ اجتہادی موشگافیوں کی ضرورت رہتی ہے نہ جہلا کا عقلا سے مشورہ اور رائے لینا اور اُن کے قیاس و رائے کو دین کا حکم سمجھنا عقلمندی قرار پاتا ہے۔ اور نہ مسائل و احکام میں غلطی اور خطائے اجتہادی کی گنجائش رہتی ہے جو حکم درکار ہو جس فیصلہ کی ضرورت پڑے۔ قرآن کریم ہر ہر موضوع اور ہر ہر قضیے کا صحیح اور خدائی حل اپنے اندر رکھتا ہے۔

> مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ O (سورہ یوسف آخری آیت نمبر ۱۱۱)

سنئے فرمایا گیا کہ:۔ یہ قرآن ایسی حدیث نہیں ہے جو عقولِ انسانی کی ایجاد ہو۔ ولیکن یہ تو اُن تمام تعلیماتِ خداوندی کی تصدیق ہے جو اس وقت موجود ہیں اور جو قوم قرآن پر ایمان رکھتی ہے اُس کے لئے یہ قرآن ہدایت کا ذخیرہ، رحمت کا خزانہ اور ساری کائنات کی ہر چیز کی تفصیل ہے۔

> وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ O (سورہ نحل آیت نمبر ۸۹)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا کہ:۔
اور ہم نے اے رسولؐ تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے۔ جو کائنات کی ہر چیز کو بیان کرتی ہے اور المسلمین کے لئے ہدایت کا ذخیرہ، رحمت کا خزانہ اور خوشخبریوں کا گنجینہ ہے۔

(۵) ایک مجتہد کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو۔

ممکن ہے کہ ہمارا ترجمہ بعض اذہان پر گراں گذرے۔ اس لئے ایک مجتہد کا ترجمہ دیکھ لیں۔ تب اِن دونوں آیات پر گفتگو بہتر معلوم ہوگی۔ مولانا مودودی کا ترجمہ یوں ہے:۔

(الف)۔ ''یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں۔ اُن ہی کی تصدیق ہے۔ اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت اور رحمت''۔ (۱۲/۱۱۱)۔ (تفہیم القرآن جلد نمبر۲ صفحہ ۴۳۸)

(ب)۔ ''ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کردی ہے۔ جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے۔ اور ہدایت و رحمت اور بشارت ہے۔ اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے سرِ تسلیم خم کردیا ہے''۔ (۱۶/۸۹) (تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۵۶۴)۔

(۶) ترجمہ میں اقرار اور تعبیر میں انکار۔

اِن دونوں آیات میں جو چیز پہلے نمبر پر یعنی فوراً غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ خدا نے قرآن میں فرمایا کہ اس میں۔
(۱) ہر چیز کی تفصیل ہے۔ (۲) اور ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ اور تمام مجتہدین کے نمائندہ نے ترجمہ بالکل صحیح کر کے دونوں جگہ مان

لیا کہ اللہ نے یہی فرمایا ہے۔لیکن علامہ نے دونوں جگہ۔یعنی صفحہ ۴۳۸۔اور صفحہ ۵۶۴ پر۔اللہ کے اس فرمان اور اپنے اس ترجمہ کا کھل کر انکار کر دیا ہے۔اور لکھ دیا کہ:۔

(۱)۔"قرآن میں جنگلات اور طب اور ریاضی اور دوسرے علوم وفنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی"۔(صفحہ ۴۳۸ نوٹ نمبر ۸۰)

(۲)۔"غلطی سے لوگ تِبیَانًا لِّکُلِّ شَیْ ءٍ اور اس کے ہم معنی آیات کا مطلب یہ لے لیتے ہیں کہ قرآن میں سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے(صفحہ ۴۶۵ حاشیہ نمبر ۸۶)۔

(۷)مجتہد کے قول وفعل کا اعتبار کیسے کیا جائے؟

آپ نے ذرا دیر پہلے یہ پڑھا تھا کہ قرآن کے ظاہری الفاظ سوچ سمجھ کر نازل کئے گئے ہیں۔غلطی سے نہیں کہہ ڈالے گئے ہیں۔مگر اب مجتہد اپنے ترجمہ اور قانون کا انکار کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اللہ نے کہا تو یہی ہے کہ قرآن میں ہر ہر چیز کا تفصیلی اور واضح بیان ہے۔مگر چونکہ مجتہد کو قرآن میں ہر چیز کا بیان نہیں ملا۔ اسلئے اللہ نے جو کچھ کہا (معاذ اللہ) اُس کو سمجھ کر نہیں کہا۔ بلکہ رعب ڈالنے کے لئے ایک خلافِ واقعہ بات کہہ دی ہے۔مجتہد کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں چند باتوں کے علاوہ لاکھوں اور اربوں چیزوں اور علوم وفنون کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔یعنی مجتہد قرآن کے اور اپنے واضح اور مفصل بیانات کا انکار اور تکذیب کرتا ہے۔وجہ وہی ہے کہ مجتہد کے نصاب میں سارا قرآن نہیں بلکہ صرف پانچسو (500) آیات ہوتی ہیں۔اور اُن کا بھی حفظ کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

(۸)مجتہدین اپنے انکار کی وجہ سے نہ مومن نہ مسلم رہا

قارئین کرام نے دیکھا ہے کہ پہلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان لانے والوں کے لئے یہ قرآن مجید رحمت و ہدایت اور ہر چیز کی تفصیل بیان کرنے والا ہے۔یعنی جو ایمان ہی نہ لائیں اُن کے لئے نہ رحمت ہے۔نہ ہدایت ہے اور نہ اُنہیں قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ملتی ہے۔یعنی ایمان شرط ہے۔دوسری آیت میں یہ بتایا تھا کہ قرآن مجید مسلمین کے لئے رحمت و بشارت و ہدایت اور ہر ہر چیز کی وضاحت ہے۔لہٰذا یہاں بھی اسلام لانا شرط ہے۔اگر اسلام نہیں اختیار کیا تو تمام چیزوں کی وضاحت کیوں ملے گی؟۔

(۹)قرآن اور صاحبانِ قرآنؑ کائنات کی ہر ہر چیز کے عالم ہیں

اِن دونوں آیات میں بھی صاحبانِ قرآن کا تذکرہ موجود ہے۔یعنی ویسے تو ہر ایمان لانے والا مومن کہلاتا ہے۔لیکن پہلی آیت میں ایک ایسی قوم کا ذکر ہے جو بحیثیت مجموعی یعنی من حیث القوم مومن ہے۔اور اُسی قوم کو خدا نے قرآن میں سے ہر

ہر چیز کی تفصیل حاصل کرنے کا علم عطا فرمایا ہے۔ اُسی قوم کو دوسری آیت میں المسلمین فرما کر مخصوص قوم بتا دیا ہے۔ لہٰذا جسے قرآن میں ہر ہر چیز ملے گی۔ وہی تمام امت کا رہنما ہوگا۔ اور جو قرآن کا ایسا عالم نہ ہو۔ یا جو کائنات کی تمام تفصیلات سے جاہل ہو وہ ہرگز سربراہ اسلام نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ اُسے احکام نافذ کرنے کے لئے تک بندیاں، قیاس آرائیاں اور اجتہادی بھول بھلیاں اختیار کرنا پڑیں گی۔ اور خود بھی گمراہ رہے گا اور دوسروں کو بھی حق تک نہ پہنچنے دیگا۔ یہ ہے مجتہد کا سرسری مَبلَغِ علم اور حدود اربعہ۔

(۱۰) مندرجہ بالا آیات پر اہلسنت عالم کی تصدیق

اب ہم ایک ایسا بزرگ عالم پیش کرتے ہیں۔ جس نے اپنی صدی میں مجتہدین سے احترام رسوؐل کرانے کا اس شدت سے اہتمام کیا تھا۔ کہ اُن کے متبعین کو مخالفین نے بریلوی کہنا شروع کر دیا ہے۔ جو دیوبندیوں کی ضد میں مقبول عام ہو چکا ہے۔ اُن کے مترجمہ قرآن کا حاشیہ نمبر ۲۰۳۔ ملاحظہ ہو:۔

۔''جیسا کہ دوسری آیات میں ارشاد فرمایا:۔ مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (۶/۳۸)۔ (ہم نے کتاب میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں چھوڑی ہے) اور ترمذی شریف میں ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیش آنے والے فتنوں کی خبر دی۔ صحابہ نے اُن سے خلاص (بچاؤ) کا طریقہ دریافت کیا۔ فرمایا کہ کتاب اللہ میں تم سے پہلے کے واقعات کی بھی خبر ہے۔ تم سے بعد کے واقعات کی بھی۔ اور تمہارے مابین (موجودہ زمانہ) کا علم بھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرلے۔ اس میں اولین و آخرین کی خبریں ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ امت کے سارے علوم حدیث کی شرح ہیں۔ اور حدیث قرآن کی (شرح ہے)۔ اور یہ بھی فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کوئی حکم بھی فرمایا وہ وہی تھا۔ جو آپ کو قرآن کریم سے مفہوم ہوا۔ ابوبکر بن مجاہد سے منقول ہے۔ انہوں نے ایک روز فرمایا کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ یعنی قرآن میں مذکور نہ ہو۔ اس پر کسی نے کہا کہ سَراؤں کا ذکر کہاں ہے؟ فرمایا کہ اس آیت میں لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لكم (۲۴/۲۹)۔

ابن ابوالفضل مرسی نے کہا کہ اولین و آخرین کے تمام علوم قرآن پاک میں ہیں۔ غرض یہ کتاب جامع ہے جمیع علوم کی۔ جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا وہ اتنا ہی جانتا ہے''۔ (مترجم قرآن صفحہ ۴۰۱ حاشیہ ترجمہ جناب مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحبؒ بریلوی)۔

(۱۱) قرآن کریم ہمہ گیر علم کا حامل ہے مگر تنہا کافی نہیں ہے

قارئین کرام نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے ماضی، حال اور مستقبل کی ہر اطلاع ہر بات اور ہر ہر چیز کا قرآن میں موجود

ہونا فرمایا۔ اور یہ لازم کردیا کہ تمام صحابہؓ اور پوری امت قرآن کریم کو اپنا ضابطۂ حیات بنا کر تمام علوم قرآن سے قبل از ضرورت یا بروقت ضرورت حاصل کریں۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن عربی زبان میں آیا اور عربوں کی زبان بھی عربی ہی تھی۔ لہٰذا قاعدہ کی رو سے ایسا مغالطہ ممکن بھی تھا۔ اور کثرت الناس نے یہ مغالطہ یا فریب کھایا بھی ہے کہ ہر وہ شخص جو عربی زبان جانتا ہے۔ سارے قرآن کو سمجھ سکتا ہے۔ اور جو کچھ قرآن میں ہے اُس کا عالم اور مُعلّم بھی بن سکتا ہے۔ چنانچہ اس فریب پر یقین کرکے لوگوں نے قرآن کو پڑھا۔ اُس پر بہت محنت کی اور اُس نتیجہ پر پہنچے جس کا ذکر مجتہدین کے تذکرہ میں ہوا۔ یعنی اُن غریبوں کو قرآن میں ساری کائنات کی ہر چیز کی تفصیل تو کہاں ملتی؟۔ اُن کو خود اپنا اَتا پتا بھی قرآن سے نہ ملا۔ اور تو اور اُنہیں نماز وزکوٰۃ کی تفصیل سے بھی محرومی رہی۔ لہٰذا وہ عقیدہ قائم ہوا۔ جس پر مجتہدین آج تک چلے آرہے ہیں۔ لیکن آج کی دنیا میں یہ بات سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ زبان سمجھنے سے اُس زبان میں لکھے ہوئے تمام علوم سمجھے نہیں جاسکتے۔ کوئی شخص صرف اردو یا عربی زبان کا ماہر ہونے کی بنا پر عربی میں لکھی ہوئی ڈاکٹری یا طب یا قانون کی کتابیں نہیں سمجھ سکتا۔ اور جس قدر وہ سمجھ سکتا ہے اُس کی وہ سمجھ مریضوں کے معالجہ اور مقدمات کی پیروی کے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔ پھر دنیا میں آج سے قیامت تک لاتعداد ضروریات اور پیشے اور علوم وفنون موجود رہیں گے۔ اور بڑھتے جائیں گے۔ تمام موجوداتِ عالم سے بتدریج سابقہ پڑے گا۔ چنانچہ نہ نزول قرآن کے زمانہ کا کوئی شخص اور نہ قیامت تک پیدا ہونے والوں میں سے کوئی شخص ایسا ممکن مانا جاسکتا ہے جو صرف عربی مہارت کی قوت سے تمام تو کیا، چند علوم کو بھی پوری طرح اور بلا معلم سمجھ سکے۔ اور تو اور اُس کی مادری زبان بھی اُسے معلم کے بغیر ہاتھ نہیں آتی۔ اُنہوں نے قرآن پر بلا راہنما اور قرآنی معلّم کے محنت کی اور غلط نتائج کی بنا پر اپنی تمام محنت رائیگاں اور ضائع کردی۔ یہی نہیں بلکہ قرآن کی واضح آیات (۱۱۱/۱۲ اور ۸۹/۱۶) کی تکذیب کی اور اسلام وایمان سے مستفید نہ ہوسکے۔

مندرجہ بالا بیان میں اُن حضراؒت کو دریافت کرنا چاہئے تھا کہ حضورؐ سرکار نے یہ تو فرمادیا کہ قرآن میں کائنات کی ہر چیز اور ہر مشکل اور ہر بیماری کا علاج اور تفصیل ملے گی۔ یہ تو بتائیے کہ ہم قرآن سے یہ سب کچھ کیسے اور کس سے سیکھیں؟۔ حضورؐ کے بعد کون وہ شخص ہوگا۔ جو قرآن سے پوری کائنات کی تفصیل نکال دے گا؟۔ اس قسم کے سوالات صحابہ رضی اللہ عنہم نے تا حیات دریافت کئے۔ اور اُن کو ہمیشہ جواب دیا گیا۔ اور یہ سب کچھ تاریخ وحدیث کی کتابوں میں بھرا پڑا ہے۔ لیکن نظام اجتہاد اُس کو برداشت نہیں کرتا۔ اس نظام کا بانی نبوت کے ماتحت رہنا بے دینی سمجھتا تھا۔ وہ تعلیماتِ خداوندی کو نبیؐ سے نہیں بلکہ اپنی عقل واجتہاد سے سمجھنا چاہتا تھا۔ وہ روز ازل سے نبیؐ کو خطا کار اور اپنی عقل واجتہاد کو معصوم سمجھتا تھا۔ چنانچہ اُس نظام اجتہاد کو اختیار کرنے والے لوگوں نے بھی نبیؐ کو اپنے ایسا انسان اور آدمی سمجھا۔ اور ہر نبیؐ سے غلطی، خطا اور گناہ کا امکان تسلیم کیا۔ اور اس ایمان کی قوت سے انبیاءؑ کی غلطیاں گِن گِن کر بتائیں۔ اور یہ طے کیا کہ نبیوںؑ یا رسولوںؑ کی ہر وہ حدیث قابل قبول نہ ہوگی۔

جس میں ذاتی یا خاندانی میلان ورُحجان پایا جائے ۔یا کسی خاص شخص کی طرفداری یا اقتدار کی طرف جھکاؤ ملتا ہو۔ چنانچہ اس قسم کی تمام حدیثیں کتابوں میں ہوتے ہوئے بھی ٹھکرادی گئیں ۔یہی نہیں بلکہ ہر وہ حدیث رد کردی گئی ۔ جو مجتہدین کے خودساختہ قواعد یا عقل کے خلاف معلوم ہوئی ۔یوُں اہل سنت والجماعت اور شیعہ حضرات کی کتابوں میں موجود احادیث کا نوے فیصد ذخیرہ ٹھکرادیا گیا۔اور یہ کام دونوں قسم کے مجتہدین نے کیا۔اور آج تک اُن کا اُسی دس فیصد پر عمل ہے۔اور باقی نوے فیصد کی جگہ اُن حضرات نے اپنے خودتراشیدہ اقوال کو اسلام میں داخل کردیا ہے ۔ پھر حدیث تو بہرحال ایک انسان کا قول تھا۔انہوں نے تو اللہ کی اُن آیات کو بھی قبول نہ کیا۔جن میں کسی خاص فرد، جماعت یا قوم کی طرفداری یا اقتدار کا شائبہ بھی تھا۔اور یہ اصول بنالیا کہ قرآن کی ہر وہ بات قابل قبول ہے ۔جو مجتہدین کے نزدیک مفید ہو۔آپ نے دیکھا کہ انہوں نے پہلے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات میں سے صرف پانچ سو آیات کو قابل توجہ سمجھا۔اور پھر ان میں بھی سب پر متفق نہ ہوئے ۔اور یہاں بھی نوے فیصد سے زیادہ قرآن کو ٹھکرادیا۔کچھ اُن کے قواعد پر پوری نہ اتریں ۔کچھ آیات شخصی ، جماعتی یا قومی مفاد کی طرف حکم لگاتی تھیں ۔کچھ کو متشابہہ یعنی مشکوک قرار دیا۔کچھ کو مقیّد اور خاص بتایا۔بعض کو مبہم و مجمل کہا اور بعض کو منسوخ بتا کر داخل دفتر کردیا۔اور اس کمی کو اپنے اجتہادی احکام سے پورا کرکے اُس حدیث کی تصدیق کردی جس میں فرمایا گیا تھا کہ۔’’عنقریب نہ قرآن میں سے کچھ باقی رہے گا نہ اسلام میں سے کچھ بچے گا‘‘۔اللہ اللہ خیر سلا۔ بتایئے ایسے راہنمایانِ اسلام کو کس زبان میں مخاطب کریں؟۔قرآن کی آیات پیش کریں تو انہیں قبول نہیں۔احادیث سامنے رکھیں وہ انہیں منظور نہیں۔ہم جائیں تو کہاں جائیں ؟۔اور کہیں تو کیا کہیں؟۔ بہرحال سنئے اور دل چاہے تو مانئے یا نہ مانئے کہ شیعہ سُنّی دونوں کی کتابوں میں آنحضرتؐ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک اُن راہنمایان دین علیہم السلام کا نام بنام تعارف کرادیا جانا لکھا ہوا موجود ہے۔جوؑ قرآن کے مکمل عالم ہونے کی وجہ سے ساری کائنات کے عالمؑ ہیں۔جنؑ کی وجہ سے یہ دنیا اور کائنات باقی ہے۔جنؑ کے وجود کی برکت سے ہر مخلوق کورزق ملتا ہے۔ جوؑ ہر لمحہ ہدایت کرتے ہیں۔جنؑ کے وجود سے یہ دنیا ایک ثانیہ کے لئے بھی خالی نہیں رہتی ۔یہ بدنصیب لوگ ابلیس کا وجود تو مانتے ہیں۔دنیا میں ہر جگہ اور ہر آدمی کو بہکانے اور ورغلا سکنے پر ایمان رکھتے ہیں۔لیکن نہیں مانتے تو یہ نہیں مانتے کہ اسلام کا ہادیؑ بھی ہر جگہ اور ہر آدمی کو ابلیس سے بچانے کے لئے موجود ہے۔یعنی اُن کا ابلیس تو ہر جگہ اپنا تسلط رکھتا ہے۔مگر ہمارا محمدؐ (معاذ اللہ) مر چکا ہے۔اور قبر میں بھی شاید ہی سنتا ہو۔ بہرحال کسی کی مدد کرنا یا اُنہیں مدد کے قابل سمجھ کر اُن سے مدد مانگنا شرک ہے؟۔خدا ایسے موحدِین سے مسلمانوں کو محفوظ رکھیں (آمین)۔جو شیطان کو حاضر وناظر مانیں مگر محمدؐ وآل محمدؐ کے خلاف دن رات بحثوں کے جال بچھاتے ہوں۔

(۱۲) قرآن کے عالمؑ ساری کائنات اور ماضی حال و مستقبل کے عالم ہیں

یہاں صاحبانِ قرآن علیہم السلام کے فضائل بیان کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ یہ دکھانا ہے کہ قرآن اور صاحبِؑ قرآن پر اگر ایمان ہوتو انسانوں کو اجتہاد اور مجتہدین کی ذرہ برابر ضرورت نہیں رہتی۔ یہ لوگ اس لئے زندہ اور برسرکار ہیں کہ اُن لوگوں نے قرآن کو صاحبؑ قرآن سے الگ کرکے خود امامت اختیار کرلی ہے۔ اور تنہا قرآن کو کافی سمجھ لیا ہے۔ یعنی خواہ سارے قرآن کا انکار کردیں وہ بے زبان چُپ رہے گا۔ خواہ 90% کو جھٹلادیں کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ یہ وجہ تھی رسوؐل کو چھوڑنے اور قرآن کو اختیار کرنے کی۔ اور یہ فائدہ تھا کہ ہم جو چاہیں گے قرآن کے نام سے پبلک میں رائج کردیں گے۔

مسلمانوں کی ساری کتابیں پڑھ جایئے۔ آپ کو علی علیہ السلام اور اُن کے جانشینوںؑ کے علاوہ کوئی صحابیؓ تابعی یا تبع تابعین میں سے کوئی شخص ایسا نہ ملے گا جس نے ساری کائنات یا پورے قرآن کا عالم ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت ورسالت کے مدعی تو بہت سے پیدا ہوئے۔ لیکن قرآن کے مکمل علم کا مدعی ایک بھی پیدا نہ ہوا۔ دعویداران نبوت بڑے ہوشیار لوگ تھے۔ وہ سب یہ جانتے تھے کہ نبوت ورسالت کا دعویٰ تو دوچار قدم چل بھی سکے گا۔ مگر علم القرآن کا دعویٰ تو منہ سے نکلتے ہی پٹ جائے گا۔ چونکہ نظام اجتہاد میں نبوت ورسالت کو علم کا کوئی مقام نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا جہلا نے دعویٰ نبوت ورسالت کو آسان سمجھا۔ اور چونکہ وہ قائل تھے کہ نبیؐ ورسوؐل سے معاذ اللہ غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے دعویٰ نبوت میں خطا کاروں کو کیا دقت ہوسکتی تھی؟۔ وہ یہاں تک مانتے ہیں کہ نبیؐ سے (معاذ اللہ) خود اپنے اوپر اُترنے والی وحی کے سمجھنے میں بھی غلطی ہوجاتی ہے۔ پھر اُنہوں نے قرآن کے خلاف یہ عقیدہ بھی جاری کیا کہ نبیؐ کو خدا کی طرف سے کوئی کتاب یا شریعت نہیں ملتی۔ اس لئے زیادہ تر اُن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ جو کسی طرح اسلام سے خارج نہ ہونا چاہتے تھے۔ اور غریب اتنی عربی نہ جانتے تھے کہ بہاء اللہ یا باب کی طرح کی چھوٹی بڑی کوئی کتاب پیش کردیتے۔ بہرحال نظام اجتہاد نے اپنی گرفت مضبوط کرتے چلے جانے کے لئے اپنے حلقہ کے لوگوں کو آگے بڑھایا۔ اُن کی تائید کی۔ اُن سے الہام اور نبوت کے دعاوی کرائے۔ اُن سے مصنوعی بحث ومباحثے کئے۔ اُن کی ہر کتاب کی خوب اشاعت کی۔ مناظرے کرکے چندے جمع کئے۔ یوں نظام اجتہاد میں دونوں طرف سے جان پڑتی اور باطل کی عمر بڑھتی گئی۔ چنانچہ جہلا کی نبوتیں تو چند قدم چلیں۔ لیکن علم القرآن کا دعویٰ دماغ سے زبان تک بھی نہ آسکا۔ قرآن کریم نے ایسے حضراتؑ کا موجود ہونا بتایا ہے۔ جو کائنات کی کسی بھی چیز سے لاعلم نہ تھے۔ جن کے لئے فرمایا گیا تھا کہ:۔

۔''تم جو کچھ نہ جانتے تھے تمہیں اس سب کی تعلیم دے دی گئی ہے۔ (عَلَّمَكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوا تَعْلَمُوْنَ O ۲/۲۳۹، ۴/۱۱۳)
یہ بھی تمام مومنین سے کہا گیا کہ تمہیں جس چیز کا علم نہ ہو اُس کا علم صاحبانِؑ قرآن سے حاصل کرلیا کرو۔ (فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ

اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O ۱۶/۴۳، ۲۱/۷)۔قرآن کریم نے یہ پہلوطرح طرح سے واضح کر دیا ہے۔کہ مومنین کے لئے ہر بات بتانے والے راہنمایانؑ اسلام قیامت تک موجود رہیں گے۔مگر دانشوران اجتہاد نے یہ دیکھ کر کہ اقتدار اُن کے ہاتھوں میں نہ آسکے گا،قرآن کی تکذیب وتاویل پر کمر باندھ لی۔اور علومِ قرآن کا سرے سے انکار کرنا لازم سمجھا۔بہرحال ہم ناظرین کو مذکورہ آیات میں مذکورہ حضراتؑ سے مختصر سا تعارف کراتے ہیں۔تاکہ مجتہدین کے مدّ مقابل محاذ کے راہ نما سامنے آجائیں۔اور یہ معلوم ہوجائے کہ اللہ نے قرآن میں جو دعاوی کئے ہیں۔ان کو حرف بحرف قبول کر کے ساری نوع انسان کو علوم قرآن سے مالا مال کرنے والے حضراتؑ کون ہیں؟۔

۳۲(الف)۔قرآن اور صاحبانِ قرآن کا علمی حدود اربعہ **(ا)علیؑ اور قرآن کریم۔**مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ:۔

۔''قرآن وہی تو ہے کہ اگر تم اُس سے گفتگو کرو تو وہ تم سے بات نہ کریگا۔میں تمہیں اُس کی طرف سے خبر دینے والا ہوں۔کہ یقیناً اُس میں ماضی کا تمام علم ہے اور آئندہ قیامت تک آنے والے حالات کا علم موجود ہے۔اور جو کچھ تمہارے مابین گزرنا ہے۔

ذٰلِک الْقُران فاستنطقوه و لن ينطق لكم اخبركم عنه ان فيه علمٌ مامضى وعلمٌ مایاتی الی یوم القیامة و حکمٌ مابینکم و بیانٌ ما اصبحتم فیه تختلفون فلو سالتمونی عنه لعلمتكم''۔

اُسکا پورا حکم واحکام ہیں۔اور تم جو کچھ قرآن کے معاملے میں اختلافات کر رہے ہو اُن سب کا بیان قرآن میں موجود ہے۔ چنانچہ اگر تم مجھ سے سوالات کرو تو میں تمہیں وہ تمام علوم تعلیم دے سکتا ہوں''۔**(باب الردّ الی الکتاب والسنّۃ کافی کتاب فضل العلم حدیث نمبر۷)**

قارئین غور فرمائیں اُن مسلمانوں کی خوش قسمتی پر جنہیں آنحضرتؐ کے بعد فوراً ایسی ہستی ملے۔جو اُنہیں ماضی وحال ومستقبل کے تمام علوم کی تعلیم دینے کی دعوت عام دے۔اور اُن لیڈران قوم کی حالت پر جو اپنے اقتدار کے مقابلہ میں پوری نوع انسان کو قرآنی علوم سے محروم کر دینے کی مہم چلائیں اور اپنے زرخرید اہل قلم واہل زبان کو یہ ڈھنڈورا پیٹنے میں لگا دیں کہ قرآن ایک مہمل ومبہم کتاب ہے۔اس میں صرف چند اصول بیان ہوئے ہیں۔جن کی تفصیل قوم کے جُہلاء تیار کر کے دیں گے۔(انالِلّٰه وانا الیه راجعون) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد حضرت علیؑ اور اُن کے تیار کردہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے مسلسل قرآن کریم کی ہمہ گیری اور اُس کی تعلیم کا ذمہ لیا۔چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

(۲) قرآن کریم اور رسول کریم کی ہمہ گیری

میں رسولؐ زادہ ہوں اسلئے قرآن کا عالم ہوں۔ قرآن میں تخلیق کائنات سے لیکر قیامت کے دن تک کی تمام تفصیلات ہیں۔ اُس میں آسمانوں، زمینوں اور جنت وجہنم کی تمام اطلاعات ہیں۔ اور وہ تمام خبریں ہیں جو ماضی میں گزر چکی

> ولدنی رسولؐ اللّٰہ واَنا اعلم کتاب اللّٰہ وفیہ بدٔ الخلق وَمَاھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یوم القیامۃ وفیہ خبر السماء وخبر الارض و خبر الجنۃ و خبر النّار وخبرماکَان وَمَا ھو کائن اَعْلَمُ ذٰلک کَمَا انظر اِلٰی کفی' ان اللّٰہ یقول فیہ تبیان کُلّ شیءٍ

ہیں اور وہ تمام حالات ہیں جو آئندہ وجود میں آنے والے ہیں۔ اور میں اُن سب کا اسی طرح عالم ہوں۔ جیسا کہ اپنے ہاتھ کو جانتا ہوں اور ایک ہی نظر میں دیکھ لیتا ہوں۔ یقیناً اللہ نے صحیح فرمایا ہے کہ قرآن میں ہر شے کا بیان کر دیا گیا ہے۔ (ایضاً حدیث نمبر ۸)۔

(۳) خوش عقیدگی نہیں بلکہ قرآن واقعتاً ہمہ گیر ہے

حاکمانہ پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر ایک صحابی نے جناب امام ابوالحسنؑ موسیٰ سے دریافت کیا کہ۔ ''کیا سچ مچ قرآن و سنۃ میں ہر چیز کا ذکر ہے۔ یا آپؑ حضرات محض عقیدتاً ایسا

> عن سماعتہ' عن ابی الحسنؑ موسٰی قال قلت لہ أَکُلُّ شَیْءٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہ و سُنَّۃِ نبیّہؐ؟ اَوْتَقُوْلُوْنَ فِیْہِ؟ قال: بَلْ کُلُّ شَیءٍ فی کتاب اللّٰہ و سنۃ نبیہؐ''

کہتے رہتے ہیں؟۔ فرمایا۔ عقیدتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اللہ کی کتاب اور نبیؐ کی سنت میں ہر چیز مذکور ہے''۔

قارئین نوٹ کریں کہ حاکمانہ پروپیگنڈے نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ قرآن وسنت میں بھی نوع انسان کی تمام ضروریات کا حل اور تفصیل موجود نہیں ہے۔

(۴) آئمہ معصومینؑ کا علمی دعویٰ گراں گزر رہا تھا۔

اب یہ ملاحظہ ہو کہ مخالف حکومت کے اثر سے لوگوں پر آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے خلاف یہ تاثر ہو گیا تھا۔ کہ یہ لوگ خواہ مخواہ علمی دعوے کرتے ہیں۔ چنانچہ جب جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ اعلان کیا کہ:۔

۔''میں تمام آسمانوں اور زمینوں اور تمام جنتوں اور دوزخ کا علم رکھتا ہوں اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے سب کا جاننے والا ہوں''۔ یہ فرما کر ذرا دیر خاموش رہے اور محسوس فرمایا

> انی لا علم ما فی السموات وما فی الارض و اعلم ما فی الجنۃ و اعلم ما فی النار و اعلم ماکان ومایکون۔ ثم مکث ھنئیۃ فرأی ان ذلک کبر علی منہ سمعہ من فقال: علمت ذلک من کتاب اللّٰہ عزوجل۔ ان اللّٰہ یقول فیہ تبیان کل شیءٍ۔

کہ سننے والوں پر یہ علمی دعویٰ گراں گزر رہا ہے۔ تو اُن کو اطمینان کے لئے یہ وضاحت فرمادی۔ کہ یہ تمام مذکورہ علوم مجھے قرآن سے

ملے ہیں۔ یقیناً اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے''۔

(۵) قرآن کریم اور لوحِ محفوظ کا اقرار مجبوراً کیا گیا ہے

اگر جناب علی مرتضٰی علیہ السلام نے اپنی قرآنی پیشرفت سے مجبور نہ کردیا ہوتا۔ تو اہل عرب ہرگز قرآن کو عوام الناس کے ہاتھوں تک نہ پہنچنے دیتے۔ چونکہ لاچاری کے عالم میں صاحبان اقتدار کو رفتہ رفتہ پورا قرآن شائع کرنا پڑا۔ اس لئے اُن کی قرآن سے جہالت اور قرآن سے خیانت عوام تک پہنچ کر رہی۔ اور آج ہر شخص قرآن سے یہ معلوم کرسکتا ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کی سربراہی اور اُمت کی راہنمائی کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لی تھی۔ وہ ہرگز اس قرآن کے عالم نہ تھے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ قرآن تو موجود رہے اور اُس کی مکمل تعلیم دینے والا عالمؑ اور راہنمؑا موجود نہ ہو۔ یعنی قرآن کا وجود ہی یہ ثابت کر دینے کیلئے کافی ہے کہ جاہل اور جہلا ہرگز اس اُمت کے سربراہ اور راہنما نہیں ہوسکتے۔ اور اگر ہوجائیں تو جہالت اور گمراہی کے سوا اُن سے اُمت کو کچھ اور مل نہیں سکتا۔ چنانچہ جب تک حکومت کا ڈنڈا اور انتظام مضبوط رہا جہلا کا راز فاش نہ ہوسکا۔ لیکن رفتہ رفتہ اُن کے انتظام میں رخنہ پڑتا گیا۔ اور قرآنی حقائق سے مطلع ہونے کا موقعہ ملتا گیا۔ اور آج نظام اجتہاد کی تمام ہیرا پھیری غلط روایات وتاویلات اور تمام تصنیفات مل کر بھی قرآنی دباؤ کو روک نہیں سکتے۔ اور اُنہیں یہ بتانا ہی پڑے گا کہ جب ساری اُمت کسی بات، کسی فیصلے یا حکم سے لاعلم ہوتو وہ کون لوگ ہیں۔ جن سے اُمت کو سوال کرنے اور علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟۔ جو ہر سوال کا ایسا جواب جانتے ہیں جس کے صحیح ہونے پر اللہ کو اطمینان ہے۔ جو ہرگز منشائے خداوندی کے خلاف نہیں کہہ سکتے۔ جن کے جواب میں غلطی کا امکان نہیں ہے۔ ورنہ یہ کہا جاتا کہ جو جواب ملے اُسے قرآن یا سنت پر جانچ کر دیکھنا، صحیح ہوتو عمل کرنا غلط ہوتو عمل نہ کرنا۔ وہاں تو کُلیّۃً اُن حضراتؑ کو ہر لاعلمی اور جہالت وناواقفیت کو علم سے بدل دینے والا فرمایا ہے۔ وہاں کسی فن کے سوال کی حد بندی بھی نہیں ہے۔ کہ فُلاں قسم کا سوال کرنا اور فلاں قسم کی بات کا اعتبار نہ کرنا۔ چنانچہ یہ اعلان بھی جناب محمد باقر علیہ السلام کی زبانی سُن کر اُن حضرات کا تعیّن فرمالیں:۔

۔''اگر تم نہیں جانتے تو اہل الذکر سے سوال کرکے معلوم کرلیا کرو''۔ کے متعلق رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ میں ذِکر ہوں اور آئمہ علیہم السلام ذکرؐ والے ہیں''۔ لہٰذا علم قطعی و کلّی کے حامل آئمہ اہلبیتؑ ہیں یعنی عالمانِ قرآن ہیں۔

> عن ابی جعفر علیه السلام فی قول الله تعالیٰ ۔''فاسئلوا اهل الذکر اِن کنتم لاتعلمون''۔ قال قال رسولؐ الله صلی الله علیه وآله وسلم ۔'' الذکر انا و الآئمة اهل الذکر ''۔ (کافی کتاب الحجة باب اھل الذکر حدیث نمبر۱)

(۶) حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ۔ انا صاحب اللوح المحفوظ و الهمی الله عزوجل علم مافیه ۔

میں لوح محفوظ کا حامل ہوں اللہ نے مجھے اُس میں جو کچھ ہے اس کا علم بذریعہ الہام عطا فرمایا ہے۔(کتاب المبین جلد اول صفحہ ۲۹۱)

(۷) یا مفضل من زعم ان الامام من آل محمدؐ یعزب عنه شیءٍ من الامر المحتوم یعنی مما کتب القلم علی اللوح فقد کفر بما انزل علی محمدؐ وانا لنشهد اعمالکم ولا یخفی علینا شیءٍ من امرکم وان اعمالکم لتعرض علینا۔(کتاب المبین)

(۷) اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ: ۔"اے مفضل جو یہ غلط تصور رکھے کہ آل محمدؐ کے کسی امامؑ سے کوئی لازمی چیز اوجھل ہو سکتی ہے۔یعنی جو کچھ قلم نے لوح محفوظ پر لکھا ہے اس میں کی کوئی چیز۔یقیناً اُس نے محمدؐ پر نازل ہونے والے سامان کا کفر کیا ہے۔یقیناً میں تمہارے اعمال سے واقف ہوں۔ہم سے کوئی چیز مخفی نہیں تمہارے اعمال ہم پر پیش کیے جاتے ہیں۔(کتاب المبین)

33۔فریب خوردہ یا فریب ساز

تمام دانشورانِ عالم جانتے ہیں۔اور یہ روزمرہ تجربہ میں آنے والی حقیقت ہے کہ کسی زمانہ کی کسی حکومت نے کبھی اپنی حکومت کے استحکام کو متزلزل کرنے والے بیان دینے اور لکھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔اور ہر اُس غلط یا صحیح بیان کا خیر مقدم کیا ہے۔جو حکومت کو مستحکم کرتا ہے۔چنانچہ ہر زمانہ میں اہلِ قلم کی کثرت اپنی جان و مال و اولاد کے تحفظ کی غرض سے حکومتوں کے زیر اثر رہی۔اور اکثر وظائف و تنخواہ کے بدلہ میں حکومت کا تحفظ و استحکام مدنظر رکھ کر قلم کاری میں مصروف رہی۔ساری دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ جناب معاویہ کے حکم سے اور اُن کی زیرسرپرستی مرتب ہونا شروع ہوئی۔تاریخ وحدیث پر کتابیں لکھنے والے اُس زمانہ سے آج تک برابر سرکاری مزاج کے مطابق خامہ فرسائی کرتے رہے۔سچے جھوٹے قصّے اور روایات بیان کرنے اور لکھنے والوں کو باقاعدہ وظائف اور تنخواہیں ملتی رہیں۔کاغذ کا کوٹہ (QUOTA) ملتا رہا۔واقعات واصطلاحات اور مختلف نعرے (SLOGAN) گھڑنے اور ممالک میں پھیلانے کے لئے ماہرینِ فن کے ادارے اور مکاتب جاری ہوئے۔چاروں طرف راویانِ حدیث وتاریخ پھیل گئے۔اور مفید مطلب باتوں کو اس طرح دُہرا دُہرا کر بیان کیا۔اور اُن کا اس قدر پروپیگنڈا کیا کہ غلط باتیں، جھوٹے قصّے،فرضی بیانات زبان زد خلائق ہوگئے۔حکومت کے ماہرین ہر شہر، ہر بستی، ہر قوم و قبیلے اور ہر گھر تک پھیل گئے۔اِس صورت حال کے پیدا ہوجانے کے بعد وہ اہلِ قلم بھی مغالطوں اور فریبوں سے نہ بچ سکے۔جو حکومتوں کے نمک خوار نہ تھے اور جو مسلمانوں کی صحیح تاریخ یا حالات مرتّب کرنا چاہتے تھے۔جو چاہتے تھے کہ اسلامی حقائق کو باطل تصورات سے محفوظ رکھیں۔اُنہوں نے شخصی اعتماد اور صورت شکل نیز شہرت کی وجہ سے دھوکہ کھایا۔اور اپنی کتابوں میں ایسی

باتیں بھی لکھ لیں جو خود اُن کے مسلک کے خلاف تھیں۔لیکن سیاسی مہارت کی کمی اور تقدس اور سادگی وسادہ لوحی کی بنا پر اُس وقت سمجھ میں نہ آئیں۔ہم اس طرح مغالطہ کھا جانے والوں پر اس سے زیادہ طعن وطنز نہیں کرتے۔ہمیں اعتراض ہے اُن اہل قلم پر جن کو سوچنے سمجھنے کا موقعہ ملا۔جن پر حکومت باطل کا کوئی دباؤ بھی نہ تھا۔جن کی زبان اور قلم آزاد تھا۔اور جنہوں نے جان بوجھ کر حکومت کے پروپیگنڈے کو اختیار کیا۔اور قرآن ورسولؐ اور آئمہ اہل بیتؑ کے بیانات کے خلاف اُسے اپنی کتابوں میں جگہ دی۔ اور دشمنانِ مذہبِ حقہ کو موقعہ دیا کہ وہ اپنے باطل تصورات کی تائید میں اُن کی کتابوں کا حوالہ دے کر اہل حق کو شرمسار کریں۔ اس لئے تاریخ کی ہر وہ بات نا قابل قبول ہے۔جو حکومت کے مقاصد کا استحکام چاہتی ہو۔اور ہر وہ بات قابل تسلیم ہے جو حکومت کی منشا کے خلاف ہو۔

یہاں یہ بھی نوٹ کرلیں کہ آج تک اہل خلاف نے جس قدر اعتراضات کئے ہیں۔اُن میں سے ایک بھی مذہبِ حقہ پر عائد نہیں ہوتا۔وہ تمام اعتراضات اُن باتوں پر قائم ہوتے ہیں۔جو کسی فریب خوردہ یا فریب ساز اہل قلم نے اپنی کتاب میں لکھی تھیں۔یہی سبب ہے کہ ہم نہ ایسے اہل قلم کو علماء قرار دیتے ہیں۔نہ انہیں دوستدارانِ محمد وآل محمد علیہم السلام میں شمار کرتے ہیں۔اور کیوں شمار کریں جب کہ وہ دشمنان اسلام کی تائید کا سامان اپنی کتابوں میں لکھنے کا کاروبار کرتے رہے۔ہم اُنہیں نظام اجتہاد کا ممبر لکھتے چلے آتے ہیں۔نظام ولایت وعصمت سے اُن کا اِسی قدر تعلق ہے کہ انہوں نے شیعہ لیبل لگایا۔شیعوں میں رہ کر اُن کے عقائد کو کھوکھلا کیا۔شیعہ قوم کی محفلیں گرم کر کے دولت کمائی اور مرنے پر شیعہ قبرستان میں دفن ہوئے۔اور شیعوں کے مذہب کے خلاف ثبوت فراہم کرنے کے لئے اپنے بعد چند کتابیں ورثہ میں چھوڑیں اور بس۔

(۱) قارئین خود فیصلہ کریں

عنوان نمبر۳۲ میں قرآن اور صاحبانِ قرآن کی علمی منزلت اور ہمہ گیری کی جھلک سامنے آئی تھی۔جھلک اس لئے عرض کیا کہ محمدؐ وآل محمدؑ کا علمی مقام بیان کرنے کے لئے کم از کم ایک ہزار صفحات درکار ہیں۔تب بھی انؑ کے علم کے محض چند پہلو احاطہ تحریر میں آسکیں گے۔ہمیں ہرگز اُمید نہیں کہ کوئی شیعہ علوم محمدؐ وآل محمدؑ کا انکار کر کے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فتویٰ کی زد میں آکر کافر ہو جانا منظور کرے گا۔[عنوان نمبر32 کا (۷)] چنانچہ امام کا یہ بیان پھر سن لیں فرمایا تھا کہ:۔

۔''جو شخص یہ زعم رکھتا ہو کہ آئمہ اہل بیتؑ سے کوئی ایسی چیز غائب یا او جھل رہتی ہے جسے لوح وقلم نے لکھا ہو وہ شخص کافر ہے''۔[عنوان نمبر32 کا (۷)] یعنی ہر شیعہ کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے۔کہ لوح میں جو کچھ بھی لکھا ہوا ہے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی نظر سے او جھل نہیں ہو سکتا۔اس عقیدے کو ذہن میں رکھ کر مندرجہ ذیل بحث ملاحظہ ہو۔ہم فارسی عبارت بھی لکھتے جائیں گے تا کہ سند موجود رہے۔ <u>گفتگو اس مسئلہ پر ہے کہ اگر امامؑ ہر پیش آنے والے واقعہ کا قبل از وقوع علم رکھتا ہے۔تو حضرت علیؑ اور امام</u>

حسینؑ کو اپنی قتل گاہ سے دور رہنا اور اپنی جان کی حفاظت کرنا واجب تھا۔ لہٰذا انہوں نے (معاذ اللہ) جان بوجھ کر خود کو ہلاکت میں ڈالا جو قرآن کے خلاف ہے۔ جناب شیخ مفید نے اس سلسلے میں جو کچھ بیان فرمایا اُس کو جناب محمد باقر مجلسی اعلی اللہ مقامہ اصول کافی کی شرح میں شیخ کی کتاب **''مسائل عکبریہ''** سے مع سوال و جواب لکھتے ہیں۔ **سنئے شیخ صاحب خود سوال لکھتے ہیں کہ:۔**

سوال: ہمارے تمام شیعوں کا اس پر اتفاق (اجماع) ہے کہ جو کچھ وقوع میں آتا ہے امامؑ اُس سے قبل از وقوع پر واقف ہوتا ہے۔ لہٰذا کیوں امیر المومنین علیؑ یہ جانتے ہوئے کہ انہیں قتل کیا جائے گا، اپنے قاتل کو بھی پہچانتے ہوئے اور قتل کا وقت اور موقع جانتے ہوئے مسجد میں چلے گئے؟۔ اور امام حسینؑ کوفہ کیوں گئے؟ جب کہ وہ جانتے تھے کہ کوئی اُن کی طرفداری نہ کریں گے۔ اور یہ کہ وہ اُس سفر میں قتل کر دیئے جائیں گے۔ اور جب وہ کربلا میں پہنچ گئے اور اُن پر پانی بند کر دیا گیا۔ اور اُنہیں معلوم تھا کہ چند ہاتھ تک زمین کھود کر کنوان بنا لینے سے پانی نکل آئے گا۔ انہوں نے کیوں کنواں نہ کھدوایا اور تشنہ لب رہ کر ہلاکت کے قریب جا پہنچے؟۔ اُسی طرح امام حسنؑ جانتے تھے کہ معاویہ اپنے معاہدہ پر قائم نہ رہے گا۔ اور اُن کے والدؑ کے شیعوں کو قتل کرے گا۔ ایسی حالت میں انہوں نے معاویہ سے صلح کیوں کی؟۔

> باجماع ما شیعہ امام هر میشود می داند ،چرا امیر المومنین باینکہ می دانست کشته میشود وقاتل خودرا هم میشناخت ووقت وزمان رامی دانست بمسجد رفت ۔چرا حسینؑ بن علیؑ بکوفه رفت باینکه می دانست اورا یاری نمی کنند ودراین سفر کشته میشودوچون کربلا رسید وآب رابراو بستند وباکندن چند ذراع بآب میرسید چاه نکند تااز تشنگی بهلاکت رسید وامام حسنؑ می دانست که معاویه بعهدِ خود وفا نمی کند وشیعان پدرش رامی کشد بااین حال با او صلح کرد "

قارئین پہلے یہ سمجھ لیں کہ ایسے سوالات آج سے ایک ہزار ایک سو سال پہلے سے دریافت ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اور آج بھی اُن ہی سوالات کو دہرایا جا رہا ہے۔ پھر یہ دیکھیں کہ شیعوں میں اول درجہ پانے والا مجتہد اس سوال کا جواب کیا دیتا ہے؟۔ سنئے:۔

جواب نمبرا: شیخ مفید نے جواب دیا کہ یہ دعوٰی درست نہیں ہے۔ کہ شیعوں کا اس پر اتفاق (اجماع) ہے۔ کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے امامؑ اسے جانتا ہے۔ ہم شیعوں کا تو اس کے خلاف اتفاق (اجماع) ہے۔ اس عقیدہ پر شیعوں کا اتفاق (اجماع) کرنا کہاں سے معلوم ہوگیا؟۔ شیعوں کا اتفاق (اجماع) تو اس

> ''شیخ مفید جواب داده که:۔
> دعوٰی اجماع براینکه امامؑ هرچه می شود میداند درست نیست واجماع مابر خلاف آن است ۔ ازکجا شیعه اجماع براین عقیده دارند ؟اجماع شیعه برایں استکه امام حکم هرچه پیش آیدمی

پر ہے کہ جو کچھ پیش آتا ہے امامؑ اُس کے متعلق ہر حکم جانتا ہے۔ نہ اس پر کہ امامؑ تمام پیش آنے والے واقعات کی تفصیل کا عالم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس بات کو جان لینے کے بعد اُن تمام ہی سوالات کی تعمیر گر جاتی ہے۔ ہم یہ کہنے میں تکلف نہیں کرتے کہ خدا کے بتانے سے اکثر حوادث کا علم امامؑ کو ہو جاتا ہے۔ رہ گیا یہ کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے امامؑ اُس کو جانتا ہے۔ ہم قبول نہیں کرتے اور ایسا کہنے والے کو غلط گو سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کا قول دلیل اور حجت نہیں رکھتا ہے۔ البتہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ امیر المومنینؑ اپنے قاتل کو پہچانتے تھے۔ اور قتل کے وقت کو بھی جانتے تھے۔ اس سلسلے میں حدیثوں کے ظاہری الفاظ سے جو کچھ فائدہ پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ قاتل کو بذاتہ پہچانتے تھے اور قتل ہو جانے کو گول مول طریقے پر جانتے تھے۔ مگر اس بات پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ وہ اپنے قتل کا وقت بھی جانتے تھے۔ اور اگر اس سلسلے میں کوئی حدیث بھی موجود ہو تو بھی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ آپؑ اپنے قتل ہو جانے پر رضا مند رہنے اور صبر کرنے پر مامور ہوں تا کہ اُس مقام پر فائز ہوں جہاں اس صبر و رضامندی کے بغیر پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اور اس صورت میں عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ اُنؑ پر خود کو ہلاکت میں ڈالنے اور اپنے قتل میں خود مددگار بننے کا الزام عائد نہ کیا جائے''۔

داند۔ نه اینکه عالمِ بخود پیشآمد ها است بطور تفصیل وبنابرین پایه همه این سوالات فرو میریزد۔ مادریغ ندارم که امام بساخود حوادث راباعلام ازطرف خدابداند واما آنکه هرچه میشود میداند قبول نه داریم و قائل آن رادرست گو نمی دانیم۔ چون گفته اُوحجت ودلیلی ندارد۔ اماراجع باینکه امیرالمومنینؑ قاتل خودرامی شناخت ووقت آن راهم می دانست آنچه ازظاهراخبار استفاده می شود این است که قتل رابطوراجمال می دانست وقاتل راهم بشخصه میشناخت ولی دلیلی ندارد که وقتِ قتل راهم می دانست واگر خبری هم درین باره باشد اعتراضی وارد نیست ۔زیرا ممکن است مامور به صبر برشهادت وتسلیم بقتل باشد تا بمقامی رسد که بدون آن نمیرسد ودرین صورت نباید گفت خودرابدست خود بهلاکت انداخته وبکشتن خود کمک کرده واین کاراز نظر عقل زشت بوده ''۔

اس کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں مسلسل لکھتے ہیں کہ:۔

جواب نمبر۲'' رہ گیا امام حسین علیہ السلام کا معاملہ تو یہ کہنا کہ امام حسینؑ یہ جانتے تھے کہ اہل کوفہ ان سے فریب کریں گے ہمیں

واماراجع بامام حسین (ع) ماقبول نه داریم که میدانست اهل کوفه بااُوخدعه میکنند زیرادلیل

قبول نہیں ہے۔اس لئے کہ اس پر نہ کوئی عقلی دلیل موجود ہے نہ نقلی دلیل (یعنی قرآن وحدیث) موجود ہے۔اور اگر وہ کوفیوں کے فریب کرنے کو جانتے بھی ہوں تو بھی اس کا وہی جواب ہے۔جو امیر المومنینؑ کے سلسلے میں دیا جاچکا ہے اور یہ جو کہا کہ امام حسینؑ پانی نکلنے کا مقام جانتے تھے اورانہوں نے جان بوجھ کر اسے حاصل نہ کیا۔تو سوال یہ ہے کہ جب ان پر پانی بند کر دیا گیا تو ہوسکتا ہے کہ اُنہیں بھی یہ حکم ملا ہوا ہو کہ وہ کسی دوسری صورت میں پانی حاصل نہ کریں۔چنانچہ یہ وہی جواب ہے جو امیر المومنینؑ کے سلسلے میں دیا گیا''۔

ازعقل ونقل ندارد واگر هم میدانست جواب آن همان است که درباره امیر المومنین (ع) گفتیم ـ وامااینکه گفته امام حسین (ع) مَحَلِّ آب رامید انست وآن راعمداً تحصیل نه کرد چه مانعی دارد که درموقع منع اُواز آب مامور بوده که آن رابوجه دیگری تحصیل نه کند ـ چنانچه دربارۂ ـ

پھر مسلسل امام حسن علیہ السلام کے بارے میں جواب یوں دیا کہ :۔

جواب نمبر۳۔''امام حسن علیہ السلام کا معاویہ سے صلح کر لینا بات ہی مختلف ہے۔اور وہ یہ ہے کہ امامؑ جانتے تھے کہ معاویہ بدعہدی کرے گا۔اور صلح کے بعد وقوع میں آنے والے حالات بھی سامنے تھے۔مگر امامؑ کے لئے کوئی دوسرا راستہ تھا ہی نہیں۔اس لئے کہ اگر صلح نہ کریں تو اپنے آپ کو اوراپنے صحابہ کو معاویہ کے پنجہ میں یک مشت سونپنا پڑتا جو اُن سب کو قتل کر ڈالتا۔لہٰذا صلح کے ذریعہ سے امامؑ نے خود کو، اپنی اولاد کو، اپنے شیعوں کو ایک مدت کے لئے محفوظ کر لیا۔اور اُن کو اور دین کو ایک دم تباہ ہوجانے سے بچالیا۔جو صلح کرنے کی صورت کے خلاف ایک بدترین حالت ہوتی۔اس لئے امامؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح سے پیش آنا اختیار کیا''۔

ـ''واما راجع بصلح امام حسن (ع) بامعاویه درین جاسخن دیگر یست وآن این است که امام میدانست معاویه عمل بعهد خود نمیکند وعواقب درپیش است ـ ولی چارۂ ای نداشت زیرا اگرصلح نمی کرد خودش واصحابش یکجا بچنگ معاویه می افتاد ندوفوراً همه را میکشت وبایں وسیله خودرا تامدتی حفظ کردو اولاد وبسیاری ازشیعانِ خود را حفظ کرد و از تباهی یکباره دین دفاع کرد که بسیاربد تروضعی بود که بواسطۂ صلح بامعاویه پیش آمد ''ـ

(کافی ۔کتاب الحجۃ ۔باب ۔اِنَّ الائمہ یعلمون متی یموتون ۔الخ مترجمہ ومشرح آیۃ اللہ الحاج الشیخ محمد باقر الکمرئی ۔طبع اول ۔مکتبہ اسلامیہ طہران شارع البوذرجھری ۱۳۸۱ھ)

شیخ مفید کے اس بیان پر مترجم اعلی اللہ مقامہ کی تنقید چند صفحات کے بعد آنے والی ہے۔لیکن ہماری طرف سے ان تینوں جوابات پر دوبارہ نظر ڈال کر صورت حال کو اپنے سامنے جمع کرلیں۔تاکہ وہ عقائد دل نشین ہوجائیں جو اس سلسلہ میں جناب شیخ صاحب کو پسند تھے۔اور جن کو وہ شیعان محمد وآل محمد علیہم السلام میں پھیلانا چاہتے تھے۔لیکن افسوس کہ مجتہدین کے علاوہ ان عقائد کو شیعوں کے عوام نے اختیار نہ کیا۔یہ بحث جواَب چلی ہے یہ بتائے گی کہ قرآن وحدیث میں محمد وآل محمد علیہم السلام کی

جو پوزیشن اللہ و رسولؐ اور آئمہ معصومینؑ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ مجتہد حضرات کو قبول نہیں۔ چنانچہ جناب شیخ کے تینوں بیانات کو دیکھنے سے بلا شک وشبہ یہ باتیں ثابت ہوجاتی ہیں کہ ان کو آئمہؑ اہل بیتؑ کے علوم کی ہمہ گیری منظور نہیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ میں صورتِ حال یہ ہے کہ:۔

(۲) شیخ مفید کے عقائد ان کے الفاظ میں

اول۔ جو کچھ وقوع میں آتا ہے۔ یا دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے۔ آئمہؑ اہل بیتؑ اس کا علم نہیں رکھتے۔

دوم۔ وہ ہر پیش آنے والے واقعہ کے عالم ہونے پر کسی دلیل وحجت کا انکار کرتے ہیں۔ یعنی ایسی کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے جس سے علم کی یہ ہمہ گیری معلوم ہوتی۔

سوم۔ حضرت علیؑ اپنے قاتل اور قتل کے متعلق مکمل علم نہ رکھتے تھے۔ اور

چہارم۔ اپنے قتل کے وقت کا علم تو ہرگز نہ رکھتے تھے۔

پنجم۔ شیخ صاحب کے نزدیک حضرت امام حسینؑ کو یہ علم نہ تھا۔ کہ کوفے والے اُن سے دغا کریں گے۔ اور

ششم۔ شیخ صاحب کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کے ایسے علم پر نہ کوئی عقلی ثبوت ہے۔ اور نہ ہی قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حسینؑ کربلا کے حالات اور کوفہ میں پیش آنے والے واقعات کا علم رکھتے تھے۔

ہفتم۔ امام حسن علیہ السلام کے متعلق انہوں نے یہ فرمادیا کہ بدترین صورت حال سے بچنے کے لئے انہوں نے (معاذ اللہ) بدتر صورت حال کو قبول کرلیا۔ دوسرے الفاظ میں امام حسینؑ نے بدترین صورت حال کو اختیار کیا تھا۔ یعنی امام حسنؑ نے صلح کر کے خود کو، اولاد کو اور اصحاب کو تباہ ہونے سے بچالیا۔ مگر امام حسینؑ نے (معاذ اللہ) خود کو، اولاد کو اور اصحاب کو قتل کرا کے تباہ کردیا۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

(۳) شیخ مفید کی مبہم، گول یا مجمل باتیں۔

شیخ صاحب کے جواب نمبر ا میں یہ بھی ہے۔ کہ

اول۔ ''نہ این کہ عالمِ بخود پیشآمدہا است بطور تفصیل''۔ یعنی یہ شیعوں کا متفقہ (اجماعی) عقیدہ نہیں ہے کہ امامؑ اپنے ساتھ گذرنے یا پیش آنے والے حالات کی تفصیل کا عالم ہوتا ہے''۔

مطلب یہ ہے کہ شیخ مفید صاحب کے نزدیک وہ لوگ ہرگز شیعہ نہیں ہوتے۔ جو امام معصوم علیہ السلام کو تفصیل کا عالم سمجھتے ہوں۔ بتائیے کہ ہم حضرت شیخ صاحب قبلہ کو کس مذہب کا آدمی سمجھیں؟۔ قارئین خود فیصلہ فرمائیں۔ اور لگے ہاتھ مندرجہ بالا وہ سات عجوبے یا عقائد پھر پڑھ لیں جو شیعہ ہونے کے لئے اول درجہ کے مجتہد نے سکھائے ہیں۔

(۴) شیخ صاحب کی بصیرت کا کمال

آپ نے ایک ایسا جملہ لکھا ہے کہ جس پر غور کرنے سے شیخ صاحب کو داد دینا واجب ہوجاتا ہے فرماتے ہیں کہ:۔

(الف)۔''اجماع شیعه بر این است که امامؑ حکم هر چه پیش آید میداند ''۔

ترجمہ''شیعوں کا اجماع اس پر ہے کہ جو کچھ پیش آتا ہے امامؑ اُس پر حکم دینا جانتا ہے۔ ہمارے الفاظ میں بات یہ ہوئی کہ:۔

(ب) جو کچھ دُنیا میں وقوع پذیر ہوتا ہے امام معصومؑ کو (معاذ اللہ) اس کا علم تو نہیں ہوتا مگر

(ج) جو کچھ دنیا میں وقوع میں آتا ہے۔ اُس کے متعلق وہؑ تمام احکام کا عالم ہوتا ہے۔ یعنی

(د) کل اگر فضاؤں میں کوئی خلانورد مرجائے تو اُس کے مرنے، اُس کی غلطی اور فضا و خلا کا علم نہ ہوتے ہوئے بھی امامؑ کو یہ علم ہے کہ اُس کے وراثوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟۔ اس کی لاش کہاں تلاش کی جائے؟۔ وغیرہ وغیرہ

(۵) شیخ صاحب سے ایک سوال

ہزار ہا احادیث و آیات کا انکار کر کے تفصیلی علم کا انکار کیا اور کہا کہ اس پر نہ عقلی ثبوت ہے نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا ثبوت بھی لکھا ہوتا کہ:۔

(الف)۔''ممکن است مامور بصبر بر شهادت وتسلیم بقتل باشد تابمقامی رسد که بدونِ آن نمیر سد''۔(جواب نمبر۱)

اور یہ کہ(ب)''درموقع منع اواز آب مامور بوده که آن را بو جه دیگری تحصیل نکند''(جواب نمبر۲)

ان دونوں جملوں کا مطلب یہ ہے کہ:۔

(الف) ممکن ہے کہ حضرت علیؑ کو یہ حکم دیا گیا ہو کہ وہ شہادت یا قتل پر صبر کریں۔ اور بخوشی اس حکم کو بجالائیں تاکہ وہ مقامِ بلند حاصل کرلیں جو اِس کے بغیر نہ ملتا۔

(ب) جب امام حسینؑ پر پانی بند کردیا گیا۔ تو اُس موقع پر انہیں یہ حکم ملا ہوا ہو کہ وہ کسی دوسری ترکیب سے پانی حاصل نہ کریں۔ یعنی شیخ صاحب واضح، مفصل اور مُسلّمہ احادیث کا تو بلاتردد انکار کردیں۔ مگر لوگوں سے اپنا قیاس بلا ثبوت منوالینا چاہیں۔ اگر شیخ صاحب اپنے تینوں بیانات کی جگہ صرف یہ مندرجہ بالا دو جملے لکھ دیتے تو جواب کافی تھا۔ مگر اِن دونوں جملوں کے ساتھ وہ جوابات لازم تھے۔ تاکہ شیعہ اِن جملوں کی بناء پر اُنہیں شیعہ سمجھیں اور اس طرح وہ بلا خوف تردید اہل خلاف کی تائید میں آئمہ علیہم السلام کے تفصیلی علم کا انکار بھی کردیں اور بال بیکا نہ ہو۔ یعنی:۔

؎ شام کو پی صبح کو کرلی توبہ؟ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

مطلب یہ کہ ادھر اپنے مجتہدانہ مذہب کے عقائد بحال رکھو۔ اور اُدھر ملتِ شیعہ کی خوشنودی بھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔

چند قیاسی اور مبہم جملوں سے شیعہ بنے رہو۔لیکن اپنے عقائد کو شیعوں کے دلوں میں راسخ کرتے جاؤ۔مسٹر محمد حسین ڈھکو اینڈ کمپنی اپنے ان ہی بزرگ مجتہدین کے مذہب کا پرچار کر رہی ہے۔یہ کام اوپر سے ہوتا چلا آیا ہے۔ملت شیعہ میں اس مذہب کی عمر ایک ہزار سال ہو چکی ہے۔اُنہوں نے بڑے حُسن تدریج کے ساتھ آئمہ اہل بیتؑ کے مذہب کو اہل خلاف کے مذہب میں تبدیل کیا ہے۔مگر معصومؑ نظام کے محافظین نے اس مخالف مذہب کو کبھی بھی عوام کے قلب وذہن تک پہنچنے نہیں دیا ہے۔عوام آج بھی سو فیصد آئمہ معصومینؑ کے تفصیلی علم وفضل وقدرت کے قائل ہیں لیکن آج ڈھکو اینڈ کمپنی عوام کو متاثر کرنے کی جان توڑ کوشش کر رہی ہے اور ہم اِس کمپنی کا دِیوالیہ نکالنے کا بندوبست کرتے چلے آتے ہیں۔اور پبلک کو یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ صرف ڈھکو اینڈ کمپنی سے اظہار بیزاری کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ اُس کے مذہب اور پورے نظام اجتہاد اور اجتہادی عقائد ومسائل سے بیزاری کے بعد آپ حقیقی معنی میں شیعہ بن سکتے ہیں۔

(۶) علامہ حلیؒ کا جواب

اب وہ جواب ملاحظہ ہو جو مندرجہ بالا سوال کے لئے حضرت علامہ حلی اعلی اللہ مقامہ نے دیا ہے۔فرماتے ہیں کہ:۔

۔''امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق معلوم کیا گیا ہے۔جواب دیا کہ:۔ ممکن ہے کہ جناب علیؑ کو اُس خاص رات میں یا کسی بھی متعیّن جگہ قتل ہونے کی اطلاع دی جا چکی ہو۔لیکن اُن حضرتؑ کی ذمہ داریاں ہم لوگوں کی طرح سے نہیں تھیں اُنؑ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی جان کو خدا کی راہ میں نثار کریں۔ چنانچہ ایک مجاہد پر لازم ہے کہ وہ جہاد میں ثابت قدمی دکھائے خواہ وہ اِس سلسلے میں مارا ہی کیوں نہ جائے''۔

(کافی کتاب الحجۃ باب مذکور صفحہ ۶ جلد دوم)

> راجع بامیر المومنین پرسیدہ اندجواب دادہ کہ ممکن است بامیر المومنین خبر دادہ باشند ازوقوع قتل درآن شبِ معین یادر ہر جائ مُشَخّص ولی تکلیف اُوٌغیر از ماہا است وروا است کہ اُوٌجانِ خود درراہِ خدا بذل کردہ باشد ۔چنانچہ بر مجاھد درجبھہ لازم است کہ پائیداری کند وَلَوْ تاکشتہ شوذ''۔

یہ جواب مجتہدانہ نہیں ہے۔البتہ اس میں شیعیت کا زور اور یقین بھی نہیں ہے۔مگر جناب شیخ سے بہر حال بہتر ہے۔اب جناب شارح کافی حضرت حجۃ الاسلام جناب محمد باقر الکمرئی کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔

(۷) آئمہ اہلبیتؑ کے علم اور شیعہ عقائد کا انکار

یہ اُستادانِ فن کے اُن کلمات کا خلاصہ ہے جس کا لکھنا ضروری تھا اور جو اُنہوں نے مندرجہ بالا سوال کو رد کرنے کے لئے لکھا ہے۔اُس جواب میں چند کمزوریوں سے دوچار ہوئے ہیں

> ایں خلاصہ کلماتِ اساتید فن است در ردِّ اعتراض کہ باید گفت دُچار چند ضعف اَست
> ۱)بر اساسِ احتمالات وامکا ن پی ریزی شدہ ومعلوم

جو حسب ذیل ہیں:۔ اول:۔ یہ لوگ احتمالات یعنی شک وشبہات اور امکان کے گڑھے میں گرے ہیں اور اُنہیں فیصلہ کن علم حاصل نہ تھا۔اور اپنے جواب میں روشنیٔ علم سے محروم رہے۔ دوم:۔اعتراض نے اُنہیں اس قدر سخت گرفت میں دبوچا کہ وہ مذہب شیعہ کے مسلّمہ اصول کے انکار پر مجبور ہوگئے اور ساتھ ہی مذہب شیعہ کے مسلّمہ اصول کے خلاف شیعوں کے اجماع کا دعویٰ بھی کرگذرے کہ اگر اُس کا تجزیہ کیا جائے تو امامؑ معصوم کی نادانی اور لاعلمی پر شیعوں کا متفق ہوجانا ثابت ہوجائے۔ ہم اللہ سے ایسے عقائد کے بارے میں پناہ چاہتے ہیں۔

است درموضوع علم قطعی نداشتہ وروشن نہ بودہ اند۔
(۲)درتنگنائی اعتراض مجبور بانکارِ اصولِ مسلّمہ مذھبِ شیعه گردیده اند ـمدعی اجماع برخلاف آن شده که اگر تحلیل وتجزیه شود نتیجہ می دهد اجماع شیعه را برنادانی امامؑ ، نعوذ باللّٰه ـ
(۳)درتنگنائی اعتراض ،مسلّمات تاریخ رامنکر شده اند مانند این که امام حسینؑ نمی دانست مردم کوفه باوؑ خدعه میکنند ونمید انست درکربلا کشته میشود''۔ایضاً کافی مشرحہ ومترجمہ صفحہ 6

سوم:۔اعتراض کا جواب اپنے علم کی تنگی کی بنا پر ایسا دیا کہ تاریخ کے مسلّمات کے بھی منکر ہوگئے۔مثلاً کہہ دیا کہ امام حسینؑ کوفہ کے لوگوں کے دھوکہ سے اور کربلا میں قتل ہوجانے سے لاعلم تھے''۔(صفحہ ٦)

یہاں قارئین نے دیکھ لیا کہ علامہ محمد باقر کمرئی کی طرف سے جو تجزیہ ہم نے کیا ہے۔وہ قطعاً صحیح ہے۔اس کے بعد علامہ نے کئی صفحات میں شاندار جوابات لکھے ہیں اور آخر میں جو ریمارکس اور مجتہدین پر تنقیدی جملے لکھے وہ دیکھ کر اس عنوان کو بدل لیں۔ارشاد ہوتا ہے۔(ایضا کافی مشرحہ ومترجمہ صفحہ ٦)

۸۔مجتہدین کی خیرہ چشمی اور بدعقیدگی

۔''تعجب تو اس بات پر ہے کہ اُن استاد لوگوں نے کھلی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر ان گھٹیا قسم کے اعتراضات کے جواب پر احتمالات اور امکانات کے پردے ڈال دیئے اور کہا کہ :۔ ''یہ بھی گمان ہے کہ یہ بات یُوں ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے یُوں نہ ہو بلکہ یُوں ہو اور اس معاملہ میں احمقانہ رویہ اختیار کیا ہے۔کہ حضرت علیؑ نے جان بوجھ کر خود کو ابن ملجم کے حملہ کے سپرد کیوں کیا؟اور امام حسینؑ کربلا کیوں گئے وغیرہ وغیرہ اور امام معصومؑ کے لئے غفلت

عجب درین است که اَساتیدِ فن ازاین حقیقت روشن چشم پوشیده ودرجواب این اعتراضاتِ عوامانه که چرا علی (ع)دانسته وفهمیده خودراتسلیم ضربت ابن مُلجم کرده یاامام حسین (ع)بکربلا رفته و. وگیج شده اند۔ودنبال احتمالات وامکانات ومحتمل است چنین باشد وممکن است چنان گفت رفته اند ویااینکه برای امامؑ عذر غفلت ونسیان

اور بھول چوک کا عذر گھڑ لیا۔ حالانکہ کُھل کر کہنا چاہئے تھا کہ ہاں ہاں اُنہوں نے سمجھ بوجھ کر رضائے خداوندی کے ماتحت موت کا پیالہ اور آخری گھونٹ تک نوش فرمالیا۔ اس لئے کہ وہ حضراتؑ تو ہمیشہ راہِ حق میں جانفروشی اور جان بازی کی تاک میں رہا کرتے تھے۔ اور اپنی جان قربان کرنے کی مصلحت اور فداکاری کے مخصوص و معین اوقات کو پہلے سے سمجھتے اور تیاری کرتے تھے اور اُن کا یہ علم وادراک اُن کی امامتؑ کا شاہکار ہے نہ کہ قابل اعتراض فعل اِس باب کا یہ موضوع آیندہ آنے والی احادیث سے قطعی طور پر روشن اور ثابت ہوجاتا ہے"۔ (ایضا صفحہ ۸)

> تراشیده اند ۔خیر باید صریح و آشکار گفت که آری دانسته و فهمیده جام مرگ تا جرعه آخر نوشیده اند برأی آنکه داؤ طلب جان بازی درراهِ حق بوده اندو مصلحت جان بازی رادرایں ساعت ودقیقہ معیّن درک کرده اندودرک وتشخیص وقتِ آن همان شاهکارِ امامت آنؑ هااست وازاخبار آینده ایں باب این موضوع بهتر روشن میشود۔ (ایضاً صفحہ 8)

34۔ نظام اجتہاد سے فریب خوردہ اور متاثر لوگ

اِس عنوان میں قارئین یہ دیکھیں گے کہ جو علماء نظام اجتہاد کے ساتھ سمجھوتہ کر کے اُسے کُلّی یا جزئی طور پر جائز سمجھ لیتے ہیں۔ اُن سے بڑی بڑی سنگین غلطیاں ہوا کرتی ہیں۔ ہم جناب علامہ محمد باقر مجلسی اَعْلَی اللہ مقامہ کو مذہب شیعہ کے جلیل القدر محدثین اور علماء میں شمار کرتے ہیں۔ مگر اُنہوں نے اپنے والد اعلی اللہ مقامہ کے طریقہ سے ذرا سا ہٹ کر نظامِ اجتہاد اور مجتہدین سے تعاون شروع کیا۔ اُن کو معمولی اختلاف کے ساتھ قابل پیروی قرار دیا۔ اُن میں سے بعض کو سندات عطا کیں اور بعض سے خود اجازہ لیا یعنی مسلکِ مجتہدین اور مذہبِ محدثین (اخباریین) کو گڈمڈ کر کے ایک ملغوبہ تیار کیا جسے بعد میں درمیانی راستہ کہا جاتا رہا ہے۔ بہرحال یہ تو اُن کی وسعت قلبی اور حالات کا دباؤ تھا۔ مگر نتیجہ جو کچھ ہوا وہ آپ کے سامنے لاتے ہیں تاکہ یہ پتہ چلے کہ زاویہ نگاہ بدل جانے سے بڑے بڑے محدثین لغزش میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

(ا) جناب ابوبصیرؓ کا سوال

امام جعفر صادق علیہ السلام سے وہی سوال اُن صحابہ کی طرف سے دریافت کیا گیا جو سابقہ عنوان میں زیر بحث تھا۔ سُنئے ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت علیؑ کے صحابہ جو موت و زیست اور آفات و حادثات کا علم رکھتے تھے۔ اُن پر یہ تمام

> قلت لابی عبداللّٰہ (ع) من این اصاب اصحاب علیؑ ما اصابهم مع علمهم بمنا یاهم و بلایا هم ؟ فَاَجَا بَنِی شبه المغضب ۔ مِمَّن ذلک اِلَّا مِنهُم فَقُلتُ ما یمنعک جَعَلتُ فداک ؟ قال: ذلک بابٌ اُغلق اِلّاَ اَنَّ الحسینؑ بن علیؑ صلوات اللّٰہ علیهما فتح منه

حادثات کہاں سے اور کیوں واقع ہوئے؟۔
مجھے میرے سوال کا جواب غم وغصہ کے لہجہ میں بطور سوال دیا

> **شیئاً یسیراً ۔ثمّ قال یَااَبامحمدؐ اِنَّ اُولٰئک کانت عَلٰی افواھھم اوکیة۔**

کہ جو کچھ صحابہ علیؑ پر گذری وہ اور کہاں سے آتی خود اُن کی اپنی ہی کارگذاریاں تھیں؟۔میں نے کہا کہ میں قربان جاؤں آپ کے سامنے کیا رکاوٹ ہے؟۔فرمایا کہ وہ دروازہ اُنہوں نے بند کر دیا تھا۔البتہ امام حسین ابن علی صلوٰۃ اللہ علیہما نے اُس دروازہ کا ذرا سا آسان حصہ کھولا تھا۔اس کے بعد پھر فرمایا کہ اے ابا محمدؐ کہ صحابہ علیؑ کے ہونٹوں پر مُہرِ رازداری لگی ہوئی تھی لہٰذا اُنہوں نے معیار رازداری برقرار رکھا۔

(ایضاً صفحہ ۱۷۱)**(باب ان الائمة (ؑ) لوستر علیھم لاخبرواکل امری بماله وعلیه)**

<u>(۲)اس حدیث سے علامہ محمد باقر مجلسی کیا سمجھے؟۔</u>

علامہ نے اپنی شرح میں لکھا کہ"**حاصل این استکه سائل (ابوبصیر)بعید میداند کسی دانسته وفهمیده خودرادربلا ومرگ افگند وجواب این استکه هرعِلمی مایه حذر نتواند باشد بچند وجوه:۔**

اس حدیث کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ابوبصیر اس فعل کو دینداری سے دور تر سمجھتے تھے کہ کوئی شخص جان بوجھ کر خود کو آزمائشوں اور ہلاکت میں مبتلا کر لے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ہر علم ایسا نہیں ہوتا کہ اُس سے بچ کر نکلا جا سکے اور اس کی چند در چند وجوہات ہیں مثلاً:۔

اول۔اُن حضرات پر یہ واجب نہ تھا کہ اس علم کے مطابق عمل بھی کریں۔

دوم۔اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ علم خود آزمائشوں اور ہلاکتوں کا سبب بن جایا کرتا ہے۔

سوم۔اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ عالم کے لئے نتیجہ سے بچنا آسان نہیں رہتا۔اور امامؑ کے جواب میں جو اشارہ ہے وہ مندرجہ بالا نمبر۲ میں مذکور ہے۔اس لئے کہ آپؑ نے یہ فرمایا کہ اُن پر جو آفات آئیں وہ خود اُن کی اپنی کرتوت تھی اور یہ بلائیں اور فتنے اس لئے تھے کہ اُنہوں نے اہل بیت کے رازہائے سربستہ کو

> **(۱)مُکلف نه بودند بدان علم عمل کنند۔**
> **(۲)بساخودعلم باعث جلب بلا ومرگ شود۔**
> **(۳)بسا باشد برای دانا هم حذر میسورنه باشد ۔ وجواب امامؑ اشاره بوجه دوم دارد،چون فرمود:۔این گرفتاریها از خودشان بوجودآمد ۔واین بلاها وفتن بواسطهٔ این بُودکه کشف اسرار کردند ۔وازآن چه میدانستند خبردادند وآنچه بنظرتومانع است موئِد موضوع است ومقصود این است که علم برای رفع بلاسود شان نداد،زیرا**

فاش کر دیا تھا۔اور جو کچھ کہ وہ صحابہ علم رکھتے تھے اُس کی غیر مستحق لوگوں کو خبر کر دی تھی۔ اور جو کچھ تیری نظر میں رکاوٹ ہے وہ خود اس بحث کی تائید کرتا ہے اور مقصد اُس کا یہ ہے کہ اُن کے علم نے ان بلاؤں اور آفات کو دور رکھنے کا فائدہ نہ دیا۔اس لئے کہ وہ (علیؑ کے صحابہ) ایسے اعمال کے مرتکب ہوئے کہ

مرتکب اعمالی شدند که مستحق ایں بلاها گردیدند۔زیرا چنانچه باید از امامؑ اطاعت نکردند واین بامقام بلند آنها منافات ندارد' زیرا بسا مقربینی بخطای اند که سخت مواخذه شوند۔واین بیان امامؑ اشاره است بقول خداتعالی (۳۰۔الشوری) هر مصیبت بر سر شما آید بدست خود شما فراهم شود''۔

ایسی بلاؤں کے حق دار بن گئے۔اس لئے کہ ان صحابہ نے امامؑ کی اطاعت نہ کی۔اور یہ خلاف ورزی اور سرکشی اُن صحابہ کے مقام بلند میں کوئی گڑبڑ نہیں کرتی ہے۔اس لئے کہ اکثر مقرب لوگ ایسی غلطی میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اُن پر سخت باز پرس کی جاتی ہے۔اور امامؑ کا یہ بیان خدا تعالیٰ کے اُس حکم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔جو سورہ شوریٰ میں موجود ہے کہ ہر مصیبت جو تم پر آتی ہے وہ خود تمہاری اپنی کرتوت ہوا کرتی ہے۔

(وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍفَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ) (۴۲/۳۰)

(۳) محمد باقر کمرئی علامہ مجلسیؒ کو حدیث کا مفہوم سمجھاتے ہیں۔

علامہ کی شرح سے حضرت علیؑ کے تمام صحابہ پر جو سنگین الزام عائد ہوتا ہے۔وہ آپ نے دیکھ لیا اب حدیث کا صحیح منشا اور مطلب بھی ملاحظہ فرمالیں۔

۔''علامہ مجلسی کی یہ شرح حضرت علیؑ کے صحابہؓ پر شدید قسم کا اعتراض قائم کرتی ہے اور کسی حیثیت سے بھی اس بیان کو شائستہ نہیں کہا جا سکتا۔مقصد دراصل وہی ہے جو ہم نے حدیث نمبر ۴ (ہمارا عنوان نمبر ۳۳ کے پیرا نمبر ۷) کی ذیل میں لکھا ہے۔یعنی حضرت علیؑ کے یہ بزرگ صحابہ چونکہ سو فیصد امام معصومؑ کی قدم بقدم پیروی کرتے تھے اور نوع بشر اور اسلام کے مصلحین تھے۔اس لئے انہوں نے جان بوجھ کر وہ تمام گوشے اختیار کئے جن پر عمل کرنے میں اُن کی انتہائی آزمائش اور برداشت کا نمونہ قائم

ایں شرح انتقادِ شدیدی است از خواص اصحاب علیؑ وبهیچ وجه شائسته نسیت ۔ بلکه مقصود هماں است که درشرح خبر ۴ باب علم آئمهؑ بمرگ خودبیان کردیم ۔یعنی ایں اصحابؓ بزرگوار علیؑ ازنظر ایں که تالی تلوامامؑ معصوم بودندو درردیف مصلحین اسلامی وجامعه بشری در آمدند دانسته وفهمیده داؤ طلب تحمل بلا ومصیبت شدند وبرائی حفظ مصالح عالیه

ہوجائے اورمذہب اسلام کے بلند ترین مقاصداورمصالح کا مستقل تحفظ ہوجائے۔ اس لئے اُن حضرات نے سمجھ بوجھ کر اسکیم بنا کرخودکوموت کے منہ میں جھونک دیا۔ اوراپنی جان کی قربانی کے وسیلے سے انہوں نے بنی اُمیہ کی ستم گری اورمظالم کوساری دنیا کے انسانوں کے روبروثابت کردیا اور بنی اُمیہ کی حکومت باطل کو ہلا ہلا کرتباہ کردیا۔ رہ گیاحدیث میں امامؑ کا اظہارغصہ وہ تو

مذهب خودرا د رکام مرگ افگند ند وباهمیں وسیله بمردم جهاں ستمگری وظلم بنی اُمیه راثابت کردند ۔ودولت ناحق آنها رامتزلزل نموده ورُوبسقوط بردند ۔واظهار خشم امام ازکند فهمی وعدم توجه مانند ابی بصیر است باین حقیقت روشن که گویامی خواهد بایس بزرگواران اعتراض کند که چراخودرا دانسته دربلا انداختند ودرست این منظور برخلاف بیان است که مجلسی (ره)دنبال آب راگرفته تاآیه مبارکه ۳۰ سوره شوریٰ رابر آن تطبیق کرده ،این هماں سوءِ تعبیر است که یزید دربرابر امامؑ بیمار نسبت بحادثه کربلا نموده ـنعوذبالله''۔(ایضاً صفحہ۱۸)

لوگوں کی عدم توجہی اورنا کارہ سوجھ بوجھ پر ہے۔جیسا کہ ابوبصیر کے سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا خودبھی امامؑ کے حضور میں علیؑ کے صحابہ پراعتراض جڑتا اورمسلمہ عقیدہ کے خلاف تصور رکھتا ہے۔حقیقت اس سب کے خلاف ہےاورعلامہ مجلسی تواس غلط تصور کے پیچھے یہاں تک دوڑے کہ آیت کی رُو سے ان بزرگ صحابہؓ کوملزم ومجرم بنادیا۔ بالکل اِسی طرح یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام پرالزام قائم کیا تھا۔ہم اللہ سے ایسے عقائد کے خلاف پناہ طلب ہیں (ایضاً صفحہ۱۸)

قارئین نے باربارمجالس ومحافل میں سُنا اورکتابوں میں پڑھا ہوگا۔کہ یزیداوراس کے بزرگوں نے ہمیشہ قرآن کواپنی آڑ بنایااورآج تک ہرغلط عقیدہ قرآن ہی کی مجتہدانہ تعبیرات کے سہارے زندہ ہے۔یزید نے بھی آیت پڑھ کر یہ کہا تھا۔کہ خداہی نے یہ حکومت محمدؐ وآل محمدؐ سے نکال کرہم لوگوں کوعطا کی۔اُسی نے ہمیں عزت اورتمہیں ذلت سے دوچار کیا۔یعنی جوکچھ ہوتا ہےاُس کا ذمہ دارخداہے لاحول ولا قوۃ۔

(۴)احادیث معصومینؑ کوبےاثربنایاگیا

تمام محققین اورکتب تفسیر وتاریخ وحدیث پرنظر رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ وآیات بلاکسی تبدیلی کے برابر ہرزمانہ میں باقی اورمحفوظ رہے۔اورکسی حکومت یاحکومت کے ماہرین اوراہل قلم کے دسترس سے باہر رہتے چلے آئے۔مگراسی ایک مسلّمہ قرآن سے ہزاروں مکاتیب فکریافرقے مسلمانوں میں بنتے، بڑھتے اور پھیلتے پھولتے چلے آئے۔یہ کیسے ممکن ہوا؟۔اس کاتفصیلی جواب ہماری تصانیف میں قرآن کے بیانات کی تائید کے ساتھ موجود ہے۔اورسادہ ساجواب یہ

ہے کہ قرآن کے الفاظ تو وہی رہے مگر الفاظ کے معنی کو بدلنے کے لئے علم الفقہ ،علم الدرایت وغیرہ جیسے سینکڑوں فن ایجاد کردیئے گئے ۔جن سے قرآنی الفاظ کے معنی موم کی ناک بن گئے اور جس نے جدھر چاہا موڑ تا رہا۔یہی حال احادیث کا بنایا گیا۔اور جس طرح قرآن کے واضح اور روزمرہ استعمال ہونے والے الفاظ کی موجودگی میں مختلف معانی اور متضاد تعبیرات وتاویلات سے اللہ کے مفہوم کو اپنی قومی وملکی مصلحتوں کی طرف موڑ لیا گیا تھا اُسی طرح احادیث کو استعمال کرنا ضروری سمجھا گیا۔اور جو چاہا رسولؐ اور آئمہ اہل بیتؑ کے نام پر جائز کرلیا گیا۔

ہمیں اُن لوگوں سے اتنی شکایت نہیں ہے جن کا مذہب اور کاروبار مندرجہ بالا اُلٹ پلٹ کے بغیر چل ہی نہیں سکتا تھا۔ہمیں شکوہ ان لوگوں سے ہے جو ملتِ شیعہ کے سربراہ بن کر شیعوں کے عقائد بگاڑتے رہے ۔احادیث معصومینؑ کا رخ موڑتے رہے۔اوراپنے حقیقی مرکز سے بھی وفاداری کرتے رہے ۔ہم جانتے ہیں کہ اُن حضرات کے بڑے بڑے نام ہیں ۔ بڑے بڑے القاب ہیں ۔یہاں تک کہ آئمہ معصومین علیہ السلام کا لقب ایسا کوئی نہیں بچا جو اُن لوگوں نے اپنے ساتھ نہ لگالیا ہو۔ وہ حجت اللہ لکھے گئے ۔اُنہوں نے ایک دوسرے کو آیت اللہ لکھا۔اُنہوں نے خود کو امام اور مراجع انام لکھوایا۔اُن کے القاب کے لئے پورا ایک ایک صفحہ لکھا گیا ہے ۔ہمیں معلوم ہے کہ جس نے اُن کے خلاف قلم اٹھایا اُس کی ساکھ اور عزت پر حکومتوں نے ضرب لگائی ۔ہم اُس ضرب اور تمام مظالم کو برداشت کر سکتے ہیں ۔لیکن قیامت کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے اللہ ورسولؐ اور آئمہ معصومین علیھم السلام نے ہر مسلمان اور صاحبِ عقل پر واجب کیا ہے کہ وہ اُن لوگوں پر نظر رکھیں جو اصلاح کے نام پر اور خدا اور رسولؐ کے نام کی آڑ میں تخریب کاری کرتے ہیں ۔اور اُمت کو گمراہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں ۔مندرجہ بالاعنوان کو واضح کرنے کے لئے ہم جناب مقبول احمد صاحب مرحوم کا قرآنی ترجمہ پیش کرتے ہیں ۔تاکہ پہلے شیعوں کا وہ عقیدہ سامنے آجائے جس کو عوام تک پہنچانے کے لئے شیعوں کے حقیقی علماء نے بڑے بڑے مصائب برداشت کئے اور حکومتوں اور مجتہدین سے ٹکر لی ۔سنیئے اللہ نے کیا فرمایا اور مترجم موصوف کیا سمجھے اور شیعوں کا عقیدہ کیا ہونا چاہئے ؟۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ٥(سورہ بنی اسرائیل ۱۷/۷۱)

۔’’جس دن ہم ہر گروہ کو اُس کے امامؑ کے ساتھ بلائیں گے ۔پس جس شخص کو اس کا نامہ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔پس وہ تو اپنے نامہ اعمال کو (خوش خوش) پڑھیں گے ۔اوراُن کو ایک سوت برابر بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا‘‘۔(مترجم قرآن مقبول احمد صفحہ ۴۶۲)

یہ بات بار بار بتائی جاتی رہی ہے کہ مترجم حضرات الفاظ کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے ۔چنانچہ یہاں ’’كُلَّ اُنَاسٍ‘‘ کا

ترجمہ ''تمام یا کل انسانوں'' کرنا چاہئے تھا۔ بہرحال اب مقبول صاحب کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔فرماتے ہیں کہ:۔

(۵)وہ امامؑ جو نوع انسان کو حساب کے لئے پیش کرے گا۔

۔''کتاب المجالس میں ہے کہ جناب امام حسینؑ سے اس آیت (۱۷/۷۱) کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ ایک امامؑ نے ہدایت کی طرف بُلایا کچھ لوگوں نے اُس کی مان لی۔پس وہ جنت میں گئے اور یہ جہنم میں۔کافی اور تفسیرِ عیاشی میں جناب امام محمدؐ باقر سے منقول ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی (۱۷/۷۱) تو مسلمانوں نے عرض کی یارسولؐ اللہ کیا آپ کل آدمیوں کے امام نہیں ہیں؟۔فرمایا کہ میں تو کُل آدمیوں کی طرف خدا کا رسوؐل ہوں لیکن عنقریب میرے بعد خدا کی طرف سے میرے اہل بیتؑ میں سے کُل آدمیوں کے لئے امامؑ بھی مقرر کئے جائیں گے۔جو آدمیوں پر اپنا حق ثابت کردیں گے۔پھر بھی جھٹلائے جائیں گے۔اور کفر وضلالت کے امام اور اُن کے پیروکار اُن اصلی اماموںؑ پر ظلم کریں گے۔پس جو شخص اُن حقیقی اماموںؑ سے دوستی رکھے گا اور اُن کی اتباع کرے گا اور اُن کی تصدیق کرے گا۔پس وہ مجھ سے ہے اور میرے ساتھ ہوگا اور عنقریب مجھ سے آملے گا۔اور غور سے سُن لو کہ جو شخص اُن برحق اماموںؑ پر ظلم کرے گا اور اُن کی تکذیب کرے گا۔پس وہ نہ مجھ سے ہوگا نہ میرے ساتھ ہوگا۔اور نہ مجھ سے اور اُس سے کوئی واسطہ ہوگا''۔(ترجمہ مقبول حاشیہ صفحہ ۴۶۲)

آج تک تمام شیعوں کا متفقہ عقیدہ یہی رہا ہے۔کہ از آدمؑ تا روز قیامت جتنے انسان پیدا ہوئے ہیں۔وہ سب کے سب آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی ماتحتی میں قیامت کے دن حساب کے لئے پیش ہوں گے۔اس واضح عقیدہ کے لئے بطور نمونہ کافی سے حدیث سُن لیں تاکہ بات بالکل پکی ہوجائے اور پھر وہ کوشش سامنے آئے جو آیات واحادیث کے مفاہیم کو مشکوک کرنے کے لئے کی گئی ہے:۔

امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے جناب جابرؓ نے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ جب یہ آیت (۱۷/۷۱) نازل ہوئی تو مسلمانوں نے دریافت کیا کہ یارسولؐ اللہ کیا آپ تمام انسانوں کے مجموعی حیثیت سے امام نہیں ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسولؐ ہوں لیکن بہت جلد میرے بعد اللہ کی طرف سے میرے اہل بیت کے امامؑ برسر کار آئیں گے۔اور برابر انسانوں کے اندر قائم رہیں گے۔

عن جابر عن ابی جعفر قال: قال لماً نزلت هذه الآیة یوم ندعو اکُلّ اناس بامامهم قال المسلمون یارسولؐ اللّٰهَ اَلَسْتَ امام الناس کلهم اجمعین قال: فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلّم انا رسول اللّٰه الی الناس اجمعین وَلٰکِن سیکون من بعدی آئِمَّةٌ عَلَی الناس من اللّٰه من اهلبیتی یقومون فی الناس فیکذّبونَ ویظلمهم آئمة الکفر والضلال

واشیاعھم ۔فمن والاھم واتبعھم وصدقھم فھو مِنیّ ومَعِی وسیلقانی ۔الاوَمَنْ ظَلَمَھُمْ وکذّبھم فلیس مِنّی ولا مَعِی وانا منہ برِیٌّ۔

مگر راہ نمایان کفر وگمراہی اور اُن کے نظام کو شائع کرنے والے لوگ مل کر اُن اماموں پر ظلم و ستم کریں گے اُن کو جھٹلائیں گے۔ چنانچہ جو کوئی اُن کی حکومت کو تسلیم کرکے اُن کی ولایت سے وابستہ رہے گا اور اتباع وتصدیق کرے گا وہ مجھ سے متعلق اور میرے ساتھ شمار ہوگا اور عنقریب اُن کا مجھ سے رابطہ ہوگا۔ خبردار رہو کہ جو بھی اُن اماموںؑ کو جھٹلائے گا اور اُن پر مظالم کرے گا۔اُس کا مجھ سے کسی قسم کا اسلامی تعلق نہ رہے گا اور میں اُن سے بری الذمہ ہو جاؤں گا''۔(ایضاً کتاب کافی مترجمہ ومشرحہ جناب حجۃ الاسلام آقا محمد باقر الکمرئی جلد اول صفحہ ۴۱۷)۔

(۲)منشائے رسولؐ کو متزلزل کیا گیا

اس حدیث کو لکھ کر محمد باقر صاحب علامہ طبرسی کی وہ شرح اور تفہیم لکھتے ہیں جو طبرسی صاحب شیعوں میں رائج کرنا چاہتے تھے۔ملاحظہ ہو طبرسی نے لفظ امام کے بارے میں چند مختلف باتیں لکھی ہیں مثلاً:۔

اول۔اس آیت میں لفظ امام سے ہر اُمت کا پیغمبر مراد ہے۔ اور یہ بات کہ ہر اُمت کا پیغمبر مراد ہے اُس روایت کے موافق صحیح ہے جسے جبیر کے بیٹے نے عبداللہ ابن عباس سے حاصل کیا۔اور حضرت علیؑ سے بھی یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ امام جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو حق کی دعوت دیں دوسرے وہ جو گمراہی کی طرف بلائیں گے۔ دوم ۔آیت میں لفظ امام سے وہ کتاب مراد ہے جو مختلف اُمتوں پر نازل ہوئی اور جس پر اُن اُمتوں کو عمل کرنا لازم تھا۔ جیسا کہ قرآن اُمتِ اسلام کے لئے ۔تورات یہود اور انجیل عیسائیوں کے لئے نازل ہوئی تھیں۔ سوم ۔اس آیت میں امام کا مطلب ہر وہ عالم ہے۔جس کی مختلف لوگ مختلف زمانوں میں پیروی کرتے رہے تھے۔ اور اس آیت میں جو (مختلف ومتضاد) باتیں مراد لی گئی ہیں۔	شرح طبرسی (رہ) درامام چند وجوہ گفتہ:۔ (۱)مقصود پیغمبرؐ ہر اُمت است واین موافق است باروایت ابن جبیر از ابن عباس واز علی (ؑ) ھم روایت شدہ کہ آئمہ دو باشند رھبر بحق ورھبر بگمراھی (۲)مقصود دعوت بکتا بیست کہ بآنھا نازل شدہ وباید بآن عمل کنند چون قرآن برائے امت اسلام وتورات برائے یھود وانجیل برائے نصاریٰ ''۔ (۳)مقصود رھبری است کہ ازاُو پیروی می کردند از علمائے خود۔ وھمہ ایں وجوہ درآنچہ خاص وعام از امام رضا (ؑ)روایت کردہ اند مندرج است از آنحضرت بسند صحیح ازپدر انش روایت شدہ کہ پیغمبر(ؐ) درتفسیر ایں آیۃ(۱۷/۷۱)فرمود ھر ملتی ھمراہ امام زمان و کتاب

وہ سب کی سب صحیح صحیح سند کے ساتھ خصوصاً اور عموماً امام رضا علیہ السلام کے نام سے روایت ہوئی ہیں۔ اور اُنؑ کے باپ دادوں سے یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ رسولؐ خدا نے اس آیت (۱۷/۷۱) کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر ملت کے لوگ اپنے اپنے زمانہ کے امام اور اس زمانہ کی اللہ کی کتاب کے ساتھ بلائے جائیں گے۔ تا کہ اُن کے اپنے اپنے پیغمبروںؑ کی روش سے مطابقت دیکھی جائے۔	پروردگار و روش پیغمبر خود دعوت میشوند ''۔ (۴) مقصود از امامی که همراه هر کس دعوت میشود نامه اعمالِ اُو است ۔ (۵) مقصود ایں است که هر کسی را بنامِ مادر دعوت می کنند (مثلاً میگویند که تقی زاده فلانه ، برائے آن که نسب از طرف پدر قابل ترد یداست) (ایضاً کتاب کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۴۱۷۔۴۱۸ جلد اول)

چہارم۔اس آیت میں امام کا مطلب وہ اعمالنامہ ہے جس کے مطابق مواخذہ ہوگا۔

پنجم۔اس آیت میں لفظ امام سے یہ مقصد ہے کہ ہر شخص کو اُس کی ماں کے نام سے بلاتے ہیں۔(مثلاً کہتے ہیں کہ تقی کو فلاں عورت نے جنم دیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ سے نسب و نسل کا چلنا قابل انکار ہے۔)(ایضاً کتاب کافی کتاب الحجۃ صفحہ 417-418)

(۷) قارئین خود فیصلہ کرلیں

اول:۔آپ نے دیکھا کہ علامہ طبرسی نے سب کچھ کہا لیکن اُن کے منہ سے یہ نہ نکلا کہ اس آیت میں امام معصوم علیہ السلام مراد ہے۔رسولؐ نے مسلمانوں کے سوال پر یہ واضح کیا کہ یہاں امام سے میری اہل بیتؑ کے امام مراد ہیں۔مگر علامہ طبرسی نے نہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا لحاظ کیا نہ آئمہ معصومین علیھم السلام کی تصدیق کی بلکہ انتہائی کوشش کی کہ آیت اور حدیث کے مفہوم کو طرح طرح سے مشکوک اور بے اثر اور بے معنی بنا دیا جائے۔چنانچہ یہ کُھلا ہوا ظلم ہے جو آئمہؑ حق پر کیا جاتا رہا اور یہ آئمہ معصومینؑ کی تکذیب ہے جو برابر جاری رہی۔اور اس ظلم و تکذیب پر یہ لوگ اسلام اور رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کٹ گئے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بریّت و بے زاری کا جہنم مول لے لیا۔لیکن خدا کا شکر ہے کہ شیعوں کے صحیح عقائد اُن کی کوششوں اور اہل خلاف کے پروپیگنڈے سے بدلے نہ جا سکے۔ابن جبیر اور ابن عباس کی روایات کو لانے کی یہاں کیا ضرورت تھی؟ سوائے اس کے کہ یہ حضرات طبرسی کے امام تھے۔

دوم۔دوسری وجہ یا مراد سے یہ بتانا چاہا کہ قیامت تک یہود و نصاریٰ کو قرآن پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔یہاں اُمتِ اسلام میں صرف وہ لوگ شامل کئے جو آنحضرتؐ کی ظاہری بعثت کے بعد ایمان لائے اور تمام باقی اُمتوں کو اُمت رسولؐ سے خارج کر دیا۔اور یہ مسلّمات میں سے ہے کہ تمام انبیاؑء اور اُن کی امتیں آنحضرتؐ کی اُمت ہیں۔چنانچہ مذکورہ حدیث میں تمام نوع انسان کا آئمہ اہل بیتؑ کی ماتحتی میں محشور ہونا مذکور ہے۔علامہ طبرسی کی یہ شرح ایسی ہے۔جس سے تکذیب قرآن

ورسولؐ ثابت ہے۔اور ہم اس قسم کی شروح اور تفاسیر کو اہلِ باطل کی تائید قرار دیتے ہیں۔

(۸) ہر آیت وحدیث پر بہت سے حوالہ جات جمع کرنا فیشن بن گیا تھا۔

نظامِ اجتہاد نے ہر دماغ پر یہ اثر ڈالا تھا کہ جو اہلِ قلم ایک ہی معاملہ میں بہت سے اقوال وروایات ورطب ویابس جمع کردے۔وہ اُس کے تناسب سے عالم ہے۔یعنی سب سے زیادہ حوالے لکھنے والا سب سے بڑا عالم کہلانے لگا تھا۔لیکن مخالف حکومتوں اور ماہرین کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح ہر حقیقت کو اختلافات کے جھٹکوں سے تباہ کرادیا جائے اور وقت آنے پر کہہ دیا جائے کہ اس معاملہ میں اختلاف وتضاد ہے۔لہٰذا یہ معاملہ ہی غلط ہے یا کم از کم مشکوک اور ناقابلِ اعتنا ہے۔یا متنازعہ فیہ ہے اس لئے ثبوت میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔افسوس ہے کہ اس مخالف طرزِ فکر نے ہمارے اپنے نیک نیت علماء کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔چنانچہ جناب علامہ محمد باقر مجلسی اعلی اللہ مقامہ بھی اکثر اس فیشن پر عمل پیرا ہوئے ہیں۔اور اپنی اکثر تصنیفات مخالف پروپیگنڈے سے لبریز کردی ہیں مگر اپنے عقیدے میں ثبات قدم دکھایا ہے۔لیکن ہمارے دشمن اُن کی تحریروں سے فائدہ اٹھاتے چلے آئے اور مذہب شیعہ پر الزام واعتراض قائم ہوتے رہے۔ہمارا طریقہ وہی ہے جو اہل بیت علیہم السلام نے سکھایا ہے کہ غلطی کسی کی ہو اُسے ظاہر وواضح کروتا کہ دوسرے لوگ اُس غلطی سے بچیں اور یہ کہ خطا کار کی خطا میں طرفداری وحمایت نہ کرو۔

(۹) اہل بیتؑ کا ہر امامؑ کائنات کی ہر شے پر محیط ہے۔

اس عنوان پر تمام شیعہ متفق ہیں قرآن نے فرمایا کہ:۔

اِنَّانَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَنَکۡتُبُ مَاقَدَّمُوۡاوَاٰثَارَ هُمۡ وَکُلَّ شَیۡ ءٍ اَحۡصَیۡنٰهُ فِیۡ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍo (سورہ یسین ۳۶/۱۲)

۔’’بے شک ہم ہی مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیجتے ہیں اور جو آثار اُن کے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ان سب کو ہم لکھتے جاتے ہیں۔اور ہم نے ہر چیز کو امام مبین میں (از روئے علم وشمار) جمع کرلیا ہے‘‘۔(ترجمہ مقبول صفحہ ۷۰۳)

اس ترجمہ میں مُردوں کو زندہ کرنا صرف قیامت سے متعلق ہو کر رہ گیا ہے حالانکہ لفظ نُحۡیِ مضارع ہے۔اور اس کے معنی حال ومستقبل دونوں میں صحیح تھے یعنی ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں (خواہ قیامت ہو یا قیامت سے پہلے ہو) اس طرح ماضی وحال ومستقبل تینوں زمانوں میں اللہ کی قدرت کا پتہ چلتا۔پھر اگر مُردوں کا زندہ کرنا صرف قیامت کے ساتھ باندھ دیا جائے تو جن مُردوں کو انبیاءؑ اور آئمہؑ زندہ کرتے رہے ہیں۔ان کی نفی وانکار ذہن میں آکر خلجان کا باعث بن سکتا ہے۔جو محتاط مترجم کی شان سے بعید ہے۔اب علامہ کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

(۱۰) قرآن میں امامؑ مبین کون ہے؟

مقبول احمد صاحب نے لکھا ہے کہ:۔’’تفسیر قمی میں جناب امیر المومنینؑ سے منقول ہے۔کہ اُن حضرت نے خود فرمایا

کہ واللہ وہ امامؑ مبین میں ہوں۔ میں حق و باطل کو صاف صاف بیان کر دیتا ہوں۔ اور میں نے یہ عہدہ جناب رسولؐ خدا سے وراثتہً پایا ہے۔ معانی الاخبار میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ جب جنابِ رسولؐ خدا پر یہ آیت نازل ہوئی تو ابو بکر اور عمر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے۔ کہ یا رسولؐ اللہ آیا امام مبین سے مراد توریت ہے؟۔ فرمایا نہیں۔ اُنہوں نے عرض کی پھر انجیل ہے؟۔ فرمایا نہیں۔ پھر اُنہوں نے عرض کی کہ آیا قرآن ہے؟۔ فرمایا نہیں۔ اتنے میں جناب امیر المومنینؑ تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا دیکھو وہ امامؑ جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر شئی کا احصا فرما دیا ہے یہ ہے۔ احتجاج طبرسی میں جناب رسولؐ خدا سے ایک حدیث منقول ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ اے گروہ انسان کوئی علم ایسا نہیں ہے۔ کہ میرے پروردگار نے مجھے تعلیم نہ فرمایا ہو اور میں نے علیؑ کو نہ سکھا دیا ہو۔ اور جو علم بھی خدا نے مجھے سکھایا اس کا خدا نے مجھ میں احصا کر دیا۔ اور میں نے امام المتقینؑ میں اُس کا احصا کر دیا''۔ (ترجمہ مقبول حاشیہ صفحہ ۷۰۳)

یہ تھا امامؑ مبین کے متعلق شیعہ عقیدہ جو آج تک مومنین کے دلوں میں محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کی محبت، عزت اور عقیدت کا سہارا ہے۔ مگر اب ہمارے بہت اچھے عالم کی شرح ملاحظہ ہو جو کافی کی حدیث پر لکھی گئی اور امام مبینؑ کو فیشن اور اغیار کا نشانہ بنا کر مشکوک کر دیا گیا۔

(۱۱) علامہ مجلسی (رہ) نے لکھا کہ ۔

۔''امام مبین کا مطلب لوح محفوظ ہے۔ اور اس آیت کا ذکر اس لئے ہوا ہے کہ (مخالفوں کے) اس اعتراض سے بچا جائے کہ ایسا صحیفہ لکھنا جس میں ہر شے مذکور ہو عقل سے بعید تر ہے۔ اور لوح محفوظ میں ہر شے کا لکھا ہوا ہونا (گویا مخالفوں کے لئے بھی) ثابت ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مقصد نہ ہو بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ امام مبین سے وصیت نامہ والا صحیفہ مراد ہو۔ یا یہ بھی نہیں تو کوئی بھی محفوظ چیز امام مبین ہو سکتی ہے۔ اور بعض احادیث میں امام مبین حضرت علیؑ کو کہا گیا ہے۔ اور بعض علماء نے امام مبین کو نامہ اعمال سمجھا ہے''۔

فی امام مبین ۔یعنی درلوح محفوظ وذکر این آیه برای رفع استبعاد ازنوشتن صحیفه است ۔ برای اینکه همه چیز درلوح محفوظ ثبت است وممکن است امقصودِ امام این باشدکه امام مبین همین صحیفهٔ وصیت نامه است ۔ یا محفظه ایکه شامل آنست ودر بعضی اخبار باامیرالمومنین تفسیر شده وبعضی آن رانامه اعمال دانسته اند''

(کافی کتاب الحجۃ جلد دوم صفحہ ۶۲۔۶۳ مشرحہ محمد باقر کمرئی)

بہر حال امام مبین جو کچھ بھی ہو۔ اس شرح میں مشکوک چیز ہے اور یہ دشمنوں کی مدد کے لئے کافی ہے۔ اور یہ تو ثابت

ہوگیا کہ مُلا محمد باقر کو بہر حال علم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ یہ نہ ہو بلکہ وہ ہو۔ اگر یہ طریقہ اول سے جاری نہ رہا ہوتا تو آج کم از کم مذہبِ شیعہ ایک یقینی مسلک کا نام ہوتا۔ جس کو دوستوں نے لاشعوری حیثیت سے مشکوک کیا۔ اور دشمنوں نے حُسنِ تدبّر سے تباہ کیا۔ یہ ہے نظامِ اجتہاد کا وہ ہمہ گیر پلان جس میں ہمارے بڑے بڑے پھنے خان علماءِ اُلجھے۔ منہ کے بل گرے۔ اور قرآن وحدیثِ معصومینؑ کے جوڑ و بند ڈھیلے کردیئے۔ یہی لوگ ہیں جن کے سہارے حضرت عمر کو دامادِ علیؑ لکھا جا رہا ہے۔ اِن کو پہچانو اور غلط مذہب سے توبہ کرو۔ ان کی تقلید حرام سمجھو۔

35۔ قرآن اور حدیث میں چُون وچرا کرنے والے، یعنی مجتہدین

سابقہ عنوانات میں یہ دیکھا جا چکا ہے کہ احادیث کو بلا چُون وچرا قبول نہیں کیا گیا۔ قبل اس کے کہ علماء کا مزید چُون وچرا اور اجتہاد دکھائیں۔ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ایسے علماء یا عوام کے لئے اللہ ورسولؐ نے کیا فرمایا ہے؟۔ جو آیت یا حدیث کو بلا کسی حیلے اور بہانہ کے مِنّ وعَن تسلیم نہیں کرتے۔

(ا) آیات واحادیث پر چُون وچرا مشرکوں کا کام ہے۔

قَالَ ابوعبدالله علیه السلام ۔لَواَنَّ قوماً عبدواالله وحده لاشریک له واَقَامُوْا الصَّلَاةَ وآتواالزکاۃ وحجُّو االْبَیْتَ وصاموا شهر رمضان ثم قالوا لِشیءٍ صَنَعَ اللّٰه اَوصَنَعَ رسولُ اللّٰه أَلاَّ صَنَعَ خِلاف الذی صنع ؟ او وجدُوا ذلک فی قلوبهم لکانوا بذلک مشرکین ۔ثم تلا هذه الایة: فَلاوَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْافِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاO(۴/۶۵)
ثم قال ابوعبدالله علیه السلام علیکم بالتسلیم ۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خواہ کوئی قوم اللہ کو وحدہ لاشریک مان کر عبادت کرے، نمازیں پڑھے، زکوٰۃ دے۔ خانہ کعبہ کا حج بجالائے اور برابر رمضان کے روزے بھی رکھتی رہے۔ مگر اللہ اور رسولؐ کے مقررات اور فیصلوں کے متعلق یہ کہہ دے کہ بہتر یہ ہوتا کہ یہ فیصلہ یوں نہیں بلکہ یوں ہوتا۔ یا ایسا خیال اس قوم کے دل میں گذرے تو وہ قوم اپنے ایمان وعبادات کے باوجود مشرک ہے۔ اس کے بعد یہ آیت سورہ نساء (۴/۶۵) تلاوت کی کہ تیرے پالنے والے کی قسم اگر یہ عرب اپنے ہر ہر معاملہ میں تمہیں اپنا حاکم نہ بنائیں۔ اور جو فیصلہ تُو کردے اُس کو دل کی گہری رضامندی کے ساتھ تسلیم نہ کریں تو یہ قوم ہرگز مومن نہیں کہلا سکتی۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا کہ تم پر واجب ہے کہ دل کی پوری رضامندی سے بلا

تکلف تسلیم کرتے چلے جاؤ۔(کافی کتاب الحجۃ باب التسلیم و فضل المسلمین)

یہ بھی فرمایا گیا کہ آل محمدؑ کی احادیث کوقبول کر کے اُن کے مطابق حالات و ماحول بنانے میں صعوبتیں اور مصیبتیں جھیلنا۔اور امن وامان قائم کرنا اس قدر مشکل ہے۔کہ ملائکہ اور انبیاءؑ ورسلؑ اور آزمودہ کار مومنین کے علاوہ دوسرے لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔حدیث مشہور ہے سنیئے۔

(۲)حدیث کا منکر کافر ہے

> قال ابو جعفر علیہ السلام قال رسول ؐاللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم اِنَّ حدیث آل محمد صَعْبٌ مُسْتَصْعِبٌ لایؤمنُ بہ اِلَّا ملک مُقَرّبٌ اونبیٌ مرسلٌ اوعبدٌ امتحن اللّٰہ قلبہ للایمان۔ فماوردعلیکم من حدیث آل محمدؐ فلانت لہ قلوبکم وعرفتموہ فاقبلوہ وما اشمأزت منہ قلوبکم وانکرتموہ فردوا الی اللّٰہ والی الرسولؐ والی العالم من آل محمدؐ۔ وانما الھالک ان یحدث احدکم بشیءٍ منہ لا یحتملہ ،فیقول واللّٰہ ماکان ھذا واللّٰہ ماکان ھذا۔والانکار ھو الکفر۔

۔’’امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا یہ ارشاد ہے کہ آل محمدؐ کا قصہ موجودہ حالات میں اس قدر مشکل ہے کہ اُس پر ایمان لانا اور اُس کے مطابق اسلام کو نافذ کرنا مصائب وآلام کو دعوت دینا ہے۔لہٰذا اس صورت حال میں تنفیذِ دین کرنا ملائکہ مقربینؑ اور انبیائے مُرسلینؑ یا جو مومنینؑ اِسی پائے کے ہوں اوراللہ نے بذات خود اُن کے ایمان کا امتحان لے لیا ہو، کے علاوہ کسی اور کا کام نہیں ہے۔لہٰذا اگر تمہیں آل محمدؐ کے اس قصے کی دعوت مِلے۔اور تمہارے دلوں میں بات اُتر جائے اور تُم تمام صورتِ حال کو سمجھ لو تو تم تنفیذِ دین کا اقبال کرنا۔اور اگر اُن مشکلات سے تمہارا دل گھبرا اُٹھے اور تمہارے حالات پرنا گوار وگراں گذرے تو آل محمدؐ کے اس معاملہ کو سپردِ خدا کر دینا اور رسولؐ کی مشکل کو رسولؐ کے حوالے کر دینا۔ اور آل محمدؐ کا جو بھی معصوم عالمؑ موجود ہو اُس سے رجوع کرنا۔تا کہ وہ تمہارے حالات کے مطابق فیصلہ کر دے۔دین ودُنیا کی تباہی اس صورت میں ہے۔کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص اِس صورت حال سے دوچار ہو کر نہ تو اُس کو سمجھے نہ خدا ورسولؐ کا خیال کرے اور نہ امامؑ زمانہ سے رجوع کرے۔بلکہ معاملہ کو مزید مشکل بنانے کے لئے اغیار میں یہ ڈھنڈورا پیٹتا پھرے کہ خدا کی قسم اِس کو یُوں نہیں ہونا چاہئے تھا۔بلکہ یُوں کرنا چاہئے تھا۔دین کے نفاذ کی یہ صورت نہیں بلکہ یہ صورت ہونا بہتر تھی۔سن لو کہ آلِ محمدؐ کی حدیث کا یہی انکار کفر ہے۔

قارئین نے اگر حدیث کے الفاظ پر غور کیا ہے تو معلوم ہوا ہوگا۔کہ اس حدیث کے اولین مخاطب وہ لوگ ہیں جو رسولؐ

اللہ کے مُعتمد صحابہؓ ہوں گے۔اور جن پر یہ بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔کہ وہ تحریکِ تشیع کو صیغہ راز میں رکھیں گے۔اور جب محمدؐ وآل محمدؐ کی مشکل کے حل کی دعوت ملے گی تو کم از کم اُس دعوت کا برسر عام انکار کرتے نہ پھریں گے۔اس حدیث میں آنحضرتؐ نے وہ تمام مستقبل میں آنے والے حالات سمو کر رکھ دیئے ہیں۔جو حکومت کی خونی تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔بہرحال ہم نے یہ دکھانا تھا۔کہ معصومینؑ کی احادیث میں چُون وچرا کرنا نہ صرف شرک ہے۔بلکہ کفر ہے۔اور کفر کے معنی یہاں پر حقیقی ہیں۔یعنی کسی حقیقت کو چھپالینا کفر ہوتا ہے۔ (کافی کتاب الحجۃ باب فی ماجاء ان حدیثھمؑ صعب و مستصعب)

اس باب کی احادیث کو غور سے پڑھنے والے ہماری ترجمانی اور تفہیم کی قدر کریں گے۔ورنہ مترجمین نے اس حدیث کو چُوں چوں کا مربہ بنادیا ہے۔بہرحال ہمارے عنوان کے لئے یہ چُوں چُوں (کیوں کیوں) ہی کافی تھی۔اگلی یعنی دوسری حدیث میں کھل کر یہ ذکر کیا گیا ہے۔کہ :لو عَلِمَ ابو ذرؓ مافی قلب سلمانؓ لَقَتَلَهُ (الخ) سلمانؓ کو آلِ محمدؐ کی کچھ ایسی باتیں معلوم تھیں کہ اگر وہ اُن باتوں کو ابوذرؓ ایسے صحابی کے سامنے بیان کردیں۔تو ابوذرؓ سلمانؓ کو قتل کردینا اسلامی فعل سمجھیں''۔یہ تھی وہ خطرناک صورتِ حال جو عرب کے ماہرین نے پیدا کردی تھی۔تیسری حدیث کی روشنی میں جناب ابوذرؓ اُس مرتبہ سے دوبارہ گرتے ہیں۔جو سلمان رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔یعنی اُن کا سینہ (صُدورمُیرہ) سے الگ تھا۔اور اُن کا دل ابھی (قلوب سلیمہ) کی حد پر نہ آیا تھا۔اوران کا اخلاق (اخلاق حسنۃ) سے پیچھے تھا۔ایسی صورت میں مسٹر محمد حسین ڈھکو اور دیگر مجتہدین اگر محمدؐ وآل محمد علیھم السلام کی احادیث کا انکار کردیں تو ان کو یقیناً کفر وشرک میں رعایت دینا پڑے گی۔مگر افسوس اُن کی بدقسمتی اور بدقماشی پر کہ رسولؐ اللہ نے اس رعایت کی گنجائش ہی ختم کردی۔یعنی یہ کم بخت اگر نہ سمجھے تھے تو معاف ہوجاتے۔مگر انکار نہ کرنا اور چپ رہنا تو ان کے اختیار میں تھا۔لیکن انہوں نے بکواس کرنے کو دین سمجھا۔اس لئے اس رعایت سے دنیا وآخرت میں محروم ہو گئے۔ناظرین سے التماس ہے کہ یہ پورا باب پڑھیں۔

(۳) زبان سے اقرار اور دل میں انکار یعنی منافق لوگ

احادیث میں چوں چرا اور انکار سے مشرک اور کافر ہوجانے والے لوگوں کا حال دیکھ لینے کے بعد یہ دیکھئے کہ اس باب کی آخری یعنی پانچویں حدیث میں مسلمانوں کی دونوں اقسام کو بیان کرکے فرمایا کہ:۔

ثم اطلق اللّٰہ لسانھم ببعض الحق ،فھم ینطقون بہ وقلوبھم منکرۃ۔لیکون ذلک دفعاً عن اوّلیائہ واھل طاعتہ ولولا ذلک ماعبداللّٰہ فی ارضہ۔۔۔ الخ(باب ایضا جلد۲صفحہ۳۳۵)

ہماری تبلیغ کا آخر یہ اثر ہوا کہ آخر اللہ نے مخالفوں کی زبانوں سے بعض حق باتیں نکلوا دیں۔ چنانچہ اب لوگ زبان سے اقرار کرنے لگے ہیں۔مگر اُن کے دل ابھی تک گراں باری وناگواری محسوس کررہے ہیں۔اللہ نے اِس صورت حال کو پیدا کرکے اپنے مقرر کردہ حاکموں کو اور اُن کی

اطاعت کرنے والوں کومحفوظ کردیا ہے۔اوراگراللہ اس طرح کا دفاع نہ کرتا رہتا تو اُس کی اس زمین پر عبادت نہ ہوتی ۔ چنانچہ اللہ نے ہمیں اُن لوگوں سے نہ ٹکرانے اوراُن کوان کے حال پر چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔اور یہ کہ اُن لوگوں پر اپنے اسرار ظاہر نہ کریں۔ اور انڈر گراؤنڈ (UNDER GROUND) تحریک کو پوشیدہ رکھیں (وغیرہ وغیرہ)''۔

آ گے بڑھنے سے پہلے یہ نوٹ کرلیں کہ تمام وہ علماء جنہوں نے اِن احادیث کی شرح لکھی ہے۔وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں ۔ کہ جن احادیث کا اس باب میں مشکل ہونا مذکور ہے۔وہ احادیث فہمِ انسانی سے ارفع واعلیٰ اورعقل انسانی کی دسترس سے باہر ہیں۔ یہ سمجھ اور یہ نتیجہ خود مذکورہ باب کی حدیثوں کے الفاظ سے غلط ثابت ہوتا ہے۔اول اس لئے کہ جوشخص اپنی انتہائی سوجھ بوجھ اورعقل کے باوجود ایک بات نہ سمجھے وہ ہرگز مشرک ،کافر اورمنافق کی ذیل میں شمارنہیں کیا جاسکتا نہ ایسی صورت میں وہ جہنمی ہوسکتا ہے۔اور یہ تمام الزام حدیث نے عائد کئے ہیں ۔لہٰذا احادیث مذکورہ کسی جناتی زبان یا مافوق الفطرت صورت حال سے تعلق نہیں رکھتیں۔ سوائے اس کے کہ ہم یہ تسلیم کریں کہ عرب ماہرین نے جوصورتِ حال پیدا کردی تھی اُس میں ان احادیث پرعمل کرنا مصائب وقتل وموت کودعوت دینا تھا۔دوم اس لئے کہ اُس زُمرہ میں انبیاءعلیہم السلام کوبھی شامل کیا گیا ہے اورانبیاءؑ کا عقلی مقام یقیناً عقل عام سے بلند تر ہوتا ہے ۔لہٰذا وہ ضرور سمجھ سکتے تھے۔ لہٰذا سمجھ ،فہم اورعقل ہی کی بات نہیں۔ بلکہ مقابلہ جن حالات میں ہے۔ وہ ابوذرؓاورسلمانؓ کے ذکر سے واضح ہیں ۔کفارعرب یا سُدھرے ہوئے الفاظ میں مسلمانانِ عرب کے دانشوروں نے جوعقائد عرب میں پھیلائے ہیں اُن کے سامنے آل محمدؐ اُن کے مزعومہ خودساختہ اسلام سے باغی ہے،واجب القتل ہے ۔آل محمدؐ کومحمدؐ کا پجاری کہہ کرمجمع عام میں طعنہ دیا گیا اورحالات ایسے تھے کہ کوئی زبان معترض نہ ہوئی ۔صحابہؓ کے روبرو خود رسولؐ اللہ پر قرآن کو چھوڑ کرالگ ہوجانے کا فتویٰ دیا گیا۔لوگوں نے برداشت کیا اورایسا ماحول بنایا کہ هَجَرَ ۔يَهْجُر کے معنی اول فول اور ہذیان آج تک ہوتے چلے آرہے ہیں۔ یہی وہ مصائب تھے جہاں انبیاءؑ ورسلؑ کے ثبات قدم کا ذکر ہوا۔کربلا اورکربلا کے لئے فتویٰ مسلمانوں بلکہ صحابہؓ نے دیا۔اورسوائے چندنفوس کے پورا مکہ ومدینہ اورساراعرب اپنے اپنے اسلامی تصور پر مطمئن گھروں میں آرام کرتارہا۔یہی نہیں بلکہ صحابہؓ اُن لوگوں کوقتل کرتے رہے۔ جوامام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لینے کواٹھے تھے۔ اورامام حسینؑ کے عملدرآمد کوقرآن کے خلاف جان بُوجھ کر ہلاکت میں ڈالنے کاالزام آج تک دیا جاتا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

(۴)تحریک میں شامل کرنے کی پالیسی۔

اب جوحدیث آرہی ہے وہ بالواسطہ ہمارے عنوان سے متعلق ہے ۔مگراُس کولانا اس لئے ضروری ہے کہ قارئین یہ اطمینان کرلیں کہ مندرجہ بالا مشکلات کاکس طرف اشارہ ہے؟۔اوراُن مشکلات کوحل کرنے کی پالیسی کیا تھی؟۔چنانچہ آل محمدؐ کے نظام کوقائم کرنے میں جوکمزوردل ودماغ کے لوگ شامل ہوگئے تھے۔ان کی مشکل اوراس مشکل سے کمزورلوگوں کوگذارنے کا

حال بیان ہو رہا ہے۔ سنئے اور تصدیق کیجئے کہ:۔

یقطین قال : قال لی ابوالحسن (الرضا)علیه السلام الشیعة تربی بالا مانی منذ مائتی سنة ''۔ قال یقطین لابنه علی مابالُنا ؟قیل لنا فکان ۔وقیل لکم فلم یکن ۔ قال : فقال له علی ان الذی قیل لنا ولکم کان من مخرج واحدٍ ۔غیران امرکم حضر فاعطیتم محضه' فکان کما قیل لکم .وان امرنا لم یحضر فعللنا بالامانی ۔فلو قیل لنا ان هذا اللا مر لایکون الا الی مائتی سنة او ثلاثمائة سنةً لقست القلوب و لرجع عامة الناس عن الاسلام و لکن قالوا : ماا سرعه وماا قربه تائفاً لقلوب الناس و تقریباً للفرج۔

علی بن یقطین نے کہا کہ مجھ سے ابوالحسن (امام رضا) علیہ السلام نے فرمایا کہ شیعوں کی تربیت اور اُن کا نشانہ اُمید ۲۰۰ھ کو ملحوظ رکھ کر مقرر کیا گیا ہے''۔اس فرمان کو اور واقعات کو سامنے رکھ کر یقطین نے اپنے بیٹے علی سے سوال کیا کہ ہمیں یہ کیا الٹی صورت حال پیش آئی ہے۔کہ جو کچھ امام رضا علیہ السلام نے ہم اہل خلاف کے لئے کہا تھا۔ وہ تو وقوع میں آ گیا اور جو تم شیعہ لوگوں کے لئے کہا تھا۔ وہ ابھی تک پُورا نہیں ہوا ہے اُس کے جواب میں بیٹے نے کہا کہ تمہارے اور ہمارے لیے جو بھی کہا گیا تھا۔اُس کا ذریعہ تو ایک ہی تھا۔یعنی اگر ایک اطلاع صحیح نکلی تو دوسری کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔فرق یہی تو ہوا نہ کہ تمہارا اقتدار آ موجود ہوا۔اور تمہیں محض اُس اطلاع سے متعلق کر دیا گیا۔اور اسی طرح وقوع میں آیا جیسا کہ تمہارے متعلق کہا گیا تھا۔ہاں ہمارے اقتدار کا ابھی قیام نہیں ہوا ہے۔(اس کا سبب بات کا غلط نکلنا نہیں) بلکہ ہمارے اقتدار کی بات تمہاری بات کی طرح نہ تھی (ورنہ وقوع میں آ گیا ہوتا) ہمارے اقتدار کے لئے جو تدریجی انتظام کیا گیا۔وہ علت واسباب کے مطابق اُمیدوں پر منحصر رکھا گیا ہے۔اور اگر تمہاری طرح ہمیں بھی دوسو سال یا تین سو سال متعین کر دئے گئے ہوتے تو عوامُ الناس کے دل مایوسی کا شکار ہو جاتے۔اور اسلام سے وابستگی نہ رہتی۔لیکن ہمارے اقتدار کے لئے تو جو کچھ اُن حضرات نے فرمایا وہ قلوب کو اقتدار سے وابستہ رکھنے، اُسے قریب تر لانے۔اور اُس کے حصول میں عجلت سے کام لینے کی تقریب ہے۔جو ہر قدم پر ہمیں آزادیٔ ضمیر وارادہ کی طرف لئے جا رہی ہے۔(کافی جلد۲ صفحہ ۲۴۶)۔

اس حدیث کے سمجھنے میں بھی ہمارے بڑے بڑے علماء الجھے ہیں۔اور جناب علامہ مجلسی اعلی اللہ مقامہ تک یہ سمجھے ہیں۔کہ اس حدیث کو بلفظہ ماننے سے قول معصومؑ غلط نکلتا ہے۔حالانکہ علامہ نے خود بچگانہ غلطی کی ہے۔یعنی ابوالحسن پڑھ کر یہ سمجھا ہے کہ ابوالحسنؑ سے مراد موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں۔حالانکہ اُنہیں معلوم تھا کہ جناب امام رضا علیہ السلام کی کنیت بھی ابوالحسن ہے۔اس غلط فہمی کی بناء پر آپ نے طرح طرح کے کمزور عذرات لکھے ہیں اور آخر میں ان لنگڑے لولے اور غلط اور بلاضرورت عذرات پر یہ کہہ کر فخر فرمایا ہے کہ:۔

یہ وجہ اوراس سے پہلے دو عدد وجوہات میرے ذہن میں ہی آئی ہیں ۔اُن کو اختیار کرو اور اُن کی قدر کرو۔احادیث کی ایسی مشکلات اور اُن مشکلات کا ایسا حل جو میں نے کیا ہے کسی نے اس سے کم ہی کیا ہوگا''۔انا لِلّٰہ پڑھیئے عنوان بدلیئے۔

(این وجه و دو وجه اوّل دیگر در خاطرِ مَن آمد' آنهارا دریافت کُن وقدر بداں۔ و کمتر کسی متعرض این اشکال وحلِّ آن شده است (کافی مشرحہ محمد باقر کمرئی جلد دوم صفحہ ۲۴۶)

(۵) بلا شک وشبہ ہر معاملہ آئمہؑ کے سپرد کرنا لازم ہے

حضرت عمیرہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ:۔''تمام انسانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ سب ہماری معرفت اور حیثیت کو سمجھیں۔ اور اپنی تمام ضرورتوں کو ہمارے روبرو پیش کریں اور ہمارے ہر حکم کو دل وجان سے تسلیم کریں۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ سب روزہ نماز کو پابندی سے ادا کریں۔اور توحید خدا کا اعلان کریں۔مگر صرف اپنا ہر معاملہ ہمارے سپرد کرنے سے دل چُرائے تو وہ روزہ نماز اور موحد ہوتے ہوئے بھی مشرک شمار ہوگا۔ (کافی کتاب الایمان والکفر باب الشرک)

اُمر الناس بمعرفتنا و الرّد الینا و التسلیم لنا ۔ثم قال: وان صاموا وصلّو اوشهدوا ان لااله الااللّٰه وجعلو افی انفسهم ان لایر دُّوا الینا کانوا بذلک مشرکین''۔ (کافی جلد۲ صفحہ ۱۲۴)

(۶) آئمہ اہل بیتؑ سے تعلق کا مکمل قانون

کافی کی آخری جلد (روضۃ الکافی) میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ایک طویل تحریر ریکارڈ کی گئی ہے جو چند مسائل کے جواب میں آپؑ نے جیل سے ارسال فرمائی تھی ۔اُس میں ملت شیعہ کے لئے مکمل دستور بیان فرمایا ہے۔آخر میں ہمارے زیر نظر عنوان کے لئے فرمایا تھا کہ:۔''آل محمدؐ کی ولایت پر ثابت قدم رہو۔اور جو بھی ہماری طرف سے پہنچے اور جو کچھ بھی ہم سے منسوب کر کے کہا جائے ۔ اُس کو ایسی حالت میں بھی باطل قرار نہ دو جب کہ تمہارے پاس ہماری طرف سے اس کے خلاف دلیل موجود ہو۔حق یہ ہے کہ تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ہم نے ویسا کیوں کہا اور کس سبب سے اُس کی صفت بیان کی ہے۔جو کچھ بھی ہم تمہیں خبر دیں۔اس پر ایمان لاتے جاؤ اور جس اطلاع یا سبب کو ہم پوشیدہ رکھیں اُس کی تفتیش نہ کرو''۔(صفحہ ۱۲۶)۔

ووال آل محمدؐ ولاتقل لِمَا بَلَغَ عنا ونَسَبَ الینا هذا باطلٌ وان کُنت تعرف منا خلافه ۔فانک لاتدری لما قلناه وعلیٰ ایِّ وجهٍ وصفناه۔آمن بما اخبرک ولا تفش مااستکتمناک من خبرک''۔

قارئین سوچیں کہ ملت شیعہ کے مجتہدین نے کتنی بڑی جسارت کی ہے کہ تمام احادیث معصومینؑ کو تنقید کی دھار پر رکھا۔اور پچھتر فیصد کی تکذیب کر کے تمام احادیث کو مجروح کر ڈالا اور رُوّاتِ حدیث کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔

(۷)راوی کوئی بھی ہو حدیث کا انکار نہ کرو

جناب ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے جناب امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام میں سے کسی ایک سے بیان کیا کہ فرمایا گیا کہ:۔

قالوا لا تكذبو ابحديثٍ اتاكم به مرجئى ولا قدرى ولاخارجى لسبه الينا فانكم لا تدرون لعلة شي ءٍ من الحق فتكذبوا اللّٰه عزوجل فوق عرشه۔

۔''تم لوگ ایسی حدیث کی بھی تکذیب نہ کرنا جو ہم سے منسوب کر کے ایک مرجئی یا قدری یا خارجی بیان کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم ہمارے احکام کی حقیقی علت وسبب کو اپنی درایت سے نہیں سمجھ سکتے۔اس لئے ایسا نہ ہو کہ تم خدا کو عرش پر جھٹلاؤ''۔(علل الشرائع صفحہ ۳۹۵)

(۸)مذہب شیعہ سے خارج (امامؑ کا فتویٰ)۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

واللّٰه اِنَّ احبّ الىّ اورعهم وافقههم واكتمهم لحديثنا وان اسوأهم عندى حالاً وامقتهم للذى اذا سمع الحديث ينسب اليناد يروى عنّا فلم يقبله ـ اشمأ زمنه وجحد وكفر من دان به و هو لايدرى لعل الحديث من عند ناخرج والينا اُسند' فيكون بذلك خارجاً عن ولايتنا ـ(کافی کتاب الایمان والکفر جلد۳ صفحہ ۳۳۸)

''بخدا مجھے اپنے صحابہ میں وہ شخص سب سے زیادہ محبوب ہے۔ جو اُن میں سب سے بڑھ کر پارسا ہو اور سب سے دانا ترین ہو۔ دین میں اور ہماری احادیث کا سب سے زیادہ رازدار اور نگہبان ہو۔ اور تمام صحابہ میں سب سے زیادہ بُرا حال ہے اُس صحابی کا جو کوئی ایسی حدیث سنے جو ہم سے روایت کی گئی ہو۔ اور ہم سے منسوب ہو اور اُس کے منشا کے مطابق نہ ہو۔ تو اُس حدیث سے نفرت کا اظہار کرے اور اُس کا انکار کرے اور جو لوگ اس حدیث پر عمل کریں اُن کو کافر قرار دے۔ حالانکہ وہ یہ جانتا ہی نہیں کہ وہ حدیث ہم نے بیان کی ہے اور ہماری سند اُس کو حاصل ہے۔ لہٰذا اس سب کرتوت سے ہماری ولایت سے خارج ہے۔(صفحہ ۳۳۸۔۳۳۹)

(۹)علامہ مجلسیؒ متفق ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ نے لکھا ہے کہ:۔''اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ:۔

دلالت داردبرعدم جواز انكار آنچه ازاخبار آئمه عليهم السلام بما رسد و گرچه بعقل مانه رسد ـ بلكه بايد آن رابدانها برگرد ايند تابيان كنند (ایضاً صفحہ ۳۳۹)

آئمہ علیہم السلام کی جو بھی حدیث ہم تک پہنچے اُس کا انکار نہ کیا جائے۔ خواہ وہ عقل میں آئے یا نہ آئے۔ اور اس حدیث کو اُن ہی حضرات سے سمجھنا چاہئے''۔

(۱۰)شیعوں کا صحیح اور آخری طریقہ

قارئین کرام نے یہاں تک یہ یقین حاصل کرلیا ہوگا۔ کہ احادیث میں کسی قسم کی چوں چراں یا اُن کا انکار یا کراہت کفر وشرک ونفاق ہے۔ اور ایسے علماء ہوں یا عوام ہوں جو حدیث کو منّ وعن قبول نہ کریں۔ وہ ہرگز آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے مذہب اوران کی ولایت میں داخل نہیں ہیں۔ اب آخر میں یہ سُن لیں کہ حدیث اور آئمہؑ کے بارے میں ایک حقیقی شیعہ کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے؟۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا حکم یہ ہے کہ:۔

''جو شخص اس بات سے خوش ہونا چاہے کہ وہ ایمان کے ہر درجہ میں کامل ہوجائے۔ تو اُس پر لازم ہے کہ وہ یوں کہنا اوراس پر عمل کرنا اختیار کرلے کہ۔''ہر ہر چیز اور ہر ہر معاملہ میں میرا قول وہی ہے جو آل محمدؐ کا قول ہے۔ خواہ وہ مجھے معلوم ہو یا مجھ سے پوشیدہ ہو۔ خواہ وہ مجھ تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو''۔ (کافی جلد۲ صفحہ ۳۱۰)۔

من سرَّہُ ان یستکمل الایمان کلہ فلیقل ۔"القول منی فی جمیع الاشیاء قول آل محمدؐ فیما اسروا وما اعلنو اوفیما بلغنی عنھم و فیما لم یبلغنی۔ (کتاب الحجۃ باب التسلیم وفضل المسلمین)

36۔ کیا یہ لوگ مذہب اہل بیتؑ میں شامل ہیں

سابقہ عنوان پڑھ لینے کے بعد ہر اُس شخص کو مذہب شیعہ سے خارج سمجھنا واجب ہوجاتا ہے۔ جس نے اقوال معصومین علیہم السلام میں مین میخ نکالی ہو۔ جس نے حدیث کو یا اُس کے معنی کو توڑا موڑا ہو۔ جس نے چُوں وچرا کی ہو۔ اس سلسلے میں جن لوگوں کا ذکر ہوچکا وہ تو نظروں میں آچکے ہیں۔ وہ حضرات جو مجتہدین کے ہزار سالہ پروپیگنڈے اوراُن کی طرفدار اور محافظ حکومتوں کی لکھوائی ہوئی کتابوں سے متاثر ہوکر ان کو قبلہ وکعبہ اور حجۃ اللہ وغیرہ سمجھتے رہے ہیں۔ ہم اُن سے معافی طلب کرتے ہوئے یہ عرض کریں گے کہ مندرجہ بالا دس عنوان اوراحادیث کی روشنی میں ایک دفعہ پھر اپنے خود ساختہ قبلہ وکعبہ پر نظر ڈالیں۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت میں آپ کو اُن کے ساتھ شمار کرلیا جائے اور تمام اعمال صالح بھی ضائع ہوجائیں۔

(۱) آج کل احادیث میں شکوک پیدا کرنے والے مجتہد۔

مجتہد وعلامہ محمد حسین ڈھکو نے پنجاب میں تہلکہ مچا رکھا ہے۔ اور کافی عرصہ سے تصنیف وتالیف وتقاریر کا ایک سلسلہ جاری کرر کھا ہے۔ جس سے مذہب شیعہ کی اصلاح کی آڑ میں ہزار سالہ مسلّمات اور عقائد کو بدل ڈالنے کا سامان کیا جانا ثابت ہوتا ہے۔ اُن کی ہم نوائی میں چند نام نہاد علماء اور دو عدد مجتہد بھی شامل ہیں۔ ڈھکو صاحب کے جواب میں چند نیک نہاد علماء نے کئی کتابیں لکھی ہیں اور اُنہیں کافی تنبیہ کی گئی ہے۔ اور شیعہ عوام کے عقائد کا تحفظ کیا گیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک مجتہد

موصوف کا جواب نہیں ہوا ہے۔ اُس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ڈھکو صاحب کو مخاطب کرنے والے علماء خود مجتہدین کے مقلّد ہیں۔ اس لئے وہ اُن قدیم وجدید مجتہدین کے خلاف قلم نہیں اٹھا سکے۔ جن کے عقائد ڈھکو صاحب شیعوں میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اور جن کی کتابوں کے حوالے اور اقتباسات لکھ لکھ کر مسلّمات شیعہ میں ردوبدل کیا جارہا ہے۔ لہٰذا صرف ڈھکو صاحب کی مذمت اور تنبیہ سے کام نہیں چل سکتا۔ ہونا یہ چاہئے کہ ہر وہ شخص جو مسٹر ڈھکو والے عقائد رکھتا ہو۔ یا جس کے عقائد اور تحریروں سے ڈھکو کے مذموم عقائد کی تائید ہوتی ہو۔ اُن سب کی مذمت اور تنبیہ کی جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے مذکورہ بالا علماء نے ڈھکو کو اُس کی زبان میں مخاطب نہیں کیا۔ جو وہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی وہ طرز استدلال اختیار فرمایا جو ڈھکو صاحب کا منہ بند کردے۔ اگر ہمیں وقت ملا تو انشاء اللہ والامام علیہ السلام ہم بطور نمونہ محمد حسین صاحب کو وہ جواب دیں گے۔ جو اُن کو پسند آئے گا اور آئندہ ان کا قلم وزبان اور ابلیسی کاروبار شیطان کے حوالے کر کے طالبان حق میں شریک ہو جائیں گے۔ یہاں اُن کا تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ سابقہ عنوان کے ماتحت یہ دیکھا جائے کہ وہ مذکورہ دس بیانات پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟۔ اور اگر وہ آیات واحادیث کو بلاچون وچرا قبول نہیں کرتے اور آئمہ علیہم السلام کے فرمانات کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔ اور اپنی عقل ورائے سے معصومؑ مفاہیم میں ہیر پھیر کرتے ہیں۔ تو اُن کو بھی ملتِ شیعہ کے دشمنوں میں شمار کیا جانا چاہیے۔ اور دشمن یا مخالف کے ساتھ تعاون کرنے والوں کو بھی اُسی درجہ میں رکھنا چاہئے جو ڈھکو صاحب کا ہے۔

(۲) ڈھکو صاحب شیعہ عالم بننے میں کوشاں رہے ہیں۔

پہلے اُن کے قلم سے یہ دیکھ لیں کہ احادیثِ معصومین علیہم السلام کے سلسلہ میں اُنہوں نے اُس عقیدہ کو تسلیم کیا ہے جو حقیقی علمائے شیعہ کا ہونا چاہئے فرماتے ہیں کہ:۔

(۳) احادیث معصومینؑ میں تضاد وتعارض نہیں ہے۔

۔"جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیھم التّحیۃ والثنا کی احادیث واخبار میں ہرگز کسی قسم کا کوئی تعارض وتضاد نہیں ہے۔ آل رسوؐل کی یہ وہ خصوصیت ہے۔ جس کا بعض علمائے مخالفین کو بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے"۔

(ان کی کتاب احسن الفوائد صفحہ ۵۰۲)

یہاں صرف اتنا نوٹ کرلیں کہ ڈھکو صاحب کا یہ بیان انہیں شیعہ عالم نہیں بنا دیتا۔ اس لئے کہ علمائے مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے رہے ہیں۔ یعنی صرف اس اعتراف سے ڈھکو صاحب مخالفین کی فہرست سے نہیں نکلتے ہیں۔ اسی بات کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ:۔

(۴) احادیث میں اختلاف عقلی خامی ونقص فہم کا ثبوت ہے

۔"ہاں اگر کسی وقت بظاہر اُن میں اختلاف معلوم ہو تو اس کے عِلل واسباب ہوتے ہیں۔ اس کا ایک سبب تو لوگوں کی

عقل کا خام اور فہم کا ناقص ہونا ہے۔ کہ وہ اپنی کمی علم وعقل کی وجہ سے سمجھتے ہیں۔ کہ ان احادیث میں اختلاف ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت اُن میں اختلاف نہیں ہوتا اور ایسا ہوتا رہتا ہے‘‘۔(ایضا صفحہ ۵۰۵) مجتہد صاحب نے مسلسل چند محدثین اعلی اللہ مقامھم کے بیانات اور ان کی کتابوں کے نام لکھ کر مندرجہ بالا حقیقت کو ثابت کر کے یہ ریمارک دیا ہے کہ:۔

(۵) کم علم وعقل اور حقائق اشیاء سے ناواقف حضرات حدیث پر اعتراض کرتے ہیں

۔’’لہٰذا کم عقل وعلم حضرات جو حقائق اشیاء کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے وہ اپنی بے سمجھی سے کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں حدیث فلاں حدیث سے متعارض ہے فلاں حدیث فلاں حدیث سے متصادم ہے۔ فلاں حدیث عقل وقرآن کے مناقص ہے ۔چون ندیدندرہِ حقیقت افسانہ کردند‘‘۔(ایضا صفحہ ۵۰۴)۔

مسلسل اگلے صفحے پر اپنے ان بیانات کی تصدیق امامؑ سے کراتے ہیں۔

(۶) چُوں وچرا کرنے والے قابل مذمت ہیں

امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث کا ٹکڑا یا جملہ لکھتے ہیں مگر نہ حوالہ کتاب دیتے ہیں نہ ترجمہ کرتے ہیں۔(مگر ہمیں بہرحال منظور ہے) سنئے:۔

۔’’قال الصادق علیه السلام وَيْلٌ لِاَهْلِ الْكَلَامِ يَقُوْلُونَ هٰذا يَنْقَادُو هٰذا لاَيَنقادُوهذا ينسَاقُ وهذا لاَيَنساقُ۔

حالانکہ علمائے ربّانیین کے نزدیک اِن سب احادیث کے معانی صحیحہ موجود ہیں۔ اُن کو اِن احادیث میں انوار حقیقت کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ اور وہ اُسے پڑھ کر کلام الامام اور امام الکلام کا لطف حاصل کرتے ہیں سچ ہے:۔

> **امامؑ کی حدیث کا ترجمہ** :’’امامؑ نے فرمایا کہ اہل کلام اس لئے قابل مذّمت ہیں کہ وہ حدیث کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ۔ ’’یہ قابل توجہ ہے اور وہ قابل توجہ نہیں ہے۔ اور یہ عقلی ترتیب کے اندر ہے اور یہ بے ڈھنگی ہے‘‘۔(احسن)

’’ فکر ہر کس بقدر همت اوست‘‘۔(ایضا صفحہ ۵۰۵)

یہ چار بیانات واقعی ملت شیعہ کے عقائد کے مطابق ہیں۔ مگر:۔

(۷) مجتہد صاحب کے لب و ذہن پر عقل وشعور کی لگام ڈال دیں۔

یہاں قارئیں یہ سُن لیں کہ ڈھکو صاحب کو اگر سچ مچ خاموش کرنا ہے اور اگر شیعوں کو اُن کے باطل تصورات سے محفوظ کرنا ہے تو دو کام کریں۔ اوّل یہ کہ اُن کی تصنیفات میں جہاں جہاں حدیث معصومؑ کے خلاف لکھا گیا ہے۔ یا دو حدیثوں کو لڑا کر اپنا اُلّو سیدھا کیا گیا۔ وہ تمام بحثیں مندرجہ بالا چاروں بیانات کے خلاف ہونے کی وجہ سے اُن کے منہ پر ماردیں۔ تو اُن کی تمام تصنیفات کا ردّ وابطال ہوجائے گا۔ دوم یہ کہ اُنہوں نے اپنے باطل عقائد کے لئے جن مجتہدین کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں

اُن مجتہدین کو بھی باطل پرستوں میں شامل کر دیں۔اورڈھکو صاحب کو بتائیں کہ اپنے باطل تصورات کی تائید میں محدثین کی کتابوں سے صرف وہ اقتباسات اور حوالے پیش کرو جن میں حدیث کے سوا اپنی ذاتی رائے یا تحقیق سے کچھ نہ کہا گیا ہو۔بس یہ دو کام وہ ہیں جو مجتہدانہ تصورات کو موت کی نیند سُلانے کے لئے کافی ہیں۔مجتہدانہ عقائد کی تائید میں کسی مجتہد ہی کا قول پیش کر دینا ایک فریب ہوگا۔جو حق وانصاف کی عدالت میں قابل سماعت نہیں ہوتا۔**ناظرین یاد رکھیں اور کبھی نہ بھولیں کہ مذہب شیعہ کے اندر ایک ہزار سال سے دو قسم کے علماء رہتے چلے آئے ہیں۔اور یہی حال مذہبِ اہلسنت کا ہے۔ایک قسم کے علماء کو محدثین یا اخباری ئین کہا جاتا رہا۔اور دوسری قسم کے علماء مجتہد یا اصولیین کہلاتے رہے ہیں**۔اور ہم نے اپنی تمام تصنیفات میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ دینِ اسلام میں غلط عقائد اور باطل تصورات مجتہدین نے پھیلائے ہیں۔مجتہد کا اجتہاد کے سوا اور کوئی مذہب ہوتا ہی نہیں ہے۔یعنی اُن کی عقل، تجربہ اور ذاتی رائے ہی اُن کا خدا اور رسول ہوتے ہیں۔خواہ وہ اپنے ساتھ شیعت کا لیبل لگائیں یا خود کو سُنّی کہلانے لگیں۔یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ تیسری صدی کے اواخر سے پہلے مذہبِ شیعہ کے ریکارڈ میں اجتہاد و مجتہد ایک ملعون و مردُود تصور اور لفظ تھا۔مجتہدین کو چیلنج کر دیں **کہ وہ آپ کو اجتہاد کے ذریعہ کسی مجتہد کا ایک فتویٰ شیعوں کے مذکورہ ریکارڈ میں دکھا دیں۔یا کسی امامؑ کی حدیث میں اجتہاد اور مجتہد کی مدح اور اجتہاد کے ذریعہ فتویٰ دینے کی اجازت دکھا دیں**۔وہ اصول جن کی وجہ سے یہ گروہ اصولیئین کہلاتا ہے۔دشمنان اہلبیتؑ نے گھڑے تھے اور علی و اولادِ علی علیہم السلام کو اُن کے حقوق وحکومت سے محروم کیا تھا۔یہ اصول وقواعد شیعوں میں تیسری صدی کے بعد من وعن نقل کر لئے گئے اور گیارہ سو سال سے شیعہ لیبل کے ساتھ اُن پر عمل ہوتا رہا ہے۔اور شیعہ محدثین اُن اصولوں کی مذمت کرتے رہے ہیں البتہ محدثین کی ایک شاخ جو حضرت شیخ احمد احسائی اعلی اللہ مقامہ سے منسوب ہے اور جنہیں زبردستی شیخی قرار دیا جاتا رہا ہے۔اُن کے بعض علماء نے مجتہدین سے سمجھوتہ کر کے اور جگ ھنسائی اور اختلاف سے بچنے کے لئے مذکورہ اصول کو از سر نو ترمیم و تنسیخ و تحقیق و تدقیق کے ساتھ اپنی کتابوں میں لکھ لیا اور مجتہدین کی مدح میں بہت کچھ لکھا۔مگر مجتہد نے آج تک انہیں صرف اس لئے پسند نہیں کیا۔کہ وہ اپنے احکام کا دارومدار آیات واحادیث پر رکھتے ہیں۔اور اجتہادی مسائل کے اختیار کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

ہم علامہ محمد امین استر آبادی رضی اللہ عنہ کی طرح کے محدثین کی مدح وثناء کرتے ہیں۔اور جو شخص مجتہدین کو مجتہد ہونے کی وجہ سے پسند کرے ہم اس کی پُر زور مذمت کرتے ہیں۔اس لئے کہ اس دنیا میں اولین مجتہد مع اپنے اجتہاد کے اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن کریم میں ملعون و مردُود و رجیم و جہنمی ہے۔ہم نے اپنی دوسری تصانیف میں یہ دکھایا ہے کہ مجتہدین نے بڑے بڑے پارسا اور حقیقی علمائے شیعہ پر طرح طرح کے اتہام لگائے۔انہیں مخالف حکومتوں سے قتل کرایا۔اور جو

لوگ اجتہاد کے خلاف معلوم ہوئے اُن کو طرح طرح کے القاب دے کر مجبور کیا۔ کہ وہ اُن خبیثوں سے الگ رہیں۔ انہوں نے مذہب شیعہ کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے فریقین میں نفرت پیدا کی تا کہ لوگ ایک دوسرے کی بات نہ سُنیں۔ نہ بات سُنیں گے نہ مذہبِ شیعہ اختیار کریں گے۔ لہٰذا ہم مجتہد کو محمدؐ و آلِ محمد علیھم السلام کا دشمن سمجھ کر اُن کی رعایت کو حرام سمجھتے ہیں۔ ہم کافروں سے رعایت برتتے ہیں۔ اس لئے کہ کافروں کو کافر رہنے پر مجتہدین کے باطل اور خود ساختہ اسلام نے مجبور کیا ہے۔ **اگر حقیقی اسلام پیش کیا جاتا تو آج لفظ کفر اور کافر معدوم ہو چکے ہوتے**۔ کافر دراصل یہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ نوعِ انسان کو صرف نقصان ہی نقصان پہنچایا ہے۔ اگر کوئی مجتہد پرست ہمیں اُن کا ایک ایسا احسان نوعِ انسان پر بتا دیں جو خالصتاً مجتہدین کی ایجاد ہو تو ہم اُن کی مذمت میں کمی کر دیں گے۔ جنہیں یہ مخلوق کافر کہتی ہے اُن کے احسان تمام نوعِ انسانی پر اور خود مجتہدین پر معلوم و مشہور و مسلّم ہیں یہ لوگ اقوام عالم کا استحصال اور قتل عام کرتے رہے ہیں۔

۸۔ مولانا ڈھکو حدیث معصومؑ کو قبول نہیں کرتے۔

ہمیں اس عنوان میں مولانا ڈھکو کے عقائد پر کوئی بحث نہیں کرنا ہے۔ اس عنوان کا تقاضہ صرف اس قدر ہے کہ حدیث کو خاموشی اور دل کی گہرائی سے قبول نہ کرنے والوں کو مذہبِ شیعہ سے خارج سمجھا جائے۔ چنانچہ ہم ڈھکو صاحب کا انکار چُوں وچرا۔ اور ان کا ذاتی خود ساختہ فیصلہ حدیث کے خلاف دکھا کر آگے بڑھ جانا چاہتے ہیں۔ لیکن صورتحال کا تقاضہ ہے کہ وہ ماحول پیش کر دیا جائے جس میں مسٹر محمد حسین حدیث کا انکار کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

ڈھکو صاحب یہ ماننا نہیں چاہتے کہ شبِ معراج حضرت علیؑ بھی عرش و افلاک پر رسولؐ اللہ کے ساتھ۔ یا پاس موجود تھے۔ عارضی طریقہ پر ساتھ رہے یا مستقلاً ہمراہی میں رہے۔ بلکہ وہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام قطعاً اور کبھی معراج پر نہیں گئے۔ بلکہ زمین پر ہی رہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے دھڑا دھڑ احادیث لکھی ہیں۔ اور اُن علماء کے بیانات بطور تائید پیش کئے جو خود مجتہد ہیں۔ یا مجتہدین کی طرح سوچتے ہیں۔ اور جن کی تقلید و اتباع ہمارے ڈھکو صاحب کرتے ہیں۔ اور جن کا مذہب شیعوں میں پھیلا رہے ہیں۔ اور جب وہ اپنے زعم باطل میں حضرت علیؑ کے زمین پر رہنے کو ثابت کر چکتے ہیں تو ایک ایسی حدیث بھی لکھتے ہیں جس سے حضرت علی علیہ السلام کا شب معراج عرش پر موجود ہونا ثابت ہو جاتا ہے اِس حدیث کو چونکہ قبول کرنا منظور نہیں ہے۔ اِس لئے وہ تمام چون و چراں اور خیانت کاری کرتے ہیں۔ جس کی ممانعت سابقہ عنوان (۳۵ کے دس نمبر عنوان) میں لکھی جا چکی ہے۔ اور جن کی رُو سے شیعیت وولایت آل محمدؐ سے خارج ہو جانا ثابت ہے۔ اور خود زیر نظر عنوان میں اپنی تحریر و اقبال کے خلاف لکھتے ہیں۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے فیصلہ کی زد میں آ کر قابل مذمت ہو

جاتے ہیں۔

9۔محمد حسین مجتہد شیعہ نہیں ہیں۔ بلکہ منکرِ حدیث ہیں۔

عرش پر حضرت علیؑ کی موجودگی والی حدیث کا انکار یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ !

(ا) اس روایت (حدیث کہتے ہوئے منہ دکھتا ہے) کے ساتھ تمسک کرنا بچند وجوہ صحیح نہیں ہے۔

(ب) اولاً یہ خبر (حدیث) واحد ہے۔اور ثانیاً:۔

(ج)۔''ہم اسی کتاب (اصول شریعہ) کے مقدمہ صفحہ ۴ا پر ثابت کر آئے ہیں کہ عقائد کے سلسلے میں اخبار (احادیث) احاد پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا''۔

(د)۔''جب اصولِ عقائد میں صحیح السند خبر (حدیث) واحد بھی حجت نہیں۔تو پھر خبر (حدیث) ضعیف تو بطریق اَوْلیٰ نا قابل اعتبار ہوگی۔جیسا کہ یہ روایت ہے۔کیوں کہ اس کے سلسلہ سند کے کچھ راوی غیر امامیہ اور کچھ مجہول الحال ہیں اور **بعض تو بالکل ناصبی ہیں**۔جیسے میاں انس صاحب جس نے چوتھے مرتبہ پر بھی **حضرت علی** کی بیعت نہیں کی تھی۔نیز حضرت علی کے مطالبہ کے باوجود حدیث غدیر کی شہادت دینے سے انکار کر دیا تھا''۔اور یہ کہ

(ہ)۔''حدیثِ مذکورہ ایسی روایت تو فروعِ دین میں بھی حُجت نہیں ہوتی۔چہ جائیکہ اصول دین میں اُسے قابل اعتماد قرار دیا جائے۔علاوہ بریں اس روایت (حدیث) کے کمزور ہونے کا ایک داخلی قرینہ بھی ہے۔کہ اُس سے جسمیّت باری تعالیٰ کی بُو آتی ہے''۔

(و) بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب مخالفِ اہلبیت اس فضیلت کا اعتراف کر رہے ہیں۔تو پھر کیوں نہ اِس روایت (حدیث) کو قبول کر لیا جائے یہ خیال بالکل غلط ہے۔معصومینؑ نے مخالفین سے ایسی روایات فضائل قبول کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔جن کی تائید احادیث اہلبیتؑ سے نہ ہوتی ہو......ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اخبارِ اہلبیتؑ اس واقعہ کی نفی پر دلالت کرتے ہیں''۔لہٰذا

(ز)''بعد ازیں کیوں کر اس بے سر و پا روایت (حدیث) کو قبول کیا جائے؟''۔

(ح)۔''مذکورہ بالا اُمور سے قطع نظر کرتے ہوئے۔اگر بالفرض اس روایت کو مذکورہ بالا روایاتِ **آئمہ** کے ساتھ بالکل معارض بھی سمجھ لیا جائے۔تو بناء بر اصولِ تعادل و ترجیح اُن ہی روایات کو مقدّم سمجھا جائے گا۔کیونکہ سند و شہرت روایتی کے اعتبار سے وہ زیادہ مشہور و مستند اور تعداد کے لحاظ سے کثیر التعداد ہیں۔(اور آپ کے غلط عقیدے پر چسپاں ہوتی معلوم ہوتی ہیں)''۔

(ط)۔''اور ہمارے اصول مسلّمہ میں سے ہے۔کہ عند التعارض ترجیح اُن ہی روایات کو دی جاتی ہے۔جو سنداً زیادہ

مُعتبر اور شہرۃً زیادہ مشہور اور عدداً زیادہ ہوں۔ (رسائل وقوانین اور کفایہ وغیرہ کتب ملاحظہ ہوں)۔

(ی)۔ ''اگر ان تمام امور سے بھی چشم پوشی کر لی جائے تو بھی اس روایت پر اس عقیدہ کی دیوار استوار نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ یہ دلالت کے اعتبار سے مُجمل ہے۔ اور افادۂ مطلب میں نصِ صریح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں یہ احتمال برابر جاری رہتا ہے۔ کہ عین ممکن ہے کہ اُس وقت جناب امیرالمومنین کی مثال وہاں حاضر کی گئی ہو۔ جسے آنحضرتؐ نے علی ابن ابی طالبؑ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور بعض روایات (احادیث) میں اس امر کی صراحت موجود ہے۔ کہ کئی بار آنحضرتؐ نے اُس شبیہ کو عین حقیقت خیال فرمایا ہے۔'' (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۷ تا ۲۱۹)۔

۱۰۔ مجتہد کی بے ادبی، فریب اور حدیث کا کھلا انکار۔

(الف) علامہ ڈھکو کے یہ دس (۱۰) عدد انکارِ حدیث بالکل واضح ہیں۔ اُن پر مزید تبصرہ یا تجزیے کی ضرورت نہ ہوتی مگر ان بیانات میں جان ڈالنے کے لئے جو فریب دیا گیا ہے اُسے واضح کرنے کے لئے چند جُملے لکھنا ضروری ہیں۔ اور اسی فریب سازی کے دوران جہاں انس صاحب کی مذمت کی ہے وہاں دو دفعہ جناب امیرالمومنینؑ کا نام لکھا ہے۔ اور اس نام پر نہ عین بنایا نہ علیہ السلام پورا لکھا ہے۔ یعنی اگر انس ناصبی اور دشمن علیؑ تھا تو وہیں ڈھکو صاحب بھی اُن کے بھائی بندوں میں شریک ہیں۔ پھر اسی صفحہ ۲۱۸ پر بائیسویں سطر میں جناب امیرالمومنین لکھا اور برابر بے ادبی کا ثبوت دیا نہ عین نہ سلام۔ اور اسی سطر میں علیؑ پر عین کو پھر چھوڑ دیا۔ حضرت ابی طالبؑ پر (ؑ) بنایا اور صفحہ کی آخری دو سطروں میں دو دفعہ علیؑ ابن ابی طالبؑ لکھا مگر مستقلاً ناصبی سلوک کیا یہ بے ادبی تھی۔

(ب) ان بیانات میں حضرت علیؑ کے شریکِ معراج ہونے کو عقیدہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ عقائد کی بات ہے ہی نہیں۔ مگر عقیدہ اس لئے بتایا کہ مسئلہ اُصولی بن جائے اور یہی فریب یہ کہہ کر دیا کہ یہ فضائل کا مسئلہ ہے۔ اور اس سے فضیلت ثابت کرنا اس لئے غلط ہے کہ روایت مخالفین کے یہاں کی ہے۔ اور یہ تاثر دینا چاہا کہ دشمنانِ اہلبیتؑ سے کوئی ایسی روایت بھی قبول نہ کی جائے گی۔ جو اہلبیتؑ کے فضائل بیان کرتی ہو۔ حالانکہ ہم دکھا چکے ہیں کہ ہر وہ روایت قبول کی جائے گی۔ جو آئمہؑ سے منسوب ہو یا اُن سے روایت کی گئی ہو۔ خواہ راوی کوئی بھی ہو۔ اُس مجتہد کو بتاؤ کہ واقعاتِ کربلا کی ہر وہ روایت قبول کی گئی ہے جو دشمنانِ اہلبیتؑ کے خلاف اور اہلبیتؑ کی حقانیت کے ثبوت میں تھی۔ لہٰذا جب ناصبی یہ کہے کہ حضرت علیؑ معراج میں ہمراہ تھے۔ تو وہ باقی صحابہ کے خلاف کہتا ہے۔ اہلبیتؑ کے حق میں کہتا ہے۔ ایسی روایت کا قبول کرنا واجب ہے۔ ہم تو یہ بھی دکھا چکے ہیں کہ خواہ ہمارے پاس ایسی حدیث موجود ہو۔ جس میں آئمہ معصومینؑ نے کسی بات کو منع فرمایا ہے۔ تب بھی ہم اُس کے خلاف حدیث کا انکار نہ کریں گے۔ بلکہ غور کریں گے۔ سوال کریں گے اور معصوم فیصلے تک چوں و چرا نہ کریں گے۔ لہٰذا اگر واقعی ڈھکو کی اختیار

کردہ مشہور اور زیادہ مستند اور کثیر تعداد والی احادیث کا مطلب وہی ہو جو ڈھکو کی کھوپڑی میں آیا ہے۔ تب بھی ڈھکو اگر مجتہد نہ ہوتے بلکہ ایک شیعہ عالم ہوتے اور خود اپنے قول میں سچے ہوتے۔{عنوان نمبر 36 کا(۶)} تو ہرگز یہ چوں و چرا نہ کرتے بلکہ کہتے کہ میں کم علم و کج فہم ہوں۔{عنوان نمبر 36(۴)}۔

(ج) علامہ ڈھکو کا قول یہ تھا کہ احادیث معصومینؑ میں نہ تضاد ہوتا ہے نہ تعارض ممکن ہے نہ اختلاف ہوتا ہے۔ [عنوان نمبر 36 کا(۳)(۴)(۵)] اس کے باوجود اس نے لکھا کہ۔

(۱) یہ خبر واحد ہے۔ (۲) احادیثِ احاد نا قابلِ اعتماد ہیں۔(۳) احادیث احاد بالکل صحیح ہوں تب بھی اُن کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔(۴) یہ حدیث ضعیف ہے۔(۵) یہ حدیث بے سروپا ہے۔(۶) یہ حدیث مجمل ہے۔(۷) حدیث کا راوی مخالف ہے۔ (۸) اس حدیث میں خدا کا جسم محسوس ہوتا ہے۔(۹) اپنے قول کے خلاف احادیث معصومینؑ میں معارضہ (جھگڑا) فرض کیا ہے۔(۱۰) زیادہ حدیثوں کے مقابلہ میں کم حدیثوں کو قابل سند نہیں مانا جا سکتا۔(۱۱) آنحضرتؐ کے لئے مانتا ہے کہ معاذ اللہ اُنہوں نے غلطی سے شبیہ کو علیؑ سمجھ لیا اور یہ الزام احادیث کے ذمہ لگاتا ہے۔ کہ ایسی احادیث موجود ہیں جن میں معصومؑ حضراتؑ نے رسولؐ کی غلط نگاہی کا اقرار کیا ہو۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے۔ کہ معراج میں ذرہ برابر آنحضرتؐ کی آنکھوں نے یا قلب و ذہن نے غلطی نہیں کی۔ ما کذب الفوء ادمارای (۵۳/۱۱) اگر ڈھکو کی یہ بات مان لی جائے۔ کہ اُن احادیث کا یہ مطلب ہے۔ کہ رسولؐ نے (معاذ اللہ) غلطی سے حضرت علیؑ کی شبیہ کو علیؑ سمجھ لیا تھا۔ تو قرآن اور احادیث کی تکذیب ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم کیوں ایسا لکھنے والے مجتہد کو کاذب نہ سمجھ لیں؟۔

(د) قارئین اُس مجتہد سے معلوم فرمائیں کہ وہ احادیث لکھیں جن میں:۔

(۱) احادیث احاد کو رد کرنے کا حکم ہے۔ (۲) عقائد کے متعلق احادیث کو اختیار کرنے کا معیار بیان ہوا ہے۔ (۳) جن میں اپنی احادیث کو آئمہؑ نے خود ہی ضعیف و کمزور و بے سروپا قرار دیا ہو۔ یا اپنی احادیث کی کئی ایک اقسام بیان کی ہوں۔ (۴) جن احادیث میں اصول عقائد اور فروع کا نام بنام تعین فرمایا ہو۔ یا جن میں معراج کی شب علیؑ کا ساتھ ہونا ایمانیات میں داخل کیا ہو۔

(۵) وہ حدیث جس میں تعداد حدیث۔ سند کی شہرت اور اصول و قوانین بیان کئے ہوں جو هدایہ وغیرہ میں بتائے ہیں۔(۶) وہ حدیث جس میں مجمل حدیث کی تعریف اور اس سے استدلال منع ہو۔

(ہ) قارئین یاد فرمائیں کہ ہم نے بار بار لکھا ہے کہ مجتہدین نے خود اپنی کھوپڑی سے ایسے اصول و قواعد گھڑے ہیں۔ جن سے احادیث و آیات کو رد کیا جا سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل الفاظ و اصطلاحات مجتہد کی خانہ ساز ہیں۔

(۱) ضعیف حدیث۔(۲) صحیح السند حدیث۔ (۳) مجمل حدیث۔(۴) احادیث احاد۔(۵) احادیث متواترہ۔

(۶) نص اور نص صریح۔ (۷) راوی کا مجہول و معروف قرار دینا تا کہ حدیث کو رد کیا جا سکے۔ اور جن اصولوں کا علامہ نے ھدایہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے وہ تمام دشمنانِ اہلبیتؑ نے شیاطین کی مدد سے تیار کئے تھے۔ یہ ہے وہ زبان جسے ڈھکو صاحب سمجھتے ہیں۔ اور یہ ہے وہ طرزِ استدلال جو اُن کے اجتہاد کی آگ پر پانی کا کام دیتا ہے۔ ڈھکو سے بات کرنے سے پہلے محدث اور محدثین کا ماننے والا اور خاطی وخطا کاروں کی تقلید کو حرام قرار دینے والا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نہ یہ زبان ملتی ہے نہ یہ طرز اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اُن سے کہو کہ اگر مسلمانوں کی بیان کردہ احادیث بلا جھجک اور بلا تکلف قبول کرنے میں بہت سے خطرات ہیں۔ تو راویوں کے حالات لکھنے والوں کی باتیں بھی بلا تکلف قبول کرنا خطرات سے خالی نہیں ہے۔ اور ہمارا معاملہ تو واضح ہے کہ ہم راوی کی فکر کئے بغیر ہر وہ حدیث قبول کریں گے اور ذرہ برابر چوں و چرا حرام سمجھیں گے جس میں معصومؑ سے نسبت دی جائے یہ دوسری بات ہے کہ ہم عمل کیسے کریں گے؟۔ بہر حال کسی حالت میں بھی ہم مجتہد سے رجوع نہ کریں گے۔ اسے دشمن محمدؐ و آل محمدؐ سمجھیں گے۔ کفر فریب سازی سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ کفر فریب ساز نہیں بلکہ فریب خوردہ ہوتا ہے۔ اور یہ فریب بھی اُسے مجتہدین ہی فراہم کرتے ہیں۔ لیکن اجتہاد اور مجتہد خالص اور مجسم فریب ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو یہ کہہ کر فریب دیتے ہیں کہ:۔

(الف) آلِ رسولؐ کی یہ وہ خصوصیت ہے جس کا بعض علمائے مخالفین کو بھی <u>**اعتراف**</u> کرنا پڑا ہے''۔ [عنوان نمبر 36 (۳)]

(ب) مخالفین سے ایسی روایاتِ فضائل قبول کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ جن کی تائید احادیثِ اہلبیتؑ سے نہ ہوتی ہو۔ عنوان نمبر 36 (۱۰) (ب)

یہاں یہ فریب ساز مندرجہ (الف) کو قبول کر کے فخر کرتا ہے۔ اس لئے کہ جون <u>1965ء</u> میں اسی کی ضرورت تھی۔ لیکن <u>1966ء</u> میں جب اپنے باطل مذہب پر آنچ آتے دیکھا تو اب مخالفین کا اعتراف نا قابل قبول ہو گیا۔ لیکن ایک حقیقی شیعہ طالب علم اُن کو ہر لباس میں پہچانتا ہے۔ اُن کی زبان۔ اصطلاحات اور اجتہادات و فریب کو جانتا ہے۔ <u>ہم نے اسی لئے اجتہاد پڑھنے پر وقت صرف کیا تھا۔ اور خود اُن کے ہاتھوں سند لی تھی کہ ان کے اندرون خانہ مذہب کو داخلی و خارجی حیثیت سے سمجھ کر ان کی اپنی زبان میں بات کریں۔ اور اُن کے تصورات کی دھجیاں ہوا میں اڑا دیں۔</u>

<u>**(۱۱) وہ مجتہدین جن کو ڈھکو تائید میں پیش کرتے ہیں**</u>

ہم عرض کر چکے ہیں کہ چور کی گواہی میں جیب کاٹنے والا یا چور قابل قبول نہیں ہوتا۔ ڈھکو کو چاہئے تھا کہ وہ اُن محدثین کو پیش کرتے جو اجتہاد کو حرام سمجھتے ہیں۔ اپنی تائید اپنے ہم مسلک لوگوں سے یا مسلک پسند حضرات سے کرانا اور اُن کی کتابوں کے حوالے لکھنا بھی ایک فریب ہے۔ ہم یہ کہہ کر اس قسم کے تمام ثبوت۔ سارے دلائل اور تمام کتابوں کو رد کرتے ہیں کہ یہ سب ایک مسلک کا ثبوت اور دلائل اور کتابیں ہیں لہٰذا یہ سب ڈھکو ہی ہیں۔ نام الگ الگ ہونے سے مسلک و مذہب نہیں بدلتا۔ اپنی تائید

میں اپنے مخالف کا قول لاؤ اور مخالفت ثابت کرو تب یہ شہادت آپ کے حق میں جائز ہوگی ورنہ دھوکہ دھی فریب سازی یعنی شیعہ عوام کے ساتھ چار سوبیسی ہوگی۔ بہرحال ڈھکو صاحب نے جن علماء کو پیش کیا اُن کی اقسام اُن ہی کے قلم سے ملاحظہ ہوں۔

(الف)۔ ''مخفی نہ رہے کہ وہ علمائے اعلام جن سے ہم اس (معراج علیؑ) کے سلسلے میں تائید حاصل کر سکتے ہیں۔اُن میں سے بعض کی تائید سکوتی ومفہومی ہے۔اور بعض کی منطوقی۔یعنی بعض کے کلام سے اس طرح تائید ہوتی ہے۔کہ اُنہوں نے واقعہ شریفہ معراج کو بالتمام اپنی اپنی کتب تفاسیر واحادیث میں درج کیا ہے۔مگر اُس میں حضرت امیر علیہ السلام کی معراج پر تشریف لے جانے کا ذکر نہیں کیا۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک اس بات کی کوئی واقعیّت واصلیّت نہیں ہے'' اور مسلسل لکھا کہ:۔

(ب)۔ ''اور بعض نے بالتصریح اس بے سروپا واقعہ کا ذکر کر کے اُس کی تردید کردی ہے''۔(پھر مسلسل)

(ج) قسم اول میں بھی بہت سے علمائے اعلام آجاتے ہیں۔جیسے حضرت شیخ مفید۔حضرت شیخ طوسیؒ حضرت شیخ طبرسی۔ حضرت سید مرتضیٰ علم الھدیٰ وامثالھم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔اور دوسری قسم کے اعلام (علماء) کی فہرست بھی خاصی طویل ہے۔ ہم یہاں بعض حضرات کے اسماء گرامی مع ان کے کلام حقیقت ترجمان کے درج کرتے ہیں''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۲)۔

<u>(۱۲) فریب اندر فریب</u>

قارئین یہ سوچیں کہ جب مسٹر ڈھکو نے صرف بعض لوگوں کے بیانات لکھنا تھے۔تو یہ (الف) (ب) اور (ج) لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟۔نام لکھتے اور تائید میں بیان لکھتے جاتے۔پھر یہ سوچئے کہ ہم پر کیا مصیبت آگئی تھی کہ ہم نے یہ الف ب ج کی یہاں دہرائی کی؟۔ڈھکو صاحب تو یہ فریب دینا چاہتے ہیں۔کہ جو لکھیں گے بڑی تحقیق سے لکھیں گے۔اور ہم اُن کا تعاقب کرتے ہوئے یہ بتائیں اور ثابت کریں گے کہ وہ کاذب وفریب ساز ہیں۔اور صرف وہ بیانات لکھیں گے جو بظاہر اُن کے عقیدہ کی تائید کرتے ہیں۔اور اپنے مخالفین کی ایک بھی بات نہ لکھیں گے۔بلکہ انہیں کنڈم کر کے الگ کردیں گے۔چنانچہ اُنہوں نے شیعوں کے ایک بہت بڑے اور عالم گروہ کو شیخیہ اور مفوضہ کہہ کر الگ کر دیا۔اور جن لوگوں کے نام لکھے اُن میں سے نہ شیخ مفید کا بیان لکھا۔نہ سید مرتضیٰ کو سامنے لائے اور نہ ہی اُن علماء کی کتابوں سے واقعہ معراج کو دکھایا۔بلکہ محمد باقر مجلسی کی کتاب بحار الانوار اور حیات القلوب کی ورق گردانی کر کے اُس میں سے وہ بیانات لکھے۔جو مفید مطلب نظر آئے۔[اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۴ سطر نمبر ۱۰ (۴)] اور چار سوبیسی یہ کی کہ محمد باقر مجلسی کے متعلق یہ کہہ کر اُنہوں نے نہ تائید کی نہ تردید کی۔لہٰذا وہ بھی ڈھکوی مذہب رکھتے تھے۔(اصول الشریعہ صفحہ نمبر ۲۱۴ سطر نمبر ۱۳)۔اور فریب اندر فریب یہ کہ بحار الانوار کے متعلق یہ دعویٰ بھی کردیا کہ محمد باقر مجلسی نے۔

''متعدد روایاتِ معتبرہ ایسی درج کی ہیں جن سے حضرت امیرؑ کے معراج پر تشریف لے جانے کی کھلم کھلا تردید ہوتی ہے''۔(صفحہ ۲۱۴ سطر نمبر ۱۱،۱۲)۔

اب ہم دکھاتے ہیں۔کہ بحارالانوار میں جو احادیث حضرت علیؑ کے معراج میں موجود ہونے کی محمد باقر مجلسی نے لکھی تھیں۔اُن کو ڈھکو نے اُن کے آٹھ تائیدی بیانات میں شامل نہیں کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ بحار میں سب مخالف حدیثیں ہیں۔ اور کوئی حدیث ڈھکو کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔اور یہ خیانت اور فریب بھی اُسی اصول الشریعہ کے صفحہ ۲۱۷ پر ثابت ہیں۔اور بددیانتی یہ ہے کہ اسی بحارالانوار کو اب ایسی کتاب ثابت کررہے ہیں جس میں اوہام بھری پڑی ہے۔اس لئے کہ ڈھکو کے مذہب کے خلاف اُس میں حضرت علیؑ کا معراج میں موجود ہونا بھی لکھ دیا گیا ہے۔اور کاذب ہونا اس سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے لکھا تھا کہ شیخ اُن علماء میں سے ہیں جنھوں نے واقعہ معراج تو لکھا۔لیکن حضرت علی علیہ السلام کی معراج میں موجودگی کا ذکر نہیں کیا۔(عنوان نمبر ۳۶ کا (۱۱) الف اور اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۲ سطر نمبر ۲۱)۔

(۱۳)ایک جھٹکے میں مجتہد کا فریب، جھوٹ اور خیانت ثابت ہے

سرکار علامہ محمد حسین ڈھکو نے ازالہ اوہام کی سُرخی یا ہیڈنگ کے ماتحت جو کچھ لکھا ہے۔وہ حقیقتاً علامہ محمد باقر مجلسی اور شیخ طوسی کے حق میں فرمایا ہے۔اس لئے کہ اُس بے سروپا نظریہ اور ضعیف و مجمل حدیث کو اُن ہی دونوں حضرات نے اپنی اپنی کتابوں یعنی بحارالانوار جلد نمبر ۶ صفحہ ۵۱۷ اور کتاب امالی شیخ طوسی میں جگہ دی۔اور بقول علامہ ڈھکو اُن علماء نے اس ضعیف و بے سروپا حدیث کو باطل بھی قرار نہ دیا۔تو شیعوں کے گمراہ ہوجانے اور علیؑ کو معراج میں موجود ماننے کے ذمہ دار حضرت محمد باقر مجلسی اور حضرت شیخ طوسی رضوان اللہ علیہما ہوئے۔اب وہ حدیث سنئے جس سے مسٹر ڈھکو اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح شیطان لاحول سے بھاگتا ہے۔

حدیث کا ترجمہ بقلم علامہ ڈھکو	حدیث کی عربی بقلم علامہ ڈھکو
یعنی جناب شیخ طوسیؒ مذکورہ بالا سلسلہ سند کے ساتھ کتاب امالی میں روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جب میں معراج پر گیا تو اپنے پروردگار کے اس قدر قریب ہوگیا کہ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔اُس وقت خدا نے ارشاد فرمایا کہ یا محمدؐ تم کس سے محبت کرتے ہو؟۔	الشیخ فی امالیہ قال اخبرنا ابو الفتح ھلال بن محمدؐ بن جعفر الخفار قال ابن الجعابی قال حدثنا ابو عثمان سعد بن عبداللّٰہ بن عجب الانباری قال حدثنا خلف بن درست قال حدثنا ابو القاسم بن ھارون قال حدثنا سھل بن سفیان عن ھمام عن

میں نے عرض کیا علیؑ سے ۔ ارشاد فرمایا یا محمدؐ مڑ کر دیکھو جُوں ہی میں نے اپنے بائیں طرف مڑ کر دیکھا تو ناگاہ حضرت علی بن ابی طالب موجود تھے“۔

(تفسیر برہان جلد۴ صفحہ ۲۴۸ کمافی بحار جلد ۶ صفحہ ۵۱۷)

قتادہ عن النس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم لما عَرَجَ بِی اِلَی السماء دنوت من رَبّی عزّوجلّ حتی کان بینی و بینه قاب قوسین اَوْاَدْنٰی فقال یا محمدؐ من تحب من الخلق ؟قُلْتُ یاربّ عَلِیاًؑ ۔قال التفت یا محمدؐ عن یساری فاذا علیؑ بن ابی طالب علیه السلام۔

ڈھکو نے یہ حدیث بحار الانوار سے نقل کی ہے۔مگر لکھا اس طرح کہ گویا امالی سے لکھا ہے۔

قارئین کرام یہ نوٹ فرمائیں کہ شیعوں میں معتبر ترین حدیث کی کتابیں کل چار عدد ہیں۔جن میں سے دو عدد جناب شیخ طوسی رضی اللہ عنہ نے مدون فرمائی تھیں ۔ یہ وہ بزرگ انسان ہیں۔جن کے اشارے پر عرب کی دشمن محمدؐ و آل محمدؐ حکومت کو ایسا سبق دیا گیا۔کہ آئندہ لاکھوں شیعوں کو گھیر کر آگ میں جلانا اور قتل عام کرنا کبھی ممکن نہ ہوا۔اُس ظالم و جابر حکومت نے اپنی حکومت کے دوران دس لاکھ سے زیادہ مومنین کو قتل کیا۔آئمہ علیہم السلام کو قید و بند میں رکھا انہیں قتل کرایا۔سادات کے بچوں عورتوں اور بزرگوں کو جیل خانوں میں زندگی گذارنے پر مجبور رکھا۔بہر حال شیخ طوسی رضی اللہ عنہ نے اُس حکومت کی کمر اس طرح توڑی کہ پھر یہ کبھی سیدھی کھڑی نہ ہوسکی۔لہٰذا مذکورہ بالا حدیث کسی للّو پنجو حجام و بزاز کی کتاب میں نہیں ہے بلکہ اُس کو اپنی کتاب میں لکھنے والا عالم عالمی شہرت کا مالک اور اپنے زمانہ کا سب سے بزرگ مسلّمہ عالم تھا۔رہ گئے راوی تو متن کے سامنے راوی کی پوزیشن وہی ہوتی ہے جو آیاتِ قرآن کے سامنے راویانِ قرآن کی پوزیشن ہے۔راوی کا مقام متن کے ماتحت ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جناب محمد باقر مجلسی اور صاحبِ جواہر القرآن نے بلاچُون وچرا اس حدیث کو قبول کیا اور اپنی کتابوں میں جگہ دی۔اور چونکہ اس حدیث کا بیان اُن احادیث کے بیانات کی مخالفت نہیں کرتا۔جو ڈھکو نے ازراہِ فریب جمع کر کے دھوکہ دیا ہے۔لہٰذا مجلسی صاحب نے سب کو اپنے اپنے مقام پر جگہ دی اگر راویوں کی آڑ سے مجتہدین کو بھگا دیا جائے تو اُن کی سب سے بڑی پناہ گاہ ختم ہوجاتی ہے۔کلامِ معصومین علیہم السلام اسی طرح راویوں کا محتاج نہیں ہے۔جس طرح قرآن و نہج البلاغہ کسی راوی کے محتاج نہیں ہیں۔اس فریب ساز گروہ نے قرآن و حدیث سے جان چھڑانے اور اپنا اجتہادی منصوبہ برسر کار لانے کے لئے عہد رسالت ہی میں دشمنانِ اسلام کے مسائلِ اجتہادیہ کو اختیار کرلیا تھا۔جس کا نام طاغوت رکھا گیا اور قرآن نے اُن کی پوری اسکیم ریکارڈ کر رکھی ہے۔جو ہم نے اپنی تصانیف میں بار بار بیان کی ہے۔انہوں نے قرآن اور حدیث فہمی کے لئے عرب کی کافرانہ بصیرت کو امام بنایا۔چند ایسی اصطلاحات گھڑیں جن پر قرآن اور حدیث کو رگڑ رگڑ کر ملکی و قومی مصلحتوں کے ماتحت لایا جائے ۔آیات واحادیث کی بہت سی قسمیں بنا کر ایک کو دوسری سے ضرب دے کر جمع و تفریق کے ذریعہ کافرانہ منصوبے کا فارمولا تیار کیا۔چند

ماہرین کی رائے کو بھی اجماع کے نام سے قرآن واحادیث پر حُجت اور قاضی بنایا۔ اور اُن کی مجموعی بصیرت کے سامنے قرآن وحدیث کے احکامات کو بے اثر بنایا معطل کیا اور جب چاہا منسوخ قرار دے دیا۔ یہی وہ اسکیم ہے جس کو تیسری صدی کے اواخر میں ملتِ شیعہ میں لایا گیا اور رفتہ رفتہ وظائف تنخواہوں اور جاگیروں کے بالعوض اہلِ قلم کو خرید ا گیا۔ اور پانچویں صدی تک یہ کافرانہ نظام شیعہ لیبل کے ساتھ عوام کا راہ نما بن گیا۔ هم مجتہدین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنا وجود و نظام تیسری صدی سے پہلے شیعہ ریکارڈ میں ثابت کریں۔ ہم ہر تنخواہ دار عالم کے بیانات کو شک وشبہ سے پاک نہیں سمجھتے۔ اُس زمانہ میں جناب علامہ رضی رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب بڑی پگڑیوں والے علماء دشمنانِ اہلبیتؑ کے وظیفہ خوار و تنخواہ دار و جاگیر دار تھے۔ کافر کی نوکری کے مقابلہ میں نظامِ اجتہاد کی ملازمت زیادہ مذموم ہے۔ مگر ہم معصومؑ احکام کے تابع ہیں۔

(۱۴) کیا حضرت علیؑ کے لئے معراج کوئی خاص فضیلت ہے؟

یہ بھی ایک مجتہدانہ فریب ہے کہ معراج پر جانا محمدؐ وآل محمدؐ کے لئے کوئی خاص فضیلت کی بات ہے۔ جو حضرات خود عرش وکرسی، لوح اور قلمؑ ہوں۔ جو حضرات خود اللہ کی آیات کبریٰؑ ہوں۔ جو اس کائنات کا صغریٰ وکبریٰؑ ہوں۔ جنؑ سے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ کائنات اور اُس کی تفصیلات اوجھل نہ ہوتی ہوں۔ جنؑ سے کوئی مقام دور نہ ہو اُن کے لئے معراج کوئی فضیلت نہیں ہے۔ یہ تو اُن کے فرائض (DUTIES) کی انجام دہی کے مختلف مراحل ومنازل تھیں۔ جن کو مجتہدین نے بڑی پُرکاری اور چالاکی سے اُمت میں پھوٹ ڈالنے اور نت نئے جھگڑے شروع کرنے کا عنوان بنالیا۔ مجتہدین اور اُن کے نظام کو فی الحال الگ رکھ کر آپ تو اُن سادہ لوح علماء پر نظر ڈالیں جو مجتہدین کی چال میں آگئے اور اُن بحثوں کو اختیار کر کے اُن میں الجھے۔ اور آج تک الجھے چلے آرہے ہیں۔ اُن کو چونکہ کفار کا منصوبہ معلوم نہیں۔ اُنہوں نے قرآن کریم کو اس طرح پڑھا ہی نہیں جس سے انہیں ماہرین عرب کا پروگرام معلوم ہوتا۔ اُس اسکیم کا پتہ چلتا جو نزول قرآن کے دور میں قرآن ریکارڈ کر رہا تھا۔ جس کے لئے مشرکینِ عرب کے صاحبانِ حل وعقد اور اربابِ دانش راتوں کو مشورے کرتے تھے۔ دن میں مجمع عام میں سرگوشیاں اور اشارے کرتے تھے۔ بہرحال اُن کی سادگی کی حد یہ ہے کہ ان کی کھوپڑی میں یہ حقیقت موجود ہے کہ محمدؐ سے لے کر آخری محمدؐ تک یہ سب محمدؐ ہیں۔ باقی نام خواہ علیؑ ہوں یا حسینؑ ہوں۔ جعفرؑ ہوں یا موسیٰؑ ہوں۔ محمدؐ کی مختلف منازل اور مرحلہ وار تنفیذ اسلام کی صورت ہیں۔ یہ جانتے ہوئے یہ ہمارے مومن بھائی اس بحث میں الجھ گئے کہ محمدؐ معراج پر گئے تھے۔ لیکن علی محمدؐ سے جُدا رہے۔ لاحول ولا قوۃ۔ ارے محمدؐ معراج پر گئے تو یہ سب محمدؐ ہیں لہٰذا سب معراج پر گئے تھے۔ اُن میں تفریق تو کفر ہے اور یہ مجتہد کا کمال ہے کہ آپ کو اس تفریق وکفر کی بحث میں اُلجھا کر اپنی کتاب فروخت کرا کے لکھ پتی بننے کی فکر میں ہے۔ ہم تو مجتہد کے فریبوں کو مکڑی کا جالا سمجھتے ہیں قرآن اس پر گواہ ہے۔ **ہم بھی سنداً مجتہد ہیں مگر عملاً نظامِ اجتہاد کے ہمیشہ مخالف رہے ہیں۔**

قارئین ان کو بتادیں کہ محمدؐ وآل محمدؐ اور قرآن میں تفریق کفر ہے۔ یہؐ جہاں ہوتے ہیں سبؐ ہوتے ہیں۔ اور اُن سے کائنات کا کوئی گوشہ خالی نہیں ہے۔ رہ گیا آنا۔ جانا۔ نازل ہونا۔ پیدا ہونا۔ مرنا۔ جینا۔ معراج۔ براق۔ جبرئیل ودیگر ملائکہ یہ مجتہد کی سمجھ سے ارفع واعلیٰ باتیں ہیں۔ وہ غریب تو یتیم عقل ہے۔ اُسے نہ تاریخ معلوم نہ جغرافیہ۔ نہ علوم کائنات سے آگاہی نہ سماوات پر اطلاع۔ وہ تو زمین سے اگر کبھی بلند ہوا ہوگا تو اپنے کافروں کی مدد سے ہوا ہوگا۔ یہ ریڈیو سنتا ہے۔ T.V دیکھتا ہے مگر نہ صرف اُن دونوں سے جاہل ہے بلکہ اپنے دماغ ودل کا بھی اسے علم نہیں۔ ارے وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ سنتا کیسے ہے؟۔ سمجھتا کس طرح ہے۔ یہ ایک ایسی مخلوق ہے۔ جس کے لئے لفظ جاہل استعمال کرنا بھی جہالت کی توہین ہے۔ اس کو صرف مجتہد کہنا ہی کافی ہے۔ یہ مخلوق نہ اسلام کی قائل ہے نہ ایمان کی۔ یہ تو معراج محمدؐی کو بھی اس لئے زبان سے مانتی ہے۔ کہ مسلمانوں سے بہت سے مقاصد وابستہ ہیں۔ اُن کی زبان سے معراج کا اقرار اور مدح وثناء کی وہی قدر وقیمت ہے۔ جو ایک شعر وشاعری سے ناواقف شخص کی اُس واہ واہ اور داد کی قیمت ہوتی ہے جو وہ مشاعرہ میں غزلوں پر بلند کرتا ہے۔ اس فریب ساز نے معراج کو کبھی روحانی بنایا۔ کبھی انکار کیا۔ کہیں خواب بتایا۔ لیکن اس کی بدقسمتی کہ آج نقوش پائے محمدیؐ پر چلنے والے انسان اِن فضاؤں میں گھومتے پھر رہے ہیں۔ کافر کون ہے؟۔ یہ آج دو اور دو چار کی طرح ایک حقیقت اور نظامِ اجتہاد کے لئے ایک چیختی ہوئی لعنت ہے۔ خدا نے فرمایا تھا۔ کہ حقیقت حال یہ ہے کہ:۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَاسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ. الخ سورہ اعراف (۷/۴۰)۔

۔ ''جن لوگوں نے ہماری آیاتؐ کو جھٹلایا ہے۔ اور اُن آیاتؐ کے مقابلے میں خود بڑا بن بیٹھنے کا انتظام کیا ہے۔ اُن کے لئے نہ تو آسمان کے دروازے کھلیں گے نہ ہی وہ مجرم لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (قرآن پڑھیں) قارئیں نوٹ کریں۔ کہ محمدؐ وآل محمدؐ کے نزدیک اللہ کی آیات خود محمدؐ وآل محمدؐ ہی ہیں۔ جن کو عرب ماہرین نے جھٹلایا۔ اور خود اقتدار و بزرگی پر قبضہ جمانے کا منصوبہ چلایا تھا۔

(۱۵) محمدؐ وآل محمدؐ کے لئے معراج ہفتہ وار تعلیمی پروگرام ہے۔

مولانا ڈھکو نے یہ کوشش کی ہے کہ جہلاء کے سامنے یہ ثابت کریں کہ جناب علی مرتضٰی علیہ السلام رسولؐ کے ساتھ معراج میں موجود نہ تھے۔ ہم اُن کو یہ دکھاتے ہیں کہ:۔

عن یونس او المفضّل عن ابی عبداللّٰہ قال: مَامِنۡ لَیۡلَةِ جمعةٍ اِلَّا لِاَوۡلِیَاءِ اللّٰهِ فِیۡهَا سرورًا۔ قُلۡتُ کَیۡفَ ذٰلِکَ؟ جَعَلۡتُ فداک قال: اذاکان لیلة الجمعةِ وافی رسولؐ اللّٰہ العرش ووافی الآئمّةؑ ووافیت مَعَهُمۡ فمارجع اِلَّا بِعِلۡمٍ مستفاد۔ ولو لاذلک لنفذ ماعندی۔ (کافی کتاب الحجۃ جلد اول)

عرش پر جانا نہ خدا سے ملاقات کا پروگرام تھا۔ نہ یہ فضائل کی بات ہے یہ تو سربراہانِ اسلام کے علم کی روز افزوں ترقی کا ایک ہفتہ وار تعلیمی پروگرام ہے۔ تاکہ گذشتہ و آئندہ کے تمام ہی سربراہانِ اسلام کا علمی لیول (LEVEL) ہر حال میں برابر رہتا چلا جائے۔ ''چنانچہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب یونس یا جناب مفضل رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا۔ کہ اللہ کی طرف سے مقرر ہونے والے حاکموں کے لئے شب جمعہ بڑی مسرت لاتی ہے۔ دریافت کیا گیا کہ ہم قربان جائیں وہ کیسی مسرت ہے؟ فرمایا کہ جب بھی شب جمعہ آتی ہے۔ تو رسولؐ اللہ اور آئمہؑ اور میںؑ بھی عرش کا طواف کرتے ہیں۔ اور اُس وقت تک عرش سے واپس نہیں آتے جب تک کہ ہم علوم متعلقہ سے استفادہ نہ کرلیں۔ اگر یہ پروگرام نہ ہوتا تو جو علم ہمارے پاس تھا وہ ختم ہو چکا ہوتا''۔ **(باب فی اِنَّ الائمۃ (ؑ)یزدادون فی لیلۃالجمعۃ)** (صفحہ ۴۸۹ وصفحہ ۴۹۰)۔

یہاں ڈھکو صاحب کو بتائیں۔ کہ میاں جی صاحب تم کم از کم شیعوں کی بڑی بڑی کتابیں ہی پڑھ لو تاکہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ عرش و افلاک پر جانا۔ اور کُرہ ہائے ارضی پر رہنا انؐ کے منصب و معمولات میں سے ہے۔ انہیں یہ بھی بتادو کہ معراج ایک دو دفعہ نہیں بلکہ **ایکسو بیس (۱۲۰)** مرتبہ ہوئی تھی۔ تم کون سی معراج کی بات کرتے ہو؟ معراج ونزول اُن حضراتؑ کی منصبی ضروریات میں سے ہے۔ یہ اُن حضراتؑ کی ضرورت پر منحصر ہے۔ کہ وہ کس صورت میں عرش و افلاک تک صعود کریں۔ اور کس شکل میں نزول اجلال فرمائیں؟۔ یا خود زمین پر تشریف فرما رہ کر عرش و کرسی و سدرۃ المنتہیٰ کو اپنے سامنے حاضر و موجود کرلیں۔ یہی تو وہ باتیں ہیں جو علماء نما لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ جن کے سمجھنے اور برداشت کرنے کے لئے انبیائے مرسلین اور ملائکہ مقربین علیہم السلام اور اللہ کے آزمودہ کار مومنین رضی اللہ عنہم کی ضرورت ہے۔ تم کہاں اِن باتوں میں الجھ گئے؟ کسی مدرسہ میں الف ب اور صرف ونحو پڑھانا ہی تمہارے قابو کا کام تھا۔ یہ تو وہ مقام ہے جہاں تم تو کسی شمار ہی میں نہیں آتے۔ اس مقامِ ارفع و اعلیٰ کے سامنے تو آپ کے گُرو اور وہ علماء چکر کھاتے دکھائے جانے والے ہیں۔ جن کو تم نے اپنے باطل تصورات کی تائید میں پیش کیا ہے۔ سنو جب محمدؐ و آل محمدؐ کا معاملہ ہو تو ہم ہر مخالف کی پگڑی اُچھال دیا کرتے ہیں۔ اور اُن کا سارا تانا بانا بکھیر کر رکھ دینا اور مقامِ معصومینؑ ثابت کر دینا ہمارا فریضہ ہوتا ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو یہ فرضی اور لمبے چوڑے نام دنیا کو بے وقوف بنانے کے لئے ہمیشہ معیار بنے رہیں گے۔ ہم تمہارے ہر نام نہاد شیخ کی شیخی نکال کر رہیں گے اور ہر اُس شخص کی دھجیاں اڑا دیں گے۔ جو آل محمد علیہم السلام کے مرتبہ میں تنقیص کا پہلو نکالے۔ شیخ مفید ہوں یا شیخ خالصی ہوں۔ یا شیخ مُضر و شیخ مکسچر ہوں۔ اگر وہ تائید محمدؐ و آل محمدؐ نہیں کرتے تو ہم اُن کی کھل کر مذمت کریں گے۔ اور تمہارے ٹولے کے خود ساختہ فضائل اور گھریلو قصوں سے ذرہ برابر متاثر نہ ہوں گے۔ بلکہ ان قصوں کہانیوں کی پول کھولیں گے۔ ہمارے حقیقی علماء ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ اور وہ سب دشمنانِ اہلبیتؑ اور تمہارے مجتہدین کے

دشمن رہے ہیں۔اجتہادی مسائل کودلیل شرعی اور اسلامی مسائل سمجھنے والا ہرگز مذہبِ شیعہ کا عالم نہیں ہوسکتا۔وہ زمانہ گذر گیا جب آپ کا یہ طاغوتی ٹولہ عوام کو بے وقوف بنا کر اُن کا استحصال کرتا تھا۔اب تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ کرنے کے آلات بن چکے ہیں۔ہم تمہارے اندر ایسے آلات فٹ کریں گے کہ تمہاری کھوپڑی کے تصورات عوام پڑھ سکیں۔تمہیں کئی مرتبہ لکھا کہ اپنی علمی بدہضمی پر ہم سے بات کرو۔تاکہ تمہارے مغالطات دُور ہو جائیں۔مگر تم نے ایسے خط اور سوالات کا جواب کبھی نہ دیا۔مغالطات ہوتے تو تم ضرور گفتگو کرتے۔مگر تم تو قطعی ابلیس کے جال میں ہو تمہیں تو یقین ہے کہ تمہارا ابلیسی تصور حقیقت ہے۔ہم نے تمہارے خلاف لکھی ہوئی کتاب تک واپس لے لی۔ایک حلفیہ بیان شائع کردو کہ ہم نے یہ غلط دعویٰ کیا ہے۔ہم تمہاری تواضع کے لئے الگ کتاب پیش کرنے والے ہیں۔یہاں تو تمہیں صرف علمائے سوء کی فہرست میں دکھانا مقصود تھا۔ہم تمہارے اصول کی وہ خاک اڑائیں گے کہ تم اور تمہارے گروہ کو مرنے کے بعد بھی یاد رہیگا۔انتظار کرو۔

(١٦)معراج کا بار بار ہونا۔

یہاں مسٹر ڈھکو کو یہ دکھانا ہے کہ تم نے تمام حوالوں اور اقتباسات کو جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی کتابوں سے لکھا۔ لیکن اُس کتاب کو ہاتھ تک نہ لگایا۔جو انہوں نے کافی کی شرح میں لکھی تھی۔آ ؤ سنو کہ جو حدیث ہم نے لکھی۔اور جو دعویٰ کیا اُس کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔اور آئندہ عبرت حاصل کریں۔علامہ نے معراج کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:۔

۔''اس حدیث میں معراج کا دوبار ہونا اُس حدیث کی نفی نہیں کرتا جو جناب صفار وصدوق نے روایت کی ہے۔کتاب بصائر اور کتاب خصال میں صباح مزنی سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر لیجایا گیا۔اور کوئی ایک دفعہ بھی ایسی نہ تھی کہ جس میں اللہ نے حضرت علیؑ اور آئمہ علیہم السلام کی حکومت قائم کرنے کی وحی نہ کی ہو اور جس قدر وحی دوسرے فرائض کے متعلق کی گئی اس سے کہیں زیادہ ولایت کے قیام کے لئے وحی وسفارش کی گئی''۔

دراین حدیث معراج رادو (٢) بار دالنسة منافات باروایت صفار وصدوق (رہ)ندارد که دربصائر وخصال ازصباح مزنی ازامامؑ صادق روایت کرده اند که پیغمبرؐ راصد وبیست بار بآسمان بردند وهرباری نه بُود مگر آن که خداعزوجل وحی کرد درآن بہ پیغمبرؐ دربارۂ ولایت علیؑ وآئمہؑ۔بیشتر از آنچه دربارۂ فریضه ها وحی کرد وسفارش نمود''۔

اس تشریح کے فوراً بعد لکھا کہ:۔

۔''ممکن ہے کہ معراج دوبار مکہ میں ہوئی ہو اور باقی (١١٨) دفعہ ممکن است که این دومضمون راباهم جمع

مدینہ میں ہوئی ہو۔(۲)دودفعہ عرش تک گئے ہوں اور باقی (۱۱۸)مرتبہ آسمان تک رہے ہوں ۔(۳)دودفعہ جسمانی اور(۱۱۸)دفعہ روحانی معراج ہوئی ہوشاید یہ بات زیادہ چمک دار نکلے ۔(۴)۔دومرتبہ ایسی معراج ہوئی ہو کہ اُمت کوان پر مطلع کردیااور باقی (۱۱۸)مرتبہ ایسی معراجیں ہوئی ہوں جن کو راز میں رکھا گیااور اُن کے دوران گذرنے والے حالات ظاہر

کردوسازش داد:۔ (۱)دوبار درمکہ بودوباقی (۱۱۸)درمدینہ (۲)دوبارتاعرش بودہ وباقی تاآسمان (۳)دوبارباتن بودوباقی باروح و شاید ایں روشن تراست (۴)دوبار معراجی بودہ که از آن باعث گذارش دادہ وباقی محرمانہ بودہ وفاش نہ شدہ۔

نہ کئے ہوں''۔ (کافی مشرحہ جناب محمد باقر کمرئی جلددوم صفحہ۴۴۱وصفحہ۴۴۲باب مولد النبیؐ ووفاته کتاب الحجة)

ہم اس قسم کی قیاس آرائی کی ممانعت دکھا چکے ہیں۔ان چاروں باتوں میں سے تیسری بات محض اُن لوگوں کو بہلانے کے لئے لکھی گئی ہے۔جو آنحضرتؐ کے جسمانی معراج پر ناک بھوں چڑھاتے تھے۔اور یہ ارباب حکومت ایران میں کافی بڑا مقام رکھتے تھے۔بہرحال مطلب وہی اوراُسی قدر قابلِ قبول ہے۔جوحدیث کے الفاظ سے نکلتا ہو۔اپنی طرف سے رائے زنی کی شدید ممانعت دکھائی جا چکی ہے۔یہی رائے زنی ہے جو مجتہدین کے لئے مددگار ثابت ہوتی چلی آئی ہے۔

(۱۷)محمدؐ وآل محمدؐ کے لئے عرش وفرش کی بحث غلط ہے

آپ نے جس حدیث میں حضرت علیؑ کا معراج میں موجود ہونا دیکھا تھا۔وہ جناب شیخ طوسی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب امالی (یعنی املا کرائی ہوئی) (DICTATED) میں لکھی وہاں سے صاحب تفسیر البرہان اور جناب محمد باقر مجلسی نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھی۔اور محمدؐ حسین ڈھکو نے اُن تمام کتابوں کے نام لکھے اور بحار الانوار سے اُس حدیث کو اپنی کتاب اصول الشریعہ میں نقل کیا۔اور دس مختلف طریقوں سے حدیث اور احادیث کا انکار کیا۔اب یہ ہی ڈھکو صاحب اُن ہی شیخ طوسیؒ کی ایک اور حدیث کی فارسی حیات القلوب سے لکھنے سے پہلے فرماتے ہیں کہ:۔

(اول)''حیات القلوب جلد۲ صفحہ ۳۱۹۔۳۲۰ پر بحوالہ شیخ طوسی علیہ الرحمۃ بسند معتبر بروایت ابن عباس آنحضرتؐ کی ایک طویل حدیث مروی ہے۔جس میں مذکور ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں خدا نے مجھے پانچ فضیلتیں عطا فرمائیں۔اور علیؑ کو بھی پانچ فضیلتیں مرحمت فرمائیں۔جن میں پانچویں فضیلت یہ مذکور ہے۔آنحضرتؐ فرماتے ہیں (اس کے بعد علامہ نے حیات القلوب سے حدیث کی فارسی عبارت لکھی ہے پھر ترجمہ کیا ہے ترجمہ سنئے)۔''یعنی جب خدا تعالیٰ مجھے آسمان پر لے گیا تو حضرت علیؑ پر آسمانوں کے دروازے کھول دیئے اور حجاب اٹھا دیئے۔لہٰذا میں اُن کو دیکھ رہا تھا۔اور وہ مجھے دیکھ رہے تھے۔اور جب میں نے علیؑ کی طرف دیکھا۔تو آسمان کے دروازے کھلے تھے۔حجاب اُٹھا دیئے گئے تھے۔میں نے دیکھا کہ علیؑ آسمان کی طرف اپنا

سر بلند کر کے میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ پس اُس وقت علیؑ نے مجھ سے گفتگو کی۔ اور میں نے علیؑ سے۔ اور خدا نے مجھ سے (گفتگو کی) (اس پر) عبداللہ ابن عباس نے عرض کیا۔ کہ آپؐ سے خدا نے کیا گفتگو کی؟۔ فرمایا کہ خدا نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے تیرے بعد تیرا وصی و خلیفہ علیؑ کو مقرر کیا ہے **۔لہٰذا ان کو یہ اطلاع کر دیجئے کیونکہ وہ آپ کی خوب اطاعت کرتے اور بات سنتے ہیں**۔ پس میںؐ نے اُسی حالت میں جو کچھ ارشاد قدرت تھا علیؑ کو پہنچا دیا۔ اور انہوں نے مجھے جواب دیتے ہوئے اپنی قبولیت اور اطاعت گذاری کا اقرار کیا۔ جب میں زمین پر پہنچا تو جو کچھ میں نے آسمانوں میں دیکھا تھا۔ علیؑ مجھے اُس کی خبر دیتے جاتے تھے۔ اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ میں جس جگہ بھی جاتا تھا۔ علیؑ کے لئے حجاب اُٹھا دیئے جاتے تھے۔ اس طرح وہ بھی سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ (کذافی البحار جلد۶ صفحہ۵۰۵)''۔ (اصول الشریعہ صفحہ۲۰۸ وصفحہ۲۰۹)۔

قارئین یہ نوٹ کریں کہ علامہ نے یہاں بحارالانوار کا حوالہ دے کر روایت کو اور بھی مضبوط کر دیا ہے۔ پھر یہ دیکھیں کہ ڈھکو نے انس کی روایت پر اس لئے عدم اعتماد کا اعلان کیا تھا۔ کہ وہ مخالفِ آلِ محمدؐ تھا۔ مگر اب عبداللہ ابن عباس کی روایت اس لئے قابلِ وثوق واعتبار مانی ہے کہ ڈھکو کا اپنا مطلب یہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ علیؑ معراج میں ساتھ نہ تھے بلکہ زمین پر تھے۔ ہم اہلبیتؑ کے حق میں کسی حدیث کا انکار کفر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں یہ حدیث اور اِس قسم کی تمام حدیثیں قبول ہیں۔ مگر ایک سوال ہے کہ علامہ ڈھکو وہ حدیث بھی دکھائیں۔ جس سے اس زیرِ نظر معراج کا نمبر معلوم ہو جائے۔ یعنی وہ کون سی معراج تھی۔ جس میں علیؑ زمین پر رہے ساتھ ساتھ نہ تھے؟۔ اور اس سوال کا جواب ڈھکو تو ڈھکو ہے۔ اُن کے تمام گروہ کے پاس بھی نہیں ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ ایک معراج میں ایسا بھی ہوا کہ۔ حضرتؑ علی علیہ السلام بلا کسی زحمتِ سفر کے وہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ جو رسولؐ اللہ نے جسمانی مشقت کے ساتھ بالواسطہ دیکھا تھا۔ جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ حضراتؑ بلاواسطہ اور براہ راست عرش وفرش وپوری کائنات کی ہر چیز کو دیکھنے کا خدائی انتظام رکھتے تھے۔ یہی چیز ثابت کرنے کے لئے حضرت علیؑ کو زمین پر کم از کم ایک دفعہ چھوڑنا ضروری تھا۔ تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اگر علیؑ نام کا محمدؐ زمین سے سب کچھ دیکھ کر بیان کر سکتا ہے۔ تو محمدؐ نام کا علیؑ کیوں نہیں دیکھ سکتا؟۔ لیکن اگر مجتہدانہ تفریق کو جائز کر لیا جائے۔ تو اس کفر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام کو معاذ اللہ رسولؐ اللہ سے افضل ماننا ہوگا۔ چنانچہ جناب ڈھکو صاحب شیعوں کو اس کفر کے اختیار کرنے کا مشورہ یہ کہہ کر دیتے ہیں کہ:۔

(ب)۔ ''ارباب عقل ودانش غور کریں کہ آیا بہ ہمراہ پیغمبرؐ اسلام آسمان پر تشریف لے جانا بڑی فضیلت ہے یا حجت خدا کا زمین پر رہ کر تمام ملکوت السمٰوات کا مشاہدہ کرنا؟۔ اور اُسی حالت میں پیغمبرؐ اسلام سے سلسلۂ گفتگو کا جاری رکھنا زیادہ باعث عظمت وجلالت ہے؟۔ ہماری نظر قاصر میں آنجنابؑ کی قدر ومنزلت کا زیادہ مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور اُمید ہے کہ ہر بالغ النظر صحیح الفکر انسان ہمارے ساتھ اتفاق رائے کرے گا۔ ویسے ہم کسی کو اس اتفاق رائے پر مجبور نہیں کرتے''۔

(اصول الشریعہ صفحہ۲۰۹)

(ج) قارئین کرام اور شیعان عظام! ڈھکو کے اس مشورے پر ضرور غور کریں۔ اور سوچیں کہ یہ مجتہد حضرت علیؑ کو آنحضرتؐ کے ساتھ مقابلہ میں کُھل کر اور واضح الفاظ میں افضل ماننے اور اُن کی قدر و منزلت اور عظمت وجلالت کو رسولؐ اللہ پر ترجیح دینے کو جائز سمجھتا ہے۔ اُن کو بتا دو کہ تم اگر غالی ہوتے تب بھی تمہارے ساتھ لفظ شیعہ لگانا پڑتا۔ لیکن تُو ،تو غالی بنانے کی رائے دے رہا ہے۔ سنو! ہم محمدؐ و آل محمدؐ میں تفریق کفر سمجھتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ تم جسے بالغ النظر اور اربابِ عقل و دانش سمجھتے ہو وہ محض مجتہد کا ہم مسلک ہوسکتا ہے۔ اور ہم شیاطین کو ملعون سمجھنے پر مامور ہیں اور مجتہد کے مشورے سے غلط تو غلط ہے صحیح بات بھی قبول کرنے میں خطرہ سمجھتے ہیں۔

(۱۸) مسٹر ڈھکو نے حجۃؑ خدا کی آڑ میں فریب دیا ہے

آپ دیکھ چکے کہ یہ چپن صاحب حضرت علیؑ کو زمین گیر دکھانے کے لئے شیعوں کو یہ فریب دینا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ سے افضل ہیں۔ حالانکہ اس عقیدہ کو یہ خبیث غلو اور باطل لکھ چکا ہے۔ دوسرا فریب وہ یہ دینا چاہتے ہیں کہ علیؑ حجتِ خدا ہیں۔ لہٰذا رسولؐ کے عرش پر جانے کے بعد اُن کا زمین پر اس لئے رہنا ضروری ہے۔ کہ حجتِ خدا کے بغیر زمین قائم ہی نہیں رہ سکتی اُس کو بتاؤ کہ تم نے حجت خدا اور زمین کے مسئلہ والی احادیث کو غلط سمجھا ہے۔ جو حجت خدا بیک وقت چالیس اور چار کروڑ جگہ رہ سکتی ہو یہ اُس کی بات ہے جو تمہاری کھوپڑی میں نہیں سما سکتی۔ پھر اُسے یہ خیال آیا کہ کہیں لوگ یہ نہ کہہ دیں کہ حسنین علیہما السلام بھی تو حجت تھے۔ لہٰذا اگر رسولؐ اللہ اور علیؑ عرش پر چلے جائیں تو زمین پر دو عدد حجۃؑ اللہ موجود ہیں۔ اِس کا توڑ کرنے میں جناب ڈھکو فرماتے ہیں کہ:۔

''حسنین شریفین کی ہنوز ولادت ہی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ معراج قبل از ہجرت واقع ہوئی ہے۔ جیسا کہ سرکار علامہ مجلسی نے فرمایا ہے۔ بدانکہ اتفاقی است کہ معراج پیش از ہجرت واقع شدہ (حیات القلوب جلد۲ صفحہ ۲۸۶)۔ اور شہزادگان کونین کی ولادت بعد از ہجرت ہوئی ہیں''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۲)۔

اس بیان میں ڈھکو صاحب نے اپنی حماقت کا کھل کر مظاہرہ کیا ہے۔ اس غریب دیہاتی نے اپنی تعلیم حیات القلوب اور تحفۃ العوام جیسی کتابوں سے آگے نہیں بڑھائی ہے۔ اس غریب کو یہ پتہ ہی نہیں کہ اُن کے سرکار علامہ مجلسی نے تو ہجرت سے پہلے دو عدد معراجیں اور ہجرت کے بعد ایک سو اٹھارہ معراجوں کو تسلیم کیا ہے۔ اور اُن کی شرح میں چند قیاس آرائیاں بھی کی ہیں۔ چلو مان لیتے ہیں کہ صرف اُس ایک معراج میں حضرت علی ہمراہ نہیں گئے تھے۔ مگر کم از کم ایک سو اٹھارہ دفعہ ہمراہ رہے تھے۔ اسی لئے عرض کیا تھا کہ ڈھکو سے یہ دریافت کرو کہ تم کونسی معراج پر قیاس آرائیاں کر رہے ہو؟۔ یعنی ڈھکو صرف ایک معراج کا قائل ہے۔ اور 119 کا منکر ہے تو اس کے پاس ایمان کا ۱/۱۲۰ ویں کسر شاید ہو واللہ اعلم۔

عنوان نمبر 37 تا 38

- معراج میں حضرت علیؑ کا مختلف صورتوں میں موجود ہونا
- علامہ محمد حسین ڈھکو نے خود کو بددیانت و دشمنِ محمدؐ و آل محمدؐ ثابت کر دیا
- مجتہدین کبھی بھی رسولؐ اللہ کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے
- محمد حسین ڈھکو اور ان کے ہمنوا
- پکا مجتہد وہ ہے جو بلا دلیل اپنی بات منوا لے
- ایک حقیقی مگر خانہ ساز وظیفہ خور مجتہد
- مجتہدین کا مذہب تخریبِ اسلام ہے
- مذہب شیعہ کے عقائد نہ کسی شیخ کے مرہون منت ہیں، نہ کسی شیعہ عالم کے

37۔معراج میں حضرت علیؑ کا مختلف صورتوں میں موجود ہونا

سابقہ عنوانات میں جناب علامہ مجتہد محمد حسین ڈھکو کی فریب سازی' خیانت اور ابلہ فریبی سامنے آ چکی ہے۔ ہمارا مقصد اس کتاب میں اُن کا ردوابطال نہیں تھا ہم تو صرف اُن لوگوں کو سامنے لا رہے تھے۔ جنہوں نے آئمہ علیہم السلام کے احکام، اپیل اور اعلان خروج از اسلام کے باوجود آنحضرتؐ اور آئمہ معصومینؑ کی احادیث کا انکار کیا۔ اُن میں عیب نکالا اور ہر قسم کی چُون و چرا اور ردوابطال کیا۔ اور یہ مقصد ڈھکو کے متعلق پورا ہو چکا ہے۔ اب برسبیل تذکرہ یہ بھی دکھانا چاہتے ہیں کہ محمد حسین ڈھکو نے اپنے باطل مقصد کے لئے سات آٹھ مجتہدین کے قلم سے ایسی احادیث بھی لکھی ہیں جن میں اللہ نے فرشتوں کی درخواست پر حضرت علیؑ کی ایسی مثالی تصویر بنادی جس کو دیکھنا حضرت علیؑ کی زیارت کے برابر سعادت فراہم کرتا تھا۔ اور یہ کہ ایسی مثالی تصویریں تمام آسمانوں میں یا جہاں جہاں ضرورت مند ملائکہ تھے فراہم کردیں۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۲۰۹۔ ۲۱۰)۔ اُن ہی صفحات میں یہ اقرار و تفصیل بھی ہے کہ اللہ نے ایک فرشتہ بالکل حضرت علیؑ کی صورت میں پیدا کردیا جس کی زیارت علیؑ کی زیارت قرار دی گئی۔ یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ مثالی تصویریں یا مجسمے اس قدر صحیح تھے کہ آنحضرتؐ نے بار بار اور کئی بار اُن کو علی علیہ السلام ہی سمجھا۔ اور (معاذ اللہ) یہ غلط فہمی اس وقت دور ہوئی اور حقیقت سمجھ میں آئی جب جبرائیل علیہ السلام نے وضاحت فرمائی (ایضاً صفحہ ۲۰۹۔ ۲۱۰) یہی نہیں بلکہ ان احادیث سے یہ تصور بھی پیدا کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ اس معراج میں (معاذ اللہ) نہ انبیاءؑ سے واقف تھے نہ ملائکہ وسماوات کے متعلق پہلے سے کوئی علم رکھتے تھے۔ اور جبرئیلؑ اُن سے زیادہ عالم تھا۔

(۲) ان بیانات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ:۔

اول۔ وہ تمام (شبیھیں)، تصویریں اور مجسمے نیز تابوت وغیرہ بنانا جائز ہیں جن سے زیارت اور وہ تمام مقاصد حاصل ہوسکیں جو ملائکہ کے تھے۔ شرط یہ ہے کہ وہ مثالیں صحیح تصور پیدا کرتی ہوں۔ اس پر شیعوں کا عمل ہے۔

دوم۔ حضرت علیؑ کا وجود مسلسل اور مستقل طور پر سماوات اور ملائکہ کے قیام کے مقامات میں ثابت ہے۔ اور معراج میں دیگر مقاصد کے ساتھ زیارت امیرالمومنینؑ بھی ایک مقصد تھا۔

(۳) وہ سوالات جو ان احادیث نے ڈھکو کے ذمہ عائد کئے ہیں۔

اول۔ کیا اُس فرشتہ کے علاوہ باقی تمام مثالی تصویریں محض فوٹو کی طرح تھیں؟۔ اگر ہاں!۔ تو فوٹو دیکھ کر کوئی جاہل اور سادہ سے سادہ آدمی حتیٰ کہ ڈھکو بھی تصویر کو وہ آدمی نہیں سمجھ سکتا جس کی وہ تصویر ہے۔ پھر یہ بھی بتانا ہوگا کہ وہ مثالی چیزیں کس چیز سے اور کس چیز پر بنائی گئی تھیں؟۔ چونکہ ان دونوں سوالات کا جواب اُن احادیث میں نہیں ہے۔ لہٰذا کیا ہمیں بھی اجازت ہے

کہ تمہاری طرح اِذَا جَاءَ اَلْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَال کہہ کراُن آٹھ مقامات کوکنڈم اور باطل قرار دیدیں؟۔اور کہہ ڈالیں کہ تمہاری محنت ضائع ہوگئی۔تم نے پبلک کودھوکہ دینے کی کوشش کی جسے ہم نے تباہ کردیا۔لیکن ہم نہ وہابی ہیں نہ حدیث کے منکر ہیں۔ہم تو تمہاری اور مجتہدانہ حدیث فہمی کے منکر ومخالف ہیں۔وہ احادیث ہمارے رہنماؤں کی ہیں اُن کا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ہم اُن کا مطلب سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ علیؑ کی ذات ہی نہیں بلکہ ان کی تصویر ومثال وشبیہ ومجسمہ کو بھی محترم ثابت کریں۔

دوم۔پچھلی بحث اور سوالات اور احادیث میں مذکورصورتِ حال سے یہ سوال اُٹھتا ہے۔کہ جب ملائکہ کے لئے حضرت علیؑ کی زیارت کے لئے اُن حضرتؑ کی صورت کا ایک فرشتہ بنایا گیا جو بولتا چالتا اور ذوالفقار سے کرتب بھی دکھاتا تھا۔(اصول اشریعہ صفحہ ۲۱۰)۔(۲)اور عبادت خداوندی کرتا تھا۔تو پھر بتایئے کہ:۔

(۱)مثالی تصویریں کیوں بنائی گئیں؟۔

(۲) کیا وہ بھی مذکورہ فرشتے کی طرح بولتی چالتی وغیرہ تھیں؟۔

(۳) کیوں نہ ہر جگہ ہم شکل فرشتے بنائے گئے؟۔

(۴) کیوں نہ ہر جگہ مثالی تصویریں رکھی گئیں؟۔

(۵)اگرایسا کیا جاتا تو کیا فرق یا خرابی ہوتی؟۔

(۴) قارئین کرام ڈھکو یہ سمجھے تھے، **کہ ہم نے علامہ علی صفدر صاحب کی کتاب کی زد سے محمد حسین ڈھکو کو بچالیا تھا**۔اور اب ہم اُن کے خلاف کبھی قلم نہ اٹھائیں گے۔لہٰذا اُنہوں نے مُقلد ٹائپ کے علماء کو چکر میں ڈالنے کے لئے چند کتابیں لکھ ماریں اور ہر جواب دینے والے کی خوب خبر لی۔اب ہم نے خود کو اُن کے حضور میں پیش کیا ہے تاکہ وہ ہماری خبر لینے میں اپنا علمی پٹارہ پُورا کھول ڈالیں۔ہم **انشاءاللہ موعودہ کتاب میں فضائل آل محمدؐ کی ذیل میں نئے پرانے تمام مجتہدین کا خیال رکھیں گے** ۔اور اس عنوان پر اُن سے قلم رکھوالیں گے۔جوحضرات چاہتے ہیں۔کہ ہماری تصنیفات مارکیٹ میں بھی آئیں وہ ایک ادارہ بنائیں اکاؤنٹ کھولیں اور اپنے سخت انتظام کے ماتحت اشاعت کریں۔ہماری اجازت ہے۔مگرہمیں اطلاع کے علاوہ کوئی مزدوری ومعاوضہ درکار نہیں ہے۔ہمیں تو اس کی بھی احتیاج نہیں کہ ہماری تصنیف کو کوئی اپنے یا کسی کے نام سے شائع کرلے۔ہمیں اعتراض اس پر ضرور ہوگا کہ اگر ہمارے نام پر پبلک کو لوٹا جائے۔ہم نے کبھی قوم کا پیسہ استعمال نہیں کیا نہ کریں گے۔نہ ہم محتاج ہیں نہ ضرورتمند ہیں،خود کماتے ہیں دوسروں کو کمانا سکھاتے ہیں۔لوگوں کو فارغ البال اور خودکفیل بنانے کا پروگرام چلاتے ہیں۔

(۵) حضرت علیؑ معراج میں لائے گئے تھے۔

جس ایک معراج میں حضرت علی علیہ السلام کی عدم موجودگی پر مسٹر ڈھکو نے غلط سلط اور مجتہدانہ ثبوت فراہم کیا ہے اُسی

معراج میں اور ڈھکو کے اُسی انبار میں ذرا سا غور کرنے سے یہ یقین ہو جائے گا کہ جناب مشکل کشا علیہ السلام کی اللہ و رسولؐ کو ضرورت پیش آئی تھی۔ اور اُن کو بہ نفسِ نفیس جلوہ افروز ہونے کے لئے اللہ نے بلایا تھا۔ اور یہ ضرورت مذکورہ مثالی تصویروں یا شبیہوں یا ہم شکل مَلک کی موجودگی کے باوجود پیش آنا یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ حجۃ خدا اُدھر زمین پر اور اِدھر عرش پر بذاتِ خود موجود تھی۔ آیئے مولانا و مقتدانہ کی کتاب سے ایک حدیث پڑھیں۔ جس کے جملوں کو ہم نمبر دے کر لکھتے ہیں تاکہ مقصد کی نشاندہی کے لئے صرف نمبر لکھنا کافی ہو جائے اور دوبارہ عبارت نہ لکھنا پڑے۔

(۶) علامہ کا دھوم دھام سے استقبال مرتضوی کرنا۔

علامہ نے بڑی دھوم دھام سے آنے والی حدیث کے حوالے لکھے۔ یعنی بتایا کہ علامہ اُس حدیث کو حیات القلوب جلد۲ صفحہ ۳۲۱ اور تفسیر البرہان جلد۴ صفحہ ۲۴۷ اور تفسیر الصافی صفحہ ۴۸۱ (جلد کا نمبر علامہ کو معلوم نہیں)۔ سادس یعنی چھٹی جلد (بحار الانوار صفحہ ۵۱۱ تا ۵۱۶) (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۱ پر) سے لکھیں گے۔ ان کتابوں میں سے وہ جس کتاب کی عبارت لکھنا پسند کرتے ہیں وہ فارسی کی کتاب ہے۔ عربی کی کتابوں کے بیان سے خطرہ محسوس ہوا ہے یا کوئی اور مصلحت زیرِ پا ہے۔ بحار الانوار ایک لمبے چوڑے پرانے سائز کی کتاب ہے (اب چھوٹا سائز چھپا ہے مگر حوالہ بڑے سائز سے دیا ہے)۔ اُس کے دو صفحات یعنی صفحہ 511 اور صفحہ 516 کا حوالہ دیا ہے۔ مگر جو عبارت نقل کی ہے وہ ایک سطر سے کم ہے۔ یعنی اِس دھوم دھام میں آپ کی تنقیدی حِس کو معطل کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ لیکن اُن کی بدقسمتی یہ ہے کہ ان کا پالا ہم سے پڑ گیا اور اُدھر وہ مقام مرتضویؑ کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ حدیث پڑھیئے۔

(۷) حدیث پر جبر ثابت ہو رہا ہے

ترجمہ اُردو ڈھکو	فارسی عبارت بقلم ڈھکو
ترجمہ اُردو ڈھکو:۔ "(۱) جناب شیخ طوسی (رح) بسند معتبر از جناب صادق علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے حضرت امیر علیہ السلام سے فرمایا:۔	**فارسی عبارت بقلم ڈھکو:۔** (۱) شیخ طوسی بسندِ معتبر از حضرت صادق روایت کرده است که حضرتِ رسالت پناه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم با حضرت امیر المومنین صلوات اللّٰه علیه گفت:۔
(۲) یا علیؑ خدا نے تجھے __سات__ مقامات پر میرے پاس حاضر کیا۔ تاکہ میں آپ سے مانوس رہوں۔	(۲) یا علیؑ بدرستیکه حق تعالیٰ تُرا حاضر گردانید بامن درهفت (۷) مواطن تا اُنس یا فتم بتو۔
(۳) __اول__ جس شب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جبرئیل نے مجھ سے کہا یا محمدؐ آپ کے بھائی علیؑ کہاں ہیں؟۔	(۳) __اول__ درشبے کہ مرا بآسمان بُردند جبرئیل گفت یا محمدؐ کُجا است برادر تو علیؑ؟۔
(۴) میں نے کہا میں اُن کو زمین میں چھوڑ کر آیا ہوں۔	

(۵) جبرئیل نے کہا کہ دعا کیجئے تا کہ خدا اُن کو لائے ("ازبرائے تو" کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے)۔

(۶) پس جب میں نے دعا کی تو تمہاری مثال میرے پاس موجود تھی۔

(۷) دوم جب مجھے عرش پر لے گئے۔ پھر بدستورِ سابق سوال و جواب اور مثال کا ظہور مذکور ہے۔

(۸) پنجم جب ملاء اعلیٰ میں خدا کے ساتھ مناجات ہوئی تو اُس وقت بھی آپ کی مثال میرے ساتھ تھی۔

(۹) ششم جب میں نے بیت المعمور کا طواف کیا۔ تو آپ کی مثال میرے ساتھ تھی۔

(۱۰) اور جب پیغمبروںؑ نے میری اقتدا میں نماز پڑھی تو اس وقت بھی تیری مثال میرے پیچھے موجود تھی"۔

(۴) گفتم اُورادر زمین گذاشتم۔

(۵) گفت دعا کُن تا خدا اُورابیا ورداز برائے تو۔

(۶) چوں دعا کردم مثالِ ترا باخود دیدم۔

(۷) مرتبہ دوم مرا بعرش بُردند۔

(۸) جبرئیل گفت یا محمدؐ برادر تو کجا است؟۔

(۹) گفتم در زمین گذاشتم۔

(۱۰) گفت خدارا بخوان تا اورابنزدِ تو آورد۔

(۱۱) دعا کردم مثالِ تُرا نزدِ خود دیدم۔

(۱۲) پنجم باحق تعالیٰ در ملاءِ اعلیٰ مناجات کردم مثال تو بامن بودے۔

(۱۳) ششم چوں بیت المعمور را طواف کردم مثال تو بامن بود۔

(۱۴) وچوں پیغمبرانؑ بامن نماز کردند مثالِ تو عقب من بود (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۱)

علامہ نے فارسی عبارت لکھنے کے بعد اور اردو ترجمہ سے پہلے بطور فریب حدیث کی صحیح اور پوری عبارت کی جگہ جو کچھ لکھا وہ بھی دیکھ لیں۔ فرمایا کہ "عربی عبارت یوں ہے۔ فقال لی جبرئیل اَیْنَ اَخُوکَ؟۔ فقلت خَلَفْتُهُ ورائی۔ قال ادع اللّٰہ فَلْیا تِیْکَ فَدَعَوْتُ اللّٰہ فاذا مِثْلُکَ مَعِی"۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۱)۔ یہ سب کچھ لکھ کر اس طرح فخر فرماتے ہیں کہ:۔ "اس سے بڑھ کر بھی اس امر کی مزید وضاحت متصور ہو سکتی ہے؟۔ کہ شب معراج حضرت امیر علیہ السلام بنفس نفیس ہمراہ پیغمبر نہ تھے۔ بلکہ ان کی مثال وہاں تھی۔ اور آپ بطور حجت خدا زمین میں جلوہ افروز تھے"۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۱)

(۸) مسٹر ڈھکو اور ان کے فریب کا پوسٹ مارٹم

(الف) قارئین ہمیں اجازت دیں کہ ہم محمد حسین مجتہد کو مجتہدانہ اصول اور ٹیکنیک (Technique) سے مرصع جواب دیں۔ جواب سے پہلے یہ بتائیں کہ جب آپ گنتی گنتے ہیں تو ایک، دو، کے بعد غالباً تین (۳) کہتے ہیں۔ لیکن اس حدیث میں اول کے بعد دوم کہہ کر ایک دم پنجم کہہ دیا گیا ہے۔ یعنی گنتی میں دو کے بعد پانچ ڈھکوی فریب وفلسفہ میں صحیح ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ ڈھکو یہ بتائے بغیر کہ نمبر تین اور چار کہاں گئے، دبے پاؤں گذر گئے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ حدیث میں سات مرتبہ

حضرت علیؑ یا ان کی مثال کے ملنے کا ذکر شروع کر کے کیا رسولؐ اللہ (معاذ اللہ) بھول گئے جو دو بار درمیانی ملاقاتوں کی تفصیل نہ بتا سکے۔ چونکہ یہ نمبر اول دوم اور پنجم وغیرہ اصلی حدیث میں نہیں ہوسکتے۔ یہ تو کسی فارسی دان شخص نے لکھے ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ اس حدیث کا (۲/۷) حصہ غائب ہے۔ پھر عربی کی اصل عبارت بھی پوری موجود نہیں اور وہ یقیناً (۴/۷) سے زیادہ غائب ہے۔ کیا ایسی حدیث آج تک یعنی گیارہ سو سال میں کسی مجتہد نے اپنے خلاف قبول کی ہے؟ جو ڈھکو یہ امید رکھیں کہ یہ قابل فخر جواب ہوگیا اور اب حضرت علیؑ کی (معاذ اللہ) معراج سے غیر حاضری ثابت ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا؟ ڈھکو کو بتا دو کہ تمہارے قلم سے لکھی ہوئی یہ حدیث نامکمل ہے۔ اس میں تم نے یا کسی اور نے خرد برد کی ہے۔ آئندہ حدیث میں خیانت سے باز رہو۔ ڈھکو نے حدیث میں یعنی فارسی عبارت کے ترجمہ میں بھی خیانت کی ہے۔ کمی بھی کی ہے اور اضافہ بھی کیا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے بیان میں بددیانت ہیں اس لئے ان کا یہ غلط بیان رد کیا جاتا ہے۔

(ب) حدیث کے مفہوم کو سمجھنے کا ایک طریقہ

یہاں ناظرین کے سامنے حدیث کو سمجھنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ بیان کرتے ہیں۔ نہایت صحیح تفہیم کے لئے یہ ضروری ہے کہ محمدؐ و آل محمدؑ اور قرآن کریم کے مرکزی تصور کو سامنے رکھا جائے اور آیت ہو یا حدیث اس کا ترجمہ یا تفہیم اس طرح کی جائے کہ پورا قرآن اور تمام احادیث آپ کے ترجمہ اور تفہیم کے خلاف چشم نمائی نہ کریں بلکہ وہ قرآن و حدیث کے مجموعی تصور سے ہمنوا ہو۔ کم علم لوگوں کے لئے اسی طریقہ کو جزوی حیثیت سے استعمال کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیت یا حدیث زیر بحث کا مرکزی تصور سامنے رکھ کر اس طرح ترجمہ و تفہیم کی جائے کہ یہ مرکزی تصور برابر برقرار رہے اور کوئی بات اس آیت یا حدیث میں اس کے مرکزی تصور کے خلاف نہ آنے پائے۔ ورنہ وہ بات غلط ہوگی یا مرکزی تصور غلط ہوگا۔ اب مترجم کو چاہئے کہ وہ مرکزی تصور کو تبدیل کرے یا اس بات کو تبدیل کرے جو مرکزی تصور کو مجروح کرتی ہے۔ ایسا کرنے میں یہ دیکھے کہ اس کی اپنی قرآنی اور حدیثی معلومات کس چیز کے حق میں ہیں اور کس بات کو یا کس مرکزی تصور کو اختیار کرنے میں خدا اور رسولؐ کی عظمت برقرار رہتی ہے۔ یہ بات سختی سے نوٹ کریں اور کبھی نہ بھولیں کہ آپکی اپنی ذاتی یا جماعتی یا قومی رائے اور مصلحت کسی حیثیت سے اور کسی مقدار میں نتیجہ یا ترتیبِ عمل پر اثر انداز نہ ہو۔ ہر رُخ ہر معیار ہر فیصلہ آیت یا حدیث کے الفاظ کی دلالتِ التزامی سے اختیار یا مقرر کیا جائے۔ ورنہ یہ طریقہ اجتہاد بن جائے گا جو حرام ہے۔ آیئے اب حدیث کا مرکزی تصور سامنے رکھتے ہیں۔

ا۔ حدیث کا مرکزی تصور معراج ہے

معراج کا حال سناتے ہوئے آنحضرتؐ کا مرکزی تصور حضرت علیؑ کو یہ بتانا ہے کہ سات مرتبہ معراج کے دوران اللہ نے تم سے میری ملاقات کرائی تھی۔ مسٹر ڈھکو کہتے ہیں کہ اس ملاقات کا مرکزی تصور یہ بتانا ہے کہ معراج میں حضرت علیؑ سے بنفس

نفیس ملاقات نہیں ہوئی بلکہ حضرت علیؑ زمین پر رہے اور اللہ نے ان کی مثال سے رسولؐ اللہ کی ملاقات کرائی تھی ۔لہٰذا قارئین مسٹر ڈھکو کے مسلک کو مرکزی تصور مان کر حدیث کو از سرنو اس طرح سامنے رکھیں کہ ڈھکو کا تصور مجروح نہ ہونے پائے ۔

۲۔حدیث ڈھکو کے مرکزی تصور کے ثبوت میں ہے یا نہیں؟

جملہ نمبر ا یہ نہیں بتاتا کہ رسولؐ اللہ حضرت علیؑ کو ان کی مثال سے سات بار ملاقات کی اطلاع دینا چاہتے ہیں ۔اس کے خلاف یہ فرمایا ہے کہ یا علیؑ خدا نے دوران معراج سات مرتبہ اور سات مقامات پر آپ کو بنفس نفیس میرے پاس اس لئے حاضر کیا تھا کہ میرا دل بہلے اور میں غیر مانوس ماحول میں تمہاری ہمراہی کی بنا پر دل جمعی سے معراج کے فرائض انجام دوں ظاہر ہے کہ جس غرض سے خدا نے حضرت علیؑ کو حاضر کیا وہ غرض ضائع نہ ہوئی ہوگی ، بلکہ باتیں ہوئی ہوں گی ۔ ہاتھ ملایا ہوگا۔خوف کے عالم میں تسلی دی ہوگی ،گھبرانے نہ دیا ہوگا ،اور یہ سب کام مثال کے لئے نہ مذکور ہیں نہ وہ یہ جذباتی تقاضہ پورا کرسکتی تھی ۔انسیت فراہم کرنا حساس انسان کا کام ہے نہ کہ تصویر وشبیہ کا ۔لہٰذا ڈھکو کا تصور پہلے ہی قدم پر منہ کے بل گر جاتا ہے ۔اور اگر اس تصور کو بحال رکھا جائے تو رسولؐ اللہ کے الفاظ کو معاذ اللہ غلط قرار دے کر یوں کہنا پڑے گا ، کہ یا علیؑ اللہ نے معراج کے دوران سات مقامات پر تمہاری مثال سے میری ملاقات کرائی تھی ۔ قارئین چاہیں تو رسولؐ اللہ کے الفاظ تبدیل کرلیں ،مگر یہ مان لیں کہ علامہ ڈھکو کا مرکزی تصور تقاضہ کرتا ہے کہ رسولؐ اللہ کے یا حدیث کے الفاظ کو بدل دیا جائے ۔یعنی رسولؐ نے (معاذ اللہ) غلط کہا مگر ڈھکو صحیح فرماتے ہیں ۔

۳۔حضرت جبرئیلؑ رسولؐ کی تنہائی کا تدارک کرتے ہیں

تیسرا جملہ اگر حضرت علیؑ کی جگہ ان کی مثالوں سے متعلق ہے ،تو سراسر غلط ہے ۔اس لئے کہ جناب جبرئیلؑ یقیناً جانتے ہیں کہ آسمانوں پر جگہ جگہ حضرت علیؑ کی مثالیں موجود ہیں ، اور محض زیارت کے لئے موجود ہیں ۔چنانچہ خود ہی کوئی مثال دکھادیتے ۔اللہ سے دعا کرانے کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علیؑ کے لئے ان مثالی تصویروں کو دیکھنے کی ممانعت تھی ۔ پھر وہ یہ نہیں کہتے کہ یا رسولؐ اللہ آپ کے بھائی کی مثال یا شبیہ کہاں ہے ۔وہ تو حضرت علیؑ کے نفس نفیس کے ذاتی وجود کی بات کررہے ہیں اور رسولؐ اللہ نے ان کے سوال کو ذاتِ مرتضویؑ کے متعلق صحیح سمجھ کر صحیح جواب دیا کہ حضرت علیؑ کو میں نے زمین پر چھوڑا تھا ۔اس جواب سے ثابت ہوا کہ جس وقت رسولؐ اللہ معراج کے لئے روانہ ہوئے تو علیؑ مدینہ میں تھے ۔انہیں ظاہری طور پر کیا علم کہ اللہ اور علیؑ اور جبرئیلؑ کے مابین اس دوران کیا طے پایا ؟ ۔ بہر حال حضرت جبرئیلؑ یہ مشورہ دیتے ہیں کہ حضورؐ اللہ سے یہ دعا کریں کہ میرے بھائی علیؑ کو بذاتہٖ یا بنفس نفیس میرے پاس لادو ۔چنانچہ حضرت علیؑ موجود تھے ۔ورنہ پھر رسولؐ یا حدیث کے الفاظ کو غلط کہہ کر یوں اصلاح کیجئے کہ یا محمدؐ آپ کے بھائی کی مثالی تصویر کہاں ہے؟ ۔ بھیا جبرئیلؑ میں نے علیؑ کی مثال کو زمین پر

چھوڑا تھا۔اس کے بعد جبرئیل نے مشورہ دیا کہ یا محمدؐ خدا سے دعا کرو کہ وہ آپؐ کو آپؐ کے بھائی علیؑ کی مثالی تصویر سے ملاقات کرادے۔رسولؐ اللہ نے دعا کی اور رسولؐ اللہ کی دعا جائز بھی تھی۔اور رسولؐ خدا مستجاب الدعوات بھی تھے۔آپ کی دعا کو اللہ نے لفظ بلفظ من وعن پورا کر دیا۔اور جو مانگا تھا وہ دے دیا۔یعنی حضرت علیؑ کی مثالی تصویر طلب کی تھی،وہ حاضر خدمت کر دی گئی۔اسی لئے رسولؐ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ جناب عالی میں نے دعا تو اپنے بھائی علیؑ ابن ابیطالبؑ کو حاضر کرنے کے لئے کی تھی۔یہ کیا گڑ بڑ ہے کہ مجھے مثالی تصویر سے بہلایا جا رہا ہے۔یہ تو نہ میرا بھائی ہے نہ علیؑ ہے نہ میں نے مثالی شبیہ کی دعا مانگی تھی۔

یہ تھا جناب ڈھکو کے مرکزی تصور کا تقاضہ جو جملہ نمبر۱۱ سے اخذ کیا گیا تھا۔ہمارے اس بیان میں جملہ نمبر گیارہ کو صحیح ثابت کیا گیا ہے اور اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے آٹھ جملوں (۳ تا ۱۰) میں کافرانہ تبدیلی کرنا پڑی ہے۔تب جا کر گیارہواں جملہ یا ڈھکو کا مرکزی تصور صحیح ثابت ہوتا ہے۔یعنی اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ نے محمدؐ سے علیؑ کی نہیں بلکہ علیؑ کی شبیہ یا مثال سے ملاقات کرائی تھی تو دو میں سے ایک کفر کرنا پڑتا ہے۔یعنی

اول۔اگر یہ مانیں کہ اللہ نے رسولؐ کی دعا پوری کی یا قبول کی یعنی علیؑ کی مثال حاضر کر دی تو رسولؐ اللہ کی دعا کے الفاظ اور ان کے مقصد اور جبرئیلؑ کے الفاظ اور مشورہ کو غلط ماننا پڑتا ہے۔ورنہ

دوم۔یہ ماننا پڑتا ہے کہ رسولؐ اللہ کی دعا اور مقصد اور جبرئیلؑ کا مشورہ تو صحیح تھا مگر اللہ نے دیکھا کہ جناب حجۃ اللہ مرجع الاسلام حضرت مولانا محمد حسین صاحب مجتہد العصر والزمان لٹھ لئے کھڑے ہیں،اور فرما رہے ہیں کہ اللہ میاں آپ نے غیر خدا کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر اولین مجتہد اور اس کے تصورات کے خلاف فیصلہ کیا تھا جس کے نتیجہ میں دنیا اسلام کے خلاف انسانوں اور بتوں کو سجدے کرتی رہی۔اور نظام اجتہاد نے آدمؑ اور آدمی کو سجدہ نہ کرنا منوا کر چھوڑا۔تیرا منشاء ناکام ہوا اور اب انبیاء اور آدمؑ اور یوسفؑ والا سجدہ شرک مانا جا رہا ہے۔اب اصول الشریعہ کے خلاف یہ غضب نہ کر ڈالنا کہ محمدؐ کی محبت کے چکر میں پھنس کر حجۃ خدا سے زمین کو خالی کر دو۔ورنہ یاد رکھو کہ ہمارے یار دوست وہ اسکیم بنائیں گے کہ اسلام میں محمدؐ و علیؑ کو جدا جدا اور دور دور رکھنا لازم ہو جائے گا۔چنانچہ لٹھ بند شریعت مدار کی رضا مندی بھی ضروری تھی اور خاطر محبوبؐ بھی منظور تھی۔لہٰذا یہ ترکیب کی گئی کہ علیؑ کو زمین پر رکھا اور ہو بہو ایک عدد مثالی دھوکہ سامنے رکھ دیا گیا۔

"رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی"۔

قارئین بتائیں کہ وہ کونسا کفر اختیار کرنا پسند کرتے ہیں؟۔میرا تو یہی ایمان و تحقیق ہے اور اسی میں کفر سے نجات ہے کہ اللہ و رسولؐ کو معاذ اللہ غلط کار سمجھنے کے بجائے مسٹر ڈھکو کو غلط کار قرار دینا زیادہ بہتر ہے۔پھر تمام انسان متفق ہیں کہ مسٹر اور ملاّ دونوں سے غلطی ممکن ہے۔اور ایک کروڑ خطا کار یا خاطی انسان مل کر بھی مع علماء و مجتہدین کے معصومؑ نہیں ہو سکتے۔یعنی

انسانوں کا متفقہ یا اجماعی فیصلہ بھی غلط ہوسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مذہب شیعہ میں اجماع کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہے نہ کثرت الرّائے کو جائز سمجھا جاتا ہے البتہ مجتہداور نظام اجتہاد کثرت اور اجماع کو قرآن وحدیث کے احکام کو معطل کرنے منسوخ کرنے تک آگے بڑھاتے ہیں۔وہ چند ماہرین کا اجماع ہی تھا جس سے اہلبیتؑ کو قرآنی حقوق سے محروم کیا گیا تھا۔اور ذرا دیر بعد ڈھکو کے بیانات میں اجماعی فیصلوں کا فخریہ تذکرہ ہونے والا ہے۔

۴۔جبرئیل بہرحال ڈھکو کے فریب میں نہیں آتے

آپ نے دیکھا تھا کہ جناب جبرئیل علیہ السلام نے اگر یہ دیکھا ہوتا کہ اللہ نے پہلی دعا پر حضرت علیؑ کے بجائے حضرت علیؑ کی مثالی تصویر پیش کی تھی تو ہرگز دوبارہ یہ نہ کہتے کہ :۔

جبرئیل گفت خدارا بخوان تا اُورا بنزد تو آورد (فارسی جملہ نمبر۱۰)

جبرئیلؑ نے کہا کہ''خدا کو متوجہ کروتا کہ تمہارے بھائی علیؑ کو تمہارے پاس لائے۔'' بلکہ یہ کہتے کہ تم پھر خدا سے دعا کرو کہ وہ تمہارے بھائی علیؑ کی مثال تمہارے پاس لائے۔لہٰذا جناب جبرئیل کا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ ہر دفعہ خدا رسوؐل کی دعا قبول کرتا ہے اور حضرت علیؑ بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں۔اور کمال بالائے کمال یہ ہے کہ ہر دفعہ رسوؐل کی دعا کے خلاف علیؑ کی مثال دکھائی جارہی ہے اور ایک دفعہ بھی آنحضرتؐ پلٹ کر جبرئیل علیہ السلام سے یہ نہیں کہتے کہ بندہ خدا، خدا نہیں چاہتا کہ علیؑ کو میرے پاس لائے۔مثال پر مثال دے کر بتارہا ہے کہ علیؑ کو بنفس نفیس لانا مصلحت دین نہیں ہے۔تم پھر بھی ہر بار یہ سوال اٹھائے چلے جاتے ہواور ہر دفعہ علیؑ بذاتہٖ بلانے کی دعا کرانے پر اصرار و تکرار کررہے ہو۔اور یہ نہیں کہتے کہ اچھا مثال لانے کی دعا کرلو۔چونکہ ایسا نہیں ہوا کہ مثال لائی گئی ہو بلکہ جبرئیلؑ اور رسولؐ دونوں ہر دفعہ حضرت علیؑ کو اپنی آن بان شان کے ساتھ بنفس نفیس آتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ان کی صحبت سے محظوظ ہوتے ہیں۔اس لئے دوران معراج برابر سات مرتبہ خدا سے یہی دعا کرتے ہیں۔ورنہ بور ہوجاتے۔

مگر بات یہ ہے کہ دال میں کالا ہے۔حضرت علیؑ کو بلانے کا مشورہ دیا جاتا ہے ان ہی کے بلانے کی دعا کی جاتی ہے۔ اللہ ان ہی کو بنفس نفیس بھیجتا ہے۔مگر کہیں چھپے ہوئے مجتہد صاحب ابلیسی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور قرآن کریم کی اطلاع کے مطابق جبرئیلؑ، محمدؐ اور اللہ کے خلاف ایک تمنا کررہے تھے۔(۲۲/۵۱ سورہ حج)اور اس فکر میں تھے کہ معراج کے بیانات میں سے وہ الفاظ تلاش کرکے الگ کرلئے جائیں جن پر اجتہاد کے ذریعہ ابلیسی مذہب اور تصوراتِ طاغوتی کی تعمیر ہوسکے۔چنانچہ اس گروہ نے اس حدیث میں غور کیا اور ابتدائی بیان کے پہلے دس جملوں کو قطعاً نظر انداز کرکے اپنا مرکزی تصور گیارہویں جملے کو بنایا۔پھر حدیث میں سے (۳/۴) تین چوتھائی حقائق کو غائب کیا خود ڈھکو صاحب ترجمہ کرتے کرتے ایک دم اکھڑ گئے۔

اورجس قدر حدیث بچی تھی اس کا ترجمہ بھی پورا نہ کیا بلکہ یہ کہہ کر اپنے مقصد پر جھک پڑے کہ:۔

''دوم جب مجھے عرش پر لے گئے۔ پھر بدستور سابق سوال وجواب اور مثال کا ظہور مذکور ہے''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۱)۔

ہم ان کی نیت پر شبہ نہ کرتے اگر وہ یہاں ترجمہ ختم کر دیتے۔ اس لئے کہ اس کے بعد واقعی کوئی نئی بات نہیں ہوئی۔ سوال وجواب ہوئے اور مثال کا ظہور ہوا۔ مگر ڈھکو صاحب اپنے مقصد پر زور ڈالنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہاں دبے پاؤں گذرے کہ یہ محسوس نہ کرلیا جائے کہ دوم کے **بعد سوم اور سوم کے بعد چہارم** بیانات حدیث میں سے غائب کئے جا چکے ہیں۔ اور یہ کہ ڈھکو جی دال میں کالا ملا رہے ہیں۔ لہٰذا شیطانی گروہ نے گیارہویں جملہ سے مثال کا تذکرہ شروع کیا۔ اور نہایت بے ہنگم طریقہ پر لفظ مثال کی آڑ میں مرکزی تصور کو بدلنا چاہا مگر جیسا کہ قران کی مذکورہ آیت میں معصوم انتظام کا ذکر ہوا ہے، یہ مردود لوگ حدیث کے مرکزی اور اولین تصور میں دخل انداز نہ ہو سکے۔ ہم یہ حکم لگانے میں محمدؐ وآل محمدؐ کا خوف محسوس کرتے ہیں کہ لفظ مثال بعد میں داخل کیا گیا ہے۔ ہم حدیث کے الفاظ میں ردوبدل پر لب کشائی بھی غلط سمجھتے ہیں۔ اور چاہا کرتے ہیں کہ حدیث اور راوی میں عیب نکال کر دامن نہ چھڑایا جائے۔ جیسا کہ مجتہدین بلا تکلف یہ سب کام کرتے ہیں۔

(۱) حدیث گھڑی ہوئی ہے غلط ہے۔(۲) راوی کمزور وضعیف ومجہول ہے۔(۳) الفاظ میں احتمال ہے۔ (۴) تعارض ہے۔(۵) حدیث میں آنحضرتؐ یا معصومین علیہم السلام کے حقیقی الفاظ کی جگہ راوی نے اپنے الفاظ رکھے ہیں۔ یعنی حدیث بالمعنی ہے۔(۶) حدیث میں کمی اور اضافہ ہوا ہے۔(۷) حدیث کا راوی سنی ہے۔ شیعہ ہے۔ خارجی ہے۔ کم عمر ہے۔ یا یہ کہ (۸)۔ حدیث کی کتاب معتبر نہیں ہے۔ ہم ان تمام چیزوں سے ہٹ کر حدیث کے متن (Contents) کو دیکھتے ہیں اور پھر وہ سلوک کرتے ہیں جو احادیث میں معصومینؑ نے بتایا ہے۔ لہٰذا حدیث زیر بحث کے اپنے اولین دس جملوں میں اور جناب جبرئیلؑ کے سات عدد مشوروں میں اور رسول اللہؐ کی سات مرتبہ دعا میں مرکزی تصور موجود ہے۔ اسی مرکزی تصور کو حکماً بحال رکھنا پڑے گا۔ اس کے خلاف تصور ایک قدم بھی نہ چلا ہے نہ چلے گا۔ رہ گیا لفظ مثل یا مثال؟ ان سے کوئی اثر مرکزی تصور پر نہیں پڑتا وہ ہر حال میں بحال رہتا ہے۔

(ج) لفظ مثال مومن کے ایمان میں اضافہ کرتا ہے

مجتہد اور نظام اجتہاد کے بیانات میں کوئی ایسا بیان ناممکن ہے جس میں وہ کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی مقدار میں آنحضرتؐ کو بعض حقائق سے (معاذ اللہ) جاہل ثابت نہ کریں۔ ان کا یہ کہنا کہ قرآن چالیس سال کی عمر ہو جانے کے بعد نازل ہوا۔ فلاں آیت فلاں وقت نازل ہوئی اس لئے ہے کہ ایسا زمانہ ثابت کیا جائے جس میں رسول اللہؐ قرآن سے ناواقف تھے۔ معراج کے قصوں میں جو مجتہدین کا مرکزی مقصد ہے اور جس کی وجہ سے انہوں نے معراج کا اقرار کیا ہے وہ یہی ہے کہ جگہ جگہ آنحضرتؐ کی

ناواقفیت کا ڈھنڈورا پیٹا جائے۔ خود اسی زیرِ نظر حدیث میں آنحضرتؐ کی لاعلمی کو بلا تکلف بیان کیا ہے۔ مثلاً آنحضرتؐ نہ عرش سے واقف تھے نہ کبھی سدرۃ المنتہیٰ دیکھا تھا، جگہ جگہ جبرئیلؑ سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ یہ کون ہے؟ اور حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے والا جبرئیلؑ، وہ جبرئیلؑ جس نے تمام ملائکہؑ کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی اعلمیت کا اقرار کیا تھا۔ جگہ جگہ اور طرح طرح آنحضرتؐ کے علم میں معاذ اللہ اضافہ کرتا جاتا ہے۔ قرآن کے ترجموں میں شیعہ سنی دونوں تراجم میں عَـلَّـمَـهٗ شَـدِیْدُ الْقُوٰی (۵۳/۵) کی آڑ میں حضرت جبرئیل کو رسولؐ کا معلم بتایا ہے۔ یہ بحثیں تفصیل سے گذری ہیں اور موعودہ کتاب میں بھی آئیں گی یہاں تو یہ کہنا ہے کہ مجتہد کے لئے اس قدر جواب کافی ہے کہ رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ کو سات مرتبہ بنفس نفیس دیکھا مگر اس لئے حقیقت پر محمول نہ کیا کہ وہ جنابؐ حضرت علیؑ کو زمین پر چھوڑ کر گئے تھے یا یہ کہ دشمنانِ اسلام کو علیؑ کی آڑ میں اسلام کی تکذیب کا موقعہ نہ دینے کے لئے مثال فرما دیا یا یہ کہ حقیقت کے سمجھنے میں ان سے (معاذ اللہ) غلطی ہوگئی۔ یہ اور اس قسم کے سینکڑوں جوابات مجتہدین کو خود اپنے خود ساختہ قواعد کے ماتحت قبول کرنا پڑیں گے۔ مجتہد اور نظام اجتہاد انبیاءؑ اور خود رسولؐ اللہ سے بھول چوک اور غلطی کا امکان مانتا ہے ترکِ اولیٰ پر تو ان کا اجماع ہے لیکن ہم حقیقی شیعہ ہیں۔ ہم آنحضرتؐ اور آئمہ علیہم السلام سے جہالت اور خطا ولغزش کی نفی کرتے ہیں۔ وہ ہمارے نزدیک کیا ہیں؟ جلد سامنے آنے والا ہے جلدی ہو تو ہماری کتاب ـ ''عظمتِ رسولؐ قرآن کی نظر میں''۔ ملاحظہ فرمائیں۔ لہٰذا ہم ایک فطری، شرعی اور صورت حال کے مطابق جواب دیں گے۔ ہم سے جواب میں غلطی اور کمزوری باقی رہ سکتی ہے اس لئے کہ ہم خاطی ہیں۔ اس لئے کہ ہم پینسٹھ سال کی عمر میں بھی طالب علم ہیں مگر ہماری نیت بخیر ہے۔ بعد میں آنے والے اس سے اچھا جواب دیں گے اور ہم معافی کی امید پر زندہ ہیں۔

(د) معراج ایک معجزہ ہے اور علیؑ اس سے بھی بڑا معجزہ ہے

قرآن اور تمام مسلمان تو مانتے ہی ہیں تعجب یہ ہے کہ مسٹر ڈھکو بھی مانتے اور لکھتے ہیں کہ:۔

(i)۔''یہ (معراج کی) سیر کیوں کرائی؟ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (۱۷/۱) تاکہ ہم ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں''۔

(ii) لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی (۵۳/۱۸) بے شک انہوں نے پروردگار کی نشانیوں میں سے بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

ترجمہ مقبول (اصول الشریعہ صفحہ ۲۰۷۔۲۰۸) لہٰذا قرآن، تمام مسلمانوں اور ڈھکو کی گواہی کے ساتھ معراج کی سمٹی ہوئی غرض وغایت یہ ہے کہ آنحضرتؐ کو اللہ کی بڑی سے بڑی آیات کا مشاہدہ آنکھوں سے کرادے۔

مسٹر ڈھکو اس بات سے اسی حد تک متفق ہوئے ہیں جس حد تک جانے سے ان کی حضرت علیؑ سے دشمنی ثابت ہو سکے۔ یعنی انہوں نے ان آیات (۱۷/۱، ۵۳/۱۸) کو اس غرض سے لکھا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کے عرش پر دورانِ معراج موجود ہونے کی نفی دکھائیں چنانچہ انہوں نے اپنی ناصبیت کے ثبوت میں فرمایا ہے کہ:۔

(iii)۔ ''ان آیاتِ مبارکہ سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ معراج پر جانے والے ایک ہی بزرگ تھے۔ اگر ان کے ہمراہ جناب امیر علیہ السلام بھی ہوتے تو پھر یہ واحد کے صیغے اور واحد کی ضمیریں استعمال نہ کی جاتیں۔ بلکہ ان کے بجائے تثنیہ یا جمع کے صیغے اور ضمیریں لائی جاتیں۔ مگر اس کی طرف تو کوئی اشارہ بھی نہیں ملتا''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۲۰۸)

قارئین نے دیکھا کہ جناب مجتہد نے قرآن کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ وہ جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کو معراج سے محروم اور رسولؐ سے جدا کر سکیں۔ ہم مسٹر ڈھکو کی ضمیر اور قلبی کیفیات تو اپنی موعودہ کتاب میں دکھائیں گے۔ یہاں تو ان کا منکر حدیث اور کاذب ہونا دکھایا جا رہا ہے۔

(IV) ڈھکو نے خود کو بددیانت اور دشمنِ محمدؐ و آلِ محمدؐ ثابت کر دیا

قارئین ہمیں اس یتیم عقل پر رحم آ رہا ہے مگر کیا کریں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی عزت و احترام و فضیلت ایک طرف ہے اور ڈھکو کی خستہ حالت، چوری، جھوٹ وغیرہ دوسری طرف ہے۔ آیئے پلٹ کر دیکھئے کہ اُس نے مندرجہ بالا آیات کا ترجمہ لکھ کر بریکٹ میں (ترجمہ مقبول) بھی لکھ دیا ہے۔ اور اس ایک غلطی سے مندرجہ بالا تمام جرائم ایک جگہ ثابت ہو گئے۔ اگر واقعی اس نے آیات (۱/۱۷، ۵۳/۱۸) مقبول احمد صاحب کے قرآن کو پڑھ کر وہاں سے ترجمہ نقل کیا تھا۔ تو اُس نے ضرور وہاں لفظ رای پر موٹا سارا نمبر۲ بھی دیکھا ہوگا۔ (لَقَدْرَاٰی ۲ ۔ مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی) مگر وہ قران کا حوالہ تو دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہاں اُسے واحد کی ضمیریں مل گئیں لیکن یہ دشمن علیؑ وہ حدیث قبول نہیں کرتا جو مقبول احمد صاحب مرحوم اُس آیت (۵۳/۱۸) کی تفسیر میں کافی سے لکھتے ہیں۔ آپ مقبول احمدؐ صاحب کا ترجمہ اٹھائیں اور دیکھیں کہ اُس میں صفحہ ۸۴۰ کا حاشیہ اُس حدیث سے لبریز ہے۔ اور کمزور سے کمزور نظر والے شخص کو بھی نظر آتا ہے۔ پھر یہ بددیانت شخص جانتا ہے کہ ہر شیعہ خواہ عالم ہو یا جاہل ہو کو قرآن کی آیات کی وہ تفسیر بیان کرنا اور قبول کرنا لازم ہے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ نے بیان کی ہو۔ اور جہاں معصومؑ تفسیر اس کی دست رس سے باہر ہو وہاں وہ مقاصدِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو برقرار رکھتے ہوئے تفسیر کرے۔ لہٰذا اُس نے عمداً سوچ سمجھ کر اُس تفسیر سے گریز کیا اور یہ جرم اُسے مذہب اہل بیتؑ سے خارج کرنے کے لئے کافی ہے۔

پھر اُس بددیانت نے جو حدیث بقول اپنے حیات القلوب۔ تفسیر جواہر القرآن اور بحار الانوار وغیرہ سے تلاش کر کے آدھی سے کم لکھی اور عمداً سوچ سمجھ کر حدیث کے مضمون میں خیانت کی وہ پوری کی پوری اسی مقبول ترجمہ کے حاشیہ پر اسے ملی مگر وہاں سے اسے نقل نہ کیا تا کہ کسی طرح اس کا باطل مقصد ثابت ہو جائے۔ یہ عمداً سوچ سمجھ کر چوری اور فریب سازی تھی۔ آیئے اب وہ حدیث ملاحظہ ہو جو زیر بحث چلی آ رہی ہے تا کہ ہمارا جواب ہمارے لئے مزید آسان ہو جائے۔

(7) وہ حدیث جس کا ڈھکونے گلا گھونٹا تھا

مذکورہ آیت (۵۳/۱۸) پر حاشیہ نمبر ۲ دے کر مقبول صاحب نے لکھا ہے کہ "لَقَدْرَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی کافی میں جناب امیرؑ المومنین سے منقول ہے کہ: عن ابی جعفر علیه السلام قال : كان امير المومنين عليه السلام يقول مَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ آيَةٌ هِيَ اَكْبَرُ مِنِّيْ ۔ کافی ۔ كتاب الحجة باب اِنَّ الايات التی ذکرها الله فی کتابه هم الائمةؑ خداتعالیٰ کی کوئی آیت (نشانی) مجھ سے بڑھ کر نہیں ہے۔ تفسیر قُمّی میں منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضیٰ سے فرمایا کہ اے علیؑ اللہ نے سات موقعوں پر تم کو میری خاص معیّت عطا فرمائی ہے۔ (۲) ان میں سے پہلا موقعہ وہ ہے۔ کہ جس رات مجھے پہلی دفعہ آسمان پر لے گئے۔ تو جبرئیلؑ امین نے مجھ سے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ آپ کے بھائی کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میں ان کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ عرض کی یارسولؐ اللہ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اُنؑ کو آپ کے پاس لے آئے۔ (۳) میں نے دعا کی تو دیکھتا کیا ہوں کہ تمہاری صورت میرے ساتھ موجود ہے۔ اور دیکھتا کیا ہوں کہ فرشتے ہیں کہ صفیں باندھے کھڑے ہیں۔ میں نے کہا کہ اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ فرمایا رسولؐ اللہ ان ہی کے مقابلہ میں خداتعالیٰ قیامت کے دن آپؐ حضرات کے سبب فخر کرے گا۔ (۴) پس میں قریب ہوا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ سب کچھ (تم سے) کہہ دیا۔ (۵) دوسرا موقعہ وہ تھا کہ مجھے دوسری دفعہ آسمان پر لے گئے۔ جبرئیلؑ امین نے مجھ سے پھر پوچھا کہ آپ کے بھائی کہاں ہیں۔ (۶) میں نے کہا میں اُنؑ کو اپنی جگہ خلیفہ کر آیا ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ خداتعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اُنؑ کو آپ کے پاس لے آئے۔ میں نے خدا سے دعا کی تو دیکھتا کیا ہوں کہ تمہاری صورت موجود ہے۔ (۷) اس وقت ساتوں آسمان میرے لئے کھل گئے۔ یہاں تک کہ جو جو اُن میں رہنے والے ہیں اور جتنی اُن میں آبادیاں ہیں۔ اور ایک ایک فرشتہ کا مقام سب میں نے دیکھ لیا۔ (۸) تیسرا موقعہ وہ ہے۔ کہ جب مجھے قوم جن کی طرف بھیجا گیا۔ تو جبرئیلؑ امین نے مجھ سے کہا کہ آپؐ کے بھائیؑ کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میں اُنہیں اپنی جگہ چھوڑ آیا ہوں۔ اُنہوں نے کہا یارسولؐ اللہ آپ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اُنؑ کو آپؐ کے پاس لے آئے۔ میں نے دعا کی دیکھتا کیا ہوں کہ تمہاری صورت میرے ساتھ موجود ہے۔ ۹۔ پس جو کچھ میں نے جنات سے کہا اور جو کچھ انہوں نے مجھے جواب دیا۔ وہ تم نے پورا پورا سنا۔ (۱۰) چوتھا موقعہ وہ ہے کہ لیلۃ القدر میرے اور تمہارے لئے مخصوص کی گئی ہے۔ اور سوائے ہم دونوں کے (اور ہماری خاص اولاد کے) اس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہے۔ (۱۱) پانچواں موقعہ یہ ہے کہ میں نے خداتعالیٰ سے تمہارے بارے میں دعا کی پس اس نے میری خاطر سے تمہارے لئے سوائے نبوّت کے ہر چیز عطا فرمادی۔ نبوّت کے بارے میں یہ ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ یہ میں نے تمہارے لئے مخصوص کی ہے۔ اور تم ہی پر اس کا خاتمہ کردیا ہے۔ (۱۲) چھٹا موقعہ وہ ہے کہ شب معراج جب مجھے آسمان پر لے گئے تو خداتعالیٰ نے کُل انبیاءؑ کو جمع فرمایا۔ اور میں نے امام بن کر اُن سب کو نماز پڑھائی۔

(۱۳)اور تمہاری صورت ٹھیک میرے پیچھے تھی۔۱۴۔اور ساتواں موقعہ یہ ہے کہ گروہوں کی ہلاکت میرے اور تمہارے ہاتھ رکھی ہے۔یہ ان لوگوں کا رد ہے جو معراج کے منکر ہیں''۔(ترجمہ مقبول صفحہ ۸۴۰)

(VI) صحیح حدیث اور ڈھکو پر دوسری نظر

ڈھکو کے بیان اور قرآن کے مطابق معراج کا مقصد اور مرکزی تصور یہ تھا کہ اللہ آنحضرتؐ کو اپنی تمام آیات اور بڑی آیات دکھائے اور **جناب علیؑ مرتضٰی نے فرمایا کہ میں سب سے بڑی آیت ہوں**۔لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ معراج کا مقصد اور مرکزی تصور جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کی مختلف حیثیات کا مظاہرہ تھا اور چونکہ یہ مظاہرہ پوری کائنات کو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔اس لئے آنحضرتؐ کو معراج کرائی گئی کہ وہ جسمانی حیثیت سے بھی حضرت علی علیہ السلام کو سونپے جانے والی عظیم المرتبت ذمہ داری اور قیامت تک **امامت کا دائرہ کار مشاہدہ فرمالیں**۔لہٰذا واحد ہی کی ضمیریں آنا لازم تھا۔اس لئے کہ **مشاہدہ** جس کو کرانا ہے وہ واقعی ایک ہی بزرگؑ تھا۔اور جس کا **مشاہدہ** کرانا تھا اس کو اِن ضمیروں سے الگ رکھنا ضروری تھا اس کو اور وسیع کرلیں۔اس لئے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کافی کے مذکورہ بالا باب کی پہلی حدیث میں قرآن میں استعمال شدہ مخصوص آیات کی تفسیر میں آئمہ علیہم السلام مرادلیا ہے (اَلْاٰیٰتُ ھُمُ الائمۃ) **لہٰذا معراج کا مقصد اور مرکزی تصور تمام آئمہ علیہم السلام کی قدرت وفضیلت وذمہ داریاں دکھانا تھا**۔ڈھکو سے پوچھئے کہ کیا تو اب بھی ایمان نہ لائے گا؟ کیا واحد کی ضمیروں سے حضرت علیؑ اور آئمہ علیہم السلام پر کوئی بُرا اثر پڑتا ہے؟ اب تو مطلب یہ ہوگیا کہ رسولؐ اللہ جہاں جہاں بھی گئے وہاں پر حضرت علیؑ پہلے سے موجود تھے البتہ مجسم صورت میں اُسی وقت نظر آتے تھے جب خدا چاہتا اور رسولؐ درخواست کرتے تھے۔لہٰذا آیات (۱۸،۱۷،۱/۵۳) میں واحد کی ضمیریں ہی ضروری تھیں تاکہ دیکھنے والے اور جلوہ نمائی کرنے والے میں فرق قائم ہو۔ضرورت اور ضرورت مند الگ الگ رہیں۔شاہدؑ ومشہودؑ کی خدا قسم کھا کر یہ بتاتا ہے کہ:۔

> وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ O وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ Oوَشَاھِدٍ وَّمَشْھُوْدٍ Oالَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ Oاِنَّهٗ ھُوَیُبْدِئُ وَیُعِیْدُ Oوَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ Oذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ Oفَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُO (سورہ البروج تیسواں پارہ رکوع نمبر۱۰) 85/1,2,3,9,13,14,15,16

یہ باتیں ان آسمانوں کی ہیں جو جگہ جگہ برجوں سے مزین ہیں اور وعدہ کے دن کے ساتھ ہی ساتھ مشاہدہ کرنے والے اور مشاہدہ میں آنے والے دونوں قابلِ قسم وکائنات بھر کے شاہد ومشہود ہیں۔یہ اس اللہ کی قدرت کا ظہور تھا جس کے لئے سماوات اور زمینوں کی حکومت ہے اور اللہ شاہدؑ اور مشہودؑ اور ہر چیز پر شہید ہے۔اللہ ہی نے انؑ سے ابتداء کی تھی اور انؑ ہی کو بطور اعادہ مجسم حقیقت بنا کر واپس لایا ہے۔وہ اپنی مغفرت اور دوستی کا ثبوت فراہم کرنے والا معزز عرش والا ہے۔اور جو ارادہ کرلیتا ہے اُس کو کر کے چھوڑتا ہے۔اور شاہد ومشہود کی تفسیر میں

مقبول ترجمہ کا حاشیہ بھی شامل کرلیں لکھا ہے کہ:۔

۔''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شاہد سے مراد رسولؐ خدا ہیں اور مشہود سے علی مرتضیٰؑ مراد ہیں''۔(ترجمہ مقبول صفحہ ۹۴۳)

(VII) صحیح حدیث اور ڈھکو پر تیسری نظر

اول۔اس حدیث کا کتنا حصہ ڈھکو اینڈ کمپنی نے غائب کیا تھا قارئین نے اس چوری، بددیانتی اور فریب سازی کو پوری طرح دیکھ لیا ہے۔قارئین یہ نوٹ کریں کہ ہم نے مسٹر ڈھکو پر جتنے الزام و جرائم قائم کیے ہیں، اُن سب پر کئی آیات واحادیث لکھی جاسکتی ہیں اور جو زبان اس کی شان میں استعمال کی ہے وہ اُس قدر گھناؤنی نہیں ہے جو اس نے احسن الفوائد۔ اصول الشریعہ ۔رسالہ وجوب جمعہ اور حُرمت ریش تراشی وغیرہ کتابوں میں علماء کے لئے استعمال کی ہے۔انہوں نے علامہ بروجردی اور محسن حکیم کی بھی رعایت نہیں کی حالانکہ نجف میں اُن سے دستارِ اجتہاد و سند اجتہاد لے کر آنے کے مدعی بھی ہیں۔اُن کی گالیوں کی تفصیلات شیعوں نے کئی کتابوں میں شائع کی ہیں۔

دوم۔مکمل حدیث یہ ثابت کرتی ہے کہ آنحضرتؐ نے سات مختلف مواقع پر حضرت علیؑ کی معیّت بیان کی ہے۔لیکن ڈھکو اینڈ کمپنی نے دھوکہ دینے کے لئے صرف ایک معراج ہی میں اُن ساتوں مواقع کو بتانے کی کوشش کی ہے۔

سوم۔چونکہ ساتوں مواقع پر معیّت بتائی ہے اور ساتوں مواقع معراج ہی میں پیش نہیں آئے لہٰذا حضرت علیؑ کی مثال والا ٹکڑا من گھڑت ہے۔یا یہ ماننا ہوگا کہ جنوں کی طرف جانے کے موقع پر بھی حضرت علیؑ کی مثال سے ملاقات کرائی گئی تھی۔یعنی حجۃ اللہ پوری زمین میں بھی آزاد نہیں ہوتا، اُسے مکہ میں یا مدینہ میں قید رہنا چاہئے؟ پھر شب قدر کا معاملہ بھی زمین ہی کا ہے۔جس طرح جنّات زمین پر رہتے ہیں اس طرح شب قدر ہو یا کوئی اور رات ہو اس کا تعلق بھی زمین والوں سے ہے۔لہٰذا ساتوں مواقع پر جسمانی یا <u>بنفسِ نفیس</u> ایک ہی قسم کی معیّت وملاقات ضروری ہے۔

چہارم۔معراج میں پوری کائنات اور اُس کے تمام حالات اور واقعات جس کو سنائے گئے کیا وہ بے جان مثال ہو سکتی ہے؟ جو آنحضرتؐ کے بالکل پیچھے یعنی مُکبّر کی جگہ اور تمام نمازیوں سے افضل اور وقت آنے پر امام کی جگہ نماز پڑھانے کی جگہ نماز پڑھے کیا اُسے کوئی احمق مثال سمجھ سکتا ہے؟۔

پنجم۔اس حدیث میں دوسری معراج کا اور دوبارہ آسمان پر جانے کا ذکر ہے مگر مجتہد صاحب نے دھوکہ دینے کے لئے سات مختلف مواقع کو ایک ہی معراج میں بدل دیا ہے ۔حالانکہ حدیث میں کہا ہے کہ جب مجھے <u>**دوسری دفعہ**</u> آسمان پر لے گئے۔ مگر ڈھکو ہماری زبان کے علاوہ اور کسی کی زبان نہیں سمجھتے۔ساتواں موقع تو مثال سے اور معراج سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔لوگوں کا نجات پانا اور گمراہی میں ہلاک ہونے کے لئے محمدؐ وعلیؑ برابر کے اور ساتھ ساتھ معیار ہیں۔ یہاں مثال کیا کرے گی۔

ششم ۔ پوری حدیث میں مختلف بصیرت افروز بیانات ہیں مگر ڈھکو نے یہ کہہ کر فریب دیا کہ سوال جواب اور مثال کا ظہور ساری حدیث اور معراج کا حاصل جمع ہے۔

ہفتم ۔ ڈھکو سے دریافت کریں کہ نبوتؐ کے ساتھ امامتؑ کی معیّت میں مثال کیا کرے گی ؟ اور سب سے اہم اور آخری بات کہ پوری حدیث میں کہیں بھی ڈھکو کی مثال نہیں ملتی ۔ بلکہ حضرتؑ کی مجسم صورت بنفس نفیس موجود رہتی اور واقعات دیکھتی حالات سنتی اور رسولؐ کے لئے باعثِ دلبری وتقویت رہتی چلی جاتی ہے۔

(VIII) صحیح حدیث اور ڈھکو پر آخری نظر

شاید قارئین یہ نہ سمجھے ہوں کہ مجتہد اینڈ کمپنی نے حدیث میں نمبر ۳ یعنی تیسرا موقعہ اور چوتھا موقعہ کیوں غائب کیا تھا؟ اور پہلے دوسرے اور پانچویں اور چھٹی وساتویں ملاقات کی تفصیل کیوں چھپائی تھی؟ مرکزی سبب تو وہی ہے کہ نظام اجتہاد نے اسلام کو کفر میں بدلنے کا ابلیسی چیلنج کیا تھا۔ اور اُس کفر تک پہنچانے کے لئے پہلا حربہ یہ ہے کہ نبوت وامامت کو (معاذ اللہ) خاطی قرار دیا جائے۔ ان دونوں کو عام لوگوں کی طرح کے آدمی بنا کر (معاذ اللہ) جاہل ثابت کیا جائے۔ چونکہ پوری حدیث میں تمام آسمانوں کے دروازے کھلنا اور ساری کائنات، ملائکہ اور جنّات اور اُن کے مقامات اور حالات کا علم عطا ہونا لکھا ہے۔ اور اس پر طُرّہ یہ کہ حضرت علیؑ کا موجود ہونا اور تمام علوم وتجربات سے استفادہ کرنا بھی موجود ہے۔ پھر اُن کی امامت میں، شب قدر میں کسی اور کا شریک نہ ہوسکنا بھی نظام اجتہاد کی موت ہے لہٰذا حدیث میں کاٹ تراش ضروری تھی۔ اس لئے کہ مجتہد کسی صورت میں یہ برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوسکتا کہ محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کائنات بھر کی تمام اشیاء اور تمام مخلوقات کی تفصیلی معلومات اور قیامت تک آنے والے حالات وواقعات کا مکمل علم رکھتے ہیں۔ یہ تھا بنیادی سبب کہ ڈھکو اینڈ کمپنی نے اس حدیث اور ایسی دیگر حدیثوں پر اجتہادی جھرلو یا جھاڑو پھرایا ہے۔

(۹) معراج میں علیؑ کی موجودگی حقیقی الفاظ میں

علامہ محمد حسین صاحب مجتہد کی علمیت اور علمی دیانت معلوم ہوچکی اور اُن کی تمام کتابوں اور اُن کے تمام بیانات واقتباسات اور حوالوں کی طرف سے اعتماد اٹھ چکا تو اب یہ دیکھئے اور خود ڈھکو کو دکھایئے کہ اُس حدیث میں یا معراج میں حضرت علی علیہ السلام کی موجودگی کے لئے کیا الفاظ تھے؟ اور کیا مفہوم تھا؟

۔''آنخضرتؐ نے بیان فرمایا تھا کہ جب مجھے آسمانوں کا معراج کرایا گیا تو میں اپنے پالنے والے کے مقصد سے اس قدر کم رہ گیا کہ میرے اور اس کے درمیان قاب قوسین کا یا اس	عن النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم لَمَّا عَرَجَ بِیْ اِلٰی السَّمَآءِ دَنُوتُ مِنْ رَبِّیْ تعالی حتّٰی کان بَیْنِیْ وبَیْنَهٗ قَابَ قوسَیْن اَوْاَدْنٰی فقال لی یا محمدؐ من

سے بھی کم بُعد رہ گیا۔اس کمی کو پوری کرنے کے لئے اللہ نے دریافت فرمایا کہ اے محمدؐ تجھے تمام مخلوقات میں سے

> تحبّ من الخلق ؟ قُلتُ یا ربّ عَلِیًاً قال التفت یا محمدؐ فالتفت عَن یساری فَاِذاً علیؑ بن ابیطالبؑ۔ رواہ قمی

سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔؟ میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار مجھے علیؑ محبوب ہے ارشاد ہوا کہ ذرا التفات میں گنجائش پیدا کرو یعنی صرف جلوؤں میں جذب ہوکر نہ رہ جاؤ۔میں نے اپنے بائیں جانب دیکھا تو علیؑ بن ابی طالبؑ پہلے سے یا فوراً موجود تھے''۔ یہ حدیث ڈھکو نے پڑھی اوراُن سب کتابوں میں موجود ہے جن جن کو وہ جانتے ہیں۔اُن کی مجال نہیں کہ انکار کرسکیں۔اب یہ ملاحظہ ہو کہ لفظ صورت جو زیرنظر اور صحیح حدیث میں استعمال ہوا ہے اُسے راویوں نے کہاں سے اور کیوں لیا اور جہاں اصل الفاظ یا مفہوم اُن کی قوتِ بیان کے قابو میں نہ آیا وہاں استعمال کردیا۔چنانچہ ایک ایسے چکا چوند کردینے والے نظارہ کا ذکر کیا جارہا ہے جہاں حدنظر پر انوار خداوندی شعلہ زن ہیں۔امام محمدؐ باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

۔''اللہ نے محمدؐ کو ان کے مقصد سے یعنی آیات کبریٰ سے اس قدر نزدیک کیا کہ درمیان میں ایک لُولُو اور مرجان سے بنا ہوا کمرہ سارہ گیا جو انوار کے جھمگٹے میں آتش فشاں بنا ہوا تھا۔اُس کے اندر آنخضرتؐ نے ایک صورت دیکھی تو اللہ نے دریافت کیا کہ تمہیں اس صورت سے پہلے ہی تعارف حاصل ہے؟ عرض کیا کہ جی ہاں یہ علیؑ ابن ابیطالبؑ کی

> عن امام محمدؐ باقر علیه السلام ادنی اللّٰه محمدًؐ امنه فلم یکن بینهُ و بینهٖ اِلّا قَفُصٌ لُوء لُوء فیه فراش مِنَ الذهب یتلاء لاء فَارَی صورة فقیل لهؐ یا محمدؐ أَتَعُرَف هذه الصورة قال نعم هذه صورة علیؑ بن ابیطالبؑ۔

صورت ہے۔ہم عرض کرتے ہیں کہ یہی وہ مقام ہے جہاں جانا ناممکن تھا۔اسی مقام سے قاب قوسین اَوْ ادنٰــــی کا فاصلہ برقرار رہا۔اور ظاہر ہے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ اللہ کی سب سے بڑی آیت بن کر وہاں موجود تھے۔اور آنخضرتؐ کو دُور سے علیؑ مرتضٰی کی صورت دکھائی گئی تھی اور لوگوں نے اسی بنا پر علیؑ کو اللہ سمجھا اور یہ بھول گئے کہ علیؑ ہی محمدؐ ہے اور محمدؐ ہی علیؑ ہے اور یہ دونوں اللہ کی مخلوق و مربوب ہیں۔مگر ایسی مخلوق جو ہر ہر حیثیت سے اور ہر ہر صفت میں مظہر خداوندی اور تعارف کا ذریعہ ہے۔چونکہ علیؑ و اولادِ علیؑ قیامت تک اسلام کی ذمہ دار ہے اور قیام ولایتِ مرتضویہؑ مقصدِ انبیاءؑ ہے۔اس لئے وہ فرائض جو آنخضرتؐ کے بعد رہنمایان اسلام پر عائد ہوتے تھے اُن کی خصوصیت اور اہمیت کو دکھانے کے لئے محمدؐ اور علیؑ کو ان کے جسمانی مقام پر الگ الگ دکھانا پڑا ورنہ اُن کا ہر فرد محمدؐ ہے۔اگر آپ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاءؑ اور اوصیاء علیہم السلام کو اوپر سے نیچے تک لکھیں اور اس کے بعد محمدؐ سے علیؑ اور آخری محمدؐ تک مقام دیں تو یہ سمجھ میں آجائیگا کہ اُن میں سے کوئی بھی اپنی حد میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔سب سے پہلے آدمؑ رک جائیں گے۔اسی طرح ایک جگہ آکر محمدؐ رک جائیں گے۔یہاں جو فاصلہ محمدؐ و علیؑ کے جسمانی

فرائض، مراتب اور ذمہ داریوں میں ہے وہ فاصلہ کہیں قاب قوسین یا اس سے کم کہہ کر ظاہر کیا گیا کہیں دوسرے الفاظ لائے گئے۔ گذشتہ حدیث میں سونے کے فرش وفروش لوء لوء ومرجان سے بنا ہوا وہ مرکزی مقام دکھایا گیا ہے جو عرش معلیٰ پر ہے اور جہاں علیؑ اپنی نورانی صورت میں جلوہ افروز ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں جبرئیل علیہ السلام کا گذر نہیں جہاں وحی والہام کی احتیاج نہیں۔ جہاں لوح وقلم برسرکار رہتے ہیں۔ یہی جگہ ہے جہاں سے اللہ نے علیؑ کی زبان میں آنحضرتؐ سے کلام کیا تھا۔ جہاں علیؑ کا لسان اللہ اور جنب اللہ ہونا عملاً دکھایا گیا تھا۔ بتایئے ڈھکو اینڈ کمپنی مقام محمدؐ وآل محمدؐ کو کیسے قبول کرے؟ وہ خطا کاروں کی اسلامی قیادت کا انکار کردیں تو اُن کی مجتہدانہ لیڈری اور قیادت سر پٹخ کر مر جائے گی۔ یہ وجہ ہے کہ وہ محمدؐ وآل محمدؐ کو عام انسانوں کی طرح کا بنا ہوا انسان ثابت کرنے کا فریب دے رہے ہیں۔ ہم اس میدان میں جلد آنے والے ہیں جہاں اُن کی تمام کتابوں اور تصورات اور ان کے باطل مذہب کی دھجیاں بکھیر دیں گے۔ انشاء اللہ والامام علیہ السلام۔

(۱۰) مثل ومثال حقیقی چیز کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے

معراج کے دوران جب حضورؐ کی سواری چوتھے آسمان پر پہنچی تو اذان کے ارکان مکمل ہوگئے اور یہاں نماز کی تیاری شروع ہوئی۔ اور تمام ملائکہ جمع ہوگئے تو آنحضرتؐ کو حکم دیا گیا کہ:۔

اردو	عربی
اے محمدؐ اپنا سر بلند کر کے اوپر دیکھو۔ چنانچہ سر بلند کر کے دیکھا تو آسمانوں کو کھینچ کر ہٹا دیا گیا تھا۔ پردہ اور رکاوٹیں سمیٹ دی گئی تھیں۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ پھر سر بلند کرو اور دیکھو کہ آپ کو کیا کیا نظر آ رہا ہے؟۔ چنانچہ میں نے تمہارا یہ مقام (مکہ) دیکھا اور تمہارا یہ کعبۃ الحرام دیکھا اور وہ تو بعینہ اُس حرم کے مثل تھا اور بالکل مقابلہ میں ایسا تھا کہ اگر میں وہاں سے کوئی چیز گراتا تو وہ سیدھی اسی مکہ والے حرم پر آکر گرتی۔ پھر مجھے کہا گیا کہ اے محمدؐ یہ حرم ہے (نہ کہ مثل) اور آپ محترم ہیں اور ہر مثل کے لئے ایک مثال مقرر ہے"۔	یا محمدؐ ارفع راسک فرفعت راسی فاذا اطناب السماء قد خرقَتْ والحجب قد رَفَعَتْ۔ ثم قال لی طأطأ راسک وَانظر ماتری وطاطأتُ راسی فنظرتُ الی بینکم هذا وحرمکم هٰذا فاذا هومثل حرم ذلک البیت یتقابل لَوْ القیت شیئًا من یدی لم یقع الاعلیه فقال لِیْ یا محمدؐ هذا الحرم وانت الحرام ولکل مثل مثال۔ (کتاب عوالم العلوم)

(۱۱) مثل اور مثال محض نقل یا تصویر ہی کو نہیں کہتے۔

معراج کے دوران جب وہ مقام آ گیا جہاں سے آگے کوئی مخلوق نہ جا سکتی تھی تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ:۔

اردو	عربی
۔"اے محمدؐ آپ آگے بڑھتے جائیں اور مجھ کو یہاں پیچھے چھوڑ جائیں۔ اس پر میں نے کہا کہ **تم مجھے مثل ایسے مقام کے داغ**	۔"قال الرضا علیه السلام عن ابائهٖؑ عن امیر المومنینؑ قال: قال رسولؐ اللّٰه فَلَمّاانتهیتُ اِلٰی

جدائی دے رہے ہو جہاں ساتھی کی از حد ضرورت ہے۔ جبرئیل نے کہا کہ یا محمدؐ یہ وہ حد اور انتہا ہے جو میرے پروردگار نے میرے لئے مقرر فرما دی ہے ۔

حجب النور ۔قال لی جبرئیلؑ تقدم یا محمدؐ وتخلف عَنِّی فقلت یا جبرئیل فی مِثل هذاالموضع تفارقنی؟فقال یا محمدؐ انتهاء حدّی الذی و ضعنی اللّٰه عزوجل فیه الی هذا المکانِ فان تجاوزته احترقت اجنحتی تبعدی حدود ربی جل جلاله۔‘‘

اگر میں یہاں سے ذرا سا آگے بڑھوں تو میرے بال و پر جل کر رہ جائیں۔ آپ اللہ کے ان حدود میں محدود نہیں ہیں‘‘۔

یہاں مثل سے وہی مقام مقصود ہے جہاں تشریف فرما تھے اور جہاں سے جبرئیل آگے نہ بڑھ سکتے تھے۔ **لفظ مثل اس مقام کی اہمیت اور مددگار کی ضرورت کی شدت بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے**۔ لہٰذا ہم عرض کرتے ہیں کہ جس ماحول سے آنحضرتؐ گزرتے آرہے تھے وہاں کی حیران کن فضا اِس جسمانی وجود پر جس طرح اثر انداز ہو رہی تھی ۔اور وہ علائق جو دنیا میں رہنے اور فرائضِ رسالت انجام دینے کے لئے خدا نے آپؐ کے نورانی وجود سے متعلق کر دیئے تھے۔اُن کا تقاضہ تھا کہ آپؐ دوران سفر یہ محسوس کریں کہ یہاں آکر کوئی بھی اس قدر فرصت و جرأت و ہمت نہیں پا سکتا کہ وہ خود کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے کو بھی سنبھالے اور ہراساں نہ ہونے دے۔لیکن جب بھی خدا نے جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کو آنحضرتؐ کے دل بہلانے اور سنبھالنے کے لئے حاضر کیا تو حضرت علیؑ کا حال اور عملدرآمد ذرہ برابر اُس ماحول سے متاثر نہ تھا اور آپ بالکل اُسی احترام و محبت و سپردگی سے پیش آئے جو دنیا میں اُن کا معمول تھا۔اس لئے حضورؐ نے فرمایا **تم میرے پاس اُسی طرح موجود تھے۔اسی طرح ملے تھے جیسا کہ دنیا میں**۔ **یعنی تمہاری مثال اور مثالی خدمت مجھے حاصل ہوتی رہی**۔ **مثل سابق تم حاضر تھے۔وہاں بھی تم اپنی مثال خود تھے**۔ **میں نے تمہاری مثالی پوزیشن میں کوئی فرق نہ پایا**۔اسی اصول پر آنحضرتؐ نے جبرئیل کے ساتھ چھوڑنے پر یہ الفاظ بھی فرمائے تھے۔

۔’’یا جبرئیل أَفِیْ مثل هذا الموقع تخذلنی؟ اے جبرئیل مجھے مثل ایسے موقع کے بے یار و مددگار چھوڑتے ہو؟‘‘۔

(۱۲) لسان اللہ سے کلام کرنا بھی آنحضرتؐ کی گھبراہٹ دُور کرنے کے لئے تھا

عوالم العلوم میں ارشاد القلوب اور مناقب خوارزمی سے لکھا کہ:۔

۔’’عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسوؐل اللہ سے دریافت کیا گیا کہ تمہارے رب نے معراج میں کس زبان میں بات کی تھی۔فرمایا کہ اللہ نے علیؑ کی زبان میں بات کی اور جب میں نے فیصلہ

۔’’عبداللّٰه بن عمر وقد سئل بای لغة خاطبک ربّک لیلة المعراج فقال خاطبنی بلغة علی بن ابیطالب فالهمنی ان قلت یا رب اخاطبتنی انت

چاہا کہ آیا اللہ نے بات کی یا میرے ساتھ علیؑ مخاطب رہے؟ اللہ نے فرمایا کہ نہ تو میں دوسری مخلوقات کی طرح کی چیز ہوں اور نہ انسانوں کی قیاس آرائیوں میں سما سکتا ہوں

> **ام علیؑ؟ فقال یا احمدؐ انا شی لا کا لا شیاء ولا اقاس بالناس ولا اوصف بالا شیاء خلقتک من نوری و خلقت علیاً من نورک فا طّلعتُ عَلٰی سرائر قلبک فلم اجد الی قلبک اَحبُّ مِن علّی بن ابی طالبؑ فخاطبک بلسٰانہ کیما یطمئِن قلبک۔**

نہ باقی مخلوق کی طرح میری صفات ہی بیان کی جا سکتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں نے یا احمدؐ تجھے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور علیؑ کو تیرے نور سے بنایا ہے۔ مجھے تیرے قلبی راز معلوم ہیں۔ یعنی تو اُس وقت علیؑ کی موجودگی چاہتا تھا اور تیرے دل میں علیؑ سے زیادہ کسی کی محبت ہے بھی نہیں لہٰذا میں نے تمہارے قلب کو اطمینان فراہم کرنے کی غرض سے علیؑ کی زبان سے تمہیں مخاطب کرنا بہتر سمجھا۔

(۱۳) مجتہدین کبھی بھی رسولؐ اللہ کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے

چونکہ ابلیس کا مقصد ہی یہ تھا کہ نبوت اور انبیاؑء کو اپنے سے گھٹیا ثابت کیا جائے اس لئے ابلیس کا پورا گروہ ہمیشہ انبیاؑء کی تنقیص و توہین میں مصروف رہا ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں اُسے فی الحال نظر انداز کر کے ہم جو کچھ عرض کریں اُسے سن لیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ رسولؐ اللہ اور آل رسولؐ نہ غلطی کر سکتے ہیں نہ غلط اور مہمل تصور اُن کے ذہن میں آ سکتا ہے۔ اس اصول پر آپ ہمارے ساتھ ساتھ سوچیں کہ۔

(i) اگر رسولؐ اللہ کو معراج زیرِ نظر میں یہ پکا یقین حاصل ہے کہ حضرت علیؑ ہرگز اُس معراج میں آسمان پر نہیں آ سکتے۔

(ii) اور یہ بھی یقین ہے کہ اللہ جس چیز میں چاہے اور جس کے بھی لب ولہجہ میں چاہے اور جس زبان میں چاہے گویائی اور کلام پیدا کر سکتا ہے۔

اِن یقینیات کے ہوتے ہوئے وہ سوالات جو مندرجہ بالا حدیث میں اللہ سے کئے گئے ہیں، بالکل بچگانہ ہیں۔ اور یہی مقصد ہے مجتہدین کا حضرت علیؑ کی عدم موجودگی دکھانے سے۔ ورنہ رسوؐل کو جب یہ شبہ تک نہیں ہے کہ علیؑ بذاتِ خود یا بنفسِ نفیس یہاں آ سکتے ہیں تو خود بخود بلا کسی سوال کے یہ سمجھ جانا ہر عقلمند کے لئے لازم تھا کہ یہاں خدا اور اس کی قدرت کے علاوہ کوئی نہیں ہے حتیٰ کہ جبرئیلؑ بھی کہیں دور لاکھوں میل کھڑے انتظار کر رہے ہیں۔ لہٰذا جو باتیں مجھ سے ہوئیں وہ اللہ کی قدرتِ تخلیق کا مظاہرہ ہے۔ نہ یہاں علیؑ ہیں نہ وہ بات کر سکتے ہیں خدا نے ان کے لب ولہجہ میں کلام تخلیق کیا ہے اور بس۔

یہ سوالات اور جوابات اس ایک ہی حقیقت کا ثبوت ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو مندرجہ بالا یقینیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی یقین ہے بلکہ گذشتہ احادیث اور واقعات سے یہ تجربہ ہے کہ حضرت علیؑ بار بار مختلف مقامات پر حاضر کئے جاتے رہے

ہیں۔ابھی یہاں تھے۔ابھی وہاں ملے تھے۔اور جہاں جہاں بھی ملایا گیا تھا۔وہ سب اُس جسمانی طبیعت کے ہراساں ہونے اور ہمدردانہ ومشفقانہ تسلی ودلاسا دینے کا وقت تھا۔ابھی یہاں اسی جگہ حضرت علیؑ لوءلوء والمرجان سے بنے ہوئے زرین فرش سے آراستہ اورانوارِ خداوندی سے تاباں کمرہ میں نظر آئے تھے۔لہٰذا میرے ساتھ گفتگو علیؑ کی زبان میں کی گئی ہے۔اوراسی حقیقت کو اوراس کی وجہ کو خدانے بیان کردیا ہے۔یعنی جس طرح رسولؐ کی زبان سے قرآن کلام اللہ کی صورت میں جاری کیا گیا ہے۔اسی طرح علیؑ کی زبان اورلب ولہجہ میں اللہ نے خود کلام کیا ہے۔جس میں علیؑ کو اُسی طرح اختیار نہ تھا جس طرح قرآن کے معاملے میں رسولؐ کو اختیار نہ تھا۔لہٰذا یہاں تک بار باراورطرح طرح مجتہد کا تصوراور بیانات نہ صرف غلط نکلے بلکہ اُن کی بددیانتی بدرجہ اتم ثابت ہوگئی۔

38۔محمد حسین ڈھکواوران کے ہمنوا

(۱)ہمارا یہ عنوان ریڈیوسنگر (Singer) کے اعلان کے عین مطابق ہے یعنی ہم ہراُس شخص کو جومحمد حسین ڈھکو کے غلط اورفریب کارانہ تصورات میں متحد الخیال یا ہمنوا ہو، اعلانیہ فریب ساز قرار دیں گے۔خواہ لوگوں کے پروپیگنڈے نے اُن کو حضرت علامہ۔فقیہ زمانہ۔حجۃ اللہ اور مرجع انام ہی کیوں نہ مشہور کردیا ہو۔ہمارے یہاں کسی عالم یا عامی کی عزت واحترام کا معیار یہ ہے کہ:۔

☆ وہ کس قدر تائید قرآن وحدیث کرتا ہے۔

☆ کس قدر اپنے ذاتی وجماعتی وقومی تصورات اور مصلحتوں اور ہوائے نفسانی سے پرہیز کرتا ہے اور یہ کہ:۔

☆ ہر حال میں اُس کا قول وہی ہو جو آلِ محمدؐ کا قول ہو۔اور کسی حیثیت سے وہ قرآن وحدیث کو ردّ نہ کرتا ہو۔

☆ دیانت وامانت اس کا شعار ہو۔دشمنانِ آلِ رسولؐ کے اصول وقواعد اورطرزِ زندگی سے بیزار ہو۔

☆ ہر لمحہ مومنین کی فلاح اور بہبود میں کوشاں ہو۔اور یہ وہ معیار ہے جس پر جو شخص پورا اُترے ہم اس کے خلاف لب کشائی کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں۔اور یہ ایسا گناہ ہے جو بلاتوبہ اور معافی کے مرجانے والے کو جہنمی بنادیتا ہے۔اِس اصول کے کسی پہلو پرکوئی مجتہد آج تک پورا نہیں اُترا اور یہی وجہ ہے کہ ہم بلاکسی استثنا کے مجتہدین کی مذمت اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔

(۲)سابقہ بیانات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ معراج ایک سوبیس (۱۲۰) مرتبہ ہوئی تھی لیکن یہ نہ تو ثابت ہوسکتا ہے اور نہ ڈھکواور ہمنوا یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ وہ کون سی معراج ہے۔جس میں حضرت علیؑ قطعاً شامل نہیں ہوئے۔اُن کے بیانات سے محض ایک ہی معراج کا ہونا ثابت ہوتا ہے اوراُسی خودساختہ معراج سے حضرت علیؑ کو الگ رکھنا چاہتے ہیں۔اب ہم ڈھکو

کے ہمنواؤں کے بیانات اُس حدتک لاتے ہیں جہاں تک اُنہوں نے احادیثِ معصومینؑ کے خلاف لکھا ہے۔اور بھلا یہ بتائیے کہ وہ کون سے معراج سے حضرت علیؑ کی نفی کررہے ہیں اوراس سلسلے میں وہ کتنا جھوٹ اورفریب استعمال کرتے ہیں ساتھ ہی ہم اُن ہمنواؤں کی عربی عبارت صرف اِس صورت میں لکھیں گے جہاں ڈھکوصاحب نے ترجمہ میں کوئی بدیانتی کی ہوگی ورنہ صرف ڈھکو کا ترجمہ لکھتے جائیں گے۔ڈھکو کے ہمنواؤں کی ترتیب ڈھکو کی کتاب کے مطابق رکھیں گے۔آیئے پہلا مجتہد اور اُس کے خیالات ملاحظہ ہوں۔

(۳) پکا مجتہد وہ ہے جو بلا دلیل اپنی بات منوالے

پہلا ہمنوا جناب علامہ شیخ ابوالفتح کراجکی ہے۔جن کا قول یہ لکھا ہے کہ:۔

۔''جناب امیرالمومنینؑ اُس وقت (بوقت معراج) مکہ میں تشریف فرما تھے نہ آنجنابؐ نے خوداور نہ ہی کسی اور شخص نے اُن کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے۔کہ وہ آسمان پرتشریف لے گئے تھے''۔(کتاب کنزالفوائد صفحہ ۲۵۸)

چونکہ شیخ صاحب کی زبان مہذبانہ ہےاس لئے ہم صرف اس قدر کہیں گے کہ ہمارے سابقہ بیانات اور مسٹر ڈھکو کی لکھی ہوئی تمام کتابیں مثلاً صرف بحارالانوار ہی سے شیخ صاحب کا جھوٹا ہونا ثابت ہے۔حضرت علیؑ نے قرآن کی زبان میں دعویٰ کیا اور محدثین نے وہ حدیثیں لکھی ہیں جن میں حضرت علیؑ کا بنفس نفیس جانا ثابت ہے۔اور چونکہ مسٹر ڈھکو اس عبارت میں امیرالمومنینؑ پرسلام نہیں لکھتے اس لئے اُن پر تین حرف کہنا لازم ہے۔چونکہ شیخ صاحب اپنے بے دلیل اور بے ثبوت کلام میں تمام احادیث کی کتابوں سے بےخبری کا اعلان کرتے ہیں۔اس لئے علامہ ڈھکوان شیخ جی کو''عالم خبیر'' لکھنے میں کاذب ہیں۔یہ تو غریب بےخبر عالم ہے۔البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کہیں مکہ میں بیٹھا ہوا پہرہ دے رہا تھا تاکہ کہیں حضرت علیؑ چپکے سے نکل نہ جائیں۔بہرحال شیخ جی تو صرف حضرت علیؑ کے منکر ہیں مکہ میں تو ایک پہرہ دار نے خود رسولؐ اللہ کے معراج پر جانے کا انکار کردیا تھا۔(اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۳۔۲۱۲)۔

(۴) اگر آیات ربہ الکبریٰ کا اور لسانِ علیؑ کا انکار نہیں تو موجودگی ثابت ہے

دوسرا عالم زبردستی لایا گیا ہے۔یہ اپنے بیان میں نہایت عقیدتمند اور فضائل آل محمدؐ کا ماننے والا ہے۔اور اُس کا بیان ہرگز یہ نہیں بتاتا کہ وہ ہر معراج سے حضرتؑ علیؑ کی نفی کرنے والوں میں داخل ہے۔وہ حضرتؐ کے لب ولہجہ میں اللہ کے بیان کا اقرار کرتا ہے۔لہٰذا ڈھکو نے اُن کو لاکر اپنے فریب کو مضبوط کرنا چاہا ہے بہرحال یہ عالم یعنی ابی الجمہور احسائی حضرت علیؑ کے زمین پر رہنے معراج معنوی کے قائل اور جو کچھ رسولؐ اللہ نے وہاں جاکر دیکھا اور سُنا اس سے علیؑ کا کماحقہٗ مطلع ہونا مانا ہے۔خدا

اُن کو جزائے خیر دے (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۳)

(۵) ڈھکو اعلیٰ درجہ کے چار سو بیس ہیں

(i) یہ مکاروں کا استاد تیسرے نمبر پر جناب حضرت محسن فیض کاشانی رضی اللہ عنہ محدث جلیل القدر کو بھی اپنی تائید کے لئے لایا ہے۔ حالانکہ یہ مردود اور اُس کا ممدوح ہندوستان کا بڑا مجتہد دونوں اُن کو کم از کم غالی اور زیادہ سے زیادہ کافر قرار دیتے ہیں اور جو اپنے زمانہ کے تمام مجتہد حضرات کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ پھر اُن کو بھی باقی ہمنواؤں کی طرح یہ نہیں بتاتا کہ وہ کون سے معراج سے نفی کرانا چاہتا ہے۔ یعنی گواہیاں بھی فریب سے دلوانا چاہتا ہے۔

(ii) چوتھے نمبر پر جناب علامہ مجلسی اعلی اللہ مقامہٗ کو خواہ مخواہ اس لئے لایا ہے کہ انہوں نے دونوں طرح کی حدیثیں لکھ کر اُن میں سے کسی کی تائید و تردید نہیں کی ہے۔ لہٰذا اس فریب ساز نے یہ فرض کرلیا کہ مجلسی مرحوم کا وہی عقیدہ ہوگا جو اس کے مکار ہمنوا کا عقیدہ ہے۔ یعنی یہ شخص اپنے باطل عقائد کے لئے ہر ممکن بددیانتی جائز سمجھتا ہے۔

(iii) پانچویں نمبر پر بھی ایک محدث مولانا جناب السید نعمت اللہ جزائری اعلی اللہ مقامہ کو لائے ہیں اور از راہ فریب اُن کے تمام عقائد و کتب کو نظر انداز کر کے ایک ایسی حدیث لائے ہیں جس میں جناب محسن کاشانی والی حدیث اپنے ثبوت میں پیش کردی۔ جس میں حضرت علیؑ زمین سے بلا زحمت معراج کا حال مشاہدہ فرما رہے تھے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ معراج کتنی مرتبہ ہوئی؟ اور آیا کسی دفعہ حضرتؑ معراج میں جا کر آنحضرتؐ سے ملے یا نہیں؟ ان سوالات کا جواب مُلا ڈھکو قیامت تک نہ دے سکیں گے۔ یہ چیلنج ہے۔ کوئی قبول کرا کے سو روپیہ انعام حاصل کرے۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۳۔۲۱۴)

(۶) ایک حقیقی مگر خانہ ساز و وظیفہ خور مجتہد

اِن کا گھریلو لقب ہے سید العلماء۔ یعنی یہ اپنے والد کے بھی سردار تھے۔ اور نام ہے۔ سید حسین۔ یہ حکومتِ وقت کے تنخواہ دار و وظیفہ خوار تھے ان کے والد کا نام حیدر علی تھا۔ جنہوں نے حضرت محسن فیض کاشانی کو کافر قرار دیا تھا۔ جو اخباری علماء یعنی شیعہ محدثین کے کھلے دشمن تھے۔ جنہوں نے ہندوستان میں شیعوں کے خلاف نفرت پھیلانے کا محکم اور مستقل انتظام کیا اُن کے بعد بطور گدی نشین سید حسین ہوئے۔ جن کی کتاب حدیقہ سلطانیہ (یعنی بادشاہ وقت کی خدمت میں پیش ہونے والی کتاب) کے صفحہ ۲۹۳ کا حوالہ دیا ہے۔ یہ کتاب صرف ایک دفعہ شاہی خرچ پر شائع ہوگئی تھی۔ اس میں یہ مجتہد جو کچھ لکھتا ہے اس کی اردو ڈھکو صاحب سے سنئے۔ فرماتے ہیں:۔

''یہی کیفیت اُن تمام روایات کی ہے۔ جو عوام الناس میں مشہور ہیں۔ جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام بھی معراج پر تشریف لے گئے تھے اور پردہ غیب سے آپؑ کا دست مبارک نکلا تھا۔ اس قسم کی سب روایات جو غلو یا تشبیہ پر

دلالت کرتی ہیں۔ از میانہ روی اور تنزیہ باری تعالیٰ کے طریقہ سے خارج ہیں (لہٰذا نا قابل قبول ہیں)(اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۴)

(الف) یہ مجتہد احادیث اور ملتِ شیعہ کے مسلمات کا منکر ہے

یہاں ہمیں یہ عرض کرنا ہے۔ کہ جن روایات کا ان مجتہد صاحب نے انکار کیا ہے اُن کو اُس شخص نے خود اپنے قلم سے ایسی احادیث مان لیا ہے۔ ''جو عوام الناس میں مشہور و معروف یعنی زبان زدِ خلق ہیں''۔ بس ہمیں اُسی جملے پر گفتگو کرنا ہے اور چونکہ ہر مجتہد اس قسم کا انکار کرنے کا عادی ہوتا ہے اور ایسے انکار مجتہدین کی طرف سے برابر ہوتے چلے آرہے ہیں۔ لہٰذا خس کم جہاں پاک۔ ہم یہ قصہ ہی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ آئندہ ہمارے عوام کو مجتہدین کے بیانات کبھی متاثر نہ کرسکیں۔ چنانچہ پہلی چیز تو یہ سمجھ لیں کہ اس مجتہد کا یہ جملہ کس قدر اہمیت رکھتا ہے؟ اُن کا جملہ بجنسہٖ فارسی میں یہ ہے۔

ہمنوا:۔ ''وهمیں است حالِ روایات که درمیانه عوام مشهور است۔

ڈھکو:۔ ''یہی کیفیت ان تمام روایات کی ہے جو عوام الناس میں مشہور ہیں''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۴)

(ب) مذہب شیعہ میں اور پوری امت میں عوام الناس کی پوزیشن

(i) نظام اجتہاد کا یہ اصول بیان ہو چکا ہے کہ دُنیا کے تمام انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے۔ جس میں مجتہدین یعنی اسلام اور اللہ و رسولؐ کی طرف سے حکم جاری کرنے والے داخل ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں مُقلّدین یعنی بلا چون و چرا بلا آیت اور حدیث سے ثبوت طلب کئے اُن مجتہدین کے احکام پر لفظ بلفظ عمل کرنے والے داخل ہیں۔ چنانچہ بات صاف ہوگئی۔ کہ مجتہدین کے علاوہ باقی تمام انسان عوام الناس میں داخل ہیں۔ گویا جن احادیث کی شہرت عوام الناس میں ہے اور جن احادیث پر عوام الناس یقین و عمل رکھے ہوئے ہیں۔ مجتہدین اُن احادیث کو غلط سمجھتے رہے ہیں اور عوام کی عملی احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ اور کیوں انکار نہ کریں؟ اس لئے کہ حاکم اور حکم منوانے والے طبقہ کی مخالف احادیث پر مُقلدین یا رعایا کا عمل جاری رکھنا ایک کھلی بغاوت ہے۔

(ii) قارئین ہمارا بیان نوٹ کر کے مجتہدین کو دے دیں اور کہیں کہ ہمارے اس بیان کے غلط ثابت کرنے کے لئے اُن کتابوں سے ثبوت لائیں جن میں اصول فقہ بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً قوانین الاسلام۔ اساس الاصول وغیرہ نام کی کتابوں سے ثبوت لائیں۔ یہ کتابیں بڑی تفصیل سے رعایا۔ مقلدین۔ عوام الناس اور مجتہدین کی پوزیشن اور طریقِ حکومت بیان کرتی ہیں اور ہمارا بیان اُن ہی کتابوں کا نچوڑ ہے۔

(ج) مجتہدین نے آئمہ معصومینؑ کی تیار کردہ چارسو (۴۰۰) کتب احادیث تباہ کردیں

(i) شیعہ ریکارڈ، شیعہ علماء اور علمائے اہل سنت کی کتابیں اس حقیقت پر جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ اور مشرق و مغرب کے ممالک

کی لائبریریاں بھی تحقیق کے لئے دعوت دے رہی ہیں کہ تیسری صدی ہجری کے اواخر تک گیارہ آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے ملت ِ شیعہ کے اندر اور باہر ہزاروں لاجواب علماء، (فلاسفر، فقیہ، محدث، مؤرخ، مناظر، منطقی، صرفی ونحوی ومفسر) تیار کئے اور اپنی تصدیقات وسندات کے ساتھ تمام انسانی مسائل پر چارسو کتابیں اپنے احکامات اورفیصلوں کی صورت میں تیار کرا کر شیعوں میں چھوڑیں جن کا عربی نام ''اصول اربعہ مِــــــائۃ''۔ تمام شیعہ سنی علماء کی کتابوں میں لکھا ہوا اور مشہور ہے۔ (یعنی حدیث کی چارسو کتابیں)

(ii) غیبت امام علیہ السلام کا حقیقی سبب یہی تھا کہ حکومتوں کو خوش کرنے اور اُن کا کاروبار چلانے کے لئے چند اولین شیعہ مجتہد امامؑ کے نام پر فتوے نہ دے سکیں۔ لہٰذا امام علیہ السلام کو غیبت پر مجبور کر کے مجتہدین نے رفتہ رفتہ حکومتوں کے درباروں میں عہدے اور کرسیاں حاصل کر لیں۔ حکومتو ں کی طرف سے شیعوں پر قاضی بن کر، مفتی بن کر اور شیخ طائفہ بن کر مسلط ہوئے۔ حکومتوں سے ہر وہ امداد ملی جس سے شیعہ ریکارڈ میں سرکاری مذہب کے اصول وقواعد داخل کئے جائیں۔ چنانچہ شیعہ لیبل لگانے والے مجتہدین نے اہلِ خلاف اور دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ کی کتابوں سے وہ تمام ضروری سامان اپنی کتابوں میں لکھنا شروع کیا جو محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کے تصورات کو کروٹیں دے کر سرکاری مذہب کا محافظ بنادے۔ یہی زمانہ تھا کہ جب شیعہ نام کے مجتہدین نے وہ تمام روایات اور قصے اپنی کتابوں میں لکھے جن کو بعد میں اور آج تک اہل خلاف اپنے مذہب کا ثبوت قرار دیتے رہے ہیں۔ یعنی (علیؑ کا بیعت کرنا۔ معاویہ سے تنخواہ ووظائف لینا۔ ام کلثوم کا نکاح۔ چار بیٹیاں غلط شجرہ وغیرہ) اور آج جتنے اعتراض مذہب شیعہ پر ہوتے ہیں وہ سب اُن ہی تحریروں پر ہوتے ہیں۔ جو مذکورہ شیعہ مجتہدین نے اپنی کتابوں میں لکھیں۔ اور وہ شیعوں کی کتابیں کہلائیں۔ ساتھ ہی اُن لوگوں نے حکومتوں اور اہل خلاف کے متعصب سرمایہ داروں کی مدد سے مذکورہ حدیث کی چارسو کتابیں غائب اور تباہ کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اُن تمام شیعہ علماء اور عوام کے قید وبند وقتل وزہر خورانی کا سلسلہ جاری کرایا جو اُن کے نظام اجتہاد کی راہ میں رکاوٹ بنتا تھا۔ اور حضرت سید رضی رضی اللہ عنہ مولف نہج البلاغہ اُس زمانہ میں صرف اکیلے شیعہ عالم تھے جو حکومت سے تنخواہ اور وظیفہ نہ لیتے تھے اور شیعہ مجتہدین کی طرح حکومت کے اشاروں پر نہ چلتے تھے۔ اور اس کے علاوہ اُن کا سب سے بڑا جرم نہج البلاغہ کا مرتب صورت میں پیش کر دینا تھا۔ لہٰذا عین عالم شباب میں ایک مجتہد کے خفیہ ہاتھ نے انہیں زہر سے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ جناب رضی رضی اللہ عنہ اُس مجتہد کے چھوٹے بھائی ہوتے ہوئے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہ سمجھتے تھے جس کا طوطی بول رہا تھا۔ حکومت نے اُسے تمام شیعوں کا حاکم بنا رکھا تھا۔ حکومت شیعہ مجتہدین کے پسندیدہ اہل قلم اور دیگر حضرات کو عہدے، وظائف، تنخواہ مشاہرے اور جائیداد وانعام واکرام دیتی رہتی تھی۔ اُدھر مجتہدین نے اپنے بدترین عقائد کو کبھی مجمع عام میں بیان نہیں کیا۔ بلکہ اپنی کتابوں، درس گاہوں اور حلقہ اجتہاد کے اندر محدود

رکھا۔ مجمعِ عام میں یہ فضائل آل محمدؐ بیان کرتے تھے۔ ان وجوہات نے اور حکومت کے اثرات اور دولت مجتہد کے ساتھ ہونے نے شیعہ مجتہدین کو شیعوں میں مقبول ہوجانے دیا۔ پھر یہ مکار لوگ خود کو مجتہد کم لکھتے تھے اُنہوں نے اپنے دکھانے اور سنانے کا نام اصولیین رکھ لیا تھا۔ یعنی صرف یہی جماعت بااصول علماء کی جماعت ہے باقی سب لوگ بے اصولی پر کاربند ہیں۔ کسی کو اس کی خبر صدیوں تک نہ ہوئی کہ وہ اصول کیا ہیں جن پر یہ عمل کرتے ہیں؟ وہ اصول کس نے تیار کیئے تھے؟ قارئین سُنیں کہ۔ ''اُن اصولوں میں سے ایک بھی تو ایسا نہیں ہے جس کا ثبوت آئمہ معصومینؑ کی احادیث میں مل جائے''۔ وہ تمام ابلیسی اصول اہل خلاف کی کتابوں سے نقل کرکے ادھر لائے گئے اور اس کا تذکرہ بھی گذر چکا ہے۔ اِن فریب سازوں نے ہمیشہ ایک ایسا نام یا لقب اپنے ساتھ چپکائے رکھا۔ جس کا مخالف خود بخود مذموم پوزیشن میں چلا جائے۔ مثلاً اِنہوں نے خود کو اصولی کہا لہٰذا مخالف بد اصول سمجھا گیا۔ اُنہوں نے خود کو متشرعہ کہا۔ لہٰذا مخالف شریعت کے خلاف قرار پایا۔ دوسروں کو میدان سے بھگانے کے لئے قرمطی کہا۔ اسماعیلی قرار دیا۔ باطنی مشہور کیا۔ تاکہ شیعہ عوام خود اپنے ہم عقیدہ لوگوں سے متنفر ہوجائیں۔ اُن کے خلاف طرح طرح کے اتہامات مشہور کیئے۔ قصہ مختصر زبردستی شیعوں کو شیعوں سے الگ کرتے نت نیا فرقہ بناتے چلے آرہے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ مجتہدین کے کردار اور عملدرآمد نے آغا خانیوں کو مجبور کیا کہ وہ یہ اعلان کردیں کہ ہمارا شیعوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ آج کل علامہ ڈھکو جو مہم چلا رہے ہیں۔ اس میں وہ شیعوں کی اس جماعت پر حملہ آور ہیں۔ جو زنجیروں اور قُمہ سے ماتم کرنے کی قائل ہے اور ماتم کرکے سیروں خون بہاتی رہتی ہے۔ جو درد انگیز ترنم اور دل تڑپا دینے والی آواز میں نوحہ، مرثیہ اور قصائد محمدؐ و آل محمدؐ پڑھنا جائز سمجھ کر مجالس عزا اور شب بیداریاں قائم کرتی ہے اور جلوس علم و تعزیہ اور ذوالجناح و تابوت نکالتی ہے جو اذانوں اور نمازوں میں محمدؐ و آل محمدؐ اور خلافت بلافصل کا اعلان شامل رکھنا چاہتی ہے۔ جو مجلسیں پڑھوانے اور سننے پر ہر سال ایک کروڑ روپیہ خرچ کرتی ہے۔ جو فضائل محمدؐ و آل محمدؐ میں مجتہدانہ کتر بیونت اور کاٹ چھانٹ پسند نہیں کرتی ہے۔

<u>(د) مسٹر ڈھکو اور مجتہدین کا کردار</u>

یہ عنوان تو دراصل اس پوری کتاب کا موضوع ہے۔ یہاں تو اس لئے لکھا گیا ہے کہ اِس زمانہ میں مذہب اہل بیتؑ کے خلاف اُن مکاروں کے کون کون سے عقائد و اعمال و اصول برسرِ کار ہیں۔

اول۔ تمام حقیقی مجتہدین کا متفقہ فتویٰ یہ ہے۔ کہ زنجیر اور قُمہ کا ماتم حرام ہے۔ لیکن عوام میں اُنہوں نے کھل کر کبھی اس کا اعلان نہیں کیا تاکہ شیعہ اُن کو پہچان کر متنفر نہ ہوجائیں۔ قارئین ڈھکو صاحب اینڈ کمپنی سے واضح الفاظ میں یہ مسئلہ پوچھیں اور اُن کے جواب کو شائع کریں تو دودھ اور پانی۔ حق و باطل الگ الگ ہوجائے گا۔ اور اگر اُن کا فتویٰ خوف کی بنا پر تقیہ کا لبادہ پہن لے تو ہمیں لکھیں ہم اُن کے بزرگ مجتہدین کے فتاویٰ شائع کریں گے تاکہ ڈھکو کا بھٹہ بیٹھ جائے۔

دوم۔ مجتہدین دوران نوحہ ومرثیہ اور ماتم مجلس میں نہیں ٹھہرتے۔ ہمارے بزرگ اور معمر لوگ مشاہدہ کرتے رہے ہیں کہ مجتہد مرثیہ ختم ہونے کے بعد مجلس میں آتا' منبر پر مجلس پڑھتا اور نوحہ و ماتم شروع ہونے سے پہلے پہلے جلد از جلد مجلس سے چلا جایا کرتا تھا۔ مجتہد کے نزدیک مرثیہ اور نوحہ، راگ اور ترنم کی آڑ میں حرام ہے۔

سوم۔ ہندوستان میں محرم کے دوران ہر عزاخانے میں نوبت بجا کرتی تھی۔ ہر جلوس کے ساتھ کم از کم نقارے ورنہ بینڈ بجا کرتے تھے تا کہ دُور سے لوگ جلوس اور مجالس میں شریک ہوں۔ عزاداری اس اثر انگیزی سے ہوا کرتی تھی کہ ہندو عوام اور ہندو راجے مہاراجے لاکھوں روپے عزائے حسین علیہ السلام پر صرف کرتے تھے۔ کالے کپڑے ٹاٹ کے کرتے پہنتے تھے۔ ننگے پیر اور ننگے سر رہا کرتے تھے۔ دشمنان اہلبیتؑ یعنی دونوں طرف کے مجتہد جل جل کے رہ جاتے تھے۔ تحفہ اثناء عشریہ میں محدث دہلوی نے شیعہ تبلیغ کی اثر انگیزی پر اپنے تاثرات اور دفاعی کاروائی کا ذکر کیا ہے۔ بہرحال اُسی زمانہ میں ایک خانوادہ چپکے سے شیعوں میں آ گیا۔ اجتہاد کی سند لیکر سید حسین صاحب کے والد ماجد آئے اور شیعہ تبلیغ کی اثر انگیزی کو روکنے کے لئے اُس مجتہد اور اس کے جانشین مجتہدین نے عزاداری میں سے ہر وہ چیز نکال دینے کا پروگرام چلایا جو عزاداری کی اثر انگیزی کو ضائع کر دینے کا باعث تھا۔ لیکن نوبت، نقاروں اور بینڈ کے علاوہ ہر چیز باقی رہی اور ہم نے رفتہ رفتہ نظام اجتہاد کی گرفت کو ڈھیلا کر دیا اور ہم اسے موت کی نیند سلا کر رہیں گے۔

چہارم۔ چونکہ مجتہد کے نزدیک اذان میں خلیفتہ بلا فصل کہنا ہی نہیں بلکہ تیسری شہادت ہی ضروری نہیں ہے۔ اس لئے جہاں جہاں مجتہدین کا براہ راست یا بالواسطہ اثر اور عمل دخل ہے وہاں کی شیعہ مساجد کی اذانوں میں علیؑ کو خلیفتہ بلا فصل نہیں مانا جاتا۔ کراچی کی کھارادر۔ مرکزی امام بارہ لالوکھیت کی مساجد اس کی بولتی ہوئی گواہ ہیں۔ لہٰذا جہاں جہاں شیعوں کی اذانوں پر اعتراض اور مقدمے قائم ہوتے ہیں وہاں کے اہل خلاف یہی دلیل دیتے ہیں کہ مذہب شیعہ میں علیؑ کا ذکر اذان کا جز و نہیں ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ مجتہدین کے مذہبِ باطل کی یہ بات ہے شیعہ مذہب کی نہیں۔ شیعہ مذہب میں تو اذان اور نماز جناب علیؑ کی کُھلی گواہی اور اعلان کے بغیر باطل ہے۔

پنجم۔ یہ ایک طویل داستان ہے اور ہم نے جگہ جگہ اس کو لکھا ہے۔ آخری بات یہ سن لیں کہ مطالبات کی مہم میں کسی مجتہد نے شیعوں کا ساتھ نہیں دیا۔ اُن میں سے کسی بدبخت نے قیادت قبول نہیں کی۔ اُن کا حلقہ آج بھی یہ چاہتا ہے کہ شیعوں پر مُلا کا راج تھوپ دیا جائے۔ چنانچہ جناب اجتہادی دن رات اس سلسلہ میں مصروف ہیں۔ دوروں میں مبتلا ہیں۔ اُدھر فالج کا دورہ اُن کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اُن کا حال ہی میں شورش وشر وفساد سے سمجھوتہ ہوا ہے۔ اور یہ اہل خلاف کے مولویوں کے پیچھے بننا پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں ایک جماعت بنائی ہے تا کہ ایسا ضابطہ اخلاق مرتب کرے جو طاغوتی معیار پر پُورا اترے۔

(ہ)عوام الناس کا مذہب مجتہدین کا مذہب کبھی نہیں رہا

عوام الناس خواہ شیعہ ہوں یا اہل سنت ہوں وہ ہمیشہ مجتہدین کے مذہب کے خلاف عقائد رکھتے چلے آئے ہیں۔وجہ وہی ہے کہ یہ خبیث گروہ اپنے بعض گمراہ کن عقائد کو برسر عام کہہ ہی نہیں سکتا۔مثلاً سُنی لیبل کا مجتہد کھلم کھلا مجمع عام میں اگر یہ اعلان کردے کہ آنحضرتؐ سے (معاذ اللہ) غلطیاں ممکن تھیں اوراُن سے فلاں فلاں غلطیاں اور گناہ ہوئے تھے تو اہل سنت والجماعت کے عوام الناس اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔لیکن مجتہد کا عقیدہ یہی ہے اوراُن کی کتابوں کے قبرستان میں دفن ہے۔اگرکوئی ایسا مجتہد تیار ہوجائے تو ہمیں اطلاع دیں ہم جلسہ عام کا انتظام کریں گے۔وہ رسولؐ اللہ کو اپنے عقیدہ کے مطابق خطا کار وغیر معصوم ثابت کرے۔ہم دکھائیں گے کہ اس جلسہ سے اس کی لاش ہی گورستان جائے گی۔اُدھر ہم شیعہ مجتہدین سے کہتے ہیں کہ وہ کسی جلوس میں یا مجلس عزاداری کے دوران یہ اعلان کریں کہ سینہ زنی، زنجیراور قمہ کا ماتم حرام ہے اور ماتمی دستے حرام کام کررہے ہیں۔انشاءاللہ والا امام علیہ السلام ایسا اعلان کرنے والا زنجیر کی چھریوں سے وہیں اُسی جگہ قیمہ بنا کر رکھ دیا جائے گا۔یہ حرام کار وحرام خور لوگ دلوں میں اور کتابوں میں اور عقائد رکھتے ہیں اور زبان سے کچھ اور کہتے رہتے ہیں۔یہ اُسی منافق گروہ کے نمائندے ہیں جو نزول قرآن کے دوران اسلام کے خلاف منصوبہ بنا رہا تھا اور جس کا ذکر قرآن نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے اور ہم نے بار بار دکھایا ہے۔

(ے) یہ ثابت ہوگیا کہ عوام الناس کا مذہب اسلام ہے اور مجتہد کا مذہب تخریبِ اسلام ہے

ہم اپنے سابق عنوان پر آ گئے اور ثابت کر چکے کہ مجتہد اُس مذہب کا اوران روایات کا حقیقی دشمن ہوتا ہے جو عوام الناس میں مشہور ومقبول ہوں۔اورعوام الناس کو صحیح عقائد سے ہٹانے کے لئے بدعتوں اور شرک والحاد کا ڈھونگ رچایا کرتا ہے۔مندرجہ بالا تدریجی وتمہیدی بیانات میں گیارہ سوسالہ حکومتوں اوراُن کے تمام زور وجبر وقوت اور تمام مجتہدین کی پوری بصیرت کے بعد بھی وہ روایات اور عقائد عوام میں موجود رہے جن کو یہ بدبخت لوگ مٹانا چاہتے تھے۔جن کو بدلنے کے لئے اُنہوں نے عربی زبان کو بدلا تاکہ قرآن کے مفاہیم کو بدل سکیں۔حقیقی اسلام کو کفر میں بدلنے کے لئے انہوں نے اصول فقہ اوراصول حدیث اوراصول درایت کے ناموں سے ایک گورکھ دھندا تیار کیا تاکہ آیات اوراحادیث کا رخ بدل ڈالیں اِسی قسم کی ایک چال یہ ہے کہ۔ **''وہ احادیث جو عوام الناس میں مشہور ومقبول ہوں قابل قبول نہیں''**۔لیکن سوال یہ ہے کہ یہ احادیث عوام الناس تک پہنچی کیسے؟ تم ایسے دشمنِ خدا ورسولؐ گروہ نے ان احادیث کو پہنچنے سے روکا کیوں نہیں؟ عوام الناس تمہاری طرح نہ وہ شیطانی ذہنیت رکھتے ہیں اور نہ ہی عوام الناس کو تمہارا گمراہ کن علم حاصل ہے۔یعنی جس طرح تم نے گیارہ سوسال میں اپنے سیکڑوں اقوال کو حدیث بنا کر اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔عوام الناس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ تمہاری طرح احادیث خود گھڑ لیں۔یقیناً جو احادیث اُن میں

مشہور ومقبول چلی آ رہی ہیں وہ اِس سال یا سالِ گذشتہ میں تیار نہیں کر لی گئی ہیں۔ اُن میں اکثر احادیث فریقین کی کتابوں میں موجود ہیں اور جو کتابوں میں نہیں ملتیں وہ سینہ بہ سینہ پشت در پشت عملی حیثیت سے چلی آ رہی ہیں۔ اگر چہ تم نے تو احادیث کی چارسو کتابوں کو غائب کر لیا لیکن اُن احادیث کو کیسے غائب کر سکتے تھے جن پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو تیرہ چودہ سو سال گذر گئے۔ تم قرآن اور حدیث کو جلا کر کامیاب نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ قلوب اور اعمال میں آیات اور احادیث راسخ ہو کر عمل کی صورت میں منتقل ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ تمہارا یہ کہنا یا لکھنا کہ فلاں بات کسی حدیث یا تفسیر کی کتاب میں نہیں ہے۔ فلاں عمل اور فلاں رسم کے لئے کوئی حدیث موجود نہیں ہے، بڑی بے شرمی اور بڑی بے حیائی اور انتہائی ڈھٹائی کی بات ہے۔ ارے تم خود ہی چارسو کتابوں کو جلا ڈالو۔ غائب کر جاؤ اور خود ہی کہہ دو کہ حدیث نہیں ملتی۔ تمہارا ہزاروں کتابوں کو ضائع کر ڈالنا اسی مقصد کے لئے تھا۔ ہمیں تمہارا اطمینان کرانا منظور نہیں اگر عوام الناس کوئی غلط کام یا غلط رسم ادا کر رہے ہیں تو تم اپنا رستہ ناپو۔ تم کون ہو؟ ہم تمہیں خوب پہچانتے ہیں۔ تمہاری کمائی۔ تمہاری خوراک۔ تمہاری روزی مال حرام پر مبنی ہے۔ تمہارا گوشت پوست ہڈیاں اور خون اور ہڈیوں کا گودا مال حرام سے بنا ہے تم مجسمہ ظلمت ہو۔ تمہیں کیا حق ہے کہ تم مسلمان عوام کو غلط کار قرار دو؟ **سنو ہم تمہیں امت کی پوزیشن بتاتے ہیں۔ تم ہی نہیں بلکہ نیک طینت علماء بھی اُمت کے ماتحت ہیں۔** تم پر لازم ہے کہ جس چیز پر امت کے تمام عوام یعنی (امت نفی مجتہدین = امت کے عوام الناس) عوام الناس متفقہ طور پر عمل پیرا ہوں وہ رسولؐ کی سنت کہلاتی ہے اور رسولؐ کے اقوال کو حدیث کہا جاتا ہے۔ جب کتاب وسنت کہا جاتا ہے تو قرآن اور حدیث مراد نہیں لیا جانا چاہئے بلکہ قرآن اور بھولے بھالے عوام الناس کا وہ متفقہ عمل مراد لیا جانا چاہئے جو مجتہدین کو ناگوار و ناپسند ہوتا ہے۔

(۸) اُمت۔ (نفی) مجتہدین ہرگز گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی

شیعہ مجتہدین پر ناگوار وگراں گذرنے والی حدیث میں فرمایا کہ **لا تجتمع اُمتِی عَلَی الباطل**۔ میری امت کسی باطل بات پر متفق نہیں ہوسکتی۔ یہ حدیث بھی مشہور ہے اور معصومؑ قول ہونے کی بنا پر سو فیصد صحیح ہے۔ آیئے ہم بتائیں کہ مجتہدین کیوں امت سے خارج کئے گئے ہیں؟ اِس لئے کہ مجتہدین نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ اور بار بار اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ یعنی کہنا تو وہ یہ چاہتے ہیں کہ فلاں مسئلہ پر ساری اُمت متفق ہے لہٰذا جس مسئلہ پر ساری اُمت متفق ہو وہ مسئلہ قرآن کی طرح صحیح اور واجب العمل اور واجب التسلیم ہے۔ اس سے اُمت کی پوزیشن واضح ہوگئی۔ یعنی اُمت کا اتفاق ایک ایسی سند یا اتھارٹی (Authority) ہے جو بقول مجتہد بھی قرآن کے برابر مستند ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ کبھی ساری اُمت۔ نہ ایک دور کی امت نہ ایک ملک کی امت ایک جگہ جمع ہوئی نہ ہوسکتی ہے اور نہ وہ اجماع وقوع میں آنا ممکن ہے جو مجتہدین اُمت کے نام سے لوگوں پر ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ وہ تو دراصل کم از کم دو یا دو سے زیادہ مجتہدین کا متفقہ مسئلہ ہوتا ہے اور وہ صرف مجتہدین کی کھوپڑیوں

اور کتاب میں ہوتا ہے ۔عوام کو اس کی خبر تک بھی نہیں ہوتی ۔ چنانچہ مجتہدین کا متفقہ فیصلہ ہرگز اُمت کا متفقہ فیصلہ نہیں ہوتا۔ اورامت نہ تو کوئی فیصلہ کرتی ہے نہ احکام جاری کرتی ہے نہ مسئلہ گھڑتی ہے ۔لہٰذا مجتہدین چونکہ مسئلہ خود گھڑتے ہیں فیصلہ بھی کرتے ہیں اور موقعہ ملے تو احکام بھی جاری کرتے ہیں۔ لہٰذا تمام مجتہدین اُمت اسلامیہ سے خارج ہیں ۔اُمت میں چند بنیادی عقائد عہد رسولؐ سے آج تک متفقہ طور پر چلے آرہے ہیں لہٰذا اُمت کے عوام الناس کی ہم آہنگی عمل اور خیال کسی جلسہ میں بحث مباحثہ کے بعد پیدا نہیں ہوئی ہے جیسا کہ مجتہدانہ سازش میں ممکن ہے ۔ یہ چند لوگ ہوتے ہیں ۔ایک جگہ سب جمع ہو سکتے ہیں ایک دوسرے کو لالچ ،دولت اور فریب دے سکتے ہیں۔ اُمت کے لئے یہ سب ناممکن ہے۔ اُمت کی ہم آہنگی روز اول سے چلی آرہی ہے ۔رسولؐ اللہ کے عہد کے عوام دن رات رسولؐ کا عمل دیکھتے اور سنتے تھے ایک قوم اُن تصورات اور اعمال کی پابند ہوگئی تھی جو وہ دن رات مشاہدہ کر رہی تھی ۔یہی قوم رسوؐل کی اُمت تھی ۔رسوؐل کی زندگی ہی میں کچھ بچے پیدا ہوئے کچھ بڈھے مرگئے چونکہ وہ ساری قوم نہیں مری تھی اس لئے مذکورہ تصورات اور اعمال جاری رہے۔ بچوں نے ہوش سنبھالتے ہی اُن تصورات کو سُنا اور اُن اعمال کو اپنایا اور بعض نے رسوؐل اللہ سے ۔بعض نے رسوؐل کے بھائی اور بچوں سے اور بعض نے اُن دونوں سے تصدیق بھی کرلی اور بعض نے محض اپنے والدین سے اُن تصورات و اعمال کو اختیار کرلیا۔ چنانچہ اُس قوم میں موت اور پیدائش کا عمل جاری رہا۔ نہ ساری قوم ایک دم مرسکتی تھی ، نہ نئی نسل ایک دم وجود میں آسکتی تھی ۔لہٰذا وہ اعمال وتصورات ایک دوسرے کو اور آپس میں تمام افراد کو پیدائشی اور سماعی اور مشاہداتی وتجرباتی طور پر معلوم ہوتے چلے آئے اور یُوں ہی وہ اعمال اور افعال جو رسولؐ نے تعلیم کئے تھے، قیامت تک رسوؐل کی سنت کی حیثیت سے امت میں برقرار رہیں گے ۔اُس سنت رسوؐل کو مشکوک کرنے ،تبدیل کرنے اور ایک ابلیسی سنت کو رسوؐل کی سنت کے نام سے جاری کرنے کے لئے عرب کے مشرک ماہرین نے زمانہ نزول قرآن ہی میں اپنا منصوبہ جاری کیا تھا۔ اُس منصوبے کے بنیادی نکات جو قرآن کریم نے بیان کئے ہیں۔

۱۔اُن میں سب سے اول نکتہ یہ ہے کہ اگر اس قرآن کو واپس نہ لیا جائے تو اُس میں قومی وملکی مصلحتوں کے ماتحت تاویل' تبدیلی اور تعطل منظور کرا لینا۔

۲۔انبیاءؑ اور رسوؐلوں کو عام انسانوں کی مثل ثابت کر کے اُن کو خدا کی بے خطا پوزیشن سے الگ کرنا تا کہ اُن کا ہر حکم واجب التسلیم اور واجب العمل نہ رہے۔

۳۔قرآن اور رسوؐل کی ہمہ گیری کو تسلیم نہ کرنا ۔یہ بڑے نکات تھے جن کے ماتحت اُن کے دیگر بہت سے نکات قرآن نے ریکارڈ کئے ہیں ۔مشرک ماہرین نے اپنے نظام اجتہاد کو اسلامی جماعت میں قائم کیا جسے قران کریم نے طاغوت کا نام دیا ہے۔ عہد رسولؐ ہی میں ایک ایسی قوم تیار کرلی گئی تھی جو اپنا ہر عقیدہ ہر فیصلہ اور ہر تصور نظام اجتہاد کی تصدیق سے اختیار کرتی تھی ۔

اور رسولؐ کو عام انسانوں کی طرح (معاذ اللہ) خطا کار خیال کرتی تھی اور مجتہدین کے حکم اور تفہیم کے مقابلہ میں قرآن کو نظر انداز کر دیتی تھی۔ اس قوم کو قرآن نے، قرآن کو مہجور کر کے طاغوت کو اپنا حاکم بنا لینے والی قوم قرار دیا ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد یہ دونوں قومیں برابر چلی آ رہی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ رفتہ رفتہ وہ وقت آ گیا کہ آج طاغوتی مذہب اپنا منہ چھپاتا پھرتا ہے اور امت کے عوام یا کثرت الناس مندرجہ بالا مشرک اور مجتہدانہ نکات کے خلاف عقائد رکھتے ہیں اور مجتہدین چاہتے ہیں کہ ہر اُس تصور، عقیدے اور عمل کو خلاف قرآن وحدیث ثابت کیا جائے جو عوامِ اُمت میں مشہور و مسلمہ طور پر چلا آتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ مجتہد ولد مجتہد نے مذکورہ روایات کو غلط کہا۔ مگر اُن روایات کو غلط ثابت کرنے کے لئے نہ کوئی آیت اپنے ثبوت میں پیش کی نہ کسی حدیث کا حوالہ دیا بلکہ بادشاہِ وقت کے گھمنڈ میں ایک حکم جاری کر دیا۔ اُس کے پجاری اور مقلد ڈھکو کو بتادو کہ تم اور تمہارے ہمنوا سب کچھ ہو مگر دیانت دار نہیں ہو، محمدؐ و آلِ محمدؐ کے شیعہ نہیں ہو، اور سب سے بُری بات یہ کہ تم اُمتِ مسلمہ کے بہی خواہ نہیں ہو۔

(۹) اُمت رسولؐ یا قوم رسولؐ میں رائج سنتِ رسولؐ ہمیشہ ملحوظ رہے گی

قارئین یہ نوٹ کریں کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے ملت شیعہ کے اہل علم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ آئمہؑ کے احکام واحادیث بھی اس طرح پیش کریں کہ عوام الناس میں رائج اور مشہور سُنت الٹ پلٹ نہ ہو جائے۔

چنانچہ جناب عبدالاعلیٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا فرماتے تھے کہ:-

۔''ہماری حکومت کی صرف اسی قدر ذمہ داری نہیں ہے کہ اس کو قبول کرلیا جائے اور اس کی تصدیق کردی جائے بلکہ ہماری حکومت میں یہ بھی شیعوں کی ذمہ داری ہے کہ ہماری حکومت کی حفاظت کریں اور اسے رازدارانہ انداز میں مضبوط کرتے جائیں اور نااہلوں کو تصادم کا موقع نہ دیں۔ چنانچہ ہمارے مبلغین سے سلام کے بعد کہنا کہ دیکھو تم میں سے اللہ کی رحمت کا حق دار وہ ہوگا جو عوام الناس کے جذبہ محبت وعقیدت کو اپنے مشن میں جذب کر کے دکھائے چنانچہ اُن کے روبرو ہماری ایسی حدیثیں بیان کرو جن سے اُن کا پہلے سے تعارف ہو۔ اور جو باتیں اُن کو گراں گذریں وہ صیغہ راز میں رکھنا (اور اُس وقت کہنا جب معروف ومشہور کے مطابق بنالو) پھر فرمایا کہ خدا کی قسم ہمیں ہمارے کسی دشمن کا تلوار کھینچ کر ہم پر حملہ آور ہونا اس قدر تکلیف دہ اور نقصان دہ نہیں ہوتا کہ جتنا اُس مبلّغ کا عملدر آمد تکلیف اور نقصان دیتا ہے جو اپنی گفتگو میں ایسی باتیں کہہ جاتا ہے جو ہمیں ناپسند ہیں''۔ پھر فرمایا کہ:-

:سمعت اباعبداللّٰه يقول انّه لَيْسَ مِن احتمال امرنا التصديق له والقبول فقط مِن احتمال امرنا سترهُ وصيانته من غير اهله فاقر لهم السلام وقل لهم رحم اللّٰه عبدااجترمودّةالناس اِلٰى نفسه حدّثوهم بما يعرفون واستروا عنهم ماينكرون ـ ثم قال واللّٰه ماالناصب لناحرباً باشدّ علينا مؤونة من الناطق علينا بِما نكره۔ثم قال

(۱۰) تحریک تشیع میں شیعوں کے کرنے کا کام ۔مجتہدین کی زبان بندی ہے

۔''جب تم یہ دیکھو کہ کوئی شخص مقصد کو نقصان پہنچانے والی باتیں کرتا ہے ۔تو اُس کے پاس جاؤ اور اُسے مُضر باتیں کرنے سے باز رکھو۔ اگر وہ تمہاری نصیحت قبول کرلے تو خیر۔ ورنہ اُس پر کسی شخص کو تعینات کردو جو اُس کی راہ روک کر اُس پر بھاری ثابت ہو جس کی وہ بات مان لے ۔اور کبھی کبھی ایسا ہونا بھی یقینی ہے کہ کسی آدمی کو اس لئے یہ رُخ اختیار کرنا پڑتا ہے کہ اُسے کوئی ضرورت درپیش ہے اور وہ اس غلط طریقہ سے اپنی حاجت روائی چاہتا ہے ۔ چنانچہ اگر ایسا ہو تو اُس کی حاجت کو میری حاجت سمجھ کر مرکزی مقصد کو محفوظ رکھنے کے لئے اُسے مالی یا دیگر مدد دے دو۔ اگر اس طرح وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائے اور تمہاری مدد قبول کرلے تو خیر۔ ورنہ پھر اُس کا علاج یہ ہے کہ اس کے چلنے والی زبان اور اس کی بکواس کو کہیں اپنے قریب ہی دفن کرنے کا انتظام کرو۔ اور خود اُس کے بیانات کو آپس میں بھی ادھر اُدھر بطور عذر بیان نہ کرتے پھرو کہ اُسے یہ سزا اس لئے دی گئی کہ وہ یوں کہتا تھا اور ایسا کہنے سے یہ نقصان ہوسکتا تھا۔ اس لئے کہ یہی تو اُس کا مقصد تھا اور اس سے مجھے اور تمہیں دونوں کو دقتیں پیش آئیں گی ۔سنو! خدا کی قسم اگر تم وہی بیانات زبان پر لاؤ جو میری طرف سے جاری ہوتے ہیں اور اُسی انداز سے مناسب وقت پر منہ سے نکالا کرو تو میں قبول کروں گا کہ تم واقعی میرے صحابہؓ ہو۔ اور دیکھو کہ ابوحنیفہ کے بھی صحابہ ہیں اور حسن بصری بھی اپنے ساتھی رکھتا ہے۔ لیکن قریش کے محاذ پر میں ایک ایسا مدّ مقابل مرد ہوں جسے قرآن کا علم حاصل ہے اور قرآن میں ہر چیز کا بیان کردیا گیا ہے۔ تخلیق کائنات سے لے کر آسمانوں کے امور اور زمین کے احکام ۔اور تمام پہلے لوگوں اور مخلوق کے حالات اور تمام آخر میں آنے والے لوگوں کے واقعات اور جو کچھ ہوچکا یا جو کچھ ہورہا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے۔ قرآن کا عالم ہونے کی وجہ سے میں یہ سب کچھ اس طرح دیکھتا ہوں جیسے کہ یہ سب کچھ سمیٹ کر میری نگاہ کے سامنے رکھ دیا گیا ہو۔ (یہاں وہ حدیث مکمل ہوئی جو عنوان نمبر ۹ کے ساتھ شروع ہوئی تھی)

> (ثُمّ قال) فاذا عرفتم من عبدٍ اذاعة فامشوا الیه وردّوه عنها ،فان قبل منکم ۔والّا فتحملّوا علیه لِمَن یثقل علیه ولیسمع منه ۔فَاِن الرجل منکم یطلب الحاجة فیلطف فِیها حتی تقضی له فالطفوا فی حاجتی کما تلطفون فی حوائجکم فان هو قبل منکم ، واِلّا فادفنوا کلامه تحت اقدامکم ولا تتولّوا اِنّهٗ یقول ویقول فان ذلک یحمل عَلَیَّ وعلیکم ۔اما واللّٰه لو کنتم تقولون مَااقول لاقرت انکم اصحابی۔(الخ)
>
> هذا ابوحنیفة له اصحابٌ وهذا الحسن البصری له اصحاب وانا امرؤمن قریش قدولدنی رسوؐل اللّٰه وعلمت کتاب اللّٰه وفیه تبیان کل شیی ءٍ بدء الخلق وامر السماء وامرالارض وامر الاولین وامر الاخرین وامر ماکان وامر مایکون، کائنی انظر الیٰ ذلک نَصَبَ عینی(کافی کتاب الایمان والکفر باب الکتمان)

(۱۱) رسولؐ اللہ کی حقیقی قوم، اس کی ذمہ داری اور مجتہدین کی مذموم پوزیشن

عنوان نمبر (۹) میں واضح ہوگیا کہ جو کچھ حقیقی عوام الناس میں معروف ومشہور ومقبول سُنت چلی آ رہی ہو۔ اُس کو بنیاد بنا کر آنے والا پروگرام اور بیانات پیش کرنا لازم ہیں اور مقاصد آئمہؑ اہل بیت علیہم السلام کو دل نشین کرانے اور لوگوں کو اُس پر کار بند کرنے کے لئے تمام اراکین تبلیغ کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو خود اپنی ذات اور بیانات کا گرویدہ بنائے رکھے۔ اور اُسی طرح احادیث کو پیش کریں جس طرح ہم پیش کرتے ہیں۔ اور ہرگز ہرگز کوئی بات اس طرح بیان نہ کریں جو عوام الناس کو گراں گذرے اور۔

(ii) جو مُبلّغ اس طرح بات نہ کرے۔ لوگوں کو اپنی ذات اور اپنے بیانات سے متنفر کرے لوگوں کو ہمارے مقاصد کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی پرواہ نہ کرے وہ ہمارے لئے ہمارے تیغ بکف حملہ آور دشمن سے بھی بڑا دشمن ہے اور۔

(iii) ایسے مبلغین کا تدارک بڑی تفصیل سے بتا دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ انہیں مال و دولت اور جبر وقوت سے روک دینا لازم ہے۔ قارئین اس حدیث پر بار بار غور فرمائیں اور مسٹر ڈھکو اور ان کے ہمنوا اور دیگر نئے پرانے مجتہدین کی پوزیشن کو متعین کرلیں اور پھر یہ سوچیں کہ کیا ہمارا سلوک ان لوگوں سے سو فیصد درست نہیں ہے؟ ابھی ہم ان کا تدارک پہلے درجے میں کررہے ہیں۔ ابھی دو مرحلے اور باقی ہیں۔ اُمید ہے کہ وہ اس حدیث پر غور کر کے اپنے دشمنانہ کاروبار کو اس حد پر نہ لائیں کہ حدیث کا دوسرا پہلو اُن کے سامنے آ کھڑا ہو۔ تحریک تشیع میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اہل بیت علیہم السلام کی راہ میں مال و دولت اور اہل وعیال و جان و جہان قربان کرنا اپنی سعادت سمجھتے اور احکامات کے منتظر رہتے ہیں۔ اور ہم اس لئے دلیل و برہان سے پیش آ رہے ہیں تا کہ وہ چند مومنین جو ڈھکو اینڈ کمپنی کے بہکانے سے متاثر ہوئے ہیں۔ اُن کی سمجھ میں حقیقتِ حال آ جائے۔ اور وہ دامنِ اہلبیتؑ دوبارہ پکڑ لیں۔

(IV) اس حدیث کا آخری حصہ اگر قبول کرلیا جائے اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے اُس علم پر ایمان قائم ہو جائے جو حدیث میں بیان ہوا ہے تو نہ معراج کی بحث میں جان رہتی ہے نہ نزول قرآن کی روداد کہیں ٹھہرتی ہے۔ نہ جہلا کی قیادت وتقلید باقی رہتی ہے نہ خلافت و امامت کا تنازعہ باقی رہ سکتا ہے۔ نہ سنی وشیعہ میں نفرت واختلاف برقرار رہ سکتا ہے۔ دراصل ڈھکو اینڈ کمپنی نہ معراج کی بحث کو سنجیدگی سے کرنا چاہتی ہے نہ نوری وخاکی ثابت کرنا اُن کا حقیقی مقصود ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ مجتہدین اُس علم کا انکار کرتے ہیں اور اُس انکار کو عوام کے دل نشین کرانے کے لئے معراج و نور و خاک وغیرہ کی بحثیں نکالتے ہیں۔ ہم اُن تمام حضرات سے اپیل کرتے ہیں جو مولانا محمد حسین ڈھکو مجتہد کو اُن کی بحثوں میں حق پر مانتے ہیں یا اُن سے عقیدت رکھتے ہیں۔ کہ وہ حضرات جناب ڈھکو کے سامنے مندرجہ بالا حدیث پیش کر کے اُس پر اُن سے یہ لکھوالیں کہ:۔

> ’’میں مسمی محمد حسین ڈھکو ولد......... ڈھکو بسلامتی ہوش وحواس اور بلا جبر وکراہ یہ لکھے دیتا ہوں کہ حدیث مندرجہ بالا کو کسی معنوی ترمیم وتاویل کے لفظ بلفظ اپنے ایمان اور سابقہ بیانات کے مطابق حق سمجھتا ہوں‘‘۔ (دستخط ومہر)

اگر آپ ڈھکو صاحب سے ایسی تحریر لکھوا کر اُس کی اصل یا فوٹو اسٹیٹ کاپی ہمیں بھجوادیں اور ساتھ ہی شیعہ وسنی اخباروں میں شائع کرادیں تو ہم ڈھکو کے رد میں لکھی ہوئی تمام تحریریں واپس لے لیں گے۔ لیکن اگر وہ ایسی تحریر واعلان کے لئے رضامند نہ ہوں تو آپ اُنہیں منافق اور دشمنان آل محمدؐ میں شمار کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ یہاں ہمارے مخاطب وہ مومنین ہیں جو جناب کمبوہ صاحب ساکن کروڑ ضلع مظفر گڑھ کی طرح پر خلوص ونیک نیت شیعہ ہیں اور جناب ڈھکو کے بیانات کو مبنی بر حق سمجھنے لگے ہیں۔ حالانکہ ہم نے انہیں زبانی فیصلہ کی دعوت دی تھی۔ اور وہ پوزیشن بیان کی تھی۔ جو جناب محمد حسین کے قلب میں ہمارے لئے موجود رہے گی۔

(۱۲) ڈھکو اینڈ کمپنی کے چند اور ہمنوا فریب ساز مجتہد

ہمارے مندرجہ بالا عنوانات وبیانات سے بار بار یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ ہر وہ شخص جھوٹا اور فریب ساز ہے جو آنحضرتؐ کی صرف ایک معراج کا قائل اور ایک سوانیس (۱۱۹) معراجوں کا منکر ہے۔ یقیناً وہ اقرار میں کاذب ہے۔ اور فریب ساز اس لئے ہے کہ وہ صرف اُس ایک حدیث کو پیش کرتا ہے جس میں ہم سب متفق ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام معراج میں ہمراہ نہ تھے بلکہ زمین پر رہتے ہوئے معراج فرما رہے تھے۔ اور جو کچھ آنحضرتؐ کے ساتھ گذری اُس روداد کو آنحضرتؐ کی واپسی پر من وعن سنا دیا تھا۔ اور یہ فریب اور کذب اس لئے بھی اور گھناؤنا ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ اُن تمام احادیث سے واقف اور انہیں بحار الانوار اور دیگر قدیم وجدید کتابوں میں لکھا ہوا موجود پاتے اور حسب موقعہ اُن کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ اور یہ ساری بحث وثبوت گذر چکا ہے۔ اب ایک اور مجتہد کا فریب کارانہ اور کاذبانہ دعویٰ اور بیان پیش کرتے ہیں۔ ڈھکو کے الفاظ میں اُن کا تعارف یہ ہے۔

(الف) مجاہدِ کبیر، عالم جلیل السید محمد مہدی قزوینی رضی اللہ حق رَضاً

ڈھکو صاحب کی عبارت اور ترجمہ:۔ ’’اپنی کتاب ھدی المصنفین جلد ۱ صفحہ ۲۹۸ طبع نجف اشرف پر سید کاظم رشتی شیخی کے اِس نظریہ کی کہ حضرت علیؑ معراج پر ہمراہِ پیغمبر تھے۔ تردید کرتے ہوئے اس پر تمام فرقہ شیعہ کے اجماع کا دعویٰ فرماتے ہیں۔ چنانچہ ان کی اصل عبارت یہ ہے۔ ’’یعنی اس مرد (سید کاظم رشتی)

> **ہمنوا کی اپنی فارسی عبارت:۔** ’’ھفتم گفتن ایں مرد باینکہ درھر مقامی کہ حضرت پیغمبر صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم در حدیثِ عروج رسید علی علیہ السلام در آں مقام بود قبل از آں سرورؐ دروغیست بے شبہ ومخالف است **مجمع علیہ میان شیعہ اثنا عشریہ** چونکہ ھمہ معتقد اند بر اینکہ

کا یہ کہنا کہ شبِ معراج جہاں بھی حضرت رسولؐ خدا تشریف لے گئے وہاں حضرت امیرؑ موجود تھے۔۲۔ بلا شبہ یہ دروغ بے فروغ اور فرقہ شیعہ امامیہ کے اجماعی نظریہ کے مخالف ہے ۔۳۔ کیونکہ اُن کا اتفاق ہے۔ کہ معراج صرف خاتم الانبیاءؐ کو

> حضرت خاتمؐ عروج فرمود وحضرت امیر عروج نه فرمود بسوئے آسمانها ۲.واخبار صحیحه اهلبیتؑ علیهم السلام دلیل اندبراین مطلب ۳.از آنها خبر یست درششم بحار نقل شده از عیون وسندش صحیح است از حضرت صادق علیه السلام "۔

ہوئی ہے نہ خاتم الاوصیاء کو۔۴۔ اوراس دعویٰ پر اہلبیت علیہم السلام کی اخبار صحیحہ دلیل ہیں۔۵۔ منجملہ اُن کے ایک وہ صحیح السند روایت ہے جو ششم بحار صفحہ ۴۹۹ میں بحوالہ عیون الاخبار حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے''۔ (ڈھکو نے مسلسل لکھا کہ) اس عالم جلیل کی فرمائش سے واضح وآشکار ہے۔ کہ تمام شیعہ کا اس عقیدہ پر اتفاق ہے۔ ہاں البتہ فرقہ شیخیہ جو کہ ''مفوضہ'' ہیں وہ اس سلسلہ میں مخالف ہیں'' (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۴۔۲۱۵)

(ب) اس بیان میں علامہ ڈھکو نے غلط بیانی، بددیانتی اور بے ادبی کی ہے

(i) سب سے پہلے بے ادبی۔ علامہ نے اپنے ابتدائی جملہ میں حضرت علیؑ اور پیغمبر لکھا لیکن نہ درود وسلام لکھا نہ (ؑ) یا (ؐ) بنایا۔

(ii) بددیانتی اور غلط بیانی۔ فارسی عبارت میں کہیں حضرت علیؑ کا معراج میں ساتھ جانا زیر بحث نہیں ہے۔ مگر علامہ نے یہ لکھ مارا کہ ''سید کاظم رشتی کے اس نظریہ کی کہ حضرت علیؑ معراج پر ہمراہ پیغمبرؐ تھے'' (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۴) یعنی ڈھکو نے کاظم رشتی اور اپنے عالم جلیل کی تحریر کے خلاف بالکل غلط نظریہ دونوں پر چپکا دیا۔ حالانکہ نہ کاظم رشتی کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت علیؑ معراج میں پیغمبرؐ کے ہمراہ گئے تھے نہ قزوینی صاحب نے ڈھکو کے اس غلط دعویٰ یا نظریہ کی تردید کی ہے فارسی عبارت میں تو یہ ہے کہ:۔

پہلی غلط بیانی۔ ''درهر مقامی که حضرت پیغمبرؐ درحدیث عروج رسید ،علیؑ درآن مقام بود قبل ازآن سروؐر''۔

ہمارا ترجمہ= معراج والی حدیث میں پیغمبرؐ جہاں جہاں اور جس مقام پر بھی گئے حضرت علیؑ ہراُس جگہ آنحضرتؐ سے پہلے ہی موجود تھے۔ یہ تھا کاظم رشتی کے سر لگایا ہوا نظریہ جس میں ڈھکو نے غلط بیانی اور بددیانتی کی ہے۔ اور جب اس جملہ یا نظریے کا ڈھکو نے ترجمہ کیا تو اس میں سے یہ غائب کرلیا کہ:۔

دوسری غلط بیانی= ۔''قبل از آن سرورؐ''۔ ''آنحضرتؐ سے پہلے ہی۔'' (ملاحظہ ہو سطر ۶ صفحہ ۱۲۱۵ اصول الشریعہ)

تیسری غلط بیانی= جناب قزوینی نے کہا ہے کہ۔''مجمع علیه میا ن شیعه اثنا عشریه''۔ شیعہ اثناعشریہ کے متفقہ عقیدے کے خلاف ہے۔ مگر علامہ ڈھکو نے شیعہ اثناعشریہ کی جگہ شیعہ امامیہ کے اجماعی نظریہ کے مخالف ہے لکھ دیا۔ حالانکہ جب شیعہ امامیہ بولا یا لکھا جاتا ہے تو اُس میں ہر وہ گروہ شامل سمجھا جاتا ہے جو آنحضرتؐ کے بعد خلفائے ثلاثہ کے مقابلہ میں حضرت علیؑ

اوراُن کی اولاد کے آئمہ علیہم السلام کی امامت کا قائل ہو۔خواہ وہ اولین چھ آئمہ کو مانتا ہو یا آٹھ اماموںؑ کا قائل ہو یا بارہ اماموںؑ کی مسلسل امامت کا عقیدہ رکھتا ہو۔مفوضہ ہو یا غالی ہو۔باطنی ہو یا قرمطی ہو۔شیعہ امامیہ کہنے سے چودہ پندرہ فرقے مراد لئے جاتے رہے ہیں اوراس پر واقعی علماء کا اتفاق ہے۔خود ڈھکو سے خط لکھ کر معلوم کرلو کہ شیعہ امامیہ۔اورشیعہ اثناعشریہ میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟اورفرق ہے تو کیاہے؟وہ ہماری تصدیق اوراپنی تکذیب پر مجبور ہوگا۔آزمالیں۔ہمارا مطلب یہ ہے کہ تحقیق کرنے والے عالم پرلازم ہے کہ وہ حوالجات اور بیانات کولفظ بلفظ لکھے اپنی طرف سے جو کچھ کہنا ہواُسے علیحدہ کر کے لکھے۔کسی پرعبارتوں کی نقل میں کاٹ چھانٹ کرکے الزام واتہام نہ لگائے ہم اور تمام محقق حضرات اس رویہ کو بددیانتی قرار دیتے ہیں۔

(iii) <u>قزوینی صاحب پرایک نظر</u>

یہ عالم جلیل اورمجاہد صاحب اس بات میں جھوٹے ہیں کہ مذکورہ نظریہ یادعویٰ محض کاظم رشتی کا ہے۔بچارے کاظم رشتی پر مجتہدین نے بہت سے غلط الزامات واتہامات لگائے ہیں۔اورمجتہدین کی یہ عادت ہم نے تفصیل کے ساتھ مفتاح الشفاعۃ سے پیش کردی ہے۔بہرحال مذکورہ نظریہ کاظم رشتی کی پیدائش سے آٹھ نوسوسال پہلے عوام شیعہ میں قائم تھا۔اور بارہ سوسال پہلے سے شیعہ کتب میں خصوصاً اوراہل سنت کی کتابوں میں عموماً لکھا ہوا ریکارڈ میں موجود چلا آرہاہے۔اور بقول ڈھکو کے ہمنوا سید حسین ولد حیدرعلی آج تک شیعوں میں موجود ہے۔لہٰذا کاظم رشتی پراس نظریہ کی ایجاد کا الزام غلط ہے۔البتہ یہ بات سوفیصد صحیح ہے کہ مجتہدین کی طرف سے اس نظریہ کی مخالفت کے باوجود نہ صرف سید کاظم رشتی نے بلکہ تمام محدثین نے اس نظریہ کی تائید کی ہے جو بہت سی احادیث میں واضح الفاظ کے ساتھ بیان ہواہے۔اورقرآن کریم کی آیات اُن احادیث کی تصدیق کرتی ہیں۔یا یہ کہیے کہ وہ احادیث قرآن کریم کی آیات کی تفسیر ہیں۔ہم دوبارہ یاد دلائیں گے۔

(ب) <u>قزوینی صاحب کادوسراجھوٹ یہ ہے کہ ان کاپسندیدہ اورمذموم نظریہ شیعہ اثناعشریہ کامتفقہ عقیدہ ہے</u>

ڈھکو سے کہیں اگروہ یہ ثابت کردیں یا صرف اپنے دست نازک سے لکھ دیں کہ آنحضرتؐ کے بعد آج تک کسی شیعہ اثناعشری نے اورکسی شیعہ اثناعشری عالم نے ڈھکو اورقزوینی کے نظریہ کے خلاف نہ کہا نہ لکھا اورنہ حضرت علیؑ کا کسی معراج میں آسمان پر ہونا تسلیم کیا۔توہم اُن کے ہاتھ سے ان کی تکذیب کرانے کا ذمہ لیتے ہیں۔یادرکھیں یہ دونوں کاذب ہیں۔

(ج) تیسرا جھوٹ اورفریب یہ ہے کہ یہ شخص سید کاظم رشتی کی تحریرپیش نہیں کرتا صرف زبانی جمع خرچ کرتاہے۔ہم اس کے پیروڈھکو کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ علامہ السید کاظم رشتی کی کتاب سے وہ مقام پورا لکھ کر پیش کریں اورپھرلکھ دیں کہ کاظم رشتی کے دعویٰ پراُن کے پاس کوئی دلیل اورحدیث نہیں ہے۔پھرہم ڈھکو کا ناطقہ بندنہ کردیں تو زیدی نام نہیں۔

(د) ان دونوں یعنی ڈھکو اورقزوینی نے جو اجماع کا دعویٰ کیاہے اس سے بڑا جھوٹ دنیا میں اورکوئی نہیں ہے۔سابقہ اوراق و

اقساط میں اجماع پر خود مجتہدین کے اقوال اور تحریریں پیش کر کے اجماع کو فریب ثابت کیا جا چکا ہے۔ البتہ ہم یہ قبول کرنے میں کوئی تکلف نہیں کرتے کہ چند مجتہدین اسلام کے خلاف عقائد پر واقعی متفق ہیں۔ اور یہ اجماع اجماعِ طاغوتی ہے۔ اس لئے کہ ہر وہ اجماع جس میں معصومؑ شامل نہ ہو متفقہ طور پر طاغوتی فیصلہ ہوتا ہے۔

(ہ) اور مجتہدین کا یہ فریب مسلسل اور مستقل ہے کہ یہ لوگ باقی (۱۱۹) ایک سو انیس معراجوں کا بھول کر بھی تذکرہ نہیں کرتے۔

(و) قرآن کریم اور ڈھکو اور اُس کے ہمنواؤں کا پورا ٹولہ یہ مانتا ہے کہ <u>معراج کا بنیادی اور حقیقی مقصد یہ تھا کہ اللہ آنحضرتؐ کو اپنی مخصوص اور بڑی بڑی آیات دکھائے۔</u> اگر کوئی معراج ایسی ہوئی ہو جس میں آیات کبریٰ نہیں دکھائی گئیں تو وہ قابل تسلیم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ قرآن اور ڈھکو اینڈ کمپنی کے مسلمہ بیان کے خلاف ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ مانتا ہے کہ حضرت علیؑ اور آئمہ علیہم السلام خدا کی آیات اور آیات کبریٰ ہیں۔ (جیسا کہ حدیث پیش کر دی گئی ہے) تو اُسے یہ ماننا پڑے گا کہ جہاں جہاں آنحضرتؐ گئے وہاں پہلے سے نمائش کے لئے آیات کبریٰ موجود تھیں۔ اور جو یہ نہ مانے وہ منکر حدیث و مکذب قرآن ہے۔ ورنہ اُس کی ذمہ داری یہ ہے کہ قرآن یا حدیث یا دونوں سے وہ چیزیں پیش کرے جس کو اللہ نے اپنی آیات کبریٰ قرار دیا ہو اور آئمہؑ نے اس کے وہی معنی تسلیم کیے ہوں۔ اور یہ بات تمام مجتہدین کے قابو کی نہیں ہے۔ چیلنج قبول کرائیں۔

(ز) <u>**آخری چالاکی فریب اور بددیانتی یہ ہے**</u> کہ اِن دونوں نے دو دو جگہ اپنی باطل غرض کو ثابت کرنے کے لئے جو حدیث پیش کی ہے صرف اسی کو۔ ''اخبار صحیحہ''۔ اور۔ ''سندش صحیح است''۔ اور۔ ''صحیح السند روایت''۔ لکھا ہے۔ اس آڑ میں یہ دونوں کہنا چاہتے ہیں کہ باقی احادیث جو حضرت علیؑ کی موجودگی کا تذکرہ کرتی ہیں وہ سب غلط ہیں یا ان سب کی سندات صحیح نہیں ہیں اور یہی طریقہ ہے اُن لوگوں کا جو حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ ہمنوا صاحب مع ڈھکو صاحب منکر حدیث بھی ثابت ہو گئے۔ اور یہی اس کتاب کا مقصد ہے کہ مجتہدین کو منکر حدیث اور دشمنان اہلبیتؑ ثابت کریں اور یہ ثابت ہے۔

<u>(IV) معراج میں شرکتِ مرتضویؑ۔ ہاتھ برآمد ہونا۔ کھیر کھانا۔ شیر کا ملنا</u>

(الف) قزوینی صاحب کے بعد ڈھکو صاحب ایک ایسے مجتہد کو پیش کرتے ہیں جس کی کتاب کی مکمل تردید زیر قلم کتاب کے دوسرے حصہ میں کی گئی ہے اور جن کو نجف اشرف کے مجتہدین نے سخت تنبیہات کی تھیں اور اُن کے مجتہد ہونے کا انکار کیا تھا۔ اور ان کی جس تفسیر کا حوالہ مسٹر ڈھکو نے دیا ہے۔ اس پر مذکورہ مجتہدین نے اعتراضات وارد کئے اور لکھا تھا کہ اس کی اصلاح کرو۔ (ملاحظہ ہو کشف الاسرار اور علامہ **کنتوری** و ناصر حسین اینڈ کمپنی کے بیانات اور متعلقہ شیعہ اخبارات)

(ب) لیکن ہم نے چاہا کہ پہلے ڈھکو صاحب کے آخری ہم نوا کو پیش کریں تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ

حضرت علی علیہ السلام کی موجودگی اور پردہ کے اندر رہ کر اپنا ہاتھ باہر نکالنے اور کھیر وشیر والے واقعہ کا ذکر بعض احادیث میں موجود ہے۔ چنانچہ جناب ڈھکو صاحب قرآن کے ایک مترجم ومفسر کو پیش کرتے ہیں۔ جو مجتہد تو نہیں ہے مگر ہاں مجتہدین کا پکا مقلد ہے۔اس لئے ہم اُن کا بیان صرف اس غرض سے لا رہے ہیں کہ مجتہدین کا انکار حدیث ثابت کرنے میں اُن سے مدد لے لی جائے لہٰذا یہ بزرگوار ڈھکو کے آدمی ہوتے ہوئے ہمارے لئے بھی مفید ہیں۔ڈھکو صاحب بولتے ہیں سنئے۔

(V) جناب مولانا عمار علی مفسر تفسیر اردو عمدۃ البیان

۔''جناب موصوف اپنی تفسیر عمدۃ البیان جلد۲ صفحہ ۲۲۵ طبع یوسفی دہلی پر لکھتے ہیں'':۔

۔''اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے۔کہ حضرت علیؑ بھی معراج میں شریک تھے اور ہاتھ پردے سے باہر نکالا اور کھیر کھائی اور شیر کے منہ میں رسولؐ خدا نے اپنی انگشتری دی اور زمین پر آئے۔تو وہ انگشتری علیؑ کے ہاتھ میں دیکھی۔اور یہ سب غیر معتبر ہے اور اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔لیکن جو کچھ رسولؐ خدا نے آسمانوں پر دیکھا وہ حضرت علیؑ نے زمین پر دیکھا۔کہ حجاب مابین سے اٹھ گیا تھا۔ چنانچہ امالی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا کہ میں نے رسولؐ خدا سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ خدا نے پانچ چیزیں مجھے دی ہیں اور پانچ چیزیں علیؑ کو بخشی ہیں۔الخ''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۲۱۶)

قارئین دیکھیں کہ ڈھکو صاحب ان پانچ چیزوں کی تفصیل کو صاف ٹرخا گئے تاکہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ علیؑ کہاں کہاں رسولؐ خدا کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔اس کے بعد جو ریمارک ڈھکو نے دیئے ہیں وہ محض بکواس ہے۔آپ نے عمار صاحب قبلہ کا مقلد ہونا دیکھ لیا کہ بلا دلیل مذکورہ احادیث کو غلط قرار دیدیا اور احادیث کو لکھنا بھی گوارہ نہ فرمایا۔یاد رکھیں کہ مجتہدین اور مقلدین کا طرّہ امتیاز یہ ہے کہ وہ واقعات میں کانٹ چھانٹ ضرور کرتے ہیں۔معنی اور بیانات میں تبدیلی کرتے ہیں اور بلا دلیل زبردستی از راہ تحکم بات ماننے اور منوانے کی امید رکھتے ہیں۔اب آتا ہے ڈھکو کا سب سے زبردست حاکم۔ہم اُس کی فارسی عبارت اور ڈھکو کا اردو ترجمہ مکمل لکھیں گے اور پھر جہاں ضروری ہوگا آپ کو متوجہ کریں گے۔

(VI) احادیث معصومینؑ کا سخت مخالف اور اپنی رائے کا پجاری

ڈھکو صاحب رقم طراز ہیں کہ:۔

۔''جناب علامہ سید علیؑ حائری صاحب مرحوم اپنی تفسیر بے نظیر معالم التنزیل جلد ۱۵ صفحہ ۳۶ پر چند نظریات مثل حضرت علیؑ کا معراج پر تشریف لے جانا، پردہ غیب سے ہاتھ کا نمودار ہونا، آنحضرتؐ کے راستے میں شیر کا سدِ راہ ہونا، اور آنحضرتؐ کا انگشتری عطا کرنا، اور پس پردہ حضرت علیؑ کا موجود ہونا وغیرہ وغیرہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں''

ترجمہ ڈھکو:۔

"۱۔یعنی اس قسم کے اعتقادرکھنا کفر و باطل ہے۔

۲۔آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے ایسی موضوع ومکذوب حکایات سے بیزاری ظاہر فرمائی ہے۔

۳۔اصل بات یہ ہے کہ اس قسم کی حکایات تمام ترفرقہ غالیہ ومفوضہ کی افتراپردازیوں کا نتیجہ ہیں۔

۴۔جنہیں بعض جاہل شعرابھی مجالس میں پڑھ دیتے ہیں۔

۵۔ایسے واقعات کا پڑھنااور سننا کفر ہے.......

۶۔کیونکہ یہ تمام واقعات بالکل بے اصل ہیں۔

۷۔(صفحہ۳۷)یعنی اس امر پر اہلبیتؑ عصمت وطہارت کا اجماع۔

۸۔اورتمام علمائے شیعہ کا اتفاق ہے۔

۹۔کہ آئمہؑ اطہار میں سے کسی بھی امام کو کسی وقت بلکہ سوائے ختمی مرتبتؐ کے کسی دوسرے نبی کو بھی آنحضرتؐ کی طرح کبھی معراج حاصل نہیں ہوئی۔

۱۰۔یعنی جناب امیرالمومنینؑ کے معراج پر تشریف لے جانے کا کسی عالم دین نے تذکرہ نہیں کیا۔

۱۱۔اورقرآن وحدیث میں اس کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں ملتا

۱۲۔یعنی صحیح صورت حال یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے شب معراج جناب امیرؑ کی شبیہ مبارک دیکھی تھی۔ورنہ خود حضرت علیؑ تو آنحضرتؐ کی مراجعت تک زمین پر حجة خدا تھے۔

۱۳۔کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ زمین حجت خدا کے بغیر ایک لمحہ باقی رہ سکے۔اگر ایسا ہوتو زمین اپنے اہل سمیت غرق ہو جائے"۔(اصول الشریعہ صفحہ۲۱۵تا۲۱۶)

فارسی عبارت:۔

چنیں اعتقادات داشتن کفر وباطل است۔(۲)حضراتِ آئمه اطهار علیهم السلام ازچنیں حکایاتِ موضوعه تبّرا جُستہ اند۔(۳)اصل آنست که ایں همه مفتریات فرقه غالیه ومفوّضه است۔(۴)وبعضے جهال شعرادر مجالس بیان می کنند (۵)خواندن وشنیدن وبداں اعتقاد داشتن کفراست۔(۶)چه ایں همه واقعات دراصل بے اصل اند (۷)(صفحه ۳۷)اجماع اهل بیت عصمت وطهارت علیهم السلام حاصل است۔

(۸)واتفاق علمائے ملتِ شیعه قائم است۔

(۹)برایں که هیچ امامےؑ رادر هیچ وقتے بلکه احدے از انبیاءؑ راهمچو پیغمبرؐ آخر الزمان صلعم معراج حاصل نه شد۔

(۱۰) زیراکه احدے معراج رفتن جناب امیرؑ المومنین راذکر نه فرموده است۔

(۱۱) ودرقرآن وحدیث ایماء کرده نه شده است۔

(۱۲) اقول۔ ایں است حقیقت واقعه صحیحه که رسول الثقلین صلعم شبه نور علیؑ رابر آسمان معائنه فرمودورنه علیؑ بن ابیطالبؑ درآں شب معراج تامراجعت جناب نبوی صلعم حجتؑ برروئے زمین بود۔

(۱۳)چه ممکن نیست که زمین یک لمحه بے حجتؑ اللّٰه باقی بماندورنه با اهلش غرق و هلاک گردد"۔

؎ "۔غزل اُس نے چھیڑی مجھے ساز دینا   ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا۔"

(VII) بے ادب، سرکش، باطل پرست اور کفر ساز مجتہدین

قارئین کرام نے مندرجہ بالا بیان میں کوئی دلیل یا ثبوت ملاحظہ نہیں کیا۔ دونوں مجتہدوں کے تیرہ جملوں میں تحکم اور خودرائی کے سوا کوئی علمی گفتگو نہیں ہے۔ ہر جُملہ ایک فیصلہ ہے، ایک دعویٰ ہے، اور ماشاءاللہ دعویٰ بلا دلیل قبول خرد ہو یا نہ ہو مگر مجتہد کے یہاں دلیل طلب کرنا مداخلت فی الدین ہے۔ آیئے اب ہم اُن دونوں کی بے دینی کے دلائل اُن ہی کے بیانات میں سے نکال کر باہر کھڑے کر دیں۔ سنئے کہ:۔

(الف) بڑے مجتہد نے سات مقامات پر اسماوالقاب بلا درود وسلام لکھے ہیں مثلاً۔ (۱) ہیچ امامے را۔ (۲) احدے از انبیاء (۳) رفتن جناب امیرالمومنین (۴) نورعلی (۵) علی بن (۶) ابی طالب (۷) بے حجۃ اللہ اور تین مقامات پر اُس نے اپنے حقیقی بزرگوں کی پیروی میں پوری صلوٰۃ کی جگہ محض صلعم لکھ کر شارٹ کٹ (Short Cut) کیا ہے۔ مثلاً (۱) پیغمبر آخر الزمان صلعم (۲) رسول الثقلین صلعم (۳) مراجعت جناب نبوی صلعم۔

(ب) ڈھکو نے بڑے مجتہد کو تین قدم پیچھے چھوڑ دیا یعنی دس مقامات پر اپنی ناصبیت کو چھپا نہ سکا۔ مثلاً (۱) حضرت علی کا معراج پر تشریف لے جانا۔ (۲) آنحضرت کے راستے میں۔ (۳) پس پردہ حضرت علی کا موجود ہونا۔ (۴) آنحضرت کا انگشتری عطا کرنا۔ (۵) اہلبیت عصمت وطہارت کا اجماع۔ (۶) آئمہ اطہار میں سے کسی بھی۔ (۷) امام کا۔ (۸) کسی دوسرے نبی کو بھی۔ (۹) زمین پر حجت خدا تھے۔ (۱۰) زمین حجت خدا کے بغیر۔ (دونوں کے لئے اصول شریعہ صفحہ ۲۱۵ تا ۲۱۶)

ہم نے بڑے مجتہد کو اس لئے ناصبی کی جگہ اُس کے بزرگوں کا پیرو قرار دیا کہ اس نے آنحضرتؐ کو ہر دفعہ مدنظر رکھا صرف آئمہ کو نظرانداز کیا لیکن ڈھکو کو یہ لقب اس لئے ملا کہ اُس نے آنحضرتؐ اور آئمہؑ دونوں کو نظرانداز کیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ کاتب سے یہ ممکن ہے کہ وہ ایک دو جگہ ادب کی علامات (ؐ یا ؑ) کو ترک کر جائے۔ لیکن تیرہ جملوں میں دس جگہ اور سات جگہ یہ غلطی کاتب نہ کرے گا۔ یہ تو منافق کی بُھول ہے۔ (دروغ گورا حافظہ نہ باشد)

(ج) ڈھکو کی بددیانتی ترجمہ غلط کیا۔ بڑا مجتہد یہ کہتا ہے کہ۔ "بعضے جہال شعراء درمجالس بیان می کنند"۔ بعض جاہل شعرا مجلسوں میں بیان کرتے ہیں۔ یعنی برابر اس کے زمانہ تک معراج کے وہ واقعات بیان ہوتے چلے آرہے ہیں مگر ڈھکو کہتا ہے کہ۔ "بعض جاہل شعرا بھی مجالس میں پڑھ دیتے ہیں"۔ یعنی کبھی اتفاق سے نہ کہ مستقل و مسلسل۔ یہ کھلی بددیانتی اور فارسی نہ جاننے والوں کو فریب دینے کے لئے غلط ترجمانی ہے۔

(د) ہمیں یہ کہنا ہے کہ شعرا کو جاہل کہنا احمقوں اور فریب سازوں ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ پھر اس سے یہ ثابت ہوا کہ حسب سابق یہ تمام روایات شیعہ عوام میں زبان زد تھیں ورنہ شعرا ہرگز ایسا نہ کرتے اور اُن روایات کا مشہور ومعروف ومقبول ہونا بتاتا ہے

کہ چھوٹا اور بڑا دونوں مجتہد کاذب ہیں۔ جو شیعوں کا اس کے خلاف اجماع و اتفاق لکھتے ہیں یعنی وہ یہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں کہ مجتہدین کا اجماع یا اتفاق ہے۔ اور مجتہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اُس پر توجہ دینا آئمہ معصومینؑ کے واضح احکام سے حرام ہے۔

(ہ) ڈھکو کو چیلنج کردو کہ وہ اپنے اُس مرحوم بھائی کی طرف سے یہ دکھائیں کہ:۔

اول: روایات مذکورہ سے آئمہؑ نے کس حدیث میں اظہار بیزاری کیا ہے؟

دوم: کون سی حدیث میں روایات زیر بحث کو فرقہ غالیہ اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی افتراپردازی فرمایا ہے؟

سوم: کس حدیث میں ان روایات کے خلاف اہلبیتؑ نے اجماع کا اعلان کیا ہے؟

چہارم: کم از کم ہزاروں علماء میں سے تیس (۳۰) نام ایسے علماء کے لکھ دیں جنہوں نے حضرت علیؑ کی آسمان پر موجودگی وغیرہ کا ہر حال میں اور ہر معراج میں انکار کیا ہو شرط یہ ہے کہ کسی مجتہد کا نام ان میں نہ ہو ورنہ ہم اُس پر لعنت کریں گے۔

(و) بڑے مجتہد نے بلا تکلف ان تمام شیعہ مومنین کو باطل پرست اور کافر قرار دیا ہے۔ جو مذکورہ روایات کو مانتے ہوں۔ مجالس میں اُن روایات کو سنتے ہوں اور جو اُن احادیث کو نظم یا نثر میں پڑھتے ہوں مسٹر ڈھکو نے اس کفر کے فتویٰ کی تصدیق کی ہے۔

(ز) لہٰذا قارئین سنیں کہ مومنین پر کفر کے فتویٰ لگانے اور تصدیق کرنے والا دونوں ازروئے قرآن وحدیث کافر ملعون و جہنمی ہیں۔ جسے ضرورت ہو ہم سے آیات اور احادیث منگا لیں۔ یہی سبب ہے کہ ہم اس مخلوق کو لعنتی و جہنمی کہنے میں ذرہ برابر جھجک نہیں رکھتے اور یہ نوٹ کرلیں کہ یہ طاغوتی لوگ جن لوگوں کو ملحد و زندیق و کافر و مرتد و بدعتی، غالی یا شیخی اور مفوضہ وغیرہ کا لقب دیتے رہے ہیں وہ لوگ دراصل کافر نہ تھے نہ ملحد وغیرہ بلکہ وہ ان فریب سازوں کے دشمن تھے۔ ہم خود منتظر ہیں کہ یہ ٹولہ ہم پر بھی کفر کا فتویٰ لگا کر کب اپنا منہ کالا کرتا ہے؟ بہر حال یہ لوگ بہت لیٹ ہو چکے ہیں۔ ہم پینسٹھ (۶۵) سال سے اُن سب پر کفر و زندقہ اور شرک اور نفاق کا ثابت شدہ فتویٰ دیتے چلے آرہے ہیں۔ اور آج تک ان لوگوں نے چپ سادھ رکھی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اُن کی خیریت لب بمہر اور چپ ہی رہنے میں ہے۔

(ح) یہ دونوں اس لئے بھی کاذب اور ایمان سے محروم ہیں کہ یہ ایک سو اُنیس معراجوں کے منکر ہیں اور لوگوں کو یہ فریب دینا چاہتے ہیں کہ معراج صرف ایک مرتبہ ہوئی تھی۔ ڈھکو کو چیلنج کردو کہ وہ ایسی حدیث لائے جس میں صرف ایک معراج کے ہونے کا اقرار اور ایک سو اُنیس کا انکار ہو۔

(ط) اُن دونوں جھوٹوں کو اس حدیث کا منکر بھی ماننا لازم ہے۔ جس میں تمام سربراہانؑ اسلام کا عرش پر جانا ثابت ہے۔ اور ہر شب جمعہ میں ان کے علوم میں اضافہ کا تذکرہ ہے اور ہر امامؑ کا جانا ثابت ہے۔

(ی) یہ دونوں ان تمام احادیث کے بھی منکر ہیں جو بحارالانوار۔ تفسیر جواہر القرآن اور امالی وغیرہ سے خود ڈھکو نے نقل

کی ہیں ۔جن میں علماء نے اور راویوں نے اُن احادیث کو نقل کر کے حضرت علیؑ کا معراج میں موجود ہونا تسلیم کیا ہے لیکن یہ بڑا سارق الحقائق شخص کہتا ہے کہ کسی شیعہ عالم نے تذکرہ ہی نہیں کیا ہے۔حالانکہ بحارالانوار ایسی احادیث سے لبریز ہے اور ڈھکو نے بقلم خود اقرار کیا ہے۔

(یا۔۱۱) مومنین کو بلا استثنا کافر قرار دینے والا یہ کم ظرف شخص محمدؐ و آلِ محمدؐ کے آئمہؑ کو صرف اس زمین کے لئے **حجة** قرار دینے کا فریب دیتا ہے حالانکہ وہ ساری کائنات کے لئے حجتؑ ہیں۔وہ حق پوش تو مر گیا اب دوسرے حق پوش سے دریافت کریں کہ آدم علیہ السلام جس زمین پر آئے تھے۔اُس پر ان کے آنے سے پہلے کون **حجةؑ** تھا؟ اور یہ کہ وہ زمین کس طرح غرق ہونے سے محفوظ رہی تھی؟۔

(یب۱۲) ڈھکو سے کہہ دو کہ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اور سورہ والنجم کی اٹھارویں آیت کے معنی علیؑ و آئمہؑ ہونا اس کی قبر پر جا کر بتا دیں اور کہہ دیں کہ علیؑ و آئمہؑ کے آیات کبریٰ ہونے پر ایمان لے آئے تا کہ حق پوشی کا جرم ہلکا پڑ جائے۔

(یج ۱۳) قارئین یہ لوگ بلا دلیل آیات (سورہ نجم نمبر۱۱ تا۱۸) (مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی O اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَایَرٰیO وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰیOعِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰیO سے لَقَدْرَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی تک) میں مذکور دکھائی جانے والی حقیقت کو کبھی خدا کا دیدار قرار دیتے ہیں کبھی یہ لوگ جبرئیلؑ کو بتاتے ہیں۔حالانکہ جتنی احادیث آپ نے دیکھی ہیں اُن میں جناب جبرئیلؑ زمین سے لے کر سدرہ المنتہیٰ تک ہر لحمہ ساتھ ساتھ رہے۔لہٰذا اُن کو ایک دفعہ یا دو دفعہ دیکھنا بے معنی اور خلاف واقعہ ہے۔جبرئیل تو جہاں تک گئے وہاں کھڑے ہو گئے اور پھر واپسی میں اُن کا کہیں تذکرہ نہیں ہے۔اور تذکرہ ہو بھی تو وہ تو ایک مستقل ساتھی اور ہمراہی خادم تھا۔یہ تو وہی علیؑ و آئمہؑ ہیں جن کو ماننے میں جہاں کفار مکہ کو تکلف تھا وہیں اُن کفار کے ادارہ اجتہاد پر لازم ہے کہ وہ بھی علیؑ کو غائب کر دے۔اور اس کے ساتھ ہی ایک سوا ونیس معراجوں کا بھی منکر ہو جائے۔

(ید۱۴) آخری بات یہ ہے کہ جناب عمار صاحب نے مذکورہ بیان میں جن باتوں کو غلط قرار دیا تھا۔ان سب کو روایات یعنی احادیث قرار دیا تھا۔مگر یہ دونوں حق پوش ذرہ برابر ہوا نہیں لگنے دیتے کہ علیؑ کی موجودگی۔ہاتھ پردہ سے نکلنا۔وغیرہ احادیث تھیں۔اور یہی بات ہم کہنا چاہتے ہیں کہ مجتہد حضرات جس حدیث کو پسند نہیں کرتے اس کو (۱) گھڑنت (۲) ضعیف (۳) مجہول السند (۴) خلاف عقل وغیرہ وغیرہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔حالانکہ ہم دکھا چکے ہیں کہ اگر معصومینؑ کی ایسی حدیث بھی پہنچے جس کے خلاف پہلے سے کوئی حدیث موجود ہو تب بھی اسے رد نہ کرو بلکہ امامؑ سے اُس کا مفہوم سمجھنے تک بکواس بند رکھو ورنہ ہر منکر حدیث کافر اور ولایت آئمہ علیہم السلام سے خارج ہو جائیگا۔چنانچہ جن مجتہدین کا مذکورہ بالا عنوانات میں ذکر ہوا وہ سب کم از کم مذہب شیعہ سے خارج ہیں اور یہی مقصد تھا جو ثابت ہوتا چلا آیا ہے۔رہ گیا ڈھکو کے اصول الشریعہ وغیرہ کا جواب تو ہم اپنی

کتاب محمدؐ وآلِ محمدؐ کے فضائل میں دیں گے۔ **انشاءاللہ والامام علیہ السلام**

(VIII) مذہب شیعہ کے عقائد نہ کسی شیخ کے مرہونِ منّت ہیں نہ کسی شیعہ عالم کی ایجاد ہیں

جناب ڈھکو صاحب نے اپنی کتاب (اصول الشریعہ) میں اپنے اور اپنے شیوخ کے سر سے الزام وہابیت کو جھاڑنے کی کوشش کے بعد بطور انتقام شیعانِ پنجاب کو شیخی المذہب ہونے کا الزام دیا ہے۔اور پانچ چھ صفحات صرف یہ دکھانے کے لئے سیاہ کئے ہیں کہ پنجاب کے شیعوں میں جو عقائد رائج ہیں وہ جناب شیخ احمد احسائی اور اُن کی شیخی جماعت کے عقائد ہیں۔ پھر جن عقائد کو شیخی کہہ کر تردید کی ہے۔وہ عقائد ایک ہزار سال سے شیعوں میں موجود اور شیعوں کی معتبر کتابوں میں مرقوم چلے آتے ہیں اور شیخ احمد احسائی اعلی اللہ مقامہ کی وفات ۱۲۴۱ھ ہجری میں ہوئی تھی۔یعنی ابھی کُل 154 سال ہوئے ہیں۔لہٰذا شیعوں کے عقائد کس حساب سے شیخی عقائد ہو سکتے ہیں؟ البتہ یہ صحیح ہے کہ جناب شیخ نے بھی وہی عقائد اختیار کیے جو قرآن وحدیث کی روشنی میں آئمہ علیہم السلام نے شیعوں کو سکھائے تھے. اور جو ایک ہزار سال سے قبل اپنی مرتب و مدون شکل میں کتابوں کے اندر اور عملی حیثیت سے شیعوں میں موجود تھے۔اور جناب شیخ کی پیدائش سے کئی سو سال پہلے ہندوستان میں مشہور ومعروف ومقبول تھے۔بہرحال ہم اس کتاب میں ڈھکو کے الزام پر صرف اس قدر توجہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اہل پنجاب کے مومنین پر شیخی ہونے کا الزام اُن کے لئے ایک لطیفہ ہے۔اور اس بات کا منہ بولتا ہوا ثبوت ہے کہ جب مجتہد کے پاس دلیل و برہان اور ثبوت نہیں ہوتا تو وہ اپنے مخالف اور مدّ مقابل پر طرح طرح کے فتوے، اتہامات، اور بدمذہبی کے الزامات اور القابات صادر کیا کرتا ہے۔ سنئے مسٹر ڈھکو کا ایک عراقی بزرگ علامہ خالصی لعنۃ اللہ علیہ وامثالہ نے ۱۳۰۴ھ میں ایک پمفلٹ علامہ محسن حکیم طباطبائی کے خلاف لکھا تھا اُس میں یہ جملہ خاص طور پر ڈھکو کی اطلاع کے لئے ضروری ہے کہ۔

۔"مَنْ یَکُوْنُ لَعُوْبَۃً بِیَدِ الْمُشْرِکین الشیخیۃ لا یجوز الرکون اِلَیْہِ و تقلیدہ ۔

محسن حکیم جو شیخیہ مشرکوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا ہے۔اُس کی طرف مرکزیت کے لئے متوجہ ہونا اور اس کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے"۔

مطلب یہ کہ یہ مجتہد جب محسن حکیم کو شیخیوں کا پیرو قرار دے سکتا ہے تو مسٹر ڈھکو تھک کر پنجابیوں کو کیوں شیخی نہ کہیں؟ ہم وقت آنے پر مومنین کو بتائیں گے کہ مفوضہ اور شیخیہ کون تھے؟ کون ہیں اور یہ کہ اُن دونوں سے مجتہدین کو کیوں دشمنی ہے؟ اُن کے نام سے ان مکار لوگوں کو بخار کیوں چڑھتا ہے؟ **یہاں بطور تعارف اتنا سُن لیں کہ مفوضہ اُن شیعوں کو کہا گیا تھا۔جنہوں نے تقیہ کی پرواہ کئے بغیر اذان میں شہادت ثالثہ کو لازم کر لیا تھا**۔یعنی وہ یہ اعلان کرنے لگے تھے کہ اشہد ان علیا ولی اللہ ووصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل اِس سے مجتہدین کو بڑی مایوسی ہوئی تھی اور طے کر لیا تھا کہ آئندہ وہ اپنے عقائد کو مفوضہ کے ضد میں تیار کریں گے۔یعنی ہر وہ عقیدہ دور رکھیں گے جو مفوضہ کا ہوگا۔**اسی لئے تمام مجتہدین شہادت ثالثہ کو اذان اور نماز سے دور**

اورالگ رکھنے پر پورازورلگاتے چلے آتے ہیں۔ اور یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ شیخی جماعت بھی یہ جرأت نہ کرسکی کہ کھل کر شہادت ثالثہ کواذان یانمازیادونوں میں لازم قراردیدے۔ چنانچہ اُن کے مسائل فقہ کی کتابیں اس کا ثبوت ہیں۔مگرتحریک تشیع نے ہمیشہ مجتہدین کی تخریب دین پرنظررکھی ہے۔اورآئمہ اہلبیت علیہم السلام کے بنیادی عقائدکو جب موقعہ ملاشیعوں کے سامنے بیان کیا۔اوراُنہوں نے مجتہدین کے متفقہ اوراجماعی احکام اورممانعت کے باوجودفوراًدل کی گہرائی سے اُن مسائل کواختیار کیا چنانچہ آج پاکستان وہندوستان میں لاکھوں شیعہ اذان اورتشہد میں شہادت ثالثہ کولازماً پڑھتے ہیں۔اور چندروز میں یہ صحیح وحقیقی شیعہ نماز، ہرشیعہ گھرانے میں پہنچ جائے گی۔اس سلسلہ میں ہماری خط وکتابت جناب السید محسن حکیم طباطبائی سے رہی ہے اوراُنہوں نے اذان وتشہد میں شہادت ثالثہ کے لئے لکھا تھا کہ:۔

لازم است واجب نیست ۔فوٹوسٹیٹ کاپی ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہوئی تھیں۔ہمیں بڑاتعجب ہواکہ جناب حسین بخش صاحب جاڑہ نے بھی ڈھکو سے تعاون کیاہے حالانکہ وہ بھی اُسی زمانہ میں شہادت ثالثہ کے حق میں فتویٰ دے چکے ہیں۔اورہم نے اسی بناپراُن کی تائیدبھی کی تھی اورآج وہ ڈھکوکی بے دخلی کے بعدمدرسہ محمدیہؐ کے پرنسپل ہیں۔شایدڈھکونے کوئی فریب کارانہ چال چلی ہواورموصوف اپنی سادگی سے پھنس گئے ہوں۔**واللہ اعلم بالصواب۔**

عنوان نمبر 39 تا 40

- احادیث بلا چوں و چرا قبول کرنا مجتہدین کا کام نہیں
- علمائے صالحین احادیث پر لب کشائی کی جسارت کو گناہ سمجھتے ہیں
- علامہ ڈھکو آیات و احادیث دونوں کا انکار کرنے میں تکلف نہیں کرتے
- شرک سے بچنے کی آڑ میں اسلام کی جڑیں کاٹ دی گئیں
- عرب مومنین کا ایمان
- نظام طاغوت و اجتہاد پر مزید وضاحت و تنقید
- صفاتِ خداوندی اور مجتہدین کے لئے محمدؐ و آل محمدؐ کے احکام
- علامہ صاحب جن احادیث کو دلیل بناتے ہیں خود اُن پر ایمان نہیں رکھتے
- علامہ سے سوال

39۔احادیث بلاچوں وچرا قبول کرنا مجتہدین کا کام نہیں

ہم علامہ ڈھکو اور اُن کے ہمنوا مجتہدین کا انکارِ حدیث دکھاتے ہوئے کئی صفحات دور نکل آئے ۔ چونکہ اس دوران حدیثِ معصومینؑ کے انکار کے ساتھ ساتھ معراج کا انکار بھی زیرِ نظر آ گیا تھا۔اِس لئے حدیث کو بلاچوں وچرا قبول کرنے کے احکام واحادیث اوران کا شدید تقاضہ ذہن میں دھندلا پڑ سکتا ہے۔ہم پھر قارئین کوعنوان نمبر ۳۵ یاد دلاتے ہیں۔ جہاں پر ہم نے دس عدد مختلف احادیث سے وہ شدت پیش کی ہے جو آئمہ علیہم السلام نے حدیث کو قبول کرنے میں بیان فرمائی ہے۔ہم یہاں اہم جملوں کوسامنے لاتے ہیں تاکہ حدیث میں چُوں وچرا کرنے والوں کی پوزیشن تازہ ہوجائے۔آپ چاہیں تو عنوان نمبر ۳۵ کے دس حوالے اورعنوان نمبر ۳۶ ازسرنو ملاحظہ فرمالیں۔

اول۔تم پر قبول کرنالازم ہے علیکم بالتسلیم (۳۵ کا ۱)

دوم۔اگر سمجھ پرگراں گذرے یا خطرہ نظر آئے تو انکار نہ کرنا بلکہ امامِ زمانہ سے معلوم کرلینا یہ نہ کہنا کہ اُسے یُوں نہیں یُوں ہونا چاہئے تھا(۳۵ کا ۲)

سوم۔زبان سے ماننا اور دل میں انکار کرنا مذموم ہے(۳۵ کا ۳)

چہارم۔اگرتمہارے خیال اور تجربہ میں ایک بات غلط بھی نکل جائے تو صبر اور سمجھ سے کام لینا انکار نہ کرنا(۳۵ کا ۴)

پنجم۔یا تو بلاچُوں وچرا قبول کرو یا ہم سے دریافت کرو انکار کرنا شرک ہے(۳۵ کا ۵)

ششم۔اگرتمہارے پاس ہماری کوئی ایسی حدیث موجود ہے کہ جس کے خلاف دوسری حدیث تمہیں پہنچتی ہے تب بھی اُس حدیث کو باطل نہ کہہ دینا۔جو کچھ ہم کہیں اس پر ایمان لاتے جانا(۳۵ کا ۶)

ہفتم۔راوی بد مذہب ہو تب بھی تکذیب نہ کرنا حدیث قبول کرنا(۳۵ کا ۷)

ہشتم۔مذہب شیعہ سے خارج اور بدترین شخص جو ہماری حدیث قبول نہ کرے(۳۵ کا ۸)

نہم۔علامہ مجلسی عقل کے خلاف گذرنے والی احادیث کوقبول کرنے پر متفق (۳۵) کا(۹)

دہم۔شیعہ وہ ہے جو وہی بات کہے جو آئمہؑ نے کہی ہو(۳۵ کا ۱۰)

(۲)ڈھکو صاحب آئمہ اہلبیتؑ کی احادیث پر ہرگز ایمان نہیں رکھتے

گذشتہ دس احکام کی روشنی میں جناب محمد حسین ڈھکو کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ معصومؑ احکام کے عین مطابق تھا۔یہی نہیں بلکہ ڈھکو صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:۔

اول۔''آئمہ ھُدیٰ **علیھم التحیة** والثنا کی احادیث واخبار میں ہرگز کسی قسم کا تعارض وتضاد نہیں ہے۔آلِ رسولؐ کی یہ وہ خصوصیت ہے۔جس کا بعض علمائے مخالفین کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے''۔(احسن الفوائد صفحہ ۵۰۲)(۳۶ کا (۳)

قارئین نے دیکھا کہ ہم نے مسٹر ڈھکو کے قلم سے کتنی احادیث پیش کیں جن کو لکھ کر بھی وہ تسلیم نہیں کرتا۔اور اب اِس عنوان میں ہم خاص طور پر ڈھکو کے انکار وچوں وچرا اور اختلاف وتضاد ماننے کا ثبوت دینے والے ہیں۔لیکن پہلے یہ دوبارہ نوٹ کرلیں کہ معصومؑ احادیث میں جسے اختلاف،تعارض یا تضاد نظر آتا ہے اس کے متعلق ڈھکو نے کہا تھا کہ:۔

دوم۔''ہاں اگر کسی وقت بظاہر اُن (احادیث واخبار) میں اختلاف معلوم ہو تو اس کے عِلل واسباب ہوتے ہیں۔اِس کا ایک سبب تو لوگوں کی عقل کا خام اور فہم کا ناقص ہونا ہے۔کہ وہ اپنی کمی علم وعقل کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ان احادیث میں اختلاف ہے۔حالانکہ فی الحقیقت ان میں اختلاف نہیں ہوتا''۔(احسن الفوائد صفحہ ۵۰۵)

قارئین نوٹ کریں کہ معراج کی بحث میں کہیں بھی مسٹر ڈھکو نے اپنے علم کی کمی یا فہم کی کوتاہی اور نقص کا اقرار نہیں کیا۔ حالانکہ وہ اور اُس کے ہمنوا علم الافلاک وسماوات سے قطعاً جاہل تھے۔افلاک وسماوات تو خیر ارفع واعلیٰ ہیں اُن کم بختوں کو تو زمین کا اتنا بھی علم نہیں جتنا آج کل کے میٹرک کے طالب علموں کے لئے لازم ہے۔اور جن مُرداروں کو اُس نے اپنا ہمنوا بنالیا تھا وہ تو اگر آج زندہ کرلئے جائیں تو آئن اسٹائین اور دیگر علمائے مغرب کے سامنے سجدہ کرنے کو حقیقی ایمان سمجھیں گے۔راکٹ اور میزائل کے خول کو سجدہ کریں گے۔یہ جہلا بھی تو نہیں ہیں اِس لئے کہ جاہل تو وہ ہوتا ہے جو اپنی جہالت سے واقفیت رکھتا ہو۔ جسے کم از کم اُن علوم وفنون اور موٹی موٹی اشیاء کے نام تو معلوم ہوں جن کا اُسے علم نہیں ہے۔

(۳)علمائے صالحین احادیث پر لب کشائی کی جسارت کو گناہ سمجھتے رہے ہیں

مسٹر ڈھکو کی حیثیت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ڈھکو ہی کی کتاب سے،ڈھکو ہی کا لکھا ہوا بیان پڑھنا ضروری ہے جس سے ہمارا یہ عنوان واضح ہوگا اور قارئین کے قلوب واذہان میں اقوالِ معصومین علیھم السلام کی عظمت واحترام کی حد بندی ہوجائے گی۔اور اس کے بعد مسٹر ڈھکو کا وہ سلوک جو اُن حضرت نے احادیث معصومینؑ کے ساتھ روا رکھا ہے قطعاً مردود وملعون قرار پاجائے گا۔اور یہی مقصد ہے جس پر ڈھکو صاحب کو جانچا جارہا ہے۔سنئے ڈھکو اپنے قلم سے لکھتے ہیں کہ:۔

''عالمِ ربّانی حضرت مُلّا محمد صالح مازندرانی نے اپنی شرح اصول کافی جلد ۶ صفحہ ۶۶ پر رُوح القدس کے متعلق چند احتمالات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔**واللّٰہ العالم وانا استغفر اللّٰہ مِمَّا اَقُوْلُ** اللّٰہ ہی اُس کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔میں نے جو کچھ اس کے بارے میں لکھا ہے۔اُس کے متعلق بارگاہ قدرت سے طلب مغفرت کرتا ہوں''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۵۵)

(۴) کیاعلامہ محمد حسین ڈھکو مجتہد پر شیعہ ہونے کی وجہ سے لازم نہ تھا کہ وہ بھی نادِم ہوتا

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حدیث کے معاملے میں ہمارا رویّہ وہی ہونا چاہیے کہ جو سابقہ معصومؑ احکام میں گذرا اور ڈھکو نے بتایا کہ قصورفہم اور خامی عقل کو مدنظر رکھنا بھی لازم ہے اور یہ کہ اگر لب کشائی ہوجائے تو اللہ سے اُس جرات وجسارت پر بڑی عاجزی وندامت کے ساتھ مغفرت ومعافی طلب کرنا چاہیے۔اب اس کے بعد اگر ہمیں ڈھکو صاحب جگہ جگہ احادیث میں مین میخ نکالتے ہوئے ملیں۔چُوں وچرا کرتے ہوئے پائے جائیں۔احادیث میں تعارض وتضاد واختلافات دکھاتے اور ایک حدیث کو دوسری سے ردّ کرتے نظر آئیں اور کہیں بھی نہ اپنا قصورفہم مانیں نہ اقرارکم علمی فرمائیں اور نہ کبھی نادم ہوکر اپنی کوتاہیوں سے توبہ کریں تو ہم ڈھکو صاحب کے لئے کونسا مقام تجویز کریں؟ ہم سادہ سی بات کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مسٹر ڈھکو مذہب شیعہ کے فرد نہیں ہیں۔وہ حقیقی معنی میں مجتہد ہیں۔اُن کا مذہب اور دین وایمان نظام اجتہاد ہے اور نظام اجتہاد کا اولین راہنما اور بانی ابلیس ہے اور اس طرز فکر کو قرآن میں طاغوت قرار دیا گیا۔چنانچہ اسلام میں تخریب اِس ابلیسی ادارہ کا فرض منصبی ہے۔یعنی مجتہدین مختلف لیبل (LABEL) لگا کر اسلام میں تفریق پھیلاتے ہیں۔طرح طرح کے اور ہر طرح کے مکاتیب فکر جاری کرتے ہیں۔نفرت وفرقہ واریت کو جنم دے کر اُسے پالتے ہیں مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا کر حکومت سے تنخواہیں اور پبلک سے چندہ وصول کرتے ہیں۔مقدس نام گھڑتے ہیں۔پھر خود ساختہ مقدس ناموں کی آڑ میں دین کے اندر فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں۔یعنی

؎ **دینِ ملافی سبیل اللہ فساد یعنی ڈھکو=مُلاّ=مجتہد=فساد=ابلیس=طاغوت۔**

(۵) ڈھکو آیات واحادیث دونوں کا انکار کرنے میں تکلف نہیں کرتا

قارئین مذکورہ بالا تمام احکام اور پابندیوں کو اور ڈھکو کے اقرار واعلان کو سامنے رکھ کر یہ بیان سنیں فرماتے ہیں۔

(i)۔''آیت مبارکہ لہ الاسماء الحسنیٰ کی تفسیر میں وارد شدہ بعض روایات میں آئمہ اطہار سے مروی ہے۔کہ نَحنُ الاسماء الحسنیٰ التی لایقبل اللہ عمل عبدالابمعرفتنا ۔اسماء حسنیٰ الٰہی ہم ہیں۔جن کی معرفت کے بغیر خداوندعالم کسی بندے کا عمل قبول نہیں کرتا۔لیکن ان روایات مذکورہ بالا کے مطلب پر استدلال کرنا بچند وجہ صحیح نہیں ہے''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۱۱۰)

(ii) آیات واحادیث کو جھٹلانے کا قانون:۔ڈھکو نے یہ مان لیا کہ ایک آیت اور اُس کی معصوم تفسیر پر آئمہؑ کی احادیث موجود ہیں۔لیکن وہ آیت اور وہ احادیث کیوں قابل قبول نہیں؟ اِس کا سبب اور وجوہات بیان فرماتے ہیں۔سنئے

(iii) انکار کی پہلی وجہ۔''اولاً اس لئے کہ یہ خبر واحد ہونے کی وجہ سے اصول عقائد میں حجت شرعیہ نہیں ہوسکتی''۔

انکار کی دوسری وجہ۔''ثانیاً اس لئے کہ یہ روایت احتمالاتِ کثیرہ رکھنے کی وجہ سے مجمل ہے اور مجمل تو آیت بھی عقائد میں حجت نہیں۔چہ جائیکہ روایت؟ اور وہ بھی خبر واحد''۔

انکار کی تیسری وجہ۔ ''اس اجمال کی قدرے تفصیل درج کی جاتی ہے''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۱۱۰)

(IV) آیت واحادیث کے انکار پر ڈھکو کی تفصیل

(۱) ممکن ہے کہ ان روایات سے مراد یہ ہو کہ۔............ الخ

(۲) نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ۔............ الخ (اصول الشریعہ صفحہ ۱۱۰)

(۳) ممکن ہے کہ اِس سے مراد یہ ہو کہ .... الخ

(۴) نیز یہ بھی احتمال ہے کہ چونکہ .... الخ (اصول الشریعہ صفحہ ۱۱۱)

ان چاروں باتوں میں جو کچھ مسٹر ڈھکو نے کہا ہے۔اُس کو ہر آنے والے جملے سے باطل قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ یعنی احادیث میں ان چاروں باتوں میں سے کسی ایک کے متعلق بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ کون سی بات صحیح ہے۔چنانچہ یہ بھی ممکن ہے اور وہ بھی ممکن ہے اور جب کسی آیت یا حدیث کا ایسا حال ہو کہ اس سے کوئی قطعی حکم یا فیصلہ نہیں نکل سکتا تو ایسی احادیث کو مجمل کہتے ہیں اور مجمل آیت ہو یا حدیث ہو اُسے عقائد کے معاملہ میں حجت قرار نہیں دیا جاسکتا۔بات واضح ہوگئی کہ قرآن وحدیث میں ایسے بیانات موجود ہیں۔جن سے کوئی صحیح اور قطعی بات معلوم نہیں ہوتی۔یہ وجہ ہے کہ ڈھکو اینڈ کمپنی آیات اور احادیث کو فوراً قبول نہیں کرتی۔اور بس ہمارے عنوان کے لئے اسی قدر کافی ہے۔کہ مجتہدین اور ڈھکو تمام آیات یا تمام احادیث کو اپنے قائم کردہ معیار اور قواعد پر جانچے بغیر قبول نہیں کرتے۔اگر یہ ثابت ہوجائے کہ فلاں حدیث میں آیات اور احادیث کو رد کرنے کا معیار اور قاعدہ موجود ہے تو یہ گروہ حق پر ہوگا۔ورنہ یہ تمام لوگ منکر قرآن وحدیث ہیں۔اور چونکہ یہ قواعد اسی گمراہ کن گروہ کے ایجاد کردہ ہیں جن کی دشمنی آل رسولؐ سے ثابت اور شیعہ مجتہدین کی بھی مسلّمہ ہے۔اس لئے ڈھکو اینڈ کمپنی کا انکار حدیث محض از راہ دشمنی ہے اور یہ تمام احتمالات اور امکانات خود اُسی فریب ساز نے گھڑے ہیں اور چوں وچرا کی ممانعت کے باوجود احتمالات پیدا کئے ہیں اور ان احتمالات پر نہ نادم ہوا ہے نہ توبہ کی ہے۔اس لئے یہ ملعون ہی نہیں بلکہ جہنمی ہے۔پھر اس نے لکھا ہے کہ:۔

''مذکورہ بالا تمام تحقیق انیق کتاب مستطاب کفایۃ الموحدین جلد ا صفحہ ۲۴۱۔۲۴۲ طبع ایران سے ماخوذ ہے''(اصول الشریعہ صفحہ ۱۱۱)

لہٰذا ہم کفایۃ الموحدین والے کو مشرک وملحد قرار دینے کے لئے (۳۵ کا (۱) اتنا لکھنا کافی سمجھتے ہیں کہ:۔

۔''اللہ ورسولؐ کے مقررات پر جو یہ کہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے۔اس کے بجائے یہ کہا جانا چاہئے تھا۔یا ایسی بات اُن کے دلوں میں بھی گذر جائے تو وہ نماز روزہ اور حج وزکوٰۃ کی ادائیگی اور اقرار توحید ونبوت کے باوجود بھی مشرک ہے''۔[دیکھو عنوان ۳۵ کا (۱)]

لہٰذا ڈھکو اور کفایۃ الموحدین کا مصنف بلاشک وشبہ اسلام سے خارج ہیں۔گو اقرار اسلام کرتے ہیں۔لیکن احادیث وآیات میں

چوں و چرا کرتے اور انہیں خبر واحد و متواتر اور مجمل کا رگڑا مار کر رد کرتے ہیں۔ اس لئے اُن کا اسلام اور عبادات ضائع ہو کر نتیجہ میں شرک والحاد ملتا ہے۔

(V) ڈھکو اور مجتہدین ہر حدیث کو غیر معتبر سمجھتے ہیں۔ روح القدس مجہول چیز ہے

ڈھکو اپنے قلم سے احادیث معصومین علیہم السلام میں سینکڑوں اختلافات مانتا ہے روح القدس کے متعلق اُن کا عنوان اور بیان ملاحظہ ہو۔

(الف)۔ ''**روح القدس کی حقیقت میں اختلاف ہے**۔ (اس عنوان پر لکھتے ہیں کہ)

ا۔ ''اس امر میں شدید اختلاف ہے۔ کہ روح القدس سے کیا مراد ہے۔ (۲) بعض نے اُسے فرشتہ تسلیم کیا۔ (۳) اور بعض نے فرشتوں کے علاوہ ایک اور مخلوق قرار دیا۔ (۴) اور بعض نے دیگر ارواح کی طرح اسے جسم کے اندر تصور کیا۔ (۵) اور بعض نے جسم سے علیحدہ مگر ساتھ ساتھ ہونے کا نظریہ قائم کیا۔ (۶) اور بعض نے دو (2) روح القدس تسلیم کئے ایک داخل اور دوسرا خارج۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۵۴) آخر میں یہ مردود لکھتا ہے کہ:۔

۔ ''بنابریں ایک مجھول الکیفیۃ چیز پر کیوں کر استدلال کی دیوار استوار کی جاسکتی ہے''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۵۵)

ڈھکو یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ تمام احادیث جن میں روح القدس کا تذکرہ آئمہ معصومینؑ نے فرمایا ہے۔ وہ سب مل کر بھی روح القدس کی پوزیشن واضح نہیں کر سکیں اور روح القدس ایک مجہول چیز بن کر رہ گئی ہے۔ یعنی آئمہ علیہم السلام کی کوشش کے باوجود روح القدس واضح نہ ہوسکی۔ خدا اُس مردود پر لعنت کرے اور اسے مزید وضاحت کے لئے ابلیس وطاغوت کے حوالے کرے۔ آمین۔

(ب) آیات واحادیث ابلیسی کسوٹی پر نا قابل اعتماد ہیں

ابلیس کے فرزندار جمند بھلا کیسے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک تائیدی بیان سنئے:۔

۔ ''جو لوگ سجدہ تعظیمی کو غیر خدا کے لئے جائز سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے دلی کھوٹ کی وجہ سے قرآن کے حکم کے خلاف عموماً آدمؑ کو ملائکہ کے سجدہ نیز حضرت یوسفؑ کے لئے اُن کے والدینؑ شریفین اور ان کے بھائیوں کے سجدہ والی آیات سے تمسک کرتے رہتے ہیں۔ جو بچند وجہ غلط ہے۔ (احسن الفوائد صفحہ ۳۹۴۔۳۹۵)

یہ نمائندہ ابلیس یہ تو مانتا ہے کہ خدا نے مذکورہ افراد کے لئے سجدہ کا حکم دیا تھا۔ جو قرآن میں موجود ہے۔ مگر وہ حکم اور وہ آیات مجتہد کے نزدیک قابل قبول نہ ہونے کی وجوہات یوں لکھتا ہے کہ:۔

اولاً۔ اس لئے کہ یہ آیتیں مجمل ہیں۔ اِن سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ یہ سجدہ تعبیدی (عبادت والا) تھا یا تعظیمی تھا؟ یا اُن کو قبلہ سمجھ کر عمل میں لایا گیا تھا؟ یا اُن کی تقلید و تاسی میں کیا گیا تھا؟ یا اس سجدہ کا مطلب محض جھک کر تعظیم کرنا تھا؟ جن آیات میں

اِس قدر احتمالات کثیرہ موجود ہوں اُن سے کسی مقصد کے اثبات کے سلسلے میں استدلال کرنا کیوں کر درست ہوسکتا ہے؟''۔
(احسن الفوائد صفحہ ۳۹۵)

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

قارئین نوٹ کرلیں کہ ان تمام احتمالات ہی کی وجہ سے ابلیس سجدہ کے اس مجمل حکم کو نہ سمجھا۔لہٰذا یا تو اُسے غلط طور پر ملعون ومردود وجہنمی ہونے کی سزادی گئی یا اگر یہ احتمالات اورآیت کو مجمل کہنا غلط ہے تو پھر مسٹر ڈھکو بھی ابلیس کی حمایت میں ملعون ومردود وجہنمی ہے۔اور ہمارے تمام فتاویٰ اس مسٹر کے حق میں قرآن سے تصدیق شدہ ہیں۔

ڈھکو سچا ہے یا ابلیس ٹھیک سمجھا؟

آیات کو قبول نہ کرنے کی دوسری وجہ سنئے۔''ثانیاً۔ہم کہتے ہیں کہ یہ سجدہ خداوندعالم کی ذات کے لئے تھا''۔(احسن الفوائد صفحہ ۳۹۵)

ڈھکو کا یہ قول قرآن کریم کی کئی آیات کو جھٹلاتا ہے۔چونکہ ہم ڈھکو کی بحثوں کا جواب نہیں دے رہے ہیں ہمارا منشا اور مقصد تو یہ دکھانا ہے کہ مجتہدین آیات اور احادیث کو اپنے نظام اجتہاد کے ماتحت رکھتے ہیں اور جو آیت یا حدیث اُن کے نظام کے خلاف ہو اُسے اپنے خودساختہ قاعدوں اور گھریلو اصطلاحات کی مار دے کر ردّ کردیتے ہیں۔اور یہ بات بار بار ثابت کرتے چلے آرہے ہیں۔مندرجہ بالا قول سے چونکہ ڈھکو نے ابلیس کو اور ابلیس کے خالق اللہ کو غلط کار کہا ہے اس لئے ہم بطور نمونہ ایک ہی آیت پر قناعت کرتے ہیں۔قارئین خود پانچ چھ آیات نکال سکتے ہیں۔سنئے اللہ نے ابلیس کے سجدہ نہ کرنے پر فرمایا تھا کہ:۔

قَالَ یٰاِبْلِیْسُ مَامَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَاخَلَقْتُ بِیَدَیَّ .....قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ . (۷۵۔۷۶/۳۸)(سورہ ص کا آخری رکوع)

''اے ابلیس جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کیا چیز مانع ہوئی؟......ابلیس نے جواب دیا کہ میں تیرے دونوں ہاتھوں سے پیدا شدہ سے بہتر ہوں۔''

معلوم ہوا کہ خدا نے خود اپنی ذات کو سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی ابلیس نے یہ سمجھا کہ سجدہ کا حکم خدا کی ذات کو تھا۔ورنہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ڈھکو کا خدا بھی خدا کا خودساختہ پرداختہ ہے۔شاید ڈھکو دل میں شرمندہ ہوں؟۔

ڈھکو سجدہ کا انکار ضرور کریں گے خواہ حدیث یعنی رسولؐ اللہ بھی حکم دیں

خدا کے حکم کے باوجود جب اولین مجتہد نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا تھا تو یہ چودھویں صدی کا مجتہد اللہ کے رسولؐ کی احادیث کا ضرور انکار کرے گا۔سُنئے ڈھکو مانتا ہے کہ احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ اللہ نے ابلیس کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرے مگر ڈھکو اُس سجدہ کو سجدہ تو کہاں؟ سجدہ تعظیمی بھی نہ مانیں گے۔اُن کے انکار کی وجہ اور حدیث میں سجدہ کے حکم کا ثبوت دونوں ملاحظہ ہوں۔لکھتے ہیں کہ:۔

''**ثالثاً**۔اگر اس سجدہ کو تعظیمی بھی قرار دیا جائے؟ جیسا کہ بعض احادیث سے مترشح ہوتا ہے۔تاہم اس سے ہمارے مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔کیوں کہ ایک منسوخ شدہ شریعت کے فعل سے ناسخ تمام شرائع شریعتِ اسلامیہ کے کسی مسئلہ پر استدلال نہیں کیا جاسکتا''۔(احسن الفوائد صفحہ ۳۹۵)

ہمارا عنوان یعنی انکارِ قرآن وحدیث تو ثابت ہوگیا۔رہ گئی سابقہ شریعتوں کے منسوخ ہوجانے کی بحث۔تو یہ بھی نظام اجتہاد کا ایک فریب ہے تاکہ سابقہ تمام انبیاءؑ اور اللہ کے احکام پر جھاڑو پھیری جاسکے اور قرآن کے ایک بڑے حصے کو بے کار کردیا جائے۔نہ لفظ منسوخ کے معنی **Cancelled** ہیں جو اس طاغوتی گروہ نے لئے ہیں اور نہ یہ فریبی لوگ ایک ایسی آیت دکھا سکتے ہیں جس میں کسی بھی سابقہ شریعت کو بے کار کرنے اور اس پر عمل نہ کرنے کا حکم ہو۔چیلنج قبول کرانے کی کوشش فرمائیں۔

(ج) مجتہدین کے نزدیک قرآن کا بہت بڑا حصہ ناقابل فہم اور مشکوک آیتوں سے بھرا پڑا ہے

یہ تو آپ نے دیکھ لیا کہ مجتہدین کے نزدیک قرآن کا وہ حصہ قابل عمل نہیں جس میں سابقہ انبیاءؑ اور اُن کی اقوام کا ذکر اور احکام ہوں۔اب یہ بھی دیکھ لیں کہ باقی ماندہ قرآن کا کیا حال ہے؟ سُنئے:۔

اول۔''یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بلند اور تمام مکاتیب فکر کے مسلمانوں کے نزدیک مسلّمہ ہے کہ قرآن مجید میں کچھ آیات محکمات ہیں اور کچھ متشابہات ہیں''۔(احسن الفوائد صفحہ ۱۱۲)

دوم۔''متشابہ کے معنی یہ ہیں کہ مَااشتبہ به مراد المتکلّم۔وہ کلام جس سے متکلم کی مراد مشتبہ ہوجائے''۔(ایضاً صفحہ ۱۱۲)

سوم۔''کیونکہ اُس کلام میں ایک سے زائد معنی کا احتمال ہوتا ہے''۔(ایضاً صفحہ ۱۱۲)

مجتہدین کے وہ تمام فریب ہم نے بڑی تفصیل کے ساتھ واضح کیے ہیں جن کی آڑ میں یہ طاغوتی ٹولہ قرآن کریم اور رسوؐل کریم کے احکام کا انکار کرتا ہے۔لہٰذا یہاں متشابہات کی بحث میں گھسنے کے بجائے صرف اس قدر کہہ دیں کہ آپ قرآن کریم کی سورہ الزمر (۳۹/۲۳) کا ترجمہ تمام مترجمہ قرآنوں میں دیکھیں اور اس کے ساتھ ہی سورہ آل عمران کی آیت (۳/۷) کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور جو لوگ دونوں جگہ متشابہہ کے معنی ایک نہ کریں۔یعنی کہیں کچھ اور کہیں کچھ اور معنی کریں ان کو اور تمام مجتہدین کو ایک فریب ساز گروہ میں شمار کرکے سوچیں کہ **متشابہ کے معنی تو ہم شکل اور ہم شبیہ ہیں**۔یہ گول مول۔مبہم۔مشکوک۔مشتبہ معنی کیوں کیے گئے۔الغرض ہم نے اس سلسلے میں مجتہدین کے دلائل کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔کم ازکم ہماری وہی تصانیف پڑھ لیں جو ادارہ علوم الاسلام سانده کلاں لاہور نے شائع کی ہیں اور کرتا جارہا ہے۔جن میں اجتہاد کے بُھوت کو الٹا کھڑا کرکے سر کے بل ناچتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔آپ اپنے قریب مسلّمہ مجتہد یا کسی بھی نام نہاد مجتہد سے سوال کریں کہ سورہ آل عمران کی ساتویں آیت میں آئے ہوئے ا۔مَاتَشَابَهَ مِنۀُ ۲۔اور مِنۀُ آیٰتٌ مُّحکَمٰتٌ۔میں دونوں جگہ لفظ مِنۀُ سے کیا چیز

مراد ہے؟اور کیامِنۡهُ سے کوئی مؤنث چیز مراد ہوسکتی ہے؟ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مِنۡهُ سے آیات متشابہات مراد لے کر اس گروہ نے تیرہ سو سال سے قرآن کو مشکوک کرنے اور اُمت کو فریب دینے کا پروگرام چلا رکھا ہے اور پروپیگنڈے کی وجہ سے علماء کی کثرت اُن کے فریبوں کو مذہب اسلام کے یعنی خدا اور رسولؐ کے احکام سمجھتی چلی آ رہی ہے۔قرآن کریم نے بتایا ہے کہ:۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍO (۳۹/۲۳)

’’اللہ نے بہترین حدیث کو ایک ایسی کتاب کی صورت میں نازل کیا جو متشابہ اور دوہری (ڈبل DOUBLED) ہے۔جس سے اُن لوگوں کی کھال کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اللہ کے حضور خاکسار ہیں اُن کے دل اور کھال نرم پڑ جاتے ہیں۔جب ذکرُ اللہ سے سامنا ہوتا ہے۔وہ متشابہ کتاب، اللہ کی ایسی ہدایت ہے کہ جس کو چاہتا ہے اُس سے ہدایت کرتا ہے اور جسے اللہ ہی گمراہ کردے اُس کے لئے مذکورہ کتاب یا اور کوئی ہدایت کا رہو ہی نہیں سکتا ہے‘‘۔

یہ آیت مجتہدین کو دکھا کر اُن سے کہئے کہ جناب اس آیت کی رُو سے ساری کتاب یا سارا قرآن ہی متشابہ ہے۔اگر متشابہ کے وہی معنی ہیں جو تم نے ابھی ابھی (عنوان ج کے اول دوم اور سوم میں) لکھے ہیں تو یہ سارا قرآن مشتبہ، مشکوک اور مبہم ومجمل ہے۔اور اس پورے قرآن میں اللہ نے کیا کہا ہے؟اور جو کچھ کہا ہے اُس سے کیا مراد لیا ہے؟ یقیناً نہیں ہے اس لئے کہ قرآن یا مشتبہ قرآن کے ہر ہر لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ہوتے ہیں۔اور ہر متشابہ یا مجمل آیت میں بقول ڈھکو بہت سے احتمالات ہوتے ہیں۔یعنی ہر آیت اور ہر لفظ کے یہ معنی بھی ممکن ہیں اور وہ بھی ممکن ہیں۔یوُں بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے اور اجتہادی قاعدہ کلیہ کے ماتحت جیسے ہی کسی کلام میں احتمال معلوم ہو مثلاً یہ کہ شاید یہ سجدہ تعبدی ہو؟ ہوسکتا ہے کہ سجدہ کا یہ حکم تعظیم کے لئے ہو یا سجدہ کا مطلب جھکنا یا تسلیم کرنا ہو تو ایسے کلام سے کیا جانے والا ہر استدلال باطل ہوجاتا ہے (اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ۔اصول الشریعہ صفحہ ۱۱۱) لہٰذا کم از کم مجتہدین کو قرآن سے دور رہنا چاہئے۔

قارئین کرام یقین کرلیں کہ ڈھکو اینڈ کمپنی کے پاس اور اُن کے بزرگ وخود مجتہدین کے یہاں اپنے منصوبہ کی بے کسی پر خاموش ماتم کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔درحقیقت کسی مجتہد نے پورا قرآن بیک یا دونشست نہیں پڑھا۔یہ گدّی نشین جماعت اصولِ فقہ کے رٹنے اور اُلٹنے پلٹنے میں لگی رہتی ہے اور رٹے ہوئے جملے، فرسودہ فتاویٰ اور کھوکھلے دعوے کرتی رہتی ہے۔اس سے کہہ دو کہ سارا قرآن ہی متشابہ کتاب ہے۔اور وہی سارا قرآن محکم کتاب ہے۔مگر کبھی پورا قرآن حاضر دماغی اور شرافتِ قلبی کے ساتھ پڑھ کر دیکھو۔غپ شپ مارنا اور یہ سمجھنا اب چھوڑ دو کہ تمہاری زبان اور تمہارے قلم سے نکلی ہوئی ہر بات بلا تنقید وتحقیق قبول ہوتی چلی جائے گی۔تمہاری حکومت اور حکومت کی طاقت اور زروجواہر سے اہل عقل کو خریدنے کا زمانہ چلا گیا۔اب اُن عوام

الناس کی حکومت ہے جن میں مشہور ومعروف اورمقبول عقائد وتصورات کوتم لوگ نا قابل اعتماد قرار دیتے رہے ہو۔اب توتم محاسبہ کے لئے تیاری کرو۔

(د) قرآن ہو یا حدیث مجتہد کی عقل کے ماتحت ہیں

نظام اجتہاد نے قرآن وحدیث کو اپنی مصلحت کے ماتحت رکھنے کے لئے چند قواعد گھڑ کر اُن کے مختلف نام رکھے اور جہاں جہاں ضرورت پڑتی ہے فوراً اُن قواعد میں سے کوئی ایک قاعدہ یا چند قواعد لا کر آیت یا حدیث کا مفہوم بدل دیا جاتا ہے اس سلسلے کی ایک اور بات ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

(i) ۔''نیز یہ ایک مسلمہ **قاعدہ وقانون ہے** کہ جب کوئی مطلب براہین عقلیہ اور دلائل شرعیہ سے محقق ومبرھن ہوجائے اور پھر کوئی دلیل اس کے بظاہر مخالف معلوم ہو تو وہ اگر خبر واحد ہو تو اُسے مسترد کر دیا جاتا ہے۔اور اگر کوئی قرآنی آیت یا متواتر روایت ہو تو اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا واجب ہوتی ہے۔ کہ اس (آیت یا حدیث) کا مفہوم دلائل عقلیہ اور آیات محکمات سے ثابت شدہ مطلب سے متصادم **ومخالف نہ رہے**''۔(احسن الفوائد صفحہ ۱۱۳۔۱۱۴)

(ii) اس بیان میں ابلیس کی پوری بصیرت اور سارا فریب جمع کیا گیا ہے

قارئین پہلے اس بیان کو عام فہم زبان میں تبدیل کرلیں اور دیکھیں کہ ڈھکو کے قلم سے مجتہدین کیا کہنا چاہتے ہیں۔ سنئے انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

۱۔''ساری دنیا کے انسان یا تمام مسلمان اس قاعدہ یا قانون کو تسلیم کر چکے ہیں کہ:۔

۲۔جب کوئی مطلب اُن قاعدوں اور دلیلوں سے بالکل واضح اور ثابت ہوجائے جن قاعدوں اور دلیلوں کا نام ''براہین عقلیہ اور دلائل شرعیہ'' ساری دنیا کے انسانوں یا تمام مسلمانوں نے تجویز کیا ہے۔

۳۔اب اگر کوئی حدیث یا آیت ایسی دلیل یا مطلب پیش کرے جو ساری دنیا یا تمام مسلمانوں کے مسلمہ قانون اور مسلمہ مطلب کا مخالف ہو۔

۴۔تو اُس حدیث یا آیت کے ساتھ یہ سلوک کرنا تمام دنیا کے انسانوں یا مسلمانوں کے یہاں مسلّمہ ہے کہ

۵۔اگر مخالفت کرنے والی حدیث ایسی ہو جسے معصومؑ سے کسی ایک ہی صحابی نے سن کر دوسروں کو بتایا ہو اور وہ حدیث آگے بڑھتی پھیلتی اور عوام الناس تک مشہور ہوگئی ہو تو اُس حدیث کو ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیا جانا خدا اور رسولؐ کی منشاء کے مطابق صحیح ہے۔

۶۔اور اگر وہ کوئی آیت ہو یا کوئی ایسی حدیث ہو جس کو رسولؐ اللہ یا معصومؑ سے بہت سے لوگوں نے سنا ہو تو اُس آیت

اور اُس حدیث پر تاویل والے قاعدوں کا دباؤ اس طرح ڈالنا خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق ہے کہ وہ آیت اور حدیث مذکورہ ومسلمہ قاعدوں سے نچوڑے ہوئے مطلب کی ہمنوا ہو جائیں''۔

(iii) مجتہدین کا نقاب ذرا سا کھسک گیا ہے۔اب اس کو الٹ دیں

قارئین نے دیکھا کہ اِن فریب سازوں کی زبان میں کس قدر چالاکیاں پوشیدہ ہوتی ہیں؟ اور جب اُن کی خودساختہ اصطلاحات اور الفاظ کو سادہ انسانی زبان میں تبدیل کر دیا جائے تو وہی بیان کس قدر گھناؤنا بن جاتا ہے۔اب اُس گمراہ کن گروہ سے چند سوال دریافت کر لیں۔

اول۔کیا اس سے بڑا جھوٹ کوئی اور ہے کہ مذکورہ قاعدہ یا قانون تمام انسانوں یا مسلمانوں کو معلوم اور مسلّم ہے؟۔

دوم۔کیا آپ قوانین فقہ، قوانین حدیث اور قوانین درایت وغیرہ بکواس کو آیات محکمات اور احادیث متواترات میں بیان شدہ دکھا سکتے ہیں؟۔

سوم۔ہم اس کتاب میں بھی ثابت کر چکے ہیں کہ یہ سب قاعدے اور قانون اہل خلاف کے مجتہدین نے گھڑے اور شیعہ مجتہدین نے اہل خلاف کی کتابوں سے اپنی کتابوں میں نقل کر لئے تھے۔کیا وہ تمام علماء اور کتابیں غلط ہیں جن سے ہم نے ثبوت دیا ہے؟۔

چہارم۔تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ اگر ایک آیت دوسری آیت یا حدیث کے خلاف ہو؟ یا اگر ایک حدیث دوسری حدیث یا آیت کے خلاف ہو تو علاج یہ ہے؟۔

پنجم۔اسی لئے نا؟ کہ تم کُھل کر یہ کہنا نہیں چاہتے کہ قرآن کو قرآن سے اور حدیث میں حدیث سے اور قرآن کو حدیث سے اختلاف وتعارض وتضاد ہے؟ اگر واقعی تمہارا اس پر ایمان ہے کہ اللہ ومعصومؑ ہرگز ایک دوسرے کے اور خود اپنے خلاف نہیں کہہ سکتے؟ تو

ششم۔تم نے اپنے خودساختہ اور غیر مسلّمہ قواعد یا قوانین سے کسی آیت یا حدیث کا ایسا مطلب کیوں نکالا جو کسی آیت یا حدیث کے خلاف ہو؟ اور

ہفتم۔اگر وہ مطلب تم نے نہیں نکالا تو یہ کیوں لکھا کہ ''جب کوئی مطلب براہین عقلیہ اور دلائل شرعیہ سے محقق ومبرھن ہو جائے؟

نہم۔کیا تم نے دوہرا فریب نہیں کیا؟ اول یہ کہ براہین عقلیہ اور دلائل شرعیہ کے نام پر تم نے ایک ایسا مطلب نچوڑا جو قرآن اور رسوؐل کی دوسری آیات اور احادیث کا مخالف ہے۔دوم یہ کہ پھر اُس غلط اور مخالفِ خدا اور رسولؐ مطلب

کی تائید میں تم نے احادیث کوردی کی ٹوکری میں ڈال دیایا یہ کہ آیات واحادیث کی پٹائی کر کے وہ بات اُن کے ذمہ لگادی جوخود تم نے غلط اخذ کی تھی؟

دہم۔ تم نے جس عقل سے مذکورہ عقلی براہین اور قواعد تیار کئے ہیں۔ کیا وہ عقل کُل یا مکمل عقل ہے کہ اب اُس کے فیصلے میں غلطی کا امکان نہیں رہا ہے؟

یازدہم۔ کیا تمہاری عقل کائنات کے تمام حقائق کو اُن کی حقیقی صورت میں احاطہ کرسکتی ہے؟ یہاں کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے؟ جسے تم نہ سمجھتے ہو؟

دوازدہم۔ کیا وہ کاذب تم نہیں ہو جس نے یہ لکھا تھا کہ حدیث معصومینؑ میں اختلاف وتعارض وتضاد نہیں ہوتا اور جس کسی کو تعارض وتضاد واختلاف معلوم ہو وہ اس کے علم کی کمی اور فہم کا نقص ہوتا ہے؟۔

سیزدہم۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے قرآن وحدیث کی جانچ کے قوانین بنائے ہیں وہ سب کے سب علم کی کمی اور قصورِ فہم سے ارفع واعلیٰ تھے؟

چہاردہم۔ کیا تم نے کھل کر یہ نہیں مان لیا کہ اُن ہی قانون سازوں سے یہ فعل سرزد ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث کے دو متصادم ومتخالف مطلب برآمد کرلیں؟

یہ چودہ سوالات بلا جواب حاصل کئے قارئین کو مجتہدین کے مکر وفریب اور دجل ودغا اور کفر ونفاق پر مطمئن کرنے کے لئے کافی ہیں۔

(ہ) قرآنی مطالب محمدؐ وآلِ محمدؐ سے سمجھنا لازم مانا ہے

یہ گروہ چونکہ شیعہ لیبل کی آڑ میں تخریبِ دین کرتا ہے۔ اس لئے مناسب مواقع پر عقل انسانی کو ناقص ونامکمل بھی کہتا جاتا ہے۔ اور محمدؐ وآل محمدؐ کا نعرہ بھی مارتا جاتا ہے۔ تاکہ شیعہ مومنین یہ سمجھیں کہ یہ لوگ محمدؐ وآل محمدؐ کے خلاف کچھ نہ کہتے ہوں گے۔ مذکورہ بالا پُرفریب اور ابلیسی بیان اسی قسم کی باتیں لکھ کر اور شیعوں کو خوش کرنے کے بعد دیا تھا۔ دو چار جملے ملاحظہ ہوں۔

(i)۔ ''اِس لئے متشابہات کا صحیح مفہوم ہر وہ شخص نہیں سمجھ سکتا جو اُس زبان پر عبور نہ رکھتا ہو جس زبان میں وہ کلام ہے۔ بلکہ اُس کا حقیقی مطلب یا خود متکلم یعنی بولنے والا سمجھتا ہے یا وہ شخص سمجھ سکتا ہے جسے متکلم اپنا منشا سمجھا دے۔ اسی بنا پر مذکورہ بالا آیت کے بعد خدا فرماتا ہے۔ **وَمَا یعلم تاویله اِلّا اللّٰه والرّٰسخون فی العلم** (۳/۷) کہ قرآنی متشابہات کی حقیقی تاویل خود خدا جانتا ہے یا وہ ذواتؑ قدسی صفات جانتے ہیں۔ جو علم میں راسخ ہیں۔ اور علم لدُنّی ووحی کے حامل ہیں۔ اور معلم بتعلیم الٰہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے بزرگوار جناب رسولؐ مختار اور اُن کی عترتؑ اطہار ہی ہوسکتے ہیں''۔

اس پابندی کو چند آیات واحادیث سے مزید مستحکم کر کے لکھا ہے کہ:۔

(ii)۔ ''لہٰذا آیاتِ متشابہات کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے جناب رسولؐ خدااورآئمہ ھدٰیؑ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوناضروری ہے۔اِس کے بغیر کبھی یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا''۔(احسن الفوائد صفحہ ۱۱۴)

قبل اس کے کہ ہم کوئی بات کریں یہ اعلان کردیں کہ مسٹر ڈھکو ہرگز ہرگز جناب رسولؐ خدااورآئمہؑ ھدٰی کی بارگاہ قدس میں حاضر نہیں ہوا۔اوراُن حضراتؑ نے اُسے آیات واحادیث کے مفاہیم ومطالب کبھی نہیں بتائے۔لہٰذا یہ شخص آیات واحادیث کے جومطالب ومفاہیم بیان کرتا رہاہے وہ سب اُس کے بقلم خودمنافقانہ،غلط ذرائع سے حاصل کردہ اورنا قابل اعتماد ہیں۔مجتہد کی یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ اُس کے بیان کردہ مفاہیم ومطالب کوصحیح مانیں تب بھی وہ اپنے مندرجہ بالا بیان (ii) کی رُو سے کاذب ودروغ گو ثابت ہوتاہے منافقین کا یہی حال ہوتاہے ۔وہ رسوؐل کو رسوؐل مانیں تو جھوٹے، اورانکار کریں تو کافر (سورہ منافقون کی پہلی آیت)

اب ڈھکو کے پہلے بیان (۱) کو دیکھیں اور پھر مجتہد کا حدود اربعہ متعین کریں۔یعنی مجتہدین کے پاس زیادہ سے زیادہ عربی زبان پر مکمل عبور ہوسکتاہے۔لیکن یہ فیصلہ ہوگیا کہ یہ عبور انہیں قرآن کی متشابہات کے حقیقی معنی تک نہیں پہنچا سکتا۔ (۲) پھر مجتہدین سے براہ راست اللہ کی ملاقات نہیں ہوئی نہ ان پر الہام ووحی ہوتے ہیں۔لہٰذا وہ آیاتِ متشابہات کے حقیقی مطلب سے محروم ہی رہتے ہیں۔(۳) نہ مجتہدین ذواتِ قدسی صفات ہیں۔(۴) نہ وہ علم میں راسخ لوگ ہیں۔(۵) نہ انہیں علم لدنی حاصل نہ وہ وھبی علم کے حامل۔(۶) نہ اُنہیں خدانے خودتعلیم دے کر معلم بنایا۔(۷) نہ وہ محمدؐ وعترتؑ طاہرہ ہیں نہ ہی انؑ سے مادی یاروحانی ملاقات حاصل ہے۔

اِن تمام ڈھکوی مسلّمات کے بعد مجتہد کے پاس وہ کون سا سامان بچتاہے جس کو ذریعہ بنا کر وہ حقیقی مفاہیم تک رسائی حاصل کرسکیں؟ پھر یہ سوچیں کہ ڈھکو نے جن آیات اوراحادیث کورد کرنے یا جن کی تاویل کرنے کا فیصلہ سُنایا تھا اُن آیات و احادیث کواُس نے ہرگز متشابہ نہیں کہا۔لہٰذا پتہ چلا کہ وہ محکم آیات کی تاویل کرنے کے قواعد بیان کررہے تھے۔یعنی ایسی آیات کامفہوم بدلنا جائز ہے جن کی مراد واضح اور بالکل قطعی ہو۔اوراگر یہ کہاجائے کہ جن احادیث کوردی کی ٹوکری میں ڈالنے اورجن آیات کی تاویل کرنے کا تذکرہ کیاہے وہ متشابہات تھیں تو یہ اس لئے غلط ہے کہ اُن کی تاویل کے لئے ڈھکو نے تمام مجتہدین کاراستہ بندکرکے انہیں محمدؐ وآل محمدؐ کے حضور میں حاضری کا حکم دیاہے۔لہٰذا مجتہدین کے خودساختہ براہین عقلیہ اوراصول شرعیہ محض طاغوتی کاروبار ہے۔اُن کا محمدؐ وآل محمدؐ سے کوئی سروکار نہیں ہے۔وہ قرآن اوراحادیث کے منکر ہیں مگراپنے انکار پرابلیسی ہنرمندی کے ساتھ توحیداوراسلام کی چادریں ڈھک دیتے ہیں۔

(و) قرآن اور حدیث کے انکار کو بلا تقیہ قبول کرلیا ہے

(i) سابقہ بیان کی نقاب کشائی کے لئے قارئین کو کافی محنت کرنا پڑی تھی لیکن اصول شریعہ لکھنے کے زمانہ تک جناب ڈھکو کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اُن کے مخالفین محض بچگانہ گرفت کرنا جانتے ہیں۔ وہ اجتہادی قواعد وضوابط پر ہاتھ نہ ڈالیں گے اس لئے اُنہوں نے تمام پردے ہٹا کر صاف الفاظ میں مجتہدوں کے اختیارات کا اعلان کر دیا فرماتے ہیں کہ۔" آیہ مبارکہ:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲/۱۴۳)	یعنی اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا کہ تم تمام لوگوں پر شہید ہو۔ اور رسولؐ تم پر شہید ہے"۔(اصول الشریعہ صفحہ ۱۶۹)

۔" امت وسط سے مراد امامؑ ہیں۔ پھر شاھد اور شہید کے معنی یہ بیان کئے جاتے ہیں:۔

فالشاهد عَلَى الشي من حضر عنده صورة ذلك الشي والشهيد هو القوة التي يقع بها الشهود والحضور سواء كانت مفارقةً اَوْ جسمانية۔	یعنی شے کے لئے شاہد وہ ہے۔ جس کے سامنے اُس شے کی صورت موجود ہو۔ اور شہید وہ قوت ہے۔ جس کے ذریعہ سے شھود وحضور واقع ہوتا ہے خواہ وہ مجرد ہو یا جسمانی ہو"۔

(اس غلط اور Man Made تعریف کو لکھ کر مسلسل فرماتے ہیں کہ:۔)

۔"اس آیہ مبارکہ سے اس مطلب کے اثبات پر استدلال کرنا بچند وجہ غلط ہے"۔(اصول الشریعہ صفحہ ۱۶۹-۱۷۰)

علامہ کی بیان کردہ وجوہات سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ اب وہ یہ دکھائیں گے کہ مندرجہ آیت سے نہ تو آئمہ علیہم السلام کا امت وسط ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی آئمہؑ کا اس قابل ہونا ثابت کیا جاسکتا ہے کہ تمام انسانوں کے تمام اعمال وافکار اُن کے سامنے رہ سکیں۔ چنانچہ اب وہ وجوہات دیکھیں جو آئمہ علیہم السلام کو مذکورہ صفات سے محروم کرنے کے لئے بیان فرماتے ہیں:۔

۔"<u>اولاً</u> اگر بالفرض شہید کے وہی معنی ہوتے ہیں جس کا یہ حضرات ادعا کرتے ہیں اور اُس سے بظاہر اُن حضراتؑ کا ہر وقت ہر جگہ حاضر ہونا ثابت بھی ہوتا ہو تب بھی (۲) مسلم الثبوت قاعدہ کی رُو سے اس (آیت) کی ایسی تاویل لازم تھی (۳) کہ محال عقلی کے ساتھ اِس (آیت) کا یہ ظاہری تصادم واختلاف ختم ہو جائے (۴) کیونکہ مسلّمہ قاعدہ یہ ہے (۵) کہ جب ایک بات عقلی دلائلِ قاطعہ سے ثابت ہو اور پھر کوئی نقلی (یعنی آیت یا حدیث) دلیل بظاہر اُس سے متصادم معلوم ہوتی ہو تو اس نقلی دلیل (یعنی قرآن وحدیث) کی کوئی ایسی تاویل کرنا لازم ہوتی ہے جس سے یہ عقل سے قائم شدہ منافات ختم ہو جائے"۔**(اصول الشریعہ صفحہ ۱۷۰)**

<u>(ii) اس سے بڑا انکارِ قرآن وحدیث ممکن نہیں ہے۔ مجتہد کی عقل قرآن پر حاکم ہے</u>

اس منکر کے جملہ نمبر ایک کو پڑھ لینے کے بعد کوئی اور انکار پیش کرنا محض اُس کے کفر ونفاق کی تفصیل دکھانا ہوگا ورنہ بات یہاں مکمل ہوگئی۔ یعنی اُس نے کہہ دیا کہ اگر آیت کے الفاظ اور قرائن سے واضح طور پر یہ ثابت بھی ہو جاتا کہ آئمہؑ تمام

انسانوں کے اعمال وافکار کو ہرلحہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے چلے جائیں گے اور بروز قیامت تمام انسانوں پرچشم دید گواہ کی حیثیت سے پیش ہوں گے۔تب بھی اُس منکر کے پاس گروہِ مجتہدین کا ایک ایسا جانا پہچانا اور تسلیم شدہ اصول ہے کہ پھر بھی وہ ذاتِ شریف آیاتِ قرآن کے معنی بدل کر اس آیت کو اس اجتہادی اصول کے مطابق بنالینا فرض سمجھتا۔

قارئین صرف اُس مردود کی ان باتوں کو یاد کریں جو شیعوں کو خوش کرنے اور دھوکہ دینے کے لئے کی تھیں۔یعنی اب نہ تو اُن کی اوران کے گمراہ کن گروہ کی عقل محدود و ناقص ہے اور نہ اُن کے مذکورہ مسلّمہ قانون میں غلطی کا امکان ہے۔اور نہ ہی اب آیات کی حقیقی تاویل سمجھنے کے لئے محمدؐ وآل محمدؐ کی ضرورت ہے۔اب جو کچھ اُس کی ناقص عقل میں آئے وہ قطعاً حق وحقیقت ہے۔

<u>(iii) اس نے اہل خلاف سے مدد لے کر دشمنی محمدؐ وآل محمدؐ کا ثبوت مستحکم کر دیا ہے</u>

آگے چل کر اس مکار نے شاہد وشہید کے معنی کا تعین کرنے میں وہ لغات پیش کی ہیں جو اہل خلاف نے قرآن کریم کے الفاظ کو مشکوک کرنے اوراس کے قطعی الدلالت نہ ہونے کے لئے تیار کی تھیں اور پوری عربی زبان کو غیر یقینی بنا دیا تھا۔یعنی ایک مادّہ اور مصدر سے نکلنے والے الفاظ کے کئی کئی ایسے معنی اُن لغتوں (ڈکشنریوں) میں لکھ دیئے تھے جن کے لئے عربی کے دوسرے مادّوں اور مصادر کے الفاظ موجود تھے اور موجود ہیں۔اور یہ بحث مکمل طور پر گذر چکی ہے اور اُن دشمن لغات کو بھی بددیانتی سے پیش کیا ہے۔پھر اس کذاب نے اپنے باطل مقصد کے لئے اہل خلاف کے مفسرین مثلاً فخرالدین رازی کی تفسیر سے مفصل بحث لکھی۔لیکن شیعہ مفسرین کے اول دو (۲) اقوال کو چھوڑ کر تیسرے قول کو اختیار کیا (اصول الشریعہ صفحہ ۱۷۲) اور آخر تین چار صفحات میں اپنا منہ کالا کر کے بات یہاں تک لایا کہ آئمہ اہلبیتؑ عام گواہوں کی طرح محض سماعی اطلاعات کی بنا پر شہادت دیں گے۔ **لعنۃاللّٰہ علی الکاذبین**

<u>(۶) آیات واحادیث کا مفہوم آیات واحادیث سے متعین کرنا واجب ہے</u>

قارئین حضرات ڈھکو ہی نہیں بلکہ ہر مجتہد کی تصنیفات میں یہ بات ہمیشہ نوٹ کریں گے کہ یہ گروہ آیات واحادیث کا منشا اور مراد یا مفہوم اور مطلب خود اپنی عقل اور اپنے عقلی من گھڑت اصولوں سے متعین کرتے ہیں اور کیوں نہ ایسا کریں جب کہ نظام اجتہاد اور تمام مجتہدین کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ قرآن اور احادیث دونوں مل کر بھی علم حقیقی فراہم نہیں کرتے۔اُن دونوں سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے ظنّی علم ہے اور یہ ظنّی علم اس وقت علم قطعی وعلم حقیقی بنتا ہے جب مجتہدین کے اجتہادی قوانین آیات اوراحادیث سے ہم آہنگ اور متفق ہو جائیں۔ورنہ نہیں۔ہم نے کئی بار عرض کیا ہے کہ ہم ڈھکو کی بحثوں میں حصہ لے کر اُس کی غلطیاں واضح کرنے اور مذہب شیعہ کے حقیقی عقائد کو ثابت کرنے کے لئے اس لئے بچ کر گذر رہے ہیں کہ زیرنظر کتاب میں مجتہدین کے انکار قرآن اور حدیث کو دکھانا مقصود ہے نہ کہ اس بدعقیدہ کے عقائد اور بحثوں کا ردّ وابطال کرنا۔مگر تازہ عنوان اس

لئے لکھ دیا ہے کہ ہمارے قارئین مجتہدین اور محدثین کے طریق کار میں فرق ملاحظہ کر کے یہ اطمینان کرلیں کہ مجتہد نام کا کوئی شخص جو بحثیں چھیڑتا ہے، جو ثبوت دیتا ہے، وہ سر سے پیر تک غلط، باطل اور فریب ہوتے ہیں۔ اُن میں اگر کہیں حق بات اُن کے قلم سے نکل بھی جائے تو اُسے بھی کسی گذشتہ یا آئندہ آنے والے فریب کا پیش خیمہ، تمہید یا تمہ سمجھنا چاہئے۔ یہ خیانت کار جب یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو صاحبانِ قرآنؑ سے سمجھنا چاہئے تو قارئین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ منافق لوگ محمدؐ اور آئمہ علیہم السلام کے ماتحت رہتے ہیں۔ اور جب یہ گروہ اپنے اجتہادی چکروں میں سے قارئین کو گذارتے ہیں اور آیات واحادیث کو خود ساختہ قاعدوں کی چھلنی میں سے چھانتے ہیں اور جگہ جگہ مقدس الفاظ واصطلاحات کی بھرمار کرتے ہوئے طوفان میل کی طرح گذرتے ہیں تو قارئین گھومتے ہوئے سر میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ قرآن اور صاحبانِ قرآنؑ ہی کی فرمائشات کے ماتحت لکھا جارہا ہے۔ اُن کو اس وقت کون بتائے کہ اُن خیانت کاروں کی لگام ابلیس کے ہاتھوں میں ہے۔ اُن کی زبان شیطان کی ترجمانی کر رہی ہے۔ ابلیس اپنے ان نمائندوں کے اندر حلول کر کے اُن کے قلب ودماغ پر قابض ہوگیا ہے۔ وہ ان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اُن کی زبان سے بولتا ہے۔ اور انبیاءؑ ورسلؑ کے بیانات کو توحید کی آڑ میں تبدیل کرتا ہے۔ آیات اور احادیث کی دل لگتی تاویل کر کے اللہ ورسولؐ کے بیانات میں تضاد واختلاف دکھا کر پھر شیطانی مذہب سجا کر پیش کرتا ہے اور بھولے بھالے شیعہ یہ سمجھتے ہیں کہ مجتہدین کے بیانات آئمہ اہلبیتؑ کے حقیقی فضائل بیان کرتے ہیں اور فضائل کو شرک اور غلو سے پاک کر کے پیش کرتے ہیں لیکن مومنین کے غور کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ مجتہدین اور ہر عالم پر یہ تقاضہ کریں کہ جناب اپنے بیانات اپنی رائے یا اپنے ایسے خاطی انسانوں کی ذاتی رائے سے ملوث نہ کریں بلکہ وہ سب کچھ جو تمہارا عقیدہ ہے اور جو کچھ تم بتانا چاہتے ہو وہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے بیانات اور الفاظ میں پیش کرو ہمیں خاطی انسانوں کی محدود وناقص عقل کے معیار وقواعد اس لئے قبول نہیں کہ اُن کا معیار وقواعد وقوانین خطا اور لغزش سے پاک نہیں ہوسکتے۔ خاطی کے ہر تصور اور ہر قول وعمل میں خطا کا امکان عقلاً موجود رہتا ہے

(۷) محمدؐ اور آئمہؑ اہلبیتؑ کائنات کی ہر چیز پر چشم دید گواہ اور نگران ہیں

ہمارے بنیادی عنوان (نمبر ۳۵) میں یہ شرط احادیثِ معصومین علیہم السلام سے ثابت کردی تھی کہ محمدؐ وآلِ محمدؐ کے متعلق یا اُن کے اقوال واعمال کے متعلق جو کچھ کہا جائے گا وہ وہی کچھ ہوگا جو معصومینؑ نے فرمایا ہو۔ اور یہ بھی اُن حضرات کی احادیث سے دکھا دیا تھا کہ ہر وہ شخص جو اُنؑ کے بیان میں چھچڑ چڑ چوں وچرا وغیرہ کرے گا وہ دینِ اسلام سے خارج، ولایت محمدؐ وآلِ محمدؐ سے مردود، محروم اور مشرک وجہنمی ہوگا۔ چنانچہ ہم نے ڈھکو اور اس قسم کے تمام علماء کی بلا رُو و رعایت مذمت کی ہے۔ اور ہمیشہ مذمت کرتے رہنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ اور قارئین کو اجازت دیتے ہیں کہ اگر ہم خود بھی ایسا کرتے یا لکھتے ہوئے پائے جائیں تو ہماری مذمت کرنا بھی اُن پر واجب ہے۔ اب آیئے اور دیکھئے کہ محمدؐ اور اُن کے بعد آئمہؑ کی پوزیشن خود اُنؑ کی نظر میں کیا ہے؟ اور وہ

حضراتؑ اس پوزیشن کے لئے کیا الفاظ استعمال کرتے ہیں؟ اور یہ کہ خلفائے خداوندی ہونے کی بنا پر خدا ہی کی طرح الفاظ کے استعمال میں مجتہدین اور عرب کے مشرکین کے اعتراضات کی پرواہ نہیں کرتے اور خداداد علم وعقل وبصیرت کی روشنی میں صحیح ترین الفاظ بولتے ہیں۔جن کے استعمال کو غلط یا غیر موزوں قرار دینے والے واقعی شیاطین ہی ہوسکتے ہیں۔

(الف) قرآن وحدیث سے (۱) اُمت وسط، (۲) شھدا علی الناس (۳) منتخب وحقیقی مسلم اور توریت گواہ

عن بريد العجلی قال :قُلتُ لِابی جعفرؑ قول اللّٰه تبارک وتعالی۔ ”وکذٰلک جعلنٰکم اُمۃً وسطاً لِتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسولؐ علیکم شھیداً؟قال: نحن الامۃالوسط ونحن شھداء اللّٰہ تبارک وتعالٰی علی خلقہ وحجۃ فی ارضہٖ۔قُلتُ :قولہ تعالٰی: ۔”یاایھاالذین آمنوا ارکعوا واسجدوا وعبدوا ربّکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون وجاھدوافی اللّٰہ حق جھادہ ھواجتباکم“؟قال :اِیَّانَا عَنِی ونحن المجتبون ولم یجعل اللّٰہ تبارک وتعالٰی فی الدین من حرج۔فالحرج اشدّ من الضیق۔ملۃ ابیکم ابراھیمؑ۔ اِیَّانا عَنِی خاصّۃوسمَّاکم المسلمین ،اللّٰہ سَمَّانا المسلمین من قبل فی الکتٰب التی مَضَتُ وفی ھذا القرآن لیکون الرسوّل علیکم شھیداً وتکونوا شھداء عَلَی الناس۔ فرسولؐ اللّٰہ الشھید علینا بما بلّغنا عن اللّٰہ تعالی ونحن الشھداء علی الناس۔فمن صدّق یوم القیامۃصدّقناہ وَمَن کذّب کذبناہُ

جناب بریدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ کے اس قول کے متعلق تفصیل چاہی کہ ہم نے تم کو اُسی طرح امۃ وسط بنایا ہے۔ تا کہ تم تمام انسانوں پر شُھدا بن جاؤ اور محمدؐ تم پر شہید بن جائے۔ امامؑ نے فرمایا کہ ہم امت وسط ہیں اور ہم ہی اللہ کی طرف سے اُس کی تمام مخلوقات پر شھداء ہیں اور ہم ہی زمین پر اللہ کی طرف سے اُسکی حجت ہیں۔میں نے پھر اللہ کے اُس قول کی تفسیر معلوم کی کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم رکوع اور سجدوں میں مصروف رہ کر اپنے پروردگار کی عبادت جاری رکھنا اور اختیارات فراہم کرنے والے کام کرنا تا کہ تم کسی طرح فلاح یافتہ ہو جاؤ۔اور خدا کے دین کے قیام میں بھرپور کوشش جاری رکھنا تا کہ اُس کو جہدِ مسلسل کا معیار کہیں۔اللہ ہی وہ ہستی ہے جس نے تمہیں مجتبٰی بنا دیا ہے۔فرمایا کہ اس آیت میں ہمارا ذکر مقصود ہے اور ہم ہی وہ مجتبٰی لوگ ہیں۔اُس نے دین میں کسی قسم کا گراں گذرنے والا پہلو نہیں رکھا ہے۔اس لئے کہ فطرت پر گراں گذرنے والی بات قانونی پابندی کو بھی ناگوار بنا دینے والی ہوتی ہے۔تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہی تمہارا مسلک ہے؟ یہاں ہمارا خاص بیان ہے اور تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔اللہ نے ہمارا نام پہلے ہی سابقہ کتب میں اور قرآن میں بھی مُسلم رکھا ہوا ہے۔تا کہ محمدؐ تم پر شہید رہے اور تم تمام انسانوں پر شہید رہو۔چنانچہ ان ہی ارشادات کی بنا پر رسولؐ اللہ نے خدا سے لے کر جو کچھ ہمیں دیا وہ ہم پر شہید ہیں اور ہم تمام انسانوں (تک وہ تمام خداداد

سامان پہنچانے اور اُس پر عمل کرانے اور سمجھانے اور اُن کی تعمیل وانکار) پر شہداء ہیں۔ چنانچہ جو کوئی ہماری تصدیق کرے گا ہم روز قیامت اُس کی تصدیق کریں گے اور جو کوئی ہماری پوزیشن کو جھٹلائے گا ہم قیامت میں اسے جھوٹا ثابت کریں گے''۔

(کافی کتاب الحجۃ باب ان الائمۃ شھداء اللّٰہ)

(ب) اِس حدیث سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ فطری ہیں

(i) حدیث ہو یا آیت اُس کو سمجھنے کے لئے ہر شخص اپنی عقل، تجربہ اور اپنے ماحول کے مسلّمات اور اپنے سابقہ علم کو ذریعہ بناتا ہے اُس نے جو کچھ عادتاً دیکھا ہے یا لوگوں سے سُنا ہے۔ اُس کے خلاف کوئی بات سننے پر اُسے ماننے کو جلدی سے تیار نہیں ہوتا۔

(۱) وہ یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ اُس کی سابقہ معلومات اور تجربات سے مربوط ہو۔

(۲) یا پھر اُسے عملاً اُس کا تجربہ کر کے دکھایا جائے۔ اگر کوئی بات اِن دونوں صورتوں پر پوری اُترتی ہے۔ تو کوئی شخص ماننے سے انکار نہیں کرتا۔ مان لینے کے بعد بھی دو صورتیں سامنے آتی ہیں۔

پہلی صورت (۱) یہ نئی بات یا تو سابقہ معلومات کے مقابلہ میں کم مفید یا کم نقصان دینے والی ہوگی اور یا

دوسری صورت (۲) آج تک جو کچھ معلوم اور مروّج ہے۔ اس سب سے زیادہ فائدہ پہنچانے والی یا زیادہ خطرناک ہوگی۔

پہلی صورت میں ہر مان لینے والا اُس نئی بات کو نئی تو ضرور مانے گا مگر اہمیت نہ دے گا۔ لیکن دوسری صورت میں وہ اُس کے نیا ہونے اور اس کو ہمیشہ ملحوظ رکھنے پر مطمئن اور متفق ہوتا جائے گا۔ سوائے اُن اشخاص کے جو کوئی خاص اور مخالف مشن چلاتے آ رہے ہوں یا اب اس نئی بات کو سن کر اور سمجھ کر اُس کے توڑ میں کوئی مخالف منصوبہ چلانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اُس نئی بات کا منکر ہی نہیں بلکہ کافر بھی کہا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ حقیقت کو سمجھ کر اس نئی بات کی افادیت یا خطرہ کو چھپانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا کافر کے معنی منکر نہیں بلکہ حقیقت کو جان بوجھ کر چھپانے والے کو کافر کہتے ہیں۔ کسی غلطی کو بے اثر کر کے نامہ اعمال سے چھپا دینے یا مٹا دینے کیلئے جو تدارک کیا جاتا ہے اُسے اسی بنا پر کفّارہ کہتے ہیں۔ کاشتکاروں کو کفار کہا گیا ہے (۵۷/۲۰) اس لئے کہ اناج کی افادیت کو جانتے ہوئے اُسے زمین میں چھپا دیتے ہیں تا کہ زیادہ غلّہ یا اناج پیدا ہو۔ لہٰذا لفظ کافر گالی نہیں ہے۔ کافر اچھا بھی ہوسکتا ہے بُرا بھی ہوسکتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا چھپاتا ہے؟ اور کیوں چھپاتا ہے؟ اُس کی نیت اور مقصد اسے اچھا یا بُرا بنائے گا۔ تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ طاغوت کے کافر بن جائیں (۲/۲۵۶) یعنی طاغوتی مشن کو اُس طرح چھپا دیں کہ اس کے خطرات عوام الناس کو ہلاک نہ کرنے پائیں۔

(ii) اس حدیث میں جن آیات کی تفسیر یا وضاحت کی گئی ہے (۲/۱۴۳، ۷۷۔۲۲/۷۸) وہ قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اور اُن کے معنی بھی وہی ہیں جو حدیث میں بتائے گئے ہیں۔ اور تمام مسلمانوں نے تسلیم کئے ہیں گڑبڑ اس بات میں ہوئی ہے کہ

امت وسط کون ہے؟ کچھ فراخ دل لوگوں نے کہا کہ محمد مصطفیٰؐ پر ایمان لانے والے تمام لوگ امت وسط ہیں۔یعنی ہمارے قارئین کرام اورخود زیدی صاحب بھی امت وسط کے معزز ممبر ہیں۔مگر یہ خوش فہمی خود آیت کے الفاظ سے سنجیدگی میں بدل جاتی ہے جب کہ امت وسط کی ڈیوٹی یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ تمام انسانوں پر شھد ابنائے گئے ہیں۔بات اورزیادہ سنجیدہ اورمشکل ہوجاتی ہے کہ یہاں کسی ایک زمانہ کے انسانوں کومرادلیں یابعثت محمدیہؐ کے بعدقیامت تک کے تمام انسان سمجھیں؟اورکیا النّاس کہنے سے خدانے ساری نوع انسان کومرادلیاہے۔یعنی ہرقدم پرزیدی اینڈ کمپنی امت وسط کی ممبری سے محروم ہوتی چلی گئی۔محروم ہونے والوں نے جس وجہ سے خودکوالگ سمجھا تھاوہ یہ تھی کہ تمام انسان توکہاں؟وہ چندانسانوں کے حالات پربھی گواہ نہیں بن سکتے۔یعنی علم کی کمی اورمحدودبصیرت اوربصارت اورناقص وسائل نے تقاضہ کیاکہ ہم امت وسطٰ میں شمارنہیں ہوسکتے۔اُس محرومی کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ جن کواُمت وسط کہا گیاہےوہ بھی توآخرانسان ہی ہیں؟اورجب وہ انسان ہیں تواُن کاعلم وبصیرت وبصارت اوروسائل بھی ناقص ہوناچاہئیں۔اب ایک اورمشکل تھی۔یعنی خودرسولؐ اللہ بھی انسان ہیں اورانسان ہوتے ہوئے ساری نوع انسان یابعثت سے قیامت تک کے تمام انسانوں یاکسی ایک زمانہ کے تمام انسانوں کے اعمال وتصورات پرگواہ بن جانا ناممکن ہے۔اوراگریہ مان لیاجائےتوپھریہ بھی ماننا ہوگا کہ امت وسط یاتوہرجگہ رہتی چلی جائے گی یاہرجگہ ہرمقام اورہرآدمی امت وسط کے سامنے موجودرہے گا۔اوریہ بات اِدھرجسم دارانسان کے لئے ناممکن ہے۔اُدھرہرجگہ موجودہوناخداکی صفت ہے۔لہٰذایہ اقراراِدھرعقل وتجربہ کے خلاف ہےاُدھرخداوندعالم کی صفت میں شرک کا مجرم بناتا ہے۔یعنی اللہ کے سواکسی اورکو ہرجگہ ہرلمحہ حاضروناظرمانامشرک بناتاہے۔اوراگررسولؐ اللہ یاکسی اورانسان کوانسان اوربشرنہ ماناجائےتوقرآن کی بہت آیات کاانکارلازم آتاہےیہ بھی جرم ہے۔یہ تصورات اوراُلجھن جن لوگوں کے سامنے آئےوہ دوطرح کےلوگ تھےایک وہ جو عالم تھے۔دوسرے وہ جو عالم نہ تھے۔جوعالم نہ تھےاُن میں جولوگ دنیاکےجھگڑوں میں الجھے ہوئے سیدھےسادےاورفطری طورپرنیک نہادتھےانہوں نےتویہ طےکررکھاتھاکہ نہ اُن کےپاس وقت ہےنہ سرمایہ ہےکہ وہ باقاعدہ تعلیم حاصل کریں۔اوریہ بھی کہ اگروہ علم حاصل بھی کرلیں تونہ خداورسولؐ کےبرابرعالم ہوسکیں گےنہ اللہ ورسوؐل کی بات کواللہ ورسولؐ کےمعیارپرسمجھ سکیں گے۔اوریہ بھی کہ اللہ ورسوؐل کی کوئی بات غلط ہوہی نہیں سکتی خواہ وہ سمجھ میں آئےیانہ آئے۔لہٰذاخداورسولؐ جوبھی فرمائیں ہم اُسےقبول کرتے،ایمان لاتےاورحتی الوسع عمل کرتےچلےجائیں گےاوربس۔

اُن میں جولوگ دنیامیں ذراسہولت سے رہنے کاموقع پائے ہوئے تھے۔اورذراسوجھ بوجھ میں خودپراعتمادکرتے تھے۔کچھ سرمایہ اوروسائل بھی رکھتے تھےاورموقع ملنے پرحصول علم میں کوشاں بھی ہوتے تھے۔اُس گروہ کاواسطہ لامحالہ تھوڑابہت علماءسےبھی پڑتاتھا۔لہٰذاانہیں جیساعالم ملاویسابن جانےاوروہی مسلک اختیارکرنےکی کوشش کرتےتھے۔جہاں نئے علماء

اور خیالات سامنے آئے، تبادلہ خیال کی بنا پر رفتہ رفتہ تصورات کی بھول بھلیاں میں الجھ کر چوں چوں کا مربّہ اور تھالی کا بینگن بن جانے کی منزل میں رواں دواں چلتے چلے جاتے اور مجالس و وعظ و مولود و جلسوں میں ہوا کے رخ کے ساتھ واہ واہ سبحان اللہ۔ اللہ اکبر کو نجات کا ذریعہ بنا لیتے۔ کبھی مومن کبھی کافر اور کبھی مُشکِک رہ کر زندگی گذار دیتے۔ نہ اُن کے عقائد اپنے تھے نہ عمل اپنے فیصلے سے کرتے تھے۔ اور نہ کسی عمل اور عقیدے پر بھروسہ تھا۔

(iii) پھر علماء بھی دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ تھے جو علم کے ہر مقام پر خود کو طالب علمی کے درجے سے آگے نہ بڑھاتے تھے۔ جُوں جُوں علم زیادہ ہوتا جاتا تھا واقفیت کا میدان کُھل کر وسیع تر نظر آتا تھا۔ دو زبانیں پڑھنے نہ پائے تھے کہ کئی سو چھوٹی بڑی زبانوں کا پتہ لگ جاتا اور اپنی زبان دانی گھٹیا اور کم معلوم ہونے لگتی۔ علوم و فنون کے سمندر دکھائی دیتے تو اُن کے چند ادھورے علوم کی کشتی ڈانواں ڈول ہونے لگتی۔ الغرض اُنہوں نے کسی عمر اور کسی درجہ میں بھی اللہ و رسولؐ اور قرآن کے احکام سے سرتابی نہ کی۔ جہاں عقل و بصیرت نے ساتھ نہ دیا وہاں ایمان کے سہارے آگے بڑھ گئے اور رفتہ رفتہ عقلی اختلاف بھی دُور ہوگیا۔ جہاں الجھے وہاں ایمان کو برقرار رکھتے ہوئے اللہ و رسولؐ کے دوسرے متعلقہ بیانات سے رجوع کیا۔ دعائیں مانگیں اور خدا نے ہدایت فراہم کردی۔ یہ یقین رکھا کہ جب گمراہ کرنے والا ابلیس زندہ و موجود اور ہر لحہ برسرکار ہے تو ہدایت فراہم کرنے والا ہادیؑ بھی زندہ و موجود اور ہر لحہ برسرکار رہنا لازم ہے۔ اور ہادیؑ کو ابلیس سے زیادہ قدرت اور زیادہ علم کا دیا جانا بھی واجب ہے۔ جس طرح ابلیس کی رسائی ہر آدمی تک ہے اُسی طرح اور اُس سے بہتر طریقہ پر ہادیؑ کی نظر تمام انسانوں پر رہنا بھی عقلاً لازم ہے۔ لہٰذا وہ تلاش حق اور دعاؤں کے ساتھ **لاحول و لاقوۃ الا باللّٰہ** کے یقین سے وابستہ رہتے چلے گئے۔

(IV) دوسری قسم کے علماء وہ تھے۔ جنہوں نے ہر مقررہ نصاب ختم کرنے کے بعد متعلقہ علم کو آخری درجہ مانا اور طے کرلیا کہ اب اُس نصاب میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا۔ ڈگری یا سند لینے کے بعد یہ فیصلہ کرلیا کہ اب اس سے آگے اگر کچھ ہے تو فضول ہے۔ علم یہاں مکمل ہو چکا ہے۔ اُنہوں نے دنیا میں قائم شدہ ابلیسی اداروں کے ماہرین کو مومن سمجھا اور اُن کے صدیوں قدیم تجربوں اور عقلی قوانین سے استفادہ کیا۔ اور یہ یقین کرلیا کہ انسانی عقل اور ماہرین کے قوانین کی مدد سے کائنات کی ہر حقیقت کا سو فیصد انکشاف ہوسکتا ہے۔ اور کیوں یقین نہ کرتے جبکہ دو اور دو ہر حال میں چار ہی ہوسکتے ہیں۔ اور کسی حالت میں یہ قانون غلط نہیں نکلتا۔ جزُ کُل سے ہمیشہ چھوٹا ہوگا۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ایک اینٹ پوری بلڈنگ سے بڑی ہوسکے۔ اُنہیں بھروسہ ہوگیا کہ اُن کے قوانین کے جان لینے کے بعد ان کی تحقیق ہر حال میں مکمل اور صحیح ہوگی۔ اُن اداروں میں انہیں یہ کون بتاتا؟ اور کیوں بتاتا کہ اِن قوانین کے دھنے بائیں اور آگے پیچھے ابلیس کی ہنرمندیاں نگرانی کرتی ہیں۔ یہ چند قوانین، قوانینِ قدرت ہیں مگر اُن کو استعمال کرنے والا انسان خود تو خاطی ہے۔ وہ کُل اور جزُ کے تجویز کرنے میں خطا اور غلطی کرسکتا ہے۔ اُس کا مشاہدہ

خطا کرسکتا ہے اُس کی سماعت کوفریب سے معصوم نہیں سمجھا جاسکتا۔اُس کے تمام حواس حالات سے ہروقت متاثر ہوسکتے ہیں۔ دواور دوتو چار ہوتے ہیں۔لیکن انسان گنتی گنتے ہوئے جمع تفریق اورضرب تقسیم کرتے ہوئے بھولتے رہے ہیں۔اور بُھول چوک سےاُن کا چھٹکارا کرانے میں نہ کُل مدد دیتا ہے، نہ جُز کام آتا ہے۔وہ رسّی کوسانپ سمجھ کرڈرتا رہا ہے۔

ذراشوخی تو ان کی دیکھئے لئے زلفِ خم زدہ کو ہاتھ میں ۔۔۔ میرے پیچھے سے آئے دبے دبے مجھے سانپ کہہ کے ڈرا دیا

ممکن ہے کہ ہم اس شعر کے صحیح الفاظ بُھول گئے ہوں۔بتایئے ہمیں اس بھول میں کون سا قانون مدد دیتا ہے؟الغرض علماء کی یہ قسم نظام اجتہاد کے ہم رنگ زمین جال میں پھنس گئی۔اُس نے اُن علماء پر اپنے خودساختہ قوانین کا اس قدر وزن لا دیا کہ اُن کی عقل کی کمر جھک کررہ گئی۔اُن کا سر جھک گیا اوران کی نظر سمٹ کر قدموں کے پاس آ گئی اوراُنہوں نے اُسی کوحدنظر سمجھ لیا۔اُس سے آگے کیا ہے؟ اُنہوں نے انکار کردیا وہ دواور دوچار کی مدد سے اپنی گردن سیدھی نہ کرسکے جز کے چھوٹا ہونے نے اُن کو یہ نہ بتایا کہ مولانا آپ حضور کی گردن ٹیڑھی ہے۔ابلیسی قوانین نے اُنہیں ساون (مہینہ کا نام) کا اندھا بنا کر بٹھا دیا۔اب اگرانہیں ہر چیز ہری ہری اورسبز نظر آئے تو اُن کی کیا خطا ہے؟ وہ اگر ساری دنیا کی بات نہ مانیں تو اُن کا کیا قصور ہے؟ اصلی خطا اورقصور تو یہ تھا کہ اُنہوں نے اپنی ناقص ومحدود عقل کو چند صحیح قوانین کے بھروسہ پر مکمل اور بے عیب سمجھ لیا۔اس صورت حال میں مبتلا ہوکر اُن علماء کے لئے لازم تھا کہ وہ اب ہرانسان کواپنی ہی ترازو میں تول کر دیکھے۔ہرکسی کی گردن ٹیڑھی ہی سمجھے۔المختصر یہ کہ اگروہ رسوؐل کو زیادہ سے زیادہ اپنے بڑے بھائی کے برابر سمجھ لے تو شکر گزار ہونا چاہئے۔ہمارے اس بیان میں مبالغہ سمجھنے والوں کوشاید یہ معلوم نہ ہو کہ ایک ہزار بارہ سو پچانوے سال سے یہ مسلمہ اصول چلا آ رہا ہے کہ مجتہد اسلامی علوم کی آخری ڈگری یا سند ہے۔تمام دینی مدارس میں نصاب اجتہاد کے بعد کچھ اور پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔نہ اس سے آگے پڑھایا جاتا ہے۔ چنانچہ مجتہد کے لئے یہ طے شدہ اور مسلمہ فیصلہ ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کوملحوظ رکھ کرجس دینی معاملہ میں جوفتویٰ دے گا وہ آخری فیصلہ ہوگا۔مجتہد بن چکنے کے بعد وہ کسی دوسرے مجتہد حتیٰ کہ خود اپنے اُستاد اور ڈگری دینے والے مجتہد سے بھی اپنے کسی فیصلے میں مدد یا مشورہ نہ لے گا۔اب اس دنیا میں کوئی ایسا شخص تسلیم نہیں کیا جاسکتا جس کی رائے یا مشورہ اس مجتہد یا کسی اور مجتہد پر لاگو ہو۔ اُس کا اور ہر مجتہد کا ہر فیصلہ آخری ہوگا۔اور یہ فیصلہ خدا اور رسوؐل کا فیصلہ سمجھ کراُس پرعمل کرنا تمام غیر مجتہد انسانوں پر لازم وواجب ہوگا۔جو اطاعت سے انکار کردے وہ خدا اور رسوؐل کا باغی کافر اور واجب القتل ہوگا۔اگر خدا کے علم میں یہ فیصلہ غلط بھی ہوتب بھی خدا کواُس غلط فیصلے کے مطابق لوگوں کو جزا وسزا دینا پڑے گی۔اور خطائے اجتہادی ثابت ہوجانے کے بعد بھی مجتہد کواُس کے اجتہاد کا خدا کو ثواب دینا پڑے گا۔چنانچہ حضرت مولانا ومقتدانا جناب حجۃ اللہ فی العالمین ومرجع خلائق فی الکونین جناب الشیخ محمد حسین ڈھکو مجتہد العصر والزمان آیت اللہ فی الکون والمکان نے اپنی کتاب مستطاب وجوب جمعہ میں اپنے استاد محسن حکیم

اور بروجردی کی، اعلمانِ دوران مان کر خوب مٹی پلید کی ہے۔ اور مسانید فتویٰ سے اُتر جانے کا حکم دیا ہے اور اُن کے فتاویٰ کو غلط اور باطل بتایا ہے۔ لہٰذا مجتہد علوم اسلامیہ کی آخری سند ہے۔ آپ کسی بھی نزدیک ترین مجتہد سے تصدیق فرمالیں۔

اسی حقیقت کو مان کر تو یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرات طلحہ وزبیر و حضرت عائشہ نے حضرت علیؑ کے ساتھ جنگیں لڑیں اور ہزاروں مسلمان قتل ہوئے۔ لیکن چونکہ نامبردہ تمام حضرات مجتہد تھے۔ اس لئے یہ بغاوت وقتل عام کا کیس ہوتے ہوئے بھی علیؑ سے جنگ کرنے والے کسی سزا یا مذمت سے ارفع واعلیٰ ہیں۔ چونکہ مجتہد کی غلطی خطائے اجتہادی ہوتی ہے اور اجتہادی غلطی میں بھی اُن مجتہدین کو ثواب ملے گا۔ لہٰذا بُرا کہنا بُری بات ہے۔ اُن سب کے حق میں دعائے خیر کرنا اور اُن کے فضائل ومناقب بیان کرنا لازم ہے۔ اُن کے اسوۂ حسنہ کی اتباع ضروری ہے۔

(ج) محمدؐ و آئمہ اہلبیتؑ کی قرآنی پوزیشن کو شرک سے محفوظ کیا گیا

وہ علماء جو ہر ہر مسئلہ کے عقلی قوانین کو معیار بنا کر پورے قرآن اور احادیثِ رسولؐ وآئمہ معصومینؑ کو چھان پھٹک کر قبول کرنا چاہتے تھے انہوں نے آیت زیرِ بحث (۲/۱۴۳) پر غور کیا تو دیکھا کہ اگر اس آیت کو اُن ہی الفاظ میں تسلیم کرلیا جائے اور الفاظ کے وہ معنی لئے جائیں جو اللہ نے قرآن میں اپنے لئے اختیار کئے ہیں تو رسولؐ اور اُمۃ وسط کا اللہ کی طرح حاضر وناظر ہونا ثابت ہوجائے گا۔ اور یہ شرک ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو ہر جگہ اور ہر لمحہ حاضر وناظر مان لیا جائے۔ اور اللہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ لوگ مشرک بن جائیں۔ لہٰذا اللہ نے الفاظ تو بہرحال شھید اور شھداہی فرمائے ہیں۔ مگر اللہ کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا جو الفاظ کا مطلب ہے۔ لہٰذا الفاظ کو برقرار رکھو مگر اُن کے معنی بدل ڈالو تاکہ امت شرک باللہ سے محفوظ رہ جائے۔

(د) معصومینؑ کی پوزیشن کو شرک سے بچانے کے لئے قرآن کی پوزیشن میں شرکت

(i) محمدؐ اور اُن کے جانشین آئمہ اہلبیت علیہم السلام کو جس جذبہ کے ماتحت اللہ کی صفتِ شہید سے الگ کیا گیا وہ بڑا ہی مقدس اور شاندار تھا۔ یہ وہی مہتمم بالشان تصور تھا جس سے اللہ اور اُس کے سب سے پہلے خلیفہ، نبیؑ اور جانشین کا سامنا ہوا تھا۔ وہاں طین اور نار کے الفاظ یعنی خاک اور آگ کی بات زیرِ بحث لائی گئی تھی۔ مگر اصل جذبہ یہ تھا کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ غیر خدا کو سجدہ کرنا شرک باللہ ہے۔ لہٰذا مخلوق کو سجدہ کرنا شرک ہے۔ ابلیس نہ جاہل تھا نہ سیدھا سادہ مومن تھا۔ نہ وہ فرشتوں یا پہلی قسم کا عالم تھا کہ اپنی عقل اور اپنے علم کو محدود اور خود کو ہر حال میں شاگرد اور طالب علم ہی سمجھتا رہتا۔ بلکہ وہ تو مجتہدین کے بیانات کے مطابق ایسا زبردست عالم تھا کہ وہ اُسے معلّم ملائکہ یعنی فرشتوں کا استاد فرماتے ہیں۔ اُس کے سامنے جب آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم آیا تو اُسی قسم کی مشکل پیش تھی۔ یا اُسی قسم کی پہلی مشکل درپیش تھی جو قرآن سے زیرِ بحث آیت (۲/۱۴۳) میں درپیش ہے۔ وہاں اللہ کا حکم قطعاً واضح الفاظ میں سامنے تھا۔ ملائکہ نے حضرت آدمؑ کو اسی لئے فوراً سجدہ کیا تھا کہ الفاظ **اسجدو**

الآدم ۔فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ میں کوئی گنجلک نہ تھی ۔ابلیس کے سامنے دو ہی صورتیں تھیں ۔

اول۔ یہ کہ وہ اللہ کے حکم کی تعمیل کر کے ملائکہ کی طرح مطیع اور فرماں بردار بندوں میں شامل ہو جائے اور شرک ومشرک کی پرواہ نہ کرے ۔

دوم۔ یہ کہ وہ اللہ کے حکم کو ایک امتحان سمجھے اور یہ سمجھے کہ اللہ ہرگز غلط حکم یعنی مشرک بن جانے کا حکم نہیں دے سکتا۔لہٰذا اس حکم کو تسلیم نہ کرنے سے ادھر وہ شرک سے بچ جائے گا ادھر آدمؑ کی غلط تعظیم واضح ہو جائے گی اور اللہ میری دانش وفہم وفراست وتوحید پرستی کی داد دے گا۔اور میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں گا۔لیکن تجربہ یہ ہوا کہ **اللہ کا حکم اس صورت میں بھی ماننا لازم ہوتا ہے جبکہ وہ معلم الملکوت جیسے عالم کو بھی غلط معلوم ہو رہا ہو۔** چنانچہ یہ سب اُسی تجربہ کے بعد کی باتیں ہیں کہ جہاں الفاظ سے غلط مطلب نکلتا ہو وہاں اُن الفاظ کے معانی بدل ڈالو یا الفاظ کی تاویل کر دو۔اگر کہیں ابلیس کو وہ خیال آ گیا ہوتا جو ڈھکو اور دیگر مجتہدین کو آیا تو وہ ہرگز مردود ورجیم وملعون وکافر نہ بنتا بلکہ یہ کہہ کر سجدہ کر لیتا کہ یہ تو سجدہ تعظیمی ہے۔یہ تو آخر کار منسوخ ہو جانے والی شریعت کے عارضی یا عبوری احکام ہیں۔ یہ سجدہ تو اللہ ہی کو ہے آدمؑ کو تو محض قبلہ بنایا گیا ہے۔افسوس مسٹر ڈھکو کی عدم موجودگی نے اس کے اولین بزرگ کو بڑا بے آبرو کر کے نکالا۔لیکن پوری نوع انسان سے عموماً اور انبیاء علیہم السلام سے خصوصاً انتقام کی منادی اور اعلان کرتا ہوا نکلا۔

(ii) شاید ہمارے قارئین میں کچھ ایسے حضرات بھی ہوں جو شیطان کی صحیح پوزیشن نہ جانتے ہوں۔ان سے عرض ہے کہ قرآن کی رو سے ابلیس خدا کی عظمت اور توحید اور اللہ کی تمام صفات کا قائل ہے۔ایسا قائل کہ اللہ کی عزت کی قسم کھاتا ہے۔ اور اللہ کی عظمت کی قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہے کہ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ Oاِلَّاعِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ O (سورہ ص ۸۲۔۳۸/۸۳)''جس طرح تو نے مجھے اپنے الفاظ کے حقیقی ومجازی معنی کے چکر میں ڈال کر راندہ درگاہ، لعنتی اور کافر بن جانے کا راستہ دکھایا ہے اور میری توحید پرستی اور شرک سے بچنے کی کوشش کو خاک میں ملا دیا ہے(قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ ۷/۱۶) اور قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُ زَیِّنَنَّ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ O(۱۵/۳۹) بالکل اسی طرح میں بھی زمین پر آدمؑ کی تمام نسل کے سامنے تیرے الفاظ کے حقیقی اور مجازی معنی کو اس طرح سجا کر اور سنوار کر پیش کروں گا کہ وہ توحید پرستی کو محفوظ رکھنے میں تیرے الفاظ کا وہ رخ اور معنی اختیار کریں جس سے موحد رہتے ہوئے وہ سب کے سب اسی راستے پر چلیں جس پر میں چلایا گیا اور وہ بھی میری طرح مردود ورجیم اور لعنتی وکافر اور جہنمی ہو جائیں۔سوائے ان لوگوں کے جو میرے حسن بیان اور زینت الفاظ ومطالب کو بالائے طاق رکھ کر خالص تیرے الفاظ اور مدعا ہی کو اختیار کریں (عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ) جیسا کہ ملائکہ نے الفاظ اور شرک سے بے پرواہ ہو کر کھٹ سے سجدہ کر دیا تھا۔اور اطاعت وفرمانبرداری کو ظاہری شرک پر ترجیح دی تھی اور ''وہی کرتے ہیں جو حکم ملتا ہے''۔ کی ڈگری پائی تھی۔

(iii) یہ تو وہ صورت حال تھی جو قرآن نے اپنے معجزانہ انداز میں سمیٹ کر ہم تک پہنچائی اور جسے بیان کرنے اور سمجھانے سے مجتہدین نے ہمیشہ خطرہ محسوس کیا۔ اس لئے کہ اس صورت حال کے سمجھ جانے کے بعد نظام اجتہاد اور اس کے اصول وقواعد اور جذبہ توحید کی آڑ منہدم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور ہم نے جگہ جگہ بلکہ ہر تصنیف وتالیف میں اللہ وآدمؑ کے ساتھ ابلیسی روداد کو اللہ کے الفاظ کی صحیح اسپرٹ کے ماتحت اس لئے تفصیل سے لکھا ہے کہ نبوتؑ اور انسانیت کے خلاف ابلیسی محاذ کا پورا صغریٰ اور کبریٰ سامنے آجائے۔ اور یہ ثابت کرنا قرآن کی روشنی میں آسان ہو جائے کہ نظام اجتہاد کا پورا عملدرآمد۔ اس کے تمام قواعد وقوانین اور اس کے تمام مقدس جذبات وتصورات ابلیسی مقاصد کے حصول کے لئے طاغوتی ماہرین نے تیار کئے تھے۔ جن میں تحفظ توحید۔ تحفظ ختم نبوت۔ تحفظ حقوق انسانی۔ تحفظ نماز وقیام زکوٰۃ۔ تحفظ اسلام کی آڑ لی گئی ہے۔ جن میں شرک وکفر والحاد وبدعت کے خلاف محاذ بنانے کا حسین رنگ بھرا ہوا ہے۔

(IV) قارئین ہمیشہ کے لئے یہ نوٹ کر لیں کہ ہم قرآن وحدیث کی جو ترجمانی پیش کرتے ہیں۔ اگر اس پر کسی طرف سے اعتراض ہو تو وہ اعتراض ہمیں ارسال کر دیں ہم دکھائیں گے کہ ہماری تفصیلات کا ہر لفظ اور ہر جملہ اور ہر تصور قرآن یا حدیث کے الفاظ کا تقاضہ ہے۔ مثلاً:۔

۔''جو کچھ شیطان نے کہا اس کو اللہ نے وحی کے الفاظ میں اغوا قرار دیا ہے۔ یعنی شیطان نے یہ چارج اللہ پر لگایا کہ۔''تو نے مجھے اغوا کیا ہے''۔ اور اغوا کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو سبز باغ دکھا کر، عمدہ نتائج کی امید دلا کر بہکا کر کوئی ایسا کام کرا لیا جائے جو بہکنے والا شخص خوشی سے نہ کرتا۔ اور اس چارج کے بدلے میں ابلیس نے نوع انسانی کے اغوا کرنے کا چیلنج دیا ہے۔ اور اغوا کے بنیادی اصول یعنی خوشنما بنا کر دکھانے کا تذکرہ بھی کر دیا ہے۔ گویا یہ کہنا چاہا ہے کہ جس صورت حال میں میں اغوا ہو گیا۔ وہی صورت حال میں تیری اس معزز مخلوق کے سامنے رکھ کر یہ ثابت کروں گا کہ ان حالات میں، میں ہی نہیں بلکہ ان کی بھی کثرت اغوا ہو جائے گی۔ اللہ نے اس کے جواب میں یہ نہیں کہا کہ میں نے نہ تجھے اغوا کیا نہ یہاں اغوا کا کوئی سامان تھا۔ ملائکہ تھے۔ تو تھا۔ آدمؑ تھے۔ عالینؑ تھے۔ میں نے واضح الفاظ میں سجدہ کا حکم دیا تو نے تعمیل نہ کی اس میں اغوا کی کونسی بات ہے؟ اور اگر تجھے دھوکا ہو گیا تو اب سجدہ کر لے آدمؑ تو فی الحال موجود ہے۔ اللہ نے ابلیس کے الزام کا جواب نہ دے کر اور اس کے چیلنج کو قبول کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وحی کے الفاظ میں ہرگز اغوا کا سامان اور گنجائش نہیں ہوتی۔ ابلیسی ساخت کا ذہن خود اپنی موشگافی سے اغوا ہوا کرتا ہے۔ جس کی اللہ کو پرواہ نہیں ہے۔ اور یہ کہ اللہ صرف اُن لوگوں کا ذمہ دار اور خیال رکھنے والا ہے جو ابلیسی تصورات سے وحی کو الگ اور خالص رکھیں گے۔ اور باقی کثرت تعداد کو جہنم واصل کرنے میں اللہ کو تکلف نہ ہوگا'' یہ تمام تصورات اور بیان قرآن کی پیش کردہ صورت حال اور الفاظ کے تقاضے کے ماتحت ہے۔

(V) ہم قارئین کو یہ بتا رہے تھے کہ ابلیس اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کی خالقیت، ربوبیت اور علم وقدرت اور توحید کو اس بلند ترین درجہ پر مانتا ہے کہ نبوت ورسالت اور انبیاءؑ ورسلؑ کو بھی اللہ کی کسی صفت میں داخل کرنا شرک سمجھتا ہے۔ اس عظیم الشان اور خالص توحید کو پسند کر کے ایک گروہ نے اپنے ایک سب سے بڑے بزرگ کی توحید پرستی کی مثال ابلیس کی توحید پرستی سے دی ہے۔ اور وہ تمام عقائد ڈھونڈھ کر اختیار کئے ہیں جن میں ابلیس کی توحید پرستی کا تذکرہ ہوا ہے۔ آج بھی اس گروہ کی موٹی سی اور نمایاں شناخت توحید پرستی ہی کا نعرہ ہے۔ یہ گروہ ذرا سی بھی گڑ بڑ پسند نہیں کرتا۔ بات بات میں شرک شرک بدعت بدعت کا اعلان کرتا ہے۔ اور ابلیس کی طرح تمام اسلامی احکام پر یقین وایمان رکھتا ہے۔ بس ایک بات نہیں مانتا یعنی آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک تمام انبیاءؑ کو خدا کی توحید سے الگ رکھتا ہے۔ اور اس بات میں قطعاً ابلیس کا پیرو ہے۔ حتیٰ کہ غلام رسول۔ عبدالحسین۔ بندہ علی قسم کے نام رکھنا بھی شرک سمجھتا ہے۔ یا علیؑ مدد۔ یا محمدؐ تک کہنا اس کے یہاں شرک ہے۔ یہ وجہ ہے کہ قرآن میں بہت سے الفاظ موجود ہوتے ہوئے وہ خدا کی بہت سی باتوں اور ہزاروں احکام کو اُس صورت میں نہیں مانتا جس صورت میں وحی کے الفاظ میں بیان ہوئے ہیں۔ شرک سے بچنا اُن کے یہاں اس قدر ضروری ہے کہ وہ بلا کسی تکلف کے قرآن کے الفاظ کے معنی ومفاہیم کو بدل ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اور یہی جذبہ ہے اور یہی مقدس تصور ہے کہ وہ لفظ شھید جب اللہ کے لئے آئے تو اُس کے حقیقی اور صحیح معنی لیں گے اور جب یہ لفظ شھید رسولؐ کے لئے آئے تو اس کے حقیقی معنی سے انحراف واجب سمجھیں گے۔ اور معنی بدلنے اور بدلے ہوئے غلط معنی کو صحیح قرار دینے کے لئے اپنے قوانین کا حوالہ دیں گے۔ اپنے ہم مسلک علماء کی کتابیں اور بیانات کے اقتباسات پیش کریں گے۔

<u>(ہ) شرک سے بچنے کی آڑ میں اسلام کی جڑیں کاٹ دی گئیں</u>

خدا کے حکم کے بعد اگر سجدہ شرک ہوتا تو تمام ملائکہ کو مشرک ماننا لازم تھا۔ لیکن نہ ابلیس نے اور نہ ابلیس کے گروہ مجتہدین نے یہ کہا کہ ملائکہ مشرک تھے یا ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ اللہ کے حکم سے اللہ کے خلیفہ، جانشین اور نبیؐ کو سجدہ کرنا ہرگز شرک نہ تھا نہ ہے اور نہ ہوگا۔ چنانچہ ابلیس اور مجتہدین واقعی کاذب اور فریب ساز ہیں۔ پھر اللہ کے اسی حکم کے مطابق جناب یوسف علیہ السلام کو دربار کے تمام حاضرین نے سجدہ کیا (سورہ یوسف ۱۲/۱۰۰) لہٰذا قرآن کی رُو سے خدا کے حکم کی تعمیل میں کیا جانے والا ہر سجدہ شرک اس لئے نہیں کہ وہ سجدہ درحقیقت اللہ کو سجدہ ہے۔ یہاں بھی مجتہدین زبان نہیں کھولتے اور اس سجدہ کو بھی شرک نہیں کہتے۔ لہٰذا قرآن اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ اللہ کے واضح حکم کی تعمیل ہر حال میں کی جائے گی۔ خواہ بظاہر نظر وتجربہ وہ حکم شرک ہی کیوں نہ معلوم ہو رہا ہو۔ اور تعمیل کرنے والا پسندیدہ خدا مسلم ہوگا اور یہ تعمیل عبادتِ خدا کہلائے گی اور اس عبادت کی جزا اور ثواب لازماً ملیں گے۔ اور جو شخص کسی بھی حکم سے انحراف کرے گا اُس کا کوئی بھی عذر قابل سماعت نہ ہوگا اور وہ خارج

از اسلام، مردود ملعون، کافر وجہنمی ہوگا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ابلیس اور مجتہدین کا خود ساختہ شرک ایک آڑ ہے۔ جو احکام و اعلاناتِ قرآن کو تبدیل کرتے رہنے کے لئے اختیار کی گئی ہے۔

(ii) کیا خدا نے قرآن میں کوئی لفظ بے موقع، بے محل اور غلط بھی کہا ہے؟

اس سوال کا اور ہر سوال واعتراض کا جواب وہی صحیح ہوسکتا ہے جو خدا کی طرف سے کسی آیت میں موجود ہو یا رسولؐ کی زبان سے کسی حدیث میں پایا جائے۔ دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا تھا اور عربی زبان میں موجود ہے۔ اور دنیا کے تمام علماء یہ بھی جانتے ہیں کہ عربی ہو یا کوئی اور زبان ہو وہ ایک ہی ملک میں ہر شخص ایک ہی طریقہ پر نہیں بولتا۔ بلکہ ہر صوبے اور ہر ضلع میں وہی زبان مختلف لب ولہجہ اور مختلف انداز اور مختلف الفاظ میں بولی جاتی ہے۔ اس کی لاتعداد مثالیں اور تجربات موجود ہیں پھر یہ بھی ایک مسلّمہ اور قابل مشاہدہ حقیقت ہے کہ ہر زبان بتدریج بدلتی اور دوسری زبانوں سے متاثر ہوتی چلی آرہی ہے۔ چنانچہ دیہات کی زبان شہروں سے مختلف اور پیشہ وروں کی زبان آپس میں اور باقی دیہاتیوں اور شہریوں سے مختلف ہے۔ جب آپ چاہیں اس کا تجربہ کرسکتے ہیں۔ وہ عربی زبان جو ابتدائی ادوار کے فراعنہ مصر اور نمارید بابل بولا کرتے تھے۔ آج سوائے چند عجمیوں کے کوئی عرب کا باشندہ نہیں سمجھ سکتا۔ آج عربوں اور اُن کی عربی زبان کا جو حال ہے وہ لسانیات کے علماء کو معلوم اور قابل افسوس ہے بہرحال سوال یہ ہے کہ کیا قرآن بھی اسی قسم کی عربی زبان میں نازل ہوا تھا جو روز بروز بدلتی، گھٹتی بڑھتی اور زیروزبر ہوتے رہنے والی تھی؟ اور کیا قرآن کی عربی زبان کو کسی ایک دور کے عربی بولنے والوں کے معیار پر ہونا چاہئے تھا؟ اور کیا کسی ایک دور کے کسی ایک ملک میں سب کی زبان یکساں اور ایک ہی ہوسکتی ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ قرآن فلاں قوم یا قبیلہ کی زبان میں نازل ہوا تھا۔ (جیسا کہ بڑی سادگی سے کہہ دیا جاتا ہے) تو کیا یہ کسی خاص قبیلہ اور قوم ہی کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے نازل ہوا تھا؟ اور کیا اس طرح سارے ملک کی بے پناہ کثرت کو کسی ایک قبیلہ کی سمجھ کے ماتحت نہیں کر دیا گیا تھا؟ ان تمام سوالات اور مندرجہ بالا تمام صورت حالات کا جواب قرآن نے یہ دیا ہے کہ **ھذا لسان عربی مبین** یہ تو خود بیان کرنے والی واضح عربی زبان ہے (۱۶/۱۰۳) اور یہ کہ یہ تو رب العالمین کی جانب سے نازل شدہ اور اپنے ساتھ روح الامین کو لے کر تیرؐے قلب پر اتر کر تجھے تنبیہ کرنے والا، بتانے والی، خود بیان کرنے والی واضح عربی زبان ہے (۱۹۲۔۲۶/۱۹۵) اور یہ تو ہر حال میں سب پر چھا جانے والی کتاب ہے۔ اُس میں آگے پیچھے اور کسی طرف سے باطل کا گذر نہیں ہوسکتا چونکہ اُس کا نزول ایک قابل حمد وثنا حکیم کی جانب سے ہوا ہے (۴۱۔۴۱/۴۲) پھر یہ بھی کہ یہ صرف عربی مبین ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت میں یہ سابقہ تمام کتابوں میں بھی موجود ہے (۲۶/۱۹۶) قرآن کریم کے اِن جوابات اور اللہ کے ان انتظامات کے ماتحت نازل ہونے والی زبان کے متعلق یہ مان لینا کہ:۔

اول۔قرآن کی زبان میں کسی قسم کا نقص یا خامی موجود ہے، اللہ تعالیٰ اور قرآن دونوں کی تکذیب ہے۔ یہ کھلا ہوا کفر وانکار ہے۔
دوم۔قرآن کے بیانات میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ قطعی الدلالت نہیں۔یعنی جگہ جگہ آیات میں مبہم غیر واضح اور مشکوک الفاظ رکھ دینے سے ایک ہی آیت کے کئی مطلب برآمد ہوتے ہیں اور ہر مطلب ترجمہ کے قانون پر پورا اترتا ہے۔لہٰذا کسی ایک مطلب کو صحیح کہنے اور کسی دوسرے مطلب کو غلط قرار دینے کے لئے دلیل قائم نہیں ہوتی۔لہٰذا

۔''قرآن میں اللہ نے از خود یہ انتظام کر دیا ہے کہ امت کبھی بھی متفق نہ ہوسکے اور قرآن ہی کو دلیل بنا کر امت میں افتراق واختلاف اور فرقہ سازی جاری رہے چنانچہ ہر فرقہ کی گمراہی کا ذمہ دار خدا ہے۔ ہر غلط کاری کا موقعہ خدا نے فراہم کیا ہے۔ اسی اصول پر اللہ کے لئے واجب ہے کہ وہ حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کو شدید اختلاف کے باوجود جنت عطا کرے۔ ایک دوسرے کو کافر قرار دینے والے مسلمان فرقوں کی مغفرت وبخشش کرے۔ ہر مجتہد کے غلط فتووٴں کو حق بجانب سمجھ کر غلط احکام اور غلط اعمال کو قبول کر کے جزائے خیر اور ثواب عطا کرے۔انہیں بھی معاف کرے جو رسوؐل کی بیٹی کو قرآن میں مذکورہ حقوق سے محروم کریں۔اُنہیں بھی جنت عطا کرے جو اپنی قرآن فہمی سے حسینؑ اور پورے خاندانِ رسوؐل کو تہہ تیغ کریں۔انہیں بھی حق پر مانے جو اسلام کے نام پر قتل عام، لوٹ مار اور عصمت دری جاری رکھیں۔ان پر بھی جنت کے دروازے کھول دے جو ختم نبوت پر ایمان رکھیں اور انہیں بھی جنت میں جانے سے نہ روکے جو محمدؐ کے بعد علی محمد باب اور حسین بخش بہاء اللہ اور غلام احمد قادیانی کو رسول، نبی اور رسولوں اور نبیوں کا بروز یا ظلّ مانتے رہے ہوں۔انہیں بھی پسند کرے جو علیؑ اور خاندان علیؑ پر ایک سو سال تک ہر مسجد سے اور ہر منبر پر لعنت کرنا جاری رکھیں اور اسی قرآن سے اُس لعنت کو عبادت سمجھیں۔خارجی بھی جنتی ناصبی بھی بہشتی۔قاتل بھی جنتی مقتول بھی جنتی اور آج مسلمانوں کی کثرت کا یہی ایمان واسلام ہے کہ (معاذ اللہ) حسینؑ ویزید۔علیؑ اور معاویہ اور ان سے جنگ کرنے والے اور ان کے ہاتھ سے قتل ہونے والے سب جنت میں ایک دوسرے کے سامنے مسند نشین ہوں گے۔حوروں کا جھمگٹا ہوگا اور جام شراب گردش میں ہوں گے۔اسلام اور قرآن پر اس عملدرآمد نے جن لوگوں کو اسلام کا دشمن بنایا۔جنہوں نے ایسے مذکورہ مسلمانوں سے جنگ وجدال کیا اور اسلام کے خلاف کمیونزم اور سوشلزم وغیرہ نظام بنائے جہنم میں وہی جائیں گے۔ قرآن کے متعلق یہ کہہ کر کہ اس کے الفاظ قطعی الدلالت نہیں ہیں بلکہ ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی نکلتے ہیں۔قرآن اسلام اور مقاصد خداوندی کی جڑیں کاٹ دیں۔قارئین اس کو کفر کہہ لیں یا شرک کہہ دیں مگر یہ وہ کام ہے جس کا نام اجتہاد ہے۔لہٰذا ایسے لوگوں پر کفر وشرک والحاد ونفاق کے فتاویٰ لگا کر وقت ضائع نہ کریں بلکہ اُنہیں صرف مجتہدین یا طاغوت کہہ دیں اور سنیں:۔

سوم۔مجتہدین کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ کو عربی زبان اور اس کا صحیح استعمال نہ آتا تھا۔یعنی کہنا تو یہ چاہا کہ۔

ا۔جسے میں نے اپنی قدرت اور حکمت سے بنایا اے ابلیس تو نے اسے سجدہ کیوں نہ کیا؟ مگر معاذ اللہ

۲۔منہ سے یہ نکل گیا کہ جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا اسے سجدہ کیوں نہ کیا؟اور یہ کہ دل میں تو یہ تھا کہ

۳۔اے اُمت وسط تم اور رسولؐ ایسے ہی گواہ ہوگے جیسا کہ عدالتوں میں گواہ ہوتے ہیں۔تم تمام انسانوں پر ہماری طرح کے شہید اور حاضر و ناظر نہیں ہوگے اور نہ ہر آدمی کے تمام اعمال وخیالات سے مطلع ہوگے۔مگر عربی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر یہ کہہ دیا کہ:۔

۴۔تم اور محمدؐ ساری کائنات پر شہید ہوگے اور جس طرح ہم نے لفظ شہید اپنے لئے استعمال کردیا ہے تمہارے لئے بھی کردیا ہے مگر اُس کے معنی ڈھکوسے پوچھ کر کرنا مشرک نہ ہوجانا خود کو حاضر و ناظر نہ سمجھ بیٹھنا۔

(iii) قرآن وحدیث میں سے نقائص اور خامیاں دور کرنا مجتہدین کی ذمہ داری ہے۔

قارئین ہمارے عنوانات پر تیرہ سو سال کا اجتہادی کردار گواہ ہے۔مجتہدین نے نزول قرآن کے اولین ایام ہی میں یہ کہہ دیا تھا کہ یہ قرآن وہ مقاصد پورے نہیں کرسکتا اور وہ نتائج برآمد کرنے کے قابل نہیں ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَایَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا .ائْتِ بِقُرْاٰ نٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْبَدِّلْهُ (سورہ یونس ۱۰/۱۵)

۔’’جب ان کے روبرو ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو جو لوگ ہمارے مقاصد کے برآمد ہونے کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ یا تو اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لے آؤ۔ورنہ اس کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے اسی میں مناسب تبدیلیاں کرلو‘‘۔

بتایئے کہ مجتہدین نے تو اپنی ذمہ داری اُسی زمانہ میں پوری کردی تھی کہ یہ قرآن اپنی نزولی شکل میں مفید اور نتیجہ خیز نہیں ہے۔مگر اللہ نے (معاذ اللہ) مجتہدین کی دوربین نگاہوں اور قیامت تک پیش آنے والے ہنگاموں کو اُس وقت نظر انداز کرکے رسولؐ کو حکم دیا کہ قُلْ مَایَكُوْنُ لِیْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ج اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوْحٰی اِلَیَّ اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ٥ (سورہ یونس ۱۰/۱۵)۔’’کہ ان دانشوروں سے کہہ دو کہ یہ میرے بس کی بات نہیں اور نہ میرے لئے مناسب ہے کہ میں اپنی ذاتی سوجھ بوجھ اور بلا اجازت خداوندی قرآن میں کسی قسم کی اور کسی مقدار میں تبدیلی کرلوں۔میں تو جو کچھ مجھ پر وحی ہوتی ہے اس کے علاوہ کسی اور تصور کی اتباع کرہی نہیں سکتا۔اس لئے کہ اُس میں تبدیلی کا تصور بھی اللہ کی نافرمانی ہے اور میں قیامت کے دن نافرمانی پر عذاب ملنے سے خوفزدہ ہوں‘‘۔اور دیکھو قُلْ لَّوْشَآءَ اللّٰهُ مَاتَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَلَآ اَدْرٰكُمْ بِهٖ ۔فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۔اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ٥؟ (سورہ یونس ۱۰/۱۶) اور اے رسولؐ یہ بھی کہہ دو کہ میں نے اپنی پوری عمر تمہارے اندر اسی اصول کی پابندی میں گذار دی ہے۔اگر میری ذاتی سوجھ بوجھ اور بصیرت کا معاملہ ہوتا تو قرآن کو اس صورت میں ہرگز تمہارے سامنے تلاوت نہ کرتا اور نہ ہی تمہیں قرآن پر درایت کا موقع دیتا۔کیا تم اس صورت حال پر اپنی

عقل سے غور نہ کرسکتے تھے؟

(IV) اللہ ورسولؐ کے ان جوابات کے باوجود قریشی دانشوروں نے اپنا موقف نہیں بدلا۔اورطرح طرح سے قرآن کے الفاظ ومسائل میں تبدیلی کی راہیں نکالیں۔ان تمام ترکیبوں کو ہم نے قرآن کی آیات سے بار بار پیش کیا ہے اور جب اللہ ورسولؐ رضا مند نہ ہوئے تو انہوں نے رسولؐ اللہ اور نزول قرآن ہی کے زمانہ میں قرآن کی آیات میں معنوی تحریف شروع کردی۔اورقومی وملکی مصلحتوں کو برقرار رکھنے کے لئے قرآن کی تبدیل شدہ صورت پر عربوں کی کثرت کو متفق کرلیا۔اور یہ طے پاگیا کہ ملک دوست مسلمان ہرگز اُس قرآن پر عمل نہ کریں گے جو رسولؐ پیش کررہا ہے۔اور نہ قرآن کی لفظی پیروی میں اللہ ورسوؐل کی اطاعت کریں گے۔یعنی نہ اس اللہ پر ایمان لائیں گے، نہ اُس رسوؐل کو مانیں گے، نہ اُس قرآن کو اختیار کریں گے جو ملکی وقومی مصلحتوں کو نظرانداز کردے۔اس سلسلے کی میٹنگس (Meetings) مشورے اور فیصلے قرآن نے تفصیل سے ریکارڈ کئے اور ہم نے اپنی تصنیفات میں منظر عام پر رکھے۔اس کی سند میں ایک ایسی آیت یہاں نوٹ کرلیں جس میں عہد رسولؐ کے عربی مسلمانوں کی پوزیشن واضح کی گئی ہے کہ:۔

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اٰمِنُوۡابِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ ۔وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِیۡدًاO....الخ (سورۃ النسا ۱۳۶ تا ۱۳۷/۴)

فرمایا کہ اے وہ مومنین جو نہ تو اللہ پر ایمان رکھتے ہو نہ اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہو نہ ہی تم اللہ کی اُس کتاب کو مانتے ہو جو محمدؐ پر اتاری گئی ہے اور نہ ہی قرآن سے پہلے اترنے والی کتابوں پر بلفظہ ایمان رکھتے ہو تم اللہ پر ایمان لاؤ۔اللہ کے رسوؐل محمدؐ پر ایمان لاؤ۔اللہ کے رسولؐ پر جو قرآن اتارا گیا ہے اس پر ایمان لاؤ اور قرآن سے قبل اترنے والی کتابوں پر ایمان لاؤ۔ورنہ یہ سمجھ لو کہ جو کوئی تمہاری طرح کا ایمان رکھتا ہو وہ بعید ترین مکمل گمراہی میں شمار ہوگا۔جو اللہ کا، اُس کے ملائکہ کا اور اُس کی کتابوں کا اور اُس کے رسولوؐں کا اور قیامت کا چھپانے والا ہو''۔

(V) یہ تھا عرب کے مومنین کا حال یعنی وہ جس قسم کے ایمان کا اقرار کرتے تھے وہ خالص اور مفصل کفر وانکار تھا۔اگلی آیت نے ان مسلمانوں کے منصوبے کے مدوجزر کا حال بتایا ہے کہ کبھی یہ لوگ مکمل ایمان لے آتے تھے پھر اجتہادی تصورات کی بنا پر کافر ہوجاتے تھے۔پھر اصلی ایمان پر واپسی اور اللہ ورسولؐ اور قرآن پر بلفظہ تعمیل کا ارادہ کرتے تھے مگر رفتہ رفتہ نظام اجتہاد کی پناہ میں چلے گئے اور کفر میں بہت زیادہ آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ یہ امکان ہی ختم کردیا کہ اللہ ان کی مغفرت کرسکے اور وہ ہدایت کی راہ اختیار کرسکیں پھر اللہ نے اُن کو اُن کے دل میں پوشیدہ منصوبے کی بنا پر یہ خوشخبری سنانے کا حکم دے دیا کہ تمہارے لئے دردناک عذاب طے پاگیا ہے ساتھ ہی نظام اجتہاد کے اراکین کی حکومت کو پسند کرنے والوں کو بھی رگڑ

دیا۔(۴/۱۳۷تا۱۴۰)

(VI) یہاں یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ رسولؐ اللہ کی حیات میں سرکاری تاریخ کی رو سے سارا عرب مسلمان ہو چکا تھا۔اوراس وقت کوئی بھی دشمن اسلام باقی نہ تھا۔نہ کوئی منافق رہا تھا۔نہ مشرک بچا تھا۔سب مسلمان تھے،مومن تھے،مگر ایمان جس قسم کا تھا وہ اُن کے عملدرآمد سے ویسا ہی ثابت ہوا جیسا کہ مندرجہ بالا آیات میں ظاہر ہوا۔بس اس سلسلے میں آخری بات قرآن سے سُن لیں اوراپنے اپنے قرآنوں کا ترجمہ دیکھ کرتصدیق کرلیں کہ مفسرین کے اتفاق کے مطابق رسولؐ اللہ قیامت میں اپنی مخاطب قوم پر بحیثیت مجموعی قرآن کو چھوڑ کرکسی خاص ظالم کے منصوبے کی پناہ میں چلے جانے کا جرم اللہ کے سامنے پیش کر کے شہید کا کام کررہے ہیں۔اورسامنے مجرم کے کٹہرے میں وہ فلاں شخص وہ مخصوص ظالم کھڑا ہے۔پوری قوم کوقرآن سے منحرف کرنے پرواویلا کررہا ہے۔اپنے ہاتھ چبارہا ہےاوراپنے کسی یاردوست کا شکوہ کررہا ہے۔جس کے ایما اوردباؤ سے اس خاص ظالم نے رسولؐ اللہ کا طریقہ چھوڑا اوریار کی یاری نباہنے پرکمر باندھ لی تھی۔اورپھرابلیس کی شکایت بھی کرتا ہے کہ وہ بھی اُس فلاں یار کی طرح اسے بے یارومددگارچھوڑ کرالگ ہوگیا ہے۔آیئے پاکستان کے سب سے بڑے مجتہد کا ترجمہ وتشریح سن کر اصل گفتگو کی طرف متوجہ ہوں۔عربی عبارت قرآن میں پڑھ لیں۔

(VII)۔''ظالم انسان اپنا ہاتھ چبائے گا۔اورکہے گا۔''کاش میں نے رسوؐل کا ساتھ دیا ہوتا۔ہائے میری کم بختی،کاش میں نے فلاں شخص کودوست نہ بنایا ہوتا۔اس کے بہکانے میں آکر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جومیرے پاس آئی تھی۔شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا''۔اوررسولؐ کہے گا کہ۔''اے میرے رب میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کونشانہ تضحیک بنالیا تھا''۔(سورہ الفرقان ۲۷تا۲۵/۳۰)

اس عنوان میں یہی گفتگو ہے کہ نظام اجتہاد قرآن کو **بلفظہ** قبول نہیں کرتا۔الفاظ کے کئی کئی معنی بتا کراورکئی دوسرے عذرات کے ماتحت قرآن میں استعمال شدہ الفاظ کے معنی بدلتا ہے۔اوریہ بات قرآن سے ثابت ہوچکی ہےاوراس عملدرآمد کو مندرجہ بالا آیت میں قرآن کو قطعاً چھوڑ دینا کہا گیا ہے۔لیکن لطف یہ ہے کہ علامہ مودودی ہمارے اس عنوان کومزید مستحکم کردیتے ہیں۔یعنی مندرجہ بالا ترجمہ میں وہ بھی الفاظ کے معنی بدلتے ہیں۔ملاحظہ ہو۔

(VIII) اول۔آیت میں الظالم ہے۔علامہ صاحب یہاں یہ پسند نہیں کرتے کہ لفظ ظالم پرالف لام لگا کرکسی خاص شخص کا پتہ بتادیں۔لیکن اہل عقل اس خیانت فی القرآن سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس خاص ظالم کا جناب علامہ سے کسی قسم کا تعلق ضرور ہےورنہ وہ الظالم کوظالم بنا کراس کے مظالم پرپردہ نہ ڈالتے اوراپنا ایمان وعاقبت ضروربچاتے۔

دوم۔آیت میں لفظ سبیلاً ہے۔جس کے معنی عموماً طریقہ،مسلک اورراستہ کئے جاتے ہیں چنانچہ جناب علامہ نے ذرا

آ گے چل کر یعنی صرف تین آیات کے بعد اسی لفظ سبیلاً کے معنی ۔''راہ''۔ کئے ہیں (۲۵/۳۴) یعنی یہ مجتہد اعظم یہ نہیں چاہتے کہ اُس ظالم کے مذہب ومسلک کا پتہ چل سکے جس نے اپنے مخصوص یار کے بہکانے سے رسولؐ کے علی الرغم اور مدمقابل کی حیثیت سے رسولؐ کے اسلام کے خلاف ایک مخالف راہ نکالی تھی اور پوری قوم کو منحرف کر کے اس راہ پر چلایا تھا۔

سوم۔قرآن نے لفظ۔''الذکر''۔استعمال کیا تھا۔تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس مخصوص ظالم اور فلاں یار نے نہ صرف رسولؐ اللہ کا طریقہ چھوڑ کر نیا مسلک اختیار کیا تھا۔بلکہ۔''الذکر''۔یعنی قرآن کو بھی اُسی نے چھوڑا تھا مگر علامہ نے یہاں اپنے اس راہنما کو بچانے کے لئے ''الذکر'' کو نصیحت بنادیا حالانکہ یہی علامہ۔''الذکر''۔سے کتاب خداوندی ترجمہ کرتے رہے ہیں۔ (مثلاً ۲۱/۷) تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۱۴۹ اور (۱۶/۴۳) تفہیم جلد۲ صفحہ ۵۴۳)

چہارم۔مولانا نے قرآنی الفاظ کے معنی بدلنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ۔''اصل میں لفظ مھجور استعمال ہوا ہے۔جس کے کئی معنی ہیں''۔اگر اسے ہجر سے مشتق مانا جائے؟ تو معنی ہوں گے۔''متروک''۔یعنی اُن لوگوں نے قرآن کو قابل التفات ہی نہ سمجھا۔نہ اُسے قبول کیا اور نہ اُس سے کوئی اثر لیا۔اور اگر ہُجر مشتق مانا جائے تو اُس کے دو (اور) معنی ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ اُنہوں نے اُسے ہذیان اور بکواس سمجھا۔دوسرے یہ کہ اُنہوں نے اُسے اپنے ہذیان اور بکواس کا ہدف بنالیا۔اور اُس پر طرح طرح کی باتیں چھانٹتے رہے''۔(تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۴۴۷ (۲۵/۳۰) کا حاشیہ نمبر ۴۱)

پنجم۔سب سے اہم خیانت اور بددیانتی یہ کی ہے کہ اللہ نے رسولؐ کی زبانی یہ فرمایا تھا کہ رسولؐ اپنی قوم کا قرآن سے مستقل انحراف دکھانا چاہتا ہے۔یعنی رسولؐ کی مخاطب قوم نے روز اول سے لے کر قیامت کے روز تک قرآن کو مھجور کئے رکھا۔مگر مجتہد صاحب اللہ اور رسولؐ کے لفظ قوم کے معنی پوری قوم کی جگہ ''میری قوم کے لوگوں نے'' کر ڈالتے ہیں۔تاکہ ساری قوم قرآن سے منحرف ثابت نہ ہو بلکہ قوم کے چند لوگوں پر بات ٹل جائے۔

ششم۔لیکن اللہ نے مجتہد صاحب سے ایک بات ایسی لکھوادی جس سے صاحبان علم اُن دونوں یاروں کو اور اُن کے کردار ومذہب کو مع ولدیت پہچان لیں۔اور وہ بات یہ ہے کہ مھجور کے کئی معنی بتاتے ہوئے یہ بھی لکھ گئے کہ ''اُنہوں (یعنی قوم) نے اُسے (یعنی قرآن کو) ہذیان اور بکواس سمجھا''۔

تاریخ وحدیث پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے جب امت کو ایک ایسی تحریر دینا چاہی جس سے امت ہرگز رسولؐ اللہ کے بعد گمراہ نہ ہوتی۔(لن تضلوا بعدی) اور اُس تحریر کے لئے کاغذ اور قلم دوات مانگا تو کسی نے یہ جملہ کہا تھا کہ:۔اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھجُرُ حَسبُنَا کتاب اللّٰہ ۔اس مشہور ومعروف ومقبول ومسلمہ جملہ کے حقیقی معنی پر پردہ ڈالنے کے لئے تمام مجتہدین نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ۔''یقیناً یہ شخص ہذیان میں مبتلا ہے ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے''۔مطلب واضح ہے کہ اِدھر تو اُن دونوں

یاروں نے اوراُن کی وجہ سے رسوؐل کی مخاطب پوری قوم نے قرآن کو ہذیان سمجھا، یاہذیان بناڈالا اوراُدھراُن حضرات نے رسوؐل کواوران کی گارنٹی والی تحریر کو ہذیان میں مبتلا سمجھا اوریوں اپنی قوم کوقرآن اوررسولؐ دونوں سے محفوظ کردیا۔ یہ ہے وہ نتیجہ اوروہ شکایت جوآنحضرتؐ ایک شہید کی حیثیت سے قیامت میں اللہ کے روبروپیش کرتے ہوئے تسلیم کئے گئے ہیں اور یہ ہے وہ وقت جب اللہ حکم دے گا کہ تم دونوں ان سب کوجہنم میں پھینک دوقرآن سنئے۔فرمایا کہ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌO (۵۰/۲۱) اَلْقِيَافِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ O (۵۰/۲۴) (سورہ ق) تمام نفوس اس طرح حاضر کئے جائیں گے کہ اُن کے ساتھ ایک ہانکنے والا اورایک شھید ہوگا۔اُنہیں حکم ملے گا کہ تم دونوں اُن سب کوجہنم میں پھینک دو جو دشمنی اورعناد کی وجہ سے حقائق کو چھپاتے رہے ہیں۔

ہفتم۔یہاں علامہ نے شہید سے کراماً کاتبین دوفرشتے مراد لئے ہیں۔مگرگڑبڑ بھی کی ہے۔یعنی اُن میں سے ایک کو ہانکنے میں لگادیااوردوسرے کے ہاتھ میں اعمالنامہ پکڑادیا۔حالانکہ وہ دونوں اعمالنامہ والے ہیں ایک برے کام لکھتا تھااورایک نیکیاں لکھا کرتا تھا۔یہ دونوں توشھید کہلانا چاہئیں۔ان میں سے ایک کوشہید بنانا پھر بے انصافی ہے جومجتہد کے یہاں جائز ہوتی ہے(تفہیم القرآن جلد۵صفحہ۱۱۸حاشیہ نمبر۲۵)

ہشتم۔ہذیان والے جملے کے صحیح معنی بھی سن لیں۔آپ نے دیکھا کہ اللہ اوررسوؐل، رسوؐل کی پوری قوم کوقرآن کوچھوڑ کرہجرت کرجانے اوردو یاروں کی پناہ لینے کا مجرم قراردے رہے ہیں لیکن اُن دونوں یاروں میں کا ایک یار کہتا ہے کہ: اِنَّ الرَّجُلَ لَيَهْجَرُ حسبنا كتاب الله۔

یقیناًیہ شخص خاص (محمدؐ) کتاب اللہ کوچھوڑ کراس تحریر کواپنے مقاصد کی پناہ گاہ بنارہاہے۔لیکن ہم سب کواُس تحریر کے مقابلہ میں اللہ کی کتاب کافی ہے۔یعنی اب وحی ختم ہوچکی عہدہ نبوت اورنبوت ختم ہوچکے، دین کتاب اللہ میں مکمل ہوچکا جوکچھ اللہ نے کہنا تھاوہ کتاب اللہ میں لکھاجاچکا، اُمت اُسے حفظ کرچکی۔کیا یہ تحریرقرآن سے باہر کی چیزنہیں ہے؟ اگرقرآن کے اندر ہے؟ تواُس کی ضرورت کیا ہے؟ چونکہ وہ قرآن سے باہر کا اورگھریلو اقتدار کا تصور ہے اس لئے ہمیں منظورنہیں ہے۔یہ وہی بات ہوگی کہ کتاب اللہ کواپنے خاندان کے ماتحت کردیاجائے ہم نے بار بارسنا انی تارک فیکم الثقلین.. الخ اورہمیں یہ روزاول سے منظورنہیں ہے۔اب یہ نبیؐ نہیں بلکہ ایک مخصوص مرد ہے جوکبھی نبیؐ ہوا کرتا تھا۔اب اُس کا ہروہ حکم یقیناً ناقابل قبول ہے جو کتاب اللہ سے باہر کا ہو۔امت محمدؐیہ کے مجتہدین کا یہ ابوالآباء نہ ہذیان بکتا ہے نہ ہذیان کہتا اورسمجھتا ہے ہذیان توخودعربی زبان کا معلوم ومشہوراورروزانہ استعمال میں آنے والا لفظ تھا۔یہ قطعاً ناممکن ہے کہ وہ مدبّر اورعظیم الشان ماہرسیاسیات ومذہبیات واجتہادات اُس لفظ سے ناواقف ہو۔بہرحال بات مکمل ہورہی ہے توجناب علامہ حالی اعلی اللہ مقامہ کی مسدس حالی کا ایک بند

پڑھ کر ذرا بوریت دور کرلیں۔فرمایا تھا کہ:۔

کسی نے یہ بُقراط سے جاکے پوچھا + مرض تیرے نزدیک ہیں مہلک کیا کیا؟

کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا + دوا جس کی خالق نے کی ہو نہ پیدا

مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں + کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

نہم۔قرآن کے الفاظ کا بلاوجہ اور بلاضرورت بدلنا علامہ مودودی کو بھی پسند نہیں ہے۔وہ خود تو الذکر کے معنی بدل لیتے ہیں مگر دوسروں کو روکتے ہیں۔چنانچہ سورہ طلاق کی آیت (۱۰۔۱۱/۶۵) قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكُمۡ ذِكۡرًا ○ رَّسُوۡلاً ...الخ کا صحیح ترجمہ کرکے نوٹ لکھا ہے کہ۔''مفسرین میں سے بعض نے نصیحت (ذکر) سے مراد قرآن لیا ہے۔اور رسولؐ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض کہتے ہیں کہ نصیحت (یعنی ذکر) سے مراد خود رسولؐ اللہ ہیں۔یعنی آپ کی ذات ہمہ تن نصیحت تھی۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری تفسیر زیادہ صحیح ہے کیونکہ پہلی تفسیر کی رو سے فقرہ یوں بنانا پڑے گا کہ۔''ہم نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے اور ایک ایسا رسوؐل بھیجا ہے''۔قرآن کی عبارت میں آخر اس تبدیلی کی ضرورت کیا ہے؟ جبکہ اس (تبدیلی) کے بغیر ہی عبارت نہ صرف پوری طرح بامعنی ہے۔ بلکہ زیادہ پرمعنی ہے''۔(تفہیم القرآن جلد۵ صفحہ ۵۸۰)

(۸) نظام طاغوت واجتہاد پر مزید وضاحت وتنقید

عنوان نمبر (۳۹ کے) ۷ میں شہید وشھدا کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کے سمجھنے والوں کی اقسام سامنے آئیں۔ ابلیس کے مقاصد اور چیلنج پر نظر ڈالی گئی۔اُن مشکلات اور تصورات کا تذکرہ ہوا جن کے ماتحت ابلیس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا اور حکمِ خداوندی کو، واضح الفاظ کے باوجود غلط سمجھا اور غلطی کے تدارک کو ازراہِ تکبّر اختیار نہ کیا بلکہ اُس کے خلاف غلط فہمیوں اور غلط کاریوں کا چیلنج قائم کردیا۔خطاؤں پر مغفرت اور معافی طلب کرنے کے بجائے ایک ایسا عقلی نظام قائم کرنے کا منصوبہ بنایا جس میں غلطی پر ثواب کی اُمید قائم ہوجائے۔جس میں غلطی کرنا فطری اور منشائے خداوندی بن جائے۔ جہاں جان بوجھ کر غلطیاں کرنا قانون کے پردوں میں عقل مندی اور جدوجہد اور اجتہاد کہلائے۔ جہاں ہر غلط کاری توحید پرستی کی نقاب میں چھپ جائے۔ جہاں ایمان وخلوص جہالت بن کر رہ جائیں اور جہاں جہالت، علم وبصیرت وقانون کا لبادہ پہن کر سامنے آئے۔ جہاں کفروشرک والحاد ونفاق تحقیقِ حق کہلائے۔ جہاں حقیقی اسلام کفروشرک نظر آئے۔اور کفروشرک اسلام کی عبا قبا اور عمامہ پہن کر، علامہ، مجتہد اور حجۃ اللہ بن جائے ۔ جہاں ایک نیا اللہ تیار کیا جائے۔ جہاں رسوؐل، قومی وملکی پالیسی کے ماتحت رکھا جائے۔ جہاں رسولؐ سے بھی خطا اور لغزش ممکن ہوجائے اور جہاں غلط کاری سے بزرگی پر کوئی حرف نہ آئے۔ جہاں قرآن قریشی منصوبے کی تعمیل کا سامان فراہم کرے اور ہر زمانہ میں تقاضائے قومی وملکی کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا چلا جائے۔مبہم اور متشابہ، عام وخاص

وغیرہ شرائط میں مقید ہو کر رہ جائے۔

(ii) قرآن کے کسی لفظ کے معنی بدلنا ہی کفر و شرک کا دروازہ کھولتا ہے

اگر اسلام اور مسلمانوں کو واقعی کفر و شرک سے بچانا منظور ہے؟ اگر آپ سچ مچ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اختلاف و انتشار سے نجات حاصل کر لیں؟ اگر آپ اُن تمام انعامات سے مالا مال ہونا چاہتے ہیں جن کے وعدے قرآن میں موجود ہیں؟ تو رُک کر یہ سوچئے کہ مسلمانوں کا تیرہ سو سالہ طرزِ عمل غلط تھا یا صحیح؟ قرآن کے ماتحت تھا یا قرآن کو اپنے ماتحت رکھا گیا تھا؟ مسلمانوں کے بڑے چھوٹے تمام اقدامات اور فیصلوں کو ایک ایک کر کے سامنے لایئے اور نمبروار ہر ایک کے لئے ایک ایک یا دو دو آیت یا آیات ایسی دریافت کیجئے جن کے حکم سے مسلمانوں نے مذکورہ اقدام یا فیصلے کئے تھے۔ جب کوئی یہ دریافت کرتا ہے کہ تم نماز کیوں پڑھتے ہو؟ وضو کیوں کرتے ہو؟ حج کا حکم اور تفصیل کہاں ہے؟ خدا کو کیوں مانتے ہو؟ واحد واحد کا چکر کیوں چلایا ہے؟ وحی، الہام وغیرہ کو کیوں مانا جائے؟ مرنے کے بعد زندہ ہونا، حساب کتاب جنت جہنم کا کیا جھگڑا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اِن سوالات کے صحیح جواب تب ہوں گے جب ہر ایک سوال کے لئے کم از کم ایک آیت ایسی لائی جائے جس میں آپ کے سوال کے الفاظ بھی ہوں اور پھر اُس سوال کا جواب قرآن کے اپنے الفاظ میں ہو۔ بالکل اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کے دور میں اور پھر اُن کے بعد آج تک کے تمام ادوار میں مسلمانوں کے ہر اجتماعی اقدام پر سوالات کیجئے۔ مثلاً

(iii) رسولؐ اللہ کے انتقال کے متعلق قرآن نے کیا کہا؟ جواب ہے کہ:۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ O ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ O فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ وَ کَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَہٗ اَلَیْسَ فِیْ جَھَنَّمَ مَثْوًی لِّلْکٰفِرِیْنَ O وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ O (سورہ الزمر ۳۰ تا ۳۳/۳۹)

''یقیناً تم بھی مرنے والے ہو اور یقیناً وہ لوگ بھی مریں گے۔ پھر اس کے بعد قیامت کے روز تم اُن لوگوں سے اور وہ لوگ آپ سے ہمارے روبرو اپنے اپنے برسرِ حق ہونے پر سخت رویّہ اختیار کرو گے۔ چنانچہ اصل بات یہ ہے کہ اُس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کے خلاف جھوٹی باتیں منسوب کرے اور جب مجسمہ صدقؐ اُس کے پاس پہنچے تو اُسے بھی جھٹلائے۔ کیا ایسے حقیقت چھپانے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟ اور اُس ظالم و کافر کے خلاف ایک وہ شخصؐ ہے جو صدق مجسمؐ (الصدق) کے ساتھ ساتھ آئے اور اُس صدق مجسمؐ کو برسرِ حق اور سچا ثابت کرے وہی ''حقیقی متقیوںؓ کا گروہ ہے''۔

(IV) جواب میں جہاں اسلام کی غلط تعبیر کو حق سمجھنے والوں کا ذکر ہے وہاں یہ بھی بتا دیا ہے کہ آنحضرتؐ یقیناً انتقال فرمائیں گے۔ یعنی ایسا وقت آنے والا ہے کہ امت موجود ہوگی اور سربراہِ اُمت موجود نہ ہوگا۔ اب یہ سوال کریں کہ

(الف) قرآن میں رسولؐ اللہ کے بعد اسلام کی سربراہی، قیادت، بے خطا ہدایت کے لئے کون شخص خدا کی طرف سے متعین کیا گیا ہے؟

(ب) حضرت ابوؓبکر کو خلیفہ بنانا کس آیت میں مذکور ہے؟۔

(ج) حضرت ابوؓبکر کا پورے قرآن کا عالم ہونا کس آیت میں ہے؟۔

(د) حضرت ابوؓبکر کے بعد باقی خلفا کون کون سی آیات کے حکم سے بنے تھے؟۔

(ہ) غیر مسلم اقوام پر اُن خلفاء کی فوج کشی کن آیات میں مرقوم ہے؟۔

(V) ہمارا مطلب اِن مثالوں سے واضح ہوگیا۔اس طرح اگر آپ نے خلافت اول سے لے کر آج تک کے تمام اجتماعی اقدامات کو جانچا تو انشاء اللہ والامام علیہ السلام آپ کو اطمینان ہو جائے گا کہ دانشوران قریش نے جو مذکورہ بالا منصوبہ بنایا تھا جس میں ملکی وقومی مصلحتوں کی بنا پر رسوؐل کی مخاطب پوری قوم نے قرآن سے انحراف کیا تھا وہ انحراف آنخضرتؐ کے زمانہ سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے۔اور رسوؐل کی زندگی کے آخری دو تین آیام ہی سے قرآن کو اپنے حسب حال بنا کر (حسبنا کتاب اللہ) قوم وملک کے ماتحت کر لیا گیا تھا۔ اُس مخالف منصوبے کا بنیادی اصول وہی تھا جو اللہ نے قرآن میں تبدیلی قرآن کی تجویز کی صورت میں دانشورانِ عرب کی زبان سے پیش فرمایا ہے (۱۰/۱۵)(۱۰/۱۶) یعنی

(الف) ''قرآن کریم کی لفظ بلفظ تعمیل سے اکثر مقامات پر شرک باللہ کا خطرہ رہتا ہے ۔مثلاً الفاظ۔یَدُاللہ۔یَدَیَّ۔میں ہاتھ اور دونوں ہاتھ اور بِاَعْیُنِنَا (۱۱/۳۷) (۲۳/۲۷) (۵۴/۱۴) حضرت نوحؑ کے ذکر میں اور (۵۲/۴۸) رسولؐ اللہ کی پوزیشن میں اللہ کی آنکھیں وغیرہ کو ماننا لازم آتا ہے۔لہٰذا یہاں الفاظ کے معنی بدلنا واجب ہیں تاکہ عقائد میں شرک کا شائبہ نہ رہے۔

(ب) جہاں جہاں مفاد عامہ مجروح ہوتا ہو وہاں تبدیلی ضروری ہے۔مثلاً اگر انبیاءؑ کی میراث کو بلفظہ قبول کر لیا جائے تو محمدؐ مصطفیٰ کی میراث میں اُن کی حکومت اور کائنات کے تمام وسائل داخل ہیں اور عوام الناس اس سے محروم ہو جاتے ہیں۔

(ج) کسی خاص شخص یا خاص نسل کی مخصوص عزت وفضیلت کے قرآنی بیانات بلفظہ قابل قبول نہیں اس لئے کہ اُس سے شخصی ونسلی تفریق پیدا ہوتی ہے۔اجارہ داری اور طبقہ واریت اور گروہ بندی وبالادستی کا خطرہ ہے۔

(د) قرآن کے ہر اُس بیان کے الفاظ میں تبدیلی لازم ہے جس سے کوئی خلاف عقل بات نکلتی ہو۔

(ہ) قرآن کی ہر اُس آیت یا لفظ میں ترمیم ضروری ہے، جس میں مجتہدین کے قوانین (اصول فقہ، اصول حدیث اور اصول درایت) کے خلاف کوئی تصور پایا جائے۔یعنی خاطی انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین قرآن میں ترمیم وتنسیخ کر سکتے ہیں''۔

قارئین نوٹ فرمالیں کہ نظام اجتہاد نے کتب ہائے خداوندی کے الفاظ، آیات اور بیانات کو تبدیل کر کے طاغوتی

مذہب جاری کیا۔ اور اُس طاغوتی مذہب کو اسلام کا نام دے کر دنیا میں روشناس کرایا ہے۔ مجتہد اُسی کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور ہم اُن کو بددیانت، گمراہ، خالص منافق، سارق الحقائق اور ملتِ اسلام سے خارج ثابت کرتے ہیں۔ اُن کا کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تصنیفات فریب سازی کے استحکام کے ذرائع ہیں۔ روزی اور تن آسانی کے وسائل ہیں۔ یہ لوگ نہ اہلسنت ہوتے ہیں نہ اُنہیں مذہب شیعہ سے کوئی تعلق ہوتا ہے۔ اُن کا مذہب؟ **دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد شورش و شوریٰ شرارت زندہ باد**

(۹) قرآن میں معنوی تحریف و تبدیلی حقیقی شرک و کفر اور مجتہد حقیقی مشرک اور کافر ہے

(i) قرآن کے الفاظ و آیات و احکام کو بـلفظہٖ قبول کرنے والے ہرگز مشرک و کافر نہیں ہوسکتے۔ ہم تمام قسم کے دلائل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ عربی زبان جسے قرآن کے نزول کے لئے خاندان ابراہیم علیہم السلام نے تیار کر کے عربی مبین بنایا تھا۔ اس کے کسی لفظ کے ایک سے زیادہ معنی نہیں ہیں۔ اور جو شخص ایسا دعویٰ کرتا ہے وہ کم ازکم جاہل ہے ورنہ وہ اجتہادی ٹولہ کا کوئی فریب ساز ممبر ہے۔ کہنا یہ چاہیئے کہ وہ عربی زبان جو مادّوں اور مصادر کے ماتحت رکھی گئی ہے اُس میں کسی بھی ایک لفظ کے اندر دو تصور یا معنی نہیں ہوتے۔ مگر نظامِ اجتہاد کے مفکرین و مدبرین نے بطور سازش بعض الفاظ کو کئی ایسے معنی میں بولنے کا رواج ڈالا تھا جن معنی کے لئے عربی میں مستقل مادّے مصادر اور الفاظ موجود تھے اور موجود ہیں۔ آج اُس سازش کے ماتحت نہیں بلکہ رسم و رواج وعادت کے ماتحت علماء و جہلا دونوں الفاظ کی اس بازیگری (Word Jugglery) میں لاشعوری طور پر مبتلا ہیں تفصیلات گذرتی رہی ہیں۔ بہرحال آپ ڈکشنری اٹھا کر لفظ مولیٰ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اُس کی جھلک دیکھیں اور سازش پر لعنت بھیجیں۔

(ii) لفظ مولیٰ لُغات کی روشنی یا تاریکی میں

مولیٰ کی ذیل میں ہم لغات القرآن مولفہ مولانا السید عبدالدائم الجلالی رفیق ندوۃ المصنفین دہلی سے چند معنی لکھتے ہیں۔

(الف) ۱۔ المولیٰ = کارساز، حمایتی، دوست ۲۔ مولیٰ = دوست کارساز۔ حمایتی ۳۔ مولکُمْ = مددگار، کارساز، ساتھی لائق۔ ۴۔ مولنٰا = ہمارا کارساز، مددگار ۵۔ مولاہٗ = اُس کا کارساز، مددگار ۶۔ مَوْلٰھُمْ اُن کا کارساز اور آقا۔

(ب) موالی = وہ اسباط (نواسے نواسیاں وغیرہ) جو ذوی الفروض (جن کا حصہ میراث میں ادا کرنا فرض ہے) سے بچے ہوئے مال کے وارث ہوتے ہیں اور اگر میت کے ذوی الفروض نہ ہوں تو (اسباط) کل مال کے وارث ہوتے ہیں۔ والدین اور تمام رشتہ دار وارث موالی (میں داخل) ہوں گے۔

(ج) اس حصہ پر خاص توجہ رکھیں

مَوَالِیْکُمْ = تمہارے (دینی) دوست۔ (۲) وَلَاءٌ اور توَالِی دو چیزوں میں ایسی کیفیتِ اتصالیہ کہ اجنبیّت حائل نہ رہے۔

(۳) وَلَاءٌ اور تَـوَالِی سے مجازی طور پر قربت مراد ہوتی ہے خواہ وہ۔(۴) مادی فاصلہ ہو یعنی مکانی قرب ہو یا خاندانی اور۔ (۵) نسبی قربت ہو یا۔(۶) دینی یا۔(۷) دوستی کے لحاظ سے یا اعتقاد کے لحاظ سے یا۔(۸) امداد کے اعتبار سے (۹) یا مالکیت اور۔(۱۰) مملوکیت کے اعتبار سے۔

(د) وَلَایَۃٌ امداد۔(۲) وَلَایَۃ حکومت کی ذمہ داری۔(۳) کسی کام کا ذمہ دار ہونا۔(۴) وَلِیٌّ اور مَـوْلٰی دونوں ہم معنی ہیں۔(۵) ہر ایک کے معنی میں قرب و اتصال (یعنی نزدیکی اور ہم آہنگی) کا مفہوم ماخوذ ہے۔(۶) اِسی لئے دونوں لفظوں کا اطلاق اللہ پر بھی ہوتا ہے۔(۷) اور بندوں پر بھی (۸) اہل ایمان اور (۹) فرمانبرداروں کا اللہ وَلِی اور مَـوْلٰی ہے (۱۰) نیک بندے اور اہل ایمان اللہ کے بھی اولیاء ہیں (۱۱) اور آپس میں بھی ہر ایک دوسرے کا وَلِی اور مَوْلٰی ہے (۱۲) مومن اور غیر مومن میں چونکہ رشتہ اتصال اور تَـوَلّـی نہیں ہے۔اس لئے کوئی دوسرے کا ولی نہیں ہوتا اور نہ متولی ہوتا ہے۔(۱۳) باہمی خصوصی تعلق کی وجہ سے ہی غلام کو آزاد کرنے والے آقا کو بھی مولیٰ کہتے ہیں (۱۴) اور آزاد ہونے والے غلام کو بھی مَوْلٰی کہتے ہیں (۱۵) معاہدہ کرنے والے کو بھی مَـوْلٰی کہتے ہیں (۱۶) چچا کے بیٹے کو بھی مَـوْلٰی کہتے ہیں (۱۷) بلکہ ہر قرابتی رشتہ دار کو بھی مَوْلٰی کہا جاتا ہے (۱۸) ہمسایہ کو بھی مَوْلٰی کہتے ہیں اور (۱۹) دوست کو بھی مَوْلٰی کہتے ہیں (۲۰) مادہ وَلِیٌّ کی مزید تنقیح کے لئے دیکھو اَوْ لِیاَء اور اَوْ لٰی (مذکورہ لغات القرآن جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۷۲۔۴۷۳)

(ہ) اس جگہ اِسی صفحہ سے جو کمی رہ گئی ہے وہ بھی دیکھتے چلیں:۔

اَلْمَوَالِی (۱) چچا کے بیٹے (۲) علامہ بغوی کے نزدیک عصبات کو مَوَالِی کہتے ہیں۔یہ سمجھنے کے لئے کہ عصبات کس جانور کا نام ہے۔اسی زیرِ قلم لغت کی جلد چہارم کا صفحہ ۳۱۵ ملاحظہ کے لئے حاضر ہے۔

(و) عُصْبَۃٌ = جماعت گروہ یہ عُـصْبٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی جمع ہونے اور گھیرنے کے ہیں۔علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔ ۲۔عُصْبَۃ اور عِـصَابَۃٌ دس اور دس سے زیادہ اشخاص کو کہتے ہیں۔اور بعض چالیس تک بتاتے ہیں۔اُن کا یہ نام اس لئے پڑا کہ اتنے اشخاص سے سب کاموں میں قوت ہوتی ہے۔اور وقت پڑنے پر یہ لوگ کافی سمجھے جاتے ہیں (فقـہ اللغۃ بـاب ۲۳ فصل ۲۱) ۳۔اور امام ابن جریر طبری نے تصریح کی ہے۔کہ نَـفَرٌ رَهْـطٌ کی طرح اُس کے لفظ سے بھی واحد نہیں آتا ہے اور مصباح میں ہے کہ عُـصْبَۃٌ مَردوں کی جماعت ہے۔اور اس کی جمع عُـصَـبٌ ہے جیسے غُـرْفَۃ کی جمع غُـرَفٌ ہے۔راغب اصفہانی کہتے ہیں۔ عُصْبَۃٌ وہ جماعت ہے۔جو ایک دوسرے کی پشتی بان (طرف دار) اور مددگار ہو۔ارشاد ہے لاتـلو ء بالعصبۃ (وہ بھاری ہوتی تھیں پوری جماعت پر) اور ونـحـن عـصبۃ (اور ہم ہیں پوری جماعت) یعنی ہماری بات ایک ہے اور ہم ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں۔عصبہ کتنے افراد کی جماعت کا نام ہے۔اِس کے بارے میں علامہ ابوالحیّان اندلسی نے البحر المحیط میں مفسرین

سلف سے حسب ذیل اقوال نقل کئے ہیں ۔حضرت ابن عباسؓ دس سے زائد ۔ان ہی سے ایک روایت میں سے ۱۰ سے ۴۰ تک مروی ہے ۔قتادہ دس سے چالیس تک ۔مجاہد دس سے پندرہ تک ۔ مقاتل دس ۔سعید ابن جبیر چھ یا سات ۔بعض ایک سے دس تک اور بعض ایک سے پندرہ تک بتاتے ہیں ۔فراء، دس اور دس سے زائد۔ابن زید۔زجاج اور ابن قتیبہ تین تک نَـفَرٌ ہیں ۔اس سے زائد ہوں تو نو (۹) تک رَھْطٌ ہیں اس سے بھی زیادہ ہوں تو پھر عُصْبَةٌ ہیں اور دس سے کم کم عُصْبَةٌ نہیں ہیں اور علامہ سید مرتضٰی زبیدی تاج العروس میں اپنے شیخ سے ناقل ہیں کہ اصل میں تو اس کے معنی مطلق جماعت کے ہیں ۔ پھر عرف میں ایک خاص تعداد کے ساتھ مخصوص ہو گیا ۔بعد عرف بھی مختلف ہو گئے ۔یا اہل لغت سے چونکہ اس تعین میں مختلف بیانات منقول ہیں اس لئے یہ اختلاف ہوا (مذکور لغات القرآن صفحہ ۳۱۵ تا صفحہ ۳۱۶)

(ز) اَوْلٰی = زیادہ لائق (۲) زیادہ مستحق (۳) زیادہ قریب (۴) لفظ وَلِیٌ سے نکلا ہے ۔جس کے معنی پے در پے اور مسلسل واقع ہونے کے ہیں ۔اور اسی لحاظ سے قریب ہونے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے (۵) اَفْعَلُ التفضیل کا صیغہ ہے ۔اس کا صلہ جب لام واقع ہوتا ہے تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے ۔اس صورت میں خرابی اور بُرائی سے زیادہ قریب اور اُس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے"۔

(ح) اَوْلِیَاءَ = دوست ۔(۲) ساتھی ملاحظہ ہو وَلِیٌّ

(ط) اَوْلِیَائِکُمْ = تمہارے دوست ۔(۲) تمہارے رفیق ۔

(ی) اَلوَلِیُّ = وِلَایَةٌ مصدر سے ہے ۔کارساز ۔

(یا ۱۱) وَلِیُّ = ولایة مصدر سے ہے ۔موخر الذکر میں اس کے معنی دوست اور باقی تینوں آیات میں مددگار ۔

(یب ۱۲) وَلِیِّ = نگہبان ۔(۲) بچانے والا ۔(۳) مددگار

(یج ۱۳) وَلِیًّا ۔کارساز ۔(۲) مددگار ۔(۳) دوست ۔(۴) ۔رفیق ۔(۵) ساتھی مراد بیٹا ۔(۶) محافظ ۔(۷) حامی ۔(۸) بچانے والا ۔

(ید ۱۴) وَلِیُّنَا ۔ہمارا خبر گیر ۔ہمارا دوست ۔

(یہ ۱۵) وَلِیُّهٗ = اُس کا سرپرست ۔(۲) نمائندہ ۔(۳) وکیل ۔

(یو ۱۶) وَلِیُّهُمْ ۔اُن سے محبت کرنے والا ۔(۲) ان کا دوست ۔(۳) اُن کا کارساز ۔

(الفاظ کو بکواس بنانے میں لفظ ولی اور مَوْلٰی کا دوسرا رخ)

(یز ۱۷) وَلّٰی ۔مصدر ہے تَوْلِیَةٌ معنی منہ موڑ کر بھاگا ۔دیکھو موالیکم

(یح ۱۸) وَلَّوْا ۔مصدر تولیة منہ موڑ کر پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں ۔(۲) لوٹے ۔(۳) رخ کیا ۔ وَلّوا تولیة سے ۔منہ پھیرو ۔

رخ کرو۔

(یط۱۹)تَوَلَّوْا۔اُنہوں نے پشت پھیری۔مَصْدر تَوَلِیٌّ (مگر)تَوَلُّوْا= کا مصدر تَوْلِیَۃٌ تم رخ کرو۔تم پھر جاؤ۔

تَوَلّٰی =اُس نے منہ موڑا۔اُس نے پیٹھ پھیردی مصدر تَوَلِیٌّ ہے۔

(یب۲۰)تَوَلَّیْتُمْ=تم پھر گئے۔(۲)تم نے منہ موڑا۔(۳)تم وَالی ہوئے۔(۴)تم حاکم ہوئے تَوَلِیٌّ مصدر سے۔

(iii)یہ لغات،قرآن اور عربی زبان کوتباہ کرنے کے لئےلکھی گئی ہیں

ہم نے عربی ڈکشنریوں کی اکثر مذمت کی ہے۔اور جہاں ضرورت محسوس کی وہاں اُن کی نقاب کشائی بھی کی ہے۔ مندرجہ بالا بیس عدد طریقوں سے وہ کھینچ تان اور مکروفریب واضح ہوجاتا ہے جو صرف اس لئے تیرہ سوسال سے جاری رکھا گیا ہے کہ کہیں جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جناب علی علیہ السلام کی بلافصل حکومت،خلافت، بالادستی اور فضیلت ثابت نہ ہونے پائے۔ یہاں یہ بھی قابل مسرت اطلاع ہے کہ تمام شیعہ لُغت نویسوں نے بھی اپنی اپنی لغات (مثلاً مجمع البحرین)میں شعوری یا لاشعوری حیثیت سے اِسی طریقہ کی پیروی کی اور محض مصنف بن جانے اور علماء میں شمار ہونے کے لئے اہل خلاف کے ہاتھ مضبوط کئے ہیں۔

(الف)یہاں مندرجہ بالا بکواس میں سے دوبارہ گذرنا اور مذکورہ معنی ومفاہیم پر تبصرہ کرنا فضول ہوگا۔آپ تو اس قدر سمجھ لیں کہ الفاظ کی جو مختلف شکلیں اور اُن کے مختلف اور بے جوڑ معنی آپ کی نظر سے گذرے ہیں اُن تمام الفاظ کی بنیاد یا مادّہ ہے و۔ل۔ی۔اور اُس سے جو مصدر بنتا ہے۔وہ ہے اَلْوَلِیُّ اور وَلِیًا نیز وِلَایَۃٌ۔اسی مادہ اور مصدر کے سر چپکائے گئے ہیں تمام معنی جو آپ نے سابقہ عنوان میں ملاحظہ کئے تھے اور ان معنی میں بہت سے ایسی معنی بھی نوٹ کئے ہوں گے۔جن کے لئے عربی زبان میں مستقل الفاظ موجود ہیں۔مثلاً دوست کے لئے خَلِیْلٌ حبیب۔حَمِیْمٌ اور۔۲۔حمایتی کے لیے عربی میں حَامِیٌ۔ ۳۔مدد عربی کا لفظ ہے اور مُمِدو مُعَاوِن مددگار کے لئے معلوم ہیں۔۴۔ساتھی کے لئے عربی میں رَفِیْقٌ موجود اور بولا جاتا ہے۔۵۔لائق عربی کا لفظ ہے۔۶۔مستحق بھی عربی کا لفظ ہے۔۷۔قربت بھی عربی میں استعمال ہوتا ہے۔۸۔نگہبان کے لئے محافظ۔۹۔خبر گیر کے لئے رقیب اور مھیمن موجود ہیں۔۱۰۔وکیل خود مستقل لفظ ہے۔عربی میں استعمال ہوتا چلا آتا ہے قرآن میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔۱۱۔آقا خود عربی کا لفظ ہے۔محبت کرنے والے کے لئے حبیب و محبوب عربی کے الفاظ سب کو معلوم ہیں۔

(ب)قارئین نوٹ کریں کہ مندرجہ بالا گیارہ معنی ہرگز مولیٰ کے نہیں ہوسکتے ورنہ دو باتیں ماننا پڑیں گی۔

اول یہ کہ ان گیارہ الفاظ کے معنی کی جگہ مولیٰ لکھنا صحیح اور کافی ہوگا۔دوم یہ کہ جب ایک لفظ مولیٰ میں گیارہ معنی موجود

ہیں تو اُن گیارہ الفاظ کے عربی زبان میں رکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔اور اُن کا موجود ہونا ثابت کرتا ہے کہ اُن میں کسی ایک کی جگہ لفظ مولیٰ نہیں بولا جاسکتا۔اور خود لغت میں تصریح موجود ہے کہ لفظ مولیٰ میں اتصال یا قربت اور ہم آہنگی کا تصور موجود ہے۔ اس لئے لفظ مولیٰ کو کھینچ کھینچ کر ہر اُس چیز پر فٹ کر دیا جو ایک دوسرے سے قربت، ہم آہنگی یا اتصال رکھتی ہو لٰہذا عصبہ کی بکواس دوبارہ دیکھ لیں اور پھر یہ سنیں کہ:۔

(ج) اس کے بعد جو معنی باقی رہ جاتے ہیں وہ کارساز ۲۔حکومت کی ذمہ داری ۳۔کسی کام کا ذمہ دار ہونا ۴۔پے در پے مسلسل واقع ہونے کے ۵۔تم والی ہوئے ۶۔تم حاکم ہوئے۔

(IV) مولیٰ۔ولی۔اولیاء۔والی۔اَوْلیٰ اور ولایت کے حقیقی معنی۔

لغات کے بیان میں یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ:۔

(الف) وَلِیٌّ اور مَولیٰ دونوں ہم معنی ہیں (دیکھو حوالہ (ii) کا (د) ۴۔اور

(ب) لفظ اولیٰ ولی سے نکلا ہے (ایضاً (ii) کا (ز) (۴) یعنی ولی میں پے در پے اور مسلسل واقع ہونا بھی داخل ہے

(ج) تَولِیَّتُ یا تَولِیَۃٌ اور موالی ایک ہی ہیں (ایضا (ii) کا (یز)

(د) یہاں قارئین نتیجہ اخذ کریں کہ جب ''تَوَلَّیْتُمْ'' کے معنی تم والی ہوئے یا تم حاکم ہوئے؟ (ii) کا (پیے ۲۰) تو بُنیادی لفظ کے یعنی ولی اور مولی کے حقیقی معنی میں حکومت کا تصور موجود ہے۔چنانچہ قرآن کریم کی آیت سے مدد لے لیں۔ارشاد ہوا ہے کہ:۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْآ اَرْحَامَكُمْ ٥ (۲۲/۴۷ سورہ محمدؐ)

۔''پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے کہ یہ فساد کرو بیچ زمین کے اور کاٹو قرابتیں اپنی''۔(مولانا رفیع الدین مرحوم کا مترجم قرآن) اور علامہ مودودی کا ترجمہ تو غلط ہے مگر حاشیہ میں شرم آ گئی تو لکھا کہ:۔

(اول) ''۳۴ اصل الفاظ ہیں۔اِنْ تَوَلَّیْتُمْ''۔ان کا ایک ترجمہ تو وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے (یعنی اگر تم اُلٹے مُنہ پھر گئے۔احسن) اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ۔''اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے''۔(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۶)

(دوم) پھر آیت کے آخری جملے تقطعوا ارحامکم پر نوٹ لکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:۔

''اِس اخلاقی حالت کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اقتدار عطا کردے اور دُنیا کے معاملات کی باگیں تمہارے ہاتھ میں آجائیں؟ تو تم سے ظلم و فساد اور برادر کشی کے سوا اور کس چیز کی توقع کی جاسکتی ہے؟'' (ایضاً جلد ۴ صفحہ ۲۷) (نوٹ ۳۴)

(ہ) آیت نے یہ بھی بتادیا کہ تَـوَلَّیْتُمْ کے معنی حکومت اور احکام نافذ کرنا ہیں۔اور یہ بھی کہ محمدؐ نام کی سورہ میں مخاطب

قوم دنیا بھر میں قتل عام اور فساد کا منصوبہ بنا رہی تھی۔ علامہ نے ترجمہ میں اُس قوم اور اُس کے زیرِ بحث منصوبے کے ماتحت اصل معنی کو تبدیل کیا تاکہ اُن کی تحریف اور تبدیلی قرآن والی اسکیم پر پردہ پڑا رہے۔ لیکن اللہ نے اُن کے قلم سے اُدھر حقیقی حکومت واقتدار۔ باگ ڈور اور ساری دنیا کے معاملات اگلوا دئے اور اُدھر محمدؐ کی مخاطب قوم کا منصوبہ ظاہر کرا دیا۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ ولی اور مولیٰ اور جو بھی الفاظ ہم نے لغت سے لکھے ہیں سب کی بنیاد (مادہ) میں یہ تصور ہے کہ:۔

(اول) جب مسلسل پے در پے بلاناغہ کارسازی کی حاکمانہ ذمہ داری از راہ شفقت ومحبت ظاہر کرنا ہو یا اس کے کسی جُز کو ظاہر کرنا ہو تو وہاں اُس مادہ (و۔ل۔ی) سے نکلنے والے الفاظ بولے جائیں گے جن میں حاکمانہ ذمہ داری ضرور موجود ہوگی ہم آہنگی اور اتصال ضرور ہوگا۔

(دوم) جن معنی کو ہم نے مردود قرار دیا ہے وہ تمام معنی ولیؑ ومولیؑ کی حکومت کے منکرین نے کئے ہیں تاکہ جہاں دل کو پسند نہ ہو وہاں وَلی یامولیٰ کو غلام بنا دیا جائے۔ جہاں ذرا سی رعایت کرنے پر مجبور ہوں وہاں دوست بتا دیا جائے۔ اُن سے کہہ دو کہ ہم تمہاری اور تمہارے دوستوں اور یاروں کی جعلسازی سے مطلع ہیں۔ تم نے تمام رشتہ داروں۔ تمام دوستوں۔ تمام ہمدردوں۔ تمام نوکروں چاکروں اور ہم خیال گروہوں کو مولیٰ اور ولی بنا کر اُدھر محمدؐ و آل محمدؐ سے اپنی دشمنی کا ثبوت دیا اُدھر قرآن کے الفاظ کو مشکوک اور مشتبہ بنا کر کفر اختیار کیا۔ ہم شکر گزار ہیں کہ آپ کے کفر نے ہمارا عنوان ثابت کر دیا ہے۔

(۱۰) مجتہدین توحید کی آڑ میں شرک پھیلا رہے ہیں۔

(i) ہم سے کہا جاتا ہے کہ وہ الفاظ جو اللہ کی صفات کو ظاہر کرتے ہیں اُن میں کسی انسان کو شریک نہ کرو۔ یعنی وہی صفات انسانوں کے لئے استعمال نہ کرو ورنہ مشرک ہو جاؤ گے۔ ہمیں فی الحال تسلیم ہے کہ اللہ کی صفات میں انسانوں کو داخل کرنا اللہ کی توہین اور شرک ہے۔ مگر ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ جناب جس طرح اللہ کی صفات میں انسانوں کو شریک کرنا شرک اور اللہ کی توہین ہے بالکل اُسی طرح اللہ کی مخلوق یا انسانوں اور حیوانوں کی صفات میں اللہ کو شریک کرنا بھی شرک اور اللہ کی توہین ہے۔ اور تمام مجتہدین اللہ کی اس توہین اور شرک کو دن رات اپنی زبان اور قلم سے رائج کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہمارا یہ الزام سمجھنے کے لئے پھر قرآن کے الفاظ کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا۔

(ii) قرآن میں انسانوں کے سمجھنے اور عقل کے ماتحت رہنے والے الفاظ ہیں۔

یہ ایک عالمی مُسلّمہ حقیقت ہے کہ انسانوں کی کسی بھی زبان میں ایسے الفاظ نہیں ہو سکتے جو اُن کی عقل اور محسوسات سے بلند ہوں۔ اور تمام اہل مذاہب، علما وعوام میں یہ بھی مُسلّم ہے کہ اللہ کی ذات اور اُس کی حقیقی پوزیشن عقل اور ادراک اور محسوساتِ انسانی سے بلند وبعید ہے۔ چنانچہ انسانی زبانوں کا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اللہ کی حقیقی پوزیشن کا تعیّن کر سکے۔ اس عقلی مجبوری کی

بنا پر اللہ کی پوزیشن کو انسانی عقل وفہم وادارک کی رسائی تک لانے کے لئے وہی الفاظ بولنا پڑے جو انسانی پوزیشن کو بیان کرنے اور سمجھنے سمجھانے کے لئے انسانوں میں بولے جاتے تھے۔یعنی انسانی پوزیشن کو اللہ کی پوزیشن سمجھنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔انسانی پوزیشن کی انتہا اور آخری منزل کیا ہے؟۔اس سوال کا جواب مسٹر ڈھکو اور حضراتِ مجتہدین کا اُستاد بھی نہیں جانتا اور میں بھی اس معاملہ میں قطعاً جاہل ہوں۔انسان کی پوزیشن کی انتہا اور آخری منزل تو ایک بہت بڑی بات ہے۔ابھی تو ساری دنیا کے عُقلا و عُلماء یہ بھی نہیں سمجھ سکے کہ انسان کے قلب وذہن کی رسائی کی انتہا اور آخری منزل کیا ہے؟ پھر یہ بھی ایک بنیادی حقیقت ہے کہ انسان کی آخری اور انتہائی پوزیشن جو بھی ہو اور جہاں بھی ہو،اللہ کی پوزیشن انسان کی پوزیشن سے بہرحال ارفع واعلیٰ ہے اور اُن دونوں کی پوزیشن میں خالق ومخلوق اور ربّ ومربوب کا فرق وفاصلہ ہرحال میں بحال اور قائم رہتا ہے۔اور اللہ تو اللہ ہے ہی۔مگر انسانی الفاظ وزبان وعقل وفہم وادراک تو اُس فرق کو بھی بیان نہیں کرسکتے جو انسان اور اللہ کی پوزیشنوں میں ہے۔یہاں تک یہ تین حقیقتیں آپ کے سامنے ابھر کر کھڑی ہوگئی ہیں:۔

اول۔اللہ کی حقیقی پوزیشن عقل وادارک سے بلند وبالا اور ناممکن الفہم ہے۔

دوم۔انسان کی حقیقی پوزیشن اور اُس کی انتہائی وآخری منزل کا تعیّن عقل وفہم وادراک کے دائرہ کے اندر ہے مگر فی الحال متعین نہیں ہے۔

سوم۔اللہ اور انسان کی پوزیشن کا فرق انسان کی انتہائی اور آخری پوزیشن کے متعین ہوچکنے کے بعد ممکن ہے۔

اِن تینوں حقیقتوں کا یا ان میں سے کسی ایک حقیقت کا انکار کسی صاحب عقل سے متوقع نہیں ہے۔یعنی ڈھکو کا اُستاد بھی آج تک اور قیامت تک صرف اِس لئے زندہ اور اجتہاد کے پاپڑ بیل رہا ہے کہ اُن میں سے کسی ایک حقیقت کو سمجھ لے یا اُن کے سمجھانے میں ممدومعاون بنے۔اُس نے تو روز اول ہی کہہ دیا تھا کہ مخلص انسان اس کے قابو سے باہر ہیں اور اللہ نے تصدیق کی تھی کہ ابلیس کے تمام اختیارات،اُس کی تمام قدرتیں،اس کی پوری عقل وفہم وادراک اور عمر تو ہرگز اُس مقام پر بھی غلبہ یا فرمانروائی حاصل نہ کرسکیں گے جو''مقام انسانی''ابلیس کے دائرہ عقل میں سما سکتا ہے(۱۵/۴۲۔۴۰)اِن ہی آیات میں وہ راستہ یا طرزِ فکر بھی متعین کردیا ہے جس کو اختیار کرنے سے ہر آدمی شیطانی پیش رفت سے بلند تر رہتا چلا جائے۔

(قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ O (۱۵/۴۱)

<u>(iii) قرآن کا کوئی لفظ اللہ کی پوزیشن کا احاطہ نہیں کرسکتا</u>

وہ گروہ جو چاہے کہے اور لوگوں میں مشہور کرے جو ابلیسی منصوبہ کی تائید میں انسانی پوزیشن کو مشکوک کرنے میں مصروف چلا آتا ہے اُس پارٹی کے علاوہ کوئی انسان جو ہمارا بیان پڑھ چکا ہے ہرگز کسی لفظ کو اللہ کی حقیقی پوزیشن کا نمائندہ نہ کہے

گا۔اورجن الفاظ سے ایسا مترشح یا محسوس ہوتا ہوگا اُن الفاظ کے حقیقی اور عقلی معنی ومفہوم سے انسانی عقل عاجز ملے گی۔ بہرحال اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ:۔

(الف) میں اللہ کی حقیقی پوزیشن یا حقیقی پوزیشن کا کوئی جُز بیان کرنے یا تمام انسانوں کو سمجھانے کے لئے آیا ہوں۔یا

(ب) میں نے اللہ کی حقیقی پوزیشن اپنی سورتوں یا آیات میں بیان کردی ہے جسے تمام انسان اپنی عقل سے سمجھ سکتے ہیں۔

(IV)۔اِسی حقیقت کو عالم حقیقی نے یوں بیان فرمایا ہے کہ: ۔ **الحمدللّٰہ الذی لا یبلغ مدحتہ القائلون ۔ولا یحصی نعمائہ العادون ولا یؤدی حقہ المجتہدون** ۔(خطبہ نمبر۱)۔''ہرقسم کی ستائش اُس ہستی کے شایانِ شان ہے۔کہ جس کی حقیقی مدح تک کسی کی قولی کوشش کو رسائی نہیں ہے۔اورتمام حساب دانوں کی اعدادشماری مل کر بھی اللہ کی نعمتوں کا احاطہ نہیں کرسکتی اورمجتہدین تو اُس کے حقوق ہرگز ادانہیں کرسکتے''۔(علی علیہ السلام)(نہج البلاغہ)

(V) اب سوچنا یہ ہے کہ اللہ کی حقیقی پوزیشن تو الگ ہے انسانوں کے لئے تو یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اُن نعمتوں ہی کو سمجھ کر شمار کرلیں جواللہ نے انسان کے لئے مہیا کررکھی ہیں۔یہاں یہ بھی سوچئے کہ اُن انسانوں کا مقام کتنا بلند اورعقلِ انسان سے کس قدر ارفع واعلیٰ ہوگا جن کو وہ لامحدود ولاتحصٰی نعمات حاصل ہوجائیں اوروہ انسان کیسے ہوں گے جن کے ذریعہ سے یہ نعمتیں عطا کی جائیں اوروہ انسان کس مقام پرہوں گے جوخوداللہ کی تمام نعمات کا حاصل جمع ہوں؟ بہرحال عنوان یہ ہے کہ کسی زبان میں اورکسی کلام میں یہ قوت نہیں ہے کہ اللہ کی حقیقی تعریف اور مدح وثنا کرسکے۔اورقرآن بہرحال انسان کی زبان میں اللہ ورسولؐ کا قول ہے (۸۱/۱۹)اورقول کی رسائی اللہ کی پوزیشن تک بقول علیؑ ناممکن ہے۔

(VI) وہ ہستیؑ جس نے انسانی عقل کوایسی قوت پرواز عطا کی اور پرواز کا ایسا صحیح راستہ Route فراہم کیا کہ وہ مسلسل حقیقت خداوندی کی طرف پرواز جاری رکھے اور پہلے حقیقت انسانی تک پہنچے اورکبھی نہ رکنے پائے وہ عقل وفہم وادراک انسانی کے سامنے اللہ کی حقیقی پوزیشن کا جلوہ یا جھلک یہ فرماکر رکھتا ہے کہ:۔

الذی لایدرکہ بعد الھمم ولاینالہ غوص الفطن الذی لیس لصفتہ حدمحدود ولا نعتٌ موجو د

۔''اللہ ایسی ذات ہے کہ ہمتوں کا انتہائی گذر بھی اللہ کے مقام کو سمجھ لینے تک نہیں ہوسکتا۔اورفطانت وذہانت اورعقل انسانی کے دیگر تمام وسائل اللہ کی حقیقت تک رسائی نہیں رکھتے''۔اورفرمایا کہ:۔

۔''دین کی بُنیاد پھر بھی اللہ کی معرفت حاصل کرنا ہے اوراللہ کی معرفت کا مکمل طور پر حاصل ہوجانا جب مانا جائے گا کہ جب اللہ کی حقیقت کو سچ مچ ثابت کرکے لوگوں کو اُس پر یقین فراہم **وکمال توحیدہ الاخلاص لہ وکمال الاخلاص نفی الصفات عنہ ۔لشھادۃ کل صفۃٍ انھا غیرالموصوف وشھادۃ کل موصوف انہ غیرالصفۃ۔**

کر دیا جائے اور اُس کی تصدیق کر دینا اس صورت میں مکمل ہوگا جب اللہ کو ہر ہر حیثیت سے یکتا ثابت کر کے دکھا دیا جائے۔ اور یکتائی ثابت کرنے کا کمال یہ ہوگا کہ کوئی

> فمن وصف اللّٰہ سبحانہ فقد قرنہ ۔ومن قرنہ فقدثناہ ومن ثناہ فقد جزاہ ومن جزاہ فقد جھلہ ومن جھلہ فقد اشار الیہ ومن اشار الیہ فقد حدہ ومن حدہ فقدعدہ ۔ومن قال فیما؟فقد ضمنہ ومن قال علٰی ما فقد اخلٰی منہ (خطبہ اول)

مخلوق یا مخلوق کا جذبہ اللہ کے ساتھ لگا لپٹا نہ رہ جائے۔اور خدا کی خالص یکتائی اُس وقت مکمل کہلائے گی جب اللہ کے ساتھ بطور مدد بیان ہونے والی تمام صفات کی نفی کر کے اللہ کی حقیقی پوزیشن کو بحال رکھا جائے۔اس لئے کہ ہر صفت اِس حقیقت پر گواہ ہے کہ وہ اپنے موصوف سے الگ ایک حقیقت ہے اور ہر وہ ہستی جس کی صفت بیان کی جاتی ہے اس حقیقت پر گواہ ہے کہ وہ بیان شدہ صفت سے الگ ایک حقیقت ہے۔اس صورت حال میں جو شخص اللہ کی صفات بیان کرے تو یقیناً اُس نے اللہ کا ایک ساتھی تجویز کر کے اس کی توحید میں دوئی پیدا کر دی اور جس نے توحید میں جوڑیاں بنا دیں اُس نے توحید کی جز بندی کر دی یا توحید کا تجزیہ کر ڈالا۔اور جس نے اس طرح تجزیہ کیا وہ اللہ کی حقیقی پوزیشن سے جاہل رہ گیا۔اور جو اس قسم کا جاہل توحید پرست ہوگا وہ جگہ جگہ اللہ کی طرف اشارہ اور سمتیں مقرر کرے گا۔اور جو اللہ کو سمت و اشارہ کے دائرہ میں محدود کر دے وہ اللہ کی حد بندی کا بھی قائل ہو گیا۔چنانچہ توحید پر جو یہ سوال کرے کہ اللہ کس جگہ یا کس چیز میں ہے وہ اللہ کو عرض اور جوہر کے چکر میں ڈال دے گا۔یعنی اُس کے وجود کو کسی اور چیز کے سہارے اور مدد کا محتاج بنا دے گا۔یعنی مثلاً یہ کہنا پڑے گا کہ مخلوق کو دیکھو ضرور کوئی اُس کا خالق ہوگا اور وہ خالق اللہ ہے یعنی اگر مخلوق موجود نہ ہوتی تو اللہ کے وجود کا ثابت کرنا مشکل ہو جاتا۔گویا خدا کا وجود کسی مخلوق کے وجود کا محتاج ہے''۔

(VII) یہ وہ بیان ہے جس کے سامنے دنیا کے تمام عقلا اور توحید پرستوں کی عقلیں سجدہ ریز ہیں۔اگر امامؑ الاولین والآخرین کے اُس کلام کو ٹھیک سے سمجھ لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ آپ اس گمراہ کن گروہ کے مشرکانہ منصوبہ کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیں گے اور نہ صرف یہ کہ آپ بڑے بڑے متکلمین کی بحثوں کو حماقت و جہالت کی ٹوکری میں پھینک دیں گے۔بلکہ آپ توحید کے معاملہ میں خود بھی زبان درازی بند کر دیں گے اور سنبھل سنبھل کر بات کرنا اپنا شعار بنا لیں گے۔اور آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ جب تک آپ کی مدد کے لئے علیؑ یا اُن کے فرزند آئمہ علیہم السلام کے فرمان نہ ہوں گے۔آپ توحید خداوندی پر کوئی بیان نہ دیں گے۔یعنی آپ شرک وکفر سے قطعاً محفوظ و مامون ہو جائیں گے۔اس لئے کہ اُن کا قول ہی آپ کا قول ہوگا۔ذمہ داری ان کی ہوگی۔

(VIII) علیؑ کے بیان پر مجتہدین کو بہت سے چکر آئے ہیں۔اللہ کی ذات کو تمام صفات سے الگ کر کے خالص توحید بیان کرنا معصومینؑ کے سوا کسی بھی انسان کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔لیکن مجتہدین کو اپنا منصوبہ ضرور جاری رکھنا تھا۔اس لئے

اُنہوں نے اِدھر اُدھر سے چند سہارے ڈھونڈے اوران معصومؑ سہاروں کی غلط تعبیرات کر کے صفات کی نفی سے بچنے کی راہیں اور سرنگیں کھود نکالیں۔ توحید کی جُز بندی، حد بندی اور تقسیم کے لئے صفات کی اقسام بنا کر توحید کو پھر دوحصوں میں بانٹ ڈالنے کا پروگرام چلایا اور اُس پروگرام میں جولوگ مددگار رہوئے اُن ہی کو متکلمین کہا گیا ہے۔ یعنی مذکورہ بالا مشکل ونا ممکن صورت حال میں بھی بولنا بند نہ کریں گے۔ کچھ نہ کچھ کہتے ہی چلے جائیں گے۔ یہی وہ متکلمین ہیں جن کی مذمت فریقین کی احادیث میں مسلسل موجود ہے۔ اوراُن کا منہ بند کرنے کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اپنے صحابہؓ میں سے خالص وحقیقی توحید اور فلکیات وارضیات کے بیان کرنے والے علماء تیار کر کے ساری دنیا میں پھیلا دینے کا سلسلہ جاری فرمایا۔ بہرحال دشمنان اسلام کو سوچنے کا موقع دینے کے لئے آپ یہ غور فرمائیں کہ خالص توحید پر بیان دینے سے پہلے مولائے کائناتؑ نے یہ فرمایا تھا کہ:۔ ’’**الذی لیس لصفتہ حد محدود ۔ولا نعت موجودٌ**‘‘۔

۔’’اللہ تو وہ ذات ہے جس کے لئے کسی بھی صفت کی کوئی حد بندی نہیں ہے اورقرآن وحدیث میں اللہ کی تعلیمات وہدایات وصفات بیان ہوچکنے کے بعد بھی اللہ کی کوئی حقیقی پوزیشن بیان کرنے والی پسندیدۂ خدا صفت موجود نہیں ہے‘‘۔

(IX) اس بیان کے صحیح مطلب تک پہنچنے کے لئے لفظ صِفَۃٌ اور نَعۡتٌ کا فرق سمجھ لینا چاہتے ہیں۔ صفت کسی چیز کی تعریف کو کہتے ہیں مثلاً۔(۱) بڑی کتاب ۔(۲) شریر لڑکا ۔(۳) نالائق مجتہد ۔(۴) عقلمند آدمی ۔ اِن جملوں میں کتاب کا تعارف بڑی کہہ کر کرایا ہے اورلڑکے کا تعارف شریر کہہ کر۔ مجتہد کا تعارف نالائق ہے۔ آدمی کی تعریف عقل مندی سے کی ہے۔ لہٰذا بڑا ہونا۔(۲) شریر ہونا۔(۳) نالائق یالائق ہونا اور۔(۴) عقل مند یا جاہل ہونا تمام صفات یا تعریف میں داخل ہے۔ جسے انگریزی میں (Definition) اور (Adjective) کہتے ہیں۔ یعنی اُردو کی عام بول چال کی طرح صفت یاصفات یا تعریف اچھی ہی بات کو نہیں کہتے بلکہ تعریف اورصفت میں ہر وہ بات داخل ہے جو متعلقہ چیز کے تعارف میں مدد دے خواہ اچھی ہو خواہ بری۔ اِس کے خلاف لفظ نَعۡتٌ ہمیشہ پسندیدہ اورقابلِ فخر صفات یا تعریف کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ جناب علیؑ مرتضیٰ نے بعد نزول قرآن اورقرآن کی موجودگی میں یہ فرمایا ہے کہ اس پوری کائنات میں اللہ کے حقیقی مقام اور پوزیشن کو اپنے اندر محصور ومحدود کرلینے والی کوئی ایسی صفت موجود ہی نہیں ہے جو ہر حال میں پسندیدہ اورقابلِ فخر سمجھی جاسکے۔ اوریہی وجہ ہے کہ یہ فرمانے کے بعد آپؑ نے دین اورمعرفتِ خداوندی کا محیر العقول تعلق وتفصیل بیان فرمائی اور اللہ سے انسانی اور مادی صفات (Definitions) کو الگ رکھ کر خالص توحید کو ثابت کرنے اورانسانوں کو اُن کی بلند ترین پوزیشن تک لے جانے کی اسکیم بیان کی۔ اوراَدوار نبوتؑ ورسالتؑ کے بعد دورِ امامتؑ میں نوع انسان کو فرش سے عرش تک پہنچانے کا عملی پروگرام پیش کیا۔ اوراللہ سے براہِ راست قربت حاصل کرنے کے لئے وہ نسل تیار کی جونوع انسان پر اپنا سب کچھ قربان کردینا عبادت سمجھتی

رہی۔اور قیامت تک امتِ محمدؐیہ کی تربیت وترقی وحفاظت ونجات کی ذمہ دار قرار پائی۔

(II) مجتہدین توحید سے قطعاً جاہل ہیں، قرآن سے توحید پر سوالات

(i) کسی بھی مجتہد سے دریافت کرو کہ کیا وہ مخلوق کی مدد کے بغیر اللہ کے وجود وعلم وقدرت وتوحید کو ثابت کرسکتا ہے؟ یعنی خدا کو موجود وواحد وعالم اور قادر ثابت کرنے کے لئے اُسے کسی مخلوق کے تذکرہ کی ضرورت تو نہ پڑے گی؟ اس میں گڑبڑ کرے تو یہ دریافت کریں کہ اگر اللہ تمام مخلوقات کی تخلیق اور ابتداء سے پہلے بھی تھا تو اُس کے وجود وعلم وقدرت کا ثبوت کیسے دوگے؟ اِس لئے کہ اُس حالت میں نہ مخلوق موجود ہے نہ کسی صفت وتعریف کا وجود ہے۔اور لگے ہاتھ یہ بھی دریافت کرلیں کہ کیا کسی کو کسی فعل کے کرنے سے پہلے فاعل کہنا درست ہوگا؟ یعنی کیا قتل کرنے سے پہلے ہی کسی کو قاتل قرار دینا صحیح ہے؟ اگر نہیں؟ تو کیا مخلوق پیدا کرنے سے پہلے اللہ کو خالق مانا جاسکتا ہے؟ قتل کرنے کی قوت وارادہ ہر آدمی میں موجود ہے۔مگر قاتل جب ہی کہلائے گا جب وہ قتل کا فعل کرچکے۔یعنی مقتول کے بعد اُسے قاتل کہا جاتا ہے۔لہٰذا مخلوق کے وجود کے بعد اللہ خالق بنا۔مرزوق کی وجہ سے رازق کہلایا۔یعنی مخلوق کے وجود کی وجہ سے اُسے یہ صفات ملیں اور شرط یہ تھی کہ مخلوق کا سہارا لئے بغیر اللہ اور اُس کی خدائی صفات ثابت کرو اور آیات پیش کرو۔

(ii) پھر یہ دریافت کریں کہ کیا کوئی فعل یا عمل بلا حرکت کئے سرزد ہوسکتا ہے؟ اور کیا حرکت بلا زمان ومکان کی تبدیلی کے وقوع میں آسکتی ہے؟ ایک عملی مثال دو کہ بات سمجھ میں آئے اور تجربہ پر صحیح اُترے؟ کیا متحرک چیز حرکت کے ماتحت نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو کیا خدا بھی متحرک اور حرکت کے ماتحت ہے؟ یا اللہ خود حرکت ہے؟ اپنے جواب پر آیات سے سند لاؤ یا عملی تجربہ کراؤ۔

(iii) جس چیز کو موٹر کہتے ہیں وہ گدھا گاڑی نہیں ہوتی۔جس چیز کو جس حالت میں آگ کہتے ہیں وہ چیز اُسی حالت میں اور اُسی وقت پانی نہیں کہلاسکتی۔جلتی ہوئی سگریٹ کا جو سرا جل رہا ہے وہ سرا گرم ہے لیکن دوسرا سرا ٹھنڈا ہے۔کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جلتا ہوا گرم سرا عین اُسی وقت اور اسی حالت میں ٹھنڈا بھی ہے؟ اب بتایئے اور اگر ہوسکے تو قرآن سے جواب دیجئے۔

(IV) جس حال میں اللہ کو رحیم کہتے ہیں۔کیا وہ عین اُسی حالت اور رحیمی کے وقت جبّار بھی ہے؟ قہار بھی ہے؟ کیا یہ قوانینِ اوّلیہ کے خلاف نہیں ہے کہ اللہ جس حال میں وَدُوْد ہو اُسی وقت غضبناک بھی ہو؟ کیا یہ اجتماع ضدّین کے خلاف اور عقلاً محال نہیں ہے؟ کیا اللہ میں اِن انسانی اور مادی صفات کے ماننے سے ذاتی تغیر وتبدل نہیں ہوتا؟ مثال وتجربہ پیش فرمائیں۔ ہمارا اور تمام انسانوں کا تجربہ ومشاہدہ یہ ہے کہ جو شخص غصہ میں بھرا ہوا غضبناک ہو اُس کی صورت بگڑ جاتی ہے۔رحم وکرم ومحبت اُس سے دور جاکر کانپنے لگتی ہیں۔غضبناکی کے عالم میں اُس کے اندر طیش وانتقام وبے رحمی وبے صبری وبے قراری موجود ہوتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس حالت میں اُس پر شیطان کا قابو ہوتا ہے۔آپ کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کو ان حالات سے عقلاً وقرآناً

مبرا ثابت کریں۔ یہ بھی فرمادیں کہ کیا اللہ کی کسی ایک صفت کا اُس میں موجود ہونا باقی تمام صفات کا انکار نہیں ہے؟ کیا وہ ایک ہی وقت میں کروڑوں ارادے اور خواہشات رکھتا ہے؟؟۔

(V) قرآن کی چند آیات کے مفاہیم اِس طرح بیان کریں کہ قرآن کے الفاظ کے معنی نہ بدلیں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔ **فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ**O(۴۳/۵۵)(سورہ الزخرف)

''جب فرعون اوراس کی رعایا نے ہمیں افسوس میں مبتلا کردیا تو ہم نے اُن میں سے کچھ سے انتقام یعنی بدلہ لیا اور اُن سب کو دریا میں ڈبودیا''۔

قارئین نوٹ کریں کہ اسفوا کا مادہ۔ الف۔س۔ف ہے اوراس مادّہ سے نکلنے والے تمام الفاظ کے معنی میں افسوس کا ظاہر کیا جانا مقصود ہے۔ سازشی ٹولہ اس کو ''غم وغصہ'' وغیرہ بکواس کے لئے بھی استعمال کرتا رہا ہے لیکن غم اورغصہ اورغضب خود عربی کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا اردو ترجمہ میں افسوس کا ترجمہ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے کہ اردو بولنے والوں کا بچہ بچہ افسوس کے معنی جانتا اور بولتا ہے۔ ترجمہ کرنا ہی تھا تو اردو کے اورکئی الفاظ موجود تھے مثلاً ''کڑھنا''۔ پچھتانا وغیرہ وغیرہ۔

(VI) یہاں اُن مصنوعی توحید پرستوں اور بات بات میں شرک کے نعرے لگانے والوں کے لئے چند سوالات ازخود ابھر آتے ہیں اُن سے پوچھئے کہ:۔

الف۔ یہاں اللہ نے اقرار کیا ہے کہ وہ کسی زمانہ تک افسوسناک حالت میں نہ تھا۔ لیکن فرعون اوراُس کی رعایا کے گٹھ جوڑ نے اللہ کو سابقہ حالت سے محروم کرکے افسوس میں مبتلا کردیا۔ (دیکھو پچھلی آیت ۵۳۔۴۳/۵۴)

یہ بیان سابقہ اعتراضات کو مضبوط کرکے اللہ کی حالت کو بدلتے رہنے والی ثابت کرتا ہے۔ اور یہ تمام مجتہدین نے بھی مانا ہے کہ ہروہ چیز جس کی حالت بدلتی رہی۔ یا جس میں تغیر واقع ہوتا رہے وہ فانی ہے۔ اس آیت میں اگر ترمیم وتنسیخ اور تغیر معنوی نہ کیا جائے تو اللہ کا فانی ہونا اللہ کے قرآن سے ثابت ہے۔ کیا تم لوگ فنا ہوجانے والے اللہ کو اللہ مانتے ہو؟ نہیں۔ تو بتاؤ کہ کیوں افسوس ہوا؟ یا تمہارے بقول کیوں غصہ آیا؟ کیوں غضبناک ہوا؟ کیوں رنج وغم کی حالت میں تبدیل ہوا؟ علامہ جوش نے گاندھی جی کو بھگوان کی پوزیشن یہ کہہ کر بتائی تھی کہ۔ **دم توڑ چکا ہے عرش پہ کب کا بھگوان + گاندھی! مصروف ہیں دعاوں میں ہنوز** (اشعار کو ٹھیک طرح سے یاد نہ رکھنے کی معافی چاہتے ہیں آپ کے حافظہ پر پکا بھروسہ ہے)

(ب) دوسرا سوال یہ ہے کہ اللہ نے جگہ جگہ مسٹر ڈھکو کی مرضی کے خلاف واحد اوراَحد اور چھڑا اور یکتا ہوتے ہوئے بھی اپنے لئے جمع کی ضمیریں بولی ہیں۔ کیا یہ اللہ کی طرف سے جان بوجھ کر، اپنے مشن کے خلاف شرک نہیں ہے؟ وہ کیوں مجتہدین کی طرح محتاط نہ رہا؟ کیا محتاط رہنے میں کوئی یا کسی قسم کا نقصان ممکن تھا؟ جمع اور گروہ کی ضمیریں اختیار کرنے کا پہلا نقصان تو وہ ہوا جو

عربوں نے بہت سارے الٰـہ بنانے کی صورت میں پہنچانا چاہا۔اور جس تصور کی قدامت کا ثبوت کلمہ میں لا اِلٰـہ سے ملتا ہے۔ سوچنا اور پوچھنا یہ ہے کہ جب روز اول سے لااِلٰہ یعنی دوسرا کوئی الٰہ یا معبود نہ تھا تو اللہ تعالیٰ جَلَّ جلالہ وعَمَّ نوالہ نے یہ بد احتیاطی کیوں کی کہ یکتا ہوتے ہوئے اپنے لئے نحن وغیرہ کی ضمیریں کھینچ ماریں؟اور اپنے ساتھ ایک گروہ کا موجود ہونا ثابت یا مشکوک کر دیا؟ مثلاً فرمایا کہ:۔

ا۔ہم نے موسیٰ کو... ۲۔ہم نے موسیٰ سے...... ۳۔ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں ...... ۴۔ہم رسولوں کو بھیجنے والے ہیں (۴۳۔۲۸/۴۴)۵۔ہم نے قرآن نازل کیا........۶۔ہم تنذیر کرنے والے ہیں......۷۔ہمارے حکم سے فرشتے حکم لے کر اترتے ہیں ۸۔اور ہم ہی رسولوںؑ کو بھیجنے والے ہیں(۳ تا ۴۴/۵)اور سینکڑوں آیات ہمارے ساتھ متفق ہیں۔اُن سب آیات پر بہت سے سوالوں کی جگہ ایک ہی سوال کافی ہے کہ کیا ارسالِ رُسُلؑ وکتب میں اللہ کے ساتھ کچھ اور ہستیاںؑ شامل نہیں ہیں؟اگر نہیں تو یہ اور اِس قسم کی تمام باتیں جو اللہ نے جمع یا ایک گروہ کی طرف سے کہی ہیں یقیناً غلط ہیں۔بتاؤ کون سی غلطی کو مانتے ہو؟۔

(۱۲) آؤ ایک سمجھوتہ کی بات کریں اور جو بات مفید ہو اُسے اختیار کرلیں۔

(اول) جو کچھ اُوپر لکھا گیا وہ قرآن میں اپنی ملفوظی،یعنی الفاظ میں لکھی ہوئی صورت میں موجود ہے۔(۲) اور تم مانتے ہو کہ اللہ سے غلطی نہیں ہوسکتی۔(۳) اور یہ کہ اللہ حکیم وعلیم ہے یعنی وہ کوئی بات غلط جگہ اور غلط طریقے سے نہیں کہہ سکتا۔ (۴)اور یقیناً اللہ کو کم از کم عربی زبان اُور اس کا صحیح استعمال بھی آتا ہے۔(۵)اور یہ بھی کہ اُس نے قرآن میں الفاظ کو یا الفاظ کے معنی کو بدل ڈالنے کی ممانعت اور مذّمت کی ہے۔(۶)اور اُسے اپنی عزت اور پوزیشن کو بحال رکھنا بھی ملحوظ رہا ہے۔(۷)اُس نے رسولؐ سے اعلان کرایا ہے کہ خود رسوؐل بھی قرآن میں لفظی یا معنوی ردوبدل نہیں کرسکتا۔لہٰذا آؤ ہم دونوں یعنی مومنین اور مجتہدین اس بات کو اختیار کرلیں کہ اللہ نے جو کچھ بھی قرآن میں فرمایا اور جس صورت میں یا جن الفاظ میں بھی ارشاد کیا۔اُسے اُسی حالت اور اُن ہی معنی کے ساتھ قبول کرلیا کریں۔اور اپنی ذاتی،جماعتی،قومی یا ملکی رائے اور مصلحت کے ماتحت نہ لایا کریں:۔

مثلاً اللہ نے اپنے ایک ہاتھ اور دونوں ہاتھوں کا ذکر فرمایا(۴۸/۱۰) (۳۸/۷۵) اپنے چہرہ (وجہ) کا ذکر کیا (۲۸/۸۸) جگہ جگہ اپنی زیارت (لقاء) کرانے اور کھلی آنکھوں چوڑے میدان میں نظر آنے کا وعدہ کیا(۷۵/۲۳)اِن سب باتوں اور ہر قسم کی باتوں پر ایمان لاکر مومن باللہ ہو جائیں۔

قارئین مجتہدین سے دریافت کریں کہ کیا وہ توحید پرست حضرات اللہ پر قرآن کے بیان کے مطابق ایمان لانے کو تیار ہیں؟اگر وہ تیار ہو جائیں تو امت میں سے تمام جھگڑے،اختلافات اور تفرقہ مٹ جائے۔مگر کہاں مجتہد اور کہاں ایمان

اور کہاں امت کی خیر خواہی اور کہاں شیطان؟۔

(دوم) ایک صورت یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ہم اُسے اُسی صورت میں مان لیں اور اپنی رائے وغیرہ کو اس میں داخل نہ کریں۔اِس صورت میں اگر ہم ہدایت حاصل کرتے ہیں تو یہ ہدایت بلاشبہ قرآن سے حاصل ہوئی ہے۔اور اگر ہم گمراہ ہوتے ہیں تو یہ گمراہی بھی قرآن سے حاصل ہوئی ہے۔لہٰذا دونوں صورتوں میں قرآن ذمہ داری لے گا۔اور قرآن جس کی ذمہ داری لے گا وہ یقیناً جہنمی نہیں ہوسکتا۔ورنہ یہ ظلم ہوگا اور ظلم اللہ کا کام نہیں ہے۔دوسری صورت۔

(سوم) اگر ہم قرآن کو اپنی رائے، سُوجھ بُوجھ، تجربے اور بصیرت اور مصلحتوں کے ماتحت ادل بدل کر کے مانیں تو اُس صورت میں اگر ہم نے ہدایت حاصل کر لی تو یہ ہدایت اپنی محنت اور اجتہاد سے حاصل ہوگی۔اور اُس ہدایت میں اللہ اور قرآن کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔اس لئے کہ اُسے بجنسہ اور بلفظہ قبول کرنا تو مسلمہ طور پر گمراہی تھا۔گمراہی سے بچنے کے لئے ہمیں اجتہاد وغیرہ استعمال کرنا پڑا اور ہم اُن غلطیوں، غلط بیانیوں اور مغالطوں سے بچ نکلے جو اللہ نے قرآن میں جگہ جگہ بھر دیئے تھے۔لہٰذا ہماری ہدایت میں اللہ شامل، نہ قرآن داخل، اور اگر ہم قرآن میں ردّ و بدل سے گمراہ ہو گئے تو اِس گمراہی میں بھی نہ قرآن ذمہ دار ہوگا نہ اللہ سے سروکار رہوگا۔لہٰذا جس ہدایت میں اللہ کو گمراہ کنندہ تصور کیا جائے اور خود کو ہدایت یافتہ قرار دیا جائے وہ جہنم میں لے جائے گی اور گمراہی کا ٹھکانہ بھی جہنم ہے۔لہٰذا ہمیں نہ ایسی ہدایت درکار ہے نہ ایسی گمراہی منظور ہے۔مجتہدین سے دریافت فرمائیں کہ کیا وہ حضرات اپنی خودساختہ توحید اور خودساختہ ایمان سے توبہ کر کے مومنین میں شریک ہو جانے کو تیار ہیں؟ یہاں قارئین یہ سُن لیں اور یاد رکھیں کہ مجتہدین جسے دل کی گہرائی سے مشرک کہتے ہیں وہ حقیقی معنی میں موحّد یعنی توحید پرست ہوتا ہے۔جسے وہ غالی یا مفوضہ یا شیخی فرماتے ہیں وہ حقیقی معنی میں فدا کارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہوتا ہے۔جسے وہ رافضی قرار دیں وہ بلاشبہ دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا دشمن ہوتا ہے۔ان مکاروں نے **عقل کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے.... ابلیس واجتہاد کرے**

یہی وجہ ہے کہ ہم ان کے کسی فتوے سے نہیں ڈرتے۔وہ لوگ بزدل تھے۔اُنہیں اپنی ساکھ اور ذاتی عزت پیاری تھی جو اِن کے القابوں اور فتاوٰی سے ڈر کر گوشہ نشین ہو گئے۔ہم بیٹھنے والے نہیں ہمیں ابلیس کے دربار سے جو خطاب ملے قبول ہے۔**محمدؐ و آلِ محمدؐ کی عزت کے مقابلہ میں ہماری کوئی عزت ہے نہ حرمت ہے**۔دوستدارانِ اہلبیتؑ جب تلواروں سے نہیں ڈرتے تو انہیں مشرک و کافر و بدعتی و شیخی اور مفوضہ اور غالی کے خالی خُولی الفاظ کیسے خوفزدہ کر سکتے ہیں۔افسوس کہ ہم پینتالیس سال سے اس انتظار میں مصروف ہیں کہ ہمیں کوئی لقب ملتا اور اس طرح ہم اپنے فداکار و بزرگوں کی صف میں شمار ہو جاتے۔مگر اس بزدل، خائن، غاصب اور چور ٹولے نے ہمارے متعلق یہ اصول بنا رکھا ہے کہ ہر حال میں خاموش رہو۔یہی اطلاع آخر مسٹر شورش تک جا پہنچی اور وہ بھی خاموش اور لب بمُہر ہو گیا اور اپنا شجرہ نسب بیان ہونے سے پہلے ہی قابلہ (دایہ) کی قابلِ نصیحت پر عمل پیرا ہو گیا۔لیکن

ہم انشاء اللہ اُن کے پسندیدہ ہیروز ابن زیاد (لعین) وعمر سعد (لعین) وخولی کے ساتھ انہیں بھی کبھی نظر انداز نہ کریں گے۔ حسب موقعہ تمہاری اور تمہارے رہنماؤں کی مذہبی پوزیشن بیان کرتا رہوں گا۔

(۱۳) ایک مشکل یعنی اگر مجتہدین کو سچا یا صادق القول مانو تو اُنہیں مجسمہ شرک ماننا پڑتا ہے

قارئین اگر آپ یہ مان لیں کہ مجتہدین کا یہ قول یا فتویٰ صحیح اور سچ ہے کہ جو کوئی اللہ کی صفات میں بندوں یا انسانوں کو شریک کرے وہ مشرک ہے۔ تو یقیناً آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مجتہد حضرات سر سے پیر تک اور باہر سے اندر تک شرک کا پلندہ، ایک گٹھڑی، یا سارے شرک کا ایک بولتا چالتا مجسمہ ہیں۔ یہاں ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ دنیا میں کوئی مجتہد، ازاول تا ڈھکو، ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی زندگی میں اپنی زبان سے کوئی ایک جملہ ایسا بولا ہو جو مشرکانہ الفاظ سے پاک تھا۔ ہمارے اعلان اور مندرجہ بالا عنوان کی صداقت کا آخری نظارہ کرلیں تاکہ ہم اِن تمام عنوانات پر معصومؑ حل پیش کریں اور ڈھکو پر اناللہ پڑھ دیں۔

(ب) آپ نے یہاں تک یہ دیکھ لیا کہ مجتہد صاحبان مومنین حضرات کو یہ کہہ کر فضائل محمدؐ وآل محمدؐ کے بیان واعلان سے روکنا چاہتے ہیں کہ تم آئمہ اہلبیتؑ کو اللہ کی صفات میں شریک کرتے ہو، یہ شرک ہے۔ اس شرک کی وجہ سے تم مشرک ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ مجتہدین دن رات اور بات بات میں شرک کرتے ہیں یعنی بلاتکلف بلاجھجک اور بے خوفی سے اللہ کو بندوں کی صفات میں اور انسانوں کو اللہ کی صفات میں شریک کرتے ہیں لہٰذا وہ شرکِ مجسم ہیں۔ غور فرمائیے اور بتائیے کہ کیا مجتہد یہ نہیں کہتے ؟:۔

(i) اللہ نے چاہا۔ اللہ چاہتا ہے۔ بندوں نے چاہا۔ انسان چاہتا ہے۔

(ii) اللہ نے کہا۔ اللہ کہتا ہے۔ بندوں نے کہا۔ انسان کہتا ہے۔

(iii) کافروں نے کہا۔ کافروں نے چاہا۔ مومنین نے کہا مومنین نے چاہا۔

(IV) اللہ نے ارادہ کیا۔ اللہ ارادہ کرتا ہے۔ اس میں بھی مجتہد اور بندے شریک ہوئے۔

(V) اللہ نے دیکھا۔ اللہ دیکھتا ہے۔ مجتہد یا شیطان نے دیکھا۔ حیوانات دیکھتے ہیں۔

(VI) اللہ سنتا ہے۔ اللہ نے سنا۔ اللہ جانتا ہے۔ اللہ سمجھتا ہے۔ مجتہد اور کافر بھی سنتا اور سمجھتا اور جانتا ہے۔

(VII) اللہ پسند اور ناپسند کرتا ہے۔ اللہ محبت اور دشمنی کرتا ہے۔ اللہ خوش ہوتا ہے۔ اللہ ناراض ہوتا ہے۔ یہاں بھی بندے شریک کیئے ہیں۔

(VIII) اللہ وعدہ پورا کرتا ہے۔ اللہ ڈھیل اور مہلت دیتا ہے۔ اللہ تنگ کرتا ہے۔ اللہ کشادہ کرتا ہے۔ اللہ جمع کرتا ہے۔ اللہ گھٹاتا ہے۔ اللہ ضرب کرتا ہے۔ اللہ تقسیم کرتا ہے۔ اللہ جبر کرتا ہے۔ اللہ قہر کرتا ہے۔ اللہ بدلہ لیتا بھی ہے دیتا بھی ہے۔ اللہ محروم بھی کرتا ہے۔ اللہ کا رنگ سب کے رنگوں سے اچھا ہے۔ اللہ کا بھی ایک گروہ ہوتا ہے۔ اللہ مکر بھی کرتا ہے۔ اللہ کید چالاکی بھی

کرتا ہے۔ اللہ سچ بولتا ہے۔ اللہ سزا بھی دیتا ہے۔ جزا بھی دیتا ہے۔ اللہ ڈراتا بھی ہے۔

(IX) ذرا یہ بھی سوچئے کہ مجتہد نے اپنے لئے لفظ ''مَیں'' یا اَنَا اور ''ہم'' یا نَحنُ کتنی بار کہا ہوگا؟ اللہ نے بھی انا اور نحن کہا ہے۔ لہٰذا یہ یہاں بھی ساری زندگی اللہ کے شریک رہے۔ اور اس طرح ہمارا عنوان اور اعلان صحیح ثابت ہوئے اور مجتہدین کاذب ومشرک قرار پائے۔

<u>(۱۴) دوسری مشکل اگر مجتہد سچے ہیں تو اللہ کو (معاذ اللہ) مشرک ماننا پڑتا ہے</u>

پچھلے عنوانات میں کئی طرح یہ ثابت ہو گیا ہے کہ مجتہدین کے نزدیک اللہ کو نہ صحیح عربی زبان کا علم تھا نہ اُسے وحی میں احتیاط ملحوظ تھی اور نہ ہی اللہ مجتہدین سے زیادہ تقاضائے انسانی سے آگاہ تھا۔ وغیرہ وغیرہ اجتہادیا بکواس۔ یہاں یہ دیکھنا ہے کہ مجتہد کے مذہب میں اللہ کی صفات میں انسانوں یا بندوں کو داخل یا شریک کرنا شرک ہے۔ مگر اللہ نے اُن کے اس فتویٰ کے خلاف مندرجہ بالا نو (۹) صورتوں کے علاوہ اپنی چند صفات میں انسانوں کو شریک کر کے مجتہد کے فتویٰ سے مشرک ہو جانے کی پرواہ نہیں کی ہے اور مومنین کے ساتھ شریک رہنا پسند فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

<u>(الف) الانسان کو اپنی صفت سمیع اور بصیر میں شریک کرلیا</u>

اِنَّـا خَـلَـقْـنَـا الْاِنْـسَـانَ مِـنْ نُّـطْـفَةٍ اَمْشَـاجٍ نَّبْتَـلِيْـهِ فَـجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًـا بَصِيْرًا O (سورہ الدھر ۲/۷۶)

مجتہد کا ترجمہ:۔ ''ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اُس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لئے ہم نے اُسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۸۶)

یہاں قارئین نے آیت کے الفاظ میں اللہ کی صفات سمیع اور بصیر میں انسان کی مستقل شرکت دیکھ لی اور:۔

(i) یہاں اللہ نے بلا کھٹک اپنے لئے لفظ انا بھی پکا کر کے دو دفعہ بول دیا۔ اور دو مرتبہ اپنے لئے لفظ ''ہم نے'' بھی فرمادیا اور سب سے بڑی بات یہ کہ صحیح اور غلط کا پتہ لگانے کے لئے امتحان لینے والا بھی بن گیا۔ یعنی انسان کی صفات میں بھی باقاعدہ شریک ہو گیا۔

(ii) چونکہ ترجمہ مجتہد صاحب کا ہے اور مجتہد قرآن اور وحی کی اصلاح کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتا ہے چنانچہ علامہ فرماتے ہیں۔ کہ

(iii)۔ ''اصل میں فرمایا گیا ہے کہ۔ ''ہم نے اسے سمیع وبصیر بنایا''۔ اس کا مفہوم صحیح طور پر۔ ''ہوش وگوش رکھنے والا بنایا''۔ سے ادا ہوتا ہے۔ لیکن ہم نے ترجمہ کی رعایت سے سمیع کے معنی۔ ''سننے والا''۔ اور بصیر کے معنی۔ ''دیکھنے والا''۔ کئے ہیں''۔ الخ۔ (تفہیم جلد ۶ صفحہ ۱۸۷)

قارئین اس ڈھٹائی، جرأتِ رِندانہ یا مجتہدانہ پر علامہ کو کچھ نہ کہیں بس اتنا یقین کرلیں کہ طاغوتی مذہب میں قرآن کا صحیح ترجمہ کرنا اور معنی نہ بدلنا جرم ہے۔

(ب) محمدؐ کو اپنی رحیمی اور رؤفی میں شریک کرلیا ہے

جس طرح سمیع وبصیر اللہ کی صفات تھیں اور تمام انسانوں کو اُن میں شریک کیا تھا اور رسولؐ اللہ بھی اُن میں شریک تھے اُسی طرح اب یہ فرمایا کہ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ O (سورہ توبہ ۹/۱۲۸). ''دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسولؐ آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے۔تمہارا نقصان میں پڑنا اُس پر شاق ہے تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے''۔(تفہیم جلد۲ صفحہ ۲۵۵)

مجتہد نے خدا کو یہاں بھی ٹوکا اور اصلاح دے دی یعنی رؤف کی جگہ اللہ کو عربی زبان کا لفظ شفیق بولنا چاہئے جو عربی مشرک مزاج کے مطابق ہوتا۔

(ج) کسی ایسے بندے کو خبیر کہہ دیا جو رسولؐ کو بھی حقائق سے مطلع کرسکتا ہے

مومنین کے لئے آنے والی آیت مسرتوں کی انتہائی منزل ہے اور مجتہدین کے لئے دعوت شرک وجہنم ہے۔ پہلے اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ بندوں کے گناہوں سے خبردار یا خبیر ہے۔پوری بات مودودی سے سنئے:۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا O الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ .فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا O (سورہ الفرقان ۵۸۔۲۵/۵۹)

۔''اے محمدؐ خدا پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں اس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو اپنے بندوں کے گناہوں سے بس اُسی کا باخبر ہونا کافی ہے وہ جس نے چھ دنوں میں زمین اور آسمانوں کی اُن ساری چیزوں کو بنا کر رکھ دیا۔ جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں ۔ پھر آپ ہی (کائنات کے تختِ سلطنت) عرش پر جلوہ فرما ہوا۔رحمٰن ۔اُس کی شان بس کسی جاننے والے سے پوچھو'' (تفہیم جلد سوم صفحہ ۴۶۰)

(i) یہاں مجتہد بے بس ہوگیا ہے لہٰذا اس مخصوص خبیر پر کوئی حاشیہ، کوئی وضاحت کئے بغیر گذر گیا ۔مگر مجتہدانہ ہیرا پھیری سے باز نہیں آیا۔

(ii) مجتہد کی دو عدد بے ایمانیاں نوٹ کریں ایک یہ کہ اللہ نے آیت میں سماوات یعنی کئی ایک یا سارے آسمان فرمایا لیکن علامہ نے کائنات کی وسعت کو کم کرنے کے لئے آسمانوں اور زمینوں کے درمیان کی جگہ ایک آسمان اور ایک زمین کے درمیان لکھ دیا۔دوسری یہ کہ مذکورہ بالا خبیر کے لامحدود علم کو ہلکا کرنے کے لئے ابلیس کی وحی سے مطلع ہو کر ترجمہ میں لفظ شان۔ اور بس ۔ بڑھا دیا جس کے لئے آیت میں الفاظ نہیں ہیں ۔ہم اسی کو قرآن میں اضافہ اور معنوی تبدیلی کہتے ہیں اور قرآن نے اس عمل در آمد کو تحریف فرمایا ہے۔

(iii) مومنین سُنیں کہ اللہ نے رسوؐل اللہ سے جس خبیرؐ سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے وہ خبیر اس آیت کی رو سے تخلیق کائنات کے پورے عمل سے اور سماوات وارض وعرش اور اُن کے درمیان جو بھی مخلوق ہے اُن سے **کما حقہ واقف** ہے اور اللہ کی تصدیق کرسکتا ہے۔ رسولؐ دریافت کریں تو بتا سکتا ہے۔ گُلّنا محمد گو نہ بھولیں مگر محمدؐ رسوؐل کی پوزیشن میں ایک مرحلہ ہے تو محمدؐ علیؑ کی پوزیشن میں یعنی حالت امامت میں دوسرا مرحلہ ہے۔ ذرا مسٹر مجتہدین اور مشرکین کا چہرہ تو دیکھیں ناراض تو نہیں ہو رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں تک مجتہدین اوران کے شرک کی کافی مٹی پلید ہوچکی ہے۔ اور اُن کا مجسمہ کفر وشرک ہونا واضح ہوگیا ہے۔

40۔ صفاتِ خداوندی اور مجتہدین کے لئے محمدؐ وآل محمدؐ کے احکام

گفتگو مسٹر ڈھکو کے انکار حدیث پر ہورہی تھی۔ بات کا رُخ وہاں سے بدل گیا جہاں ڈھکو نے احادیث کے انکار کے ساتھ معراج کے معاملہ میں تمام مومنین کو مشرک، شیخی اور مفوضہ قرار دے دیا اور علماء وعوام بلکہ پنجاب کے تمام موجودہ وسابقہ شیعوں کو بھی لپیٹ لیا۔ اور چند مجتہدین کے قلم سے شیعوں کو مشرک وباطل پرست لکھ دیا۔ اُدھر جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کا معراج کے دوران آسمانوں اور عرش پر موجود ہونا ٹھکرا دیا۔ اِدھر آنحضرتؐ اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے تمام انسانوں پر شہید ہونے کا انکار کردیا۔ اور حاضر وناظر کا ھوّا دکھا کر یہ کہہ دیا کہ وہ حضرات ساری دنیا کے تمام انسانوں کے اعمال وافکار پر شہید نہیں ہوسکتے ورنہ اُن کو بھی خدا کی طرح حاضر وناظر ماننا ہوگا اور یہ خالص شرک ہے۔ قارئین نے دیکھا کہ گذشتہ ہر عنوان میں بار بار اور طرح طرح سے مسٹر ڈھکو اور مجتہدین، انکار حدیث، قرآن میں تغیر وتبدل اور اللہ کی صفات کے غلط استعمال سے مشرک بلکہ مجسمہ شرک ثابت ہوچکے ہیں۔ اب ہم سب سے پہلے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کے الفاظ یا قرآن میں مذکورہ اللہ کی صفات کو بجنسہٖ تسلیم کرنا اوران میں مجتہدانہ تبدیلی نہ کرنا کیوں ضروری ہے؟

(الف) اللہ نے اپنے لئے وہ صفات کیوں استعمال کیں جو مجتہدین اور ابلیس کو ناپسند ہیں۔

دُنیا کے عقلا آج تک اللہ کے وجود پر مشکوک چلے آرہے ہیں۔ اور بدقسمتی سے اس بے یقینی اور شک وشبہ کا سبب خود اُن کی اپنی عقل بن گئی ہے۔ جن لوگوں نے خدا کا وجود ماننے سے انکار کیا اور اُن میں کثرت ان لوگوں کی ہے جن کو مجتہدین اور نظام اجتہاد کے پیش کردہ اُس تصور کا انکار ہے جو انہوں نے خدا کے لئے ساری دنیا میں پھیلایا۔ یعنی ایک جابر وقہار وظالم ہستی جسے جائز وناجائز وحق وباطل اور اچھے بُرے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ دل چاہے تو یزید (لعین) وابن سعد (لعین) ایسے ظالموں اور شورش پسندوں کو جنت میں بھیج دے۔ ناراض ہو تو تمام نیک اور پارسا انسانوں سے جہنم کو بھر دے۔ جو ہر جابر وظالم کو حکومت عطا کردے۔ جو حق داروں کو جب چاہے محروم کردے۔ جو ہر گناہ اور ہر قتلِ عام کا ذمہ دار کہلائے۔ حق وناحق کو دیکھے بغیر جسے

چاہے ذلیل وخوار کرڈالے اور جس کے سر پر چاہے تاج رکھ دے۔ جو یزید ومعاویہ کا پسندیدہ خدا ہو۔ جو نظام اجتہاد کا حکم مانتا ہو۔ جو غلط کاروں اور خطا کاروں کو اُن کی غلطیوں اور خطاؤں پر ثواب عطا کرے۔ جہاں قہر وغلبہ ہمہ گیری کی بنا پر دلیل حکومتِ خداوندی ہو۔ جہاں کثرت الناس دلیل حق ہو۔ جہاں قاتل ومقتول دونوں جنت میں جاسکیں۔ جہاں بڑے بڑے قومی لیڈروں پر تنقید جرم ہو۔ جہاں دلیل وبرہان بے معنی ہوں۔

(ii) منکرین خداوندی کی دوسری قسم وہ ہے جنہوں نے مذکورہ مذہب کے نام پر فسادات ،قتل عام ،نوع انسان کا استحصال کرنے والوں کے خلاف محاذ بنایا۔ مصلحتاً خدا کے وجود کا انکار کیا اور دنیا سے سرمایہ داری، اجارہ داری اور طبقہ واریت کو فنا کردینے کی کاروائی شروع کی اور اس مقصد میں رکاوٹ ڈالنے والے قوانین ومذاہب کو نظرانداز کردیا۔

(iii) جن لوگوں نے خدا کے وجود کا عقلاً اقرار کیا وہ بھی دو قسم کے ہیں۔ کچھ وہ علماء وعقلا ہیں جو اللہ کو ایک بے شعور اور مستقل قانون کی صورت میں مانتے ہیں، وہ دعائیں مانگنے اور عبادت کرنے کے قائل نہیں۔ اس لئے کہ قانون نے جو کچھ طے کردیا ہے وہی ہوکر رہے گا۔ یعنی اللہ نے مقدرات کا فیصلہ کردیا ہے۔ اب کسی انسان کی مجال نہیں کہ اُس کے خلاف کرسکے۔ اِسی تصور کو مجتہدین نے مذکورہ مذہب میں اور اہل مذہب میں پھیلا کر تمام گناہ اور برائیاں خدا کے تیار کردہ مقدر کے سر تھوپ دیں۔ یہی تصور ہے جسے یہودیوں نے یہ کہہ کر پیش کیا کہ خدا جو چاہتا تھا اس کے فیصلے کر کے ہاتھ باندھ کر بیٹھ گیا ہے۔ اُن سب کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت کوئی شخص قتل کیا جارہا ہے، بے بس ہے، بے قصور ہے، اُس کے چھوٹے چھوٹے بچے اور زوجہ رورہے ہیں، منتیں کررہے ہیں، قانونی اللہ، عقلی خالق اُس وقت نہ کوئی رحم محسوس کرتا ہے۔ نہ اُس کے پاس دل ہے کہ اُس میں دکھ درد ہوتا ہو یا ظالم پر غصہ آئے اور اُس کو راستے سے ہٹانے کا کوئی انتظام کرسکے ایک ہی وقت میں کچھ لوگ بارش ہونے کی دعا مانگتے اور اُسی وقت کچھ لوگ بارش کے نہ ہونے کے لئے گڑگڑا کر التجا کررہے ہیں۔ عقلی اور قانونی اللہ اُن دونوں قسم کے لوگوں کے نفع اور نقصان کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرسکتا۔ وہ کائنات کی مشین چلائے چلا جارہا ہے۔ وہ قانون کے خلاف کوئی کام نہیں کرسکتا۔

(IV) قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ مندرجہ بالا طرزِ عمل سراسر غلط نہیں ہے۔ بلکہ اُن تمام تصورات میں ہر فیصلہ کی بنیاد حق پر ہے۔ اور پھر اُس حق میں اجتہادی یا ابلیسی قانون کے ماتحت باطل کی آمیزش کر کے اُسے مذہب حقّہ اور اللہ کے مقابلہ میں لایا گیا ہے تاکہ اللہ کو ماننے والے بھی اور اُس کے منکر بھی اسلام کو کفر میں تبدیل کرڈالیں۔ اور یہ مذاہب جو اس وقت مختلف

ناموں سے آپ کے سامنے ہیں اسلام نہیں کفر ہیں۔

(7) محمدؐ و آلِ محمدؑ کا اللہ، تمام انسانی جذبات کا خالق اور ربّ العلیم ہے

جن آیات واعتراضات کو ہم نے نظامِ اجتہاد کا منہ بند کرنے کے لئے لکھا تھا اب اُن کا صحیح جواب اور اسلامی توحید کی بنیاد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ آپؑ اُس آیت کی تفسیر فرما رہے ہیں جس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

۔''جب اُن لوگوں نے ہمیں حالت افسوس ورنج میں ڈال دیا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا۔ امامؑ نے وضاحت کی کہ یقیناً اللہ کی جلیل اور معزز ہستی ہماری طرح سے افسوس اور رنج میں مبتلا نہیں ہوسکتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اپنی ذاتی نمائندگی کے لئے اپنی طرف سے اپنے مستقل وہم آہنگ رہنے والے دردمند حاکم پیدا کئے ہیں۔ (اولیاء کا حقیقی مفہوم) اور اپنی طرف سے مخلوق کو مخاطب کرنے اور اپنے وجود و قدرت وعلم پر ثبوت اور دلیل بن جانے کی پوزیشن میں رکھا ہے۔ یہ سبب ہے جس کی وجہ سے وہ اولیاء اُس نمائندگی کے لئے موزوں بنائے گئے ہیں تاکہ وہ جذباتی کیفیات ومخاطبات اللہ کی وحدانیت پر اُس طرح اثر انداز نہ ہوں جیسا کہ افسوس ورنج وغم وغصہ مخلوق پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور جو کچھ کہا گیا ہے وہ معنی و کلام خداوندی سے ثابت ہیں اللہ نے (حدیث قدسی میں) فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی ولیؑ کی توہین کی تو یقیناً اُس نے مجھے دعوت جنگ کے لئے للکارا اور (قرآن میں) فرمایا کہ جس نے محمدؐ کی اطاعت کی وہ اللہ ہی کی اطاعت ہے (۴/۸۰) اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ آپؐ

عن ابی عبداللّٰہؑ فی قول اللّٰہ عزّوجلّ:''فلما اسفونا انتقمنا منھم ''۔فقال: ان اللّٰہ عزوجل لایاسف کاسفنا ولکنّہ خلق اولیآء لنفسہٖ لانہ جعلھم الدّعاۃ الیہ والادلاء علیہ ۔فَلِذٰلک صاروا کذلک ۔ولیس ان ذلک یصل الی اللّٰہ کمایصل الی خلقہٖ ۔ لکن ھذا معنی ماقال من ذلک۔وقد قال (فی حدیث قدسی)من اھان لی وَلِیاً فقد بارزنی بالمحاربۃ ودعانی الیھا'' ۔وقال۔''ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ ''۔(۴/۸۰) وقال: ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ یداللّٰہ فوق ایدیھم (۴۸/۱۰) فکل ھذا وشبھہ علی ماذکرتُ لک ۔وھکذا الرضا والغضب وغیرھما من الاشیآء مما یشاکل ذلک ۔ولو کان یصل الی اللّٰہ الاسف والضجّر وھوالذی خلقھما وانشاء ھما؟لجاز لقائلٍ ھذا ان یقول، ان الخالق یبیدیوماًما،لانّہ اذا دخلہ الغضب والضجر دخلہ التغیر واذا دخلہ التغیر لم یؤمن علیہ الابادۃ۔ ثم لم یعرف المکوّن مِنَ المکوّن ولا القادر من المقدور علیہ ولا الخالق من المخلوق ۔تعالی اللّٰہ عن ھٰذا القول علوًّا کبیراً ۔ بل ھوالخالق للاشیاء لا لحاجۃٍ ۔فاذا کان لا لِحاجۃٍ استحال الحدّ والکیف فیہ ۔فافھم انشاء اللّٰہ تعالی ۔

سے بیعت کرتے ہیں وہ حقیقتاً اللہ سے ہی بیعت کرتے ہیں اُن کے ہاتھوں پر اللہ ہی کا ہاتھ ہوتا ہے (۴۸/۱۰) لہٰذا افسوس ورنج ومسرت اور دیگر تمام ہی جذبات وانسانی کیفیات یا اُن سے مشابہ دوسرے حالات ومخاطبات جو میں نے تم سے بیان کئے خواہ غضب ہو یا دل تنگ ہونا ہو یا دوسری اسی قسم کی چیزیں ہوں جو توحید کے سمجھنے میں مشکلات یا اُلجھن پیدا کرتی ہیں۔ یہ سب باتیں اُن نمائندگان خدا (اولیا) سے متعلق ہیں اور اگر کہیں یہ سمجھ لیا جائے کہ افسوس وغیظ وغضب اور رضامندی وناراضی اللہ پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں تو ایسا عقیدہ رکھنے والے کو یہ بھی جائز ہوگا کہ وہ یہ کہہ دے کہ ایک نہ ایک دن اللہ نیست ونابود ہوجائے گا۔ (یا آہستہ آہستہ قسطوں پر گھٹتا مٹتا چلا آرہا ہے) اس لئے کہ اللہ پر غیظ وغضب اور دل تنگ ہونا واقعی اثر انداز ہوجائے تو اس کے نتیجہ میں یقیناً اللہ میں تغیر وتبدل کا ہونا لازم ہوگا۔ اور جب اللہ میں تغیر وتبدل ہونا مان لیا تو وہ نیستی اور فنا سے امان ونجات نہیں پا سکے گا۔ اس عقیدے کو ماننے والا نہ تو کائنات کو سمجھا نہ اُسے کائنات کے خالق کا تعارف ہوا۔ نہ اُسے یہ پتہ چلا کہ قادر اور قدرت کیا ہے اور نہ یہ کہ قدرت کے ماتحت کیا کیا چیزیں ہیں۔ نہ وہ خالق کو سمجھا نہ اُسے مخلوق کی معرفت حاصل ہوئی۔ اس لئے کہ جذبات وصفات وکیفیات وغیرہ تو اللہ کی مخلوق ہیں۔ اُس نے اُن کو پیدا کیا اور اپنی صاحب قدرت وارادہ مخلوق کے اندر اُن کی نشو ونما کی ہے۔ اِن مخلوق کی صفات وجذبات کو خالق کائنات سے وابستہ کرنا غلط تصور ہے۔ اللہ ایسے عقیدے سے مبّرا ومنزّہ اور بزرگ وبرتر ہے۔ اس لئے کہ وہ تو تمام چیزوں کا ایسا خالق ہے کہ اُن میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں اور ایسا خالق جو مخلوق کا محتاج نہ ہو اُس پر حد بندی اور کیفیات کا اطلاق ودخل ناممکن ہے۔ لیکن حقیقی صورت حال یہ ہے کہ ہم اولیا ونمائندگان خداوندی اللہ کے لئے مذکورہ جذبات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم افسوس کرتے ہیں اور رضامندی وناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم مخلوق ہیں اور ربوبیت کے محتاج ہیں۔ لہٰذا اللہ نے ہماری رضامندی کو اپنی رضامندی کے لئے اور ہمارے ناراض ہونے کو اپنی ناراضگی کے اظہار اور تدارک کے لئے اختیار فرما رکھا ہے (یعنی ہم وہ بولتے چالتے محسوسات ومشہودات کے مجسم آلات ہیں جن کے ذریعہ سے مخلوق کی حاجت روائی اور نظام عالم چلتا ہے) اے مخاطب اس صورت حال اور توحید کو خالص رکھنے کی شرائط کو سمجھ لے۔ انشاءاللہ ہدایت یافتہ ہوجائے گا''۔

(ب) محمدؐ وآل محمدؑ کی پوزیشن کو دشمنانِ انبیاءؑ، ابلیس وطاغوت نے بدل کر رکھ دیا

اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ نہ تو خدا کا پیٹ ہے نہ اُسے بھوک لگ سکتی ہے۔ اور جب بھوکا رہنے کا اُسے کوئی تجربہ نہیں تو اُس نے بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی بچہ کے لئے دودھ کیوں پیدا کیا؟ حضرت آدمؑ کو زمین پر بھیجنے سے پہلے ہی زمین پر وہ تمام سامان کیوں فراہم رکھا جس کی ضرورت آدمؑ کو ہر قدم پر پڑنے والی تھی؟ نہ اللہ کو دوا اور غذا کی احتیاج ہے۔ نہ اپنی ترقی اور قوت وقدرت کے اضافہ کے لئے خوراک ومتعلقات سے کام لینا تھا۔ اُسے یہ کیسے معلوم ہوا کہ مخلوقات کی نشو ونما وترقی کے

لئے اُن تمام چیزوں کی ضرورت پڑے گی جو اُس نے پیدا کی ہیں یہ اور ایسے ہزاروں عملی سوالات ہیں جن کا عملی اور عقلی اور اطمینان بخش جواب مندرجہ بالا بیان کے بغیر نہ کسی مجتہد سے ممکن ہے۔ نہ کسی متکلم اور خاطی عالم کی مجال ہے کہ وہ اس موضوع پر ایسا جواب دے سکے جو آج اس دور میں درکار رہے۔ اس قسم کے جواب اب بکواس کہلاتے ہیں مثلاً :۔

(i) اللہ کے معاملات میں زیادہ نہ سوچو بس جو کہا ہے مانتے جاؤ۔

(ii) اللہ کی باتیں اللہ ہی جانے اسے ہر طرح کی قدرت ہے وہ جو چاہے کرے اور جس طرح چاہے کرے بندوں کا غور و خوض کرنا شرک ہے۔

(iii) یہ تمام باتیں متشابہات میں داخل ہیں اُن کو سمجھنا مفسدوں اور فتنہ انگیزوں کا کام ہے۔ مومن کو زبان بند رکھنا چاہیئے۔

(IV) جو باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں اُن سے ہمارا کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔

(V) قیامت میں اِن باتوں پر نہیں بلکہ نماز روزہ اور حج وزکاۃ پر سوال ہوگا۔

یہ وہ تعلیم تھی جو جاہل رہنماؤں نے اس لئے اُمت میں پھیلائی کہ وہ اپنی جہالت پر پردہ ڈال سکیں اور یہ پتہ نہ چلنے دیں کہ وہ قرآنی علوم سے محروم و جاہل ہوتے ہوئے اللہ و رسولؐ کے جانشین بن بیٹھے ہیں۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے یہ اعتقاد پھیلایا کہ جو بھی حاکم بنتا ہے وہ منجانب خدا حاکم ہوتا ہے اور یہ کہ حاکم کے خلاف سوچنا اور اُس کے خلاف اٹھنا اُس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ نماز و روزہ و حج وزکوٰۃ سے نہ روکے۔ چنانچہ اس قسم کے حاکموں نے کبھی نماز وغیرہ سے نہیں روکا۔ اور نمازوں کی آڑ میں ہر وہ کام کیا جو اسلام میں کسی طرح جائز نہ تھا۔ اُسی قسم کے نمازی میدان کربلا میں موجود تھے۔ یہ علیؑ و خاندان علیؑ پر لعنت و تبرا کرتے ہوئے نماز پڑھتے تھے۔ اسی قسم کے حاکم اور مسلمان رعایا تھی جس نے مندرجہ بالا پانچ باتوں کو سہولت کے لئے اپنا شعار بنالیا تھا۔ اُن ہی میں وہ لوگ تھے جو حالتِ جنابت میں عورتوں سے پیش نمازی کے فرائض ادا کرالیا کرتے تھے اور ایسے لوگ تھے جو اس قسم کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے انہوں نے :۔

؎ بروزِ حشر کہ جان گداز بود اولین پُرسش نماز بود

پر کماحقہ عمل کیا۔ یہی وہ نماز و روزہ اور حج وزکوٰۃ ہے۔ جس پر مجتہدین نے ہمیشہ ہی بڑا زور دیا ہے۔ چونکہ یہ نماز اُن کے باطل مقاصد میں کام آنے والا سب سے مضبوط اور دو دھارا ہتھیار رہے۔ اللہ اکبر کا نعرہ مار کر کسی کا گھر جلوا دینا کسی خاندان یا قبیلہ کا قتل عام کرا دینا پورے مدینہ طیبہ کی عورتوں کی عصمت اور باشندگانِ مدینہ کی دولت کا لوٹ لینا تاریخ کے دامن میں اُبھرا ہوا داغ ہے۔ وہ نمازی ہی تھے جنہوں نے خانہ کعبہ پر گولہ باری کرکے اُسے جلا دیا تھا۔ مسلمانوں کی تاریخ میں بڑے بڑے تمام

زانی نمازی تھے۔تمام ڈاکونمازی تھے۔اورلوگوں کوایسا نمازی بنانے کے لئے اُنہوں نے ساری دنیا میں دوڑ دھوپ کی۔زمین کوفساد سے لبریز کردیا۔لاکھوں بے گناہوں کوتلوار کے گھاٹ اتار دیا۔زمین کو ہزاروں من خون پلا دیا۔خون کے دریا بہانے کی مَنّتیں مانیں اوراُن کے خدانے منتوں کو پورا کیا اورانہوں نے اپنی مَنّت کوخون کی ندّی بہا کر عملاً پورا کیا۔قرآن کریم نے اِس ابلیسی اورمشرکانہ ذہنیت کے نمائندہ کے متعلق پہلے ہی یہ پیشین گوئی فرمادی تھی کہ رسولؐ اللہ کے مخاطبین میں ایک ایسا شخص تھا جس نے اللہ کی ساری رضااورخوشنودی کواپنی ذات اوراُس کے تمام متعلقات کواللہ کے ہاتھ فروخت کرکے اپنی ملکیت میں لے لیا تھا(۲/۲۰۷)اوراُس شخص کے منصوبے سے اللہ کے دین کومحفوظ رکھنے کے لئے ذبح عظیم اور مسلسل قربانیوں کاٹھیکہ لے لیا تھا۔جوحاکم بننے کے بعد ساری زمین میں فساد پھیلانے اورمخصوص کھیتی اورمخصوص نسل کوتباہ وبربادکرنے کا سلسلہ شروع کرے گاعلامہ رفیع الدین کا ترجمہ ملاحظہ کریں:۔

وَاِذَاتَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰہُ لَایُحِبُّ الْفَسَادَO(۲/۲۰۵)

۔’’اورجب حاکم ہوتاہے(یاہوگا)کوشش کرتاہے بیچ زمین کے توکہ(تاکہ)فساد کرے بیچ اُس کے۔اورہلاک کرے کھیتی کو۔اورجانوروں کواوراللہ نہیں دوست رکھتا فسادکرنا‘‘۔(مترجم قرآن صفحہ۳۴)

ساری دنیا جانتی ہے کہ نسل کے معنی اردو میں جانورنہیں۔یہاں رسولؐ اللہ کی کھیتی اورنسل کا ذکر ہے۔بہرحال مذکورہ پانچ باتیں بتاکرلوگوں کوآل محمدؐ سے قرآنی علوم حاصل کرنے سے روکا گیا۔حالانکہ ساری امت کوقرآن سمجھنے اوراُس کے ماتحت زندگی گزارنے کاحکم دیا گیا تھااوریہ تقاضا کیا گیا تھا کہ ہروہ بات جوتمہیں یعنی ساری امت کومعلوم نہ ہواُن لوگوں سے معلوم کرلیا کرو جواہل الذکرؑ یااُردومیں جورسولؐ اللہ کے اورقرآن کے اہل ہوں۔یعنی قیامت تک رسولؐ وقرآن کے ایسے اہل ہمیشہ اورہرلمحہ موجودرہیں گے جوپوری امت کو ہروہ بات بتائیں گے جوساری امت کی علمی دسترس سے باہرہو۔لیکن اُن لوگوں کے بقول شیطان غالب آ گیا تھا۔اوراسی بناپررسولؐ اللہ کامسلک چھوڑکر مذکورہ بالا ذہنیت سے دوستی کرلی تھی اورساری قوم کوقرآن واہلِؑ قرآن سے دورلے گیا تھا۔خودگمراہ ہواتھااورگمراہ کن مسلک جاری کرکے رسولؐ اللہ کی شکایت کاسبب بنا تھا(۲۷۔۲۵/۳۰)
قرآن کریم نے ابلیس اورمجتہدین کے منصوبے کا ہر اصول ریکارڈ کیاہے۔بہرحال اہل الذکر صلوٰۃ اللہ علیہم موجود تھے، موجود ہیں اورہمیشہ موجودرہیں گے۔دریافت کرنے والوں کواُنہوں نے اُن کی عقل وفہم کے مطابق جہاں اسلام کے دیگر مسائل بتائے وہاں مسئلہ توحید کوبھی اسی طرح واضح کردیا کہ بچے اوران پڑھ لوگ سمجھتے چلے آئے اوریہی وہ توحید پرست لوگ تھے۔جنہوں نے دشمنوں کی کھچی رہنے والی اورخونخوارتلواروں،فوجوں اوردولت وکثرت کے سامنے سرنہ جھکایا۔یہ مشرک گروہ اُن ہی مومنین کومشرک کہہ کرڈرانا چاہتاہے۔اُن سے کہہ دوکہ اگرہم مشرک ہیں توتم کیوں ڈرتے ہو؟ہم اپنے اِس شرک سمیت

جنتی ہیں اور تم اپنی توحید میں لپیٹ کر جہنم میں پھینکے جانے والے ہو۔

قارئین یہ بات کبھی نہ بُھولیں کہ مجتہد خواہ شیعوں میں ہو یا اہلسنت میں رہتا ہواُن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے بھی کہ علمائے اہلسنت وعلمائے شیعہ دونوں متفقہ طور پر محمدؐ وآل محمدؑ کو تعارف خداوندی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اُن کو باعث تخلیق کائنات قرار دیتے ہیں اور اُن کا ایمان ہے کہ ان حضراتؑ کی صفات وعادات کو دیکھ کر ہی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ خدا موجود ہے۔ اُسے کیا پسند ہے؟ کیا ناپسند ہے؟ وہ کیا چاہتا ہے؟ اس لئے ایک اہلسنت شاعر نے فرمایا تھا کہ:۔

؎ اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

یعنی جو کچھ بندوں کی ضروریات وجذبات وکیفیات ہیں اُن کو بندہ ہونے کی صفت کی بنا پر کماحقہ سمجھتا ہے اور اُدھر اللہ سے انتہائی قربت اور وہ سامان رکھتا ہے جس کے ذریعہ سے خالق کی منشاء ومراد سمجھتا ہے اور دونوں طرف سے جو کچھ پیش آتا ہے خالق ومخلوق کے لئے واضح صورت میں سمجھنے اور عمل کرنے کا وسیلہ ہے۔ اگر یہ موجود نہ ہوں تو خالق کا مخلوق سے اور مخلوق کا خالق سے کوئی قابل فہم ومفید تعلق ناممکن ہے۔ لہٰذا ہر وہ بات خالق حقیقی کو ناپسند ہے جو محمدؐ وآل محمدؑ کو ناپسند ہو، ہر وہ فعل گناہ ہے جو اُن حضراتؑ کی طبیعت کے خلاف ہو، اگر اللہ کو دیکھنا ہو تو انؑ کو دیکھو۔ اُسے سمجھنا ہو تو اُنہیںؑ سمجھ لو، اُس کی اطاعت، انؑ کی اطاعت ہے۔ اُس کا قول انؑ کا قول ہے۔ اِنؑ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ اللہ کی منشاء اِنؑ حضرات کی منشا ہے۔ اِنؑ کے خلاف دل میں خیال آنا جہنم واجب کرتا ہے۔ اُن کے حضور میں جائز بلند آوازی بھی تمام اعمال حسنہ کو ضائع کر دیتی ہے۔ اُن سے منسوب بات یا حدیث کو قبول نہ کرنا مشرک وکافر بنا ڈالتا ہے۔ اور ڈھکوا اینڈ کمپنی کھلی کافر ومشرک وملعون ثابت ہے، اور اگر وہ مشرک بننا نہیں چاہتے تو یہ مان لیں کہ:۔

<u>(ج) محمدؐ اور آئمہ اہلبیتؑ ہی اللہ کی آنکھیں، ہاتھ، چہرہ اور زبان وغیرہ ہیں</u>

اگر مجتہدین واقعی اللہ کو تمام کائنات پر ایسا شہید مانتے ہیں جو اپنے جسم کے ساتھ ہر جگہ موجود یعنی حاضر ہو۔ اور اپنی پوری بصیرت وعقل وحواس وادراک کے ساتھ ہر جگہ پورا پورا موجود ہو تو اُنہیں لازم ہے کہ یا تو یہ ثابت کریں کہ:۔

(i) خدا کا جسم ہے؟ اور وہ اپنے جسم کے ساتھ سارا کا سارا سرگودھا اور کراچی وغیرہ مقامات پر اور چیونٹی کے سوراخ میں اور پرندوں کے گھونسلوں میں کیسے موجود ہے؟ یعنی اللہ کا جسم کس طرح سے اس قدر چھوٹا اور کائنات کی وُسعتوں سے بڑا ہو کر بھی پورا رہتا ہے تاکہ ہم اُسے بذاتہٖ بنفس نفیس ہر جگہ پورا پورا حاضر بھی مانیں اور سائز (Size) وجسامت میں تغیر اور حرکت بھی نہ ہونے پائے؟ لہٰذا سُنو جن معنی میں تم اللہ کو ہر جگہ حاضر کہتے ہو یہ شرک اور فریب ہے۔ اس طرح حاضر رہنے والا صرف مخلوق ہو سکتا ہے اللہ ہرگز متغیر نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کے سائز میں کمی بیشی مانی جا سکتی ہے نہ کوئی جگہ اُسے کھپا سکتی ہے۔

(ii) پھر یہ ثابت کرو کہ وہ چھوٹا اور بڑا، لمبا اور کوتاہ، موٹا اور پتلا، جماد وسیال، ٹھوس اور کھوکھلا ہو جانے والا اللہ کیا ناظر بننے کے لئے نظر رکھتا ہے؟ اُس کی آنکھیں ہیں؟ حواس خمسہ ہیں؟ قلب و دماغ ہیں؟ فہم و فراست اور یاد رکھنے کے لئے حافظہ ہے؟ اور اگر یہ سب سامان اللہ کے پاس نہیں ہے تو سنو کہ جیسا ناظر تم سمجھتے ہو اللہ ویسا ناظر بھی نہیں ہے۔ اور حاضر کی طرح ناظر بھی کوئی مخلوق ہی ممکن ہے۔ اللہ نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ جس حاضر و ناظر کا ھوّا دکھا کر بے وقوف اور سادہ لوح علماء کو ڈراتے اور اپنا ہم خیال بتاتے رہے ہیں۔ اور جس کے ماننے کو شرک باللہ کہتے رہے ہو وہ بھی اُلٹا تمہیں مشرک ثابت کرتا ہے۔ یعنی تم اللہ کو مخلوق کی ممکنہ صفات سے ملوث کر کے کافر و مشرک رہتے چلے آئے ہو۔ یقین نہ ہو تو سُنو اور دل چاہے تو ایمان لے آؤ۔

(iii) اللہ کے حاضر ناظر ہونے کی مومنانہ اور اسلامی صورت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ "کہ یقیناً اللہ نے ہمیں خلق فرمایا اور ہماری تخلیق کو موزوں و حسین بنایا۔ پھر ہمیں صورت عطا کی اور صورت کو موزوں و خوب تر بنایا۔ اور ہماری تخلیق اور صورت کو ایسا موزوں کیا کہ اُس نے ہمیں اپنے بندوں پر نظر رکھنے کے لئے اپنی آنکھ بنالیا۔ اور اپنی مخلوقات کو مخاطب کرنے کے لئے اپنی زبان بنالیا۔ اور اپنے بندوں کے لئے ہمیں اپنا وہ ہاتھ بنالیا جو تمام بندوں پر رحمة اور مہربانی کیلئے پھیلا رہے اور ہمیں اپنے لئے وہ بنیادی وجہ قرار دیا جس کے ذریعہ سے عطیات و ضروریات مخلوق تک

ان اللّٰہ خلقنا فاحسن خلقنا وصورنا فاحسن صورنا وجعلنا عینه فی عباده ولسانه الناطق فی خلقه ویده المبسوطة علی عباد ه بالرافة والرحمة ووجهه الذی یوتی منه وبابه الذی یدل علیه و خزانه فی سمائه وارضه .بنا اثمرت الاشجارو اینعت الثمار وجرت الانهاروبناء ینزل غیث السماء وینبت عشب الارض وبعبادتنا عبداللّٰہ ولو لا نحن ماعبداللّٰہ "(کافی کتاب التوحید)

پہنچائی جائیں۔ اور ہمیں اپنا وہ دروازہ بنالیا جس سے اللہ کے وجود و نعمات پر **ثبوت اور دلیل قائم** ہو۔ اور ہمیں آسمانوں اور زمینوں میں اپنے تمام خزانوں کا **نگران و محافظ بنادیا۔** درختوں میں پھل ہمارے ذریعہ سے لگتے ہیں۔ اور پک کر اپنے موزوں رنگ اختیار کرتے ہیں۔ اور دریا و نہریں جاری رہتی ہیں۔ بارشوں کا برسنا اور زمین سے مختلف نباتات کا پیدا ہونا ہمارے ذریعہ سے ہے۔ تمام مخلوقات نے ہماری عبادت سے اللہ کی عبادت شروع کی۔ اگر ہمیں پیدا نہ کیا ہوتا تو اللہ کی عبادت شروع ہی نہ ہوئی ہوتی"۔ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھ کر آگے چلیں۔

(IV) اگر کسی نے اللہ کو شہید عَلَی الخلق ماننا ہے تو محمدؐ پر ایمان لائے

شیعہ حضرات سُنیں کہ آپ کی کتاب کافی کے مولف حضرت محمد یعقوب کلینی رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۲۹ ہجری میں ہوئی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ وفات سے کہیں بہت پہلے لکھی جا چکی تھی۔ کتاب کے نام اور علمائے حقہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ

کتاب کافی سرکار حجۃ العصر والزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملاحظہ سے گذری اور حضورؑ نے ہی یہ کہہ کر یہ نام تجویز فرمادیا کہ ''کافی لِشیعَتِنا ''یہ ہمارے شیعوں کے لئے ''کافی '' ہے الغرض یہ کتاب تقریباً گیارہ سو سال سے ہمارے مذہب کی بنیاد رہتی چلی آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کم از کم شیعہ مومنین تو اُن احادیث کو بخوشی تسلیم کریں گے جو ہم نے ابھی ابھی کافی (کتاب التوحید) سے پیش کی ہیں۔ رہ گئے مجتہدین تو ان کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ اگر محمدؐ وآل محمدؐ کی کسی ایک بات یا ہر ایک بات کا انکار کردیں تو قابل تعجب نہیں۔ بہرطور یہ حدیث تو یہ بتاتی ہے کہ اللہ کا ہر چیز پر شہید ہونا اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا وغیرہ محمد اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی وساطت سے ممکن ہوا ہے ورنہ اللہ پر حقیقی معنی میں لفظ شہید کا اطلاق ناممکن اور ناپسندیدہ ہوتا۔ پھر اس حدیث سے انسانوں ہی کو نہیں بلکہ تمام مخلوق کو ان کی ربوبیت کا ہر سامان (رزق) روز ازل سے اُن ہی حضراتؑ کی معرفت ملتا چلا آیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر قسم کا رزق پیدا بھی اُن ہی کے وسیلے سے ہوتا ہے۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ کے ہاتھ ہیں۔ اللہ کی آنکھیں ہیں۔ اللہ کی زبان ہیں۔ لہٰذا ہر وہ چیز اور ہر وہ کام جس کا تعلق اللہ کے ہاتھ یا آنکھ یا زبان یا وجہ یا باب سے ہو اُس کے لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ چیز یا وہ کام اُن حضرات نے بنائی ہے۔ وہ کام محمدؐ وآئمہ اہلبیت علیہم السلام نے کیا ہے یا کرتے ہیں۔ ذرا ڈھکو سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو اللہ کے خزانے ہیں۔ اُن کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا اور اُن کو حقدار مخلوق پر صرف کرنا وہ حجتِ خداؑ کیسے انجام دیگا جو مکہ یا مدینہ کی مسجد میں بیٹھنے پر مجبور ہو؟ اُس سے کہو کہ محمدؐ وعلیؑ ہوں یا اُن کی اولاد کے دیگر امامؑ ہوں اُن کے لئے عرش وفرش اور سماوات اور فضائیں حارج نہیں بلکہ مددگار ہوتی ہیں۔ وہ تمہارے خود ساختہ منطق سے بہت ارفع واعلیٰ ہیں اور تمہارے رٹے ہوئے دقیانوسی قوانین اور قواعد کی گرفت وحدود سے باہر ہیں۔

(V) مجتہدین جسے ناممکن سمجھتے تھے وہ سب اُن کے سامنے ممکن ہے

ہم لکھ چکے ہیں کہ آج قرآن کی رُو سے خود ساختہ مذاہب کے تمام علماء عموماً اور نام نہاد اسلام کے علماء خصوصاً بنصِ صریح (۴۰۔۱۴۱/۷) کافر ومکذبِ قرآن ومعجزات اور جہنمی ثابت ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ اُنہوں نے سینہ تان تان کر ہمیشہ آیات قرآن کو جھٹلایا اُن کے نزدیک آسمانوں سے گذرنا اور انسان کا فضا کی پنہائیوں کو پار کرنا ناممکن اور دیوانگی کی بات تھی۔ ایک آدمی کا ایک ہی وقت میں بہت مقامات پر موجود ہونا ایک مسخرہ پن تھا۔ دیواروں مکانوں اور پہاڑوں کی آڑ اُن کے لئے اُن کا خدا تھا۔ ہزاروں میل تو الگ ایک میل بھی آواز ونظر کا جانا ممکن نہ تھا۔ یہ چاند کو اپنا ماموں کہا کرتے تھے۔ انہوں نے اس کائنات کو ایک چھوٹا سا گاؤں سمجھ رکھا تھا۔ ان کے نزدیک یہ زمین چپٹی تھی اُن کے سر کے ساتھ ساتھ اُن کا سورج گھوما کرتا تھا۔ اُن کا رب اور اللہ کسی محلّہ کے چودھری سے بڑھ کر نہ تھا۔ رَبِّ المشارق والمغارب (۷/۴۰) کا ترجمہ اور تفسیریں پڑھو تو اُن علماء کی حماقتوں پر شرم آئے گی۔ اُن کا حال دیکھنا ہو تو کتاب ''ایک لاکھ حماقتیں'' پڑھنے کی چیز ہے۔ اس مخلوق کی طرف سے

اللہ کی عظیم الشان پوزیشن اور محمدؐ وآل محمدؑ کا مقام بلند اگر مجروح ہوجائے تو کیا تعجب ہے۔ یہ مُشرک، شرک شرک اس لئے نہیں پکارتے کہ اُن کو شرک باللہ کی حقیقت اور معنی معلوم ہیں۔ بخدا لایزال یہ لوگ ہرگز شرک باللہ کو سمجھ کر نہیں کہتے۔ یہ تو اُس شرک کو بھی غالباً نہیں سمجھتے جس کی وجہ سے قریش اینڈ کمپنی کو مشرک کہا گیا تھا۔ یہاں اِس قدر سن لیں کہ رسولؐ اللہ کے زمانہ میں قریش اوراُن کی وجہ سے سارا عرب ایک کُھلا جنسی معاشرہ تھا۔ جس میں افلاطون کا تصوراتی نظام اشتراکیت اُبھر رہا تھا۔ اس میں ہر عورت ہر مرد کی زوجہ اور ہر مرد ہر عورت کا شوہر تھا۔ ہر بچہ پوری قوم کا بچہ ہوتا تھا۔ ماں بہن اور بیٹی کی کوئی قید نہ تھی۔ یہ تھا وہ شرک اور جنسی اشتراکیت جس کی بنا پر اُس معاشرہ کو مشرک معاشرہ قرار دیا ہے۔ اسلام کے سب سے بڑے دشمن کا نسب یوں بیان ہوا ہے کہ:۔

؎ بھائی یہ بھتیجا یہ+سگی سوت کا جایا یہ　　　جن یہ جایا اُن میں جائی۔ اُس کا باپ میرا بھائی (لاحول)

(VI) مجتہدین کو کافروں کی معراج وتحقیقات پر ایمان لانا پڑا

کتنے بدقسمت ہیں وہ نام نہاد مسلمان اور مجتہدین جنہوں نے اللہ کو اتنی قدرت کا مالک نہ مانا کہ وہ محمد مصطفٰیؐ اور علیؑ مرتضٰی کو جسمانی معراج کرا سکتا ہے۔ یا بیک وقت اُن دونوں کو عرش وفرش پر موجود رکھ سکتا ہے۔ اور مکہ یا مدینہ میں موجود ہوتے ہوئے انہیں ساری کائنات پر شاہد وشہید ومحافظ ونگران رکھ سکتا ہے۔ وہ نبوت وامامت پر ہی نہیں بلکہ خود اللہ کی حکمت وقوت کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ سینکڑوں آیات واحادیث نے واضح الفاظ میں اُن حقائق کی تفصیلات پیش کیں اُنہوں نے اپنی اس جاہلانہ عقل اور فرسودہ عقلی قوانین پر تو ایمان رکھا لیکن اللہ اور رسولؐ کے لامحدود علوم کو ٹھکراتے رہے۔ لیکن اللہ اور رسولؐ نے قیام امامت کے ذریعہ سے یہ انتظام کر دیا کہ مجتہدین بنی نوع انسان کے قتل عام اور لوٹ مار کے مسائل گھڑنے میں لگے رہیں اور قرآنی علوم نہایت خاموشی سے اُن لوگوں میں پھیل جائیں جو اُن ظالم وجابر حکومتوں کے دشمن اور کافر کہلاتے تھے۔ جن کی شان میں سورہ الروم نازل ہوئی تھی۔ رفتہ رفتہ سارا کرۂ ارض اُن علوم سے چمک اٹھا اور وہ وقت آیا جب خود اُن ظالم حکومتوں نے دنیا میں پھیلے ہوئے نئے اور پرانے علوم کو اپنی زبان میں ترجمہ کرانے کے لئے اپنے مُنہ بولے کافروں سے مدد لی۔ اُنہیں اپنے درباروں میں کرسیاں اور عہدے دیئے اور اُن کے لئے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ تاکہ ایک روز ساری دنیا کو دھوکہ دے کر یہ کہہ دیں کہ ہم نے دنیا میں تمدن اور علوم پھیلائے ہیں۔ اُنہوں نے ایک جھوٹی تاریخ لکھی۔ جھوٹی روایات کے انبار لگائے۔ ہر حقیقت کو مسخ کیا۔ لیکن ان تمام کوششوں کے بعد آج یہ حقیقت بے پردہ ہوگئی کہ مجتہدین اور اُن کی قیادت نے آج تک استنجے کے لئے بھی کوئی موزوں چیز ایجاد نہ کی اور آج بھی وہ نہایت بے شرمی سے قینچیاں لگاتے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اُن کا اور اُن کے تیار کردہ لوگوں کا دنیا کی بدترین اور پس ماندہ اور بھکاری قوم ہونا ثابت ہوگیا۔ آج وہ سر سے پیر تک اور گھر کے اندر سے لے کر باہر تک اپنے منہ

بولے کافروں کے رھینِ منت ہیں۔لباس سے لے کر آرائش وعیش کا تمام سامان کافروں کی ایجاد ہے۔وہ استعمال کر کے شکر گزار ہیں۔اب وہ ایمان لا چکے ہیں کہ انسان فضاؤں میں جاسکتا ہے۔اب وہ ان کافروں کو فضاؤں میں بلند ہوتے ہوئے لاکھوں میل دور سے دیکھتے ہیں اور اپنے کفر پر پھر بھی شرمندہ نہیں ہوتے۔اب وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ تصاویر خود بخود فضاؤں سے نہیں آسکتیں۔اب وہ دو کروڑ میل سے چاند پر اترنے والوں کو ہو بہو دیکھ کر اپنے قوانین نہیں بگھارتے۔خدا اُن ملعونوں پر لعنت کرے یہ آج بھی مسلمانوں کی گردنوں پر سوار ہیں۔آج بھی اُن میں اتحاد اُن کو ناپسند ہے۔یہ آج بھی مسلمانوں کو مشرک بنا رہے ہیں۔یہ اب بھی محمدؐ وآلِ محمدؐ کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں۔کافروں سے ہر قسم کی مدد مانگ رہے ہیں۔لیکن یداللہ سے مدد مانگنا یا علیؑ مدد کہنا آج بھی شرک بتا رہے ہیں۔یہ بہت جلد مان لیں گے کہ آدمی ایک جگہ بیٹھ کر جسے چاہے دیکھ سکتا ہے۔مگر یہ اس پر پھر بھی ایمان نہ لائیں گے کہ رسولؐ اللہ اور آئمہ علیہم السلام تمام مخلوقات کو ایک جگہ موجود رہ کر مسلسل دیکھ سکتے ہیں۔یعنی اُن کے مقدر میں شقاوت اور جہنم سے چھٹکارہ ہے ہی نہیں۔

(د) تمام انسانوں کے اعمال وافکار معصومینؑ کے سامنے رہتے ہیں۔

یہ حقیقت سامنے آجانے کے بعد کہ محمدؐ اور آئمہؑ کو اللہ نے اپنی دیکھنے والی آنکھیں اور کام کرنے والے ہاتھ اور بولنے والی زبان بنایا ہوا ہے۔اِس کی ضرورت نہیں رہتی کہ اب مسٹر ڈھکو کے جواب میں یہ دکھایا جائے کہ تمام انسانوں کے اعمال اُن حضراتؑ کے سامنے آتے ہیں۔اس لئے کہ جہاں تک اللہ دیکھ سکتا ہے وہاں تک یہ حضرات دیکھتے ہیں۔اور صرف انسان ہی نہیں بلکہ پوری کائنات اُن کے سامنے رہتی ہے۔لیکن آؤ اُس کاذب مجتہد کو ایک دو اور احادیث سُنا دیں شاید مان لے۔

قال ابوعبدالله علیه السلام مالکم تسوؤن رسولؐ الله ؟ فقال رَجُلٌ کیف نسوؤه ؟فقال :اماتعلمون انّ اعمالکم تعرض علیه فاذارای فیها معصیة ساءهُ ذلک فلا تسوؤارسولؐ الله وسرّوه ۔ (کافی کتاب الحجۃ باب عرض الاعمال)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم رسولؐ اللہ کے ساتھ ناپسندیدہ سلوک کرتے ہو؟ ایک شخص نے کہا ہم کیسے رسولؐ اللہ کے ساتھ برائی کر سکتے ہیں۔مطلب یہ کہ اب کہاں ہم اور کہاں رسولؐ اللہ؟ فرمایا کہ تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ تمہارے تمام اعمال اُن کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ جب وہ تمہارا گناہ دیکھتے ہیں وہ اُنہیں ناگوار گذرتا ہے۔چنانچہ تم ان سے برائی کے بجائے خوش ہونے والے اعمال بجالایا کرو۔

اس حدیث سے جہاں ڈھکو کی تکذیب ہوتی ہے وہاں اس کی تصدیق بھی موجود ہے۔یعنی آئمہ علیہم السلام کے دَور میں بھی مولانا ڈھکو کی قسم کے لوگ شیعوں میں موجود تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد اب اُن کا امت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اگر یہ شخص صرف اتنا بھی مانتا ہوتا کہ ہر سربراہِ اسلام کے روبرو انسانوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔تو یہ شخص امامؑ کی

بات کو اس طرح بھی سمجھ سکتا تھا کہ جعفر صادقؑ اُدھر سربراہ اسلام ہیں اُدھر کُلّنا محمدؐ کے اصول پر خود محمدؐ بھی ہیں لہٰذا اِن کا دیکھنا اُن ہی کا دیکھنا ہے۔ یعنی یہ شخص مسٹر ڈھکو کی طرح شیعہ ایمانیات سے قطعاً خالی تھا۔ اسی قسم کے لوگ تھے جو حکومتِ وقت کی طرف سے مامور کیے جاتے تھے۔ اور شیعہ جماعت میں اختلاف وانتشار پھیلانے اور معصومؑین کی تکذیب کا کام انجام دیا کرتے تھے۔ ان ہی لوگوں کی موجودگی کی بنا پر معصومین علیہم السلام پر لازم تھا کہ ایسے الفاظ کو کم از کم استعمال کریں جو نظام اجتہاد کی اصطلاحات اور مشہور کیے ہوئے عقائد اور اُن کے شرک و بدعت سے ٹکراتے ہوں۔ یا جنہیں حکومت سے براہ راست بغاوت کا بہانہ بنالیا جائے۔ ایسے ہی حالات میں وہ اقوال فرمائے ہیں جن کو مجتہدین حدیث میں اختلاف وتضاد بتاتے ہیں مثلاً فرمایا کہ:۔

(ہ) انسانوں کے اعمال ہر صبح پیش کیے جاتے ہیں

تعرض الاعمال علیٰ رسول اللّٰہ اعمال العباد کُلّ صباح ابرارھا وفجارھا وفاحذروھا۔ الخ

۔ ’’امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ پر ہر صبح کو نیک اور بدلوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں ذرا بچ کر عمل کیا کرو۔ وغیرہ‘‘۔ یہاں یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ صبح کے بعد تمام دن اور رات آپؐ کے سامنے کسی کے عمل پیش نہیں کیے جاتے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ جب لوگ اپنے اپنے مقام پر عمل کرتے ہیں اُس وقت رسول اللہ اُن اعمال کو نہیں دیکھتے بلکہ ڈھکو ذہنیت تو یہ کہے گی کہ بندوں کے اعمال بوقت عمل دیکھنا ناممکن ہے۔ اس لیے کہ محمدؐ انسان تھے۔ ایک وقت میں ایک ہی جگہ رہ سکتے تھے اور بندے تو ساری دنیا یا تمام آسمانوں اور زمینوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اُن سب کو ہر وقت دیکھنا ناممکن ہے۔

(و) انسانوں کے اعمال ہر رات اور ہر دن میں پیش کیے جاتے ہیں

اب ایک ایسا شیعہ اور اس کے تصورات دیکھیے جو ڈھکو کی طرح امامؑ سے دعا کرانے اور مقبول ہونے کا تو اقرار کرتا ہے۔ مگر بندوں کے اعمال کا پیش کیے جانا اسے بہت بڑی بات معلوم ہوئی یہ حدیث پوری ملاحظہ ہو۔ عبداللہ بن ابان زیات جو امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقام رکھتا تھا۔ کہتا ہے کہ میں نے امامؑ رضا سے اپنے اور اہلبیت کے لیے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ:۔

۔ ’’کیا میں تمہارے اور تمہاری اہلبیت کے لیے مستقل طور پر دعا نہیں کرتا ہوں؟ خدا کی قسم مجھ پر تم سب کے اعمال ہر روز اور ہر شب کو پیش کیے جاتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا تمام انسانوں کے اعمال کا دن رات پیش ہونا مجھ پر نہایت عظیم گذرا تو اس تعجب کو دور کرنے کے لیے آپ نے فرمایا کہ کیا تو قرآن میں یہ نہیں پڑھتا کہ اے رسولؐ کہہ دو کہ تم اپنے کام کرو اللہ، اُس کا

عبداللّٰہ بن ابان الزیات، وکان مکینا عندالرضا علیہ السلام قال قلتُ للرضاؑ ادع اللّٰہ لی ولاھلبیتی ۔فقال: اولست افعل ؟واللّٰہ انّ اعمالکم لتعرض علیَّ فی کل یومٍ ولیلۃٍ‘‘۔قال : فاستعظمت ذلک۔ فقال لی :اما تقرء کتاب اللّٰہ عزوجل۔’’وقل اعملو افسیری اللّٰہ عملکم ورسولہ والمومنون‘‘

رسولؐ اور مومنین تمہارے اعمال کو قریب سے دیکھتے ہیں (اور دیکھتے رہیں گے۔مضارع کا صیغہ ہے)

قال هو واللّٰه علی بن ابیطالب علیهما السلام ۔ایضاً باب عرض الاعمال۔

خدا کی قسم یہاں مومنوں میں سے اس وقت علی بن ابی طالب علیہم السلام موجود تھے‘‘۔

یہاں اعمال کا دن رات پیش کیا جانا یہ بتاتا ہے کہ ہروقت یہ کام ہوتا رہتا ہے۔مگر ڈھکو ذہنیت اس میں بھی کوئی سوراخ (نفق و نفاق) نکال سکتی ہے اور یہ تو ہمیشہ کہتی رہی ہے کہ حدیثوں میں اختلاف ہے۔ساتھ ہی اس آخرالذکر حدیث میں جو آیت پیش فرمائی ہے اُس سے جب ہی دلیل لائی جاسکتی ہے۔جب اعمال کرنے کے وقت اعمال کو دیکھا جائے۔لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ محمدؐ اور آئمہ علیہم السلام تمام مخلوق کی حرکات وسکنات کو بچشم خود دیکھتے ہیں اور اُن کے دیکھنے کو اللہ نے اپنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا (رای یری) اس لئے فرمایا کہ یہ حضراتؑ ہی اُس کی جسم دار آنکھیں ہیں۔لہٰذا ہر صبح اور ہر رات یا ہر روز کی بحث اپنے پاؤں پر کھڑی ہی نہیں ہوتی۔جب اصول تسلیم کرلیا تو اس کی تفصیل خود بخود صحیح ہوجایا کرتی ہے۔اللہ کی آنکھ کا کام ہروقت اور سب کچھ دیکھنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ <u>یہ حضراتؑ سوتے جاگتے آگے پیچھے ہروقت دیکھتے پائے گئے</u> مگر مشرکوں کے شرک سے بچنے کے لئے محتاط زبان بولتے رہے اور اب مشرک اُس احتیاط سے فائدہ اٹھا کر حدیثوں میں اختلاف وتضاد واحاد وتعارض کی بکواس کرکے مومنین کو فضائل محمدؐ و آل محمدؐ سے منحرف کرنا چاہتے ہیں۔زیرِ نظر حدیث میں ڈھکو والے جذبہ کی جھلک نہ ہوتی تو امامؑ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ عبداللہ کے اطمینان کے لئے اپنے قول کے ثبوت میں قرآن کی آیت لاکر اُس کی ذہنیت کا منہ بند کرتے۔ مگر عبداللہ ڈھکو سے بہرحال بہتر تھا۔ورنہ دریافت کرتا جناب آپؑ انسان ہیں۔آپؐ یا رسولؐ اللہ کس طرح تمام مومنین کے اعمال کو دیکھ سکتے ہیں؟ آپ کے اور مومنین کے درمیان فاصلے،مکانات، پہاڑ اور چٹانیں اور لوگوں کا شوروشورش حائل ہیں۔ انسان کے لئے یہ سب کچھ ناممکن ہے۔اگر امامؑ یہ فرماتے کہ بھائی ڈھکو! یہ سب کچھ اللہ کے لئے تو ممکن ہے نا؟ اُس نے ہمیں اپنی آنکھیں بنایا ہے۔ڈھکو فرماتے کہ جناب اللہ غلط کام نہیں کرتا اور یہ غلط ہے کہ وہ انسان کو اپنی صفات عطا کردے۔اگر ہم بھی موجود ہوتے تو ڈھکو سے دست بستہ عرض کرتے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ اگر خدا چاہے تو مچھر سے... کام لے لے۔وہ کھٹ سے کہتے کہ میں نے اللہ کا قادر و مطلق ہونا ثابت کرنا تھا اسی لئے لکھا تھا۔مطلب یہ ہے کہ ویسے تو اللہ قادر مطلق ہے مگر جہاں محمدؐ و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کا سوال آجائے وہاں ڈھکو اینڈ کمپنی اللہ کو قادر مطلق نہیں بننے دینا چاہتی۔ لعنة اللّٰه علیه وعلیهم اجمعین۔

<u>(ز) ڈھکو کے لئے مومنین سے التماس دعا تاکہ وہ اپنی تحریر کو سمجھنے کی توفیق پائے</u>

قارئین ڈھکو صاحب کا ایک بیان پھر سامنے لائیں جسے ہم نے اصول الشریعه کے صفحات صفحہ ۲۰۸ اور صفحہ ۲۰۹ سے

پورا لکھا ہے۔ یہاں اُن کے اُس مصدقہ اور مسلّمہ بیان میں سے صرف وہ چیزیں ملاحظہ فرمائیں جو حضرت علی علیہ السلام کے زمین پر رہ کر معراج کے تمام واقعات ومقامات کو دیکھنے اور جاننے اور پھر رسولؐ کی واپسی پر پورا حال سنانے سے متعلق ڈھکو نے لکھی ہیں:۔

(i) رسولؐ اللہ معراج کے سفر میں ہیں اور علیؑ زمین پر ہیں۔

(ii) اللہ نے حضرت علیؑ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے۔اور

(iii) علیؑ کے سامنے سے تمام حجاب ہٹا دیئے۔

(IV) محمدؐ علیؑ کو دیکھ رہے تھے۔

(V) علیؑ محمدؐ کو دیکھ رہے تھے۔اور محمدؐ کے لئے بھی علیؑ کو دیکھنے کے لئے۔

(VI) محمدؐ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے اور حجاب ہٹائے گئے تھے۔

(VII) علیؑ سر بلند کر کے محمدؐ کو آسمان پر دیکھ رہے تھے۔(اس انتظام کی وجہ سے)

(VIII) علیؑ نے محمدؐ سے گفتگو کی۔

(IX) محمدؐ نے علیؑ سے گفتگو کی۔

(X) اللہ نے محمدؐ سے گفتگو کی۔(عبداللہ بن عباس کے جواب میں فرمایا کہ)

(XI) خدا نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے تیرے بعد تیرا وصی وخلیفہ علیؑ کو مقرر کیا ہے۔لہٰذا اُن کو یہ اطلاع کر دیجئے۔

(XII) پس میں نے اُسی حالت میں جو کچھ ارشاد قدرت تھا علیؑ کو پہنچا دیا۔اور

(XIII) انہوںؑ نے اپنی قبولیت اور اطاعت گذاری کا اقرار کیا۔

(XIV) جب میں زمین پر پہنچا تو

(XV) جو کچھ میں نے آسمانوں میں دیکھا تھا۔علیؑ مجھے اُس کی خبر دیتے جاتے تھے۔(علیؑ کے بیان کے بعد)

(XVI) اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ میں جس جگہ بھی جاتا تھا۔علیؑ کے لئے حجاب اٹھا دیئے جاتے تھے۔اس طرح وہ بھی سب کچھ دیکھ رہے تھے''۔

(XVII) مسٹر ڈھکو یا تو اپنی اس پسندیدہ حدیث کو سمجھے نہیں یا فریب دینا چاہا ہے

یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ اِس حدیث سے جناب علی علیہ السلام کا زمین پر رہنا اور معراج میں آسمانوں اور عرش پر نہ جانا ثابت ہے۔اور جناب علامہ ڈھکو صاحب ہرگز نہیں مانتے کہ جناب علیؑ مرتضٰی زمین کو حجة خدا سے خالی چھوڑ کر جائیں۔لہٰذا

مسٹر ڈھکو کے مقصد کو ثابت کرنے کے لئے اس سے زیادہ واضح حدیث مل نہیں سکتی ۔ چنانچہ اُنہوں نے اِس حدیث کو لکھ کر باقی تمام احادیث اور اقوال علمائے شیعہ کو ٹھکرا دیا اور حکم لگا دیا کہ حدیث کے حکم سے علیؑ کا معراج پر جانا ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ حدیث شیعوں کا منہ بند کرنے کے لئے لائے ہیں ۔ یا واقعی اس حدیث کو سچا اور صحیح سمجھ کر لکھا ہے؟ یا یہ کہ حدیث کو صحیح بھی سمجھتے اور مانتے ہیں اور شیعوں کے غلط عقیدہ کی اصلاح کیلئے اس حدیث کو بطور حجت پیش کیا ہے؟ ان سوالات کا جواب مرحلہ وار سمجھنا ہوگا۔

اول ۔ اس حدیث پر بہت پہلے بھی گفتگو ہو چکی ہے ۔ ہمارا اور تمام علمائے شیعہ کا اس حدیث پر ایمان ہے ۔ ہم سب مانتے ہیں کہ اُس ایک معراج میں مولائے کائنات زمین پر رہ کر اپنا فرض پورا کرنے پر مامور تھے۔ لیکن ہم نے مسٹر ڈھکو اینڈ کمپنی سے یہ کہا تھا کہ تم اس حدیث کی آڑ میں شیعوں کو فریب دے کر یہ بتانا چاہتے ہو کہ صرف ایک معراج ہوئی تھی اور اُسی ایک معراج میں حضرت علیؑ زمین پر رہے ۔ یعنی حضرت علیؑ کا عرش اور آسمانوں پر جانا ۔ رسولؐ اللہ سے ملنا وغیرہ سب غلط عقائد ہیں ۔ مگر ہم نے دکھایا ہے کہ معراج ایک سو بیس مرتبہ ہوئی ۔ تم یہ ثابت کرو کہ حضرت علیؑ باقی کسی بھی معراج میں عرش وسماوات پر نہیں گئے ۔ بہر حال وہاں ڈھکو کا فریب و کذب اور جہالت اور بدیانتی ثابت کی جا چکی ہے ۔ اب تو ہم اس حدیث کو مندرجہ بالا سوالات کے جواب کے لئے اور ڈھکو کو قرآن و حدیث کا منکر ثابت کرنے کے لئے لائے ہیں ۔

دوم ۔ حدیث زیرِ نظر میں جو حقائق موجود ہیں ۔ اگر مسٹر ڈھکو اُن کو تسلیم کر لیں تو ہم ان کو مذہب شیعہ کا فرد قبول کر سکتے ہیں ۔ حدیث میں یہ حقیقت موجود ہے کہ :۔

۱ ۔ عرش سے لے کر فرش تک ہر وہ پردہ یا حجاب ہٹایا گیا اور سماوات کے تمام وہ دروازے کھول دیئے گئے جو رسولؐ اللہ اور امامؑ کے مشاہدہ اور سماعت میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔

۲ ۔ نگاہ اور سماعت میں وہ قوت پیدا کی گئی کہ دونوں کی نظر اور آواز بلا کسی دِقت کے اپنا اپنا کام کریں ۔ لہٰذا

۳ ۔ رسولؐ اور امامؑ آپس میں باتیں کرتے ، سنتے اور ایک دوسرے کو دیکھتے رہے ۔ یعنی علیؑ زمین سے تمام سماوات وعرش اور جو کچھ اُن کے درمیان اور آس پاس ہے سب کو دیکھتے رہے اور رسولؐ سماوات اور عرش پر جہاں جہاں بھی گئے وہاں سے صرف علیؑ کو دیکھتے رہے ۔

۴ ۔ رسولؐ علیؑ کی اور علیؑ رسولؐ کی بات سنتے تھے ۔ لیکن اللہ کی بات علیؑ تک براہ راست نہ پہنچ سکتی تھی ۔ اس لئے اللہ نے پہلے رسولؐ سے فرمایا اور پھر رسولؐ نے علیؑ سے اللہ کا ارشاد بتایا۔

۵ ۔ محمدؐ فارغ ہو کر آئے تو اُنہیں اس وقت تک یہ معلوم نہ تھا کہ علیؑ کی نگاہ ان کی ہر نقل وحرکت اور آمد ورفت وعروج

ونزول دیکھتی رہی ہے۔لیکن

٦۔علیؑ نے رسولؐ اللہ کواُن کے معراج کی ہر تفصیل آنکھوں دیکھی سنادی تب رسوؐل کو یہ معلوم ہوا کہ علیؑ سے معراج کی کوئی بات پوشیدہ نہیں رہی۔

(XVIII) یہ حدیث،رسولؐ اور امامؑ کو حاضر وناظر ثابت کرتی ہے

اول : قارئین غور فرمائیں کہ علیؑ نے زمین پر رہتے ہوئے سماوات اور عرش اور آنحضرتؐ کی نقل وحرکت کی تمام تفصیلات اپنی نظر سے دیکھیں تو یقیناً وہ ناظر تھے اور ناظر برقرار رہے۔اور چونکہ اُن کا مشاہدہ قطعاً آنحضرتؐ کے مشاہدہ کی طرح تھا جو کہ عرش وسماوات اور دیگر مقامات پر حاضر تھے۔لہٰذا علیؑ کو ایسا ناظر ماننا لازم ہے جیسا کہ وہ ہر جگہ حاضر ہوتے تو نظر آتا۔ اُدھر رسولؐ اللہ عرش وسماوات سے علیؑ کو دیکھنے میں ناظر تھے اور ایسے ہی ناظر تھے جیسا کہ واپسی پر حاضر ہو کر ناظر ہوئے لہٰذا محمدؐ بھی حاضر وناظر تھے۔

دوم:اگر ڈھکو یہ مانتے ہیں کہ اولین محمدؐ سے لے کر آخری محمدؑ تک یہ سب حضرات محمدؐ (کُلُّنا محمدؐ) ہیں تو محمدؑعلیؑ کی صورت میں حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی اُسی طرح علیؑ محمدؐ کی شکل میں حاضر وناظر ہیں۔اور یہ حقائق ڈھکو کی پیش کردہ حدیث سے ثابت ہیں۔لیکن ڈھکو اجتہاد پر ایمان لایا ہے۔اللہ، رسولؐ اور آئمہ معصومینؑ پر ایمان لانا مجتہدین کی بے عزتی ہے۔

(XIX) ڈھکو جن احادیث کو دلیل بناتا ہے ان پر ایمان نہیں رکھتا

اگر ڈھکو یا مجتہد نام کا کوئی شخص اِس پر ایمان رکھتا ہے کہ اللہ اپنے رسولؐ اور آئمہ علیہم السلام کے سامنے سے حجاب اور پردے ہٹا سکتا ہے۔یعنی اُن کی نگاہ بے روک ٹوک عرش وفرش وسدرۃ المنتہیٰ، جنت وجہنم وافلاک وسماوات کو اسی تفصیل وترتیب وہوشمندی سے دیکھ سکتی ہے جیسا کہ اُس حدیث میں حضرت علی علیہ السلام کے لئے ثابت ہے۔تو وہ آئمہ علیہم السلام کے تمام مخلوق پر شاہد وشہید ہونے کا ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔اگر ڈھکو یا مجتہد اس پر ایمان رکھتا ہے کہ یہ تیرہ الگ الگ افراد ہوتے ہوئے ،الگ الگ ماں باپ سے پیدا ہو کر، الگ الگ بچپن اور جوانی وغیرہ گذار کر اور الگ الگ انتقال کر کے، الگ الگ زمانوں میں اور الگ الگ قبروں میں دفن ہو کر اور مختلف نام رکھتے ہوئے بھی ایک ہی فرد یعنی محمدؐ تھے؟ تو یہ کیا جھگڑا ہے کہ محمدؑ عرش پر یا معراج پر گئے تھے۔لیکن علیؑ کو معراج وعرش پر جانا نصیب نہ ہوا؟ مومنین یقین فرمالیں کہ ڈھکو اینڈ کمپنی کسی بھی حدیث اور آیت پر ایمان نہیں رکھتی۔یہ لوگ ابلیس کے مسلمان ہوجانے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں گے۔

(XX) اگر ڈھکو معراج کی حدیث کو مانتے ہیں تو ہمیں بتائیں کہ

اول۔وہ حجاب یا پردے جو محمدؐ اور علیؑ کی نظر اور سماعت میں روک بن سکتے تھے وہ کیا چیزیں تھیں؟

دوم۔ کیا عرش کو دیکھنے کیلئے سماوات وافلاک رکاوٹ بن سکتے تھے؟

سوم۔ کیا وہ تمام مقامات جو محمدؐ اور علیؑ نے دیکھے آپس میں ایک دوسرے کے لئے رکاوٹ بن سکتے تھے؟

چہارم۔ زمین سے لے کر عرش تک سماوات میں کروڑوں اجرام سماوی ہیں مثلاً چاند ہے۔ مشتری ہے۔ مریخ ہے۔ سورج ہے۔ کیا اِن مجسم اور عظیم الشان کروں کو اللہ نے ہٹا دیا تھا؟۔

پنجم۔ اِن رکاوٹوں کو کیسے ہٹایا گیا؟ ہٹا کر کہاں لے جایا گیا؟ اُن کے آپس کے درمیانی فاصلے کم تو نہیں ہوئے؟ نظامِ عالم کو درہم و برہم ہونے سے کیسے روکا گیا؟ اور

ششم۔ یہ کیا بات تھی کہ محمدؐ اور علیؑ تو ایک دوسرے کی بات برابر بے روک سنتے رہے مگر اللہ کے سامنے کیا رکاوٹ تھی کہ اُسے اپنی بات رسولؐ کی معرفت علیؑ تک پہنچانا پڑی؟۔

(XXI) کیا ڈھکو اینڈ کمپنی معراج کی بڑی بڑی اور خود تسلیم کردہ حقیقتوں پر ایمان رکھتے ہیں؟

معراج میں جن مقامات کا دیکھنا سب نے مانا ہے ان میں سے چند کے نام:۔

(۱) عرش

(۲) سماوات

(۳) ملاء اعلیٰ

(۴) بیت المعمور

(۵) جنت کی سیر کی (احسن الفوائد صفحہ ۳۳۳)

(۶) جہنم (ایضاً ۳۳۳)

(۷) سدرۃ المنتھیٰ

(۸) ملکوت السمٰوات و مافیھا

(۹) ملکوت الارض

(۱۰)۔ اللہ کی چھوٹی بڑی سب آیات۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا فرش سے عرش تک کروڑوں اجرام فلکی نگاہ اور آواز کو روکنے والے تھے اور یہ دس چیزیں جو دوران معراج خاص طور پر بیان ہوئی ہیں ان میں سے کئی ایک جنتیں ایسے مقامات ہیں جہاں جنتیوں کے لئے لاتعداد محل اور مکان بنے ہوئے موجود ہیں۔ یعنی نظروں کے سامنے ہر جنت کے مکانات اور کئی کئی منزل والے محلات یقیناً رکاوٹ تھے اور باقی جنتوں کو

چھوڑ کر صرف ایک جنت کتنی بڑی رکاوٹ تھی اور اس رکاوٹ کو ایسا الگ کر دینا کہ محمدؐ وعلیؑ کی نگاہیں اور آوازیں ہر جگہ سے ہر جگہ پہنچ سکیں ڈھکو کے حساب سے ناممکن تھا۔ اور اگر ممکن مان لیا جائے تو اس اتنی بڑی ایک جنت کو جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ O (۳/۱۳۳) جس کی صرف چوڑائی ہی تمام آسمانوں اور زمینوں کو اپنی آڑ میں لے سکتی ہے؟ اگر مسٹر ڈھکو اس عقلی قانون کو عقلی قوانین سے حل کر کے بیان کر دیں تو ہم معراج پر ان کا ایمان تسلیم کر لیں گے۔ قارئین صرف اس قدر نوٹ کر لیں کہ جو جس قدر بڑا جسم ہوگا اپنے سے چھوٹے جسم کی آڑ میں چھپ نہیں سکتا اور اگر جسم نورانی ہوگا تو ہر چیز کے آر پار اور اندر و باہر برقرار رہا کرتا ہے۔ یہ باتیں کہنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اگر مسٹر ڈھکو محمدؐ اور آئمہ اہلبیت صلوٰۃ اللہ علیہم کو اللہ کی دیکھنے والی آنکھ مان لیتے۔ یہ منافق لوگ یہ تو بادل نخواستہ مانتے ہیں کہ اللہ کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں۔ وہ ہر چیز کو ہر جگہ اور ہر حال میں دیکھتا ہے۔ مگر جب یہ کہا جائے کہ اللہ کی نگاہ سے اللہ کی نظر سے کوئی چیز اوجھل یا پوشیدہ نہیں اور وہ آنکھ معصومین علیہم السلام ہیں تو یہ لوگ اپنا نفاق چھپانے پر قادر نہیں ہوتے۔ اُن سے کہہ دو کہ عین اللہ کے لئے کائنات میں کوئی روک ڈالنے والی چیز نہیں ہے۔ اور ید اللہ کے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے اور یہ کہ لسان اللہ سے کبھی کوئی غلط بات صادر نہیں ہوسکتی۔ یہ حقیقی مومنین کا ایمان ہے دل چاہے تو قبول کرو ورنہ جہنم کے لئے تیار رہو۔

عنوان نمبر 41

- علامہ ڈھکو اینڈ کمپنی قرآن وحدیث پر ایمان نہیں رکھتے، کمائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں
- شیعوں کی ۸۰ فیصد تعداد علامہ ڈھکو اور مجتہدین کے خلاف عقیدہ رکھتی ہے
- علامہ ڈھکو کے منافقانہ بیان پر دو دو باتیں
- ڈھکو کی بیان کردہ آیتیں اور ان کی وضاحت
- ادارۂ نبوّت کے افراد
- منافق، نفاق اور انفاق کے معنی قرآن سے

41۔ڈھکوانیڈ کمپنی قرآن وحدیث پر ایمان نہیں رکھتے، کمائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں

قارئین کو یاد دلانا پڑے گا کہ ہم اس کتاب میں علامہ محمد حسین ڈھکو کے عقائد پر گفتگو نہ کرنا چاہتے تھے بلکہ یہاں تو یہ مقصد تھا کہ اُن کا اور اُن کے ہم مسلک مجتہدین کے ایمان بالقرآن اور ایمان بالحدیث پر روشنی ڈالی جائے اور یہ دکھایا جائے کہ مجتہد قرآن وحدیث کے الفاظ کو تبدیل کیئے بغیر ہرگز قبول نہیں کرتا۔ یہ گفتگو اس لئے عقائد کی طرف چلی گئی کہ مسٹر ڈھکو نے انکارِ حدیث کو انکارِ معراج وشہادتِ معصومینؑ سے گڈ مڈ کر دیا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ نظام اجتہاد کے بنیادی عقائد کی جڑ نکال دی جائے اور قرآن وحدیث وتاریخ کے ساتھ اُن کی بددیانتی اور فریب کو واضح کر کے اُن کے طریق کی وضاحت کر دی جائے تاکہ ہمارے عوام کو ان کے دھوکے سے محفوظ کر دیا جائے۔

(الف) قرآن مجید اپنی ملفوظی حالت میں ناقابل قبول ہے قرآن کے الفاظ سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں

مسٹر ڈھکو کس مسئلہ پر بحث کر رہے ہیں؟ یہ بحث غلط ہے یا صحیح؟ یا یہ کہ صحیح عقیدہ کیا ہے؟ اِن تمام پہلوؤں کو نظرانداز کر کے ہم صرف ڈھکو کے وہ فیصلہ کن جملے اور بیانات لکھتے ہیں جن سے قرآن وحدیث کی پوزیشن مشکوک اور باطل قرار پاتی ہے۔ اور مسٹر ڈھکو اینڈ کمپنی کو قرآن وحدیث کے الفاظ اور مفاہیم میں تبدیلی کا حق ملتا ہے۔ یہ جملے پڑھتے وقت یہ یاد رکھیں کہ اللہ کے نزدیک قرآن میں کسی قسم کی خرابی یا غلطی نہیں ہے (۳۹/۲۸) اور یہ کہ خود جناب رسولؐ اللہ کو قرآن کے اندر کسی قسم کی تبدیلی کا حق نہیں ہے۔ اور جو تبدیلی کرے وہ خدا کا نافرمان اور عذاب عظیم کا مستحق ہے۔ (۱۰/۱۵)

(i)۔ ''یہ آیات متشابہات ہیں۔ اور علمائے محققین کا اتفاق ہے کہ خواہ مقامِ اعتقاد ہو یا مقامِ عمل۔ متشابہ آیات وروایات کی ایسی تاویل واجب ولازم ہوتی ہے کہ جس سے وہ آیات محکمات کے موافق ہو جائیں۔ اور ظاہری تضاد واختلاف رفع ہو جائے۔ اور کسی صورت میں بھی انہیں اپنے ظاہری معنوں پر باقی نہیں رکھا جا سکتا...... اگر اُن کو اپنے ظاہری معنوں پر باقی رکھا جائے تو اس سے وہ تمام خرابیاں لازم آئیں گی جو....... اوپر بیان ہو چکی ہیں اور اُن کے علاوہ ایک اور زبردست خرابی یہ لازم آئے گی۔ الخ'' (احسن الفوائد صفحہ ۱۳۱)

(ii) گو خدا نے یہ فرمایا تھا کہ :۔ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَO قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَO (سورہ الزمر ۲۸۔۲۷/۳۹)

ہم نے اس قرآن میں تمام انسانوں کے لئے اُن کی ہدایت کی ہر مثال بیان کر دی ہے تاکہ وہ ہدایت حاصل کریں یہ عربی زبان کا قرآن ہے اُس میں کسی قسم کا ٹیڑھا پن یا نقص وخرابی یا گمراہی کا امکان نہیں ہے۔

(iii) مگر ڈھکو اور اُس کے پسندیدہ علمائے محققین نے ثابت کیا کہ:۔

ا۔قرآن اور حدیث میں کچھ احادیث اور آیات متشابہ ہیں۔جن میں

۲۔ایسے الفاظ موجود ہیں کہ اگر اُن کے وہی معنی لے لئے جائیں جو اُن الفاظ کے ہیں تو بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی۔لہٰذا

۳۔اللہ کے الفاظ کے معانی اور مفاہیم کو بدلنا لازم ہے تاکہ ڈھکو اور محققین کے خود ساختہ حق کی تائید ہو جائے۔

یہاں مومنین نہایت اطمینان سے ڈھکو اینڈ کمپنی کو قرآن کی کئی سو آیات کا منکر اور مکذب یعنی جھٹلانے والا اور منافق کہہ دیں تو عین اللہ و رسولؐ اور قرآن کے حکم کی تعمیل ہوگی۔اپنے فتوے کے ساتھ مسٹر ڈھکو کی تائید بھی حاصل کرلیں اور اسے ڈبل منکر و مکذب بن جانے میں اس کے دستخط کرالیں اس نے لکھا ہے کہ:۔

۴۔وَمَايَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّااللّٰهُ وَالرّٰاسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ(۳/۷)

۔''اُن آیات کی صحیح تاویل و تفسیر بجز خداوند عالم اور راسخون فی العلم کے اور کوئی شخص نہیں جانتا''۔(احسن الفوائد صفحہ ۱۳۱)

<u>(IV) ڈھکو اینڈ کمپنی یا تو راسخون فی العلم میں شامل ہیں یا کاذب و فریب ساز ہیں</u>

علامہ اور اُن کے مذکورہ محققین کا فیصلہ آپ کے سامنے آ گیا۔انہوں نے آئمہ معصومینؑ کو آیاتِ متشابہات کی تاویل و تفسیر میں اپنا راہنما نہیں لکھا نہ یہ لکھا کہ اُن آیات کی وہ تاویل یا تفسیر اختیار کرنا چاہیئے جو اُن حضرات نے کی ہو۔لہٰذا یہ کذاب اس لئے خود راسخون فی العلم بن بیٹھے کہ اس بیان میں آئمہؑ اور آنحضرتؐ کے بیانات کو بھی متشابہات میں شامل کردیا ہے۔یعنی جن کے اپنے بیانات میں بھی شک و شبہ بھرا ہوا ہو اُن کو کیسے راہنما بنایا جاسکتا ہے؟ حالانکہ یہ آیت تو اللہ اور آئمہؑ کے علاوہ تمام انسانوں سے تاویل اور تفسیر کا حق چھین رہی ہے۔مگر مصیبت تو یہ ہے کہ وہ اللہ اور معصومینؑ ہی تو ہیں جن کے کلام میں متشابہ آیات اور احادیث ہیں۔اُن دونوں کی بات کو دلیل کیسے بنایا جائے جو خود مشکوک و مبہم کلام کرتے ہوں؟ ایک اور بات سنئے:۔

<u>(V) علامہ نے مندرجہ بالا آیت (۳/۷) لکھ کر اس کا حوالہ یہ لکھا ہے کہ:۔</u>

ا۔(پ۳ سورہ آل عمران ع۸) ۲۔(پ۲ سورہ آل عمران ع۸) احسن الفوائد صفحہ ۱۳۱

پارہ کے نمبروں میں غلطی کاتب کے سر چپکا دو لیکن اس کا مطلب کیا سمجھیں کہ یہ آیت نہ تو دوسرے پارہ کے آٹھویں رکوع میں ہے نہ تیسرے پارہ کے آٹھویں رکوع میں ملے گی اور نہ سورہ آل عمران کے آٹھویں رکوع میں پائی جانے والی ہے۔ یعنی علامہ ڈھکو صاحب راسخون فی العلم کے ممبر تو ہیں۔مگر قرآن کا حوالہ بھی صحیح لکھنا نہیں جانتے۔اس علامہ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ سورہ کا رکوع نمبر عین (ع) کے اوپر ہوتا ہے اور پارہ کا رکوع نمبر عین کے نیچے ہوتا ہے۔یعنی جس رکوع پر علامہ آپ کی توجہ چاہتے ہیں وہ سورہ آل عمران کا پہلا اور پارہ نمبر ۳ کا نواں رکوع ہے۔یہاں بھی یہ ثابت ہو گیا کہ راسخون فی الجھل پارٹی کا

یہ ممبر قرآن کی آیات کو خود دیکھ کرنہیں لکھتا بلکہ کہیں سے نقل مار دیتا ہے۔

(ب)احادیث مشکوک ہی نہیں بلکہ مختلف ومتضاداورخانہ سازبھی ہیں

قرآن سے چھٹکارا حاصل کرنے اورخود قرآن کو اپنی ترجمانی کے ماتحت رکھنے کا حال دیکھ لیا اب احادیث معصومینؑ کی پوزیشن ملاحظہ فرمالیں۔

(i) کتب احادیث میں کچھ ایسی احادیث بھی ہیں جن میں وارد ہے یعنی خدا فرماتا ہے کہ **انا اللّٰہ انا خلقت الخیر والشر** ''میں نے خیر اور شر کو خلق کیا ہے''

حدیث کا یہ جملہ لکھ کر مسٹر ڈھکو نے بڑی تفصیل اور ترکیب سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ:۔

اول۔اس قسم کی سب روایات من گھڑت جعلی ووضعی ہیں۔اور

دوم۔ایسی بہت سی احادیث رسولؐ اللہ کی حدیث کہہ کر گھڑی گئی ہیں۔اور

سوم۔خود آئمہ معصومینؑ کی زبانی بھی اس قسم کی احادیث گھڑلی گئی ہیں۔لیکن

چہارم۔''راوی نے (امام رضاؑ سے) عرض کیا۔حضور اُن (لوگوں) کا خیال ہے کہ اس قسم کی سب احادیث وضعی وجعلی (جھوٹ گھڑی ہوئی) ہیں۔اُن میں سے کوئی ایک بھی آنخضرت کی صحیح حدیث نہیں ہے۔یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی کیفیت اُن روایات کی ہے۔جو میرے اباواجداد کرام کی طرف منسوب ہیں۔اُن بزرگواروں میں سے کسی نے بھی کوئی ایسا ارشاد نہیں فرمایا''۔(احسن الفوائد ۱۳۴۔۱۳۵)

پنجم۔شیعہ کتابوں میں آئمہؑ کی ایسی احادیث بھی ہیں جو اہل خلاف کے اصول اور عقائد کی تائید کرتی ہے اور مذہب اہلبیتؑ کے خلاف ہیں۔

ششم۔اُن احادیث میں جو لفظ خیر وشر وارد ہے اس کا وہ مفہوم مراد نہیں''۔(صفحہ ۱۳۵)

ہفتم۔یہاں خیر وشر کے خَلق سے مراد خلق تقدیری ہے نہ خَلقِ تکوینی''۔(صفحہ ۱۳۵)

ہشتم۔بالفرض ان روایات کو مستند بھی تسلیم کرلیا جائے''۔(صفحہ ۱۳۵)

نہم۔کچھ احادیث ایسی موجود ہیں۔جو احادیث طینت کے نام سے مشہور ہیں۔ان سے بھی (عقیدہ) جبر کا قول ثابت ہوتا ہے (احسن الفوائد صفحہ ۱۳۶)

دہم۔بعض علمائے اعلام نے اِن ہی وجوہ کی بناپر ان احادیث (اخبار) کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے''۔(صفحہ ۱۳۷)

(ii) ڈھکو صاحب کو اور جن علماء کی طرف سے ڈھکو صاحب نے مندرجہ بالا دس فیصلے لکھے ہیں اُن سب کو احادیث کے

اُن منکرین کی صف میں کھڑا کرنا پڑتا ہے جن کو آئمہ معصومینؑ کے بیانات میں مشرک فرمایا گیا ہے اور یہ حکم بھی قارئین کے سامنے سے گذر چکا ہے (عنوان نمبر ۳۵) منکر حدیث یا حدیث میں چُوں وچرا کرنے والا شخص اپنی تمام نیکیوں عبادتوں اور عقائد سمیت مشرک ہے۔لہٰذا قارئین کرام مندرجہ دس عدد بیان پھر پڑھیں اور خود فیصلہ کریں کہ ڈھکو اینڈ کمپنی مشرک ہے یا نہیں؟ اور نہیں !تو کون سی حدیثِ معصومؑ کی رو سے مشرک نہیں؟۔

(iii) جن احادیث کا انکار کیا گیا ہے وہ کم وبیش سب ہی ہماری سب سے معتبر کتاب کافی میں موجود ہیں۔مثال کے طور پر دس عدد مندرجہ بالا بیانات میں سے اول نمبر والی حدیث کافی سے ملاحظہ فرمائیں (کتاب التوحید باب الخیر والشر) کافی میں اس باب کے اندر صرف تین حدیثیں لائی گئی ہیں اور تینوں میں اللہ کو خیر اور شر کا خالق فرمایا گیا ہے۔پہلی حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام کی ہے دوسری جناب محمدؐ باقر علیہ السلام اور تیسری پھر امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث ہے۔آخری دونوں حدیثوں میں اللہ نے ایک ہی جملہ فرمایا ہے۔ انا الله لااله الا انا خلقت الخير و خلقت الشر''۔اور''خالق الخير و الشر''۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے خیر اور شر کو پیدا کیا ہے۔یا میں خیر اور شر کا خالق ہوں۔

(IV) مجتہدین کی بددیانتی یہ ہے کہ اُنہوں نے کافی کی پہلی حدیث کے الفاظ کو چھپالیا ہے تاکہ ان احادیث میں اللہ کو جبراً گمراہ کرانے والا دکھا کر احادیث کو غلط من گھڑت وغیرہ کہہ کر انکار حدیث کی راہ نکالی جائے۔ہم پہلی حدیث اور ترجمہ لکھتے ہیں تاکہ قارئین دیکھیں کہ اعتراض کی صورت ہے ہی نہیں۔

۔''امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اللہ نے موسیٰ کی طرف توریت میں جو کچھ نازل کیا اُس میں یہ بھی تھا کہ یقیناً میں اللہ ہوں۔میرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے میں نے ایک مخصوص اور بنیادی مخلوق کو پیدا کیا اور ساتھ ہی مخصوص بنیادی اختیارات بھی پیدا کئے۔اُس مخصوص مخلوق میں جسے محبوب رکھتا تھا۔ بنیادی اختیارات اُس کے ہاتھ سے جاری ہونا طے کیا۔چنانچہ محبوبؐ ومخصوص مخلوق کو مبارک باد کہ اُس کے ہاتھ میں اختیارات کا اجرا ہے۔

ان مما اوحى الله الى موسىٰ و انزل عليه فى التوراة انى انا الله لا الـه الا انا، خلقت الخلق و خلقت الخير و اجريته على يدى مـن احبّ فـطـوبـى لـمن اجزيته على يديه و انا الله لااله الا انا خـلـقـت الـخـلـق و خلقت الشرّ و اجريته على يدى من اريدهُ فويل لمن اجريته علىٰ يديه ۔(کافی کتاب التوحید باب الخیر والشر)

اور میں ہی اللہ ہوں۔میرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔پھر میں نے ایک اور مخصوص مخلوق کو پیدا کیا اور ساتھ ہی قابل پرواز چنگاریاں پیدا کیں اور جس کے ہاتھ سے ارادہ کیا تھا۔اُسی کے ہاتھ چنگاریوں کی پرواز مقرر کی۔لہٰذا وہ ہستی مستقل ملامت کی حق دار ہے جس کے ہاتھوں شرارے بلند ہونا ہیں''۔

(7) قارئین برابر دیکھتے رہے ہیں کہ ہمارا ترجمہ تجارت پیشہ مجتہد مترجمین کی پیروی نہیں کرتا۔ہم عربی الفاظ کے مادّوں مصدروں اور قواعد کے مقابلہ میں کسی مصلحت کی پرواہ نہیں کرتے۔اور لفظ یا الفاظ کے مادہ میں جو تصور رکھا گیا تھا۔اُسے اختیار کرتے ہیں۔ بعد والوں کی ہیرا پھیری کا پردہ چاک کرتے ہیں۔اور اس پر کافی گفتگو ہو چکی ہے۔یہاں چند باتیں کہہ کر زیرِ نظر تینوں احادیث کا آخری مقصد و مدعا پیش کریں گے۔

پہلی بات۔ حدیث میں لفظ الخلق ہے۔ہم ''الخلق'' کو واحد اور الخلائق کو جمع سمجھتے ہیں۔خلق کو عام یعنی نکرہ اور۔ ''اَلْخَلْقُ''۔کو الف لام کی بنا پر ایک مخصوص اور بنیادی مخلوق سمجھتے ہیں۔اور چونکہ دو مرتبہ اپنے اللہ ہونے اور دیگر تمام ہستیوں کے معبود نہ ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ بلکہ اب یا آئندہ پیدا ہونے والی تمام ہستیوں کو مخلوق ثابت کرنا ہے۔لہٰذا اوّلین مخلوق کو حبیب قرار دیا ہے۔اور وہ یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔اُن سے معبود ہونے کی نفی اس لئے ضروری ہے کہ اوّلین مخلوق کی ابتداء کا تعین زمانی عقلاً ناممکن ہو جاتا تھا۔اسی لئے اُن کے ساتھ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ مستقل کر دیا گیا۔

دوسری بات۔ اوّلین مخلوق باعثِ تعارفِ ذاتِ خداوندی تھی۔اور اسے ایسی صفات کا حامل بنانا تھا جن سے اللہ کی ذات اور وجود پر دلیل قائم ہوتی اور ثبوت ملتا چلا جائے۔لہٰذا اوّلین مخلوق کو صاحب علم وارادہ اور قدرت بنانے کے لئے اُن تمام صفات کو پیدا کیا جو اختیار و قدرت کے لئے ضروری تھیں اور اُن سب کو لفظ ''الخیر'' سے ظاہر کیا۔الخیر سے کوئی اچھی اور پسندیدہ اور مفید چیز یا تصور باہر نہیں رہتا یہ سب اپنی تمام صورتوں میں الخیر کے اندر داخل ہیں۔مجتہد نے اس لفظ کا بھی معنوی ستیاناس کیا ہے۔ اُس کے یہاں خیر کے معنی مال اور روپیہ بھی ہیں۔(۲/۱۸۰) حالانکہ مال و دولت کو اللہ نے فتنہ قرار دیا ہے۔ (۸/۲۸) (۶۴/۱۵) یعنی مجتہد کے نزدیک ہر وہ چیز خیر ہے جو اللہ کے نزدیک فتنہ یا شر ہو۔(انا للّٰہ و انا الیہ راجعون) لہٰذا تمام خوبیوں، ستائشوں اچھائیوں، نیکیوں کے ارادہ و اختیار کو محمد مصطفیٰؐ کے ہاتھوں جاری کرنا طے کر دیا۔

تیسری بات۔ مجتہدین سے براہ راست متعلق ہے۔یعنی جب اوّلین مخلوق کو تمام متعلقہ سامان سے آراستہ کر دیا تو اب ضروری ہوا کہ ایک ایسی مخلوق پیدا کی جائے جو اوّلین مخلوق اور اس کے متعلقات کو گرم اور چوکنّا رکھنے کا انتظام کرے ۔یعنی نور اور نار میں تمیز کا سبب بن جائے۔اندھی تقلید و عقیدت کے سامنے روک بن جائے۔لہٰذا اُس مخصوص مخلوق یعنی ابلیس کو پیدا کیا اور جس آگ سے اُسے پیدا کیا تھا۔اُس میں پھیلنے، بھڑکنے اور شرارہ بن جانے کی قابلیت پیدا کی اور جس طرح خیر کو محمد مصطفیٰؐ سے متعلق کیا تھا اسی طرح شر (الشر) کو دوسری مخلوق کے حوالہ کر دیا۔اور یاد رکھیں <u>**الخیر کا مدّ مقابل لفظ الشر ہے**</u>۔اس میں ہر وہ چیز منفی یا الٹی صورت میں بھی موجود ہے جو خیر میں محض مثبت اور مستقل شکل میں متصوّر رہے۔ جہاں کسی چیز کے اُلٹ جانے اور منفی ہو جانے کا امکان نہیں رکھا گیا ہے۔ یہ دونوں مخلوق صاحبِ عقل و ارادہ اور صاحبِ اختیار ہستیاں اپنے اپنے وقت میں پیدا کی گئیں

ایک سے ملائکہ اور انبیاءؑ و آدمی متعلق ہوئے۔ اور دوسری مخلوق سے جنات اور مجتہدین کو وابستہ کیا گیا۔ اور اُن دونوں مخلوق کے مادّوں کو مناسب مقدار کے ساتھ ملا کر کائنات کی دیگر اشیاء کو پیدا کیا گیا۔ یہی معنی ہیں۔ ''لَو لَاک لَمَاخَلَقتُ الْاَ فْلاک''۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ کائنات کی حدود میں جو کچھ بھی ہے اُس کی تخلیق کا سبب، سامان اور مقصد و تمیز محمدؐ ہیں اور محمدؐ خود مرکب ہیں کُلُّنَا محمدٌ سے۔

(VI) ممانعت کے باوجود۔ خیر و شر کی تخلیق پر نکتہ چینی کی گئی

قارئین نے ڈھکو اینڈ کمپنی کی دس (10) عدد نکتہ چینیاں [عنوان نمبر 41 کا (ب)] پہلے ہی ملاحظہ فرمالی ہیں۔ اور صرف نکتہ آفرینیاں ہی نہیں کی گئیں بلکہ احادیث پر کس کس کر ضربیں لگائی گئیں۔ شیعوں کی احادیث اور احادیث کی کتابوں کو غلط اور گھڑی ہوئی احادیث سے لبریز بتایا گیا باوجودیکہ اُسی حدیث میں آخری جملہ دو مرتبہ بول کر تنبیہ کی گئی تھی کہ خیر و شر کی تخلیق پر بکواس نہ کرنا۔ سُنئے فرمایا گیا تھا کہ۔ ''**ویلٌ لمن اجریت علی یدیه الشر و ویلٌ لمن یقول کیف ذا و کیف ذا؟**''۔ (اصول کافی باب الخیر والشر کی آخری دونوں حدیثوں میں)

۔ ''ملامت ہے اُس ہستی پر جس کے ہاتھ سے میں نے الشر کا اجرا کیا اور ملامت ہے اُس پر جو میرے اِن فیصلوں پر ''یہ کیوں کیا؟ یہ کیسے جائز ہے؟ کی بکواس کرے''۔

یہ ممانعت آخری دونوں حدیثوں میں دہرائی گئی اور خود اللہ کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ لیکن مجتہدین نے اپنے بزرگ راہنما کا راستہ اختیار کیا اور خدا کی ملامت کی پرواہ نہ کی۔ یہی سبب ہے کہ ہم اِن حضرات کے لئے ذرا گرم گرم الفاظ لکھنے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ کیسی بدتریں مخلوق ہے وہ جس پر لعنت و ملامت کرنا اللہ کی عبادت اور اسلام کی نصرت ہو؟ **لعنة اللّٰه علیهم اجمعین**۔

(ج) منکرین حدیث کا ایک گروہ شیعوں کو آئمہؑ کے خلاف کس طرح تیار کرنا چاہتا ہے۔

مسٹر ڈھکو اپنی کتاب اصول الشریعہ کی تمہید یا پیش لفظ میں قارئین کے ذہن کو جن خطوط پر سوچنے کے لئے تیار کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ شیعوں کے عقائد کی بنیاد اُن چیزوں پر نہیں ہونا چاہیے جن سے عقل کا اطمینان نہ ہو۔ پھر یہ بتایا ہے کہ کن چیزوں سے عقل کا اطمینان ہوتا ہے۔ اور وہ کون سی چیزیں ہیں جو اِدھر تو عقل کے خلاف ہیں۔ اور جن پر اعتقاد کی بنیاد رکھنا غلط ہے۔ یہی چیزیں سمیٹ کر ہم قارئین کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ ڈھکو اور اُن کے ہم مذہب مجتہدین کا گمراہ کن مذہب قارئین کے سامنے آجائے۔ سنیئے اور اللہ، رسولؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کے خلاف محاذ قائم کرنے کے شیطانی خوشنما اصول و قواعد اسلام کی نقاب کے پیچھے سے ملاحظہ فرمایئے:۔

(i) ۔ ''بہر حال بنا بر مشہور اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ عقائد میں بلا دلیل کسی بات کا ماننا درست نہیں ہے ۔ کیونکہ تقلید کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ قبول قول الغیر من غیر دلیل (معالم الاصول ۔ قوانین الاسلام اور کتاب کفایہ) یعنی بلا دلیل کسی (مجتہد) کے قول کو تسلیم کرنے کا نام تقلید ہے ۔ اور اس عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ تقلید سے علم و یقین حاصل نہیں ہوتا ۔ اور اس لئے کہ اصولِ عقائد میں یقین درکار ہے'' ۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۱۶)

وضاحت ۔ اصول عقائد کا دلیل سے یقین کی حد تک ثابت ہونا پکا ہو گیا ۔ اور ہم اس سے متفق ہیں ۔ مگر لوگوں کو دھوکا دیتے ہوئے چند چیزیں اپنے مشن کے خلاف بھی لکھ گئے ۔ قارئیں اُنہیں سمجھ کر اور غلط چیز سے بچ کر رہنے کا پروگرام بنالیں ۔ اُنہوں نے
۱ ۔ تقلید مجتہد کے لئے مان لیا کہ تقلید کرنے والا مجتہد سے نہ دلیل مانگتا ہے اور نہ مجتہد پر مسائل کی دلیل دینا لازم ہے ۔ اور
۲ ۔ یہ کہ تقلید میں یقین اور علم دونوں نہیں ہوتے ۔ یعنی جن مسائل کا مجتہد حکم دیتا ہے اُن کا عقل و علم و یقین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔ لہٰذا
۳ ۔ قارئین ہر گز کسی مجتہد کی تقلید نہ کریں یا یہ سمجھ کر تقلید کریں کہ ہمارا اور ہمارے مجتہد اور اس کے بیان کردہ مسائل کا علم و یقین سے کوئی سروکار نہیں ہے ہم دونوں جاہل ہیں ہمارے اعمال جاہلانہ ہیں ۔ اس کے بعد علامہ نے مسلسل لکھا ہے کہ

(II) ۔ ''یہی وجہ ہے کہ ہر وہ چیز جو موجب یقین نہ ہو اصولِ عقائد میں اس پر اعتماد جائز نہیں ہوتا جیسے :۔
۱ آیاتِ متشابہات اور ۲ اخبار احاد ۔ علمائے اعلام نے اُن امُور کی تصریحات فرمائی ہیں ۔ چنانچہ ....'' ۔

وضاحت ۔ چنانچہ کے بعد وہ اُن مجتہدین اور ہم مسلک لوگوں کے بیانات لکھیں گے اور ہم نمبر وار سب کی تواضع اور تعاقب کریں گے ۔ یہاں تو یہ غور کریں کہ دلیل تو یہ تھی کہ مجتہد کی تقلید اصول عقائد میں اسلئے نہیں کی جاتی کہ مجتہد، مجتہد کے مسائل اور مقلد کے مابین علم و یقین موجود نہیں ہوتا ۔ اور اصول عقائد میں علم و یقین ضروری ہے ۔ اور دعویٰ یہ کیا کہ قرآن کی آیاتِ متشابہات اور احادیث احاد بھی مجتہد کے مسائل کی طرح علم و یقین سے خالی ہوتی ہیں ۔ اور مجتہد و آیات متشابہات بے علمی اور بے یقینی یا جہالت و شک میں برابر ہیں ۔ یہاں یہ کہنا بہت اچھا لطیفہ ہے کہ جس طرح آپ آیات متشابہات اور احادیث کو رد کرتے ہیں اُسی طرح اور اسی جہل مرکب اور مجسمہ شکوک وشبہات ہونے کی دلیل سے ہم تمام مجتہدین اور اُن کے مسائل واحکام کو رڈی کی ٹوکری میں ڈالتے ہیں ۔ چونکہ اُن کے پاس نہ دلیل ہوتی ہے نہ علم و یقین ہوتا ہے ۔ یہیں یہ بھی سوچ لیں کہ اب جن مجتہدین کے بیانات ڈھکو صاحب لانے والے ہیں وہ آنے سے پہلے ہی کوڑے کے ڈرم میں ڈالے جا چکے ہیں ۔ رہ گئی آیات متشابہات ! اور ان سے علم و یقین کا فراہم نہ ہونے والا ملعون عقیدہ، تو اس کا جواب ہو چکا ہے کہ اللہ نے پورے قرآن کو متشابہات والی کتاب کہہ کر فخر فرمایا ہے ۔ (۳۹/۲۳) اور تم نے متشابہات کی آڑ میں سارے قرآن سے علم و یقین کی نفی کی ہے ۔ پھر تم یہ بھی سمجھتے ہو کہ تم مسلمان ہو ۔ لاحول ۔ لہٰذا یہ ایک فریب ہے کہ ۔'' چونکہ مجتہد جاہل ہوتا ہے اس لئے آیات متشابہات اور احادیث بھی علم و یقین

سے خالی ہیں''۔کوئی آیت یا حدیث دکھاؤ جس میں **آیات متشابہات** اور **احادیث احاد** پر عمل کرنے کی ممانعت اِن ہی الفاظ کے ساتھ کی گئی ہو۔البتہ آیات متشابہات کی تاویل کرنے کی ممانعت ہے۔جو تم اور تمہارا گمراہ کن گروہ ہمیشہ کرتا رہتا ہے۔

اب قارئین اُن لوگوں سے ملاقات کریں جو بلا دلیل اپنا حکم ماننا واجب کہتے ہیں۔اور شیطان کی مدد اور تائید سے تختِ حکومت پر بیٹھ کر شریعت سازی کیا کرتے ہیں ذرا اُن کے فیصلے اور احکام ملاحظہ ہوں جہاں نہ اللہ کا ذکر نہ محمدؐ کا حوالہ نہ قرآن کی آیت اور نہ حدیث کا لحاظ بلکہ ۔ بک رہے ہیں اجتہاد میں کیا کیا کچھ

(iii) چند خانہ ساز اجتہادی فیصلے۔

مسلسل چنانچہ کے بعد لکھا ہے کہ۔''چنانچہ جناب آقائے شعرانی مقدمہ شرح اصول کافی ملا صالح ماژندرانی جلد اول صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں:۔

۔''سب سے اہم بات جس کا جاننا واجب **ولازم** ہے یہ ہے کہ''اصول عقائد میں **صرف** عقل **سلیم** (مسلّمات عقلیہ) **قرآن مجید** (**آیات محکمات**)اور اخبار متواترہ غرضیکہ ہر وہ چیز جو موجب یقین ہو اس پر اعتماد کرنا چاہیے نہ کہ اخبار احاد پر''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۱۶)

ثمّ مِنْ اهم ما يجب ان يعلم اِنَّ الاعتماد فى الاصول عَلَى العقل وَالكتاب وَالاخبار المتواترة و بالجمله ما يوجب اليقين دون اخبار الآحاد۔

وضاحت۔ ۱ سب سے پہلے یہ نوٹ کریں کہ اصول کافی کی ایک عالم نے شرح لکھی تھی۔وہ شرح مجتہدین کو ناگوار و ناپسند تھی۔ لہٰذا آقائے شعرانی نے اُس شرح کو اپنا مقدمہ لکھ کر قارئین کے ہضم کرنے کے قابل بنایا اور اپنے مذہب کو اُس شرح کی زد سے اُسی طرح بچایا جس طرح نہج البلاغہ کی شرح میں جناب رئیس احمد جعفری ندوی وغیرہ نے ہر خطبہ کے ساتھ تشریحی نوٹس اور مقدمہ لکھ کر اپنے مسلک کو نہج البلاغہ کی زد سے بچایا ہے۔

۲۔ پھر یہ دیکھیں کہ اُس غریب شعرانی نے جو کچھ لکھا وہ مسٹر ڈھکو کو ناکافی معلوم ہوا اور اِس نے شعرانی صاحب کے مفہوم میں چھ سات مطالب کا اضافہ کیا۔یعنی

اول۔ شعرانی صاحب اصول کی بات کر رہے تھے۔مگر اس بددیانت شخص نے لفظ اصول کے آگے لفظ عقائد بڑھا کر اصول کو اصولِ عقائد بنالیا۔

دوم۔ پھر شعرانی نے جاننے کو واجب کہا تھا۔اُس خائن نے واجب کے ساتھ ولازم لگا کر واجب ہے کو واجب ولازم ہے بنا ڈالا۔

سوم و چہارم۔ شعرانی نے عقل کو بلا کسی شرط کے لکھا تھا مگر ڈھکو نے عقل کے ساتھ سلیم کی شرط لگائی اور اُسے بھی کافی نہ سمجھ کر ایک عدد بریکٹ لگایا تا کہ جملہ زوردار ہو جائے اور مزید سختی اور تنگی پیدا کرنے کے لئے جملہ کو صرف کہہ کر تقویت دی۔

پنجم۔ یعنی۔''صرف عقل سلیم مسلّمات عقلیہ''۔چار الفاظ کا اضافہ کر دیا۔

ششم ۔شعرانی غریب نے کتاب کہا تھا۔ڈھکو نے اسے بے وقوف سمجھ کر کتاب کو قرآن سے بدلا تا کہ بات میں جان پیدا ہو جائے۔

ہفتم ۔شعرانی کے نزدیک غالباً پورا قرآن واجب الاطاعت تھا مگر آیاتِ محکمات کا اضافہ کر کے ڈھکو نے بتایا کہ باقی قرآن نہ عقائد کے کام کا ہے نہ اصول کا نہ علم ویقین کا فائدہ دیتا ہے۔چھٹی ہوئی۔

۳۔ سب سے بڑی بے شرمی، بے حیائی اور ڈھٹائی کی بات یہ ہے کہ ڈھکو صاحب ایک عالم کی عبارت میں اس قدر اضافوں کے بعد بھی عبارت کو شعرانی کی عبارت کہہ کر پیش کرنا دیانت وامانت کے خلاف نہیں سمجھتے۔اور اپنے بچگانہ مخالفوں کو سارق الحقائق اور بددیانت ہونے اور عبارتوں میں کتر بیونت کا الزام بھی دیتے ہیں۔

(iv) تین، مسند نشین شریعت ساز محققین کے شریعت ساز فیصلے

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ علامہ محمد حسین ڈھکو آنجہانی جہانیان اپنے پسندیدہ علماء کے اقتباسات اور عبارتیں لکھنے میں کس قدر دیانتدار ہیں۔اب اُن کے قلم سے ایک دم کئی علماء کے کٹے پھٹے جملے ملاحظہ فرمائیں اور دروغ نیز الابلا برگردن مُلا کے اصول پر اُن کی بات سنیں مسلسل ارشاد ہو رہا ہے کہ:۔

اوّل - ''رسالہ ہدیہ رضویہ صفحہ ۳۵ طبع مراد آباد پر مرقوم ہے۔**سائر محققین آن راذکر فرموده اند وآں اینست که در مرحلهٔ اعتقاد عمل بر اخبار واحاد روا نیست ۔**

(ڈھکو نے ترجمہ نہیں کیا یہ کام ہم کرتے ہیں۔مراد آبادی برتن میں یہ ہے کہ۔''تمام ہی محققین نے اُس کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اعتقاد کے مرحلہ میں اخبار یعنی احادیث احاد پر عمل جائز نہیں ہے''۔)

دوم - ''اسی طرح سید العلماء سید حسین لکھنوی نے حدیقۂ سلطانیہ صفحہ ۸۷ پر لکھا ہے **فتکونها من اخبار الاحاد وهِیَ لاتصلح لِلاِ ستناد فی اصول الاعتقاد** ۔(ایک حدیث کا جواب دیتے ہیں) یہ حدیث اخبار احاد میں سے ہے۔ اور اصول اعتقاد میں __ان پر اعتماد صحیح__ نہیں ہے اور اُن کے والد عظیم:۔

سوم - سرکار غفرانمآب قدس سرّہٗ اپنی کتاب اساس الاصول طبع لکھنو صفحہ ۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔**فَاِنَّ التَّعْوِیْلَ عَلَی الْاَحَادِفِیْها غیر معقولٍ** یعنی اصول دین.......... میں اخبار احاد پر اعتماد کرنا غیر معقول ہے''۔

(V) آپ اِن اصحاب ثلاثہ کو پسند کریں یا ناپسند کریں ڈھکو کی بات ڈھکی نہ رہنے دیں

ا۔ڈھکو نے جو جُملے اِدھر اُدھر سے اٹھائے ہیں وہاں نہایت نازک بحثیں تھیں۔اگر ڈھکو یہاں اُن تینوں یاروں کے پورے پورے بیانات لکھ دیتے تو شیعہ قارئین نہ صرف ڈھکو کو لعنتی کہہ کر کتاب پھینک دیتے بلکہ وہ تینوں حضرات بھی زیرعتاب

آ جاتے۔اورڈھکوی مقصدفوت ہوجاتا۔اس لئے حقائق کو چھپا کر جو کچھ گندی ہنڈیا سے نکالا وہ بھی حسب عادت پورا نہ دیا بلکہ اُس میں بھی تحریف کی ہے ۔سید حسین نے ایک حدیث سے سند نہ لینا ذکر کیا ہے ۔مگر ڈھکو نے ترجمہ میں واحد کی جگہ ۔''اِن پر''۔اوراستناد کی جگہ اعتماد لکھا ہے۔

۲۔والد ماجد کی جگہ ''والد عظیم'' سے نہ معلوم مسٹر ڈھکو کا کیا مطلب ہے؟اورغفران مآب کی عبارت میں لفظ تعویل ہے اوراس کے معنی ہرگز ہرگز اعتماد نہیں ہیں۔ڈھکو نے زبردستی گھسیٹ کر اپنے مطلب کے معنی جڑ دیئے ہیں۔اعتماد واعتبار تو عربی زبان کے الفاظ ہیں۔پھرغفورا کے جملہ میں کہیں بھی لفظ ''اصول دین'' نہیں ہے اور یہ جو سطر نمبر ۱۹۔اور۔۲۰ میں جگہ خالی چھوڑی ہے یہاں پتہ نہیں ڈھکو صاحب نے کیا چیز ڈھکنا چاہی ہے؟اس طرح سطر نمبر ۱۲۔۱۳ کی ابتداء میں نہ معلوم کون سے حقایق کا سرقہ (چوری) کیا ہے؟۔

<u>(VI) ڈھکو اینڈ کمپنی بہرحال آیات واحادیث معصومینؑ اور مذہب شیعہ کی دشمن ہے</u>

اِن تمام بددیانتیوں اورفریب کاریوں کے باوجود یہ بات ڈھکو نے ثابت کردی ہے کہ مندرجہ بالا گروپ یا گروہ <u>آیات متشابہات</u> اور <u>احادیث احاد</u> کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔اور پورے قرآن پر ایمان نہیں رکھتا۔اس سلسلے میں ہمیں یہ بھی اعلان کرنا اور ماننا چاہئے کہ مندرجہ بالا مجتہدین اوراُن سے پہلے والے مجتہدین شیعوں میں رہتے اورشیعوں کے علماء کہلاتے چلے آئے ہیں۔اور چونکہ اُنہوں نے اپنے کافرانہ عقائد کو برسرعام کبھی بیان نہ کیا اس لئے بھولے بھالے شیعہ عوام بھی اس گروہ کو اپنا عالم سمجھتے رہے ہیں۔اور بدقسمتی سے آج بھی اُنہیں شیعوں کا عالم سمجھتے ہیں۔اس سمجھ کو دو چیزوں نے اور بھی تقویت دی ہے۔

اول یہ کہ اُنہوں نے اپنی دوسری شاخ سے بحث ومباحثہ اور مناظرے کے اکھاڑے گرم رکھے۔جس سے دونوں قسم کے مجتہدین کو پہلا فائدہ تو یہ پہنچا کہ اہلسنت اورشیعہ عوام اُن دونوں کو اپنا اپنا عالم سمجھنے میں پختہ ہوگئے ۔دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ دونوں فرقوں کے عوام میں نفرت نے جڑیں پکڑلیں اورشیعہ لیبل کے مجتہدین نے اس نفرت کو تبرّا اور لعن طعن سے اور گہرا و دیرپا بنادیا۔تیسرا فائدہ یہ ہوا کہ ایک دوسرے کو شکست دلانے کی آڑ میں دونوں طرف کی عوام نے دل کھول کر چندہ اورعطیات دیئے۔ایک دوسرے کی شکست وریخت کے لئے رؤسا نے جائیدادیں وقف کیں مواعظ کی آڑ میں مناظرے ہوئے ۔اورمجتہدین نے خوب جائیدادیں بنائیں۔اورآخری فائدہ یہ ہوا کہ نفرت کی بنا پر دونوں قسم کے عوام نے ایک دوسرے کی بات سننا اورسمجھنا بندکردی لہٰذا مذہب شیعہ کا تیز رَو تبلیغی سیلاب رُک گیا۔دوسرا سبب یہ ہوا کہ دونوں قسم کے مجتہدین درباروں اورسرکاروں۔نوابوں اورسلطانوں۔خلفا اورسرداروں کے حاشیہ نشین یا چمچے بن گئے اورسرکاری قوت سے دونوں طرف کے علمائے حق کو دبا دبا کر گوشہ نشین ہوجانے پر مجبور کیا۔کچھ کو قتل کرایا۔کچھ کو جلاوطنی پر مجبور کیا۔رفتہ رفتہ اکھاڑہ میں کوئی مدمقابل نہ

رہا۔ لہٰذا مدت دراز سے اُن ہی کا طوطی بول رہا تھا۔ شیعہ عوام میں ان کا اثر و رسوخ اس درجہ مقدس بنا دیا گیا تھا کہ اُن کی غلط بات پر بھی زبان کھولنا مضر تھا۔ لیکن تحریک تشیع نے رفتہ رفتہ شیعہ ماحول کو آزادی سے سوچنے کی دعوت دی۔ مجتہدین کی قیادت میں جس قدر جھول تھے واضح کرنا شروع کیا۔ مسٹر ڈھکو اُسی آزادی فکر پر جگہ جگہ اصول شریعہ میں روتے پیٹتے نظر آتے ہیں۔ بہر حال جب وہ علماء شیعوں میں مقبول ہوگئے جو مجتہد کی بے دینی عوام تک پہنچانا چاہتے تھے۔ تو انہوں نے زبان و قلم سے مگر ہلکے ہلکے مہذب انداز میں اجتہادی دیوی کا نقاب الٹنا شروع کیا۔ ڈھکو صاحب نے اُن علماء کا رونا بھی رویا ہے اور چند نام بھی اصول شریعہ میں لکھے ہیں۔ جب وہ وقت آیا کہ مجتہدین پر کھلے عام تنقید ہونے لگی تو اُنہوں نے اس غلط اعتماد کا سہارا لے کر خاموش رہنا طے کر لیا جو اُنہیں اپنے تقدس کے متعلق تھا۔ اور اس خاموشی کی وجہ سے اُن کے مسلک پر کافی دنوں تک پردہ پڑا رہا۔ اور ابھی اور کچھ سال تک پردہ پڑا رہتا۔ لیکن ڈھکو صاحب نے گھبرا کر وہ پردہ اٹھا دیا۔ سرگودھے کے قیام میں ڈھکو صاحب ہمارے دوستوں میں شامل ہوئے۔ اس زمانہ میں سید علی صفدر صاحب بمبئی والے بھی مجتہدانہ ذہنیت رکھتے ہوئے مجتہدین کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے پہلے ایک پمفلٹ لکھا جس کا نام۔ ''کیا اجتہاد حرام ہے؟''۔ اس میں مجتہدین کی وہ خبر لی کہ اخبار ''درِ نجف'' کے کالم چیخ اُٹھے کہ مجتہد میدان میں آئیں۔ ڈھکو صاحب کی شامت کہ میدان میں اُتر آئے اور علی صفدر سے مضامین کا تبادلہ شروع ہوا اور پول کھلنا ضروری تھا۔ یہ سلسلہ جاری تھا۔ ڈھکو صاحب کی طرفداری میں کچھ مقلدین اہل قلم اٹھے مگر بٹھا دیئے گئے۔ ادھر ہمارے پاس علی صفدر صاحب کے بھائی علی احسن صاحب نے کتاب <u>احیاء الاسلام</u> بھیج دی اور علی صفدر صاحب نے ہمیں بھی آڑے ہاتھوں لے لیا۔ ڈیڑھ سال تک تحریری مناظرہ جاری رہا ہزاروں صفحات کا ریکارڈ تیار ہو گیا۔ آخر علی صفدر صاحب نے اپنے خالصی قسم کے اجتہاد سے توبہ کی معذرت لکھی اور اپنے تمام قلمی مسودات اصلاح کے لئے ہمارے پاس بھیج دیئے جو آج تک اپنی اصل حالت میں موجود ہیں۔ اُدھر علی صفدر کا سارا حلقہ اور اہل قلم حضرات بھی ہمارے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ اُسی زمانہ میں ڈھکو نے اپنی کتاب احسن الفوائد لکھی اور اپنے قلم سے نوٹ لکھ کر ہماری نذر کی۔ علی احسن صاحب مذکور نے ایک مسودہ اصلاح کے لئے اور سرگودھا سے شائع کرانے کیلئے خرچ کے ساتھ بھیج دیا۔ چونکہ ڈھکو صاحب ہم پر جان چھڑکا کرتے تھے۔ سروقد تعظیم بجالایا کرتے تھے۔ سرگودھا اور محمدیہ اسکول کے مدرسین اور طلّاب زندہ گواہ ہیں۔ خصوصاً جناب السید نصیر حسین صاحب معلم مدرسہ بھی چشم دید گواہ ہیں۔ اس لئے ہم نے نہ چاہا کہ ہمارے ہاتھوں ڈھکو صاحب کی توہین ہو۔ لہٰذا ہم نے مذکورہ مسودہ کی ہلکی اور نرم سی اصلاح کی سخت الفاظ خارج کئے اور چاہا کہ خاموشی سے ثنائی پریس میں شائع کرا کے چند کاپیاں راولپنڈی احسن صاحب کو اور چند بمبئی صفدر صاحب کو ارسال کر دوں تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ کتاب شائع ہو کر تقسیم ہوگئی ہے۔ لیکن میں کتاب کو تقسیم نہ کروں۔ یہ اسٹاک آج بھی کافی مقدار میں میرے پاس محفوظ ہے۔ مگر حادثہ یہ ہوا کہ ماہنامہ المبلغ کے کاتب السید شیرازی

صاحب بھی ثنائی پریس میں کتابت کرتے تھے۔ اُنہوں نے زیرنظر کتاب کا مسودہ دیکھا اور چپکے سے ڈھکو صاحب کو اطلاع کردی۔ ہاتھ پیر پھُول گئے۔ دوست سے یہ اُمید نہ تھی۔ بات غلط نہ تھی میرے معتمد تقی صاحب اورنقوی صاحب کو بلایا بات بتائی۔ وہ آئے اورسوال کیا۔ میں نے اصل واقعہ بتادیا کہ کتاب باہر نہ نکلے گی شائع ہونا ضروری تھا۔ میں خود گیا ڈھکو صاحب خوش ہوگئے حالات معمول پر آ گئے۔ میں پنشن پر کراچی چلا آیا۔ ڈھکو صاحب کے خلاف اُٹھنے والے دب گئے۔ اصول الشریعہ شائع ہوگئی۔ اور چاروں طرف سے ہنگاموں کے خطوط آنے لگے۔ حکیم السید سرفراز حسین صاحب نے وجوب جمعہ پر لکھنے کو کہا۔ الغرض احباب اور حلقہ اثر کی بے چینی سے متاثر ہوکر ڈھکو صاحب کو لکھا کہ بھیا یہ کام بند کردو مجھ سے گفتگو کرو میں خدمت کو حاضر ہوں۔ خط کا جواب تو آتا مگر اصل بات ٹال دی جاتی۔ رفتہ رفتہ زور بڑھا اور ہمیں قلم اٹھانا پڑا۔

مطلب یہ کہ ڈھکو صاحب میدان میں آ گئے اور دھوم مچادی۔ اب ہم نے فیصلہ کیا کہ اپنی نا قابل اختتام کتاب ۔"اسلام اور علمائے اسلام"۔ میں ڈھکو صاحب کو بھی شامل کرلیا جائے۔ چنانچہ ڈھکو صاحب معہ اپنے مجتہدانہ کرتبوں کے آپ کے سامنے ہیں۔ اُن کو بھی اپنے سابقہ بزرگوں کے قدم بقدم چلنا پڑا اُنہوں نے چاہا ہے کہ شیعوں میں دوگروہ یا دوفرقے بنادیئے جائیں۔ مگر اُن کی تمام ترکیبیں ناکام ہوتی جارہی ہیں۔ اُنہوں نے بھی سابقہ مجتہدین کی طرح فتوؤں سے کام لینا چاہا۔ سادے پنجابی علمائے شیعہ کو انہوں نے شیخی اور مفوضہ قرار دیا اور عوام کے لئے فرمایا کہ:۔

<u>(VII) شیعوں کی اَسی (۸۰) فیصد تعداد ڈھکو اور مجتہدین کے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھتی ہے</u>

۔"اس کے خلاف بطور شاہد بہت کچھ مواد پیش کیا جاسکتا ہے جسے ہم ضروری نہیں سمجھتے۔ عوام کو بھی چھوڑ یئے۔ ورنہ ہم بلاخوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ اگر ایک غیر جانبدار آدمی آج ہی ہمارے عوام شیعہ کے عقائد کا جائزہ لے تو کم از کم اَسی (۸۰) فیصد ان ہی عقائد کے معتقد نظر آئیں گے۔ ہم بطور نمونہ عوام کے نہیں بلکہ چند خواص کے نام مع ان کی تحریرات کے پیش کرتے ہیں"۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۸۰)

اس تحریر کے فوراً بعد تین علماء کے نام لکھے مگر دروغ گو را حافظہ نہ باشد کے قہری قانون کی زد میں آ گئے اور تین ناموں کو چار الگ الگ نمبروں میں شمار کر کے تین کے چار بنادیا۔ اور ان ناموں میں جناب السید محمد سبطین صاحب قبلہ اور السید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ جونپوری کو بھی مذکورہ اسی (۸۰) فیصد شیعوں کے ہم عقیدہ لکھ گئے۔ اب ہم ڈھکو صاحب سے دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ یہ بتائیں کہ وہ بیس فیصد سے کم لوگ کون ہیں؟ جو اَسی فیصد (80%) شیعوں کے مخالف عقائد رکھتے ہیں۔ الحمدللہ کہ ڈھکو یہاں بھی کاذب نکلے اُن کو بتاؤ کہ سوائے چار پانچ مجتہدین کے تمہارے عقائد کا کوئی شخص شیعوں میں نہیں ہے۔ اور نہ کبھی اِن کی تعداد بیک وقت پندرہ سے آگے بڑھی۔ رہ گیا تمہارا اور تمہارے بزرگوں کا یہ شور مچانا کہ پنجاب کے

تمام علماء اور پاکستان اور ہندوستان کے تمام شیعہ شیخی اور مفوضہ ہیں۔ یہ اتہام نیا نہیں ہے۔ تمام شیاطین شیعوں کو مشرک اور بدعتی اور ملحد کہتے چلے آئے ہیں۔ لیکن ان کا دامن محمدؐ و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے دامن سے اس طرح بندھا ہے کہ تم اور تمہارے تمام شیوخ اُس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ تمہارے لئے اور تمام دشمنانِ آل محمدؐ کے لئے تباہی مقدر ہے۔ تم اور تمہارے گروہ کے مجتہدین شیعہ تو شیعہ ہیں۔ کسی بھی مذہب کے افراد نہیں ہوتے کیونکہ تمہارے مذہب کا نام اجتہاد ہے۔ تم کسی بھی امامؑ کا ایک قول کسی بھی قسم کی حدیث میں یعنی اخبار احاد ہی میں دکھا دو جس میں لفظ مجتہد اور اجتہاد کو اپنے مسلک و مذہب کی چیز فرمایا ہو۔ تم کسی بھی حدیث میں اخبار احاد پر عقیدہ قائم نہ کرنے کا حکم لفظ احاد یا واحد کے ساتھ دکھا دو یعنی جہاں یہ فرمایا ہو کہ:۔

(۱) ہمارے مذہب میں اجتہاد جائز ہے۔

(۲) ہمارے مذہب کے عالم کو مجتہد کہتے ہیں۔

(۳) ہماری اُن احادیث پر اعتماد نہ کرنا اور اُن پر عقائد کی بنیاد نہ رکھنا جن کو ہم اخبار احاد یا احادیث احاد یا خبر واحد کہتے ہیں۔

(۴) خاطی عالم کی تقلید واجب ہے۔

(۵) قرآن کی آیاتِ متشابہات نا قابل اعتماد ہیں۔

(۶) قرآن و حدیث سے علم قطعی حاصل نہیں ہوتا۔

اَسّی (۸۰) یا نوّے (۹۰) فیصد شیعوں کے جو بھی عقائد ہیں وہ یقیناً مجتہدین کی تعلیم کا نتیجہ نہیں ہیں۔ اس لئے کہ مجتہدین تو اُن عقائد کے مخالف عقائد رکھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلسل گیارہ سو سال سے مجتہد راج قائم رہا۔ دولت و قوت وتلوار، خزانے اور افواج، تعلیمی ادارے اور اہل قلم سب اُن کے پاس تھے۔ پھر کیسے یہ اُلٹا نتیجہ برآمد ہوا؟ بات وہی ہے کہ یہ گروہ ہمیشہ اپنے عقائد کو پوشیدہ رکھتا چلا آیا کبھی اُسے یہ ہمت نہ ہوئی کہ اپنے دشمنانہ عقائد کی کُھل کر تبلیغ کر سکے۔ کتابوں میں لکھنے سے عوام کو پتہ نہ چلتا تھا۔ باہر میدان میں ڈھکو کی طرح وہ لوگ بھی فضائل آل محمدؐ پڑھتے اور روپیہ بٹورتے تھے۔ اپنے عہدوں کے تحفظ میں زبان بند رکھتے تھے۔ اِدھر حقیقی علمائے شیعہ کو جب موقعہ ملتا وہ فضائل بیان کرتے تھے کہ ابلیس اور مجتہدین دونوں تڑپ کر رہ جاتے تھے۔ مگر کھل کر میدان میں آ کر اُن فضائل کے انکار کی جرأت نہ کرتے تھے ورنہ شیعہ اُن کو پہچان جاتے اور ماتمی زنجیریں اور چھریاں اُن کے سر وسینہ کو رنگین کر ڈالتیں۔ چھوٹی مجالس میں عورتیں اور ذاکرین برابر ایسے فضائل پڑھتے رہتے تھے۔ جو مجتہدین کی جناب میں شرک و بدعت تھے۔ مگر مجتہد لب بہ مہر رہنے پر مجبور تھا۔ ڈھکو جو حوالے اور اقتباسات پیش کر رہے ہیں یہ مجتہدین کی کتابوں کے قبرستان میں دفن تھے۔ حدیقہ سلطانیہ بھی مجتہدانہ لاشوں کا ایک چھوٹا سا گورستان ہے۔ جب اس کا مصنف اور مصنف کا والد عظیم خان زندہ تھے۔ تو ایک دن بھی ان میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ اپنے مشرکانہ عقائد کو شیعوں کے مجمع عام

میں بیان کردیں۔دونوں بچارے نوابوں کی جوتیاں سیدھی کرنے اور جام شراب چلتا دیکھنے اور اپنی تنخواہ سے چپکے رہنے کا کام کرتے تھے۔یہ جو کچھ مشہور ہے یہ اُن کے چمچوں نے لکھا ہے۔

ہم اپنی موعودہ کتاب میں عقائد شیعہ اور اُن کی قدامت دکھانے والے ہیں۔شیخی اور مفوضہ سے باقاعدہ تعارف کرایا جائے گا۔یہاں اتنا سُن لیں کہ شیخی اور مفوضہ نجات کے مستحق ہیں لیکن مجتہدین مستقلاً اور بلا استثناء جہنمی ہیں۔شیخیہ اور جناب شیخ احمد احسائی رضی اللہ عنہ تو کل کی پیدائش ہیں۔لیکن جو عقائد اَسّی (۸۰) فیصد شیعوں کے بتائے جاتے ہیں وہ تو تیرہ سو سال (۱۳۰۰) سے مشہور و معروف اور قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔یہی وجہ تو ہے کہ مجتہد قرآن کی بعض آیات کا اور رسولؐ و معصومینؑ کی بعض احادیث کا انکار کرتا ہے۔تاکہ اُن عقائد وحقائق پر پردہ ڈال سکے جو اللہ ورسولؐ نے اختیار کرنے کا حکم دیا تھا۔آخر میں قارئین کو دو باتیں یاد دلا کر مجتہدین سے سرکش کردیں۔پہلی یہ کہ ابھی ابھی جو چھ عدد سوالات لکھے گئے تھے۔اُن کو یاد کرلیں اور ڈھکو اور جو مجتہد ملے اُس سے جواب طلب کریں اور دیکھیں کہ مجتہد آپ سے اُسی طرح بھاگے گا جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔دوسری بات یہ کہ مجتہدین کے فتوؤں سے بالکل بے فکر ہو جاؤ۔اس لئے کہ وہ لوگ فرقہ شیخیہ اور مفوضہ کو ایسا شیعہ ضرور مانتے ہیں جو مجتہدین سے مشورہ اور حکم لئے بغیر محمدؐ و آل محمدؐ کے فضائل کو <u>اختیار</u> کرتے ہیں۔اور مجتہد کی خود ساختہ حدود کی پرواہ نہیں کرتے۔اِسی لئے اُنہیں <u>غالی</u> بھی کہتے ہیں۔لہٰذا ہمارے شیعہ ہونے کے خود بلکہ بقلم خود قائل ہیں۔لیکن ہم مجتہدین کو از روئے قرآن واحادیث قطعاً بے دین ثابت کرتے ہیں لہٰذا ہم زیادہ سے زیادہ اُن کے بقول گناہ گار شیعہ ہیں۔اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو بھی ہم نجات کے مستحق تو ہیں۔لیکن مجتہدین تو خالص اور حقیقی مشرک، کافر اور مکذب قرآن وحدیث ہیں اُن کے لئے جہنم واجب ہے اُن کو اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا۔آپ کا اسلام شیعیت اور محبت اہلبیتؑ ثابت ہے اور ہمیں یہ کافی ہے۔

<u>(د) ڈھکو اینڈ کمپنی حسبنا کتاب اللہ کے مطابق قرآن کی معصومؑ تفسیر اختیار نہیں کرتی</u>

شیعوں کو فریب دینے کے لئے جہاں مجتہدین بہت سی شیعہ چیزوں کو برائے نام مانتے ہیں وہاں وہ یہ بھی مان لیتے ہیں کہ قرآن کریم کی تفہیم کے لئے محمدؐ و آل محمدؑ ضروری ہیں۔لیکن جب سچ مچ اِس حقیقت پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے۔تو اُس وقت یہ گروہ محمدؐ و آل محمدؐ کو نظر انداز کرکے قرآن کریم کو بلا تفسیر معصومؑ کے اپنے باطل مقاصد پر فٹ (FIT) کرلیتا ہے۔اس سلسلے میں چودہ آیات آپ کے سامنے آنے والی ہیں۔جہاں مسٹر ڈھکو اپنی ذاتی رائے سے قرآن کو خود آئمہ معصومین علیہم السلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔لیکن پہلے اُن کے قلم سے یہ دیکھ لیں کہ اُن کا وہ عمل باطل اور تکذیب قرآن ورسولؐ ہے۔تاکہ اُن کا اللہ

ورسولؐ اور قرآن کو جھٹلانا پکا ہو جائے۔

(۱) ڈھکو مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے قرآن کے حقیقی مفاہیم کو رسولؐ اللہ کا محتاج لکھتے ہیں

یہ فریب کار شخص اپنے فریب کو الفاظ واعلان سے رنگین کرتا ہے۔اور قارئین کو یہ یقین دلا دیتا ہے کہ وہ واقعی مسلم اور وہ بھی شیعہ مکتب فکر کا مسلم ہے۔سنئے۔

''(۱) یہ حقیقت اربابِ بصیرت پر پوشیدہ نہیں ہے۔کہ کسی بھی فن کی کوئی کتاب بغیر اُس فن کے ماہر مُعلّم کی تعلیم وتلقین کے خود اپنے مطالب ومقاصد کو واضح نہیں کر سکتی۔اور لوگ اُس کے حقیقی مفاہیم کو نہیں سمجھ سکتے۔تو جس کتاب میں تمام دنیا کے علوم وفنون موجود ہوں۔جس میں کائنات کی ہر خشک وتر چیز کا ذکر موجود ہو۔جس کا یہ دعویٰ ہو:۔

وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ (۳/۷) بغیر کسی مُعلّم ربانی کی تعلیم کے کیوں کر ہر شخص اُس کے مفاہیم ومعانی اور اس کے مطالب ومقاصد کو سمجھ سکتا ہے؟''۔

''(۲) خداوند عالم نے جناب ختمی مرتبتؐ کے دینی وظائف میں سے ایک اہم وظیفہ یہ بیان کیا ہے کہ:۔ **یُعَلِّمُهُمُ الکتاب والحکمة** (سورہ جمعہ پارہ ۲۷ ع)(۶۲/۲) کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔اگر مسلمان جو کہ اہل زبان بھی تھے۔خود مطالب ومقاصدِ قرآنیہ کو سمجھ سکتے تو آنجنابؐ کے پڑھانے کی کیا ضرورت تھی؟ ظاہر ہے کہ جب وہ تعلیم دیتے ہوں گے۔تو کچھ عبارات اور الفاظ کے ذریعہ دیتے ہوں گے۔اُن ہی اقوال وافعال اور تعلیماتِ پیغمبرؐ اسلام کا نام مسلمان حدیث رکھتے ہیں۔جن کا انکار کسی طرح بھی متصور نہیں ہوسکتا''۔

''(۳) ارشادِ قدرت ہے۔وانزلنا الیک الذکر لتبیّن لِلنّاسِ مانزّل الیهم (۱۶/۴۴)(سورہ نحل پ ۱۴۔۲۲) ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن اس لئے اُتارا ہے کہ تم واضح طور پر لوگوں کے لئے بیان کرو کہ خدا نے کیا نازل کیا ہے؟ اس آیت مبارکہ سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن محتاجِ بیانِ رسولؐ اسلام ہے۔وہاں یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے۔کہ وہ بیان وشرح رسولؐ اصل قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔تعلیمات قرآن کے ان ہی تشریحات وتوضیحاتِ نبوؐیہ کا دوسرا نام حدیث ہے''۔

''(۴) آنحضرتؐ کے فیصلہ اور حکم کے الفاظ وعبارات یقیناً قرآن کے علاوہ ہوتے تھے۔لہٰذا قرآن کے ساتھ ساتھ ان کی بھی ضرورت ہے۔تاکہ ہم جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات وتوضیحات کی روشنی میں مطالب قرآن کو سمجھ کر اور اُس پر عمل کر کے نجات دارین حاصل کریں''۔احسن الفوائد صفحہ ۵۰۱۔۵۰۰)

(۲) ڈھکو کے منافقانہ بیان پر دو دو باتیں ہو جائیں

اول۔قارئین نے دیکھا کہ ڈھکو نے اس بیان میں مسلمانوں کو پکا یقین دلا دیا ہے کہ وہ قرآن کریم کو سمجھنے اور سمجھانے

کے لئے ہمیشہ رسولؐ اللہ کے اور علمائے ربانی یعنی آئمہ معصومینؑ کی تفسیر وتوضیح کو سامنے رکھیں گے۔اور اپنی رائے اور سوجھ کو قرآن کے معاملہ میں کبھی کوئی مقام نہ دیں گے۔۲ اُنہوں نے یہ بھی مان لیا کہ صحابہ رسولؐ اور اہل عرب بھی قرآن سمجھنے میں رسولؐ کے محتاج تھے۔حالانکہ قرآن عربی زبان میں ہے اور اُن کی مادری زبان عربی تھی۔لہٰذا مسٹر ڈھکو کی مادری زبان تو پنجابی ہے وہ عربوں سے بھی کم قرآن سمجھ سکتے ہیں۔۳ اُنہوں نے جلدی میں یہ بھی مان کیا کہ قرآن میں تمام دنیا کے علوم وفنون اور کائنات کی ہر چیز کا بیان موجود ہے۔۴ اُنہوں نے یہ فریب بھی دیا ہے کہ حدیث کا انکار ہرگز نہیں کیا جائے گا۔

دوم۔مسٹر ڈھکو کا انکارِ حدیث اور قرآن ہی زیر بحث ہے۔اور بار باراُن کا منکر قرآن وحدیث ہونا سامنے آتا رہا ہے اور ذرا دیر بعد اُس کو پھر بے نقاب کیا جانے والا ہے۔یہاں تو یہ سمجھ لیں کہ اگر مجتہدین دل کی گہرائی میں مومن یا مسلم ہوتے تو اُن کا یہ بیان کافی ہوتا۔مگر چونکہ وہ اپنے اعلانات میں جلسوں میں، اور بعض مقامات کی تحریروں میں لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے مندرجہ بالا بیان دیتے ہیں۔لیکن عملاً قرآن کو ناقص، متشابہ، مشکوک، مجمل اور صرف چند اصولوں کی کتاب سمجھتے ہیں اور ہرگز رسولؐ اور آل رسولؐ کی تشریحات وتوضیحات اور تفسیرات کا لحاظ نہیں کرتے۔اور جو چاہتے ہیں قرآن کو اُس پر فٹ کر کے فتویٰ صادر کرتے رہتے ہیں۔اس لئے ہم ان کو منکر ومکذب قرآن اور حدیث کہتے ہیں۔

سوم۔مسٹر ڈھکو کو یہ معلوم نہیں ہے کہ سورہ جمعہ ستائیسویں پارہ میں نہیں ہے بلکہ اٹھائیسویں پارہ میں ہے۔۲۔اُن کو یہ خبر بھی نہیں ہے۔کہ مذکورہ آیت سورہ جمعہ کے کون سے رکوع میں ہے۔۳۔ہم نے قارئین کے لئے صحیح حوالہ لکھ دیا ہے (۶۲/۲) ۴۔مولانا کو یہ بھی بتانا پڑا ہے کہ چودھویں پارہ میں رکوع تو واقعی بائیس ہیں۔مگر اُن کی مطلوبہ آیت بارہویں رکوع میں ہے بائیسویں میں نہیں ہے۔۵۔ہم نے قارئین کی سہولت کے لئے نشاندھی کردی (۱۶/۴۴) ۶۔ڈھکو صاحب نے والحکمۃ کا ترجمہ ضروری نہیں سمجھا ہے اور لفظ کتاب کو قرآن کی مکتوبی صورت ''الکتٰب'' میں ناپسند کر کے اس کی صورت کو ہی تبدیل کر دیا ہے۔

(۳) ڈھکو اپنی مُسلّمہ نجات اور معصومؑ تفسیرات کی مخالفت سے جہنمی بنتے ہیں

اب قارئین یہ دیکھیں گے کہ مسٹر ڈھکو اپنے مندرجہ بالا بیان کے پرخچے اڑا دینے میں کس قدر کوشش اور محنت کرتے ہیں تاکہ جس طرح ہو سکے شیعان محمدؐ وآل محمدؐ کے ایک ایسے بنیادی عقیدے کو باطل کر سکیں جس پر بقول ڈھکو اَسّی (۸۰) فیصد سے زیادہ مومنین ایمان رکھتے ہیں اور اپنے روزمرہ کے اعمال میں تیرہ سو سال سے اس پر کاربند ہیں۔اُس عقیدہ کا نام اُن لوگوں نے زبردستی تفویض رکھ دیا ہے جیسا کہ اپنا نام انہوں نے اصولی رکھ لیا ہے۔یعنی باقی علماء بے اصولی کی باتیں کرتے ہیں۔ تفویض کے معنی اپنی گھریلو لغت سے یہ کئے ہیں کہ:۔

۔''خدا اپنے تمام کام اور اختیارات کسی اور کو سونپ کر خود بے کار ہو کر بیٹھ گیا ہے''۔اور مجتہدین سے مدد مانگ رہا ہے۔

پھر حقیقی مومنین کو، یا یُوں کہئے کہ ان شیعوں کو جو مجتہدین کے مخالف ہیں ۔تفویض کا قائل کہہ کر اُن کا نام مفوضہ رکھا ہے۔تا کہ انہیں مندرجہ بالاعقیدہ کا اتہام لگا کر بدنام کیا جائے۔اور نتیجہ میں اُن لوگوں سے فضائل محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کا انکار کرالیا جائے۔عقیدہ کے صحیح ہونے پر ہماری گفتگو ہماری موعودہ کتاب میں باقاعدہ آنے والی ہے۔یہاں تو یہ دیکھنا ہے کہ ڈھکو صاحب شیعوں کے اُس عقیدہ کو غلط ثابت کر سکے یا نہیں؟اور یہ کہ وہ قرآن کو مذکورہ اوراپنے مسلمہ قاعدے کے خلاف استعمال کرنے میں کس قدر بیباک اور سرکش ہیں اور کہیں بھول کر بھی یہ نہیں کہتے کہ قرآن کے حقیقی مفاہیم سمجھنے کے لئے رسوؐل وآل رسوؐل کی ضرورت بھی ہے۔حقیقی مسئلہ یہ ہے کہ اللہ نے محمدؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کو اُمور عالم،اُمور دینی یا اُمور شرعی اور امور الناس میں کچھ اختیارات دیئے ہیں یا نہیں؟۔

(۴) ڈھکو صاحب چودہ آیتوں سے محمدؐ وآل محمدؐ کو ان کے فضائل اور اختیارات سے محروم کرتے ہیں

یہاں ہم نمبر وار ڈھکو صاحب کی اختیار کردہ آیات کو اُن کے ترجمہ کے ساتھ لکھیں گے اور پھر یہ دکھائیں گے کہ مسٹر ڈھکو مجتہدانہ قواعد سے بھی غلط کار ہیں اور مومنانہ طرز تفہیم کی رُو سے بھی باطل پرست ہیں۔جہاں ہمارے بیان میں سرکشی نظر آئے وہ مجتہدانہ طریقہ ہوگا۔ورنہ ہم قرآن اور حدیث کو قبول کرنے میں کسی قسم کا عذر بھی جائز نہیں سمجھتے ۔لیکن معاملہ چونکہ مجتہد سے ہے۔لہٰذا ان کے ساتھ ایسی زبان بولنا لازم ہے جسے وہ سمجھتے ہوں۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیں اِس لئے کہ ڈھکو اس کے قائل نہیں ہیں اور پھر آیات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی آیت = هو الله الخالق البارى المصور لهُ الاسماء الحسنىٰ (۵۹/۲۴)۔

''وہی خدا(تمام چیزوں کا) خالق،موجد،صورتوں کا بنانے والا اُسی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں''۔اس آیہ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خداوند عالم خالق ومصور ہے''(اصول الشریعہ صفحہ۸۳)

ہمارا تعاقب۔ا۔اس آیہ مبارکہ کو یہ بتانے کے لئے کہ خدا تمام چیزوں کا خالق ہے آنجناب ڈھکو صاحب کے بریکٹ اوراضافہ کی ضرورت تھی۔اس لئے یہ آیت مفصل نہیں بلکہ مجمل ہے اوراجتہادی قاعدے کی رُو سے اس آیت کو کسی دوسری آیت کی احتیاج ہے جو مفصل ہو اوراس آیت کی تفصیل بیان کرے لہٰذا یہ آیت تنہا کافی نہیں ہے ۔اِس آیت کے الفاظ میں کسی اور خالق یا مصور کی نفی نہیں ہے۔لہٰذا ایسی آیت لانا ہوگی جس میں اللہ کے سوا کسی اور کا خالق اور مصور نہ ہونا بیان ہوا ہو۔رہ گئی دھونس اور دھاندلی اور آیت کا رعب ڈال کر لوگوں کو خاموش کرنا ! تو ایک آیت سُنئے ،ہمارے ایسے لوگوں کی اس طرح مدح وثنا کی گئی ہے کہ:۔ **وَالَّذِيْنَ اِذَاذُكِّرُ وا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْاعَلَيْهَا صُمًّاوَعُمْيَانًاO(۲۵/۷۳)**

عبادالرحمٰن تو وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جب اُن لوگوں کو کسی آیت یا آیات کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو اندھوں اور بہروں

کی طرح آیات پر نہیں گر پڑتے۔(۶۲ تا۷۳/۲۵)

سُنا میاں ڈھکو! تم نے بہت بڑی غلطی یہ کی ہے کہ تم اُن حضرات کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے جن کے صدقہ میں تمہیں یہ جسم و جان ملی اور تمہارے لئے رزق کا بندوبست ہوا۔ان کے ساتھ ہے یہ قرآن اور سارا جہان۔ہم ان کے طرفدار و انصار ہیں یہاں گڑ بڑ سے کام نہ چلے گا ایک بات اور سنو:۔

۲۔تمہاری پیش کردہ آیت تمہارے اصول کے مطابق متشابہات میں سے ہے اور تم نے اور تمہارے مجتہد بزرگوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اصول عقائد میں آیات متشابہات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔اور آپ اس متشابہ آیت کو عقائد میں دلیل بنا کر فریب دے رہے ہیں۔

۳۔اِس آیت میں مخلوق کی صفات اختیار کی گئی ہیں۔مشترک صفات پر ایمان لانا شرک ہے۔خدا سے مخلوق کی صفات کی نفی لازم ہے۔اس لئے کہ اگر خدا جب سے ہے خالق ہے تو مخلوق پیدا کرنے کے بعد خالق قرار پائے گا۔اور مخلوق روز ازل سے ساتھ ساتھ ماننا شرک ہے۔پھر مُصور کے لئے لازم ہے کہ وہ تصورات ذہنی رکھتا ہو۔جب تک اس آیت کے لئے کوئی محکم آیت نہ لائی جائے یا معصومؑ تفسیر وضاحت نہ کرے یہ آیت قابل استدلال نہیں ہے۔اور سنو۔

۴۔آیت کا آخری حصہ یہ اجازت دیتا معلوم ہوتا ہے کہ جتنے بھی اچھے نام ہیں سب اللہ کے ساتھ چپکائے جا سکتے ہیں۔کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ چند اچھے نام استعمال کر لیا کریں؟ بلکہ اچھائی کو ذرا مخصوص کر کے استعمال کر لیا کریں؟ مثلاً۔''اللہ حقیقی اور مستقل مجتہد ہے''۔اس سے ذرا زیادہ شرعی بنا کر یوں کہیں۔''اللہ مجتہد علی الاطلاق ہے''۔یا یہ کہ اللہ محمد حسین ڈھکو ہے''۔ورنہ اقرار کرو کہ لفظ مجتہد اچھا لفظ نہیں ہے۔نہ محمد اور حسین اس کو اچھا کہہ سکتے ہیں۔یا یہ مانو کہ تم غلط سمجھے اور غلط ترجمہ کیا، یا یہ کہو کہ آیت مجمل متشابہ اور نا قابل استدلال ہے۔ **بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے مجتہد بننا+**

۵۔آپ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تو حقیقی معنی میں خالق اور مصور وغیرہ ہے۔ہم عرض کریں گے کہ تم ہمارے جیسے بلکہ ہم سے کم فہم اور کم علم انسان ہو۔وہ ذریعہ عقل کون سا ہے جس سے تم تو اللہ کی حقیقت تک پہنچ گئے اور ہم باوجود عاقل ہونے کے محروم رہے۔چونکہ اللہ کو جسم و جسمانیات سے منزہ ماننا لازم ہے۔اس لئے ہم اس سے عاجز ہیں کہ عقلاً یہ سمجھ سکیں کہ اللہ بلا ذہن کے مصور ہے۔بلا حرکت کیسے خالق ہے لہٰذا یہ آیہ مبارکہ متشابہات میں داخل کر کے مجتہد بن جاؤ۔

۶۔اور اگر تم اللہ کے مذکورہ ناموں یعنی خالق اور مصور وغیرہ کو اچھے نام سمجھے ہو تو ہماری طرف سے اپنی پیش کردہ مجمل آیت کی تفصیل بیان کرنے والی آیت سنو اور اس پر ایمان لاؤ تو جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا اللہ نے فرمایا کہ:۔

وَلِلّٰہِ __الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی__ فَادْعُوْہُ بِھَا وَذَرُو االَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْ ایَعْمَلُوْنَ ٥(سورہ الاعراف ۱۸۰/۷)

(۱)اور حَسِین ترین نام اللہ کی ملکیت ہیں (۲) چنانچہ اللہ کو اُن حَسِین ترین ناموں سے پکارو (۳) اور جو لوگ اللہ کے حَسِین ترین ناموں کو اللہ کی ذات میں شریک کر کے ملحد ہو گئے ہیں اُن کو نظر انداز کر دو بہت جلد ہم انہیں ان کے اعمال کی جزا دیں گے''۔

اور جناب مولانا سرکار!

۷۔اب ذرا دل پر جبر کر کے ایک حدیث بھی سُن ہی لیں۔اس حدیث کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے مندرجہ آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ:۔

۔''قسم بخدا ہم ہی وہ اسماءِ حسنٰی ہیں جن کے بغیر کسی بھی بندے کی دعا قبول نہ ہوگی جب تک ہماری معرفت حاصل نہ ہو''۔

عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام فی قول اللّٰہ عزّ وجَلَّ ''وللّٰہِ الاسماءُ الحسنٰی فادعوہ بھا''قال: نحن وَاللّٰہِ الْاَسماءُ الحُسنٰی الَّتِیُ لایقبل اللّٰہ من العباد عَمَلاً اِلَّابِمَعْرِفتنا ۔کافی کتاب التوحید

اس حدیث سے پہلے نمبر پر ہمارے ترجمہ کے جملہ نمبر۲ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ

اول۔''چنانچہ اللہ سے اُن حَسِین ترین ناموں کے ذریعہ دعا کیا کرو''۔اور پوری آیت وحدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ:۔

دوم۔محمدؐ وآل محمدؐ اللہ کی ملکیت ہیں۔چنانچہ تم لوگ اللہ سے محمدؐ وآل محمدؐ کے ذریعہ سے دعا مانگا کرو تاکہ تمہاری دعائیں اللہ قبول فرمائے۔اور وہ لوگ جو محمدؐ وآل محمدؐ کو خدا کی ذات کا شریک گردانتے اور ملحد ہیں اُن کو نظر انداز کر دو ہم اُنہیں ان کی بدعملی کی سزا دیں گے''۔

۸۔قارئین کرام اس گفتگو کا نتیجہ مجتہدین کے خلاف اور مومنین کے حق میں نکلا یہاں ایک ایسی بات نوٹ کر لیں کہ جو ہمیشہ مجتہدین کے خلاف آپ کی مدد کرے گی۔اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ یہ کلمہ پڑھتے ہیں کہ اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسوؐل ہیں۔ایسے لوگ محمدؐ کو مخلوق مانتے ہوئے مربوب مانتے ہوئے ہرگز نہ مشرک ہو سکتے ہیں نہ ملحد و کافر کہلا سکتے ہیں۔اس لئے کہ وہ محمدؐ وآل محمدؐ کا کوئی ایسا مقام بیان نہیں کر سکتے جس میں وہ بندے نہ ہوں۔ مربوب و مرزوق نہ ہوں یا یہ کہ وہ خدا کے محتاج نہ رہتے ہوں۔لہٰذا مجتہد کو نظر انداز کر کے یہ سمجھ لو کہ وہ تمام صفات جو مخلوق سے متعلق ہیں وہ تمام محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے لئے بولی گئی ہیں اور ثبوت دیا جا چکا ہے۔

<u>**(۵) ڈھکو کی دوسری آیت بھی کسی منافق کو فائدہ نہیں پہنچاتی**</u>

آیت ملاحظہ ہو ترجمہ ڈھکو:۔''کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کو (اپنے طور پر) بانٹتے ہیں؟ ہم نے تو اُن کے درمیان

اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَۃَ رَبِّکَ ؟نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُم مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا(پارہ ۲۵ زخرف رکوع ۹)

اُن کی روزی دنیاوی زندگی میں بانٹ دی ہے۔(ترجمہ فرمان)اس آیت ’’وافی ھدایۃ‘‘ سے ثابت ہوتا ہے کہ خداوند عالم ہی رازق مطلق اور مُقسم الارزاق ہے‘‘ ۔(اصول الشریعہ صفحہ ۸۳)(43/32)

ہمارا تعاقب ۔۱۔جس ترجمہ کو پسند کر کے اختیار کیا جاتا ہے۔وہ اختیار کرنے والے عالم کا اپنا ترجمہ سمجھا گیا ہے جب تک اپنے اختلاف نظر کا اعلان نہ کر دیا جائے۔لہٰذا اس ترجمہ کو اختیار کرنے کی وجہ سے مسٹر ڈھکو کو اس کا ذمہ دار سمجھا جائے گا۔ ورنہ لکھنا چاہئے تھا کہ یہ ترجمہ اُن لوگوں پر حجۃ ہے جو فرمان علی صاحب کو سند مانتے ہیں۔لہٰذا ہم مترجم اور ترجمہ پسند کرنے والے دونوں کی گرفت کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ:۔

۲۔اس آیت کو اس بریکٹ کے اضافہ نے مجمل بنا دیا ہے۔اگر یہ بریکٹ نہ ہوتا تو گویا اللہ معاذ اللہ اپنا مقصد بیان کرنے سے قاصر رہ جاتا۔لہٰذا مسٹر ڈھکو اینڈ کمپنی نے اللہ کی طرف سے یہ بتایا کہ اللہ کا یہ اعتراض یا سوال صرف اُن لوگوں سے متعلق ہے جو یہ سمجھ کر پروردگار کی رحمت کو تقسیم کریں کہ وہ ذاتی طور پر اپنے پاس سے دے رہے ہیں۔لیکن جو رحمت کو پروردگار کی چیز سمجھ کر صرف خدمت خلق کے لئے بانٹتے ہوں وہ اللہ کو پسند ہیں۔یعنی فرمان علی صاحب قبلہ کے اس بریکٹ کا مطلب ڈھکو صاحب نہ سمجھے اور اُن کی دلیل باطل ہوگئی۔اور الٹا یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ کے علاوہ بانٹنے والے دو دو قسم کے لوگ ہیں ایک ناپسندیدہ اور دوسرے پسندیدہ مُقسِم ہیں۔کیا ڈھکو صاحب اُن پسندیدہ تقسیم کنندگان میں اُن بزرگ حضرات کو شامل ہونے کی اجازت دیں گے جن کی وجہ سے اِن کو رزق ملتا ہے؟صحت وتندرستی ملی ہے؟۔

۳۔یہ آیت اس لئے بھی مجمل ہے کہ اس میں محض دنیاوی زندگی میں معیشت ملنے کا ذکر ہے۔کیا آخرت کی زندگی میں معیشت کی ضرورت نہ ہوگی؟اس سوال کا جواب آیت کے الفاظ میں نہیں ہے۔لہٰذا یہ اکیلی آیت استدلال کے لئے کافی نہیں ہے۔پھر ایک گنجلک یہ ہے کہ کیا معیشت ہی کو رحمت پروردگار کہا گیا ہے؟ جواب موجود نہیں ہے۔آیت اگر ڈھکو صاحب نے پوری دیکھی ہے تو فرمان علی صاحب نے رحمت پروردگار سے رسولؐ خدا کو مراد لیا ہے۔کیا ڈھکو صاحب مانتے ہیں کہ اس آیت میں ’’رحمت ربک‘‘ سے آنحضرتؐ مراد ہیں؟اگر نہیں مانتے تو رحمت للعالمین (۲۱/۱۰۷) کے کافر ہوئے اور مان لیں تو یہ بھی ماننا ہوگا کہ لوگ اُن کو آپس میں حصہ رسد بانٹنا چاہتے تھے یا بانٹ لیا تھا۔سوال یہ ہوگا کہ پھر کیسے زندہ سلامت رہے؟ اور رسولؐ خدا کو روزی یا معیشت کیسے سمجھا جائے؟ کیا وہ کھانے اور پہننے کے کام بھی آ سکتے تھے؟۔

۴۔پھر ڈھکو صاحب نے اسی آیت میں اللہ کو رازق مطلق قرار دیا ہے۔حالانکہ اُس آیت میں نہ لفظ رازق ہے نہ مطلق ہے۔نہ مقسم ہے نہ الارزاق ہے۔گویا آیت میں کم از کم یہ چار لفظ اور ہوتے تو مسٹر ڈھکو کی بات بنتی۔اس لئے یہ آیت یقیناً مجمل ہے۔ اور مجمل سے استدلال مجتہد کے یہاں قابل شرم بات ہے۔

۵۔ پھر اس آیت میں اللہ نے رحمت اور معیشت کی تقسیم کرنے میں خود کو جمع کے صیغے سے ظاہر کیا ہے۔ یعنی یا تو تقسیم کرتے وقت اللہ اکیلا نہیں رہتا بلکہ ایک گروہ بن جاتا ہے؟ یا پھر اُسے معاذ اللہ مجتہد کا خیال نہ رہا اور عربی قواعد کے خلاف واحد کی جگہ جمع بول گیا۔ اس صورت حال کی بنا پر اِس آیت کو متشابہات میں رکھنا پڑے گا۔

۶۔ آخری بات یہ کہ اللہ نے ایک ہی آیت میں ڈھکو صاحب کی دونوں ہی باتوں کو رد کر دیا ہے فرمایا ہے کہ:۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ (سورہ نسا)(۴/۸)

تقسیم کرنے کا جب وقت آ جائے تو قربت داروں اور یتیموں کو اور مساکین کو اس میں سے رزق تقسیم کرو اور اُن سے پسندیدہ اور مُسلّمہ اچھی باتیں کہو۔

یہاں ڈھکو صاحب کو ماننا پڑے گا کہ اللہ کے رزق کو بندے بھی بانٹتے ہیں اور یہ اُسی صورت میں شرک بنتا ہے جبکہ یہ کہا جائے کہ کوئی مخلوق ایسی رازق ہے کہ اگر وہ نہ چاہے تو اللہ بے بس ہو کر رہ جائے۔ اور رزاقیت پر اُس کا قابو و اختیار جب ہی قائم ہو جب کہ وہ دوسرا رازق مدد کرے۔ اور ایسا عقیدہ نہ کسی شیخی کا ہے نہ مفوضہ پر یہ اتہام لگایا جا سکتا ہے۔ نہ غالیوں کے سر منڈھا جا سکتا ہے یعنی مجتہدین بکواس علی الاطلاق کرتے ہیں۔

(۶) ڈھکو کی تیسری آیت بھی مخلوق میں مشترک ہے

ڈھکو صاحب آیت پر آیت لکھ رہے ہیں تا کہ سادہ دل قارئین پر رعب چھا جائے۔ لیکن ہم تو خانہ اجتہاد کے راز دار ہیں۔ ہم ان کی تواضع اس طرح کریں گے کہ وہ بلا حدیث اور تفسیر معصومؑ کے لب نہ کھولیں گے ورنہ ہم بھی منہ میں زبانِ دراز رکھتے ہیں آیت سنیئے:۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَىْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پارہ ۲۱ سورہ روم رکوع ۷)(۳۰/۴۰)

ترجمہ ڈھکو:۔ ''خداوہ (قادر و توانا) ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر اسی نے روزی دی۔ پھر وہی تم کو مار ڈالے گا۔ پھر وہی تم کو (دوبارہ) زندہ کرے گا۔ بھلا تمہارے (بنائے ہوئے خدا) کے شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے۔ کہ جو اِن کاموں میں کچھ بھی کر سکے۔ جسے یہ لوگ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔ وہ اِس سے پاک و پاکیزہ و برتر ہے۔ (ترجمہ فرمان علی)''۔ ''اس آیت مبارکہ سے بھی روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہوتا ہے کہ خالق و رازق اور محی و ممیت خداوند عالم ہی ہے''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۸۳)

ہمارا تعاقب ا۔ اس آیہ مبارکہ میں اُن لوگوں پر اعتراض ہے جو خدا کے کاموں میں خدا کو کسی اور کا محتاج یا پابند قرار دیتے ہیں۔ ہمیں ہر آیت کی طرح یہ آیت بھی **بلفظہٖ** منظور و مقبول ہے۔ اور ڈھکو کے بیان کے مطابق ہر قسم کا شیعہ خدا کے مذکورہ شرکاء ماننے والوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ نہ اس کے خلاف یہ مفوضہ کا عقیدہ ہے نہ غالیوں کا نہ شیخیوں کا یہ فریب ساز انہیں بدنام

کرنے کے لئے افتراء اور تہمت تراشیاں کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔اس اعلان کے بعد اب ڈھکو صاحب کا جواب سنئے:۔

۲۔پہلی بات تو وہی نوٹ کرلیں کہ مجتہدین اور اُن کے زیراثر لوگوں کا یہ پختہ طریقہ ہے کہ پہلے سے ایک خیال ذہن میں رکھ کر قرآن پڑھتے ہیں اور جہاں جہاں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اُن کے خیال کی تائید نہیں ہوتی وہاں ایک بریکٹ لگا کر اپنا خیال بڑھا دیتے ہیں۔گویا یہ لوگ قرآن کے اندر اپنے خیالات وتصورات پڑھا کرتے ہیں۔چنانچہ آیت زیر بحث میں بھی خدا نے اپنے قادر اور توانا ہونے کی کمی چھوڑ دی تھی جو بریکٹ سے پوری کی گئی۔اللہ نے صرف زندہ کرنے کی قدرت بتانا چاہا مگر اُنہوں نے کہا کہ دوبارہ زندہ کرے گا۔اللہ یہ نہیں کہتا کہ زیرنظر لوگوں نے کسی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔وہ صرف ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے جن کو خدا کے کاموں میں برابر کے شریک و مددگار سمجھا جاتا ہے۔مگر مجتہدین خدا کو یہ بتاتے ہیں کہ وہ لوگ برابر کے شریک یا مددگار نہیں بلکہ وہ تو تیرے مقابلہ میں اللہ ہیں۔آیت کے الفاظ سے یہ پتہ چلنا مشکل تھا کہ مذکورہ بالا شریک لوگ کس سے شرکت رکھتے تھے۔اس لئے بریکٹ سے واضح کیا گیا کہ وہ اللہ کی پوزیشن میں شریک ہیں۔

۳۔اس وضاحت کے بعد بھی یہ سمجھنا کہ آیت کا ترجمہ مجروح نہیں ہوا؟ قرآن کی آیت میں تحریف وتبدل وتغیر نہیں ہوا؟ مجتہد ہی کا ایمان قبول کرسکتا ہے۔بہرطور جس آیت کو اس قدر مدد کی ضرورت ہو وہ ہرگز مفصل آیت نہیں ہوسکتی اور مجمل آیت مجتہد کو استدلال کے لئے پیش نہیں کرنا چاہئے۔

۴۔اس آیت میں خالقیت اور مخلوق پر گفتگو ہوچکی ہے۔رزق اور رازق گذر چکے ہیں نئی بات یہ ہے کہ اللہ مارنے اور زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے اس کا انکار کافروں کو بھی نہیں ہے۔مگر مجتہدین کا یہ کہنا ایک کھلم کھلا اور قرآن کی آیات کے خلاف کفر ہے کہ اللہ کسی کو مارنے اور زندہ کرنے کا اختیار نہیں دے سکتا۔قارئین مجتہد کا سب سے بڑا گھناؤنا اعتراض صرف یہی ہے کہ شیعہ انسانوں کو محیی وممیت کہتے ہیں۔آیئے اِن فریب سازوں کو قرآن سنائیں۔

<u>(۷) اللہ کی رضامندی سے انسان کا تخلیق اور مردے زندہ کرنا انجام دیتا رہا ہے</u>

<u>عقیدہ</u>۔ہم شیعان محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ نے اپنی مخصوص صفات کے علاوہ باقی تمام صفات کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو پیدا کیا ہے۔اور ہر انسان کے لئے وہ سامان فراہم کیا ہے کہ قوانین خداوندی کو استعمال کرکے لامحدود حیات اور قدرت حاصل کرسکے۔اس مقصد کو عملاً ممکن بنانے کے لئے وہ وسیلہؑ پیدا کیا گیا جو اللہ سے متصل ہو اور ساری مخلوق کو وہ تمام سامان فراہم کرتا رہے جو متعلقہ مقصد اور تعارفِ خداوندی کے مظاہرہ کے لئے ضروری ہو۔اللہ نے اُس اولینؑ مخلوق کو وہ تمام سامان دے کر پیدا کیا جو توحید کی پوزیشن کو حدوث وزمان ومکان کی آلائش سے منزہ رکھے اور تمام وہ صفات واشارات وضمائر اللہ کی بجائے اُس مخلوق اولؑ پر منتہی ہوں جو توحید کو کسی خاص سمت، خاص زمانہ، اور کسی خاص وقت وحالت

وکیفیت سے ملوث کرتی ہوں۔

۔''یہ ایک سواڑتالیس الفاظ میں لکھا ہوا ہمارا عقیدہ اُن تمام با مذہب علماء وعقلا اور لا مذہب فلاسفرز و متکلمین کے لئے لمحۂ فکریہ اور چیلنج ہے کہ تخلیق کائنات پر اس سے بہتر تصور اور اس سے زیادہ متواتر و مسلسل عقیدہ کوئی پیش نہیں کیا جا سکتا۔'' اس عقیدہ کو آسان اور عام فہم زبان میں بیان کرنے والوں کے الفاظ اور جملوں کو غلط استعمال کر کے دشمنان اسلام ہمیشہ سے اسلامی پھیلاؤ اور اثر ونفوذ میں رکاوٹ ڈالتے رہے ہیں۔ اُس گروہ کا اولین فرد ابلیس تھا۔ اس نے اللہ کے الفاظ اور جملے کے غلط مگر عقلی قیاس کے ماتحت معنی اختیار کئے تھے۔ وہاں سے یہ سلسلہ چلتا ہوا جناب ڈھکو تک آ پہنچا ہے اور اب گفتگو یہ ہے کہ آیا تخلیق یا کسی اور عمل کے لئے اللہ کا حرکت میں آنا صحیح توحید کی ترجمانی کرتا ہے؟ مجتہدین اور ہم سب مل کر متفقہ طور پر اللہ سے حرکت کی نفی کرتے ہیں۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ بلا حرکت اللہ کا تخلیق کرنا کس طرح عقلاً ممکن ہے؟ ہمارے یعنی شیعان اہلبیتؑ کے علاوہ تمام علماء یہ کہتے ہیں کہ بس گول ہو جاؤ مان لو اور کہہ دو کہ اللہ قادر مطلق ہے کسی طرح بلا حرکت تخلیق وغیرہ بھی کر لیتا ہوگا۔ یہ جواب نہیں ہے۔ اس جواب کو استعمال کرنے والے لوگ کم از کم بے علم یا زیادہ سے زیادہ فریب ساز لوگ ہیں۔ بے علموں سے شکوہ ہی نہیں ہے البتہ فریب سازوں کو مخاطب کیا جا تا رہا ہے۔ اور اُنہیں بتایا جا تا رہا ہے کہ اللہ نے ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کو اپنے افعال کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور اپنی صفات کا مظہر قرار دیا ہے۔ اور اپنی ذات سے ہونے والے ہر خطاب کو ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کی وساطت سے مقرر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ادارہ کا ہر فرد اللہ کی طرف نمائندگی کرتا ہے۔ اُس کے تمام افعال اللہ کے افعال ہونے پر قرآن واحادیث گواہ ہیں۔ مجتہدین اگر ناواقف ہوتے تو ہم اُنہیں معافی کا موقعہ دیتے۔ لیکن وہ تو ادارہ ابلیسی کے فریب ساز لوگ ہیں۔ یہ لوگ مانتے ہیں کہ:۔ ا۔ رسولؐ اللہ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے (قرآن)

۲۔ رسولؐ اللہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے (قرآن)

۳۔ رسولؐ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے (قرآن) اور غالباً یہ بھی مان لیں گے کہ:۔

ا۔ اللہ کا ہاتھ رسولؐ کا ہاتھ ہے۔

۲۔ اللہ کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت ہے۔

۳۔ اللہ کی نافرمانی رسولؐ کی نافرمانی ہے۔

<u>اس ہی اصول کے مطابق ہم یہ کہتے ہیں کہ:۔</u>

ا۔ اللہ کی تخلیق محمدؐ کی تخلیق ہے۔ یعنی اللہ کا خالق ہونا محمدؐ کا خالق ہونا ہے۔

۲۔ اللہ کا موت دینا یا مارنا محمدؐ کا مارنا ہے۔ یعنی اللہ کا ممیت ہونا محمدؐ کا ممیت ہونا ہے۔

۳۔اللہ کا رازق ہونا　　محمدؐ کا رازق ہونا ہے۔　　یعنی اللہ کا رزق دینا۔

۴۔اللہ کا رحیم ہونا　　محمدؐ کا رحیم ہونا ہے۔　　رحم کرنا اور کرم فرمانا۔

۵۔اللہ کا کریم ہونا　　محمدؐ کا کریم ہونا ہے۔　　محمدؐ کے واسطے سے وقوع میں آتا ہے۔

بتایئے ان جملوں میں کون سی ایسی بات ہے جس سے مجتہدین کو بخار چڑھ جائے؟ شیعوں میں سے کسی نے محمدؐ کے بندہ اورمخلوق ومرزوق ہونے کا آج تک انکارنہیں کیا ہے۔نہ خدا کے وجود وتوحید کا انکار کیا نہ محمدؐ وآل محمدؐ کو خدا کا شریک کہا۔نہ یہ کہا کہ محمدؐ میں اپنی ذاتی قدرت وعلم ہے۔البتہ یہ ضرور کہا ہے اور کہا جاتا رہے گا کہ محمدؐ اولین مخلوق ہے ایسا مرزوق ہے کہ اسے پوری کائنات کے لئے رزق کا مجسم بندوبست بنایا گیا ہے۔ملائکہ خود اُسی بندوبست سے پیدا ہوئے۔ابلیس خود اُسی نور سے نار بن جانے والی چیز سے پیدا ہوا۔اور ساری مخلوق کو ظہورِ محمدیؐ اور فروغ محمدیؐ کے لیے پردہ شہود پر لایا گیا اور لایا جاتا رہے گا۔اور یہ سب کچھ تعارف خداوندی کا وسیلہ قرار پایا۔اور اللہ کی رضا مندی اوراذن واجازت سے سب کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اور ہوتا چلا جائے گا۔چنانچہ اللہ کے اذن سے ہونے والی وہ حقیقت سُنئے جو اُدھر مجتہدین کا سارا فریب کھول دیتی ہے۔اِدھر ہمارے مندرجہ بالا بیان اور عقیدہ پر زندہ بولتا ہوا قرآنی ثبوت اور سنت خدا بن جاتی ہے۔

(۸) فضائل نہیں بلکہ ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کی منصبی ضروریات کا نمونہ

عام مخلوق کو جس قُدرت واختیار ووُسعت وقابلیت وماہیت کی ضرورت پیش آسکتی تھی اللہ نے بوقت تخلیق ان میں ودیعت کردی تھی۔اس کے بعد عالم وجود میں جس کے لئے جس قدر اکتساب ممکن تھا وہ بھی سہل الحصول بنادیا تھا۔اُس عام اور فطری عطیہ کے بعد مخصوص مقاصد کے ماتحت بعض مخلوق کو کچھ اور فاضل قوت واختیار وقدرت وغیرہ دیا گیا تاکہ وہ اپنے مقصدِ تخلیق کی انجام دہی میں تنگئ دامان محسوس نہ کرے۔اُس فاضل سامان کو رفتہ رفتہ فضائل کہا جانے لگا۔لہٰذا جہاں کسی مخلوق کی فضیلت یا فضائل کا بیان ہو رہا ہو وہاں ہمارے قارئین کو چاہئے کہ یہ معلوم کریں کہ کونسی چیز فاضل دی گئی ہے۔اور یہ کہ کس مقصد یا کس فرض یا ڈیوٹی کو ادا کرنے کے لئے دی گئی ہے۔مثلاً پرندوں کو اور ملائکہ کو پر عطا کئے ہیں۔یہ پر باقی مخلوق سے فاضل ہیں۔پروں کے دیئے جانے کا مقصد پرواز کرنا ہے۔مگر پرندوں اور ملائکہ کے نزدیک یہ ''پر'' فاضل یا فضیلت نہیں ہے۔یہ تو اُن کی ضروریات میں سے ایک چیز ہے۔فرشتوں کو آناً فاناً آنکھ جھپکنے میں لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرنا تھا۔لہٰذا اُنہیں پرندوں کی پرواز سے کہیں زیادہ قوتِ پرواز ملنا چاہئے اور یہ اُن کی مقصدی ومنصبی ضرورت ہے۔نہ کہ فاضل وفضول اور فضائل؟ البتہ پرندوں کے مقابلہ میں یہ فاضل اور فضیلت ہے۔مگر فضول نہیں۔ہم موعودہ کتاب میں باقاعدہ گفتگو کریں گے یہاں تو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ ادارۂ نبوتؐ وامامتؑ کی منصبی ضروریات کا کیا مطلب ہے۔چند بنیادی ضرورتوں کا نمونہ قرآن سے دیکھئے:۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ O وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّىْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا م بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ج وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَاتَدَّخِرُوْنَ فِىْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O ؟(آل عمران ۴۸-۴۹/۳)

حضرت عیسیٰؑ کے لئے اُن کی والدہؑ کو رضامند کرتے وقت اللہ نے بتایا کہ دیکھو مریمؑ تمہارے ذریعہ سے ہمیں ایک ایسا بچہ عالمِ وجود میں لانا ہے جسے ہم الکتاب اورالحکمۃ اورتوریت وانجیل کی تعلیم دیتے ہیں۔جو بنی اسرائیل سے رسوؔل کی پوزیشن میں یہ کہہ سکے کہ دیکھو میں تمہارے رب کی طرف سے ایک آیت کیساتھ آیا ہوں تاکہ میں بڑے یقین واعتماد کیساتھ تمہارے لئے پرندہ ایسی ھَیئَت کی ایک چیز مٹی سے خلق کروں اور جُوں ہی اُس میں پھونک ماروں تو بحکم خداوندی میری خلق کی ہوئی چیز پرندہ بن کر اُڑنے لگے گی۔(تخلیق کی ترتیب)

۲۔تاکہ میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تمام متعلقہ اسباب سے بری کروں گا (خالق کے ساتھ باری بھی) اور اللہ کی عطا کردہ قدرت سے مُردوں کو زندہ کروں گا۔اور وہ سب کچھ تمہیں بتادوں گا جو تم کھا کر آئے ہوگے اور وہ بھی بتاؤں گا جو تم نے اپنے گھروں میں ذخیرہ کرکے رکھا ہوا ہوگا۔(غیب کی خبریں) اور اگر تم میری مذکورہ خداداد قدرت پر ایمان لے آئے تو یقیناً میرے باذن اللہ خالق و باری، محیی اور عالم الغیب ہونے میں تمہارے ہی لئے معجزہ کا سامان موجود ہوگا۔

(ii) حضرت عیسیٰؑ نے عطاشدہ قوت وقدرت کواستعمال کرکے دکھایا تھا۔

پچھلے عنوان میں خداداد قدرت واختیار کے ملنے کی اطلاع تھی اب یہ دیکھیں کہ وہ قدرت استعمال کرکے نمونہ دیا گیا تھا چنانچہ اُس سامان کو مستقل سامان بتاتے ہوئے اللہ اُسے اپنی نعمت فرماتا ہے اور عیسیٰؑ کے ذریعہ سے اُمت محمدؐیہ کو اُن نعمتوں کی امید کرنے پر انگیخت کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ:۔

’’اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قف تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا ج وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ج وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِىْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا م بِاِذْنِىْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِىْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى

جب اللہ نے عیسیٰؑ سے کہا تھا کہ اے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ میری اُس نعمت کا ذکر جاری کر جو تجھ پر اور تیری والدہ کو دی گئی ہے۔اُس وقت جب کہ میں نے روح القدس سے تیری تائید کی (یا یہ کہ جب روح القدس والے ہاتھ دیئے) اور تُو نے گہوارہ سے لے کر آخر تک معجز نما کلام جاری رکھا۔اور اُس زمانہ میں جب کہ تجھے میں نے الکتاب اورالحکمۃ اورتوریت وانجیل کی

تعلیم دی تھی۔ اوراس وقت کا بھی ذکر کرو جب میری اجازت کے ماتحت مٹی سے پرندہ کی ھَیٔــــت پرتخلیق کیا کرتا تھا۔اور پھراُس پر پھونک مارتا تو وہ پرندہ بن

بِـاِذْنِیْ وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَنْکَ اِذْجِئْتَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ اِنْ ھٰذَآ اِلَّاسِحْرٌمُّبِیْنٌ O (۵/۱۱۰)

جاتا تھااورتو میری ہی اجازت سے باری ہوکر مادرزاد اندھوں اورکوڑھیوں کومرض سے بری کردیا کرتا تھا۔اوروہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب تومُردوں کوزندہ کرکےقبروں سے نکال کھڑا کرتا تھا۔اور جب میں نے بنی اسرائیل کوتمہارے قتل سے بازرکھاجب کہ تم اُن کے پاس اُن کے دعاوی کے خلاف واضح سامان پیش کرنے کو پہنچے تھے۔اوراُن میں بعض (مجتہدین) نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ یہ خالقیت اورموت وحیات وغیرہ سب کُھلا کھلا جادو ہے۔اللہ کہیں اپنی صفات بندوں کوتھوڑی دے سکتا ہے''۔

(iii) مجتہدین کامنہ بندرکھنے کے لئے باربار۔باذن اللہ۔اور۔باذنی کہا گیا ہے۔

قارئین یہ نوٹ کریں کہ اللہ نے ہردفعہ اور ہرہرفعل کے لئے الگ الگ اجازتوں کا ڈھیرنہیں لگایا تھا۔یہ بار بار میری اجازت سےاوراللہ کی اجازت کہنے کی دووجوہات تھیں۔پہلی یہ کہ عیسائیوں اوریہودیوں میں توحید مشکوک ہوگئی تھی۔اوراُس وقت تک حقیقی توحید کو بیان کرسکنے والی زبان بھی تیارنہ ہوئی تھی۔جوکچھ عام فہم زبان میں کہا گیا تھاوہ خالص توحید پرحد بندی نہ کرسکتا تھا۔نزول قرآن کے دوران غلط عقائد کو جہاں تک ممکن تھامنع کیا گیا۔اوربات بات میں باذن اللہ لگالگا کرانبیاءعلیہم السلام سے اُن تمام چیزوں کی نفی کی گئی جن سے شبہات پیدا ہوتے تھے۔اورقرآن کوایسی عربی زبان میں نازل کیا کہ اُس سے عموماًبراہ راست فائدہ اٹھایا جاسکے۔اورہرپیشہ وطبقہ کا آدمی اپنے اپنے لئے زیادہ سے زیادہ راہنمائی حاصل کرسکے۔اس کے ساتھ ہی قرآن فہمی کامکمل دستورقرآن میں مفصل بیان کرکے قرآن اوراہل الذکرعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا دامن آپس میں باندھ دیا۔اورآخری فیصلہ محمدوآل محمدصلوٰۃ اللہ علیہم کے ہاتھ سے لینے کاحکم دیدیا۔اوردورامامتؑ میں تمام مسائل خصوصاً توحید باری تعالیٰ کوخالص طریقہ سے بیان کرنے کی ذمہ داری آئمہ اہلبیتؑ پرعائد ہوئی اُنہوں نے اس کی پرواہ کئے بغیرکہ عربوں نے اسلامی نظام کوسرکے بل کھڑا کردیا ہے۔توحیداوردیگرمسائل کوپھیلانا شروع کیا۔چنانچہ خطبات مرتضویؑ وہ کلام ہےجس کے سامنے دنیاکےتمام متکلمین اورسائنٹین اورعقلاءوعلماءنے سجدہ کیا ہے۔کسی کی مجال نہیں ہے کہ ویسا کلام کرسکےاورکسی سے ممکن نہیں کہ توحیداورخدا کی پوزیشن کواُنؑ سے بہتر بیان کرسکنے کا وہم بھی کرے۔چنانچہ دوسری وجہ یہ تھی کہ نزول قرآن کے دوران ہی مجتہدین نے محمدؐوآل محمدؐ پرقرآن کے خلاف جانے کا الزام لگاکرکثرت کوساتھ ملالیا تھا۔اگرمندرجہ بالااحتیاط زبان استعمال نہ کی گئی ہوتی تواہل عرب نے اپنی حکومت کے دوران برائے نام بھی قرآن کواختیارنہ کیا ہوتا۔اورقرآن ہی کودلیل بنا کر اسلام کوچھوڑدیا ہوتا۔لہٰذانظام مرتضویؑ نے جسے ہم۔''تحریک تشیع کہتے ہیں''۔عربوں کومجبورکیا کہ وہ قرآن کوشائع کریں اور

زبان سے قرآن کا اقرار کریں۔اور انکار کریں تو کثرت اُن سے باغی ہو جائے۔اس کے ساتھ ہی اللہ اور اُس کا نظام بتدریج کھلتا گیا اور آج انسانی عقول اسلام کے اُس تصور کو اختیار کرنے پر آمادہ ہیں جو محمدؐ و آئمہ اہلبیتؑ نے پیش کیا ہے اور ہم اپنی لنگڑی اور ناقص زبان میں اُسے بیان کرنے کی کوشش کرتے چلے آتے ہیں۔ذرا سوچئے کہ:۔

(IV) کیا آپ کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور ہر کام کے وقت خدا اجازت دیتا ہے؟

یہ مضحکہ خیز سوال ہے۔سُنئے جیسا کہ اوپر (۸) میں بیان ہوا کہ اللہ نے ہر مخلوق کو چند قوتیں، خاصیتیں ،حیثیتیں وغیرہ عطا کی ہیں اور اُس مخلوق سے اللہ کے اُن عطیات کا ہر لحہ ظہور ہوتا ہے۔جان دار صاحب عقل وارادہ مخلوق کو عقل اور اُس کے متعلقات اور اختیارات دے کر آزاد چھوڑ دیا ہے۔اور انہیں اپنی ڈیوٹی سمجھنے کا پورا موقعہ دیا ہے۔کسی کو مجبور کر کے نہ ہدایت پر چلایا ہے نہ جبراً گمراہ کیا ہے۔انسان خودکشی تک مختار ہے۔زندہ رہنے پھلنے پھولنے میں بھی آزاد ہے۔یہ سب حقائق ہیں تمام دنیا کے عوام وعلماحتٰی کہ مجتہدین بھی اُن کو مانتے ہیں۔آیات واحادیث سے ثابت ہیں۔اب بتایئے کہ کیا آپ جتنی دفعہ بولتے ہیں ہر دفعہ تمہیں اللہ سے اجازت ملتی ہے؟ نماز پڑھتے ہیں۔کھانا کھاتے ہیں۔کیا تم اجازت مانگتے ہو؟ کیا اجازت ملتی ہے۔ایسے ایک کروڑ سوالات کا ایک جواب ہے کہ نہیں۔نہ ہم اجازت مانگتے ہیں نہ اجازت ہر دفعہ ملتی ہے اور نہ اجازت کی ضرورت ہے۔اس لئے کہ اختیار وقدرت دیتے وقت عملاً اجازت دی تھی۔اور اب جو بھی کام ہم کرتے ہیں اُس قانونی اختیار یا اجازت ہی سے کرتے ہیں۔اگر وہ چاہے تو اس اختیار کو چھین سکتا ہے۔فالج چلنے پھرنے کو روک سکتا ہے۔موت سارا قصہ ہی ختم کر سکتی ہے۔مگر وہ یوں اختیارات نہیں چھینتا۔قوانین برسرکار ہیں۔قانون کسی انسان کے ماتحت نہیں رکھا گیا ہے۔ہر آدمی کو قانون کی پابندی قہری طور پر کرنا لازم ہے۔زمین پر چلنا ہوگا۔ٹانگوں سے چلنا ہوگا۔منہ سے کھانا پڑے گا۔چوری کرنا ہے تو رات اور مناسب وقت کا انتخاب کرنا ہوگا۔صحت درکار ہے تو دوا استعمال کرنا ہوگی۔مرنا ہے تو سنکھیا کھانا ہوگا۔اور اگر مقدار میں ذرہ برابر کمی رہ گئی تو موت نہ آئے گی۔اسی اصول پر ہم کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو زیادہ ذمہ داریاں سونپی گئیں یہ سب مانتے ہیں۔لہٰذا لازم ہے اور اللہ پر عقلاً واجب ہے کہ وہ جس کو جتنی ذمہ داریاں سونپے اس کو اُن ذمہ داریوں کے تناسب سے قوت وقدرت واختیار وعقل وعلم وغیرہ بھی عطا کرے اور مستقلاً عطا کرے اور بالکل آزاد اور مختار بنا کر چھوڑ دے تاکہ متعلقہ مخلوق یا فرد اپنے عطا شدہ جوہروں کو آزادی سے استعمال کرے اور کائنات میں فراہم کردہ سامان وعطیاتِ خداوندی کو دل کھول کر اپنے کام میں لائے اور کوئی چیز اس کا ہاتھ نہ پکڑے۔کوئی چیز اُسے اُس کے ارادے سے جبراً نہ روکے۔اب اگر وہ ایسے اعمال کرتا ہے۔جن کا حکم دیا گیا تھا تو اُسے برابر جزا ملتی رہے۔اور غلط کام کرتا ہے۔تو غلط نتیجوں سے تکلیف وسزا میں مبتلا رہے۔مجتہد چاہتا ہے کہ تمام انسانوں کے لئے تو اس بات کو تسلیم کرے لیکن انبیاء اور آئمہ علیہم السلام پر وہ ملعون قدغن

لگا تا ہے۔ اُنہیں ہر قدم پر ہر بات میں محتاج و بے اختیار سمجھتا ہے۔ اور دن رات اُسی مُنہ سے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے آنحضرتؐ کو سرور کائنات کہتا ہے تاکہ پبلک نعرہ مار کر اُس کے لکچر، وعظ یا مجلس کی تقریر کو کامیاب بنائے اور وہ ہر سال اپنی فیس بڑھا تا جائے۔ مگر یہ نہیں مانتا کہ اگر واقعی محمدؐ ساری کائنات کے سرور ہیں یعنی سردار ہیں تو اُن کو اُس کائنات پر پورا قابو اور قدرت ہونا چاہئے کائنات کا سردار بھی کہتا ہے اور ملائکہ سے گھٹیا مانتا ہے۔ ملائکہ سے غلطی کا قائل نہیں ہے مگر آنحضرتؐ سے (معاذ اللہ) غلطی مانتا ہے۔ ملائکہ کے محیر العقول واقعات اور حالات مانتا ہے مگر وہ ہستیؑ جس کے پسینے سے ملائکہ پیدا ہوئے ہوں جنہیں آدمؑ کو سجدہ کرنا پڑا ہو اُن ملائکہ کو آنحضرتؐ کا استاد کہتا ہے۔ انہیں حضورؐ سے زیادہ عالم زیادہ قادر مانتا ہے۔ یہ مجتہد اگر دل سے آنحضرتؐ کو سرور کائنات مانتا ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ کائنات کے ابتداء سے سردار ہیں یا عرب میں پیدا ہونے کے بعد سردار ہوئے۔ شیعہ مجتہد علیؑ کو مشکل کشا کہتا ہے لیکن یا علیؑ مدد کہنا شرک سمجھتا ہے۔ اور اگر یہ دریافت کر لیا جائے کہ تم نے دب دبا کر مان لیا کہ یا علیؑ مدد کہنا شرک نہیں بلکہ جائز ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایک شخص امریکہ میں یا علیؑ مدد کہتا ہے دوسرا لنکا میں یا علیؑ مدد کہتا ہے اور یوں یا علیؑ مدد کہنے والے لاکھوں آدمی لاکھوں مقامات پر مدد مانگتے ہیں۔ اب بتایئے کہ علیؑ ان کی بات سنتے ہیں؟ اور مدد کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو تم دراصل منافق ہو کھل کر سامنے آ ؤ اور کہو کہ تم مذہب شیعہ کے فرد نہیں ہو۔ تم دشمنانِ محمدؐ و آل محمدؐ کے مذہب کے افراد ہو۔ سُنو ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مجتہدین نے مذہب حقہ سے جنگ شروع کر رکھی ہے لہٰذا:۔

زمانہ برسرِ جنگ است یا علیؑ مددی   کمک زغیر تو ننگ است یا علیؑ مددی

کشود کار دو عالم بیک اشارہ تستؐ   بکار من چہ درنگ است یا علیؑ مددی؟

ہم دونوں جہاں نہیں بلکہ تمام کائناتوں کو محمدؐ و آئمہ اہلبیتؑ کے سامنے اس طرح حاضر سمجھتے ہیں جس طرح تمہارا ہاتھ تمہارے سامنے واضح ہے۔ بہر حال اللہ کی عطا کردہ قوت وقدرت واختیارات سے محمدؐ و آئمہ اہلبیتؑ تخلیق و موت اور مردوں کو زندہ کرنے پر ہر لحہ قادر ہیں۔ اور تم منکر ہو اور تمام ملائکہ منشاء محمدؐ کو بجالانے پر مامور ہیں۔ وہ بھی موت ورزق وغیرہ کی ذمہ داریاں اُن ہی کے لئے پوری کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ قرآن سے ثابت ہے۔ مگر قرآن میں ہدایت کی شرط ایمان ہے۔ تمہارا محمدؐ و آل محمدؐ کے اختیارات کا نہ ماننا تمہیں قرآن سے ہدایت حاصل کرنے سے مانع ہے۔ تم دل کے اندھے ہو۔ تمہارے کانوں میں ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں۔

(۹) ڈھکو کی چوتھی آیت

پچھلی یعنی تیسری آیت میں ملائکہ کو بھی اللہ نے مارنے کا اختیار اور ڈیوٹی دی ہوئی ہے۔ تازہ آیت سُنئے فرمایا گیا کہ۔

اَمۡ جَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ خَلَقُوۡا کَخَلۡقِہٖ فَتَشَابَہَ الۡخَلۡقُ عَلَیۡہِمۡ ؕ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّہُوَ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ

(پ۱۳س الرعدع۸)(علامہ ڈھکو نے اس چوتھی آیت میں الفاظ ''جَعَلُوْا لِلّٰہِ'' کی بجائے ''یجعلوا اللہ '' لکھا ہے۔)(15/16)

ڈھکو کا ترجمہ''۔اِن لوگوں نے خدا کے کچھ شریک ٹھہرا رکھے ہیں کیا اُنہوں نے خدا ہی کی سی مخلوق پیدا کر رکھی ہے؟ جن کے سبب مخلوقات اِن پر مشتبہ ہوگئی ہے (اور اُن کی خدائی کے قائل ہو گئے) تم کہہ دو کہ خدا ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہی یکتا اور سب پر غالب ہے (ترجمہ فرمان علی) یہ آیت بھی ہمارے مدعا پر نَصِ صریح ہے۔اور اُن امور میں کسی بھی شریک وسہیم کے وجود کی نفی کرتی ہے''۔(اصول الشریعہ صفحہ۸۳)

ہمارا تعاقب (i)۔اس آیہ مبارکہ کو اگر پورا دیکھا جائے تو شروع میں اللہ نے عرب مشرکین سے تین سوال کئے ہیں:۔

اول: اُن سے کہو کہ آسمانوں اور زمینوں کا ترتیب کرنے والا کون ہے؟

دوم: کیا تم نے اللہ کے علاوہ ایسے اولیاء اختیار کرر کھے ہیں؟ جو نہ تو اپنے لئے فائدہ حاصل کرنے میں مالک ہیں اور نہ نقصان سے محفوظ رہنے میں دخل رکھتے ہیں؟

سوم: کیا اندھا اور دیکھ سکنے والا مساوی ہیں؟

پھر اُنہیں دوسرا پہلو اختیار کرنے کے لئے اپنے سوالات کو لفظ ''یا''لگا کر موقعہ دیا ہے۔اور پھر سوالات کئے ہیں:۔

چہارم: یا یہ کہ کیا نُور اور ظلمات مساوی ہوتے ہیں؟

اب ڈھکو والا مقام آتا ہے۔

پنجم: یا یہ کہ کیا اُنہوں نے اللہ کے ایسے شریک مقرر کر لئے ہیں جنہوں نے اللہ کی پیدا کردہ چیزوں سے قطعی ملتی جُلتی چیزیں پیدا کر دی تھیں کہ ایک جیسی ہونے کی بنا پر اب اُنہیں الگ الگ کرنا مشکل ہو گیا ہے؟ اس کے بعد اللہ کا جواب ہے۔

(ii) ہم جس بات پر متوجہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ نے مشرکوں سے محض سوالات کئے ہیں اور اپنے اعتراضات میں کسی بھی مذکورہ صورت پر یہ فیصلہ نہیں کیا کہ وہ لوگ فلاں بات پر پختہ یا قائم ہیں۔ بلکہ سوالات کی بھرمار یہ بتا رہی ہے کہ مشرک لوگ نہایت مختلف اور ڈانواں ڈول تصورات میں مبتلا ہیں۔مگر اس ترجمہ کا پہلا جملہ لفظ۔اَمْ۔کا لحاظ کئے بغیر یہ بتاتا ہے کہ۔''اُن لوگوں نے خدا کے کچھ شریک ٹھہرا رکھے ہیں''۔

حالانکہ اللہ نے یہ فرمایا کہ۔''آیا اُن لوگوں نے خدا کے ایسے شریک مقرر کر لئے ہیں؟ جنہوں نے......؟۔

کہنا یہ ہے کہ مترجم اور علامہ نے مشرکوں کے ساتھ بے انصافی اور اللہ کے ساتھ خیانت کی ہے۔اور جب علامہ اس خیانت اور بے انصافی سے ملوث ثابت ہو جائیں تو اُن کے منہ سے نکلنے والی بات پر سچ ہوتے ہوئے بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ سوچنا ہے کہ اس آیت کا مذہب شیعہ اور مومنین سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ مشرک لوگوں کو مشرک مانتے ہوئے بھی یہ آیت اُن کو

شرک کی کسی ایک پختہ صورت میں ثابت کرنے کے لئے لانا غلط ہے۔ڈھکوصاحب کا ایسے سوالات والی آیت کو نصِ صریح قرار دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ مجتہدانہ اصطلاحات سے بھی واقف نہیں۔مثلاً ایک عدالت ایک ملزم سے مندرجہ ذیل سوالات کرتی ہے کہ:۔

ا۔پاکستان کی حکومت کس کے پاس ہے؟(جواب۔پیپلز پارٹی کے سربراہ بھٹو کے)

۲۔کیا تم کسی ایسی جماعت کو سربراہی کا حق دار سمجھتے ہو جو اپنے ذاتی مفاد اور نقصان کو بھی نہ جانتی ہو؟(پاگل بھی ایسی جماعت کو اختیار نہ کرے گا)

۳۔کیا ایسی اندھی جماعت کسی دیدہ ور جماعت کے برابر مفید ہوسکتی ہے؟

۴۔یا یُوں سمجھو کہ کیا نمایاں اور راہنما جماعت کسی اندھیرے میں گم شدہ جماعت کے برابر ہوسکتی ہے۔

۵۔یا یہ کہو کہ کیا پیپل پارٹی کی مخالف جماعت نے بھی کچھ ایسی ہی خدمات کی ہیں جو پیپل پارٹی کی خدمات سے گڈ مڈ ہوگئی ہیں اور اب لوگوں کے لئے دونوں پارٹیوں کی خدمات کو الگ الگ سمجھنا مشکل ہوگیا ہے۔

یہ سوالات ملزم پر کوئی جرم اور جرم کی کوئی ایک صورت ثابت نہیں کرتے۔البتہ یہ الزام ضرور قائم ہے کہ ڈھکو بددیانت اور خیانت کار ہیں۔ڈھکو کو بتایئے کہ نصِ صریح یا واضح اور قطعی فیصلہ یُوں ہونا چاہئے۔

ا۔پاکستان کی حکومت پیپل پارٹی کے سربراہ کے پاس ہے۔اور تم اس پارٹی کی حکومت کے منکر و مخالف ہو۔

۲۔تم نے ایک ایسی جماعت کو سربراہ سمجھا ہے جو نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ ملک کو نقصان سے بچا سکتی ہے۔

۳۔تم ایک اندھی جماعت کو دیدہ ور جماعت پر ترجیح دیتے ہو۔

۴۔تم راہ نما جماعت کی جگہ گمراہ جماعت کے پیرو ہو۔

۵۔تم اپنی پسندیدہ جماعت کی کوئی خدمت ثابت کرنے کے بجائے اپنی پسندیدہ جماعت کی خدمات کو پیپل پارٹی کی خدمات میں گڈ مڈ کرکے حق پوشی کرنے کے مجرم بھی ہو۔

قارئین ڈھکو والی آیت میں تلاش کریں کہ اُس میں مشرکین کے خلاف کوئی واضح بات موجود کہی جاسکتی ہے؟ لہٰذا یہ آیت شیعہ تو مومن ہیں، مشرکین پر بھی کسی فیصلے کے لئے پیش نہیں کی جاسکتی سوائے اس کے کہ مشرکین شرک میں بھی مستقل مزاج نہیں ہیں۔

(iii) البتہ اس آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں۔پہلے جملہ میں کائنات کا رب اللہ کو بتایا گیا ہے اور دوسرے جملے میں غلط اولیاء کو اختیار کر لینے کی بات ہوئی یعنی اولیاء وہ ہونا چاہئیں جو رب والی خصوصیات رکھتے ہوں جن کو نقصان سے محفوظ رہنے اور فائدہ پہنچانے پر قدرت حاصل ہو۔اور مومنین نے محض اُن لوگوں کو اولیا بنایا ہے جن کے متعلق قرآن کریم نے جگہ جگہ عربوں کو مستغنی کرنے اور نقصان سے بچانے اور زندگی عطا کرنے کا ثبوت دیا ہے۔ہمارے اولیاؑ مشکل کشا۔شافع محشر۔سرور دو جہاں

کائنات کونجات دینے والے ہیں اور اللہ سے سند یافتہ ہیں۔لہٰذا یہ آیت ڈھکو کے منہ پر ماردو۔

(IV) مجتہدین قرآن میں اپنے تصورات پڑھتے ہیں

قارئین نے حسب سابق اس چوتھی آیت میں بھی بریکٹ اور ذاتی تصورات کا اضافہ ملاحظہ کیا۔یعنی مجتہد حضرات کا کام قرآن میں اضافہ اور ردّوبدل کئے بغیر چلتا ہی نہیں ہمیں بریکٹ لگانے اور مفہوم قرآن کو واضح کرنے پر اعتراض نہیں ہے۔ اعتراض ہوتا ہے اس بات پر کہ آیت میں تصوراتی اور ذاتی اضافہ کرنے کے لئے بریکٹوں کی ماردے کر آیات کا رخ موڑا جائے علامہ صاحب نے یہ بریکٹ قرآن کے بیانات کے خلاف لگایا ہے۔ڈھکو صاحب کو دوبارہ یہ بریکٹ دکھا کر قرآن کا بیان دکھاؤ اور دریافت کرو کہ مجتہدین سچے ہیں یا قرآن سچا ہے؟۔

ڈھکو کا بریکٹ یہ ہے:۔ ’’(اوران کی خدائی کے قائل ہوگئے ہیں)‘‘۔(اصول الشریعہ صفحہ۸۳،آیت نمبر۴)

یعنی مشرکین عرب اللہ کے علاوہ کسی اور کی خدائی کے قائل ہیں۔مگر قرآن چار جگہ یہ اعلان کرتا ہے کہ مشرکین یا اہل مکہ اللہ کو اپنا خدا مانتے ہیں۔سُنئے۔اللہ نے چار مرتبہ آنحضرتؐ سے فرمایا ہے کہ:۔

اگر تم اُن سے یہ دریافت کرو کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور یہ چاند اور سورج کس کی اطاعت کررہے ہیں۔یا یہ دریافت کرو کہ خود تمہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ یقیناً

۱۔وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰه... الخ (العنکبوت ۲۹/۶۱)
۲۔وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰه.....الخ (۴۳/۸۷)
۳۔وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰه(سورہ لقمٰن ۳۱/۲۵)
۴۔وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰه(۳۹/۳۸)

اور بالضرور یہ جواب دیں گے اللہ نے پیدا کیا ہے اور سب اُسی کے قابو وقدرت میں ہیں۔مگر ڈھکو اینڈ کمپنی کو اللہ کا اعلان پسند نہیں ہے وہ چاہتے کہ اللہ یہ بھی کہہ دیتا کہ عربوں نے اللہ کی خدائی کا انکار کر کے کسی اور کی خدائی کو اختیار کر رکھا ہے۔

اب قارئین بتائیں کہ قرآن کے ترجمہ میں ہم کیسے اس گروہ کا اعتبار کریں؟اور کیوں نہ قرآن میں تحریف کرنے والوں کو لعنتی اور بے دین قرار دیں۔

(۱۰) ڈھکو کی پانچویں آیت بھی بے موقع پیش کی جارہی ہے

ڈھکو کی آیت ملاحظہ ہو۔امن یبدأ الخلق ثم یعید ہ و من یرزقکم من السماء و الارض أالٰهٌ مع اللّٰه ؟(۲۷/۶۴)

۔’’بھلا وہ کون ہے جو خلقت کو نئے سرے سے پیدا کرتا ہے پھر اُسے دوبارہ (مرنے کے بعد) پیدا کرے گا اور کون ہے جو تم لوگوں کو آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے۔تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟‘‘۔

ڈھکو صاحب نے اس آیت کو لکھ تو دیا ہے مگر اس پر اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا ہے۔لیکن ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ یہ

آیت سوالات کی صورت میں ہے۔اس میں کوئی بھی فیصلہ موجود نہیں ہے۔رہ گیا رزق کا معاملہ اس پر سیر حاصل گفتگو ہو چکی ہے اوراب جو چھٹی آیت آرہی ہے۔اُس پر مزید گذارشات پیش کریں گے۔یہاں صرف یہ نوٹ کرتے چلیں کہ مسٹر ڈھکو سے اس آیت کا دوسرا لفظ (یَبْدَؤُا کی جگہ یبدأ) غلط لکھا گیا ہے۔

(۱۱) ایک سانس میں چھ آیات کو رگڑ دیا:۔

یہاں وہ وقت آ گیا کہ مولانا کو بھی محسوس ہوا کہ وہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔لہٰذا اُنہوں نے چپ چاپ تراویح شروع کر دیں اور ایک ہی سانس میں چھ آیات کو ایک دوسری پر لکھ دیا تاکہ کم از کم یہ تو معلوم ہو جائے کہ ڈھکو حافظ قرآن ہیں۔ اور اُنہیں آیات کا سَر اور پَر کاٹ کر جہاں سے اور جتنا چاہیں قرآن پڑھنا آتا ہے۔ہم اُن کی اس کوشش کو ایک دم سمیٹ کر قارئین کی نظر کرتے ہیں سُنئے:۔

(۶) وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَایَشَآءُ وَیَخْتَارُ مَاکَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ (پارہ۲۰س قصص ع ۱۰) (۲۸/۶۸)

۔''اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔اور یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے''۔ (اصول الشریعہ صفحہ۸۳)

(i) اس آیت پر ڈھکو اس لئے خاموش رہے کہ اِس میں ہمارا موقف اور عقیدہ اپنی اصولی صورت میں بیان ہوا ہے۔ اور اگر مسٹر ڈھکو اس آیت پر ایمان رکھتے ہوں انہیں ماننا پڑے گا کہ تخلیق کے معاملہ میں اللہ ہمارا، مجتہدین کا یا کسی اور کا پابند نہیں ہے۔جو کچھ اُس کی مشیّت میں مرکوز ہے وہ پیدا ہوتا رہا ہے۔ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔پھر کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ پر یہ اعتراض کرے کہ تخلیق کے لئے اُس نے کیا انتظام کیا ہے؟ کیوں کیا ہے؟ تخلیق کے لئے کس کو اختیار دیا ہے (یختار کے معنی منتخب یا انتخاب نہیں۔یہ تو خود عربی کا لفظ ہے) البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا جسے تخلیق کے لئے اختیار کرے اُس کے علاوہ تخلیق کے متعلق کسی کو اختیار نہیں دیا گیا ہے''۔

یہ تھا مسٹر ڈھکو کی لکھی ہوئی آیت کا بلفظھا مفہوم یہاں اتنا اور نوٹ کر لیں کہ محمدؐ ہی کو ہمارے عقیدہ میں مشیّت سمجھا جاتا ہے۔اور ہماری یہ سمجھ احادیث کے الفاظ سے ماخوذ نہیں بلکہ ترجمہ ہے۔مثلاً فرمایا کہ۔''نحن مشية اللّٰه''۔ ہم اللہ کی مشیت ہیں لہٰذا ڈھکو اس لئے خاموشی سے گذر گئے کہ یہاں اُنہیں مجتہدین کے تصورات کا قبرستان نظر آ گیا تھا۔

ساتویں آیت سنئے:۔اَ لَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (پ۸س اعراف ع۱۴)(۷/۵۴)

۔''یہ سب کے سب اُسی کے حکم کے تابعدار ہیں۔دیکھو حکومت اور پیدا کرنا بس خاص اُسی کے لئے ہے۔وہ خدا جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔بڑا برکت والا ہے''۔(اصول الشریعہ صفحہ۸۳)

(ii) ڈھکو کی تعجب خیز حرکت

ہم نہیں سمجھتے کہ ڈھکو کو اندھا کہیں؟ یا عربی زبان سے ناواقف قرار دیں؟ اس لئے کہ ہم نے اُن کی حسین آنکھیں دیکھی ہیں۔ اورانہیں پاکستان کے بڑے عربی دانوں میں شمار کیا ہے اور یہاں جتنے لوگ مجتہد کہلاتے ہیں اُن سب سے زیادہ اُن میں علم وبصیرت پائی ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ مسٹر ڈھکو نے مندرجہ بالا آیت کا آخری ٹکڑا لکھتے وقت یہ نہ دیکھا کہ:۔

۔''یہ سب کے سب اُسی کے حکم کے تابعدار ہیں''۔ اُن کے لکھے ہوئے ٹکڑے کا ترجمہ نہیں بلکہ یہ تو مُسَخَّرٰتٍ بامرہ کا ترجمہ تھا۔ ہائے افسوس کہ ہمیں ڈھکو صاحب کو اُن کے مقام بلند سے یہاں تک نیچے اُتارنا پڑا کہ وہ نقل مارنے میں بھی دیانتدار نہیں۔ قارئین اب ڈھکو صاحب نے یہ لکھنا بھی چھوڑ دیا کہ (ترجمہ فرمان علی صاحب) مگر ترجمہ وہیں سے نقل کر رہے ہیں۔ آپ خود مترجم قرآن دیکھ کر مندرجہ بالا خیانت ملاحظہ کرلیں۔

(iii) مترجم صاحب اور ڈھکو سے یہ کون دریافت کرے کہ مندرجہ بالا پوری آیت میں لفظ۔ امر۔ دومرتبہ آیا ہے۔ اُنہوں نے ایک جگہ۔ امر۔ کے معنی حکم کیوں کیئے؟ اور دوسری جگہ امر کے معنی حکومت کس اصول سے گھڑ دیئے؟۔

(IV) آٹھویں آیت یہ ہے:۔

وَاتَّخَذُوْامِنْ دُوْنِهٖ آلِهَةً لَّايَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (پ۱۸س الفرقان ع۱۶) (۲۵/۳) (سورہ الفرقان)

۔''اُن لوگوں نے اُس کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں۔ جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ خود دوسرے کے پیدا کیئے ہوئے ہیں''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۸۴)

نوبت بایں جا رسید کہ اب ڈھکو صاحب نے اس آیت کے آگے والے جملہ کو چھوڑ دیا جس میں اُن کے مقصد کی تقویت کا سامان تھا۔ یعنی یہ کہ:۔

۔''اور نہ ہی انہیں اپنے نفع نقصان پر ملکیت حاصل ہے۔ نہ موت اور زندگی پر اُنہیں مالکانہ حقوق حاصل ہیں۔ اور نہ حشر ونشر میں اُن کا دخل ہے''۔

سوچیئے اور پوچھیئے اور بتایئے کہ ڈھکو نے اتنا عمدہ موقع کیوں ہاتھ سے جانے دیا اور کیوں نہ آیت (۲۵/۳) کو پورا لکھ دیا؟۔ یہ تو اُن کا تفصیلی مقصد ہے کہ اللہ کے علاوہ سب سے خلق ورزق وموت وحیات وحشر ونشر وغیرہ کی نفی کریں۔ اور یہ بھی نہ مانیں کہ خدا نے کسی مخلوق کو رازق، خالق، محیی وممیت بنایا ہے۔ اور جس طرح ابلیس نے سجدہ کا حکم ملنے پر بھی سجدہ نہ کیا نہ شرمندہ ہوا نہ معافی مانگی۔ اُسی طرح وہ قرآن میں اللہ کے واضح بیانات کے باوجود اللہ کی یہ بات نہ مانیں گے کہ اُس نے کسی غیرِ خدا کو بھی خالق ورازق ومحیی وممیت مخلوق پیدا کیا ہے۔ نہ وہ ابلیس کی طرح شرمندہ ہوں گے نہ وہ معافی مانگیں گے۔ حالانکہ اللہ نے آدمؑ

کو اپنا جانشین بناتے وقت ملائکہ سے اُن کو سجدہ کرایا اور عملاً سمجھایا کہ نبیؐ کو مالکانہ حقوق دیئے جا رہے ہیں۔ وہ مسجودِ ملائکہ ہے۔
پھر حضرت آدمؑ کے ہاتھوں تخلیق نوع انسان کی ابتداء کر کے عملاً دکھایا کہ حضرت آدمؑ اپنے بچوں کے رب اور خالق ہیں۔

(V) نویں آیت یوں ہے

وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَقَدَّرَهُ تقدیراً (پ۱۸،س الفرقان ع۱۶)(۲۵/۲،آیت میں فَقَدَّرَهُ کی جگہ علامہ نے وقدّرهٗ لکھا ہے)
۔''اور ہر چیز کو اُسی نے پیدا کیا۔ پھر اُسے اندازہ سے درست کیا''۔(اصول الشریعہ صفحہ۸۴)

اس آیت کا ڈھکو کے عنوان سے اس قدر تعلق ہے کہ روز روز اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو حکم اور اجازت دینے کے لئے دوڑا دوڑا نہیں پھرتا۔ اُس خدائی انداز اور مقدراتی حیثیت سے ہر مخلوق کو اس کی ضرورت کے مطابق وسعت وقدرت اور اختیارات وغیرہ دے دیئے اور ہر عمل کا نتیجہ مقرر کر دیا ہے۔ جسے موت کا اختیار دیا وہ ہر دفعہ اجازت مانگتا نہ پھریگا بلکہ بتائے ہوئے قاعدہ کی رو سے جسے مارنا یا زندہ کرنا مشیت خداوندی میں مقدر ہو چکا ہے وہ اسے بلا تکلف زندہ کرے گا۔ موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ پیدا کر دے گا۔اور یہ سب کچھ اللہ کی مقدراتی مشیتی اور مستقل اجازت ورضامندی کے ماتحت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے اختیار کردہ حضراتؑ سے غلطی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:۔

۱۔وَمَا تَشَآؤُ نَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًاO(دھر۳۰/۷۶)اور
۲۔وَمَا تَشَاءُ وْ نَ اِلَّآ اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَO(تکویر۲۹/۸۱)

۱۔''اور آپ حضراتؑ تو کچھ بھی چاہتے ہی نہیں جب تک اللہ نہ چاہے اور یہ نتیجہ یقیناً اللہ کی علیمیت اور حکمت کا نچوڑ ہے
۲۔تمہاری کوئی بھی اپنی ذاتی مشیت نہیں ہوتی اور جب تم اپنی مشیت پر عمل کرتے ہو تو وہی ہماری مشیت ہوتی ہے۔
یہی مطلب ہے نَحْنُ مشیة اللہ کا یعنی ہم ہی تو خود اللہ کی مجسم علیمانہ حکیمانہ مشیّت ہیں۔

قارئین یہ نوٹ کریں کہ جن آیتوں کو مومن بنانے کے لئے نازل کیا گیا تھا۔ مجتہدین اُن ہی آیات کو اُلٹ کر، بدل کر، آیات کا آدھا، پونا یا اوّل یا آخر کا جملہ یا ٹکڑا لکھ کر مومنین کو محمد وآل محمد سلام اللہ علیہم کا کافر بنانے کے لئے استعمال کرنے میں کس قدر ڈھیٹ اور بے حیا ہوتے ہیں۔

(VI) ڈھکو کی دسویں آیت

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ (پ۲۲س فاطر ع۱۳)(۳۵/۳)
۔''کیا خدا کے سوا کوئی اور خالق ہے جو آسمان اور زمین سے تمہاری روزی پہنچاتا ہے۔اُس کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو''۔(اصول الشریعہ صفحہ۸۴)

(VII) مذکورہ بالا تمام آیات میں اور جو باقی ہیں اُن میں اللہ نے نزول قرآن کے مجتہدین ہی کو مخاطب کیا تھا

جنہوں نے دینِ ابراہیمیؑ واسماعیلیؑ یعنی اسلام کی سابقہ اقساط کو اپنے اجتہاد سے توڑ موڑ کر خود کو آج کل کی طرح اللہ کا جانشین بنالیا تھا۔اور رفتہ رفتہ عربوں کو اُس امامتؑ کے خلاف مجتمع کرلیا تھا جو اڑھائی ہزار سال سے برسرِحکومت چلی آ رہی تھی اور جس میں محمد مصطفیٰؐ اور علی مرتضیٰؑ نے جنم لینا تھا۔ یہ لوگ جو کچھ آج کر رہے ہیں وہی کچھ ہزاروں سال پہلے اُن کے بزرگ کرتے چلے آ رہے تھے۔اُنہوں نے اپنی زندگی ہی میں نہیں بلکہ اپنی موت کے بعد بھی اپنی تعظیم وتکریم کو اس قدر رعب وداب سے دلوں میں اتارا تھا کہ لوگ اُن کے مجسمے اور تصویریں تک پوجنے لگے تھے۔آج بھی کچھ اس قدر معزز اور پسندیدہ لوگ ہیں جن کا لحاظ محمدؐ اور علیؑ سے زیادہ کیا جاتا ہے۔اُن کی موت کے دن چھٹی ہوتی ہے۔ برسیاں منائی جاتی ہیں۔ چراغاں ہوتا ہے مگر محمدؐ وعلیؑ پہلے پرانے افسانوں میں شامل ہوگئے ہیں۔اب اُن کی ولادت وشہادت کا دن بھی 99% فیصد لوگوں کو معلوم نہیں۔ایسی صورت میں اگر کبھی یاد کرلیا جائے تو مجتہدین کا احسان ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جب وہ مہربان ہوتے ہیں تو کوئی ایسا اہتمام وانتظام ضرور کرتے ہیں۔جس سے چندہ بھی جمع ہوجائے اور اپنے مخالف مسلمانوں کو ذرا دبا بھی دیا جائے اور ساتھ ہی کسی بڑے آدمی، سیٹھ، کروڑ پتی یا کسی وزیر کو مدعو کرکے کچھ رعایات لے لی جائیں۔

(VIII) چونکہ مجتہدین روزانہ لوگوں کو رزق میں خودکفیل بنانے، ضروریاتِ زندگی سہولت سے فراہم کرنے، کھانا، کپڑا مکان، مفت تعلیم وعلاج اور معیارِ حیات بلند کرنے کے وعدے کرتے ہیں اور پھر بتاتے ہیں کہ دیکھو ہم نے فلاں فلاں وعدہ پورا کردیا ہے۔ ہمارا منشور جو بھی وعدہ کرتا ہے ہم اُسے پورا کرنے میں مصروف ہیں۔یعنی دنیا میں مجتہدین رازق بھی ہیں مجتہد حضرات حاکم اور منتظم بھی ہیں۔ یہ موت اور پیدائش پر قابو پانے کی منصوبہ بندی بھی کر رہے ہیں۔اُن کو اور اُن کے مجسموں کو ہار بھی پہنائے جاسکتے ہیں۔قبروں پر پھولوں کی چادریں بھی چڑھائی جاسکتی ہیں۔ یہ سب کچھ عین اسلام کے مطابق ہے۔مگر محمدؐ وآلِ محمدؐ کی قبریں اکھاڑ پھینکنا عین اسلام ہے۔اُن کو اللہ کی طرف سے رازق سمجھنا تو بالکل شرک ہے۔مگر ہم عرض کر رہے ہیں کہ جو پوزیشن مذکورہ بالا جھوٹی تاویلوں (توفکون) سے اُس وقت تھی وہی آج ہے۔اگر وہ مشرک تھے تو آج بھی تمام مجتہد بلا استثنا مشرک ہیں۔ یہ تمام آیات مجتہدین کو شرک سے روکنے کے لئے نازل ہوئی تھیں۔رہ گئے ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کے افراد اُن کو ملائکہ اور کائنات کے سجدوں کا یہی ملعون مجتہد قائل ہے۔سوائے مجتہدین کے آنحضرتؐ کو جن وملک چرند وپرند اور ہر درخت ہر پتھر سجدہ کرتا تھا۔مجتہد مانتا ہے۔مگر مجتہد نے جب اللہ کے حکم سے سجدہ نہ کیا تو اب وہ سجدہ کرکے کیوں اپنے راہنما کا ریکارڈ توڑ دیں؟ مطلب یہ کہ ابلیس کی لاکھوں سال کی محنت کو کیوں دریا برد کردیں؟ یہی لوگ ہیں جن کو مذکورہ آیات میں طرح طرح سے شرم دلائی جارہی ہے کہ تم کو یہ حق کہاں سے ملا ہے؟ کس نے دیا ہے؟ کہ تم رزق وخلق وموت وحیات کا کوئی تعلق اپنے ساتھ وابستہ کرکے پھر اس خودساختہ جھوٹ کو (تـوفـكـون) اللہ کی طرف سے مقدس بنادو؟ یہ نہ محمدؐ کی بات ہے نہ علیؑ کی بات ہے۔ یہ تو

خود ڈھکو کے نظام اجتہاد اور طاغوت کی خدائی کا انکار و ابطال کیا جا رہا ہے۔ ارے جاہل جن کی طرف نظر کا اٹھ جانا ہی عبادت ہو تو ان کی عبادت و اطاعت کا انکار کرانا چاہتا ہے؟ بالکل صحیح ہے کہ اللہ ہی نے رزق رسانی کا ہمہ گیر انتظام کیا ہے رحمۃ للعالمین نہ صرف آسمانوں اور زمینوں میں رحمت خداوندی و نعمات خداوندی سے مخلوق کو مالا مال کرتے ہیں بلکہ فضاؤں، خلاؤں، عرش و ملاء اعلیٰ اور سدرۃ المنتہی و جنت الماویٰ وغیرہ ہر جگہ اللہ کو رازق حقیقی ثابت کر رہے ہیں۔

ہاں ہم یہ مانتے ہیں کہ ابلیس کی راہیں بند کرنے کے لئے اللہ و رسولؐ نے کچھ محتاط الفاظ آیات و احادیث میں استعمال کئے ہیں تا کہ کسی زمانہ کا طاغوت یا نظام اجتہاد اُن ہی الفاظ کو آڑ بنا کر لوگوں کو قرآن و حدیث کے خلاف قرآن و حدیث کی مدد سے نہ لے جائے۔ اس لئے بعض مقام ایسے ہیں جہاں مجتہدین کے گمراہ ہو جانے کا انتظام قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی موجود ہے۔ اور تم اُن ہی مقامات سے گمراہ ہوئے ہو۔ اس لئے قرآن مجید کے الفاظ و آیات کو اپنے "زیغ" کی مدد سے (معاذ اللہ) رسولؐ کے خطا کار ہونے۔ محتاج ہونے، اللہ کی مرضی کے خلاف سوچنے، خاندانی محبت میں گمراہ ہو جانے، قرآن کو چھوڑ دینے (ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللّٰہ) کا تم نے عقیدہ رکھا ہے۔ رسولؐ کی غلطیاں اپنی کتابوں میں لکھیں مگر عوام سے پوشیدہ رکھی گئیں ہیں۔ تم نے رسولؐ کو ایک عام جذبات رکھنے والا۔ دنیا کے کاموں سے ناواقف مانا ہے۔ تم نے قرآن کریم سے مکمل گمراہی اخذ کر کے اُسے اپنا مذہب بنالیا ہے۔ قرآن میں مذکور اللہ کے احکام اور تقاضوں کے باوجود تم نے ہر معاملہ میں قرآن کو اپنے لئے راہنما نہیں بنایا۔ تم نے آیات اور احادیث کو اپنی بصیرت اور مصلحت کے ماتحت رکھا ہے۔ اور اس عنوان میں یہی دکھایا جا رہا ہے کہ تم رسولؐ اللہ اور آئمہ اہلبیتؑ کی تفسیر کے بغیر زیر نظر آیات کو رگڑتے اور اپنی مصلحت پر فٹ کرتے چلے آ رہے ہو۔

<u>(IX) ڈھکو کی گیارہویں آیت۔ اس دفعہ سرکار علامہ بولنے والے ہیں</u>

لِلّٰہِ مُلک السّٰمٰوٰتِ و الارض یخلق مَایشا ء یھب لِمَنْ یشاء اناثاویھب لمن یشاء الذکور ا ویزوجھم ذکرانًا و اناثاً (پ۲۵ سورہ شمس ع۶)(۵۰۔۴۹/۴۲)

۔"۱۱۔ سارے آسمان و زمین کی حکومت خاص خدا ہی کی ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ (اور) جسے چاہتا ہے۔ (فقط) بیٹیاں دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے محض بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا ان کو بیٹے بیٹیاں (اولاد کی) دونوں قسمیں عنایت کرتا ہے"۔

ان آیات مبارکہ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ پیدا کرنا رزق دینا۔ اور اولاد ذکور و اناث دینا قبضہ قدرت میں ہے۔ اور کوئی یہ فرض انجام نہیں دیتا"۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۸۴)

ا۔ ڈھکو صاحب کو بتا دو کہ تم نے حسب معمول و عادت آیات میں خیانت کی ہے۔

۲۔تم نے اپنے پاس سے آیات میں یہاں بھی پانچ چھ الفاظ بڑھا کر خدا کو بولنا سکھایا ہے۔

۳۔تمہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ آیات کس سورہ میں ہیں تم نے قرآن سے نہیں بلکہ کہیں اور سے نقل ماری ہے۔

(X) ڈھکو متشابہات کو عقائد میں شامل کرتا ہے۔مجمل آیات کا سہارا لیتا ہے

جہاں مجتہدین کو محمدؐ وآل محمدؐ کے فضائل ومناقب کا انکار مقصود ہوتا ہے وہاں یہ لوگ واضح آیات کو متشابہات کہہ کر اور مسلمہ احادیث کو احادیث احاد کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔اور جہاں مجتہدین کو محمدؐ وآل محمدؐ کے مقام بلند سے مومنین کو باز رکھنا منظور ہوتا ہے وہاں متشابہ قرار دی ہوئی اور مجمل آیات کو محمدؐ کے خلاف لا کھڑا کرتے ہیں۔زیر نظر آیات کا مجمل ہونا خود ترجمہ کے بریکٹوں سے واضح ہے اور جو اصول مجتہدین نے کسی آیت یا حدیث کو مجمل اور متشابہ بنانے کے لئے گھڑے ہیں۔اُن کے مطابق ڈھکو نے تمام متشابہ آیات کو لکھ مارا ہے۔زیر نظر آیات کا آخری جملہ بوجہ خوف چھوڑ دیا ہے۔وہ یہاں پہلے شامل کر لیں۔

وَيَجۡعَلُ مَنۡ يّشآء عقيما ۚ اِنَّهٗ عليم قدير ٥ (۴۲/۵۰)

۔''اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔بے شک وہ بڑا واقف کار قادر ہے''۔

ہم نے بھی جناب فرمان علیؒ صاحب کا ترجمہ لکھ دیا ہے۔تاکہ الزامات کے ذمہ دار مسٹر ڈھکو قرار پائیں۔

(XI) آیات سے جبر وزبردستی ٹپکائی گئی ہے

جس طرح ڈھکو صاحب نے آیات کا مفہوم اختیار کیا ہے اُس میں عدل وانصاف اور رحم وکرم کو خدا سے میلوں دُور کر دیا ہے۔اہل عقل نے صرف اس لئے اسلام اختیار نہیں کیا کہ مسٹر اور ملا دونوں (معاذ اللہ) اللہ کو ایک جابر وظالم وبے درد وبے عقل اور مجبور ہستی بنا کر اپنا الوسیدھا کرتے رہیں ہیں۔سوال یہ ہے کہ کیوں وہ بعض لوگوں کو بے اولاد رکھتا ہے؟ کیوں بعض کے ہاں درجنوں لڑکے اور لڑکیاں پیدا کرتا ہے؟ کیوں بعض کے یہاں درجن بھر لڑکیاں اور بعض کے یہاں لڑکے ہی لڑکے پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔اگر واقعی اولاد دینا اور پیدا کرنا صرف اور محض اور بقول ڈھکو فقط اللہ کا کام ہے اور بندوں کو اولاد پیدا کرنے میں بالکل کوئی اختیار نہیں ہے۔تو سنو اور خوب ڈھنڈورا پیٹو کہ ہم ایسے خدا کو ظالم وجابر ہستی کہہ کر اُس کی خدائی کا اس کے اللہ ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ کوئی طاغوت ہوسکتا ہے۔ہم جسے اللہ مانتے ہیں اس سے تو کیا اس کے رسولؐ سے بھی خلاف عدل وانصاف کوئی حرکت وقول وفعل سرزد نہیں ہوسکتا۔بانجھ ہو جانا محض لڑکیاں اور لڑکے ہونا وغیرہ تمام انفرادی یا اجتماعی اعمال کا نتیجہ ہے۔اسلام میں یہ تعلیم موجود ہونا چاہئے کہ لڑکا یا لڑکی پیدا ہو۔اور جیسی صفات درکار ہوں۔جیسی صورت مطلوب ہو ویسی ہی صفت اور صورت کی اولاد ہو۔اور اگر چاہیں تو بارہ نسلیں ایک صورت ایک سی صفات اور ایک ہی نام کی پیدا ہوں۔آخر میں اللہ نے اسی لئے اپنے علیم اور قدیر ہونے پر فخر کیا ہے۔تاکہ لوگ علوم وقدرتِ خداوندی اس خاندان سے حاصل کریں جو بارہ ہوتے ہوئے بھی سب

محمدؑ تھے ۔جو اس لئے شادی کریں کہ ایک لڑکا پیدا ہو اور کربلا میں عباسؑ نام سے نمائندگی کرے ۔اور اس خاتون کا نام ہی اُم البنین بیٹوں کی ماں ہوکررہ جائے اور کوئی لڑکی پیدا نہ ہونے پائے ۔ڈھکو تو لفظ ہبہ کے معنی بھی نہیں جانتا ورنہ خدا کو یوں (معاذ اللہ) ظالم وجابر اور تمام برائیوں کا ذخیرہ نہ بنا ڈالتا۔اسی لئے ہم مجتہدین کو دشمنان خدا اور رسوؐل کہتے ہیں ۔اُن لوگوں نے ابلیس کی پیروی کا طریقہ اسلامی نقاب پہن کر شروع کیا تھا۔نہ ابلیس اللہ کا منکر تھا نہ یہ مجتہد خدا کا انکار کرتے ہیں ۔مگر یہ اللہ اور انبیاءؑ میں تفریق چاہتے ہیں ۔اس لئے وہ ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کو اللہ کی عظمت وقدرت واختیارات وعلم وحکمت میں شامل کرنا شرک فی التوحید کہتے ہیں ۔آیئے پہلے ہم اُن کے اس عقیدے اور پالیسی کو قرآن کریم سے پیش کردیں تاکہ ابلیسی تعلیمات اور اجتہادات کا پردہ ہمیشہ کے لئے تارتار ہوجائے۔

<u>(۱۲) ابلیسی ادارہ،ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کو اللہ سے علیحدہ رکھنا صحیح توحید سمجھتا ہے</u>

(i) مسلمانوں میں بلکہ تمام مذاہب میں،حتیٰ کہ مجتہدین میں بھی یہ حقیقت مانی جاتی ہے کہ تخلیق آدمؑ سے پہلے اللہ کی توحید وعبادت میں کوئی اختلاف نظر نہ تھا۔حضرت آدمؑ کی تخلیق پر دو سوالات ابھرے (۲/۳۰) اللہ کے جواب سے اور حضرت آدمؑ کی قابلیت پر ملائکہ مطمئن ہوگئے ۔اور ادارہ نبوتؐ وامامتؐ سے متعلق ذمہ داریاں اور اطاعت منظور کرلی (۲/۳۴) ابلیس لعین نے ادارہ نبوتؐ واماؑمت کو خدا کی نمائندگی اور خدا کی جگہ اُس ادارہ کی اطاعت کو سجدہ کی حد تک شرک فی التوحید سمجھا۔اور اُس کو ماننے اور اُس کی اطاعت کو اللہ کی توہین سمجھا۔اِسی لئے اللہ کی عزت کی قسم کھا کر اپنے موحّد ہونے اور اپنے عقیدہ توحید پر فخر وغرور کیا (۳۸/۸۲) اور ہمیشہ کے لئے ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کی اس پوزیشن سے اور اُس کی اطاعت سے منکر رہنے کا اعلان کردیا (۱۵/۳۳،۱۵/۳۹) اور اپنی خودفہمیدہ توحید اور عقیدے پر برقرار رہنے اور تمام بنی آدمؑ کو اس توحید کی دعوت دینے کا اعلان اور چیلنج کردیا (۷-۳۸/۸۱) اور اپنے مشن کے لئے مہلت وقدرت طلب کی جو دیدی گئی (۱۵/۳۵) اور لعنتی ومردود کرکے نکال دیا گیا۔

(ii) یہ بات نوٹ کرکے ذرا دیر یاد رکھیں کہ اللہ نے حضرت آدمؑ کو اپنا خلیفہ یا جانشین بنایا تھا (۲/۳۰) اور ادارہ نبوتؐ وامامتؐ کے اس اولین مجسمہ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تیار کرکے یہ بتایا تھا کہ ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کی یہ جسمانی جانشینی بھی میرے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اپنے نمائندہ فرائض انجام دینے پر مامور ہے ۔ابلیس نے کہہ دیا تھا کہ میں اولادآدمؑ میں کچھ لوگوں کو اپنے حصہ کے طور پر اپنا مدد ومعاون بناؤں گا (۴/۱۱۸) چنانچہ اُدھر ادارہ نبوتؐ وامامتؐ اللہ کی توحید اور پوزیشن بیان کرتا اور <u>لوگوں کو مادیات سے اللہ کی صفات کی طرف بلند کرتا چلا آیا</u>۔اور ادھر ابلیس نے مجتہدین کا گروہ تیار کیا جو شروع ہی سے ادارہ نبوتؐ وامامتؐ کے مقابلہ پر اپنی توحید وترقی کا پروگرام چلاتا ہوا آنحضرتؐ کے زمانہ تک چلا آیا اور قرآن کریم نے سابقہ انبیاؑء

کے زمانوں میں بھی ان دشمنانِ خدا اور رسولؐ کے وجود اور کارکردگی اور عقائد و اثر و نفوذ کا مکمل ریکارڈ ہم تک پہنچایا ہے۔ اور ہم نے اپنی تمام تصانیف میں ابلیس اور اُس کے ادارہ کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ عہد ختمی مرتبتؐ میں ابلیسی ادارہ کا مکمل احوال واقدامات قرآن میں موجود ہیں یہاں اُس ادارہ کی پالیسی کا بنیادی اصول دکھانا مقصود ہے تاکہ مومنین والی توحید اور مجتہدین والی توحید میں تمیز واضح ہو جائے۔ اور ڈھکو صاحب کو ہمارے شیعہ مومنین شناخت کر لیں۔

(۱۳) ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کیا ہے؟ مومنین کس توحید پر ایمان رکھتے ہیں؟

پہلے مومنین اپنے تیرہ سو سالہ عقیدہ توحید و نبوت و امامت اور عدل کے ساتھ نتائج مرتب ہونے پر اطمینان حاصل کر لیں پھر مجتہدین کا نمبر آئے گا۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَا اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مِنۡ رَّبِّہٖ وَالمؤمنون کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِہٖ وَقَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا غُفۡرانک ربنا والیک المصیر O (۲/۲۸۵) (سورہ بقر)

۔''مجسمہ رسالتؐ وامامتؑ بھی اُس پر ایمان لایا ہے جو اللہ کی طرف سے اُس پر نازل ہوا ہے اور تمام مومنین اللہ اور اُس کے ملائکہ اور اُس کی کتابوں اور اس کے رسولوںؑ پر ایمان لائے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسولوںؑ میں تفریق نہیں کرتے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی جدا نہیں سمجھتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا کام رسولوںؑ کا حکم سننا اور اطاعت کرنا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں تیری مستقل حفاظت کی ضرورت ہے اور ہمارا سفر حیات اور آخری منزل تیری طرف ہے''۔

(ii) یہاں قارئین ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کے افراد کو گن لیں۔

(۱) اللہ۔ (۲) الرسولؐ۔ (۳) الرسولؐ کو ملا ہوا تمام سامان۔ (۴) ملائکہ۔ (۵) تمام سابقہ رسولؐ۔ (۶) اور تمام سابقہ کتب۔ ان چھ میں تفریق کرنا مومنین کا کام نہیں۔ اور ملاحظہ ہو۔

(iii) ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کے سلسلے کے چند نمایاں اور آخری دور کے انبیاءؑ۔

آنحضرتؐ سے ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کے افراد کا یوں اعلان کرایا گیا کہ:۔ قُلۡ اٰمَنَّا باللّٰہِ وَمَاانزل علینا وَمَا انزل عَلٰی ابراھیمؑ واسمٰعیلؑ واسحٰقؑ ویعقوبؑ وَالۡاَسباطؑ وَمَا اُوتِیَ موسٰیؑ وعیسٰیؑ والنبیّونؑ من ربھم لَانُفَرِّق بَیۡنَ اَحَدٍ منھم ونحن له مسلمونOوَمَنۡ یبتغ غیرالاسلام دِینًا فَلَنۡ یُّقبل منه وھو فی الاخرة من الخٰسِرینO (آل عمران ۸۴-۳/۸۵)

۔''تم کہہ دو کہ ہم سب ایمان لائے ہیں اللہ پر (۲) اور جو ہم پر نازل ہوا (۳) اور جو کچھ حضرت ابراہیمؑ اور (۴) اسماعیلؑ (۵) اور اسحاقؑ اور (۶) یعقوبؑ اور (۷) پوتوںؑ اور نواسوںؑ پر نازل کیا اور (۸) جو کچھ موسیٰؑ اور (۹) عیسیٰؑ اور (۱۰) سب نبیوںؑ کو دیا گیا۔ اور یہ بھی کہہ دو کہ ہم اُن میں سے کسی ایک کو بھی الگ نہیں کرتے اور ہم اُس ادارہ (لَـہٗ) کے تسلیم کرنے والے مسلم ہیں۔

اور جو اس اعلان کے علاوہ کسی اور اسلام پر مائل ہو اُس سے کوئی عمل وعقیدہ قبول نہ کیا جائے گا اور آخرۃ میں وہ خسارہ میں رہے گا۔

(IV) یہی اعلان تمام مومنین کے طرف سے کرایا گیا ہے۔(۲/۱۳۶)۔اس لئے وہاں قُل کی جگہ **قولوا** فرمایا گیا۔اور قرآن کے نزول میں رسولؐ سے اہل الذکر کو شامل کرانے کے لئے **ما انزل علینا** فرمایا گیا تھا (۳/۸۴) مگر مومنین کے اعلان میں **ما انزل الینا** کا فرق رکھا گیا ہے۔دیکھو (۲/۱۳۶) یہاں بھی **نحن له مسلمون** کہا گیا یعنی ادارہ کے تمام افراد کو واحد کی ضمیر سے ایک فرد قرار دیا گیا ہے۔(تفصیل سورہ بقرہ ۲/۱۳۶ میں دیکھیں)

(V) وہاں اس ادارہ پر ایمان کو اسلام قرار دے کر مجتہدین کے ایمان کو کفر اور نا قابل قبول فرمایا تھا۔مگر (۲/۱۳۶) کے بعد فرمایا کہ۔''**فَاِن آمَنُوا بمثل ما آمنتم به فقداهتدوا** ۔الخ (۲/۱۳۷)

اگر وہ اس ادارہ پر اسی طرح ایمان لاتے جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ یقیناً ہدایت پا جاتے ۔

<u>(۱۴) مجتہدین یا ادارہ ابلیس کی توحید میں ادارہ نبوتؐ و امامتؑ کو اللہ سے جدا رکھنا لازم ہے</u>

بس جناب! ہم قرآن کے بیانات سے اُس مقام پر آ گئے کہ اب آنے والی آیت میں مجتہدین کی توحید پرستی اور شرک وکفر واضح ہو جاتا ہے۔قارئین نے حقیقی مومنین کی توحید وایمان کے اجزاء وافراد دیکھ لئے اور مجتہدین کی توحید اور اب ایمان ملاحظہ فرمالیں۔اللہ نے ان کے شرک اور کفر کا پردہ یوں چاک کیا ہے کہ:۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَكۡفُرُ بِبَعۡضٍ وَّ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًاۙO اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ حَقًّا‌ ۚ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا O وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمۡ يُفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ اُولٰٓـئِكَ سَوۡفَ يُؤۡتِيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًاO (۴/۱۵۰-۱۵۲)

۔''یقیناً جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوںؑ کی پوزیشن کو اپنے لئے مفید سمجھ کر چھپا دینا چاہتے ہیں۔(یکفرون) وہ لوگ یہ پروگرام بناتے ہیں کہ اللہ و رسولوںؑ کو الگ الگ کر دیں اور کہہ دیں کہ ہم اُن دونوں افراد کو کُلیتاً ایک مل کر کام کرنے والا ادارہ نہیں مانیں گے بلکہ بعض معاملات میں مل کر اور بعض میں جُدا جُدا کام کرنے والا مانیں گے۔اس پروگرام کے نتیجے میں وہ نہ تو رسولوںؑ کو اللہ کا قطعی نمائندہ ماننا چاہتے ہیں اور نہ اُنہیں نمائندگی سے بالکل خارج کرنا چاہتے ہیں بلکہ اُن دونوں حقیقتوں کے بیچ میں سے ایک نیا مسلک نکالنا چاہتے ہیں۔وہی گروہ دراصل حقیقی کافر ہیں اور اُن خاص کافروں کے لئے ہم نے رُسوا کر ڈالنے والا عذاب تیار کیا ہوا ہے۔اور جو لوگ اللہ اور رسولوںؑ پر اس طرح ایمان لائے ہیں کہ اُن کو الگ الگ نہیں کرتے بلکہ ایک ہی ادارہ سمجھتے ہیں۔اُن لوگوں کو جلدی سے اُن کا اجر دیا جائے گا۔اور اللہ ان ہی معنی میں غفور و رحیم ہے''۔

(ii) قارئین کا کام یہ ہے کہ اب مسٹر ڈھکو اور مجتہدین کی پالیسی کو اور قرآن کے اس آخری بیان کو سابقہ تینوں بیانات کے ساتھ ملا کر طے کرلیں۔ اور پھر مسٹر ڈھکو کی بحثوں پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ وہ کہیں تو رسولوںؑ کو اللہ کے ساتھ شامل کرتا ہے اور جہاں ضرورت ہوتی ہے انہیں اللہ سے الگ کرنے کے لئے شرک کا عذر پیش کر دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ نے قرآن میں بار بار رسولؐ کے فعل کو اپنا فعل قرار دیا ہے۔ بہرحال قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ مندرجہ بالا ادارہ نبوتؐ و امامتؑ ہی وہ وسیلہ ہے۔ جس کے ذریعے سے وہ افعال صادر کئے جاتے ہیں جن کو اللہ اپنے افعال قرار دیتا ہے۔ چنانچہ کوئی ایسا فعل قرآن سے نہیں دکھایا جاسکتا جس میں محمدؐ و ملائکہ یا انبیاءؑ اور دیگر مخلوق میں سے کوئی شامل نہ ہو۔ جہاں سے ہم نے ادارہ نبوتؐ و امامتؑ کا تذکرہ کرنا شروع کیا تھا وہاں ڈھکو صاحب نے وہ آیت لکھی تھی جس میں اولاد کا ہبہ کرنا اللہ سے خالصتاً منسوب کیا ہے جو سو فیصد غلط بات ہے۔ سنئے اُسی اللہ نے کہا ہے کہ:۔

فَـاَرْسَـلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَابَشَراً سَوِيًّا Oقالت انی اعوذبالرحمٰن منک اِن کنتَ تَقيًّا Oقَالَ اِنما اَنَا رَسُوْلُ رَبّکِ لِاهَبَ لَکِ غُلٰمًا زکيًّاO (۱۷۔۱۹/۱۹سورہ مریم)

۔''چنانچہ ہم نے مریمؑ کی طرف اپنی روح کو بھیجا جو ایک مکمل اور موزوں بشر کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اُسے دیکھ کر مریمؑ نے کہا کہ اگر تو احساس ذمہ داری رکھتا ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں۔ اُس بشر نے کہا کہ حقیقتاً میں تو تیرے پروردگار کا رسولؐ ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاکیزہ بچہ ہبہ کردوں''۔ ڈھکو سے کہہ دو کہ تم ہی وہ فریبی گروہ ہو جو ادارہ نبوتؐ سے خلق و امر و موت و زیست کی فرضی نفی کرتے ہو یہاں اس آیت میں بھی اللہ نے واحد اور اَحد ہوتے ہوئے جمع کی ضمیر بولی ہے۔ اور یہ بھی کہہ دو کہ ارواح ہوں یا ملائکہؑ تمام نورِ محمدؐ سے پیدا شدہ مخلوق میں سے مخلوق ہیں۔ اور اُن کے کاموں کو اللہ اپنے کام کہتا ہے۔ تمہارے لئے آسان بات یہ ہے کہ یہ ثابت کردو کہ محمدؐ کی تخلیق سے پہلے اور بعد میں اللہ نے فلاں فلاں کام براہ راست کئے۔ اور پھر وہ عقلی طریقہ بتادو جس سے اُن کاموں کا بلاحرکت پیدا ہونا ثابت ہو جائے۔ غلّے ٹپّے اور قادر مطلق کی آڑ لینا غلط ہے وہ ہرگز ایسا قادر مطلق نہیں ہے کہ (معاذ اللہ) ڈھکو بن جائے۔ ڈھکو بن جانا اللہ کی قدرت سے باہر ہے۔ اللہ ہرگز کوئی کام اپنی حکمت کے خلاف نہیں کرسکتا۔ وہ ظلم نہیں کرسکتا۔ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ کروڑوں ایسے احمقانہ اور مجتہدانہ تصور ہیں جو ہرگز خدا کے لئے زیبا نہیں ہیں۔ تم نے یہ قادر مطلق کی جو رٹ لگائی ہے یہ جاہلانہ اور بڑا پرانا حربہ ہے اب اُسے اُٹھا کر رکھ دو اور قادر مطلق کے معنی سمجھو اور ہر بات سمجھ کر کیا کرو۔ یہ عقلمندوں کا دور ہے جہلا کا نہیں۔ قادر مطلق کا مطلب یہ ہے کہ ساری قدرت اللہ کی ذات سے متعلق ہے اور جس کو جو بھی قدرت ملی ہوئی ہے وہ اللہ نے دی ہے۔

(iii) ڈھکو کی بارھویں آیت۔ پھر اللہ ظالم و جابر بنایا جارہا ہے

۔''اللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر''(پ۱۳۔س رعد ع۹)(۱۳/۲۶)

۔’’(۱۲)اور خدا ہی جس کے لئے چاہتا ہے۔روزی کو بڑھاتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے‘‘۔

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق کم وبیش کرنا بھی خدا کے اختیار میں ہے‘‘۔(اصول الشریعہ صفحہ۸۴)

اپنے احمقانہ اور مجتہدانہ مقصد کو تقویت دینے کے لئے آیات کو بھی تماشہ بنائے چلے جا رہے ہیں ۔ پہلے تو اُن کو یہ بتا دیں کہ اس آیت سے اس ترجمہ کا کوئی تعلق ہے ہی نہیں اور پھر آیت کا تعلق تمہارے مقصد سے قطعاً نہیں ہے۔لہٰذا نہ یبسط کے معنی بڑھانا ہیں اور نہ ہی یقدر کے معنی تنگ کرنا ہیں۔بسیط باسط ،قدیر اور قادر کے معنی لغت میں دیکھ کر یبسط اور یقدر کے معنی ٹھیک کر لیں۔ارے مجتہد کیا قادر مطلق کے معنی مطلق تنگ کرنے والا ہو سکتے ہیں؟اس بے وقوف کو بتاؤ کہ اللہ کے بتائے ہوئے قوانین سے کام لینے والے لوگ رزق کو ساری کائنات میں پھیلا سکتے ہیں اور یہ بات خدا نے قدرت کے اندر رکھی ہے۔نہ اللہ کسی کو فاقوں مارتا ہے نہ یہ اچھا کام ہے۔نہ کسی کو خواہ مخواہ کروڑ پتی بناتا ہے۔اور نہ وہ سرمایہ داروں کا طرفدار ہے۔اس نے انسان کے لئے تمام سامان،تمام رزق اور ہر سہولت کائنات میں پھیلا دی ہے اور مقدر اس طرح طے کر دیا ہے۔ کہ:۔لیس لِلانسان الاماسعٰی (۵۳/۳۹)انسان جس قدر قوانین پر عمل اور کوشش کرے اتنا حاصل کرتا چلا جائے (۵۳/۴۰) ڈھکوا اینڈ پارٹی سرمایہ داروں کی محافظ ہے وہ محنت کشوں اور غریبوں کو قرآن سے یہ سبق دیتے ہیں کہ بھائیو اللہ نے تم پر دنیا میں روزی اس لئے تنگ کی ہے کہ تمہیں جنت میں مالا مال کرے بنگلے اور کوٹھیاں دے۔دنیا چند روزہ ہے ان نوابوں،رئیسوں اور سرمایہ داروں کو جہنم میں جانا ہے اور بڑی لمبی مدت تکلیف میں گذارنا ہے۔تم بجائے فاقہ کے روزہ رکھ لیا کرو۔ان کے مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔صبر وشکر سے محنت کرو <u>خوب کماؤ کم کھاؤ جنتی بن جاؤ۔</u>

اللہ کی رضا میں راضی رہو اور اُس کے فیصلوں میں بالکل چوں وچرا نہ کرو۔اس نے جس کو چاہا غریب بنا دیا۔جس کو چاہا دولتمند کر دیا وہ قادر مطلق اور مالک جو ٹھہرا۔

<u>**(IV) تیرہویں آیت۔’’ڈھکو اللہ پر نہیں ڈاکٹروں پر ایمان رکھتا ہے‘‘۔**</u>

یہ آیت لکھ کر ڈھکو نے اپنا سارا کھیل بگاڑ لیا ہے۔اگر ہماری باتیں کچھ لوگوں کی سمجھ میں پہلے نہ آئی تھیں تو اب ضرور سمجھ لی جائیں گی۔’’واذا مرضت فھو یشفین‘‘(پ۱۳۔س الشعراء۹)(۲۶/۸۰)(پارہ ۱۹)

۔’’اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (خدا) مجھے شفا دیتا ہے‘‘۔(اصول الشریعہ صفحہ۸۴)

قارئین سمجھ لیں کہ اللہ نہ کسی کو بیمار کرتا ہے نہ شفا دیتا ہے۔لوگ انفرادی یا اجتماعی قوانین خداوندی کے خلاف عمل کرتے ہیں اس کا ایک نتیجہ بیماری ہے۔قید ہے۔ پھانسی ہے۔ پھر اللہ نے صحت وسلامتی حاصل کرنے کے قوانین بنا دیئے ہیں۔ جو اُن پر عمل کرتا ہے۔صحت وسلامتی حاصل کرتا ہے۔ بیمار،حکیم وڈاکٹر کے حکم کے مطابق دوا کھاتا ہے۔ پرہیز کرتا ہے شفا پاتا ہے۔ چونکہ

قوانین اور اشیاء میں تاثیرات اللہ نے پیدا کی ہیں لہٰذا عرب وعجم کے جہلا کو یہ خلاصہ بتا دیا کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ڈھکو تیسرے دن ڈاکٹر کے پاس کھڑا نہ رہتا۔ کوئی منتر پڑھتا۔ لیکن منتر بھی تو ایک ذریعہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ شفا عطا کرنے کے لئے اللہ نے دواؤں اور ڈاکٹروں کو ذریعہ بنایا ہے۔ جس طرح تخلیق ورزق وموت وحیات کے لئے وسیلہ بنایا ہے۔

<u>(۷) ڈھکو کی چودھویں آیت۔ یزید کی پیروی مجتہدین کو کرنا ہی چاہئے</u>

آخر میں وہ آیت لائی گئی ہے جس کو یزید نے اپنے دربار میں خاندان رسولؐ کو زنجیروں میں قید دیکھ کر پڑھی تھی اور کہا تھا کہ:۔

قل اللھم <u>مالک</u> الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعزّ من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شی قدیر (پ۳۔ س آل عمران ع ۱۱)(۳/۲۶)

(ڈھکو کا ترجمہ)۔ ''اے خدا تمام عالم کا مالک تو ہے جس کو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو ہی جسے چاہے ذلت دے اور ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ بے شک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے''۔ اس آیت مبارکہ سے۔ ''کالشمس فی رابعۃ النہار''. واضح و آشکار ہوتا ہے کہ تمام جہاں کی شہنشاہی خدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔ کسی کو سلطنت دینا کسی سے چھیننا کسی کو عزت دینا اور کسی کو ذلت میں مبتلا کرنا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اسی چودہ (۱۴) کے مبارک ومسعود عدد پر اس قسم کی آیات کا سلسلہ ختم کیا جاتا ہے''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۸۴)

قارئین دیکھیں! کہ علامہ صاحب نے لفظ بلفظ یزید کی تصدیق کر دی اور بتا دیا کہ اللہ نے ہی اُس ملعون کو حکومت وسلطنت دی تھی۔ اللہ ہی نے اُسے عزت عطا کی تھی اور اللہ ہی نے حضرت زینبؑ اور زین العابدینؑ اور حسینؑ اور اُن کے خاندان اور اُن کے انصار کو سلطنت سے محروم کیا تھا اور خدا ہی نے انہیں یزید ملعون کے ہاتھوں ذلیل وخوار کیا تھا۔ یہ ہے مجتہدین کا حقیقی ایمان۔ یہ ہے قرآن کی وہ تفسیر جس سے ہر قتل اور قتل عام خدا کے ذمہ لگایا جاتا ہے۔ یہ ہے <u>مجتہدین کا تیرہ سوسالہ عمل</u> جس میں ہر زانی اور ہر لٹیرا حکم خداوندی کے ماتحت کام کرتا ہے۔ یہ ہے <u>مجتہدین کا قادر مطلق خدا</u> اور یہ ہے خالص توحید۔ اور یہ ہے ان کا اسلام۔

قارئین یہاں یہ بھی نوٹ کر لیں کہ حضرت ڈھکو نے اس آخری آیت کے ترجمہ میں بھی خیانت کی ہے اور یہ جملہ چھوڑ دیا ہے کہ۔ ''تو ہی جس کو چاہے عزت دے''۔ (دیکھو اصول الشریعہ صفحہ ۸۴ اور آیت ۳/۲۶)

آپ اس کتاب کا صفحہ ۸۳۔۸۴ پورا دیکھ لیں کہیں بھی محمدؐ وآل محمدؐ کی احادیث یا ان چودہ آیات کی تفسیر کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اور شیعوں کو بتایا گیا تھا کہ قرآن کی تفسیر بلا قول معصومؑ کے نہ کرنا۔ چونکہ آیات کو محمدؐ وآل محمدؐ کے خلاف استعمال کرنا تھا۔ اس لئے اُن حضرات کی تفسیر کیسے لاتا؟ بہر حال یہ ثابت ہے کہ ڈھکو ہرگز مذہب شیعہ کا فرد نہیں ہے۔

(VI) ڈھکومنافقانہ انداز میں محمدؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کو خالق ورازق ومحی وممیت مانتا ہے

اس عنوان کو بدلنے اور ختم کرنے سے پہلے یہ دکھادیں کہ ڈھکو نے اصول الشریعہ لکھنے سے پہلے وہ سب کچھ مان لیا تھا جو ہم نے زیرِ قلم عنوان میں ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر چونکہ ڈھکو مجتہد ہے اور اُسے اپنے گروہ کے مقاصد کو بہر حال شیعوں کے اندر پھیلانا ہے۔ اس لئے ہر بات کو ایک کروٹ دے کر ماننا چاہیئے تاکہ جب شیعوں میں پورا اعتماد حاصل ہو جائے تو تسلیم کردہ باتوں کو کروٹ سے بدل کر سیدھا کر دیا جائے اور یوں اصل عقیدہ اہلبیتؑ کے خلاف پکا ہو جائے۔ ڈھکو کا وہ بیان سُنیں جو انہوں نے دس سال قبل لکھا تھا ارشاد ہے کہ:۔

۔''چونکہ یہ امر مُسلّم و مبرھن ہو چکا ہے کہ جناب رسولؐ خدا اور آئمہ ھدیٰ (یہاں نہ صؐ، نہ عینؑ) علتِ غائی ممکنات ہیں۔ یعنی اگر یہ پیدا نہ ہوتے تو کائنات عالم کی کوئی چیز نیستی سے نکل کر عرصۂ ہستی میں قدم نہ رکھتی۔ ارض و سما، جنت و نار، انبیاؑء اور اولیاؑء غرضیکہ خداوند عالم نے ہر شے اُن کے طفیل عالم وجود میں لائی ہے۔ لہٰذا یہ بزرگوار من باب المجاز یہ کہہ سکتے ہیں کہ گویا ہر شے ہمؑ نے پیدا کی ہے۔ گویا انبیاؑء ہمؑ نے بھیجے ہیں، گویا بارش ہمؑ برساتے ہیں اور ہمؑ مارتے اور ہمؑ جلاتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہمؑ نہ ہوتے تو خدا کچھ بھی پیدا نہ کرتا۔ چونکہ سب کچھ ہماریؑ وجہ سے ہے۔ اس لئے گویا ہمؑ کرتے ہیں''۔ (احسن الفوائد صفحہ ۴۳۸۔۴۳۷) (کم از کم بارہ مقام پر احترام کی علامت کو ترک کر دیا گیا ہے۔ ہم نے اپنے قلم سے خود لکھی ہیں۔ احسن)

(VII) مقام محمدؐ و آل محمدؐ کو مان لینے کے بعد ڈھکو کو منافق کیوں لکھا گیا؟

چونکہ ملا محمد حسین ڈھکو نے اس اقرار کے اول اور آخر میں چند جُملے ایسے لکھ دیئے ہیں جن کو ہم نے کروٹ دے کر ماننا لکھا ہے۔ یعنی جن میں انکار کی گنجائش چھوڑ دی گئی ہے وہ جملے سُن لیں تو پھر ہم منافق کے معنی بیان کریں۔ دراصل جہاں ڈھکو صاحب نے یہ اقرار کیا ہے وہاں وہ یہ ثابت کر رہے تھے کہ خطبۃ البیان حضرت علیؑ کا خطبہ نہیں ہے اُس لئے کہ اس میں حضرت علیؑ نے خود کو خالق ورازق وغیرہ فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں ڈھکو صاحب نے اُس اقرار سے پہلے یہ لکھا ہے کہ:۔

''بفرض محال اگر چند لمحات کے لئے اس خطبے اور اس کے اشباہ و امثال خطبات کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اُس سے تفویض ممنوع ثابت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اُس کے الفاظ کی ایسی صحیح تاویل کرنا ضروری ہوگی کہ دیگر نصوص قطعیہ شرعیہ کے ساتھ متصادم نہ ہو۔ اور وہ تاویل یہ ہے کہ چونکہ ..... ''۔ (احسن الفوائد صفحہ ۴۳۷)

یہ وہ منافقانہ راستہ ہے جس کو اقرار کے باوجود انکار کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے یعنی اگر ڈھکو یہ کہہ دیں کہ:۔

۔''میں نے بالفرض محال کہہ کر بات شروع کی تھی۔ لیکن جب خطبہ ہی حضرت علیؑ کا نہیں ہے تو اُس کی تاویل بھی نہیں کی جا سکتی پہلے یہ ثابت کرو کہ خطبہ واقعی حضرت علیؑ کا ہے تو میری اس تاویل کو دلیل بناؤ۔ لہٰذا نہ خطبہ موجود نہ تاویل کا وجود، قصہ ختم''۔

اوراس کا انتظام بھی ڈھکو نے ایک صفحہ پہلے کر دیا تھا جہاں لکھا تھا کہ۔ ''کیوں کہ عقلائی ضرب المثل ہے''۔''ثبت العرش ثم انقش'' پہلے کوئی تختی ثابت کرو پھراس پر کچھ لکھو'۔(احسن الفوائد صفحہ ۴۳۶) مطلب واضح ہے کہ جب تختی یعنی خطبہ ہی نہیں ہے۔تو میری تاویل بھی نہیں ہے۔یہ ہوتا ہے مجتہد؟ اس اقرار کا مطلب کیا سمجھوں اقرار بھی ہے انکار بھی ہے۔

(VIII) منافق، نفاق اور انفاق کے معنی قرآن سے

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تبتغی نَفقًا فِي الْاَرْضِ اَوْسُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاتِيَهُمْ بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلا تَكُونَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ O (سورہ الانعام ۶/۳۵)

۔''اگر عرب مدبرین کی سرتابی تم پر اتنی گراں گذر رہی ہے تم اُن کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ہماری رضامندی کے بغیر اپنی ذاتی سوجھ بوجھ سے زمین میں ایک آر پار سوراخ کرلو یا آسمان پر ایک سیڑھی لگا لو اور اپنی ذاتی قوت سے مطلوبہ آیت لاکر دیدو اور اگر مشیت خداوندی میں اُن کی مانگ پورا کرنا مطلوب ہوتا تو ہم ضرور اُن سرتابی کرنے والے عرب مدبرین کو مومنین کے ساتھ ہدایت یافتگی میں اکٹھا کر دیتے''۔

اول ۔ یہاں جن لوگوں کا تذکرہ ہورہا ہے وہی گروہ ہماری تصنیفات میں مجتہدین کا گروہ بتایا جاتا ہے۔اُن کو نظر انداز کر کے دیکھنا یہ ہے کہ عربی زبان میں نَفَقٌ اور نفقًا۔ آر پار سوراخ کو کہتے ہیں۔چنانچہ کمر بند ڈالنے کا سوراخ پیجامہ کا نیفہ یعنی نیفقہ کہلاتا ہے۔اور جنگلی جانوروں کے سوراخ ہمیشہ (بھٹ یا بِل) آر پار بلکہ کئی کئی رخ والے ہوتے ہیں۔تاکہ اگر کوئی اُن کو پکڑنے کے لئے ایک طرف سے بند کردے تو وہ دوسری طرف سے نکل جائیں۔وہ لوگ جو کسی نظام یا جماعت میں تخریب یا کسی اورغرض کے لئے عارضی طور پر شامل ہوتا ہے۔وہ پہلے سے واپسی یا علیحدگی کا خیال اور انتظام دماغ میں لے کر جاتا ہے۔یعنی داخلہ کے ساتھ واپسی کا سوراخ بھی آر پار کرتا ہے۔اسی لئے اُسے منافق کہتے ہیں۔

منافق بھی کافر کی طرح کوئی گالی نہیں ہے۔لہٰذا جو شخص اپنی آمدنی کے خرچ کا پہلے سے پروگرام بناتا ہے۔یعنی آمدنی کے سوراخ کو اس طرح بناتا ہے کہ اِدھر سے آئے اور اُدھر سے نکل جائے اس عمل کو اسی لئے انفاق کہتے ہیں۔لہٰذا ڈھکو صاحب نے فضائل محمدؐ وآل محمدؑ کا اقرار کرنے سے پہلے ہی انکار والا سوراخ تیار کرلیا تھا۔اوراس لئے ہم انہیں منافق کہتے چلے جاتے ہیں۔

عنوان نمبر 42

- مجتہدین کے نزدیک آنحضرتؐ کا ایمان
- آنحضرتؐ کی قرآنی پوزیشن ڈھکو اور مجتہدین و مترجمین قرآن کی نظر میں
- ما کنت تدری کے معنی مسلمہ قواعد کے خلاف کئے گئے ہیں
- درایۃٌ کے معنی چھپانے کے لئے ابلیسی چالاکی
- قرآن کے الفاظ کے ساتھ مترجمین کے کرتب
- مترجمین کی قابلیت کا حدود اربعہ، جدول
- علامہ ڈھکو اور مترجمین کا تعاقب، گرفتاری اور تلاشی
- ڈھکو صاحب کا پوشیدہ عقیدہ
- علامہ ڈھکو کی ترجمانی سے نبوّت کی توہین

42۔مجتہدین کے نزدیک (معاذاللہ) آنحضرتؐ چالیس سال کی عمر تک ایمان وکتاب سے بے خبر تھے

(i) **یہ عنوان** یقیناً مسلمانوں کے لئے نا قابل قبول اورغم وغصہ کا سبب ہوگا۔مسلمانوں کے اندر یقیناً بعض فرقے گمراہ گذرے اور موجود ہیں۔اور ہر فرقے میں بعض لوگ نہایت سرکش اور گناہ گار گذرے اور موجود ہیں۔ظالم وجابر وقاتل وزانی وشرابی گذرے اور موجود ہیں۔لیکن مجتہدین کے علاوہ کوئی شخص نہ ایسا گذرا ہے نہ آج موجود ہے۔جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس (۴۰) سال کی عمر تک (معاذاللہ) ایمان سے بے خبر اور کتاب سے قطعاً ناواقف کہنے والے مسلمان کو صحیح وسلامت چلا جانے دے۔ہم آج بھی ڈھکو اور تمام شیعہ وسنّی مجتہدین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ کسی بھی جلسہِ عام میں رسولؐ اللہ کے لئے اردو زبان میں اپنا یہ عقیدہ بیان کردیں کہ:۔

(معاذاللہ)۔''آنحضرتؐ پیدائش سے لے کر اپنی چالیس (۴۰) سال کی عمر تک نہ تو نبیؐ تھے۔نہ وہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہوتی ہے؟ نہ انہیں یہ پتہ تھا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ جب وحی آنا شروع ہوئی تو اُنہیں کفر اور ایمان کا فرق معلوم ہوا۔تب انہیں خبر ہوئی کہ اللہ کی کوئی کتاب بھی ہوتی ہے۔اور اُس میں نیک کاموں کا حکم ہوتا ہے۔گناہوں سے دُور رہنا بتایا جاتا ہے۔اب معلوم ہوا کہ فلاں چیز حرام ہے اور فلاں چیز حلال ہے۔اُس دن سے نیکی اور برائی کا فرق معلوم ہوا۔جھوٹ اور سچ میں تمیز حاصل ہوئی۔ظلم سے باز رہنے اور رحم دلی سے پیش آنے کی تاکید سامنے آئی۔اب معلوم ہوا کہ لاعلمی میں خواہ گناہ کرو یا قتل کر گذرو۔حرام پیو یا حرام کھالو سب معاف کردیا جاتا ہے۔اب معلوم ہوا کہ اللہ نے اُن کو معاف کردیا ہے۔اب پتہ چلا کہ خود اُنہیں بھی اس قسم کے لوگوں کو معاف کرنا چاہئے جو ایمان اور کتاب سے لاعلمی کی بنا پر زندگی بھر شراب پیتے رہے۔زنا کرتے رہے اپنی ماں، بہنوں اور بیٹیوں سے بیوی کا کام لیتے رہے۔لوٹ مار اور قتل عام کرتے رہے۔اغلام کرتے رہے۔جوا کھیلتے رہے چنانچہ آنحضرتؐ نے ایسے تمام لوگوں کو گلے سے لگالیا اور کہا کہ بھائیو میں بھی تمہاری ہی طرح کا ایک بشر ہوں۔دیکھو خدا بڑا اغفار وستار ہے۔رحیم وکریم ہے۔وہ ہی انسانون کے گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔تمہیں بھی انسان ہونے کی وجہ سے یہی امید رکھنا چاہئے کہ وہ تمہارے پچھلے زمانہ میں کئے ہوئے گناہ بھی بخش دے گا اور جو جو گناہ تم آئندہ کروگے وہ بھی معاف کردے گا۔لہٰذا تمام صحابہ بھی اللہ کی معافی کے حق دار ہیں۔اس وجہ سے تمام اُمت کو چاہئے کہ صحابہ کے آپس کے جھگڑوں اور جنگ وقتال اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مظالم وبدسلوکی اور دیگر تمام چھوٹے بڑے گناہوں کا نہ تو ذکر کیا کریں نہ اُن پر نکتہ چینی کریں۔اور جو ایسا کرے اُسے اسلام سے خارج اور واجب القتل سمجھیں۔اُس کا قاتل جنتی اور وہ مقتول جہنمی ہے''۔

(ii) ہمیں نہیں معلوم کہ ان عقائد کو ان الفاظ میں بیان کرنے والا جلسہ عام سے زندہ سلامت جائے گا یا نہیں؟ اور اپنا پورا بیان سنا بھی سکے گا یا نہیں؟ بہر حال قارئین سوچیں کہ آنحضرتؐ اور اللہ کے متعلق جن مجتہدین کا یہ عقیدہ ہو کیا وہ مسلمانوں کے بُرے سے بُرے فرقے اور بدترین سے بدترین مسلمانوں سے اچھے لوگ کہلا سکتے ہیں؟۔اور کیا تمام خارجی، غالی، مفوضہ، شیخی، احمدی وغیرہ اُن مجتہدین سے بہتر لوگ نہیں ہیں؟۔حتیٰ کہ کیا شریف ومہذب قسم کے ہندو، یہود و نصاریٰ اور پارسی، مجتہدین سے زیادہ آنحضرؐت کی عزت نہیں کرتے؟۔

(۲) ڈھکو اینڈ کمپنی یعنی مجتہدین آنحضرؐت کی توہین وتذلیل بھی قرآن کی آڑ میں کرتے ہیں

قارئین جب مجتہد کو گرفت میں لینا چاہیں گے تو ممکن ہے کہ اُن میں سے کوئی، مثلاً ڈھکو، مندرجہ بالا اعلان کو اپنا عقیدہ نہ مانے اور جان بچانے کے لئے اور ہیرا پھیری کر کے اپنی صفائی پیش کرے۔مگر ہم اس بیان کے ہر جملے اور جملے کے مفہوم کے لئے ذمہ دار ہیں۔اور اُس کو ثابت کرنے کے لئے از اوّل تا ڈھکو تمام مجتہدین کو اور اُن کی تمام کتابوں کو آپ کے سامنے لا کھڑا کرنے کا ذمہ لیتے ہیں۔چونکہ مجتہد جانتے ہیں کہ اُمت مسلمہ کا ہر فرقہ اور ہر فرد محمدؐ وآل محمدؐ کے معاملہ میں بڑا حساس اور جذباتی ہوتا ہے۔اور اُن کی توہین کی بو بھی آجائے تو اُمت کا بدترین فرد تک بھی جان پر کھیل جاتا ہے۔اور توہین کرنے والے کو قتل کئے بغیر نہیں مانتا۔اس خوف کی بنا پر مجتہدین کا یہ ناعاقبت اندیش گروہ اپنی کافرانہ ذہنیت اور اپنے شیطانی عقائد کو بڑی ہوشیاری، پُرکاری اور مکاری سے قرآن کا غلاف پہنا کر یا حدیث کی چادر اُوڑھا کر نرم نرم خوشامدانہ الفاظ میں پیش کرتا ہے۔تقریر ہو یا تحریر ہو۔اللہ کے ساتھ، تعالیٰ اور جل جلالہ عم نوالہ، اور آنحضرتؐ کے ساتھ حضور، سرورکائنات، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھندے ڈال ڈال کر مسلمانوں کے جذبۂ احتیاط وعقیدت کو گرفتار کرتا ہے۔اور پتہ نہیں چلنے دیتا کہ وہ اپنی تقریر یا تحریر کی آڑ میں مسلمانوں کے دلوں کے اندر، گھروں اور کتب خانوں میں مندرجہ عقائد کا انبار جمع کرتا جا رہا ہے۔

(۳) وہ آیت جس سے مجتہدین نے آنحضرؐت کو چالیس (۴۰) سال کی عمر تک ایمان سے محروم مانا

ہم یہ بتا چکے ہیں اور یہاں پھر دکھائیں گے کہ مجتہدین کا کاروبار قرآن کریم اور حدیث شریف کے الفاظ کے معنی ومفہوم بدل لینے کے بعد چلتا ہے۔اور اگر کوئی قرآن کے الفاظ کے حقیقی یعنی مصدری یا بنیادی معنی اختیار کر لے تو یہ گروہ ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتا۔چنانچہ اب ہم وہ آیت لاتے ہیں جس کی آڑ میں مسٹر ڈھکو اینڈ کمپنی تیرہ سو سال سے بیٹھی ہوئی اور آنحضرؐت کو چالیس سال کی عمر تک (معاذ اللہ) ایمان سے محروم اور قرآنی تعلیمات سے بے بہرہ اور ناواقف ثابت کرتی چلی آتی ہے۔یہ آیت چونکہ پچھلی آیت سے مسلسل اور متعلق ہے اور اگلی میں جا کر بات مکمل ہوتی ہے اس لئے ہم مومنین کی طرح زیرِ نظر آیت کو اس کے ماحول میں رکھتے ہوئے لکھتے ہیں ملاحظہ ہو:۔

ڈھکو صاحب نے مسلمانوں کی اور خصوصاً مومنین کی مار سے بچنے کے لئے فرمان علیؒ کو اپنا ہم خیال پا کر پٹنے کے لئے آگے کر دیا ہے اور خود

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْيُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاذْنِهٖ مَايَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ O (۴۲/۵۱) وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا، مَاكُنْتَ تَدْرِيْ مَاالْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ O (۴۲/۵۲) صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ اَلَا اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ O (۴۲/۵۳) (سورہ شوریٰ)

فرمان علیؒ کے ترجمہ کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا ہے مگر ہم ڈھکو کو اس مورچہ سے باہر نکالیں گے اور اِن کی پٹائی نمبروار اور ساتھ ساتھ کریں گے۔ ایک بات اور نوٹ کر لیں کہ مسٹر ڈھکو چونکہ پوری آیت بھی نہیں لکھا کرتے اِس لئے اُنہوں نے اپنی کتاب میں فرمان علی کا ترجمہ بھی اتنا ہی اختیار کیا ہے جس سے اُن کے شیطانی تصور کو سہارا مل سکے۔ مگر ہم اُن کے اس پسندیدہ اور ہم خیال مُلّا کا تینوں آیات کا پورا ترجمہ اُس کے مترجمہ قرآن سے لکھیں گے تاکہ جب ہم مذکورہ آیات کا مفہوم پیش کریں تو قارئین اللہ کی پوری بات ایک مقام پر دیکھ سکیں۔ اب ترجمہ کے لئے تیاری فرمائیں۔

(۴) آنحضرتؐ کی قرآنی پوزیشن، ڈھکو اور مجتہدین و مترجمین قرآن کی نظر میں

(i) ترجمہ فرمان علی صاحب (۴۲/۵۱)۔ ''اور کسی آدمی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ خدا اس سے بات کرے مگر وحی کے ذریعہ سے (جیسے داؤد) یا پردہ کے پیچھے سے (جیسے موسیٰ) یا کوئی فرشتہ بھیج دے (جیسے محمدؐ) غرض وہ اپنے اختیار سے جو چاہتا ہے پیغام بھیجتا ہے (۴۲/۵۱)

(ii) زیر بحث آیت کا ترجمہ ڈھکو کی کتاب سے (۴۲/۵۲)۔ ''اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے روح (الامین) کو تمہاری طرف وحی کے ساتھ بھیجا۔ (جس کے پہلے) تم یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے؟ اور نہ یہ کہ (تعلیم) ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اس کو ایک نور قرار دیا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت کر دیں (ترجمان فرمان)''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۴۲۔۴۳)

(iii) **فرمان علیؒ کے ترجمہ میں خیانت**۔ فرمان علی کا ترجمہ (۴۲/۵۲) ''اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم کی روح (قرآن) تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجی۔ تم تو نہ کتاب ہی کو جانتے تھے کہ کیا ہے اور نہ ایمان کو مگر اس (قرآن) کو ایک نور بنایا ہے۔ کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ تم اے رسولؐ سیدھا ہی راستہ دکھاتے ہو'' (۴۲/۵۲)

(IV) آخری آیت کا فرمانوی ترجمہ۔ ''اُس خدا کا راستہ کہ جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (غرض سب کچھ) اُسی کا ہے۔ سُن رکھو سب کام خدا ہی کی طرف رجوع ہوں گے اور وہی فیصلہ کرے گا۔

(۵) آیت کے ترجمہ پرتنقیدی نظر

(i) سب سے پہلے دیکھئے کہ مولانا سرکار نے مندرجہ بالا ترجمہ (۴ کا ii) اپنی کتاب میں لکھا۔ اوراُس کے خاتمہ پر بریکٹ میں (ترجمان فرمان) لکھ کر یہ سمجھا اور سمجھایا کہ یہ ترجمہ فرمان علی کا ہے۔ایسا لکھنے میں ڈھکو نے خود بھی فریب کھایا اصول الشریعہ کے تمام قاریوں کو بھی دھوکہ دیا۔لیکن ہم تو مجتہدین اور تمام فریب سازوں کے لئے ایک بولتی چالتی دیکھتی بھالتی مصیبت ہیں۔ہم سے مجتہدین تو بچارے مجتہد ہیں۔اُن کا بزرگ ابلیس بھی پناہ مانگتا ہے۔ہم نے جناب فرمان علی صاحب کا ترجمہ وہیں لکھ دیا ہے [(۴) کا(iii)] تاکہ قارئین نمبر (ii) اور نمبر (iii) کا مقابلہ کرسکیں۔چونکہ ڈھکو صاحب ہرگز براہ راست خود پڑھ کر حوالہ نہیں لکھتے اور نہ ہی آیت لکھتے وقت قرآن میں سے لکھتے ہیں۔اس لئے نقل مارتے وقت اُن سے حوالوں میں اور آیات میں غلطی ہوتی چلی آتی ہے۔بہرحال ہم بتاتے ہیں کہ ڈھکو نے کسی کتاب سے اُس آیت اور اُس ترجمہ کو چرایا اور یہ معلوم نہ کرسکے کہ وہ ترجمہ جناب مقبول احمد صاحب قبلہ کا ہے۔بہرحال اس سے یہ فائدہ ہوگیا کہ شیعوں کے دومشہور ترجموں کا حال معلوم ہوگیا۔ اوراُن دونوں قسموں میں یہ اختلاف بھی معلوم ہوگیا کہ ایک روح کو جبرئیل سمجھتا ہے اور دوسرا سیدھا سیدھا قرآن سمجھ لیتا ہے۔یہ بحث بعد میں کرتے رہنا کہ دونوں میں حق پر کون ہے؟ اور کس کی سمجھ ترجمہ کے معیار سے کم ہے۔یا کون باطل پر ہے؟۔

(ii) ڈھکو اور یہ دونوں مترجم اللہ سے زیادہ دین دار اور مجتہدین کے بہی خواہ ہیں

چونکہ ڈھکو صاحب نے پہلے چودہ آیات کو رگڑنے کے لئے فرمان علی کو آگے بڑھایا تھا۔اور مقبول احمد صاحب کو فرمان علی سمجھ کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے اس لئے ہم ڈھکو کو اصلی مجرم اوراُن دونوں کو مجرم کا مددگار سمجھ کر تینوں پر فرد جرم لگاتے ہیں غور سے سُنیں کہیں غلطی کریں تو ٹوک دیں۔

پہلی نظر۔دونوں مترجمین نے قرآن کے نازل کرنے میں (معاذ اللہ) اللہ کو پہلی اصلاح یہ دی ہے کہ اے اللہ تجھے یہ چاہئے تھا کہ روح کی جگہ روح الامین یعنی جبرئیل کہتا۔دوسرے نے لفظ روح کو سرے سے غلط قرار دے کر کہا کہ یہاں قرآن ہونا چاہئے تھا یہاں فرمان علی تو چپ ہوگئے۔مگر مقبول صاحب نے کہا کہ تجھے یہ بھی واضح کرنا تھا کہ روح الامین کے آنے سے پہلے (معاذ اللہ) محمدؐ ایمان وکتاب سے بے خبر تھا تاکہ جبرئیل کے آنے تک ایمان کی نفی پختہ اور نصِ صریح ہوجاتی۔پھر تو نے تو خود روح الامین کو وحی بنا کر بھیجنا کہہ دیا کہنا یہ چاہئے کہ وحی کو روح الامین کے ساتھ بھیجا تھا۔بہرحال فکر نہ کر ہم جو موجود ہیں۔کسی کی کیا مجال ہے کہ ہمارے منصوبے کے خلاف قرآن کے معنی کرجائے۔

دوسری نظر۔ موجودہ قرآن مجتہدین کو پسند نہیں ہے۔

جس ترجمہ کو جناب ڈھکو اور دیگر مجتہدین نے اختیار کیا ہے اُس کے لئے اُس آیت (۴۲/۵۲) کو معاذ اللہ یوں نازل ہونا چاہئے

تھا کہ:۔

وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا اَمِیْناً مِنْ اَمْرِنَا ،مَاکُنْتَ تَدْرِیْ مَاالْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ مِن قَبْلِهٖ وَلٰکِنْ (الخ)

تیسری نظر۔ آیت کے الفاظ

اِس آیت کو مجتہدین نے اپنا شکار بنایا ہے۔ اِس میں ایسے چند کلیدی الفاظ ہیں جو اللہ کی صحیح مراد متعین کرنے میں مددگار ہوں گے۔لیکن ہم تفصیل میں نہیں جائیں گے۔ہم صرف ایک ہی لفظ پر قارئین کی توجہ چاہیں گے۔اور وہ لفظ ہے۔تَدْرِیْ یعنی آیت کا جملہ۔''مَاکُنْتَ تَدْرِیْ مَاالکِتٰبُ وَلَا الْاِیمَانُ''۔جب ہی سمجھ میں آئے گا جب آپ لفظ تدری کے معنی متعین کرلیں لہٰذا پہلے مترجمین کی مدد لے لیں تاکہ باقی مترجمین کا حال بھی معلوم ہو جائے اور لفظ۔تَدْرِی۔کے معنی پر روشنی بھی پڑ جائے۔

رفیع الدین کالفظی ترجمہ:۔ ا۔ مَاکُنْتَ تَدْرِی۔ ۲۔مَاالْکِتٰبُ۔ ۳۔وَلَا الْاِیْمَانُ۔

نہ جانتا تھا تُو۔ کیا ہے کتاب۔ اور نہ ایمان

آیت کے پہلے جز میں تین الفاظ کہے جاسکتے ہیں پہلا ماَ دوسرا کنت تیسرا تدری. ماَ کے معنی یہاں۔نہیں۔کے ہیں۔کنت کے معنی ۔تو تھا۔ہیں۔لہٰذا اب صحیح تحت لفظ معنی یہ ہوئے کہ:۔

ما کنت تدری۔

نہیں تھا تو جانتا۔ یعنی تو نہیں جانتا تھا۔

مطلب یہ ہوا کہ ''**تدری کو جاننے**'' کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

(iii) نئے پرانے،شیعہ سُنی مترجمین کے ترجمے

مَاکُنْتَ تَدْرِیْ مَاالکِتٰبُ وَلَا الْاِیمَانُ

مقبول احمد= تم یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ (تعلیم) ایمان کیا چیز ہے۔

فرمان علی= تم تو نہ کتاب ہی کو جانتے تھے کہ کیا اور نہ ایمان کو۔

امداد حسین= تو نہیں جان سکتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ہی ایمان۔

احمد رضا خان= اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام۔

فتح محمد= تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے نہ ایمان کو۔

شاہ عبدالقادر= تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔

شاہ ولی اللہ= نمی دانستی کہ چیست کتاب ونمی دانستی کہ چیست ایمان۔

پکتھل صاحب = thou knowes not what the scripture was not the faith?

ای ایچ پامر= thou didest not know what the book was nor the faith

ایم ایچ شاکر= you did not know what the book was nor (what)the faith (was)

بشیر احمد محمود قادیانی= تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے۔اور نہ یہ جانتا تھا کہ ایمان کیا چیز ہے۔

(IV) بارہ مُستند مترجمین تعداد میں بارہ ہیں مگر سب ایک مشین سے یا سانچے میں بنائے گئے ہیں

جناب علامہ رفیع الدین صاحب کو شامل کرنے کے بعد یہ بارہ حضرات جس اصول کے ماتحت ترجمہ کرتے رہے ہیں وہ ایک ہی ہے۔ یہ اصول کہاں سے آیا؟ کس نے بنایا؟ اس کا جواب ذرا محنت سے مگر ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔ہم نے پہلے بھی بار بار عرض کیا ہے اور زیرِ قلم عنوان (۴۲ کا (۳)) بھی یہ کہتا ہوا شروع ہوا تھا کہ مجتہدین کا کاروبار قرآن کے معنی بدلنے سے ہی چلتا ہے۔اور ڈھکو کے ترجمہ میں ثابت کیا ہے کہ جب تک یہ حضرات قرآن میں اضافہ نہ کر لیں اُن کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔اب ہم ان بارہ تراجم پر قرآن سے روشنی ڈال کر طاغوت کے چہرے کو قابلِ شناخت بناتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ فیصلہ سامنے رکھتے ہیں کہ مجتہد کوئی ہو،شیعہ لیبل کا ہو یا سُنیوں میں رہتا ہو۔کوئی نیا مجتہد مثلاً ڈھکو ہو یا پُرانا مجتہد ہو،اُن کے تراجم اور مفاہیم کو بلا شک وشبہ اور جانچ پڑتال کے بغیر قبول کر لینا بڑا خطرناک ہے۔اس لئے کہ مسلمانوں میں جس قدر اختلافات پھیلے اور جتنے فرقے وجود میں آئے۔وہ تمام تر مجتہدین کی غلط تعبیرات اور ترجموں کی وجہ سے وقوع میں آئے۔نزولِ قرآن کے دوران اُنہوں نے جمہوریت اور ملکی وقومی مصالح کی بنا پر رسولؐ سے اختلاف کیا اور قیامِ حکومت کے لئے قرآن کی وہ تعبیرات پھیلائیں جو قومی وملکی مفاد کو ملحوظ رکھتی تھیں اور اللہ ورسولؐ اور عالمی مقاصد کے خلاف تھیں۔ پھر استحکامِ حکومت کے لئے اور اپنے مخالفین کو راہ سے ہٹانے کے لئے نت نئے اجتہادات کئے۔ یہ سلسلہ کل تک مسلسل چلا آیا ہے۔آج بھی قرآن کے متعلق سرکاری مُلّا نئے نعرے مار رہا ہے۔ بہرحال قرآن کریم کے ساتھ جو مظالم ہوئے وہ ناقابلِ احاطہ ہیں۔جس زبان میں ہر تصور یا ہر مطلب کے لئے ایک مستقل مصدر اللہ نے وضع کرایا تھا۔اُس زبان کے متعلق یہ شہرت دی گئی کہ اُس میں ایک ایک لفظ کے بے شمار معنی ہوتے ہیں۔ پھر ایسی لغات تیار کی گئیں جن میں ایک لفظ کے سامنے پچاسوں مختلف،متضاد اور بے جوڑ معنی لکھ دئے گئے الغرض قرآن کو بدلنے کے لئے اِس عربی زبان کا ستیاناس کر دیا گیا۔قرآن کو پاژند بنا دیا گیا۔مگر قرآن ایک معجزہ ہے اس کی حفاظت کا انسانی اور قابلِ فہم انتظام اللہ نے اپنے ذمہ لیا تھا۔اس لئے آج اس بدترین صورتِ حال میں بھی قرآن کے معنی ومطالب کو اُن کی حقیقی صورت میں سمجھا جا سکتا ہے۔ چونکہ تیرہ سو سال تک نہایت جبّار وقہار حکومتیں اپنا تن من دھن اور تلوار و نیزہ وحیلہ وفریب برسرِ کار رکھتی چلی آئی ہیں۔اس لئے حقیقت سے پردہ ہٹانے میں ذرا سی توجہ اور محنت سے اگر کام ہو

جائے تو یہ بھی ایک معجزہ ہوگا۔ تیرہ سو سال کا بگڑا ہوا کام اگر چند گھنٹوں میں سنور جائے تو بتایئے کہ پھر معجزہ کس کو کہیں گے؟ بگاڑنا آسان ہوتا ہے۔ سنوارنا مشکل مانا گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ دشمنان اسلام کی تعداد، ان کی قوت واستطاعت اور محنت وکوشش کو دوگنا کر کے چھبیس سو سال میں حقیقت سامنے آئے۔ لہٰذا آیئے ذرا سی محنت کریں اور اپنی پوری توجہ مرکوز کر کے اپنے رسولؐ پر قائم کردہ الزام واتہام کو ہٹائیں۔

(٦) مَا کُنْتَ تَدْرِیْ کے معنی مُسلّمہ قواعد کے خلاف کئے گئے ہیں

اگر ہم مولویانہ طرزِ تحریر اختیار کرلیں تو بات اتنی سی ہے کہ۔ ''تَـدْرِیْ'' ۔مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ اس کا مصدر۔ دِرَایَۃٌ۔ ہے اور مادّہ ''د۔ر۔ی'' ہے۔ یہ مادّہ وہ بُنیاد ہے۔ جس سے مُسلّمہ قانون کے ماتحت کئی مصدر بنتے ہیں۔ پہلا مصدر دِرَایَۃٌ ہے۔ دوسرا متعلق مصدر۔ اِدْرَاءٌ۔ ہے۔ یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ ایک مادہ اور مصدر سے جتنے بھی دوسرے مصادر یا الفاظ بنتے ہیں اُن سب میں جس طرح مادّہ کے تینوں حروف برقرار رہتے ہیں۔ اُسی طرح تمام مصادر اور الفاظ میں مادہ اور مصدر کے بنیادی معنی بھی برقرار رہتے ہیں۔ اور وہ معنی ہرگز کسی اور مصدر یا لفظ میں نہیں ہوتے۔ بس یہ آخری بات ہی وہ بات ہے جس کے سمجھنے پر سارا دارومدار ہے۔ اور جس کو سمجھ لینے اور اختیار کر لینے کے بعد اُمت کے تمام اختلاف ختم ہوسکتے ہیں۔ اور شیطان وطاغوت اور اُس کا گروہ بستر، بوریا باندھ کر چل دینے پر مجبور کئے جاسکتے ہیں۔

(ii) دِرَایَۃٌ کے معنی کو چھپانے کے لئے ابلیس کی پوری چالاکی استعمال کی ہے

اول۔ آج سے نوسو (٩٠٠) سال پہلے ''د۔ر۔ی'' مادّہ سے مصدر ''دِرَایَۃٌ کے معنی جناب راغب اصفہانی اعلی اللہ مقامہ کی کتاب میں یہ لکھے ہوئے موجود ہیں اور یہ کتاب دنیا کے ہر ملک اور ہر لائبریری اور ہر بڑے کتب فروش کے یہاں مل سکتی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

۔''(دری) الدرایۃ المعرفۃ المدرکۃ بضربٍ من الختل (الخ)'' مفردات القرآن صفحہ ١٦٨۔

''درایت اُس معرفت کو کہتے ہیں۔ جو کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنے والی قوت (مدرکہ) کو نہایت چالاکی، احتیاط اور فریب سے استعمال کر کے حاصل ہوتی ہے''۔ (مفردات القرآن صفحہ ١٦٨)

دوم۔ ایک روزمرّہ استعمال ہونے والی اُردو لغت جو مندرجہ بالا لغت ہی کی بنیاد پر ذرا بگاڑ کر شائع کی گئی ہے۔ اور پاکستان میں ہر جگہ دستیاب ہے۔

''نَـدْرِیْ''۔ جمع متکلم مضارع۔ دِرَایَۃٌ مصدر۔ باب ضرب۔ دِرَایَۃٌ۔ کسی قدر چالاکی سے پہچان لینا، جان لینا۔ (باب ضَرَبَ) متعدی ہے۔ ''دَری'' ماضی ہے۔ یَدْرِیْ مضارع ہے۔ دِرْیَۃٌ نیزہ بازی کا تختہ مشق۔ دِرَایَتُ کی نسبت اللہ کی

طرف نہیں کی جاتی۔ کیونکہ اللہ ہر چالاکی سے پاک ہے۔ ایک شاعر نے ضرور اللہ کو دَارِیٌ کہا ہے۔ لَاھُمَّ لَا اَدْرِیْ وَاَنْتَ الدَّارِی۔ اِلٰہی میں نہیں جانتا اور تو جاننے والا ہے۔ لیکن بقول راغب یہ شاعر اُس طبقہ میں سے ہے۔ جس کا استعمال نا قابل قبول ہے۔ (مزید تنقیح کے لئے دیکھو اَدْرِیْ۔ اَدْرٰکَ اور تَدْرِیْ)''۔ (لغات القرآن جلد ششم صفحہ ۳۴ تالیف عبدالدائم جلالی)

سوم۔ اب ایک ایسی لغت کا ذکر بھی کر دیں جو علامہ محمدؐ باقر مجلسی اعلیٰ اللہ مقامہ کے اساتذہ میں سے ایک اُستاد جناب الشیخ فخر الدین طریحی محدث اعلیٰ اللہ مقامہ نے چار سو سال پہلے لکھ کر شیعہ لٹریچر میں گرانقدر اضافہ فرمایا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔ ''والدرایۃُ بالشّی اَلْعِلمُ بِہٖ وَھِیَ فِی الْاِصْطِلَاحِ الْعِلمی: مَااَخَذَ بالنَّظَر والاسْتِدْلَالِ الَّذِیْ ھُوَرَدُّ الفُرُوع اِلَی الْاُصُولِ''۔

۔''کسی چیز پر درایت کرنا اُس چیز کے متعلق علم فراہم کرنا ہے۔ اور علمی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام نظری دلائل کو مجموعی حیثیت سے استعمال کر کے جزئیات کو کلیّات کی صورت میں ترتیب دینا''۔ (مجمع البحرین جلد اول صفحہ ۱۳۸)۔

چہارم۔ قارئین کے سامنے حقیقتِ حال آ گئی یعنی درایت کے معنی ہیں:۔

۔''کسی چیز کی تہہ تک پہنچ کر، اُس کی حقیقت اور تمام کیفیات و ماھیات سمجھنے کے لئے ہر قسم کی ہوشمندی، چالاکی، فریب کاری، قواعد و ضوابط، منطق و نفسیات (Rational reasoning) کو برسرِ کار لانا اور جس طرح بھی ہو سکے حقیقتِ حال کو معلوم کر کے چھوڑنا''۔

(iii) مَاکُنْتَ تَدْرِیْ مَاالْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ کے صحیح معنی

مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں اب آپ آیتِ زیرِ بحث کے معنی کیجئے اور دیکھئے کہ اللہ نے کیا فرمایا تھا؟ اور نظام اجتہاد کے گروہ نے بات کو کہاں پہنچا دیا؟ اور مسلمانوں میں کتنا ناپاک عقیدہ گھر گھر پہنچا دیا۔

'مَاکُنْتَ تَدْرِیْ مَاالْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ ۔(الخ) (۴۲/۵۲)۔ ''تم کسی چالاکی، فریب کاری اور مجتہدانہ قواعد و ضوابط اور اپنی ذاتی فکر و نظر کی مدد سے ایمان کے جزئیات و تفصیلات سے آگاہ نہ ہوئے تھے۔ اور نہ ہی الکتاب کو تم نے کسی چالاکی، فریب کاری اور ابلیسی قوانین کی مدد سے حاصل کیا تھا' اصل صورتحال یہ ہے کہ ....''۔

دوم۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہاں یہ گذارش ہے کہ دنیا کے تمام مُردہ و زندہ مجتہدین اور علماء کو چیلنج کر دیں کہ وہ ہمارے اِس (انچاس (۴۹) لفظی) مفہوم کو غلط ثابت کرنے کے لئے اجتماعی کوشش میں دریغ نہ کریں۔

سوم۔ قارئین نے دیکھا کہ یہاں اللہ نے رسولؐ اللہ سے۔''داری''۔ ہونے کی نفی کر کے یہ بتا دیا کہ جس طرح اللہ کے ساتھ لفظ۔ دَارِیٌ ۔ استعمال نہیں ہوتا۔ اُسی طرح اُس کا مقدس رسوؐل بھی نہ داری ہے نہ مجتہدین کی طرح مَدارِی ہے۔ آج

قارئین کولفظ۔ ''مَدَارِیَ''۔ کے معنی بھی پہلے دن معلوم ہوگئے۔ حالانکہ مداری کے کرتب اور چالاکیاں دیکھتے ہوئے ساری عمر گذر گئی تھی۔ وہ مداری اِس لئے ہے کہ اُس نے اِس حقیقت کا پتہ لگالیا ہے کہ فلاں جُملے کہنے سے ناظرین یعنی تماشائیوں کی توجہ کس طرح اور کس چیز پر مرکوز ہوجاتی ہے۔ پھر کیا حرکات کرنے سے تماشائیوں کو کیا نظر آنے لگتا ہے۔ وہ تین بجے سب کی گھڑیوں (Watches) میں نو بجتا دکھا دیتا ہے۔ کسی کا دامن ہلا کر ڈبے میں روپے گرتے ہوئے اور گرنے کی آواز تک دکھا اور سنا دیتا ہے۔ یہی حال ہے اس گروہ کے مجتہد مداریوں کا، کہ وہ ساری اُمت اور ساری دنیا کو جمورا بنائے ہوئے ہے۔ کبھی جمہوری تماشے دکھاتا ہے۔ کبھی توحید کا اس شان سے پرچار کرتا ہے کہ ہر شخص خود کو خالص موحّد سمجھنے لگتا ہے حالانکہ مداری نے بجر بٹو یا جھرلو پھرا کر خالص شرک بیان کر دیا ہے۔ کبھی محمد مصطفٰیؐ کو سرور کائنات اور فخر موجودات اور علّتِ غائی مخلوقات کی چادر اُوڑھا کر ان کے پیچھے خود کھڑا ہو جاتا ہے اور اُسی سانس میں اُنہیں (معاذ اللہ) ایک خطا کار و گناہ گار و ایمان و کتاب سے محروم اپنے جیسا انسان بنا جاتا ہے۔ مگر بجر بٹو بر وقت گھما تا جاتا ہے۔ کہ اُس کی ابلیسانہ حرامزدگیوں پر شاندار الفاظ کا پردہ پڑا رہے۔ اور کوئی تماشائی حقیقت حال سے واقف نہ ہو سکے۔ مگر ہم نے جہاں اجتہاد کو اُس کی انتہا تک شیعہ سنّی درسگاھون (اَزھر و قُم) میں اس طرح پڑھا اور سمجھا کہ اپنے مرحوم اساتذہ سے منتہیٰ ہونے اور اس سلسلہ کا کچھ سامان باقی نہ چھوڑنے کو لکھوالیا۔ وہیں سیاسیات اور مداری کے انتہائی ڈپلومے سب سے بڑی سیاسی یونیورسٹی ولایت (انگلینڈ) سے حاصل کئے۔ اب مجتہد کی پٹاری ہمارے روبرو لڑکیوں کے اُس ڈبہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی جس میں گڑیاں وغیرہ رکھا کرتی ہیں۔ پہلے بھی ہمارے سلسلے کے بزرگ علماء مثلاً۔ جناب محمد امین استر آبادی رضی اللہ عنہ وغیرھم نے اُن مجتہدین کی کافی مٹی پلید کی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم سے پہلے نظام اجتہاد کو ہمارا کوئی بھی عالم نہ سمجھا۔ یہ سہرا صرف ہمارے سر ہے کہ ہم نے قرآن کریم سے ابلیس کے اس منصوبے کا ہر پہلو ایسا واضح کیا ہے۔ کہ اب نظام اجتہاد کے دانشور ہر نقاب و ہر لباس و ہر لیبل کے ساتھ پہچان لئے جائیں گے۔ شرط یہی ہے کہ مسلمان ہماری تصانیف میں سے ایک دفعہ گذر جائیں۔

<u>(IV) چالیس سال کی عمر تک کسی آدمی کا ایمان اور کتاب سے لاعلم رہنا دُنیا کا سب سے بڑا اور بدترین جھوٹ ہے</u>

قارئین ذرا سوچیں کہ عالمی شہرت کی ایک پچکلیاں قوم میں اور بڑی بڑی تمام اقوام کے مرکزی میلے اور تجارت کی منڈی والے شہر میں ایک شخصؐ پیدا ہوتا ہے۔ جس کا خاندان دو ہزار پانچ سو سال سے حکومت کرتا چلا آ رہا ہے۔ جو ملت ابراہیمؑ کا وارث ہے۔ جس کے چچا زاد بھائیوں پر توریت و زبور و انجیل نازل ہو چکی ہے اور خود اُس کے مولد و مسکن شہر مکہ میں یہود

ونصاریٰ اور کتب ہائے خداوندی موجود ہیں ۔جس کی نبوت ،شکل وصورت اور صفات کی پیشنگوئیاں زبان زد خلق ہیں ۔جس کا دادا عبدالمطلبؑ ہے جو مسائل قربانی اور اللہ کے احکام کا پابند ہے ۔ جہاں بیت اللہ ہے جس کا نور باپ کی پیشانی میں اتنا نمایاں ہے کہ مکہ کی بامذہب ولا مذہب مستورات اُس نور کو جنم دینے کے لئے خود کو مجمع عام میں اُس کے باپ کے حضور زوجیت میں لئے جانے کی درخواست کرتی ہیں ۔ جسے یہود ونصاریٰ اور مجتہدین بقول قرآن اپنے بچوں کی طرح شناخت کرتے ہیں ۔اُس کے متعلق یہ مشہور کیا گیا کہ وہ نہ کتاب کے نام سے مطلع تھا نہ چالیس سال کی عمر تک ایمان کے متعلق اُسے کوئی پتہ چلا تھا۔ہم کہتے ہیں کہ اس وقت کی دنیا سے لے کر آج تک کوئی شخص ایسا نہیں گذرا اور نہ یہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی چالیس سال کی عمر تک نہ ایمان کو جان سکے نہ لفظ کتاب سے آگاہ ہونے پائے ۔ یہ کیسے شقی القلب اور دیدہ دلیر لوگ تھے جنہوں نے یہ تصور اور یقین آنحضرتؐ کے متعلق پھیلایا ؟ وہ کیا قوت اور وسائل ہوں گے جنہوں نے اس ملعون گروہ کو کامیاب کیا ہوگا ؟ ابلیس کی تمام پُرکاری ،فریب اور آرائش اس کام پر صرف ہوجانا چاہئے ۔کہ اتنی واضح بات دب کر رہ گئی اور شیعہ ہوں یا سنی تمام علماء اُس منصوبے کے شکار ہو گئے یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی محدث نے کتاب مفردات راغب اصفہانی نہ پڑھی تھی ؟ یہ کیسے مانا جائے کہ وہ چوٹی کے بارہ مترجمین لفظ درایت کے معنی نہ جانتے تھے؟ یہ کیسی حیران کن سازش ہے کہ زیر بحث آیت میں نہ کسی شیعہ عالم کو آنحضرتؐ کی اس انتہائی توہین کا احساس ہوا نہ کسی اہلسنت عالم نے اس غیر فطری ناممکن الوجود اور عقلاً محال بات کو نوٹ کیا۔سب کے سب اس پیالے کو بلا جھجک بلا اختلاف شیر مادر کی طرح پی گئے

(V) جن آیات واحادیث کو فراخ دلی سے قبول کیا گیا وہ تمام ابلیسی زیغ سے مشابہ تھیں

ہم قارئین کو دکھا چکے ہیں کہ جہاں بھی کوئی آیت یا حدیث محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے مقام بلند کو بیان کرتی معلوم ہوتی ہے ۔ان کا یہ گمراہ کن گروہ کبھی متشابہ کہہ کر ردّ کر دیتا ہے ۔کبھی مجمل کہہ کر نظر انداز کر دیتا ہے ۔کبھی مطلق ومقید اور عام وخاص کا چکر چلا دیتا ہے ۔کبھی ناسخ ومنسوخ کی راگنی الاپنے لگتا ہے ۔کبھی شرک وکفر کی آڑ لے لیتا ہے ۔لیکن زیر بحث آیت کے معاملے میں یہ سب لوگ یہ سارے مترجمین یہ تمام مفسرین نہایت اطمینان سے گذر گئے ۔یہی نہیں بلکہ اُنہوں نے اِس مادہ کو، اُس لفظ کو تماشہ بنا کر چھوڑ دیا۔ہم یہ تماشہ دکھائے بغیر نیا عنوان نہ بدلیں گے ۔ہم اِن مداریوں کی پٹاری کی ہر چیز کھول کھول کر قارئین کو دکھائیں گے تاکہ ہمارے قارئین آئندہ ہوشیار رہیں اور قرآن کے مطالعہ کے دوران اپنے جیب ودامان سے بھی ہوشیار رہیں تاکہ اُن کے ایمان کی جیب نہ کٹ جائے ۔ اور قرآن کھولنے سے پہلے گٹھ کتروں (Pick Pocketers) سے ہوشیار ہو جائیں ۔ہم یہاں مختصر طور پر ایسے چند قرآنی الفاظ کی فہرست پیش کرتے ہیں جو انسان کو حقایق

تک پہنچانے میں مددگار ہوتے ہیں۔ اورجن کے بغیر انسانی تخلیق کا مقصد ہی پورا نہیں ہوتا۔مثلاً (۱)عقل(۲)شعور اور(۳)فہم نہ ملا ہوتا توانسان کوکسی حقیقت کے موجود ہونے کا(۴)ظن و(۵) گمان کیسے ہوتا؟اورجب ظنّ وگمان ہی نہ ہوا ہوتا۔تو اُسے نہ حقیقت کی (۶) خبرملتی نہ وہ (۷) مطلع ہوسکتا تھا۔نہ(۸)واقفیت کی ذھن سوار ہوتی۔ نہ کسی مشکل کو (۹)حلّ کرنے کی ضرورت کا(۱۰)حس ہوا ہوتا۔نہ خوداپنی قابلیت(۱۱)منکشف ہوتی۔نہ خالق کی قدرت(۱۲)ظاہر ہوتی نہ مقصدتخلیق کی(۱۳)تشریح ہوتی اورجب(۱۴)علم کے دروازے کھولنے والی کنجی یا(۱۵)مفتاح ہی نہ ہوتی توکسی بھی چیز کی غرض وغایت سمجھنے یا(۱۶)تفقہ کی بنیادہی نہ پڑتی۔ لہٰذاابلیس کی(۱۷)درایت اوراُس کا(۱۸)زعم ثابت ہوجاتے اورانسان کوعطا شدہ (۱۹)بصیرت ضائع ہوجاتی۔اوروہ سارا(۲۰)حساب غلط نکل جاتا جواللہ نے انسانی علم وفضل کے متعلق ملائکہ اورابلیس کےروبرو (۲۱)دعویٰ کیاتھا۔ اورآدم علیہ السلام نے تمام (۲۲)اسماء کی تعلیم ملائکہ اورابلیس کودی تھی(انبئهم باسمائهم)

(VI) قرآن کے الفاظ کےساتھ مترجمین کےکرتب اوربازی گری

اب آپ کے سامنے قرآن کریم کے الفاظ کا ایک جدول (Table) آرہاہے۔اِس میں ہم نے اٹھارہ (۱۸)مصدروں سے نکلنے والےسڑسٹھ(۶۷)الفاظ قرآن کریم سے لےکر،تیرہ مُستند اور چوٹی کےمترجمین کےقرآنوں سے معنی کےساتھ پیش کئے ہیں۔تاکہ قارئین کے پاس ایک مستقل ریکارڈ رہےاورجب ضرورت پیش آئے تو خودبھی دیکھ سکیں اوردوسروں کوبھی یہ بتاسکیں کہ مترجمین نے قرآن کوکتنی محنت سے ناقابلِ اعتباراورموم کی ناک بناکراُس کی صورت کوکس بیدردی سے بگاڑاہے۔تاکہ جس کاجودل چاہےوہ مفہوم قرآن سےکشیدکرتاچلاجائے۔اورکوئی اعتراض نہ کرنے پائے۔

اِس جدول میں مذکورہ آیت نمبراگرفوراًنہ ملےتوایک دوآیت آگے یاپیچھے پڑھ لیں بعض مترجمین نے آیات کونمبر دینے میں اختلاف کیاہے۔(مثلاً سورہ انعام میں آیت 73 کے بعدآیتوں کےنمبروں میں مترجمین کے درمیان اختلاف ہے)۔قادیانی ترجمہ اورانگریزی تراجم میں آیت نمبرزیادہ ہوتاہے۔اس لئے کہ بعض لوگوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کوبھی نمبر دےدیاہے۔ہمارابیان جدول کے بعدمسلسل جاری ہے۔وہاں ہم یہ بتائیں گے کہ یہ جدول کس مجبوری نے تیارکرایا؟جدول میں نوٹ کرنے کی کون کونسی باتیں ہیں۔جدول کی سیرکےبعدآیئے ہم آپ کےمنتظررہیں گے۔

مترجمین کی قابلیت کا حدود اربعہ

آیت/سورة	۴۲/۵۲	۷۲/۲۵	۴۵/۳۲	۶۹/۲۶	۸۰/۳	۴۲/۱۷	۳۳/۶۳
الفاظ	تَدْرِیْ	اَدْرِیْ	نَدْرِیْ	اَدْرِ	یُدْرِیْ	یُدْرِیْ	یُدْرِیْ
مقبول احمد	تم جانتے	میں جانتا	ہم جانتے	میں جانتا	تجھے معلوم	تمہیں خبر	تم کو خبر
فرمان علی	تم جانتے	میں جانتا	ہم جانتے	مجھے معلوم ہوتا	تم کو معلوم	تم کو معلوم	تم جانو
اِمداد حسین	تو جان سکتا	میں جانتا	ہم جانتے	میں جانتا	تجھے معلوم	تمہیں خبر	تجھے معلوم
احمد رضا خان	تم جاننے	میں جانتا	ہم جانتے	میں جانتا	تمہیں معلوم	تم جانو	تم جانو
فتح محمد	تم جانتے	میں جانتا	ہم جانتے	مجھے معلوم ہوتا	تم کو خبر	تم کو معلوم	تمہیں معلوم
شاہ عبدالقادر	تو جانتا	میں جانتا	ہم سمجھتے	مجھ کو خبر	تجھ کو خبر	تجھ کو خبر	تو جانے
شاہ ولی اللہ	میدانستی	میدانم	میدانیم	میدانستم	ترا خبردار کرد	ترا مطلع ساخت	خبر داد ترا
پکتھل	Thou knowest	I know	we know	I Knew	Inform	Thou know	convey knowledge unto thee
ای ایچ پامر	Thou Know	I know	I know	I know	Make thee know	Make thee know	Make thee perceive
محمود قادیانی	تو جانتا	میں جانتا	ہم جانتے	مجھے پتہ لگتا	تجھے آگاہ کرسکتی	تم کو بتایا	تم کو معلوم
رفیع الدین	تو جانتا	میں جانتا	ہم جانتے	میں جانتا	تجھے معلوم کروایا	تو جانے	تجھ کو معلوم کرواتی
اشرف علی	آپ کو خبر	مجھ کو معلوم	ہم جانتے	مجھ کو خبر	آپکو معلوم	آپ کو خبر	آپ کو خبر
ایم ایچ شاکر	You know	I know	We think	I know	Make you know	Make you know	Make you comprehend
نمبر شمار	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷

آیت/سورۃ	۲/۱۰۷-۱۰۶	۶/۱۱۸	۷۴/۲۷	۱۰۴/۵	۱۰/۱۶	۶۹/۳
الفاظ	تَعْلَمْ	اَعْلَمُ	اَدْرَا	اَدْرَا	اَدْرَا	اَدْرَا
مقبول احمد	تم کو علم	آ گاہ ہے	تم کو خبر	تم سمجھے	اطلاع دیتا	تم سمجھے
فرمان علی	تم جانتے	خوب واقف ہے	تم جانو	تم کو معلوم	آ گاہ کرتا	تمہیں معلوم
امداد حسین	تو جانتا	جاننے والا	تجھے بتایا	تجھے بتلایا	آ گاہ کرتا تم کو	تمہیں بتلایا
احمد رضا خان	تجھے خبر	خوب جانتا ہے	تم نے جانا	تو نے جانا	تم کو خبردار کرتا	تم نے جانا
فتح محمد	تم جانتے	خوب جانتا ہے	تم سمجھے	تم سمجھے	تمہیں واقف کرتا	تم کو معلوم
شاہ عبدالقادر	تجھے معلوم	خوب جانتا ہے	تو کیا بوجھا	تو کیا بوجھا	تم کو خبر	تو نے بوجھا
شاہ ولی اللہ	نہ دانستہ	دانا تراست	مطلع ساخت ترا	مطلع ساخت ترا	خبردار کردی شمارا	خبردار کرد ترا
پکتھل	Knowest Thou	Knowest Best	Convey unto thee	Convey unto thee	Known to you	Convey unto thee
ای ایچ پامر	Thou Know	Knows best	Make thee Know	Make thee understand	Taught to you	Make thee Know
محمود قادیانی	تجھے معلوم	بہتر جانتا ہے	تجھے معلوم	تجھے معلوم	تمہیں آ گاہ کرتا	تجھے بتایا
رفیع الدین	جانا تو نے	خوب جانتا ہے	تو جانے	تو جانے	جتاتا تم کو	تجھ کو جتلایا
اشرف علی	تجھ کو معلوم	خوب جانتا ہے	تم کو خبر	آپ کو معلوم	تم کو اطلاع دیتا	آپ کو خبر
ایم ایچ شاکر	You Know	Best Knows	Make you Realise	Make you Realise	Taught to you	Make you Realise
نمبر شمار	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸

آیت/سورۃ	۳۲/۱۷	۲۸/۱۳	۲۸/۱۳	۱۹/۶۶_۶۵	۷۲/۲۸	۷۲/۲۶
الفاظ	تَعلَمُ	لِتَعلَمَ	یَعلَمُونَ	تَعلَمُ	لِیَعلَمَ	عَالِمُ
مقبول احمد	جانتا	تا کہ جان لے	وہ واقف ہیں	تم جانتے ہو	تا کہ جان لے	جاننے والا
فرمان علی	جانتا	تا کہ سمجھ لے	وہ جانتے ہیں	تمہارے علم میں ہے	تا کہ جان لے	دانا
امداد حسین	جانتا	تا کہ وہ جان لے	وہ جانتے ہیں	تو پہچانتا ہے	وہ ظاہر کردے	جاننے والا
احمد رضا خان	معلوم	کہ جان لے	وہ جانتے ہیں	تم جانتے ہو	تا کہ دیکھ لے	جاننے والا
فتح محمد	جانتا	معلوم کریں	وہ جانتے ہیں	تم جانتے ہو	تا کہ معلوم فرمائے	جاننے والا
شاہ عبدالقادر	معلوم	اور جانیں	وہ لوگ جانتے ہیں	تو پہچانتا ہے	جان لیں گے	جاننے والا
شاہ ولی اللہ	داند	تابداند	می دانند	تو میدانی	تابداند	دانندہ
پکتھل	Knoweth	Might Know	Know	Knowest thou	May Know	Knows
ای ایچ پامر	Knows	Might Know	Know	Thou Knows	Know	Knows
محمود قادیانی	جانتا	وہ جان لے	وہ جانتے ہیں	تو جانتا ہے	تا کہ جان لے	جاننے والا
رفیع الدین	جانتا	تا کہ جانے	وہ جانتے	تو جانتا ہے	تا کہ ظاہر کردے	جاننے والا
اشرف علی	خبر	جان لیں	یقین رکھتے	تو جانتا ہے	اللہ کو معلوم ہو جائے	جاننے والا
ایم ایچ شاکر	Knows	Might Know	They Know	You Know	He May Know	Knower
نمبر شمار	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹

آیت/سورۃ	۷/۲۴	۲/۱۳	۶/۱۱۸	۲۹/۶۴	۲۹/۶۶	۲۳/۸۴
الفاظ	یَعْلَمُونَ	یَعْلَمُونَ	اَعْلَمُ	یَعْلَمُوْنَ	یَعْلَمُوْنَ	تَعْلَمُوْنَ
مقبول احمد	سمجھ لیں گے	وہ جانتے ہیں	آ گاہ ہے	وہ سمجھتے ہیں	جان لیں گے	تم جانتے ہو
فرمان علی	دیکھ لیں گے	وہ جانتے ہیں	خوب واقف ہے	سمجھیں بوجھیں	معلوم ہو جائے گا	تم جانتے ہو
امداد حسین	معلوم کر لیں گے	وہ جانتے ہیں	جاننے والا	وہ جانتے ہیں	وہ جان لیں گے	تم جانتے ہو
احمد رضا خان	جان جائیں گے	وہ جانتے	خوب واقف ہے	وہ جانتے	اب جانا	تم جانتے
فتح محمد	دیکھ لیں گے	وہ جانتے	خوب جانتا ہے	وہ سمجھتے	اُن کو معلوم	تم جانتے ہو
شاہ عبد القادر	تا جانے	نہیں جانتے	خوب جانتا ہے	سمجھ رکھتے	جان لیں گے	تم جانتے ہو
شاہ ولی اللہ	خواھند دانست	دانند	دانا تر است	می دانستند	خواھند دانست	میدانید
پکتھل	They behold	They Know	Knowest best	They Knew	They Know	They have Knowledge
ای ایچ پامر	Surely Know	They Know	Knowest best	They Know	The Know	The Know
محمود قادیانی	وہ جان لیں گے	وہ جانتے	بہتر جانتا ہے	وہ لوگ جانتے	وہ دیکھ لیں گے	تم جانتے ہو
رفیع الدین	جان لیویں گے	نہیں جانتے	خوب جانتا ہے	ہوتے جانتے	جانیں گے	تم جانتے ہو
اشرف علی	دیکھ لیں گے	علم نہیں رکھتے	خوب جانتا ہے	اُن کو علم ہوتا	خبر ہوئی جاتی ہے	تم کو خبر ہے
ایم ایچ شاکر	They shall Know	They Know	Best Knows	They Know	They Know	You Know
نمبر شمار	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵

آیت/سورۃ	۶۶/۴۳	۹/۲	۱۲/۲	۳/۶۳	۲۵/۶	۱۷۹/۷
الفاظ	یَشْعُرُوْنَ	یَشْعُرُوْنَ	یَشْعُرُوْ نَ	یَفْقَھُوْنَ	یَفْقَھُوْہُ	یَفْقَھُوْنَ
مقبول احمد	اُن کو خبر ہو	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے
فرمان علی	اُن کو خبر ہو	وہ شعور رکھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھ سکیں	وہ سمجھتے
امداد حسین	وہ شعور رکھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھیں	وہ سمجھتے
احمد رضا خان	اُنہیں خبر ہو	اُنہیں شعور	اُنہیں شعور	وہ سمجھتے	اُسے سمجھیں	سمجھ رکھتے
فتح محمد	اُن کو خبر ہو	وہ بے خبر	خبر رکھتے	یہ سمجھتے	وہ سمجھ سکیں	وہ سمجھتے
شاہ عبدالقادر	اُن کو خبر ہو	نہیں سمجھتے	نہیں سمجھتے	وہ بوجھتے	وہ سمجھیں	وہ سمجھتے
شاہ ولی اللہ	ایشاں خبردار نہ باشند	آگاہ شوند	آگاہ شوند	نمی فہمند	نہ فہمند	نمی فہمند
پکتھل	They Know	They Perceive	They Perceive	They understand	They under stand	They under stand
ای ایچ پامر	They Perceive	They Perceive	They Perceive	They understand	They understand	They descern
محمود قادیانی	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	وہ اسے سمجھیں	وہ سمجھتے ہیں
رفیع الدین	وہ سمجھتے ہوں	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	وہ سمجھتے	سمجھیں اسکو	وہ سمجھتے
اشرف علی	اُن کو خبر ہو	وہ شعور رکھتے	وہ شعور رکھتے	وہ سمجھتے	اسکو سمجھیں	وہ سمجھتے
ایم ایچ شاکر	They Perceive	They Perceive	They Perceive	They understand	They understand	They understand
نمبر شمار	۳۱	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶

آیت/سورہ	۶/۱۱۰	۲۶/۱۱۳	۴۹/۲	۱۸/۱۹	۱۲/۱۵	۱۶/۲۱
الفاظ	يُشْعِرُكُمْ	تَشْعُرُوْنَ	تَشْعُرُوْنَ	يُشْعِرَنَّ	يَشْعُرُوْنَ	يَشْعُرُوْنَ
مقبول آحمد	تم کیا جانتے ہو؟	تم شعور رکھتے ہو	تم کو خبر	اُن کو خبر ہونا	وہ پہچانتے ہیں	وہ جانتے ہیں
فرمان علی	تمہیں کیا معلوم	تم سمجھ رکھتے ہو	تم کو خبر ہو	اُن کو خبر ہونا	دھیان ہونا	اُن کو خبر ہونا
امداد حسین	تم کو شعور	تم سمجھتے	تم شعور رکھتے ہو	وہ خبر ہونے دے	وہ جانتے	وہ سمجھتے
احمد رضا خان	تمہیں خبر	تمہیں حس ہو	تمہیں خبر ہو	وہ اطلاع نہ دے	وہ جانتے	اُنہیں خبر
فتح محمد	تمہیں معلوم	تم سمجھو	تم کو خبر ہو	حال نہ بتائے	اُن کو خبر	اُن کو معلوم
شاہ عبدالقادر	خبر رکھتے	تم سمجھ رکھتے ہو	تم کو خبر	جتانہ دے	نہ جانیں گے	وہ خبر رکھتے
شاہ ولی اللہ	ترا مطلع ساخت	اگر بدانید	خبردار باشید	خبردار نہ کند	نشناسد	نمیداند
پکھتل	Tells you	ye know	you perceive	know of you	They know	They know
ای ایچ پامر	Make you under stand	ye perceive	Make you understand	Any one perceives	They Perceive	They Perceive
محمود قادیانی	تمہیں بتا دے	تم سمجھو	تم جانتے ہو	علم نہ ہونے دے	وہ سمجھتے	وہ جانتے
رفیع الدین	معلوم کرواتی	تم سمجھو	تم سمجھتے	وہ نہ جتاوے	وہ سمجھتے ہونگے	وہ جانتے
اشرف علی	تم کو خبر	تم سمجھو	تم کو خبر	خبر نہ ہونے دے	وہ نہ پہچانیں گے	اُن کو خبر
ایم ایچ شاکر	you know	you perceive	you perceive	Make known	They perceive	They know
نمبر شمار	۳۷	۳۶	۳۵	۳۴	۳۳	۳۲

آیت/سورة	۴۷/۲۹	۳۹/۴۳	۵۷/۱۷	۳۷/۱۳۸	۲۷/۵۴	۶/۱۰۵
الفاظ	حَسِبَ	يَعْقِلُوْنَ	تَعْقِلُوْنَ	تَعْقِلُوْنَ	تُبْصِرُوْنَ	اَبْصَرَ
مقبول آحمد	اُنہوں نے سمجھ لیا	سمجھ سکتے	تم سمجھو	تم سمجھتے	جانتے بوجھتے	جو سمجھے
فرمان علی	وہ خیال کرتے	سمجھتے بوجھتے	تم سمجھو	تم سمجھتے	دیکھ بھال سوجھ بوجھ	جو دیکھے سمجھے
امداد حسین	گمان کرلیا۔	عقل سے کام لیتے	تم عقل سے کام لو	تم عقل سے	تم دیکھتے بوجھتے	جس نے بصیرت
احمد رضا خان	گھمنڈ میں ہیں	عقل رکھیں	تمہیں سمجھ ہو	تمہیں عقل ہے	تم سوجھ رہے ہو	جس نے دیکھا
فتح محمد	خیال کئے ہوئے	سمجھتے ہوں	تم سمجھو	تم عقل رکھتے	تم دیکھتے ہو	جس نے دیکھا
شاہ عبدالقادر	خیال رکھتے ہیں	بُوجھ ہو	تم کو بوجھ ہے	تم بوجھتے ہو	تم دیکھتے ہو	جس نے دیکھ لیا
شاہ ولی اللہ	پنداشتہ اند	نمی دانستند	دریابید	درنمی یابید	شما بینید	بینا شد
پکتھل	those deem	Have intelligence	ye under stand	ye have sense	Knowingly	Who seeth
ای ایچ پامر	Those reckon	Who reflects	ye have sense	ye have sense	Who knows	Who knows
محمود قادیانی	وہ سمجھتے ہیں	سوجھ بوجھ ہو	تم عقل سے کام لو	تم عقل سے کام لیتے	تم دیکھ رہے ہوتے ہو	انہیں جان لیا
رفیع الدین	گمان کرتے ہیں	سمجھتے ہیں	تم عقل پکڑو	تم سمجھتے ہو	تم دیکھتے ہو	جس نے دیکھ لیا
اشرف علی	خیال کرتے ہیں	علم نہ رکھتے ہوں	تم سمجھو	تم سمجھتے ہو	تم سمجھدار ہو	دیکھ لیگا
ایم ایچ شاکر	those think	they understand	you understand	you understand	you see	Who see
نمبر شمار	۴۳	۴۲	۴۱	۴۰	۳۹	۳۸

آیت/سورة	۶/۲۲	۶۹/۲۰	۷۵/۲۸-۲۵	۷۵/۳۶	۷۵/۳	۲۴/۳۹
الفاظ	تَزْعُمُوْنَ	ظَنَنْتُ	تَظُنُّ	يَحْسَبُ	يَحْسَبُ	يَّحْسَبُ
مقبول احمد	گمان کرتے تھے	میں یقین رکھتا تھا	گمان کرتے تھے	گمان کرتا ہے	گمان کرتا ہے	خیال کرتا ہے
فرمان علی	خیال کرتے تھے	میں جانتا تھا	سمجھ رہے ہیں	سمجھتا ہے	خیال کرتا ہے	خیال کرتا
امداد حسین	گمان کرتے	گمان کیا	گمان کرتے یقین کرتے	گمان کرتا ہے	گمان کرتا ہے	گمان کرتا ہے
احمد رضا خان	دعویٰ کرتے	یقین تھا	سمجھتے ہوں گے	سمجھ لے گا	آدمی سمجھتا ہے	اُسے سمجھے
فتح محمد	تمھیں دعویٰ	یقین تھا	خیال سمجھا کریں گے	خیال کرتا ہے	خیال کرتا ہے	اُسے سمجھے
شاہ عبدالقادر	دعویٰ کرتے	خیال رکھا	اٹکلا	خیال رکھتا ہے	خیال کرسکتا ہے	جانے اس کو
شاہ ولی اللہ	بہ ظن	معتقدم	یقین دانست	پندارد	پندارد	پندار دش
پکتھل	Make believe	Knew	ThinKeth	Thou Know	Thinketh Man	Supposes
ای ایچ پامر	Pretended	I Thought	Thinks	Thinks	Man Thinks	Counts it
محمود قادیانی	دعویٰ کرنا	مجھے یقین تھا	خیال۔یقین	خیال کرتا ہے	خیال کرتا ہے	سمجھتا ہے
رفیع الدین	دعویٰ	جانتا تھا	گمان۔جانا	گمان	گمان کرتا ہے	گمان کرتا ہے
اشرف علی	دعویٰ	اعتقاد تھا	جانا۔یقین	خیال کرتا ہے	خیال کرتا ہے	خیال کرتا ہے
ایم ایچ شاکر	Asserted.	I Knew	Knowing Sure	Does Man Thinks	Man Thinks	Deems to.
نمبر شمار	۴۹	۴۸	۴۷	۴۶	۴۵	۴۴

آیت/سورة	۲/۲۵۹	۲/۲۵۹	۲/۲۴۳	۸۹/۶	۲۸/۷۴	۲۸/۶۲
الفاظ	اُنظُرُ	اُنظُرُ	اَلَمْ تَرَ	اَلَمْ تَرَ	تَزْعُمُوْنَ	تَزْعُمُوْنَ
مقبول احمد	دیکھو۔دیکھو	دیکھو	کیا تو نے دیکھا نہیں	کیا دیکھا نہیں	گمان کیا کرتے تھے	تم گھمنڈ کرتے ہو
فرمان علی	دیکھو۔نظر کرو	دیکھو	نظر کی	دیکھا	خیال کرتے تھے	خیال کرتے تھے
امداد حسین	دیکھو۔دیکھو	دیکھو	دیکھا	دیکھا	دعویٰ	دعویٰ
احمد رضا خان	دیکھ۔دیکھ	دیکھو	دیکھا	دیکھا	تم بکتے تھے	گمان
فتح محمد	دیکھو۔دیکھو	دیکھو	دیکھا	دیکھا	دعویٰ	دعویٰ
شاہ عبدالقادر	دیکھ۔دیکھ	دیکھ	دیکھتی	دیکھا	دعویٰ	دعویٰ
شاہ ولی اللہ	ببیں۔ببیں	ببیں	نہ دیدی	نہ دیدی	گمان کردید	گمان کردید
پکتھل	Look	Look	Bethink	Consider	Imagined	Pretended
ای ایچ پامر	Look	Look	Look	Seen	Pretending	Pretended
محمود قادیانی	دیکھو	دیکھو	خبر	معلوم	مزعومہ	مزعومہ
رفیع الدین	دیکھ	دیکھ	دیکھا	دیکھا	دعویٰ کرتے	دعویٰ کرتے
اشرف علی	دیکھ۔نظر کر	دیکھ	تحقیق	معلوم	تم سمجھتے تھے	سمجھ رہے تھے
ایم ایچ شاکر	Look	Look	Consider	Consider	Deemed	Deemed
نمبر شمار	۵۵	۵۴	۵۳	۵۲	۵۱	۵۰

آیت/سورة	٦٦/٣	٦/١٢٠___٥٧/٣	۴۹/٦	٢٨/٢٩	٢١/٧٩	١٩/٩٨
الفاظ	اَظْھَرَہُ	ظَاھِر	بِنَبَإٍ	بِخَبَرٍ	فَھَّمْنَا	تُحِسُّ
مقبول احمد	کھول دیا	ظاہر	خبر	خبر	سمجھا دیا	محسوس
فرمان علی	ظاہر کردیا	ظاہری	تحقیق	خبر	سمجھا دیا	بھنک سنناد یکھنا
امداد حسین	ظاہر	ظاہر	خبر	خبر	سمجھا دیا	پاتا
احمد رضا خان	ظاہر	کُھلا	خبر	خبر	سمجھا دیا	دیکھتے ہو
فتح محمد	آگاہ	ظاہر	خبر	پتہ لاؤں	سمجھا دیا	دیکھتے ہو
شاہ عبدالقادر	جتادیا	کُھلا	خبر	خبر	سمجھا دیا	پاتا
شاہ ولی اللہ	مطلع ساخت	آشکارا	خبر	خبر	فہمانیدم	می بینی
پکتھل	Apprised	Outwardnes	Tidings	Tidings	Understand	See
ای ایچ پامر	Acquainted	Outside	Information	News	Taught	Find
محمود قادیانی	خبر کردی	ظاہری	خبر	خبر	سمجھا دیا	محسوس
رفیع الدین	ظاہر کردیا	ظاہر	خبر	خبر	سمجھا دیا	دیکھتا
اشرف علی	خبر کردی	ظاہری	خبر	خبر	سمجھا دیا	دیکھتے
ایم ایچ شاکر	Made him to Know	Open	Report	News	Understand	See
نمبر شمار	٦١	٦٠	٥٩	٥٨	٥٧	٥٦

آیت/سورۃ	۷/۲	۲۷/۴۴	۷/۱۳۴-۱۳۵	۱۶/۱۰۶	۶/۴۴	۲/۷۶
الفاظ	مُبِيْنٌ	كَشَفَتْ	كَشَفْنَا - كَشَفْتَ	شَرَحَ	فَتَحْنَا	فَتَحَ
مقبول احمد	کھلا	کھول ڈالیں	دُور کردیا۔ ہٹالیتے	کھول کر	کھول دیا	ظاہر کردیا
فرمان علی	صاف صاف	کھول دیں	ٹال دیا۔ ہٹالیتے	کشادہ	کھول دیئے	ظاہر کردیا
امداد حسین	کُھلا	ننگی کردیں	اُٹھادیا۔ ہٹالیا	کھول دیا	کھول دیا	ظاہر کردیا
احمد رضا خان	صریح	کھولیں	اُٹھادو۔ اُٹھالیتے	کھول کر	کھول دئے	کھولا
فتح محمد	کُھلے طور	کھولدیں	ٹالدو۔ دور کرنا	کھول کر	کھول دیئے	ظاہر کردیا
شاہ عبدالقادر	کھول کر	کھولیں	اُٹھایا۔ اُٹھالیا	کھول کر	کھول دیئے	کھولا
شاہ ولی اللہ	ظاہر	برداشت جامہ	زائل کنی۔ زائل کردیم	کشادہ کند	کشادہ	کشادہ
پکتھل	Plain	Bared	Removest - Removed	Ease	Opened	Disclosed
ای ایچ پامر	Obvious	Uncovered	Remove - Removed	Expands	Opened	Opened
محمود قادیانی	کُھلا کُھلا	ترجمہ کیا ہی نہیں	دُور کردیا۔ دُور کردیا	کھول دیا	کھول دیئے	کھولی
رفیع الدین	ظاہر	کھولدیا	کھول دیے۔ کھولدیا	کھل گیا	کھول دیئے	کھولا
اشرف علی	صاف صاف	کھول دیں	اٹھادیں۔ ہٹادیتے	کھول کر	کشادہ	منکشف
ایم ایچ شاکر	Plain	Bared	Remove Removed	Opened	Opened	Disclosed
نمبر شمار	۶۷	۶۶	۶۵	۶۴	۶۳	۶۲

(۷) ڈھکواور مترجمین کا تعاقب، گرفتاری اور تلاشی

(i) ہمارے اس جدول کی پہلی اور اہم ترین حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ۴۰ سال کی عمر تک قرآن اور ایمان سے محروم دکھانے کے لئے ڈھکو اور مترجمین نے بڑی چالاکی سے دِرَايَةٌ کے معنی کی جگہ عِلْمٌ کے معنی لکھ دئے اور کہہ دیا کہ

۔''ماتدرِیٰ،، کے معنی ۔''تونہیں جانتا تھا'' ہیں۔اس لئے ضروری ہو گیا کہ ہم یہ چوری اور چالاکی پکڑ کر قارئین کے سامنے رکھدیں۔ چنانچہ ہم نے مسٹر ڈھکو کے پسندیدہ مترجم کے ساتھ بارہ مستند اور چوٹی کے نئے اور پُرانے مترجمین کا تعاقب کیا۔اور اُن کے مترجمہ قرآنوں سے دکھادیا کہ اُن سب نے متفقہ طور پر۔لفظ۔''تَدرِیٰ'' ۔کے معنیٰ''تو جانتا''۔لکھے ہیں(لفظ نمبر۔۱) اورلفظ۔''تعلم''۔کے معنی بھی۔''تو جانتا''۔کئے ہیں(نمبر۱۳۔۱۴۔۱۵۔۱۷)سوال یہ ہے کہ اگر تَدرِیٰ اور تعلَمُ کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے؟۔یعنی اگر۔دِرَایَۃٌ ۔اور عِلمٌ دو الگ الگ اور مستقل مصدر ہوتے ہوئے بھی بالکل ایک ہی معنی،مفہوم اور مطلب رکھتے ہیں۔تو اُن دونوں میں سے ایک مصدر کو اور اُس مصدر سے نکلنے والے سینکڑوں الفاظ کو قطعاً بے کار ماننا لازم ہے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ تمام الفاظ قرآن سے بھی نکالے جائیں۔اور کہا جائے کہ اللہ نے قرآن میں بیکار وفضول الفاظ کا استعمال کیا ہے۔پھر یہ بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ آپ اُس جدوَل میں دِرَایَۃٌ سے نکلنے والے اور بھی دس(۱۰)الفاظ دیکھتے ہیں۔ اور اُن کے معنی کرتے ہوئے اِن مترجمین نے اردو کے۔''مصدر''۔''جاننا''۔کیساتھ ساتھ کئی دوسرے مصدروں سے نکلنے والے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں جو نہ صرف دِرَایَۃٌ ۔اور عِلْمٌ کے معنی میں لانا غلط تھا۔بلکہ وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کی جگہ استعمال نہیں ہو سکتے تھے۔چنانچہ جدول شروع کرنے سے پہلے ہم نے اُن بائیس(۲۲)الفاظ پر مشتمل بیان لکھ کر یہ دکھایا تھا کہ یہ تمام الفاظ الگ الگ اور مستقل معنی ومفہوم رکھتے ہیں۔(پیرا(۶)کا(v)(اَنبِئھم باسمائِھم)۔

(ii) قرآن کے ساتھ مترجمین کی فری اسٹائل (Free style) کُشتی

جہاں قرآن کے الفاظ کو غیر یقینی اور شکوک وشُبہات سے دوچار کرنے کے لئے نظام اجتہاد کے اہل قلم نے بڑے بڑے کارنامے انجام دئے ہیں۔وہاں یہ بھی ایک عظیم کارنامہ ہے کہ وہ حضرات ایک ہی مصدر کو سینکڑوں مختلف معنی میں استعمال کر ڈالتے ہیں۔اور ایک ہی معنی کے لئے سینکڑوں مختلف مصادر کو رگڑ جاتے ہیں۔چنانچہ اُس جدول کی دوسری حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ مترجمین نے ایک مصدر۔''دِرَایَۃٌ''۔کے معنی میں نوعدد مصدروں اور اُن سے نکلنے والے لاتعداد الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ حالانکہ اُن میں سے کسی کے بھی وہ معنی نہیں ہیں۔جو دِرَایَۃٌ کے لئے مستند اور مُسلّمہ لُغات (Dictionaries) سے ہم لکھ چکے ہیں۔یہاں اُن ضائع کئے جانے والے مصدروں کو ایک جگہ جمع کرلیں جو دِرَایَۃٌ سے جان بچانے کے لئے تَدرِیٰ،نَدرِیٰ،اور اِدْرَا وغیرہ کی جگہ استعمال کئے گئے ہیں۔

(iii) دِرَایَۃٌ کی جگہ جن مصادر کا ستیاناس کیا گیا ہے

دِرَایَۃٌ سے نکلنے والے گیارہ الفاظ کے معنی میں نوّے(۹۰)جگہ

(۱)مصدر عِلمٌ استعمال کیا یعنی درایت کے معنی جاننا،جانتا وغیرہ بتائے گئے۔

(۲) پھر مصدر خَبُرٌ کو پندرہ جگہ استعمال کر کے اپنے غلط کار ہونے کا ثبوت دیا۔اور

(۳) مصدر فَهُمٌ کو بھی جہاں چاہا دِرَایَۃٌ، عِلْمٌ اور خَبُرٌ کی جگہ لکھتے رہے۔یعنی سمجھنا کی جگہ بلکہ

(۴) مصدر قَوْلٌ بتانا۔اور

(۵) فُحصٌ پتہ لگانا۔اور

(۶) حَلٌّ بوجھنا بھی لکھ دیا۔اور

(۷) مصدر دَرَکٌ سوجھنا، سجھانا بھی استعمال کرلیا گیا۔اور انہی معنی میں

(۸) مصدر حَذْرٌ آگاہ کرنا۔اور

(۹) مصدر اِطَّلاعٌ اور مُطَّلعٌ بھی رگڑ دیئے گئے۔

(۱۰) پھر مصدر وَاقِفٌ کو بھی خوب استعمال کیا گیا۔اور

(۱۱) مصدر اِنْتبَاہٌ خبردار کرنا بھی لکھا۔

(۱۲) مصدر نَبُوَّۃٌ (غیب کی بات) بتانا بھی درایت ہی میں داخل کر دیا۔

یعنی عِلْمٌ=خَبُرٌ = فَهُمٌ=قَوْلٌ=دَرَکٌ=حَذْرٌ=واقِفٌ=نَبُوَّۃٌ=اِنْتبَاہٌ=مُطَّلعٌ = فحصٌ=اِطَّلاعٌ=حِلٌّ

سب کے ایک ہی معنی ہیں اور نہ صرف ایک ہی معنی میں دِرَایَۃٌ کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں بلکہ آپس میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنا بھی صحیح ہے۔اُن کے اِس عملدرآمد کو غلط ثابت کرنے کے لئے ہمیں اپنی جدول میں باقی الفاظ قرآن سے لا کر یہ دکھانا پڑا کہ مجتہدین کا یہ گروہ سراسر فریب ساز ہے۔اللہ نے ہر مطلب کے لئے علیحدہ علیحدہ الفاظ نازل فرمائے ہیں۔ اور قرآن میں کہیں بھی ایک ہی معنی کے لئے دوسرا لفظ یا کئی کئی الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں اور نہ کئی کئی مفاہیم کو ایک ہی لفظ سے ظاہر فرمایا ہے۔چنانچہ اُس جدول میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ نظام اجتہاد اور اُس کے کرتا دھرتا مجتہدین ومترجمین مع علامہ محمد حسین ڈھکو کا مقصد یہ تھا اور اُنہوں نے یہ کُھل کر لکھا بھی ہے کہ قرآن اور حدیث کی آیات اور الفاظ قطعی الدلالت نہیں ہیں۔اور قرآن و حدیث سے علم قطعی یا علم حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔جب تک مجتہدین کے خودساختہ اصولِ فقہ اور دیگر ہتھکنڈوں سے مدد نہ لی جائے۔ اس طرح اُنہوں نے پبلک کو ڈرا کر قرآن فہمی سے مستثنیٰ کر کے اپنا مُقلّد بنالیا۔اور نہایت آزادی سے قرآن کریم میں اُٹھا پٹخ کا سلسلہ تیرہ سو سال سے جاری رکھا ہے۔

(IV) جدول کی تیسری حقیقت قرآن کے الفاظ کا استقلال ہے

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ مترجمین نے جس مصدر کے لئے جو نیا اور غلط لفظ ترجمہ میں داخل کیا ہم نے اُسی نئے ترجمہ کے

لئے عربی کا ایک لفظ قرآن سے لکھ دیا۔آیت کا نمبر لکھا اور تیرہ مترجمین کے ترجموں سے ثابت کیا کہ اُن کو یہ معنی اُسی لفظ کے لئے لکھنا چاہئیں تھے۔اور پہلے جہاں جہاں بھی وہ معنی لکھے گئے ہیں غلط تھے اور غلط ہیں۔اس طرح ہم چھنتے اور آگے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ (۶۷) الفاظ کے بعد اس لئے جدول کو بند کرنا پڑا کہ کہیں قارئین بدمزہ یا بور نہ ہو جائیں۔اُس جدول میں الفاظ تو بہت ہیں لیکن جن مصدروں سے وہ الفاظ نکلتے ہیں وہ صرف بیس (۲۰) ہیں۔ان کی فہرست اور صحیح و مستقل معنی یہاں لکھ لیں۔

(V) جدول میں استعمال شدہ قرآنی مصادر اوران کے مستقل معنی

۱۔دِرَایَۃٌ ۔ چالاکی، مکاری اور تجرباتی وسائل سے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچانا۔

۲۔عِلْمٌ ۔ کسی چیز کی ترتیب وار، مربوط اور مکمل واقفیت ۔یہ مصدر جزوی واقفیت کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اور استعمال ہوا ہے۔

۳۔فِقْہٌ۔ حواس و عقل و تجربہ سے کسی چیز یا بات کو سمجھنا۔

۴۔شَعُوْرٌ۔ مادّیات سے مدد لئے بغیر کسی حقیقت کے وجود کو ماننے کی قوت۔

۵۔بَصَارَۃٌ ۔ اور بَصِیْرَۃٌ دیکھنے کی قوت اور دیکھتے دیکھتے بلا دیکھے تجربہ سے دیکھ لینا۔

۶۔عَقْلٌ۔ حواسِ خمسہ کے نتائج مرتب کرنے والی قوت۔یا دیکھنے، چکھنے، سُننے، چُھونے، سُونگھنے کے بعد۔خوبصورت۔ بدصورت۔میٹھی۔کڑوی۔نرم و سخت۔کرخت و سُریلی۔خوشبودار اور بدبودار ہونے کا فیصلہ کرنے والی قوت کو عقل کہتے ہیں۔

۷۔حَسْبٌ۔ مقررہ قواعد کے ذریعہ سے حساب لگانا۔

۸۔ظَنٌّ ۔ حواس کے عقلی نتیجہ کی ترتیب میں اچھے بُرے پہلو سامنے لانے والی قوت۔

۹۔زَعْمٌ۔ عقلی نتیجہ کو معصوم یا آخری و حتمی فیصلہ قرار دے دینا۔

۱۰۔رُؤْیَۃٌ اور رَایًا۔ آنکھوں سے، سرسری طور، پر عادتاً دیکھنا اور سرسری دیکھ بھال پر فیصلہ کر لینا۔''رائے''۔اسی لئے دینی فیصلوں میں حرام ہے۔

۱۱۔نَظْرٌ ۔ آنکھوں سے کسی چیز کو اس طرح دیکھنا کہ ذہن میں اُس کی منظرکشی ہو سکے یا پہلے سے کسی ذہنی منظر پر متوجہ ہو کر متعلقہ بات کہنا یا سمجھنا۔

۱۲۔حَسٌّ یا اِحْسَاسٌ۔ حواسِ خمسہ میں سے کسی بھی حس کا وہ فیصلہ جو عقل کے سامنے آخری حکم کے لئے پیش ہوتا ہے۔

۱۳۔فَھْمٌ۔ سرسری سمجھ جو مختلف اشیا یا حالات کے صدور (بار بار واقع ہونے) سے پیدا ہوتی ہے۔

۱۴۔خَبْرٌ۔ کسی طرح کوئی بات یا کوئی حالت کانوں تک پہنچ جانا۔

۱۵۔نَبَاءٌ نُبُوَّۃٌ۔ انسانی معلومات وحالات کے دائرہ سے باہر کی خبر۔

۱۶۔ظُھُوْرٌ۔ مادی صورت،جس کا وجود خود اپنا ثبوت ہو اور انکار ناممکن ہو جائے۔

۱۷۔فَتْحٌ۔ مادی بندش یارکاوٹ کو ہٹا کر بڑھنے کی راہ نکالنا۔

۱۸۔کَشْفٌ ۔ کسی حقیقت سے حجاب یا پردہ ہٹانا۔

۱۹۔شَرْحٌ۔ سمجھنے کے قابل بنانا۔

۲۰۔بَیْنٌ۔بُیُوْنٌ ۔ سُننے سُنانے، دیکھنے دکھانے کی قابلیت رکھنے والی بات یا چیز۔

(۸) حجۃ الاسلام جناب الشیخ ڈھکّو ڈھکے چُھپے نہیں بلکہ کُھلے دُشمنِ محمدؐ وآلِ محمدؐ ہیں

اب جب کہ قرآن کے لُغوی معنی سے یہ ثابت ہوگیا کہ مجتہدین نے جس آیت کو مسلمانوں کے گمراہ کرنے کے لئے اختیار کیا تھا۔وہی آیت کتاب وایمان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکتسابی چیز اور عارضی چیز کے بجائے،ذاتی طور پر خدا کی طرف سے ودیعت شدہ بتاتی ہے (۴۲/۵۲) اور حضورؐ کو کتاب وایمان سے لاعلم رہنے کے عیب سے منزہ قرار دیتی ہے۔اب وقت آ گیا کہ ناظرین ایک دفعہ ڈھکو کی کتاب کا صفحہ ۴۲۔۴۳ پھر پڑھیں اور دیکھیں کہ آنحضرتؐ کو اپنے جیسا انسان ثابت کرنے کے لئے اس نے کفّار کی منطقی بحث کے پردہ میں اس آیت کو یہ کہہ کر لکھا تھا کہ:۔

(i)۔''جنس اور فصل شئی کی ذات میں داخل ہے۔۲۔جیسے انسان۔۳۔اُس کی جنس حیوان ہے۔۴۔اگر حیوان نہ ہوتو انسان نہ ہوگا۔۵۔اور اگر ناطق نہ ہو، جو فصل ہے، نہ رہے تو انسان نہ رہے گا۔۶۔لہٰذا حیوان اور نطق انسان کی ماہیت کی ذاتی اجزا ہیں۔۷۔حیوان ذاتِ انسان میں داخل ہے اور ناطق بھی۔۸۔کیوں کہ انسان کی ماہیّت حیوان اور ناطق سے مل کر بنی ہے۔۔۔۔۔۔بنابریں حقائق۔۹۔آیئے اس بات کا جائزہ لیں کہ آیا۔''وحی''۔ذات نبیؐ میں داخل ہے یا نہ؟ آیا نبیؐ کا وجود اس (وحی) کے بغیر متحقق ہوسکتا ہے یا نہ؟ اس سلسلے میں قرآن مجید کی نص صریح موجود ہے۔وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَاکُنتَ تدری ماالکتٰب وَلَا الایمان وَلکن جَعَلْنٰاہ نُوْرًا نَّھْدِی مَنْ نشاء (پ۲۵۔س شوریٰ ع۶)'' (اصول الشریعہ صفحہ ۴۲)

اس کے بعد علامہ نے وہی ترجمہ لکھا ہے۔جو آپکی نظر سے عنوان کے شروع میں گذرا تھا۔پھر اپنے ریمارک میں فرمایا ہے کہ:۔

(ii)۔''اس وقت ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ اس (آیت) پر بعض علماء میں بہت بحثیں ہوچکی ہیں۔کہ کتنا وقت ایسی حالت میں گذرا۔آیا یہ کیفیت کسی وقت میں تھی یا مکان میں؟ یا صرف ایک حالت تھی؟ مگر مختاط سے مختاط لفظوں میں اتنا تو اس آیت مبارکہ سے بعبارۃ النص واضح ہوتا ہے۔کہ ایک وقت ایسا بھی تھا۔کہ آنحضرتؐ موجود تھے۔لیکن وحی نبوت کا سلسلہ

جاری نہ ہوا تھا‘‘۔(اصول الشریعہ صفحہ ۴۳)

(iii) چالیس (۴۰) سال کی عمر تک وحی و کتاب اور ایمان کی نفی کے بعد کیا بچتا ہے؟

مسٹر ڈھکو اپنے دونوں بیانات میں یہ بتا چکے ہیں کہ آنخضرتؐ کے ذاتی اجزاء میں سے ایک جُز حیوان اور دوسرا جُز نطق تھا۔((i) جملہ نمبر ۶) اور یہ بھی کہ آنخضرتؐ کی ذات میں حیوان داخل تھا (ا) جملہ نمبر ۷) اور دوسرے بیان میں قرآن کی نصِ صریح سے آنخضرتؐ سے وحی نبوت ایمان اور کتاب کی نفی ثابت ہوگئی لہٰذا

رسولؐ اللہ۔(وحی نبوت + ایمان + کتاب) = حیوان + نطق = یعنی (معاذ اللہ) ’’بولنے والا حیوان یا = ڈھکو جیسا انسان‘‘۔

قارئین نوٹ کرلیں کہ مسلمانوں میں کسی بدترین فرقہ کا عقیدہ ڈھکو کے عقیدہ نبوت سے بُرا نہیں ہے۔

(IV) ڈھکو اور نص صریح کا مطلب

مسٹر ڈھکو نے مندرجہ بالا آیت کو دومرتبہ نصِ صریح لکھا ہے۔اور نصِ صریح میں جن حقائق کا وجود فرض کیا گیا ہے۔یا جو چیزیں اس آیت (۴۲/۵۲) کو نصِ صریح بنا سکتی تھیں۔وہ ڈھکو صاحب نے خود ہی لکھ دی ہیں:۔

اول۔’’آنخضرتؐ موجود تھے‘‘۔

دوم۔’’وحیِ نبوت کا سلسلہ جاری نہ ہوا تھا‘‘۔

قارئین ایک دفعہ پھر مسٹر ڈھکو کا پسندیدہ ترجمہ پڑھیں اور دُوربین یا خوردبین کی مدد سے تلاش فرمائیں کہ کیا یہ دونوں چیزیں اُس آیت (۴۲/۵۲) میں موجود ہیں۔

ڈھکوی ترجمہ ۔’’اوراسی طرح ہم نے اپنے حکم سے روح (الامین) کو تمہاری طرف وحی کے ساتھ بھیجا (جس کے پہلے) تم یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے؟ نہ یہ کہ (تعلیم) ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اُس کو ایک نور قرار دیا۔جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت کردیں‘‘۔(اصول الشریعہ صفحہ ۴۲۔۴۳)

(V) ڈھکو اپنے قیاس اور پوشیدہ عقیدہ کو نصِ صریح نہ بنا سکے

ہم اجازت دیتے ہیں کہ اب آپ اس ترجمہ کو مع بریکٹوں اور اضافوں کے سوفیصد ’’مُنزّل من اللّٰہ‘‘ اور قطعاً صحیح سمجھ لیں اور ہمیں بتائیں کہ کیا اس ترجمہ میں یا آیت (۴۲/۵۲) زیر بحث میں کہیں بھی:۔

ا۔لفظ نبوت ہے؟ اگر نہیں؟ تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وحی نبوّت کا سلسلہ اب تک جاری نہ ہوا تھا؟ یا یہ کہ زیرِ نظر وحی نبوّت کی ابتداء کرتی ہے؟۔

۲۔کہیں یہ ذکر ہے کہ اُس وقت آنخضرتؐ کی عمر چالیس سال ہو چکی تھی؟ یا

۳۔کہیں اُن کے شادی شدہ ہونے کا تذکرہ ہے؟ کہیں مکہ میں موجودگی پائی جاتی ہے؟۔

۴۔کیا کہیں یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ اُس وقت بچہ تھے یا جوان ہو چکے تھے؟۔

۵۔کہیں عالم ذر۔عالم ارواح اور عالم انوار میں موجود ہونے کی نفی ہے؟ کہیں یہ بات کہنے کا موقع ہے کہ زیر گفتگو آیت کی رُو سے حضورؐ جسم اور روح کا مرکب اور مجسمہ بن چکے تھے؟ اگر یہ سب کچھ موجود و مذکور نہیں تو مسٹر ڈھکو کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپؐ نبیؐ بن کر نبوّتؐ کے فرائض انجام دینے کے لئے مکہ میں موجود تھے؟۔

قارئین کرام مسٹر ڈھکو کو بتادیں کہ مجتہدین کے مُسلّمہ قوانین اور اُن کے خود ساختہ اصول فقہ کی رُو سے جس آیت پر اتنے شدید احتمالات اور تشنہ سوالات ہوں وہ آیت نَصِ صریح نہیں ہوتی۔ بلکہ مجمل و مبہم اور متشابہ ہوتی ہے۔لہٰذا اُن کا دعویٰ محض ایک فریب ہے۔

(VI) <u>ڈھکو صاحب کا وہ پوشیدہ عقیدہ جس کے لئے وہ اس آیت (۴۲/۵۲) کو نَصِ صریح کہتے ہیں</u>

ڈھکو صاحب کے پسندیدہ ترجمہ سے جو باتیں واضح الفاظ میں، بلاکسی احتمال اور سوال کے قطعاً ثابت ہیں:۔

۱۔وحی زیر بحث کی آمد تک (معاذ اللہ) آنحضرتؐ نہ مومن تھے نہ مسلم تھے۔

۲۔نہ کتاب کا علم تھا نہ تعلیماتِ خداوندی پر عمل تھا۔

۳۔نہ توحید و نبوت و عدل و امامت و قیامت پر ایمان تھا۔اس لئے

۴۔زیرِ نظر وحی کو نور بنا کر اللہ نے اپنے دوسرے بندوں کی طرح محمدؐ کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر لگایا

۵۔کفر سے بچا کر ایمان سے سرفراز کیا۔

۶۔جہالت دُور کرنے کے لئے بتدریج کتاب کی آیات ارسال کرنا شروع کیں اور اس طرح آپ کو نبیؐ بنا دیا۔

(VII) یہاں کسی کی مجال نہیں ہے کہ وہ ڈھکو کے ترجمہ کو صحیح مان کر اِن چھ (۶) باتوں کا یا اِن میں سے کسی ایک بات کا انکار کر سکے۔لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ مولوی محمد حسین ڈھکو محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اُس کا مذہب وہی ہے جس میں اللہ جسے چاہے۔جب چاہے نبیؐ بنا دیا کرتا ہے۔نہ نبیؐ بنانے کے لئے اسلام و ایمان کی شرط ہے، نہ کفر و شرک نبیؐ بننے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔لہٰذا (معاذ اللہ) محمد غیر مسلموں میں غیر مسلم ماں باپ سے پیدا ہوئے۔کفر و شرک کے ماحول میں آنکھ کھولی اور جوان ہوئے، جوان ہو کر ایک عدد شادی کی، بیٹے بیٹیاں پیدا ہوئے، اپنی تین بیٹیوں کی شادی اپنے ہم قوم و ہم مذہب کافروں اور مشرکوں سے کیں۔جب چالیس سال کی عمر ہوگئی تب اچانک جناب جبرائیلؑ سے مڈبھیڑ ہوگئی اور جُوں توں کر کے آپؐ نبی بنا دیئے گئے۔چونکہ قطعاً اَن پڑھ اور نابلد تھے، اس لئے جو آیت آتی آپؐ اس کو سمجھنے کے لئے اپنے

لکھے پڑھے اور دانشور صحابہؓ کے روبرو پڑھتے اور اُن کے مشورے سے اُس پر عمل کرتے چلے جاتے۔ یہاں تک کہ (۲۳) تیئیس سال میں وہ کتاب مکمل ہوگئی جس کا ذکر مذکورہ آیت میں ہوا تھا۔ چونکہ اب تک آپ ؐ کا کوئی فیصلہ مکمل کتاب کی روشنی میں نہ ہوسکتا تھا اِس لئے کہ نہ پورا قرآن ایک دم نازل ہوا نہ آپ کو مکمل قرآن کا علم ہوسکتا تھا۔ یہ وہ فطری مشکل تھی۔ جس میں آپ ؐ معذور و مجبور تھے۔ اُن کے بعد مسلمانوں نے جو عمل درآمد کیا وہ البتہ مکمل کتاب کی روشنی میں تھا۔ اس لئے یہ سوچنا غلط ہے کہ صحابہ نے فلاں کام اُس طرح کیوں نہ کیا جیسے رسول ؐ اللہ کیا کرتے تھے؟ اور یہی سبب ہے کہ شریعت کے احکام میں صحابہ کا متفقہ یا اجماعی فیصلہ مسلمانوں کے لئے حجۃ اور آخری فیصلہ مانا گیا اور قرآن وحدیث کے ساتھ صحابہ کی سنت لازم قرار پا گئی۔ ہر وہ حکم معطل ومنسوخ سمجھنا لازم ہوگیا جو صحابہ کے معیار سے ہٹا ہوا ہو۔ یہی سبب ہے کہ بہت سے احکام قرآن میں آج بھی موجود ہیں۔ جن پر عہد رسول ؐ میں رسول ؐ اللہ اور مسلمانوں نے عمل بھی کیا تھا۔ مگر آج اُن پر عمل نہیں کیا جاتا۔ یہ صرف اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ حضور ؐ کے بعد صحابہ نے پُوری اُمت کے مفاد اور قرآن کی مکمل تعلیم کو ملحوظ رکھ کر احکام جاری کئے اور قرآن وحدیث کے انفرادی، عارضی اور وقتی احکامات کو غیر ضروری سمجھا۔ اور چونکہ یہ اصول ابتدائی خلافتوں کے دوران پایہ تکمیل تک پہنچا اور آئندہ قرآن وحدیث سے استفادہ کرنے کا اجماعی منشور تیار ہوا۔ اس لئے سُنت شیخین پر عمل کرنا اسلامی سربراہی کی اولین شرط قرار پائی۔ اور ہر وہ حکومت مخالفِ اسلام سمجھی گئی جو کتاب وسُنت پر عمل نہ کرے۔ چونکہ قومی سربراہ مجتہد تھے۔ اِس لئے اُن کے اختلاف نیک نیتی پر مبنی تھے۔ اور ہر صحابی کو اُس کے اجتہادی فیصلہ اور عمل پر ثواب ملنا لازم تھا۔ حضرت علیؑ سنتِ شیخین کو بطور شرط تسلیم نہ کرتے تھے۔ یہ اُن کا اجتہاد تھا اور وہ ثواب کے مستحق تھے۔ الغرض تمام صحابہ ہر حال میں حق پر تھے اور اُن میں سے ہر ایک کی اتباع میں بھی حق تھا۔ مگر امورِ مملکت اسلامی کے مقابلہ میں افراد کو اپنے انفرادی اجتہاد اور ذاتی مفاد کو نظر انداز کرکے اجتماعی فیصلوں کو قبول کر لینا ضروری تھا۔ لہٰذا اُمت کے تمام افراد پر لازم وواجب ہے کہ صحابہ کرام کے کسی فعل پر نکتہ چینی نہ کریں اُن کی ہر بات پر سرِ تسلیم خم کریں۔

یہی وہ عقائد ہیں جو مسٹر ڈھکو اور نظامِ اجتہاد نے مسلمانوں کے لئے پسند کئے ہیں، اِن ہی عقائد کی طرف پھیرنے کے لئے ملتِ شیعہ میں مجتہد ماہرین نے اپنا ڈیرہ جمایا تھا۔ اور برابر ایک ہزار سال سے شیعوں میں نئے نئے انداز سے اِن عقائد کو پھیلانے کی کوششیں ہوتی چلی آرہی ہیں۔ یہ لوگ ہر وہ طریقہ اختیار کر لیتے ہیں، جو شیعہ عوام پر اثر انداز ہو۔ اور جس سے مجتہدین کو محبان اہلبیتؑ کا اعتماد حاصل ہوجائے۔ یہ شیعہ طریقہ پر اعمال بجالاتے ہیں۔ مقدس مآب اور غفرانمآب بن جاتے ہیں۔ دل کی گہرائی تک اپنا اثر ورسوخ پہنچانے کے لئے بات بات میں لعنت وتبرّا کے نفرت انگیز اور کھوکھلے نعرے مارتے ہیں۔ نہایت منافقانہ اور ماہرانہ انداز میں حقیقی پہلو بچا کر مصنوعی اور زوردار فضائل اہلبیت ؑ پڑھتے ہیں۔ دشمنانِ اہلبیت ؑ کے نام

پرموجودہ اہلسنت کے خلاف جذبہ انتقام اورنفرت کی آگ روشن رکھتے ہیں تاکہ دونوں طرف کے مجتہدین کو چندے اورعطیات ملیں۔ جلسے اورمناظرے جاری رہیں۔شیعہ سُنّی دونوں ایک دوسرے کی صحیح بات بھی قبول نہ کریں اوریُوں مذہبِ حقہ کا پھیلاؤ اوراثر ونفوذختم ہوتا چلا جائے۔اوراجتہادی نظام کا اوّلین اورسب سے بڑا مقصد حاصل ہوجائے۔اور جب موقع ملے، جب لوگ بات سنیں تو اہلبیتؑ کے حقیقی فضائل کوشرک کی چاشنی دے کرکم سے کم تر کرتے جانے کا کاروبار بھی جاری رکھا جائے۔یہ ہے مسٹر ڈھکو اینڈ کمپنی کا سارا صغریٰ اور کبریٰ یا تانا بانا (Weft & Warp)۔

عنوان نمبر 43

- اعتماد حاصل کرنے کیلئے سابقہ مجتہدین سے بیزاری اور طرفداری
- شیخ مفید اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ پر علامہ ڈھکو کا مؤدبانہ تبرا
- محمدؐ وآل محمدؐ علائق جسمانی و مادی سے منزہ وارفع واعلیٰ ہیں
- محمدؐ وآل محمدؐ کے خلاف عقائد جاری کرنے والے پہلے اولین مجتہدین
- آئمہ علیھم السلام کے علم کی ہمہ گیری کبھی قبول نہ کرنے والے ملاعین

43۔اعتماد حاصل کرنے کے لئے سابقہ مجتہدین سے بیزاری اور طرفداری

(ا) مفتاح الشفاعة سے دکھایا جاچکا ہے کہ ہر آنے والا مجتہد سابقہ مجتہدین سے اظہارِ بے زاری کرتا چلا آیا ہے۔اُن کے فتاویٰ میں اختلاف تواس لئے لازم ہے کہ وہ اپنی اپنی انفرادی عقل واجتہاد سے احکام اور فیصلے جاری کرتے ہیں۔حالات اور مصلحتیں بدل جانے اور نئے اجتہادی تقاضے پیدا ہوجانے کی وجہ سے فتاویٰ خود بخود بدلنا پڑتے ہیں۔لہٰذا ایک مسئلہ کے مختلف جوابات اور ایک ہی آیت کی مختلف تعبیرات نظام اجتہاد کا روشن ترین پہلو کہلاتا ہے۔اِسی مقصد کے لئے مفتی کے ساتھ ہی اُس کے فتوؤں،فیصلوں اور تقلید کو بھی دفن کرنے (مَاتَ المُفْتِیُ مَاتَ الفَتْوىٰ) کا حکم جاری رکھا ہے۔مجتہدین کی آپس کی لڑائی یا ایک دوسرے پر لعن طعن کے دو سبب ہوتے ہیں پہلا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ اگر گئے گذرے لوگوں کو بُرا بھلا کہنے سے شیعہ عوام خوش ہوجائیں اور مجتہد کی ساکھ اور وقار واعتماد مستحکم ہوجائے تو کیا حرج ہے؟ دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فلاں مجتہد یا عالم نے غلط طریقہ اختیار کیا تھا جس سے نظام اجتہاد کے مقاصد کو صدمہ پہنچا۔لہٰذا موجودہ اور نیا مجتہد اپنے نئے طریقہ کو کامیاب بنانے کے لئے کسی سابقہ مجتہد کی مذمت کرتا ہے۔اور مذمت میں یہ انداز رکھتا ہے کہ شیعہ عوام اُس کو اہلبیتِ رسولؐ کا اور خود مذہب شیعہ کا زیادہ مضبوط طرفدار سمجھیں اور اُس کی بات کو بلا دلیل تسلیم کرنے میں تکلف نہ کریں۔تاکہ وہ سابقہ مجتہد سے زیادہ غلط عقائد شیعوں میں جاری کرسکے۔چنانچہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین جناب آیة اللّٰه فی العالمین الشیخی والمنجی جناب محمد حسین ڈھکو نے بھی اپنے بعض بزرگوں کی مذمت اِسی مندرجہ بالا مقصد کے لئے کی ہے۔

(۲) جناب الشیخ مفید،السید مرتضیٰ اور علامہ طبرسی علامہ محمد حسین ڈھکو کی منافقانہ نظر میں

(i) قارئین کرام سے استدعا ہے کہ ڈھکو صاحب کے بیانات میں پہلی چیز تو یہ دیکھیں کہ وہ خود تو احادیث اور آیات کو بلادریغ ردّ کردیتے ہیں مگر جب یہی کام کوئی اور مجتہد کرتا ہے تو بڑے مستحکم انداز میں ردّ وانکار کرنے والے کی مذمت کرتے ہیں۔یہ دیکھ کر آپ دو فیصلے کرلیں۔پہلا یہ کہ ہم نے آیات واحادیث کے انکار پر مسٹر ڈھکو کی مذمت میں راہِ حق اختیار کی ہے اور ڈھکو بھی اپنی مذمت میں ہماری تصدیق کرتے ہیں۔دوسرا فیصلہ یہ فرمائیں کہ آیات واحادیث کا انکار کرنے والے تمام علماء قابل مذمت اور خود ڈھکو ہی کے گروہ کے لوگ تھے۔اور ہم نے جن لوگوں کی اِس کتاب میں مذمت کی ہے وہ بھی سب قابل مذمت اور ڈھکو اینڈ کمپنی ہی کے افراد تھے۔اور مع جناب ڈھکو وہ سب آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے اور اسلام کے مخالف لوگ تھے۔مگر شیعہ لیبل لگا کر شیعوں کے علماء بنے ہوئے تھے۔وہ شخص ہرگز شیعہ مذہب کا آدمی نہیں ہوتا جو آیات اور احادیث معصومؑ میں کسی قسم کی چوں وچرا کرے۔یعنی ایک زانی،ڈاکو،چور اور جھوٹا شخص شیعہ ہوسکتا ہے۔ایک گناہ گار شیعہ کو شیعیت سے خارج نہیں

فرمایا ہے۔مگر منکر حدیث اور حدیث میں چُوں و چرا کرنے والوں کو مشرک اور اپنی ولایت سے خارج قرار دیا ہے۔

(ii) عالمِ ذر کے عہد و میثاق یعنی قرآن اور احادیث کا انکار کرنے والے مجتہدین

ڈھکو صاحب علامہ صدوق رضی اللہ عنہ کی کتاب ''عقائد'' کی شرح لکھتے ہوئے عالمِ ذر اور ارواح کے متعلق شیعہ عقیدہ پر پہنچے تو یہ عنوان قائم فرمایا کہ:۔

۔''(۳)عالمِ ذر وعہدِ اَلَستُ کا اجمالی تذکرہ''۔

(i)۔''عالمِ ذر میں اقرارِ رَبُوبیت و نبوّت، بمطابق بعض روایات اقرار ولایت بھی اِسی عقیدہ کے شیون میں سے ہے۔ جس کی تفاصیل مشہور و معلوم ہیں۔جیسا کہ آیہ مبارکہ **واذاخذربک من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم واشهد هم علٰی انفسهم اَلَستُ بِربکم ؟قالوا بَلٰی شهدنا ان تقولوا یوم القیامة اِنّاکُنّا عن هذا غافلین** کی تفسیر میں فریقین کی کتب تفاسیر واحادیث لبریز ہیں۔جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ خداوند عالم نے صُلب آدمؑ سے قیامت تک ہونے والی اولاد ذکور واُناث کے ارواح کو جمع کر کے اُن سے اپنی ربوبیت اور سرکار ختمی مرتبت کی رسالت کا اقرار لیا اور ہماری روایتوں کے مطابق آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی امامت کا بھی اقرار لیا۔چنانچہ بعض ارواح نے قبول کیا۔اور بعض نے انکار اور بعض نے توقف کیا''۔(مسلسل لکھتے ہیں کہ)

(ii)۔''لیکن بایں ہمہ جائے تعجب ہے کہ ہمارے مشاہیر علمائے اعلام میں سے حضرت **شیخ مفید علیہ الرحمة** اور جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور علامہ طبرسی صاحبِ مجمع البیان نے تقدم ارواح اور عالمِ ذر کے واقعہ کا سرے سے انکار کرتے ہوئے اُن روایاتِ صریحہ وصحیحہ کی بعید از کار تاویلات فرمائی ہیں۔اور جب اُن کے انکار کی وجوہات پر نظر ڈالی جاتی ہے۔تو اس تعجب میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔کیونکہ تقدم ارواح کے انکار کی بنیاد اُن کے اس خیال پر ہے۔کہ اس سے تناسخ لازم ہے۔ جو کہ باطل ہے۔جیسا کہ حضرت **شیخ مفید علیہ الرحمة** نے اس مقام پر اپنی شرح **اعتقادیہ** میں اس وجہ کی تصریح فرمائی ہے۔اور انہوں نے دوسرے مطلب یعنی عالمِ ذر کے انکار کا دارومدار اس بات پر رکھا ہے کہ اگر کسی وقت ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا۔تو لازم تھا کہ وہ ہمیں یاد ہوتا۔یا کم از کم اس کے متعلق کچھ تو خبر ہوتی۔لیکن جب کچھ بھی معلوم نہیں۔تو اس سے ثابت ہوتا ہے۔کہ اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا اور حدیث **خلق اللّٰه الارواح قبل الاجساد بالفی عامٍ** کی شرح اعتقادیہ میں یہ تاویل فرمائی ہے۔کہ اس جگہ ارواح سے مراد ملائکہ ہیں۔یعنی خداوند عالم نے ملائکہ کو آدمیوں سے دو ہزار سال قبل پیدا کیا۔اور اپنے رسالہ **مسائل سرویه** میں اس کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ اس خلقت سے مراد خلقت **تقدیری و علمی** ہے۔نہ خلقت **حقیقی و ذاتی**۔ اور **عهد اَلَستُ** کی ان حضرات نے یہ تاویل فرمائی ہے کہ اس سے مراد انسان کی خلقت کذائی اور ہستیٔ باری تعالیٰ پر آیات

اَنفسیہ وآفاقیہ کا موجود ہونا ہے۔جن کے ذریعہ خدا گویا کہ اپنے بندوں سے دریافت فرمار ہا ہے۔ **اَلَستُ بِرَبِّکُم** کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور انسان اپنی فطرت سلیمہ سے بزبانِ حال کہہ رہے ہیں بلٰی۔ہاں تو ضرور خدا ہے۔ان حضرات کی جلالت قدر وعظمت شان کچھ لب کشائی کرنے سے مانع ہے۔ورنہ تلخی کی یہ حقیقت ہے۔کہ ایسے معمولی شبہات اور استعجابات کی بنا پر **رسولؐ وآل رسولؐ** کی احادیث معتبرہ کا انکار کرنا۔یا بلاوجہ اُن کی تاویل کرنا بہت بڑی جرأت وجسارت ہے۔حالانکہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کی متعدد احادیث اس مضمون کی موجود ہیں کہ **ان حدیثنا صعب مستصعب لایحتملہ اِلّا ملک مقرب اَوْ نبی مرسل اَوْمُؤْمِن امتحن اللہ قلبہ للایمان** ۔یعنی ہماری احادیث بہت مشکل ہیں۔اُن کو ملک مقرب یا نبیؐ مرسل یا مومن ممتحن ہی برداشت کرسکتا ہے۔اصول کافی میں اسی عنوان کا ایک **پورا باب** موجود ہے۔اِسی مشکل کے پیشِ نظر حضرات آئمہ طاہرینؑ نے ہمیں **ایک زرّیں اصول** بتلایا ہے۔کہ جب ہماری احادیث تمہارے پاس پہنچیں اور اُن کا مطلب تمہاری سمجھ میں آجائے تو خدا کا شکر بجالاؤ۔اور اگر مطلب سمجھ میں نہ آئے تو عالم (**آلِ محمدؐ کا امامؑ**) کی خدمت میں لوٹاؤ تاکہ وہ تمہیں ان کا صحیح مفہوم بتلائیں۔لیکن خبردار انکار نہ کرنا۔' **فَاِنّ الانکارَ ھُوَالکفر** ''۔(اصول کافی) یہی وجہ ہے۔کہ ایسے حالات میں **ہمیشہ محتاط علمائے اعلام** کا یہی طریق کار رہا ہے کہ جن احادیث کا **تفصیلی علم** ہوگیا **فھو المراد** ۔ورنہ اُن (احادیث) کے مضامین پر اجمالی ایمان کو کافی سمجھا ہے۔اور اجمالی ایمان کی دوسروں کو تاکید کی ہے۔بہرحال اِن بزرگواروں کے ایراد (ردکرنا) کے ادب کے ساتھ جوابات عرض کئے جاتے ہیں''۔(احسن الفوائد صفحہ ۲۰۰ سے ۲۰۲ تک)

(۴) شیخ مفید یا سید مرتضٰی علم الھدیٰ کفر کریں تو کافر کیوں نہ کہا جائے؟

(i) قارئین نے جناب ڈھکو کا منافقانہ بیان ملاحظہ فرمالیا۔جو مومنین اس بیان کو پہلی دفعہ پڑھیں وہ ڈھکو کو اپنا بڑا شاندار شیعہ عالم سمجھیں گے۔اور انہیں شبہ تک بھی نہ ہوگا کہ ڈھکو بھی احادیث اور آیات کا ویسا ہی انکار کریں گے جیسا کہ شیخ مفید، سید مرتضٰی اور طبرسی نے کیا ہے۔اُدھر وہ مومنین جب اس احترام کو دیکھیں گے جو ڈھکو نے منکرین قرآن وحدیث کے ساتھ روا رکھا ہے تو شیعہ عوام اُن تینوں حضرات کو بھی شیعہ عالم خیال کریں گے اور خود بھی ڈھکو کی پیروی میں اُن کا احترام ملحوظ رکھیں گے۔یعنی ڈھکو اِس لئے منافق ہے کہ ادھر ان تینوں کی مذمت بھی کردی۔قدر ومنزلت بھی بحال رکھ لی شیعوں کو شیعہ بھی معلوم ہوئے اور مجتہد و مجتہد نواز بھی برقرار رہے۔انکارِ حدیث کو کفر کہہ کر جراتمندانہ سچ بھی بولا اور اِن کو باوجود کفر کے مومن بھی منوادیا۔

(ii) چونکہ ڈھکو نے یہ تسلیم کرلیا کہ آیات واحادیث کا ایسا انکار جیسا کہ شیخ وسید اور طبرسی نے کیا ہے آئمہؑ کے فتویٰ سے کفر ہے۔اِس لئے ہمارے سابقہ بیانات کی تصدیق ہوئی اور ڈھکو کا کفر ثابت ہوا۔ڈھکو نے ان تینوں حضرات کو کافر نہ کہہ کر اپنے اور اُن تینوں کے مجتہد ہونے کا ثبوت دے دیا۔یعنی آدمی اجتہادی غلطی سے کافر نہیں ہوجاتا بلکہ وہ کفر نتیجہ خیز اور ثواب انگیز

ہوتا ہے۔ ورنہ کافروں کے لئے علیہ الرحمۃ لکھنا ایک بے معنی بات ہو جاتی۔

(iii) قارئین نے یہ بھی نوٹ کیا ہوگا کہ جن احادیث کو مجتہد پسند کرتے ہیں اُن کے ساتھ۔ ''روایاتِ صریحہ وصحیحہ ومتواترہ لکھدیا کرتے ہیں''۔ چنانچہ اس بیان کی احادیث ڈھکو کو پسند ہیں لہٰذا وہ سب کی سب بغیر اس بیان میں لکھے ہوئے ہی صریحہ صحیحہ وغیرہ ہیں۔لیکن شیخ جی اور میر صاحب اور مرزا جی نے یقیناً اُن احادیث کو نہ صریحہ سمجھا نہ صحیحہ کہہ کر انکار کیا۔ مجتہد اور منافق کبھی بھی کُھلا انکار نہیں کرتا کہتا ہے کہ یہ روایات جبر کا وہم پیدا کرتی ہیں لہٰذا.................. ان احادیث میں شرک کا احتمال ہے لہٰذا .... بالکل اسی طرح شیخ مُضر اور سید جھنڈے شاہ اور طبرستان کا مفسر یہ کہہ کر انکار کرتے ہیں۔ کہ اُن احادیث میں تناسخ کی بُو آتی ہے اور انکار حدیث وآیات میں وہ تینوں بھی مسٹر ڈھکو کی طرح کہیں اہلبیتؑ سے تفسیر یا حکم معلوم نہیں کرتے۔ یعنی یہ لوگ (معاذ اللہ) اللہ کے حقیقی جانشین یا شریک کار ہیں۔

(IV) قارئین کو یاد ہوگا کہ ڈھکو نے خطبہ البیان کی تاویل کے دوران آئمہ علیہم السلام اور آنحضرتؐ کو مجازی حیثیت سے رازق وخالق وغیرہ مانتے ہوئے لفظ گویا۔ گویا۔ کہہ کہہ کر تمام حقائق کو مانا تھا۔ بالکل وہی منافقانہ طریقہ اس پارٹی نے بھی اختیار کیا ہے۔ یہاں یہ نوٹ کر کے یاد رکھنے کی بات ہے کہ آئمہ اہلبیتؑ کی شان کے خلاف جرات وجسارت اور کفر کے باوجود بھی کچھ لوگ شیعوں میں جلالت قدر ومنزلت اور عزت ووقار کے حق دار بنتے اور رہتے چلے آئے ہیں۔ یقیناً شیعہ عوام سے یہ خبیث لوگ پوشیدہ رہے ورنہ عزت ووقار تو کہاں ان لوگوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتے۔ ہم جناب ڈھکو کے ممنون احسان ہیں کہ انہوں نے اول ودوئم درجہ کے شیخ وسید مجتہدین کا تعارف کرانے میں ہماری مدد کی ہے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مجتہد کے یہاں کسی شخص کی عزت کا معیار اللہ کے احکام کی اطاعت اور محمدؐ وآل محمدؐ کی پسندیدگی نہیں ہے۔ بلکہ بڑی پگڑی موٹا سا لیبل لمبا سا ڈنڈا اور فریب دینے والی دراز زبان ہوتی ہے۔

(V) غور فرمائیں کہ اللہ نے یہ ضروری سمجھا کہ عالم ذر میں تمام نوع انسانی پر اپنی حجۃ قائم کی جائے تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے غفلت سے نکالنے والا کوئی نہ تھا۔ تو نے ہم سے کہا بھی نہ تھا۔ لیکن شیخ جی کہتے ہیں کہ خدا نے ہرگز ایسا کوئی عہد نہ لیا نہ تنبیہ کی نہ شیخ جی کو یاد ہے۔ اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو شیخ صاحب کو یاد رہتا۔ یعنی یہ اول درجہ کا مجتہد واضح الفاظ میں قرآن کی آیت (۲/۱۷۲۔۱۷۳/۷) کو جھٹلا رہا ہے۔ اور پھر بھی حضرت وغیرہ ہے۔ اور خدا کی رحمت کا امیدوار بھی ہے۔ یہ ہے اجتہاد اور مجتہد کا عقیدہ اور ان کی عزت کا معیار۔

(VI) آخری بات یہ نوٹ کریں کہ جناب ڈھکو یہاں ارواح کو ملائکہ بنانے پر معترض ہیں۔ لیکن محمدؐ وآل محمدؐ پر اترنے والی روح کو فرشتہ بنانے میں تمام کرتب دکھائے ہیں۔ ڈھکو صاحب نے جس طریقہ کو زرّیں اصول قرار دیا ہے۔ اور مجمل ایمان

اختیار کرتے چلے جانے کی جو پالیسی قابلِ تعریف سمجھی ہے ہمیں اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ مجمل ایمان بے معنی چیز ہے۔ دوسرے مجمل ایمان پر قناعت کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ تا قیامت نہ کوئی امامؑ موجود رہے گا جو مجمل کو مفصل اور آزمودہ بنا سکے نہ کوئی عالم ترقی کر کے اس قابل ہوسکتا ہے کہ حقیقت کی طرف چند قدم بڑھنے میں مدد دے سکے۔ صرف چند بے وقوف مجتہد دنیا میں موجود رہیں گے اور ڈنڈے کے زور سے استنجا تو خوب کرائیں گے مگر ایمان کے معاملے میں مسلمانوں کی مدد نہ کر سکیں گے۔

(۵) شیخ مفید اور سید مرتضیٰ علم الھدیٰ پر ڈھکو کا مؤدبانہ تبرا

ڈھکو نے اپنے طویل بیان کے بعد مذکورہ مجتہدین کی غلط فہمی پر بحث کی ہے اور اُن کی تعظیم وتکریم کے ساتھ اُن کی حماقتوں کو واضح کیا ہے، ہم ہر بحث کو لکھنا فضول سمجھ کر چھوڑتے ہیں۔ مگر ڈھکو صاحب کے وہ فیصلہ کن جملے یہاں جمع کرتے ہیں جن سے اولین مجتہدین کے علم کا حدودِ اربعہ سامنے آتا جائے۔ چونکہ ڈھکو صاحب جناتی زبان میں بات کرتے ہیں اِس لئے جہاں ضروری ہوگا ہم سرکار علامہ کا مطلب اپنی سادہ اردو میں بھی لکھ دیں گے تاکہ ہمارے ایسے کم پڑھے لکھے لوگ بھی لطف اندوز ہوسکیں۔

(i)۔ ''اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ درحقیقت تناسخ کے مفہوم معلوم کرنے میں تسامح کرنے اور بطلانِ تناسخ کی اصلی وجہ کماحقہ امعانِ نظر نہ کرنے کا نتیجہ ہے''۔ (احسن الفوائد صفحہ ۲۰۲)

مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ مجتہدین نہ تو تناسخ کے معنی اور مفہوم پر آگاہ تھے اور نہ ہی اُنہوں نے تناسخ کے باطل ہونے کی اصلی وجہ کو گہری نظر ڈال کر سمجھا تھا۔ اس لئے دوہری حماقت کی بناء پر اُن کو زیر بحث احادیث پر تناسخ کا شبہ ہوگیا اور اس شبہ میں اُنہوں نے احادیث کا ہی انکار کردیا۔

(ii)۔ ''حضرت شیخ (مفید) اعلی اللہ مقامہ نے اَن تقدم ارواح والی حدیث کی جو تاویلات فرمائی ہیں۔ یہ اُن کی ذاتی رائے ہے۔ جب تک کلام معصومین علیہم السلام سے اِن تاویلات کی صحت پر کوئی قطعی شاہد نہ پیش کیا جائے وہ قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ اس سلسلے میں بہت مذبذب ہیں۔ کہیں کوئی تاویل فرماتے ہیں اور کہیں کوئی۔ جو اُن کے عدم اطمینان کی بیّن دلیل ہے۔ سرکار علامہ مجلسیؒ نے اُن کی اس تاویل کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جو ہم نے اوپر نقل کی ہے۔ ۔''والتاویل الذی ذکرہ للحدیث فی غایہ البعد ''۔ یعنی شیخ مرحوم نے حدیث کی جو تاویل فرمائی ہے بہت بعید از کار ہے۔'' (رابع عشر بحار)

مطلب۔ یہ بیان کچھ آسان زبان میں ہے۔ یہاں خاص بات تو یہ کہ ڈھکو صاحب شیخ جی کا نام یا لقب لکھتے ہیں تو سچے ادب واحترام کے الفاظ لکھنے میں کنجوسی نہیں کرتے اس لئے کہ شیخ جی نمبر اول کے مجتہد ہیں۔ لیکن علامہ مجلسی اعلی اللہ مقامہ چونکہ

مجتہد نہیں محدث ہیں اسلئے ان کے ساتھ صرف (رح) لکھنا کافی سمجھتے ہیں۔ ویسے شیخ صاحب کی کافی مرمت کی ہے۔ علمی اطمینان اور قوت فہم وفراست کی نفی کردی ہے۔ مشکوک اور ڈانواڈول ثابت کیا ہے۔ علامہ مجلسی سے بھی ان کی پٹائی دکھادی ہے۔ مسائل اور خصوصاً احادیث میں کھینچ تان اور غلط تصورات کو راہ دینا چوتھی صدی کی ابتداء سے ثابت ہو گیا ہے۔ اور آخری بات یہ کہ ڈھکو نے اپنی تمام تصنیفات اور غلط بیانات کورڈ کر کے یہ بتادیا ہے کہ خواہ ڈھکو ہو یا شیخ مفید ہو۔ کوئی نیا عالم ہو یا پرانا مجتہد اُن کی ذاتی رائے قابل قبول نہیں ہوتی بلکہ معصومین علیہم السلام کی حدیث لازم ہے۔

(iii) اسکے بعد علامہ نے یہ دکھایا ہے کہ ان تینوں حضرات کو علامہ مجلسی اور دیگر نیک علماء نے بھی ان کی غلط روی کے جواب دیے ہیں اور انہیں جاہل ثابت کیا ہے۔ اور آخر میں اپنی حماقت کا مظاہرہ کرنے کے بعد چند ایسی باتیں لکھ دیں ہیں جن سے خود پھنس کر رہ گئے ہیں۔ (احسن الفوائد صفحہ ۲۰۴)

(۲) محمدؐ و آلؑ محمدؐ کو مادی غلاف سے باہر نکال کر اپنے کرتب دکھاتا ہے

ہمارے مداری صاحب بھی یہ مانتے ہیں کہ انسان عہد اَلَسْتُ بِرَبِّکُم کو بھول گیا ہے۔ اور اس کا سبب بتاتے ہوئے یہ خیال نہیں رکھتے کہ اُن کا تعاقب کیا جائے گا اور اُن کے بیان کو اُن کی تردید میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ''دروغ گورا حافظہ نہ باشد'' کے اصول پر وہ ایک دو ایسی باتیں لکھ گئے جو نظام اجتہاد کو اور اُن کی تصنیفات اور عقائد کو مسمار کر دیتی ہیں۔ یہ بیان غور سے پڑھیں تا کہ نتیجہ نکالنے میں آپ کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کی طرف سے ثواب وجزا ملے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے جو عہد لینے کا تذکرہ قرآن میں کیا ہے:۔

(i)۔ ''یہ واقعہ تنہا روح کے ساتھ پیش آیا۔ ۲۔ جو کہ علی اختلاف الانظار (یعنی مختلف نظریوں کے باوجود) مجرد محض ہے یا جسم نورانی ہے۔ ۳۔ بہر کیف اُس وقت تک اُس پر یہ مادی غلاف نہیں چڑھا تھا۔ ۴۔ لیکن جب وہ اس جسم کثیف میں مقید ہوگئی تو سابقہ واقعات فراموش کر بیٹھی۔ ۵۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اُسے بُھولا ہوا سبق یاد آجائے۔ ۶۔ تو اُسے چاہیئے کہ علائق جسمانیہ وشہوانیہ سے قطع تعلق کر کے نورِ ایمان کو جلا دے۔ ۷۔ اور ریاضات شرعیہ کے ذریعہ اپنی روح کو صاف وشفاف کرے پھر دیکھے کہ بُھولے ہوئے سبق یاد آتے ہیں۔ (بیچ میں ایک بکواس قسم کا شعر لکھ کر مسلسل فرماتے ہیں کہ) ۸۔ یہی وجہ ہے کہ جنہوں نے یہ مراحل طے کر لئے تھے۔ ۹۔ اُن کی نگاہِ بلند میں ماضی اور مستقبل اور حال برابر روشن تھے۔ ۱۰۔ اور وہ ماکان ومایکون کے عالم تھے۔ ۱۱۔ اور جب توجہ فرماتے تھے۔ ۱۲۔ تو اُن کی نگاہوں میں یہ اشجار واحجار حاجب وحائل نہیں ہوتے ہیں۔ ۱۳۔ اور اُن کو عالمِ ذر والے سب عہد وپیمان بالکل یاد تھے۔ ۱۴۔ جناب علی ابن ابیطالب (علیہ السلام) فرمایا کرتے تھے کہ مجھے وہ عہد وپیمان یاد ہے جو میرے پروردگار نے مجھ سے لیا تھا اور میں اُن آدمیوں کو پہچانتا ہوں جو اس وقت میرے دائیں

اور بائیں موجود تھے''۔(احسن الفوائد صفحہ ۲۰۴۔۲۰۵)اور مسلسل لکھا کہ:۔

(ii) ''اور دوسرا جواب یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ شبہ ایک عقلی اِستِبعَاد سے زیادہ نہیں ہے۔جس کی وجہ سے قرآن و حدیث سے ایک ثابت شدہ حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کما لا یخفی ''(احسن الفوائد صفحہ ۲۰۵)

(iii) قوانینِ عقلیہ اور اُصولِ فقہ قرآن وحدیث کے ماتحت ہیں

علامہ نے دوسرے بیان (ii) میں ایک جِنّاتی جملہ لکھا ہے اور قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اُس جِنّاتی جملہ کو ردّ کر دیا ہے۔لہٰذا پہلے اُس جناتی ترکیب کے معنی سمجھ لیں۔

۔''عقلی استبعاد''۔ یعنی کوئی ایسی بات جو عقلی قوانین،منطق،فلسفہ،اصول فقہ،اصول درایت وغیرہ اور مشاہدہ وتجربہ کی رُو سے ناممکن ومحال اور بعید از قیاس ہو۔

یہ ہے وہ بات جس سے نظامِ اجتہا اور اُس کے قلم رومردود قرار پاجاتے ہیں اور ہر عاقل وعالم پر لازم ہو جاتا ہے کہ قرآن وحدیث کو ہر حال میں قبول کرے۔اور اس کے بعد مسٹر ڈھکو کے وہ تمام دلائل باطل ہو گئے جو انہوں نے آیات واحادیث کو رد کرنے کے لئے استعمال کئے ہیں۔

(IV) محمدؐ اور آئمہ اہلبیتؑ علائقِ جسمانی ومادّی سے مُنزّہ اور ارفع واعلیٰ ہیں

مسٹر ڈھکو نے اپنے پہلے بیان میں (i) بڑی تفصیل سے تسلیم کیا ہے کہ:۔

اوّل۔ ۔''محمدؐ وآلؑ محمدؐ جسمانی کثافتوں اور جسمانی متعلقات اور جسمانی خواہشات اور مادی غلاف سے بالکل منقطع، مُبّرا اور پاک تھے''۔(جملہ نمبر ۴،۵،۷،۸ بیان نمبر (i))

دومَ۔ ا۔محمدؐ وآئمہ اہلبیتؑ کے رُوبرو ماضی وحال اور مستقبل بیک وقت موجود رہتے ہیں۔

۲۔اور پوری کائنات کی وسعتیں اور کائنات کی تمام موجودات ومخلوقات کے مشاہدہ میں اُن کے لئے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی''۔(جملہ نمبر ۱۱۔۱۲ بیان نمبر (ا)) ہم چاہتے ہیں کہ قارئین ڈھکو کو اُن کی اس غلطی یا اُن کی زبان میں ''تسامح'' پر مبارکباد پیش کر کے تین سوال کر لیں:۔

پہلا سوال یہ ہے کہ۔ آپ وہی شخص ہیں نا؟ جس نے محمدؐ وآئمہ اہلبیتؑ کے تمام بنی آدم پر شہید ہونے کا انکار کیا تھا؟ اور حاضر وناظر ہونے کی عقلی بدہضمی کی تھی (اصول الشریعہ صفحہ ۱۷۰ تا ۱۷۹)

دوسرا سوال یہ ہے کہ:۔ لفظ انسان کے اطلاق میں تم نے اپنے اِن چودہ جملوں کا لحاظ کیوں نہ رکھا اور محمدؐ وآلؑ محمدؐ کو انسانیت میں آلودہ کیوں کیا اور مادی غلاف کیوں جُدا نہ کیا؟۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ:۔ اگر آپ منافق نہیں؟ تو ساری کائنات کو بے روک اور بے حجاب دیکھنے والوں کو اور ماضی، حال اور مستقبل پر بیک وقت مطلع حضرات یعنی محمدؐ اور آئمہ معصومین کو کتاب اور ایمان سے جاہل کیوں لکھا تھا؟۔

(۷) مسٹر ڈھکو ماضی وحال و مستقبل اور علم ما کان و مایکون کے انکار میں شیخ مفید وغیرہ کے ساتھ پھر شامل ہے

قارئین نے مسٹر ڈھکو کا بیان پڑھ کر اندازہ کر لیا ہوگا کہ مجتہدین کس طرح شیعوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے فضائل اہلبیتؑ کی ڈینگیں مار دیا کرتے ہیں۔لیکن اُن کے دل میں نفاق اور دشمنی کے شعلے بھڑکتے رہتے ہیں۔اور مناسب وقت آنے پر اُن ہی فضائل کو اُن ہی الفاظ کے ساتھ غلط ثابت کر کے اپنا دل ٹھنڈا کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا بیان اور ہمارے تینوں سوالات ذہن میں رکھ کر اب یہ دیکھیں کہ مسٹر ڈھکو لفظ بلفظ اپنے بیان اور فضائل محمدؐ و آلِ محمدؑ کا انکار کرتے ہیں اور گواہی کے لئے اُسی شیخ مفید اور سید مرتضیٰ کو پیش کرتے ہیں جن کی ابھی ابھی مذمت کر رہے تھے۔

(i) شیخ مفید اور سید مرتضیٰ وہ ابتدائی مجتہد ہیں جنہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؑ کے خلاف عقائد جاری کئے

ڈھکو صاحب مجتہدین کی فہرست میں ایک نئے نام سے نئی دشمن زبان سے اہلبیتؑ رسولؐ اور رسولؐ کے خلاف یوں زہر اگلتے ہیں کہ:۔

۔''جناب علامہ السید محسن الامین الحسینی العاملی قدس سرہ (صاحب کتاب اعیان الشیعہ) اپنی کتاب **معادن الجواهر فی علوم الاوائل والاواخر**۔جلد اول صفحہ ۳۴۳۔ پر علم امام علیہ السلام کے متعلق علامہ الشیخ مفید، علامہ سید مرتضیٰ اور علامہ حلی رضوان اللہ علیہم کا کلام حق ترجمان نقل کرنے کے بعد خود افادہ فرماتے ہیں:۔

۔''یعنی حضرت شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے کہ امام سوائے احکام کے اور تمام ما یکون کے عالم نہیں ہوتے یہ برحق ہے۔جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔اور یہی حال نبیؐ کا ہے۔اس تمام ما یکون کے عالم ہونے پر کوئی عقلی ونقلی دلیل موجود نہیں ہے۔البتہ اس امر پر دلیل قائم ہے کہ نبیؐ و امامؑ لوگوں کی ضرورت کے وقت کسی حکم شرعی سے ناواقف نہیں ہوسکتے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ نبیؐ لوگوں کی احتیاج سے قبل تمام احکام کے عالم ہوں۔ یہ بات واضح ہے کہ تمام احکام شرعیہ آنحضرتؐ پر حسب حاجت تدریجاً نازل ہوتے تھے۔بلکہ اس امر پر دلیل شرعی قائم ہے کہ امامؑ بلکہ نبیؐ کو بھی احکام کے علاوہ دیگر رُونما ہونے والے بعض واقعات کا علم نہیں ہوتا تھا۔شاید یہ دلیل حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہو.......... جن روایات میں یہ وارد ہے کہ یہ بزرگوار ما کان و مایکون کا علم رکھتے ہیں۔ان روایات سے یا تو یہ مراد ہے کہ جب ما کان و مایکون کی کسی بات کے معلوم کرنے کا ارادہ کریں تو اُسے باعلام اللہ معلوم کر لیتے ہیں۔یا مطلب یہ ہے کہ اُس فرشتہ سے دریافت کر لیتے ہیں جسے ملک مسدّد کہا جاتا ہے۔یا اُن سے یہ مراد ہے کہ وہ ایسے بعض مہم واقعات کا علم رکھتے ہیں''۔(ڈھکو۔**اصول الشریعہ** صفحہ ۲۰۰۔۲۰۱)۔

(ii) ہم ڈھکو صاحب کو منافق ثابت کرنے کے لئے یہ بیان لائے تھے اور قارئین نے واضح الفاظ میں دیکھ لیا کہ رسولؐ اللہ اور آئمہ اہلبیتؑ کی علمی پوزیشن کو کم از کم کرنے کے لئے نہ صرف ڈھکو بلکہ چوتھی صدی سے لے کر چودہویں صدی تک تمام مجتہدین کوشاں رہے ہیں۔ اور آیات واحادیث کے واضح الفاظ کے باوجود۔ ''یا تو یہ مراد ہے یا یہ نہیں تو یہ مراد ہے''۔ کی رٹ بلا دلیل کرتے رہے ہیں۔ اور گھیر گھار کر رسولؐ اللہ اور آئمہؑ کو چند مجتہدانہ شرعی مسائل کے جاننے اور وہ بھی ضرورت کے بعد جاننے تک محدود کر کے رکھ دیا ہے۔ چونکہ ڈھکو یہ محسوس کرنے سے غافل نہیں ہے کہ یہ بیان شیعوں پر گراں گذرے گا۔ اس لئے بریکٹ میں ایک بے معنی جملہ لکھا ہے۔ یعنی اگر ہم اس جملے سے یہ سمجھیں کہ ڈھکو کو شیخ مفید، سید مرتضیٰ اور محسن کی یہ تمام غلط بیانی نامنظور ہے تو اس کے لکھنے کی غرض کیا ہے؟ ضرورت کیوں ہے؟ اور اگر یہ سمجھیں کہ اس غلط بیانی کا بعض حصہ ناپسند ہے تو سوال یہ ہے کہ کون سی بات سے اختلاف ہے؟ واضح کیوں نہ کیا کہ تم کس بات سے متفق اور کس بات سے اختلاف کرتے ہو؟ ہم ڈھکو سے یہ دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ تو نے یہ مانا ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے روبرو ماضی، حال اور مستقبل بیک وقت موجود ہوتے ہیں۔ مگر اب تُو ہی یہ دکھا رہا ہے کہ تمام ماکان ومایکون کے عالم نہیں ہوتے۔ حتیٰ کہ تمام احکام سے بھی بیک وقت واقف نہیں ہوتے۔ یہ مکار لوگ ملائکہ کو بھی رسولؐ سے زیادہ عالم مانتے ہیں۔ شیخ مفید اور السید مرتضیٰ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اُن کے مذکورہ بالا بیان کو جناب محمد یعقوب کلینی رضی اللہ عنہ کے اُس عنوان کے سامنے رکھ دیں جو اُنہوں نے آئمہ اہلبیت کے علم ماکان ومایکون پر احادیث جمع کرنے کے لئے قائم کیا تھا۔

(iii) <u>شیخ مفید وسید مرتضیٰ کا ایمان اور جناب محمد یعقوبؒ کا ایمان</u>

اصول کافی کی کتاب **الحجۃ** میں جناب محمد یعقوب کلینی رضی اللہ عنہ نے معصومین علیہم السلام کی ہزارہا احادیث میں بطور اختصار چھ حدیثیں جمع کی ہیں۔ اُن احادیث کے لئے جو عنوان قائم فرمایا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں:۔

محدث کا عقیدہ:۔ **اِنَّ الْاَئِمَّۃَ یَعْلَمُوْنَ عِلْمِ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ وَاِنَّہ لَایَخْفِیُ عَلَیْھِمُ الشَّیُ۔ صلوٰۃ اللّٰہ علیھم**

۔''یقیناً آئمہ صلوٰۃ اللہ علیہم جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا یا ہو رہا ہے اُس کا علم رکھتے ہیں اور بلاشک وشبہ اُن حضرات سے کوئی بھی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے''۔

مجتہد کا عقیدہ:۔ **مَادَلَّ مِنَ الْاٰثَارِ عَلٰی اِنَّھم یَعْلَمُونَ عِلْم ماکانَ وَمَایَاتِیُ مَحْمُوْلٌ عَلٰی اِنَّھُمْ اذا اِرَادُوْا اَنْ یَّعْلَمُوْا علموا بِاَقْدَارِ من اللّٰہ اَوْبسؤال مَلک یقال لہ المسدّد۔(اصول الشریعہ صفحہ ۲۰۰)**

''جن روایات میں یہ وارد ہے کہ یہ جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے یا جو کچھ ہونے والا ہے کا علم رکھتے ہیں۔ اُن احادیث کو سمجھنے کے لئے یہ کہنا چاہئے کہ جب یہ لوگ کچھ جاننے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ جتنا قدرت کو منظور ہوتا ہے بتا دیتا ہے

یا اُن احادیث کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ یہ حضرات جب کچھ جاننے کا ارادہ کرتے ہیں تو اُس فرشتہ سے معلوم کرلیتے ہیں جسے المسدّد کہا جاتا ہے''۔

اب یہ بھی دیکھ لیں کہ شیخ مفید اور سید مرتضیٰ سے پہلے ان کے بزرگ بھی آئمہ علیہم السلام کی احادیث سن کر خود آئمہؑ کے حضور میں ناک بھوں چڑھایا کرتے تھے۔

(IV) وہ گمراہ لوگ جنہوں نے آئمہ علیہم السلام کے علم کی ہمہ گیری کبھی قبول نہیں کی

حدیث سننے سے پہلے یہ دیکھئے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس مومن قسم کے لوگ بیٹھے ہیں۔آپؑ سے آپؑ کی علمی پوزیشن پر سوالات ہو رہے ہیں یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا کہ:۔

> اِنّیُ لَاَعُلَمُ مَافِی السَّمَاوَاتِ وَمَافِی الْاَرُضِ وَاَعُلَمُ مَافِی الُجَنَّةِ وَاَعُلَمُ مافی النَّارِ وَاَعُلَمُ ماکان وَمَایکُوُن قال :ثُمّ مَکَثَ هنیئة فرأی اَنَّ ذلک کَبُرَ عَلٰی مَنُ سَمِعَهُ مِنُهُ ۔فقال علمت ذلک مِنُ کتاب اللّٰه عزّوجل۔اِنَّ اللّٰه عزوجل یقول فیه تبیان کل شیءٍ ۔
> (کتاب الحجۃ باب ماکان جلد۲ صفحہ ۱۱)

۔''یہ ایک حقیقت ہے کہ میں ضرورتاً جو کچھ تمام آسمانوں میں ہے اُس کا عالم ہوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اس سب کو بھی جانتا ہوں اور جو کچھ جنت میں ہے اُسے بھی جانتا ہوں اور میں جہنم میں جو کچھ ہے اس کا بھی عالم ہوں۔اور واقعات وتخلیقات وحادثات کی صورت میں جو کچھ وقوع میں آچکا ہے اُن سب کا عالم ہوں اور جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے سب جانتا ہوں۔راوی نے کہا کہ یہ فرما کر ذرا دیر خاموش رہے اور مجمع پر نظر ڈالی (تو شیخ و سید قسم کے لوگوں کے) چہروں سے ناگواری اور انکار کے جذبات جھلکتے نظر آئے (اُن کا منہ بند کرنے کے لئے) فرمایا کہ مجھے سماوات وارض، جنت وجہنم اور ماضی وحال ومستقبل کا یہ علم قرآن سے حاصل ہوا ہے کیا تم (مجتہد لوگ) اُس پر بھی ایمان نہیں رکھتے کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اُس میں ہر شے کا بیان موجود ہے؟''۔

جس طرح شیخ مفید اینڈ کمپنی فرشتے سے دریافت کرلینے پر مطمئن ہو جاتی ہے اُسی طرح وہاں قرآن کہہ کر اُن کا منہ بند کردیا گیا۔مگر آج قرآن کہنے سے مجتہد کو لگام نہیں دیا جاسکتا۔اس لئے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد بارہ سو سال میں مجتہد یہ ثابت کرچکا ہے کہ قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے۔وہ من باب المجا زیعنی بطور تفریح مجازی طور پر کہہ دیا گیا ہے۔حقیقی طور پر دیکھا جائے تو قرآن میں تو نماز وزکوٰۃ تک کی تفصیلات اور مسائل موجود نہیں ہیں۔کہاں مندرجہ بالا غپ شپ؟۔

(V) شیخ جی اور سید مرتضیٰ امام محمدؑ باقرؑ کے زمانہ میں بھی اپنی جماعت کے راہنما تھے

ہم نے جگہ جگہ بتایا ہے کہ ابلیس نے ابتدائی ادوار ہی میں نظام اجتہاد قائم کردیا تھا۔اور مجتہدین شروع سے ہر نبیؑ کے

ساتھ ساتھ لگے چلے آتے ہیں۔یعنی جس طرح کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرا کہ اللہ کا نمائندہ دنیا میں موجود نہ رہا ہو۔اُسی طرح ابلیس اور اُس کے قابل ترین نمائندے بھی ایک لمحہ کے لئے غیر حاضر نہیں رہے۔

چنانچہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام مجتہدین اور اجتہادی مومنین کے وجود پر مطلع تھے۔اسی لئے تو اپنے بیانات کے دوران اور بعد میں اُن لوگوں کا خیال رکھ کر بات کیا کرتے تھے۔اب آپ حکومت کے جاسُوسوں اور شیعہ نقاب میں رہنے والے شیخوں اور سید مجتہدوں کی ایک پوری قوم کا ذکر سُنیں جو امام محمد باقر علیہ السلام کو گھیرے رہتی تھی۔اور آپؑ کے صحابہ میں شمار ہوتی تھی۔اور اُس وقت اس میں سے کافی لوگ موجود تھے جب راوی جناب ضریس الکناسی یہ بیان سنتے ہیں چنانچہ انہوں نے کہا کہ ایک دن جبکہ جناب محمدؑ باقرؑ کے صحابہ میں سے کافی لوگ موجود تھے آپؑ نے فرمایا کہ:۔

۔''مجھے تعجب تو اُس قوم پر ہے جو ہماری ولایت وحکومت کے اقرار کے ساتھ ہمیں اپنا امامؑ کہتے ہیں۔اور ہماری اطاعت کے فرض ہونے کو بیان کرتے پھرتے ہیں کہ ہماری اطاعت بھی اُن پر اسی طرح واجب ہے جیسا کہ رسولؐ اللہ کی اطاعت واجب تھی۔یہ سب کچھ کہنے اور ماننے کے ساتھ ہی پھر اپنی قائم کردہ اس حجت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں اور قلبی برداشت کی کمزوری سے مخالف لوگوں کے ہمنوا ہو کر اپنی تسلیم کردہ باتوں کے خلاف جھگڑا کرتے ہیں اور ہماری حقیقی پوزیشن پر نقائص قائم کرتے ہیں۔اور یہ جھگڑنے والے پھر اُن لوگوں میں عیب نکالتے ہیں جنہیں اللہ نے ہمارے مقام کی صحیح معرفت اور اُس کی دلیل وبرہان عطا فرمایا ہے اور جو ہمیں اور ہماری حکومت کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں۔کیا تم لوگ اس غلط بات کو قبول کر سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے اولیاء کی اطاعت اپنے بندوں پر واجب کرے اور پھر اُن اولیا سے آسمانوں اور زمینوں کی خبریں پوشیدہ کر دے اور وہ تمام ذخیرۂ علم اُن سے منقطع کر ڈالے جس کا تعلیم دینا اُن کے دین کے بنیادی اجزا میں سے ہو اور جس پر اُن سے ہمیشہ سوالات ہوتے رہیں؟ (مطلب یہ کہ اُدھر تو یہ کہہ دے کہ جو کچھ بھی تم نہیں جانتے وہ اہلِؑ بیتِ رسولؐ اور اہلِؑ قرآن سے معلوم کر لیا کرو اور اُدھر اہل الذّکر کے قلب وذہن اور آنکھوں پر جہالت کے پردے ڈال دے؟)۔

> عَجَبْتُ مِنْ قَوْمٍ یَتَوَلَّوْنَا وَیَجْعَلُوْنَا آئمةً وَیَصِفُوْنَ اَنَّ طَاعَتَنَا مفترضةٌ علیهم كَطَاعَة رسولؐ اللّٰه ثُمَّ یكسرون حجتهم ویخصمون انفسهم بِضُعفِ قلوبهم ۔فَیَنْقَصُوْنَا حَقَّنَا وَیَعیبُوْنَ ذلک عَلٰی مَن اَعْطَاهُ اللّٰه برهان حقّ معرفتنا والتّسلیم لامرنا اترون اللّٰه تبارک وتعالی افترض طاعة اولیائه علی عباده ، ثم یُخْفی عَنْهُمْ اخبارالسموات والارض ویقطع عنهم موادّالعلم فیما یردعَلَیْهِمْ مِمَّافیه قوام دینهم ؟

(VI) شیخ جی اور سید مرتضیٰ شاہ کی جگہ ڈھکو سے دریافت کرو

اگر یہ دونوں مرنے میں جلدی نہ کرتے اور کہیں رجعت سے پہلے ہمیں مل گئے ہوتے تو ہم یہ دریافت کرتے کہ:۔

۱۔تمہاری لغت میں کُلّ شَی یعنی تمام چیزوں کے معنی محض شرعی احکام کس شیطان نے لکھے ہیں؟

۲۔کیا آسمانوں اور زمینوں اور جنت وجہنم میں محض طہارت کے اسٹور بنے ہوئے ہیں؟

۳۔کیا تمہیں ابلیس نے بذریعہ وحی بتایا ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ صرف نماز روزہ اور حج وزکوٰۃ اور اجتہادی مسائل کی بحثیں تھیں؟۔

۴۔کس نے تمہیں یہ تعلیم دی کہ مافی السموت اور مافی الارض اور مافی الجنۃ اور مافی النار سے احکام شرعی کے علاوہ تمام موجودات خارج ہیں، ملائکہؑ خارج ہیں، مادہ اور نور خارج ہیں، ہوائیں فضائیں، بادل وغیرہ سب کچھ خارج ہیں۔

۵۔تمہارے پاس عربی زبان کے چند الفاظ کے سوا اور کون سا ایسا علم تھا کہ تم نے امامؑ کے واضح بیانات کے بعد بھی یہ بات لکھ دی کہ ان حضرات کو بہت سی باتیں ماکان اور مایکون میں سے بھی معلوم نہ تھیں؟

۶۔کیا تم اور تمہارے چیلے چانٹے ڈھکو اور دیگر مجتہدین یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ تم تنقیص اہلبیتؑ نہیں کرتے؟ معصومؑ زبان کہتی ہے کہ کُل شی کے عالم ہیں اور تم کہتے ہو کہ نہیں، وہ اس جملے میں (معاذ اللہ) غلط گو ہیں۔ وہ صرف بعض شے کو جانتے تھے۔ جو کُل کو بعض بنائے جو کُل کو کم کرے کیا وہ کمی اور نقص کرنے والا نہیں ہے؟ اور کیا تم اُسی قوم کے افراد نہیں جن کی نقاب کشائی امامؑ نے کی ہے۔

۷۔تم لوگوں نے اُن مومنین کی اور علماء کی ہمیشہ توہین کی ہے۔ اُنہیں طرح طرح کے القاب دیئے ہیں، مشرک کہا، زندیق قرار دیا، مفوضہ بنایا، شیخی اور غالی کہا۔ جنہوں نے آئمہ علیہم السلام کے فضائل کو بلا تنقیص بیان کیا۔ دلیل وجواب وبرہان کی جگہ تم طعن وطنز اور غیبت وحرام پر کاربند رہے اور اللہ ورسولؐ کی لعنت کے مستحق ہوئے۔

عنوان نمبر 44

❁ شیعہ مجتہدین اپنے سُنّی استاد مجتہدین کے ہمنوا رہے ہیں

❁ شیعہ مجتہد ایک کفر خیز قاعدہ جاری کرتا ہے

❁ ڈھکو صاحب کی زبانی علامہ طبرسی کے مذہب شیعہ پر احسان

❁ علمائے مجتہدین کا نظام قرآن میں تبدیلی کئے بغیر نہیں چلتا

❁ مذہب شیعہ میں وہابیت کا پیوند

❁ محمدؐ وآل محمدؐ کو عالم الغیب ثابت کرنے والی آیتیں

❁ ڈھکو کا قائم کردہ چیلنج ٹوٹ گیا

❁ مجتہد کے قواعد فریب کا جال ہیں

❁ ڈھکو صاحب کی حیرانی، تعجب وقرآن سے آیت طلب کرنے پر غصہ کی اصل وجہ

❁ علامہ ڈھکو اور مجتہدین قرآن کو کیسی کتاب مانتے ہیں؟

44۔ شیعہ مجتہدین اپنے سُنّی اُستاد مجتہدین کے ہمنوا رہے ہیں

(ا) جیسا کہ اِن لوگوں کے بیانات سے مسلسل ثابت ہوتا چلا آ رہا ہے کہ یہ حضرات اپنے ہر عقیدے میں سو فیصد اہلسنت نام کے مجتہدین سے متفق ہیں۔ اور اُن کے شیعہ نما لیبل، ناموں اور شیعہ اصطلاحات کے علاوہ اور کوئی قول وعمل وعقیدہ شیعوں کے یہاں سے نہیں لیا گیا ہے۔ اور چونکہ یہ گروہ مذہب شیعہ میں تخریب وتفریق اور انتشار پھیلانے کے لئے اُدھر سے تعلیم پا کر اِدھر آیا تھا۔ اس لئے اُن کی ایک پالیسی یہ تھی کہ اُدھر والے مجتہدین سے خط وکتابت اور گفت وشنید کے ذریعہ مذہب شیعہ پر اعتراضات قائم کراتے اور پھر خط وکتابت اور مناظروں اور مجالس میں اُن کے اعتراضات کے جواب دیتے۔ اِن جوابات سے دو فائدے حاصل کرتے پہلا یہ کہ دونوں طرف کے شیعہ اور اہلسنت عوام آپس میں ایک دوسرے سے متنفر ہوتے جائیں تاکہ شیعوں کی نصیحت اور حق بات بھی اہلسنت عوام نہ سُنیں اور یوں مذہب شیعہ کا پھیلاؤ رک جائے۔ دوسرا فائدہ یہ تھا کہ اپنے مناظرانہ جوابات میں شیعوں کے عقائد کو سُنی مجتہدین سے محفوظ کرنے کی آڑ میں تبدیل کر کے بتدریج سُنی مجتہدین کے عقائد کے قریب لے جانا تاکہ اُدھر مخالف مجتہدین کا اعتراض اُٹھ جائے اور اِدھر شیعہ اس لئے خاموش رہیں کہ اُن کی اسٹیج سے جو کچھ کہا گیا ہے۔ اُس کی مخالفت کرنے سے لوگ ہنسائی بھی ہوگی اور عقائد کے اختلاف سے کہیں شیعوں میں ایک نیا فرقہ نہ بن جائے۔ یہ آخری فائدہ ڈھکو صاحب آج بھی اٹھا رہے ہیں۔ شیعوں کے اہل قلم کی اکثریت ڈھکو اور اُس کے عقائد اور تصانیف کی مخالف ہے۔ مگر تفرقہ کے ھوّے سے ڈر کر خاموش ہیں یا صلح صفائی اور بحث ومباحثہ کو بند کرانے میں کوشاں ہیں۔ (مثلاً جناب ادیب اعظم ظفر حسن صاحب)

(۲) مجتہدین کی پالیسی، جوابات کی آڑ میں عقائد شیعہ میں تخریب اور مخالفین کی ہم نوائی

ہم یہاں بطور نمونہ ایک اوّلین مجتہد اور ایک بعد کا مفسّر پیش کر کے نظام اجتہاد کا راز فاش کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ دکھاتے ہیں کہ مسٹر ڈھکو اُن مجتہدانہ جوابات کو دلیل بنا کر آج شیعہ عقائد کو اپنے پوشیدہ مذہب کی طرف لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ جس مجتہد کی مذمت کی تھی اور پھر جسے اپنا راہ نما بنایا تھا اُسے یوں سامنے لاتے ہیں کہ:۔

(i) ''حضرت سید مرتضٰی علم الھدٰی قدس سرہ اپنی کتاب الشافی صفحہ ۱۸۸ طبع ایران پر قاضی عبدالجبار کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ ''قاضی نے یہ بات تو صحیح کہی ہے کہ جن چیزوں کا تعلق منصب امامت کے ساتھ نہ ہو اُن کا جاننا اُن (آئمہؑ اہلبیت) کے لئے ضروری نہیں ہے۔ لیکن اُس کا گمان کہ ہم اُن (آئمہؑ اہلبیت) کے لئے اس قسم کے علوم کا جاننا ضروری سمجھتے ہیں۔ اِس لئے اُس (قاضی عبدالجبار) نے ہماری طرف یہ بات منسوب کی ہے۔ کہ ہم امامؑ کے لئے ایسے علوم کے

جاننے کوضروری سمجھتے ہیں جوعلم غیب کی طرح ہیں ۔ پناہ بخدا کہ ہم سوائے اُن علوم کے جن کاتعلق مقام ومنصب امامؑ کے ساتھ ہے ۔جیسے احکام شرعیہ اورعلوم کے جاننے کوضروری سمجھیں اورعلم غیب بھی اُسی قسم سے ہے ۔جن کا جاننا امامؑ کے لئے ضروری نہیں ہے‘‘ ۔(اصول الشریعه صفحه۱۹۸)

(ii) عبدالجبار،سیدمرتضیٰ شاہ سے کیا چاہتاہے؟شیعہ مجتہدایک کفرخیز قاعدہ جاری کرتا ہے

قاضی عبدالجبار نے کیااعتراضات کئے تھے؟ ۔اور پوری گفتگو یا خط وکتابت کیا تھی؟ دونوں میں کیسے تعلقات تھے؟ ۔ یہ سب مجتہدین کے راز اور گھریلو باتیں ہیں ۔اِس کی تازہ صورت وہ لوگ جانتے ہیں جو احتشام الحق اور ترابی کے تعلقات سے آگاہ ہیں ۔ بہرحال مخالف محاذ میں جس طرح قرآن وحدیث سے انکار کے لئے آیات اوراحادیث کی کئی ایک قسمیں بنائی تھیں اسی طرح علم کی بھی بہت اقسام گھڑی گئی تھیں ۔قاضی صاحب نے علم غیب کو بہانہ بنا کر یہ چاہا کہ شیعوں میں آیات واحادیث کی طرح علم کی اقسام بھی رائج کردی جائیں چنانچہ اُس نے جوبھی اعتراض کیا ہو ۔اُس کا منشا یقیناً یہ ماننا ہی پڑے گا کہ شیعہ مخالف کے نزدیک جو چیز یا چیزیں قابل اعتراض ہیں وہ سب شیعوں میں موجود ہیں اوروہ سرکاری یا سُنّی مجتہدین کے خلاف ہیں اوروہ نہیں چاہتے کہ وہ چیزیں شیعوں میں باقی رہیں ۔لہٰذا عبدالجبار کے اعتراض میں یہ کہا گیا کہ:۔

’’ہم یہ تومانتے ہیں کہ آئمہ اہلبیتؑ کواُن چیزوں کا ضرورعلم ہونا چاہئے جوعہدہ امامتؑ کے لئے ضروری ہوں ۔مگر تم شیعہ لوگ تو آئمہ اہلبیتؑ کے لئے اُن علوم کوبھی واجب سمجھتے ہوجن کا عہدہ امامتؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔اورایسا ماننے سے اُن حضرات کی طرف علم غیب بھی منسوب ہوجاتا ہے‘‘ ۔

یہ تھا سنی مجتہد اورقاضی صاحب کا منشا ۔علامہ سید مرتضیٰ فوراً قاضی صاحب کے گاڑے ہوئے بانس پر چڑھ گئے اور ہدایت کا جھنڈا یوں بن کر لہرائے کہ:۔

۱۔ جناب قاضی صاحب میں شیعوں کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ ہم شیعہ بھی وہی عقیدہ رکھتے ہیں جوآپ کا عقیدہ ہے ۔ہم بھی آئمہ اہلبیتؑ کوصرف اُن احکامِ شریعہ کا عالم مانتے ہیں جوعہدۂ امامتؑ کے لئے ضروری ہوں ۔

۲۔ہم دیگر علوم اورعلم الغیب سے منسوب ہونے والے علوم کو ہرگز آئمہؑ کے لئے تسلیم نہیں کرتے اورایسے عقیدہ سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں ۔آپ مطمئن رہیں کہ یہ عقیدہ شیعوں میں رائج کرنا میری منصبی ذمہ داری ہے والسلام ۔

یہ تھے ہمارے ایک ایسے عالم کے ارشادات جس کی شان میں قصیدے اورغپ شپ لکھوانے کے لئے مخالف حکومتوں نے کافی روپیہ خرچ کیا اور بات یہاں تک بڑھی کہ اُن کی اور دیگر کئی ایک مجتہدین کی مذہبی پوزیشن کو پختہ کرانے کے لئے حضرت حجۃ علیہ السلام کی طرف سے جعلی اورفرضی خط وکتابت اوراُن مجتہدین کی قصیدہ خوانی گھڑوا کر مجتہدین نے اپنی کتابوں میں لکھی

تا کہ سند رہے اور آڑے وقتوں میں کام آئے۔ اور قابل تعجب وافسوس یہ بات ہے کہ ہمارے سلسلہ کے بعض علماء نے بعض توقیعات کو سچ سمجھ لیا اور کئی مقامات پر اُن کے اس متواتر بنائے اور مشہور کیے ہوئے فریب میں آ گئے۔

(iii) وہ کافرانہ قاعدہ کیا تھا؟ اُس قاعدہ سے مجتہدین کو کیا فائدہ پہنچا؟

آپ سابقہ بیانات میں اور مجتہد کے ہر بیان میں یہ بات ضرور دیکھیں گے کہ محمد مصطفٰی اور آئمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم کو اللہ نے احکامِ شرعیہ کا پورا علم دیا تھا۔ اور یہ پورا علم ایک دم سے اور قبل از وقت نہ دیا تھا بلکہ جُوں جُوں پبلک کو دینی احکام کی ضرورت پڑتی جاتی تھی۔ جبرئیل اور ملک مسدّ دوہی احکام شرعیہ بتدریج رسولؐ کو بتاتے جاتے تھے۔ یہ عقیدہ دونوں فریق کے مجتہدین کے یہاں مسلّمات میں سے ہے یہ مسلمہ عقیدہ اِس قاعدہ کے ماتحت ہے کہ:۔

''عہدۂ نبوتؐ یا امامتؑ کے لئے جن احکام کی ضرورت پڑے اُن احکام کا علم نبیؐ یا امامؑ کو ضرور ہونا چاہئے۔ لیکن وہ تمام علوم جو عہدۂ نبوتؐ یا عہدۂ امامتؑ کی ذمہ داریوں سے تعلق نہیں رکھتے ہوں۔ اُن کا علم نبیؐ یا امامؑ کو نہ ہوتا ہے۔ نہ اُن کے لئے وہ علوم ضروری ہیں۔ اور نہ خدا اُن کو وہ علوم دیتا ہے''۔

اِس ابلیسی قاعدہ کا فائدہ یہ ہوا کہ قرآن اور حدیث کے وہ تمام دعاوی جن میں اللہ نے رسولؐ اللہ اور اہل الذکر صلوٰۃ اللہ علیہم کے بے پناہ اور بے حد وحساب اور روز افزوں علم کا ذکر فرمایا تھا سمٹ کر چار سو احکام شرعیہ میں محدود اور بے اثر ہو گئے اور آنحضرتؐ اور اُن کے جانشینوںؑ سے باقی تمام کائناتی علوم کی نفی کرنا ممکن، آسان اور عقل کے مطابق ہو گیا۔ اُدھر قرآن میں ہر چیز کا تفصیل سے بیان ہونا۔ کائنات کے ہر ہر پہلو پر مفصل ہدایات ہونا بھی سمٹ کر مسائل روزہ نماز اور حج وزکوٰۃ اور حلال وحرام میں محسوب ہو گیا۔ یوں ہر مجتہد مسائل شرعیہ اور احکام دین میں (معاذ اللہ) اللہ، رسولؐ اور آئمہؑ کے برابر ہو کر صحیح جانشین رسولؐ بن گیا۔ اور ابلیس ومجتہدین کا نظام اسلام کے نام سے دنیا میں جاری ہو گیا۔ شیعہ اس نظام کے مخالف تھے۔ وہ قرآن وحدیث کے دعاوی کو لفظ بلفظ مانتے تھے آج تک تمام شیعہ واہلسنت عوام مانتے ہیں۔ مگر دونوں طرف کے مجتہدین نے دونوں طرف کی کتابوں میں اپنا مندرجہ بالا عقیدہ دفن کر رکھا ہے۔ اور جب موقع ملتا ہے اُن میں سے کسی ایک کو کتابی قبرستان سے نکال کر از سر نو مسلمانوں کو آزماتے ہیں۔ جو پھنستا ہے پھانس لیتے ہیں۔ یہ ایک مقدس مجتہدانہ دینی خدمت ہے۔ جسے نت نئے انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور آج ڈھکو صاحب یہی کاروبار کر رہے ہیں۔ لیکن مسلمان یہ مانتے ہیں۔ قرآن یہ فرماتا ہے، احادیث میں یہ موجود ہے کہ محمدؐ واہلؑ الذکر کا عہدۂ نبوتؐ وعہدۂ امامتؑ اس پوری کائنات کی سربراہی پر مشتمل ہے۔ اور اُس عہدہ کی ذمہ داریوں میں ملائکہ وارواح وجنّات وچرند وپرند ونباتات وجمادات وحیوانات واشجار واحجار وفضا وہوا واجرام فلکی وسماوی اور خلّیات و برقیات ومعدن وبرّ وبحر سب کو ترقی دینا اور اُن کا بہترین استعمال کرنا داخل ہے۔ اس لئے اُنہیںؑ وہ تمام متعلقہ علوم دینے اور

محسوس ومشہود تجربہ کرانے کے بعد مادی وجود میں لایا گیا۔وہ روزازل سے پوری کائنات اورقرآن ودیگرالٰہی تعلیمات سے واقف رکھے گئے ہیں۔لوگوں کی ضرورت کے مطابق علوم نبّوتی وعلوم اماًمتی کوتوحیدونبوتؑ وامامتؑ کےعرش اعظم سےعوام الناس کی عقلی سطح تک نیچے اُتارا تارکرتلاوت فرمانے پر مامور تھے۔ یہ حضراتؑ وہ دروازہ ہیں جس سےعلوم خداوندی کا دھارااورفیوض وبرکات کادریاہردم جاری ہے۔اور ہرلحہ اُن حضراتؑ کےعلوم میں ناقابل بیان اضافہ ہورہاہے۔اورکبھی یہ فیضانِ خداوندی ختم نہ ہوگا۔نوع انسان کو چاہئے کہ وہ نبوتؑ وامامتؑ کی اس حبل خداوندی اوراسلام کے اس عروۃ الوثقیٰ کے سہارےعلوم الٰہی وفیضان خداوندی سے مالامال ہوتی لامحدودترقی کرتی چلی جائے۔یہ تھاشیعوں کاعقیدہ۔ چونکہ نظام اجتہاد کے مؤسس اوراولین مجتہد جاہل لوگ تھے۔اورعلوم کائنات کی ہوا تک نہ لگی تھی لہٰذا قرآن اورصاحبانِ قرآن کےعلوم کوسمیٹ کرشرعی احکام میں محدودکرنا بھی ضروری تھا۔اورچونکہ یہ خاطی وظالم وغاصب وغداروخائن لوگ تھے اس لئے اُن کی یہ بھی ضرورت تھی کہ نبوتؑ وامامتؑ وخلافت کے لئے معصومؑ ہونے کی شرط کورفع کردیں چنانچہ انہوں نے (معاذاللہ) نبوؑت کولاعلم بنانے کےساتھ ہی ساتھ خاطی وگناہ گاربھی ثابت کرنے کا انتظام کیا۔چالیس سال تک ایمان واسلام کی رسولؐ سےنفی کی اورقرآن وعلومِ قرآن کومحض احکام شرعیہ میں محدودکیاپھروہ بھی بتدریج معلوم ہونےکومانااورشیعوں میں بھی اپنے ماہرین ومجتہدین کے ذریعہ سے یہی عقائد پھیلانے اورمنوانے میں کوشاں ہوئے اورجناب شیخ مفیداورحضرت سیدمرتضٰی نے اجتہادی مذہب کوہدایت کاجھنڈا کہہ کرشیعہ مراکزمیں گاڑدیا۔لیکن خداکاشکرہے کہ شیعہ عوام ہمیشہ اُن کے ان ابلیسی مقاصد سے پاک رہے۔سیدصاحب توکھل کرعورتوں سے اغلام کےفتوے دیتے رہے۔مگرسنی شیعہ عوام میں یہ فعل آج تک حرام ہے۔البتہ مجتہدین کی کتابیں اس شرمناک فعل کے جائز ہونے سے بھری پڑی ہیں۔تازہ ترین کتاب جناب مجتہدالعصروالزمان آیت اللہ علیٰ رؤس المومنین حضرت حسین بخش جاڑا کی تفسیرمیں دیکھ لیں۔جوشخص اس ابلیسی گروہ کے تمام فتاویٰ ایک جگہ دیکھناچاہےاسےعلامہ حلی علیہ الرحمہ کی کتاب الخلاف اورالمختلف پڑھنا چاہئے۔ہمیں اگرموقع ملا توہم اس کا ضروری ترجمہ بھی پیش کریں گے۔ انشاءاللہ والامام علیہ السلام۔

(۳) علامہ طبرسی تفسیرمجمع البیان میں اپنے بڑے بھائیوں اورڈھکوکوخوش کرتے ہیں

(i) جناب ڈھکوصاحب اپنے باطل عقائدکی تائیدمیں اپنے گروہ کے نئے پرانے مجتہدین کواس لئے دھڑادھڑ پیش کرتے ہیں کہ ابھی کسی شیعہ اہل قلم نے اُنہیں یہ نہیں بتایا کہ حضورڈھکوصاحب تم اوروہ لوگ ایک ہی مذہب اورایک ہی پارٹی کے چمچے اورفریب سازافرادہو۔مذہب شیعہ کےعقائداورتصورات کی تصدیق اورسند کے لئے اُن لوگوں کوپیش کرنا ایساہی ہے جیسےکوئی چوروں کی طرفداری میں گٹھ کتروں اورڈاکوؤں کوپیش کرکے چوری کوجائزقراردے۔بھیّاجی کسی محدث کوپیش کرواورمحدث بھی

وہ پیش کرو جو مجتہدین کا دشمن اور مخالف رہا ہو۔ مثلاً جناب علامہ محمد باقر مجلسی محدث بھی ہیں اور مذہب شیعہ کے قابل قبول عالم بھی ہیں۔ مگر وہ اپنے زمانہ میں ملک کے سب سے بڑے سرمایہ داروں اور حاکموں میں سے ہیں۔ وہ نظام اجتہاد سے استفادہ کرنے پر مجبور تھے۔ قاضی القضاۃ تھے۔ مجتہدوں اور مفتیوں کے انچارج تھے اور اپنے اسٹاف کی طرفداری کیا کرتے تھے۔ لہٰذا اُن کی ہر وہ بات مذہب شیعہ میں قابل قبول نہیں ہے جس میں ذاتی رائے، اجتہاد یا اجتہادی عقائد کی بُو آئے یا جس میں احادیث معصومؑ میں چُوں وچرا اور فضائل اہلبیتؑ میں کتر بیونت پایا جائے۔ اس لئے کہ شیعوں کا مذہب اور طریقہ یہ نہیں ہے کہ جو بھی عقائد شیعہ کا یا فضائل محمدؐ وآل محمدؐ کا اعلان کردے۔ اُس کی ہر بات کو شیعہ مذہب کی بات سمجھ کر اختیار کرلیا جائے۔ ہمارے مخالفین میں بہت سے ایسے علماء گذرے ہیں جنھوں نے فضائل اہلبیتؑ لکھنے میں کتابوں کے انبار لگا دیئے مگر حضرت علیؑ کو خلیفہ بلا فصل نہ مانا۔ لہٰذا اُن کو شیعہ نہیں کہا گیا ہے۔ اسی طرح عمر بھر شیعیت کا اعلان کرتے رہنے والا شخص شیعہ نہیں کہلا سکتا۔ جب تک وہ محمدؐ وآل محمدؐ کی ہر حدیث یا ہر بات کو دل کی گہرائی سے قبول کرنے کا اعلان نہ کرے۔ چنانچہ ایک آدمی شیعہ مذہب میں پیدا ہوکر، شیعہ مذہب کا ہی فرد رہ کر، شیعہ مدارس میں تعلیم پا کر، شیعہ عالم کہلا کر، نمازی وپرہیزگار ہوتے ہوئے، حاجی اور زائر ہوتے ہوئے مخیّر وسخی ہوتے ہوئے بھی اگر احادیث معصومؑین کو بلا چوں وچرا قبول نہیں کرتا تو وہ مذہب شیعہ کا فرد نہیں ہے بلکہ مشرک ومنافق ہے۔ یہ کہنا کہ فلاں عالم نے شیعوں کے لئے بہت سی کتابیں لکھیں، یوں تبلیغ کی، یوں سینکڑوں آدمیوں کو شیعہ کیا۔ اگر یہ سب باتیں کسی مجتہد نے کی ہیں تو اُس کا جواب صرف یہ ہے کہ اُس نے شیعوں کے مال اور سرمایہ پر زندگی عیش وآرام سے گذاری لہٰذا یہ حق نمک تھا۔ شیعوں پر اُس کا کوئی احسان نہیں۔ اور چونکہ کسی مجتہد کی کوئی کتاب ایسی ہونا ناممکن ہے جس میں اُس نے آئمہ اہلبیتؑ کے قائم کردہ مذہب وعقائد کو مجروح نہ کیا ہو۔ لہٰذا وہ مذکورہ خدمات ایک فریب اور سازش تھیں۔ وہ دشمن خدا ورسولؐ اور مخالفِ شیعہ تھا۔ اس کو مذہب حقہ سے خارج کرنا واجب ہے۔ اور اگر وہ شخص مجتہد نہ تھا مثلاً محدث تھا۔ جیسے محمد باقر مجلسی تو اسے ہم مندرجہ بالا اصول وشرائط پر جانچیں گے۔ اگر اس نے کوئی غلط بات کہی یا لکھی ہوگی تو اس سے شیعہ عوام کو مطلع کرکے اس کے اثر کو زائل کریں گے۔ بات قابل مذمت ہوگی تو بے دھڑک بلاتکلف مذمت کریں گے۔ اسے گناہ گار قرار دیں گے۔ مگر شیعیت سے خارج نہ سمجھیں گے۔ سادہ لوحی حماقت اور فریب خوردگی ثابت کرکے شیعہ عوام کو محفوظ کردیں گے یعنی کسی غلط کار کی غلطی یا خطا کار کی خطا کو شیعیت کی چادر ڈال کر پوشیدہ نہ کریں گے تاکہ مذہب شیعہ کی عصمت پر غلطی اور خطا کا دھبہ نہ رہے۔

''خطائے بزرگان گرفتن خطا است''

اُن لوگوں کا قول ہے کہ جنہوں نے خاطیوں کو خطا اور گناہ کے باوجود اپنا راہ نما اور راہبر بنایا ہے۔ ہم کسی خاطی کو راہ نما نہیں سمجھتے اس لئے اجتہاد ہمارے یہاں حرام ہے۔ لہٰذا ہم مجتہد پرستوں اور اُن کی اندھی یا بابصیرت تقلید کرنے والوں سے

معذرت خواہ ہیں اور اُن سب کو آئمہ معصومینؑ کے قائم کردہ مذہب شیعہ کی دعوت دیتے ہیں۔ ویسے لکم دینکم وَلِیَ دین ہم کسی کے مذہب پر معترض نہیں ہوتے۔ مجتہدین کو اس لئے معاف نہیں کرتے کہ وہ اسلام اور مذہب شیعہ میں شیعہ نقاب پہن کر تخریب کرتے ہیں۔

(ii) ڈھکو صاحب کی زبانی علامہ طبرسی کے مذہب شیعہ پر احسان ملاحظہ ہوں

۔''چنانچہ مفسر جلیل علامہ طبرسی قدس سرہ تفسیر مجمع البیان جلد اول صفحہ ۵۸۳۔۵۸۴ پر آیۂ مبارکہ ''لِلّٰہِ غیب السَّمٰوٰت والارض''۔کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

۔''میں نے بعض مشائخ کو دیکھا ہے جو کہ ظلم و زیادتی اور طعن و تشنیع کے عادی ہیں۔ اُنہوں نے اس مقام پر بھی شیعہ امامیہ پر ظلم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ علم غیب خدا کے ساتھ مختص ہے۔ اور اس سے رافضیوں کے نظریہ کی تردید ہو جاتی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ آئمہؑ علم غیب جانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اُس کی رافضیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو آئمہ اثنا عشر کی امامت کے قائل ہیں۔ اور انؑ کو آنحضرتؐ کے بعد تمام لوگوں سے افضل جانتے ہیں۔ کیوں کہ اُس شخص کا رویہ یہی ہے۔ کہ اپنی کتاب میں اکثر مقامات پر اُن کو اسی لب و لہجہ سے یاد کر کے اُن پر طعن و تشنیع کرتا ہے۔ اور تمام شنائع وقبائح کو اُن کی طرف منسوب کرتا ہے۔ حالانکہ ہمیں کوئی ایک شیعہ بھی ایسا معلوم نہیں جس نے کسی مخلوق کو عالم الغیب کہنے کی اجازت دی ہو۔ کیونکہ اس وصف (عالم الغیبی) کا مستحق وہ ہوتا ہے۔ جو تمام معلومات کو اپنے ذاتی علم کے ذریعہ جانتا ہو۔ نہ علم مستفاد کے ساتھ۔ اور یہ خدائے قدیم کی صفت ہے۔ جس کا علم بالذات ہے۔ اس وصف میں اُس کی کوئی بھی مخلوق شریک نہیں ہے۔ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ کوئی مخلوق اس وصف میں خدا کی شریک ہے۔ تو وہ ملت اسلام سے خارج ہے۔ جن اہل علم نے آئمہؑ کے بعض اخبار بالغیب نقل کئے ہیں۔ یہ سب جناب رسولؐ خدا سے حاصل کردہ ہیں۔ جن پر خداوند عالم اُن کو مطلع کرتا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل بے معنی ہے کہ جن علماء نے یہ واقعات درج کئے ہیں۔ وہ آئمہؑ کو عالم الغیب سمجھتے تھے۔ یہ تو اُن کو ایک کھلی ہوئی گالی دینا ہے اور اُن کو گمراہ قرار دینا بلکہ اُن کی تکفیر کرنا ہے۔ جسے کوئی بھی مذہب سے واقف شخص پسند نہیں کر سکتا۔ خدا اِس نسبت دینے والے اور ان علماء کے درمیان فیصلہ کرے گا''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۱۹۱)

(iii) علامہ طبرسی بہت گہری بات مگر سادگی سے کہہ گذرے ہیں

اُنہوں نے بظاہر شیعوں کے عقائد سے آئمہ اہلبیتؑ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کی ہے۔ لیکن آیت کے لفظی اور لغوی معنی میں علامہ طبرسی کے مشائخ کی تفسیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

۱۔ لِلّٰہِ غیبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی تمام آسمانوں اور زمینوں کا غیب اللہ کے لئے یا اللہ کی ملکیت (۱۱/۱۲۳)

ہے۔اسی نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

(۲/۲۸۴) ۲۔لِلّٰہِ مافی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ ۔جو کچھ تمام آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب اللہ کے لئے یا اللہ کی ملکیت ہے اور فرمایا کہ:۔

(۶۳/۷) ۳۔لِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وٰلکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَایَفْقَھُوْنَ ۔اللہ ہی کے لئے ہیں تمام آسمانوں اور زمینوں کے خزانے ۔مگر منافقین سمجھنے میں کوشش نہیں کرتے ۔

اس یتیم مفسر کولکھنا چاہئے تھا کہ ''لِلّٰہِ'' کہنے سے اگر تمام انسان متعلقہ چیز سے یکسر محروم ہوجاتے ہیں ۔تو آسمانوں اور زمینوں کی کسی چیز میں نہ کسی انسان کو حصہ ملنا چاہئے تھا نہ کسی کی کوئی ملکیت اور خرید وفروخت کا اختیار ہونا چاہئے تھا۔نہ زمین کے خزانوں میں سے کوئی خزانہ کسی انسان کو دیا جانا چاہئے تھا۔حالانکہ ایک کافر قارون کو بے شمار خزانے عطا فرمائے (۲۸/۷۶)اور ہرآدمی کو مافی السموت ومافی الارض کی ہر چیز کا مالک بھی بنایا اور فرمایا کہ:۔

(۶۳/۸) ۴۔لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ ۔ساری عزت اللہ ہی کی ملکیت یا اللہ ہی کے لئے ہے اور ساری عزت اللہ کے رسولؐ اور اللہ کے المومنین یعنی خاص مومنین کی ملکیت یا اُن کے ہی لئے ہے ۔لیکن منافقین کو حقیقتِ حال کا علم نہیں ہے۔ان آیات اور ہزاروں آیات کو سامنے لاکر اُس معترض کو علمائے شیعہ کی آن بان اور شان سے حیران کن قرآنی جواب دینا چاہئے تھا۔اس کی ہاں میں ہاں ملانے کی بجائے اُس سے کہنا چاہئے تھا کہ جس طرح اللہ نے پوری کائنات کا خالق ومالک ہوکر انسان کو اُس کی ترقی کے لئے اپنی صفات وصورت پر پیدا کیا۔ساری کائنات کو اُس کی خاطر پیدا کیا اور اُسے عروج کمال تک پہنچانے کے لئے ہر چیز میں سے حصہ دیا۔ اور اُسے اُس کے حصہ پر مالک ومختار بنایا۔بالکل اُسی طرح اور اُسی غرض سے اپنے علوم اور علم غیب کو حاصل کرنے اور تمام علوم اور علم غیب کا عالم بننے کے لئے محمد مصطفیٰ اور اہلبیت محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کو وسیلہؑ وواسطہ بنایا ہے۔فرق صرف اس قدر ہے کہ باقی علوم کا کچھ نہ کچھ حصہ اُس واسطے ووسیلےؑ کے بغیر بھی حاصل کرلینا ممکن کردیا ہے۔مگر علم غیب تک رسائی کی باقی تمام راہیں بند رکھی ہیں۔علم غیب کے حصول کے لئے اُس مقدسؑ ذریعہ کو اختیار کرنا قہری مجبوری بنادیا ہے۔چنانچہ اللہ نے قرآن کریم میں اُس کی تفصیل کو اس معجزانہ انداز میں بتایا ہے کہ منافق جب تک نفاق سے توبہ نہ کرلے اُس کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ:۔

۔''اللہ مکمل غیب کا عالم ہے چنانچہ اُسی مکمل غیب کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنے علم غیب کے مظاہرہ پرکسی کو

> عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا Oاِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَ مِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًا Oلِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّھِمْ وَاَحَاطَ بِمَالَدَیْھِمْ وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًاO(سورۃ الجن ۲۶ تا ۲۸/۷۲)

پورا قابو نہ دے۔مگر صرف اس طرح سے کہ اللہ ایک رسولؑ کو اپنی رضامندیوں کا مرکز بنائے اور پھر اُس رسولؐ کے آگے اور پیچھے (یعنی اُس رسولؐ سے پہلے والوں اوراس کے بعد آنے والوں کا) ایک ایسا ادارہ بنادے جو مسلسل تحقیق وترسیل کی نگرانی کے فرائض انجام دے (رصدگاہ) تاکہ اللہ کو ہر لحہ یہ علم فراہم رہے کہ اُس ادارہ کے افراد نے اپنے پروردگار کے علم غیب کے مظاہرہ کی صحیح اور بے خطا ترسیل کی ہے۔اوراللہ نے اُس کے تمام افراد کے پاس علم غیب میں سے جو کچھ بھی ہے اُس کا احاطہ اوراعدادوشمار کامکمل بندوبست کررکھاہے''۔

مگرمجتہدین اِن آیات کامطلب اس لئے نہ سمجھ سکے کہ وہ اپنے نظامِ نفاق کی بناپرقرآن کے الفاظ سے لُغوی یامصدری معنی اختیارنہیں کرتے۔بلکہ ہرلفظ کے کم ازکم دومعنی کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ جہاں مومنین اُنہیں پکڑنا چاہیں۔تو وہ دھوکہ دے کردوسرے سوراخ سے نکل جائیں اورکہہ دیں کہ جناب قرینۂ حالی اورمحمول مقالی اور بدہضمی میں جُگالی کی وجہ سے یہاں وہ نہیں بلکہ یہ معنی کرنا استبعادِعقلی اورجمع بین المتعارض کودرست کرتا ہے۔ورنہ علم ذات وبدذات وکرامات واجتہادات غلط ہوجاتے ہیں۔ان فریب کاروں کی یہ خودساختہ باتیں اُن کے منہ پر مارکرایک اور بات قرآن سے سُن لیں ہم ایک دفعہ پھراُن خبیثوں کا قرآنی حدوداربعہ پیش کریں گے۔

(IV) محمدؐ عِلم غیب میں بخیل وکنجوس نہیں ہیں وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (۸۱/۲۴)

یہ عنوان قرآن کریم کی آیت کا براہ راست اورلفظی ترجمہ ہے اورآج تک کسی کی یہ مجال نہیں ہوئی کہ اس آیت کا انکارکرسکے۔اسکے باوجود منافقین نے آنحضرتؐ کے لئے علم غیب کی نفی کرنا صحیح توحید اورصحیح اسلام کے لئے ضروری بنا کردکھادیا ہے۔اوراس بات کا اتناپروپیگنڈا کیاہے کہ بڑے بڑے علماء کویہ کہتے ہوئے خوف معلوم ہونے لگا۔کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کے عالم یاعَالِمُ الْغیب ہیں۔اللہ فرماتا ہے کہ آپؐ الغیب پرکنجوس وبخیل نہیں ہیں (وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ) مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا شرک ہے اسلام سے خارج کردیتاہے۔اوروہ ساری عمر یہ کہتے رہے ہیں اورآج بھی کہتے ہیں کہ:۔ فلاں شخص عالم ہے اورفلاں مجتہد اَعْلَم ہے۔

اورجب ان سے کہاجائے کہ جناب کسی کواَعْلَم کہنا توحقیقی معنی میں شرک ہے۔اِس لئے کہ اَعْلَم توصرف ایک ہی ہوسکتاہے۔تووہ نہایت مقدس انداز میں کہتے ہیں کہ ہم مجازی حیثیت سے انسانوں کوعالم یا اَعْلَم کہتے ہیں۔حقیقی طور پراللہ ہی اَعْلَم ہےاورجب اُن سے یہ کہاجائے کہ سرکاراسی طرح ہم محمدؐ مصطفیٰ کواگرعالم الغیب کہہ دیں توکیوں جائزنہیں ہے؟اب وہ کہتے ہیں کہ عَالِمُ الْغیب۔اُسی حالت میں کہاجاسکتاہے جبکہ غیب کی ہربات سے ہرحال میں واقفیت ثابت ہوجائے اورجس کو اللہ سے یاکسی اورذریعہ سے علم غیب حاصل ہواہو اُس کو عالم الغیب نہیں کہاجاسکتا ہے۔یعنی شیخ مفید نے کہا کہ:۔

۔’’جس کاعلم مستفاد ہونہ بالذّات اُس کے عالم کو عالم الغیب کہنا واضح البطلان ہے‘‘۔(اصول الشریعہ صفحہ۲۰۰)

یہ منافقانہ اور خودساختہ شرط ہے۔

اُن کا مطلب یہ ہے کہ:۔جس نے استفادہ کر کے علم غیب حاصل کیا ہو وہ عالم الغیب نہیں کہلا سکتا۔عالم الغیب صرف اسے کہیں گے جو ذاتی طور پر علم غیب رکھتا ہو۔

قارئین اُن سے کہہ دیں کہ تم عالم الغیب کہنے کی اس شرط یا دیگر شرائط کو قرآن وحدیث سے جب تک نہ دکھادو تم منافق ہو اور منافق اِن حقائق سے واقف ہو بھی جائے تو وہ ہرگز اقرار نہ کرے گا۔اور ہم قرآن وحدیث کی رو سے رسولؐ اللہ اور آئمہؑ اہلبیتؑ کو خدا کی طرف سے ملنے والے غیب کے علم کا عالم الغیب مانتے ہیں اور جو اس کا انکار کرے اُسے قرآن وحدیث وعقل کی رُو سے منکر ومنافق کہتے ہیں ہمارے نزدیک اور ساری دنیا کے نزدیک جزوی واقفیت رکھنے والے کو عالم کہا جاسکتا ہے اور کہا جاتا رہا ہے لہٰذا خدا کے سوا کوئی مخلوق مع محمدؐ وآل محمدؑ نہ ذاتی طور پر عالم ہیں نہ ہو سکتے تھے نہ وہ اس تمام علم سے آگاہ ہیں جو اللہ کو ہے۔اسی لئے آنخضرتؐ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انہیں علوم خداوندی ہمیشہ ملتے اور اُن کے علم میں روز افزوں اضافہ کرتے چلے جائیں گے۔اور جس قدر علوم اُن کو مل چکے یا مل چکیں آنخضرتؐ اُس قدر علوم اور علم غیب کے ہمیشہ عالم کہلائیں گے۔اور نوعِ انسان کو علم غیب پہنچائیں گے۔

(۷) علمائے مجتہدین کا نظام قرآن میں تبدیلی کئے بغیر نہیں چلتا

ہم اِس عنوان کو ثابت کر چکے ہیں۔اس سلسلے کا الفاظ ومعنی کا جدول ابھی فراموش نہ ہوا تھا کہ پھر اس عنوان کی ضرورت پڑ گئی۔لیکن اِس مرتبہ صرف ایک لفظ پر مجتہدین کی تحریف وتبدیل اور دو عملی دکھانا کافی ہوگا۔اور وہ لفظ بھی سابقہ جدول میں نمبر۶۰۔۶۱ پر واضح ہو چکا ہے۔یہاں صرف یہ دیکھنا ہے کہ ایک ہی لفظ ہے ایک ہی صورت ہے۔ایک ہی مصدر ہے۔اللہ نے ایک معنی کے لئے استعمال کیا ہے۔لیکن مجتہدین کے باطل مقاصد اور مصلحتیں اُسی ایک لفظ کو حسب ضرورت معنی بدل بدل کر پیش کرنا ضروری بنا دیتے ہیں۔چنانچہ علم غیب کے سلسلے میں اُن کا باطل مقصد واضح کرنا ضروری ہے۔

(۴) آنخضرتؐ سے علم غیب کی نفی کے لئے کتنی آیات کو بدلنا پڑا ؟

علم غیب کے ظہور والی آیت کا شیعہ ترجمہ ملاحظہ ہو:’’عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاO(۷۲/۲۶)

فرمان علی۔ ۱۔وہ ہی غیب دان ہے اور اپنی غیب کی بات ظاہر نہیں کرتا۔

مقبول احمد۔ ۲۔غیب کا جاننے والا وہی ہے پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

امداد حسین۔ ۳۔وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

اہل سنت کا ترجمہ۔

رفیع الدین۔ ۴۔وہ ہے جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو

اشرف علی۔ ۵۔غیب کا جاننے والا وہی ہے۔سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

شاہ عبدالقادر۔ ۶۔جاننے والا بھید کا سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی کسی کو۔

شاہ ولی اللہ۔ ۷۔داننده پنہاں است پس مطلع نمی سازد هیچ یک را۔

فتح محمد۔ ۸۔وہی غیب کی بات جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔

احمد رضا۔ ۹۔غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مُسلّط نہیں کرتا۔

قادیانی ترجمہ۔

محمود احمد۔ ۱۰۔غیب کا جاننے والا وہی ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا۔

یہ دس عدد ترجمے آپ کے سامنے ہیں یہاں آخری دو ترجموں کے علاوہ سب ہی نے اپنے اپنے مختلف المعنی الفاظ میں یہ بتانا چاہا ہے کہ اللہ اپنا علم غیب کسی کو نہیں بتاتا۔اُن میں پہلے اور آٹھویں ترجمہ میں لفظ ظاہر سے یہی مطلب پیش کیا ہے۔ چار حضرات نے لفظ مُطّلع کو بتانے کے معنی میں لکھا ہے۔وہ بھی ظاہر کی طرح عربی کے مستقل مصدر کا لفظ ہے اور یُظھِرُ کے ترجمے میں نہیں لایا جاسکتا تھا۔دو حضرات نے عربی کا مصدر خبر گڑھ دیا ہے۔گو آخری دونوں حضرات نے عربی کے الفاظ غالب اور مسلّط استعمال کئے ہیں مگر وہ حق سے بہت یا بالکل قریب پہنچے ہیں۔یعنی وہ یہ سمجھے ہیں کہ یہاں اللہ محض علم غیب بتانے یا نمایاں کرنے کی نفی نہیں کر رہا ہے۔بلکہ نفی کر ہی نہیں رہا ہے یہاں تو علم غیب پر کسی کا قابو یا زور چلنے کی نفی ہو رہی ہے۔یعنی علم غیب مکمل طور پر یا جزوی طور پر بزور بازو کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔بلکہ ایک طریقہ ہے جو اگلی آیت میں بتا دیا گیا ہے۔لہٰذا جن کے لئے اور جس طریقے سے حصول کی نفی کی گئی تھی۔اُن ہی کے لئے خدائی طریقہ کے ماتحت حصول ممکن کر دیا گیا۔یہ مفہوم جناب شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی اور محمود احمد صاحب کے سوا باقی آٹھ ترجموں سے غائب ہے اور وہ حق سے بہت دور ہیں۔ اب یہ دیکھئے کہ جہاں اپنی پسندیدہ اسکیم کا شبہ ہوتا گیا وہاں اُسی لفظ یُظھِرُ کے معنی تمام شیعہ سنی مترجمین نے غالب ہونے کے کر لئے ہیں تاکہ وہ دنیا کے تمام اہل مذاہب کو مٹا دیں۔

(ii) نظامِ اجتہاد کے اہل قلم قرآن کے الفاظ میں اپنے زیغ کی مشابہت تلاش کرتے ہیں

نزول قرآن کے دوران نظام اجتہاد کی پالیسی درحقیقت مارشل پالیسی تھی۔اور اُس زمانہ کے سب سے بڑے مُقنّن لوگوں نے آنحضرتؐ کے روبرو اسلام کو پھیلانے اور تمام دنیا کو طاقت کے ذریعہ زیر تسلط لے آنے کا منصوبہ واضح کر دیا تھا۔

جسے اللہ نے قتل عام، غارتگری اور پوری دنیا میں نسل انسانی اور کھیتی باڑی کی تباہی اور فساد کہہ کر زمین میں فساد پھیلانے کی پیش گوئی قرآن میں کر دی تھی (۲/۲۰۸-۲۰۴) جو لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ اُسی منصوبہ میں یہ مستقل تصور تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ زور بازو سے تمام مذاہب کو مٹا کر ساری دنیا میں اسلامی حکومت کا پرچم لہرائیں گے۔ اِسی تصور کے ماتحت عرب میں اسلام کو اختیار کیا گیا (۴/۹۴) تھا اور اسی تصور کی کثرت تھی جس نے ملکی و قومی حیثیت سے تعبیرات نبویؐ کے خلاف قرآن کی مجتہدانہ تعبیرات پر اجماع کر کے قرآن کو مہجور کر دیا تھا (۲۵/۳۰) اسی قوم کے راہنماؤں کا مفصل حال اور رسولؐ کے خلاف منصوبہ سازی قرآن میں ریکارڈ کی گئی ہے (۲۷ تا ۲۵/۲۹)

(iii) <u>مجتہدین آخر پکڑ لئے گئے۔ پورا منصوبہ سامنے آ گیا</u>

اللہ کا ایک ایسا بیان سنئے جسے قرآن میں تین مقامات پر ریکارڈ کیا گیا ہے۔

اول۔ هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَO(۶۱/۹)

دوم۔ هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَ<u>کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا</u>O(۴۸/۲۸)

سوم۔ هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَO(۹/۳۳)

قارئین نوٹ کریں کہ تینوں مقامات پر لفظ بلفظ ایک ہی بیان ہے۔ سوائے اس کے کہ دوسرے بیان کا آخری جملہ مختلف ہے اور بتاتا ہے کہ ان تینوں بیانات پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ یعنی اللہ کے علم میں ہے کہ وہ سب کچھ وقوع میں آ کر رہے گا جو بیان ہوا ہے جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے۔

۱۔ اُس میں آنحضرتؐ کا مکمل حق (الحق) والا دین لے کر آنا مذکور ہے۔

۲۔ اللہ کے مکمل دین (اَلدِّیۡن) کے ساتھ کچھ ہونا ہے۔

۳۔ اور جو کچھ مکمل دین کے ساتھ ہونا ہے وہ مشرکوں کی ناگواری کے باوجود ہو کر رہنا ہے۔

۴۔ اور جو کچھ ہونا ہے وہ لفظ یُظۡهِرَهٗ کے صحیح معنی کے سمجھنے پر منحصر ہے۔ اور مجتہدانہ تراجم دکھانا ہی مقصود ہے۔

(۱) مقبول احمد ۔ ''وہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُس کو تمام ادیان پر غالب کر دے گو مشرکوں کو برا لگے''۔

(۲) فرمان علی ۔ ''وہ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے اور تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکین براہی کیوں نہ مانیں''۔

(۳) امداد حسین ۔ ''وہ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے تمام دینوں پر غالب

کردے۔اگرچہ وہ مشرکوں کو ناخوش لگے''۔

(۴) رفیع الدین ۔''وہی ہے جس نے بھیجا رسولؐ اپنے کو ساتھ ہدایت کے اور دین حق کے تاکہ ظاہر کرے اُس کو اوپر دین سارے کے اگرچہ ناخوش رکھیں مشرک''۔

(۵) اشرف علی ۔''وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اُس دین کو تمام دینوں پر غالب کردے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں''۔

(۶) شاہ عبدالقادر ۔''وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسولؐ راہ کی سُوجھ لے کر اور سچا دین کہ اُس کو اُوپر کرے دینوں سے سب سے اور پڑے بُرا مانیں شرک کرنے والے''۔

(۷) شاہ ولی اللہ ۔''اُو اَست آنکه پیغامبرؐ خود را بهدایت و دین راست فرستاد تا غالب کندش برادیانِ همه آں اگر چه ناخوش دارند مشرکان''۔

(۸) فتح محمد ۔''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اُسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے''۔

(۹) شاہ احمد رضا خان ۔''وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے بُرا مانیں مشرک''۔

(۱۰) بشیر الدین محمود ۔''وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے۔تاکہ اُس کو تمام دینوں پر غالب کرے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں''۔

(۱۱) مودودی ۔''وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسے پُورے کے پُورے دین پر غالب کردے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو''۔(تفہیم جلد ۵ صفحہ ۴۷۷)

(۱۲) ہمارا ترجمہ ۔''وہی قابلِ فخر ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو مکمل اور انتہائی حق والے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ رسولؐ اللہ کو پورے مکمل دین کے مظاہرہ پر قابو عطا کردے۔خواہ اشترا کی منصوبے کے شرکا پر گراں ہی کیوں نہ گذرے''۔(۶۱/۹)

(IV) باقی دونوں آیات کے تراجم میں اِن مترجمین کا کیا حال ہے؟

جناب شاہ عبدالقادر صاحب باقی دونوں آیات (۴۸/۲۸ ، ۹/۳۳) میں بھی یظھر کا ترجمہ ۔''اوپر رکھے''۔ ۔''اوپر کرے''۔یعنی بالادستی کے معنی کرتے رہے ہیں اور کہیں بھی ۔''غالب''۔کرے استعمال نہیں کیا ہے۔ان کے علاوہ سب

نے دونوں جگہ۔ ''غالب کرے'' ۔معنی کئے ہیں ۔یعنی خود جناب رفیع الدین بھی اُسی رَو میں بہہ گئے ہیں۔اسی قسم کے نقائص کی بنا پر ہم نے اپنے عربی تعلیم کے نظام میں رفیع الدین صاحب کے ترجمہ کی سفارش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ترجمہ اور الفاظ کی رعایت کے لئے یہ ترجمہ پچاسی فیصد (85%) حق سے قریب ہے مگر باقی تمام شیعہ سنی تراجم سے بہتر ہے (12.1.1943)

(V) ہمارا موقف ثابت ہوا

جناب شاہ محمد احمد رضا خان صاحبؒ بریلوی نے علم الغیب والی آیت (۷۲/۲۶) میں۔ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ کا ترجمہ ۔''وہ اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا'' ۔کر کے تمام مترجمین کو غلط کاری کی طرف دھکیل دیا تھا۔ ہمارے اور اُن کے ترجموں سے یہ بات ثابت ہوگئی تھی کہ اللہ اپنے غیب کو کوئی بُری بات سمجھ کر ہمیشہ کے لئے چھپائے رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ سب سے پہلے اُس کا علم الغیب اُس ہستیؑ کو ملے جسے اُس نے برداشت اور تحمل کی انتہائی قوت عطا کی ہے اور پھر جس کو وہ ہستی اللہ کی مدد سے جس قابل بناتی جائے ،اُس کی برداشت کے مطابق اُس پر اللہ کے علم الغیب کو واضح کرتی جائے۔ اور یوں رفتہ رفتہ ، بتدریج سماوات اور ارض وغیرہ کے غیوب اور پوشیدہ خزانے نوع انسان کی ترقی میں کام آتے جائیں۔ایک کے بعد دوسرا غیب انسان کو بلند سے بلند تر کرتا جائے یہاں تک کہ دائرہ امکان کے اندر کی تمام ترقی انسان کے لئے عملاً مکمل ہو سکے۔اس ترقی کے عمل کو جس ہستیؑ کو سونپا ہے اُس کی پوزیشن اُن تمام مترجمین نے یہ مان لی ہے کہ آنحضرتؐ علم الغیب کی تعلیم دینے میں بخیل یا کنجوس نہیں ہیں۔البتہ نا اہل مجتہد ٹائپ لوگوں سے وہ صاف الفاظ میں کہہ دیں گے کہ تمہارے عقیدہ کے مطابق میں علم غیب سے بالکل واقف نہیں ہوں'' ۔اس قسم کے قرآنی اور احادیث کے بیانات کو یہ لوگ علم غیب کی نفی کے ثبوت میں استعمال کرتے رہے ہیں اور ہم ذرا دیر بعد ڈھکو صاحب کی پٹاری کا سامان دکھانے والے ہیں۔ یہاں تو یہ دیکھئے کہ مجتہدانہ ترجمہ اس لئے ہمارا ہمنوا ہوگیا کہ اُن کو ساری دنیا کے مذاہب کو مٹانے اور نوک نیزہ اور تلوار کی دھار پر لوگوں کو لوٹنے اور مسلمان بنانے کے جواز کی تلاش تھی چنانچہ دروغ گو را حافظہ نہ باشد والے اصول پر یُظْهِرُ کے صحیح معنی کر گئے۔

(VI) مجتہدین کا مارشل منصوبہ اور ادیان عالم کی پوزیشن

علم الغیب والی آیت (۷۲/۲۶) میں ہم نے جو ترجمہ یا مفہوم پیش کیا ہے وہاں ہم نے آیت کے الفاظ سے ادارہ نبوتؑ و امامتؑ سمجھا ہے اور اسی کو رصد گاہ سے مراد لیا ہے۔عموماً سادہ لوح لوگ یہاں یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے آگے اور پیچھے رصد لگا کر آنحضرتؐ پر پہرا بٹھا دیا ہے۔اگر یہ پہرا یا رسولؐ اللہ کی کسی گڑبڑ کی نگرانی ہوتی تو آگے پیچھے سے کام نہ چلتا بلکہ داہنے بائیں بھی پہرہ ہوتا۔سر کے اُوپر بھی نگرانی ضروری تھی اور دل و دماغ پر بھی پہرہ لازم تھا پھر جو افراد نگرانی پر لگائے جاتے اُن کو آنحضرتؐ سے زیادہ قابل اعتماد ہونا چاہئے تھا۔بہر حال یہ اور اس قسم کے دوسرے خیالات کا فرانہ ذہنیت کی پیداوار تو ہو سکتے

ہیں لیکن معرفت محمدؐ وآل محمدؐ رکھنے والے تو ایسے تصور سے بھی لرز جائیں گے۔ بات وہی ہے جو ہم نے اپنے ترجمے میں لکھی ہے۔ کہ یہ حضرت آدمؑ سے لے کر امامؑ زمانہ تک پھیلنے والا ادارۂ نبوتؐ وامامتؐ ہے اس ادارہ کو ہر لحہ علوم خداوندی ملتے رہیں گے اور کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اور علم غیب کسی ڈراونی، بھیانک یا مصیبت کا نام نہیں ہے۔ ہر علم کا ایک پہلو علم غیب سے وابستہ ہوتا ہے ہر تحقیق علم غیب سے پردہ کشائی کرتی ہے۔ ہر وہ بات علم غیب میں داخل ہے جو انسانی کوشش اور سوجھ بوجھ اور تجربہ کی گرفت میں نہ آئے اور بلا ادارۂ نبوتؐ اور امامتؑ کے توسط سے معلوم نہ ہو سکے۔ رہ گئے منافقین ان کو **لا یفقھون و لا یعلمون** کے لقب کے ساتھ لاحول کی طاقت سے دور کر دیا کرو۔

مجتہدین نے علامہ مودودی سے پہلے پہلے یعنی تیرہ سو سال تک **یُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ** سے اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور اہل مذاہب مراد لئے تھے اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ:۔

۔''محمد مصطفیٰ ایک صحیح دین لے کر آئے تھے۔ اور باقی ادیان باطل تھے۔ لہٰذا آنحضرتؐ اُن تمام باطل مذاہب اور اہل مذاہب کو مار پیٹ کر اور تبلیغ سے ختم کر دیں گے۔ اور صرف اسلام دین رہ جائے گا۔ لیکن آیت میں الدین ہے الادیان نہیں تھا۔ پھر اُن لوگوں نے یہ بھی نہ دیکھا **علی الدین کلہٖ** میں یہ (ہٖ) کس واحد مذکر غائب کی ضمیر ہے؟ مودودی صاحب کی چونکہ کافی پٹائی ہو چکی ہے۔ اس لئے اب وہ تمام مترجمین کے خلاف بھی ترجمہ کرنے لگے ہیں۔ اسی لئے اُنھوں نے **علی الدین کلہ** سے پورا دینِ اسلام ہی مراد لیا ہے اور باقی دونوں آیات (۴۸/۲۸ اور ۹/۳۳) میں ذرا اور بہتر الفاظ لکھے ہیں یعنی:۔

''**یظهره علی الدین کله** اُس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے''۔ (تفہیم صفحہ ۱۹۰ جلد ۲) (تفہیم صفحہ ۶۲ جلد ۵)

مولانا مودودی نے بہت سے حقائق کو دباؤ کی وجہ سے قبول کرنا شروع کر دیا ہے۔ ورنہ اُن کے مسلک کے مجتہدین تو آج کل ایک اور اسلام تیار کر رہے ہیں۔ جو ہر زمانہ سے بدتر ہے۔

<u>(۵) علمِ غیب کا منافقانہ اقرار یا بڑے انکار کے لئے چھوٹا اقرار</u>

(i) ہم نے عرض کیا تھا کہ ہم ذرا دیر بعد ڈھکو صاحب کی پٹاری کا سامان پیش کریں گے لہٰذا مسٹر ڈھکو نے قرآن سے کچھ آیات اس لئے لکھی تھیں کہ آنحضرتؐ سے علم غیب کی نفی کی جائے۔ وہ سب آیات لکھنے اور اپنا کفر و نفاق ثابت کر چکنے کے بعد یہ خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ جماعت شیعہ خفا ہو جائے اور روٹی اور روزی کے لالے پڑ جائیں۔ اس لئے شیعوں کو دھوکا دینے کے لئے ایک عنوان قائم کیا ہے کہ:۔

۔''اظہار حقیقت در ردِّ وھابیت''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۱۹۴)

دیکھا آپ نے؟ جن آیات سے انکار غیب کیا تھا۔ اگر اُن کو اُسی طرح مان لیا جائے جس طرح لکھی گئی ہیں تو اُن سے

وہابیت کا عقیدہ ثابت ہوجاتا ہے۔لہٰذا اِس عنوان میں ڈھکو صاحب یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ آنحضرتؐ اورآئمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم سے علم غیب کی نفی تو ضرور کریں گے۔مگر وہ وہابی نہیں ہیں نہ وہ وہابیت کی تبلیغ کرر ہے ہیں۔اس سلسلے میں اس دروغ گو کا بیان ذرا ہوشمندی سے سنیں۔

(ii) مذہب شیعہ میں وہابیت کا پیوند کیسے لگایا جاتا ہے ڈھکو سے سیکھیں

''ایک ظاہر بین انسان اِن آیاتِ قرآنیہ کو دیکھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ سوائے خدا کے علم غیب کسی مخلوق کے پاس نہیں ہے۔ نہ ذاتی۔نہ وہبی نہ کسبی۔مگر ایسے لوگوں پر جو صرف بعض مجمل آیات کو دیکھتے ہوئے دوسری مفصل آیات سے صرفِ نظر کرکے ایک نظریہ قائم کرلیتے ہیں (یہاں ایک شعر لکھنے کے بعد مسلسل لکھا کہا کہ) لیکن محقق انسان کی یہ شان ہوتی ہے۔کہ وہ کسی مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر غائیرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد کوئی نظریہ قائم کرتا ہے''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۱۹۴ مطبع ثنائی برقی پریس سرگودھا)

ایک فریب: سوال یہ ہے کہ آپ نے یہ تمام مجمل آیات لکھی کیوں ہیں ؟اور کیوں عوام الناس کو ایک غلط عقیدہ اختیار کرلینے کا موقع دیا ہے؟اور جب مخلوق کے لئے ہر قسم کا علم غیب ناجائز نہیں ہے۔تو تم محمدؐ وآل محمدؐ کے پیچھے ہاتھ دھوکر کیوں پڑے ہو؟ کیوں نہیں مان لیتے کہ ذاتی علم غیب کے علاوہ باقی ہر قسم کا علم غیب اُن کو حاصل ہے؟۔

(iii) ڈھکو مسلمان ہونے یا بننے کی کوشش کرتا ہے

مندرجہ بالا اقراری تمہید کے بعد مسلسل لکھتے ہیں کہ۔''بنابریں اس مسئلہ (علم غیب) کے متعلق مندرجہ ذیل دوآیات مبارکہ دیکھنے کے بعد یہ حقیقت آشکار ہوجاتی ہے کہ یہ بزرگوار بتعلیم اللہ وھبی ولدنی طور پر بعض غیوب کا علم رکھتے ہیں''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۱۹۴)۔

دوسرا فریب: اس قدر خوشامدانہ باتوں اور دھوم دھام کے بعد اور اللہ کی تعلیم اور وہبی ولدنی کی شرطیں لگا کر جو کچھ علم غیب محمدؐ آلِ محمدؐ کو دینا چاہا ہے وہ یہ ہے۔**''یہ بزرگوار بعض غیوب کا علم رکھتے ہیں''۔**

اس وہابی سے معلوم کرنا چاہئے کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا شخص گذرا ہے جسے بعض غیوب کا علم نہ تھا؟تم نے تو خود ہی نقل کیا ہے کہ علامہ مجلسی نے اِن ہی شرائط کے ساتھ اعلان کیا ہے۔

۔''ہم بھی بہت سے امورِ غیبیہ کو جانتے ہیں''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۲۰۰)

قارئین بتائیں کہ ان دونوں جملوں میں سے کس جملہ میں علم غیب کی مقدار زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

۱۔آئمہؑ کے لئے علم غیب کا اقرار۔یہ بزرگوار بعض غیوب کا علم رکھتے ہیں؟

۲۔علما کے لئے علم غیب کا اقرار۔ہم بھی بہت سے امورِ غیبیہ کو جانتے ہیں؟

(IV) آیات سے علمِ غیب کا انکار اور آیات ہی سے اقرار یعنی قرآن میں تضاد و اختلاف موجود ہے

مسٹر ڈھکو نے ابھی ابھی اور اسی صفحہ ایک سو چورانوے (صفحہ ۱۹۴) پر علمِ غیب کی نفی کے لئے دس عدد آیات نمبر دے کر لکھی تھیں جنہیں ابھی ابھی اور اِسی صفحہ ۱۹۴ پر مجمل قرار دیا ہے۔ اور اب وہ فریب ساز اُن دس آیات کے خلاف دو آیتیں لکھ کر دکھائے گا کہ محمدؐ اور اُن کے جانشین امامؑ۔ ''بعض غیوب کا علم رکھتے ہیں''۔ وہ حضرات علم رکھتے تھے یا نہیں اس سے نظر ہٹا کر قارئین یہ تو فوراً نوٹ کر لیں کہ مجتہدین کا یہ ٹولہ غیر محسوس انداز میں قرآن کے اندر اختلاف اور تضاد ثابت کرتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ قرآن میں اس لئے اختلاف نہیں ہے کہ یہ خدا کی نازل کردہ کتاب ہے (۴/۸۲)

لَوْ کَانَ مِن عِند غیر اللّٰہ لَوَ جَدُو افِیہ اختلافاً کثیراًO (۴/۸۲)

اگر یہ غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف اُن کو ملتا (۴/۸۲)

مومنین کو اختلاف ملے یا نہ ملے مگر نظام اجتہاد اور مجتہدین کا اولین اصول ہی یہ ہے کہ آیات متشابہات آیات محکمات سے مختلف ہیں۔ اور وہ تمام آیات جو مجمل ہیں اُن آیات سے مختلف ہیں جو آیات مفصل ہیں۔ مقید احکام والی آیات بے لگام آیات کے مخالف ہیں۔ عام آیتیں خاص آیتوں کے خلاف ہیں۔ مدنی آیات مکّی آیات کے مقابلہ میں مختلف ہیں۔ قارئین نوٹ فرمائیں کہ مجتہدین نے احادیث اور آیات کی مختلف قسمیں اسی مقصد سے بنائی تھیں کہ قرآن و حدیث کی کمر توڑ کر رکھ دی جائے۔

(V) محمدؐ و آلِ محمدؐ کو عالم الغیب بنانے والی آیات منافقانہ انداز میں

مسٹر ڈھکو کا وہ انداز ملاحظہ فرمائیں جس کے سایہ میں وہ قرآن پیش کرتے ہیں۔ ''ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَا کان اللّٰہ لیطلعکم عَلَی الغیب وَلٰکِنَّ اللّٰہ یجتبی من رسلہٖ من یشاء (پ۴ س آل عمران ع ۹)

مگر (ہاں) خدا اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے (غیب کے بتانے کے واسطے) چن لیتا ہے۔ مرحوم ملا محسن فیض کاشانی اپنی تفسیر صافی صفحہ ۹۸ پر اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

۔''ما کان اللّٰہِ لیطلعکم عَلَی الغیب لیؤتی احدکم علم الغیب فیطلع عَلٰی مافی القلوب من اخلاص ونفاق ولکن اللّٰہ یَجْتَبِیُ من رسلہ من یشاء فیوحی اِلَیْہِ ویخبرہ ببعض المغیبات''۔

شیخ الطائفہ نے تبیان ج ۴ صفحہ ۶۳ پر اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔ **ولکن اللّٰہ اجتبیٰ رسولہ باعلامہ کثیرًا من المعیبات ۔** یعنی خدا اپنے بعض رسولوںؑ کو منتخب کر کے اُن کو بہت سے غائب امور پر مطلع کر دیتا ہے''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۱۹۴۔۱۹۵)

(VI) پہلے ڈھکو کی خیانت اور بدتمیزی و بے ادبی

ابتداء میں ہم یہ نوٹ کراتے رہے ہیں کہ یہ منافق اپنی تصنیفات میں اکثر و بیشتر محمدؐ و آلِ محمدؐ اور دیگر انبیاءؑ کے نام

یاالقاب لکھتا ہے۔مگر صلوٰت وسلام اوراحترام کے نشانات (صادؐ ۔عینؑ) نہیں لکھتا۔رفتہ رفتہ ہم نے دیکھا کہ یہ اتفاق نہیں بلکہ اس کی عادت ہے۔اوراُس کی کتابوں کے قاری بھی ہماری طرح نوٹ کرتے رہے ہوں گے۔اس لئے ہم نے خود ہی احترام کے لئے اُس کی چھوڑی عبارت پرعین اور صاد وغیرہ لکھتے رہنا طے کرلیا۔اس عنوان میں ایک دفعہ پھر قارئین کو متوجہ کرتے ہیں۔ کہ یہ بدبخت حضرت علامہ محسن فیض کاشانی کے لئے نہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے نہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے۔نہ قدس اللہ سرہ یا نور اللہ مرقدہ لکھتا ہے۔نہ اعلی اللہ مقامہ اسے پسند ہے حالانکہ وہ اپنے گمراہ کن گروہ کے ناموں کو بڑے احترام وادب سے لکھنے کا عادی ہے۔چونکہ اُس کے استادالاساتید جناب غفورا نے علامہ موصوف رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیا ہے۔اس لئے یہ غفوری اُن کا ادب واحترام کیوں کرے؟اوراسی بنا پر اُن کی تفسیر سے حوالہ لکھ کر اُس کا ترجمہ کرنا ضروری نہ سمجھا کہ کہیں اجتہاد پر زد وضرب نہ پڑ جائے۔اس کے ساتھ ہی کئی جگہ لفظ رسولوںؑ اور پیغمبرؑوں لکھتا ہے۔مگر احترام کا خیال تک نہیں کرتا اوراُس کا یہ طریقہ اس کی ہر کتاب کے ہر صفحہ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(VII) جن کے دلوں میں نفاق یا اجتہاد پوشیدہ ہواُن کو علم غیب نہیں دیا جاتا

جناب محسن کاشانی رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے عربی کی عبارت لکھ کراس کا ترجمہ یا مفہوم اس لئے نہیں لکھا تھا کہ وہاں علامہ موصوفؒ نے علم غیب ملنے کا ایک ایسا اصول لکھ دیا ہے جس سے غیب نہ ملنے کا سبب اجتہاد یا نفاق بتایا ہے۔ترجمہ سُنئے :۔

۔''اللہ عوام الناس کواس لئے علم غیب پر مطلع نہیں کرتا کہ اُن میں خلوص اور نفاق دونوں ہوتے ہیں لہٰذا اللہ علم غیب عطا کرنے کے لئے رسوؑلوں کو اختیار کرتا ہے۔اوروحی کے ذریعہ سے یہ بتادیتا ہے کہ فلاں فلاں اور فلاں کو بعض غیب کی باتیں اپنے طریقہ پر بتادیں۔اورفلاں فلاں کو نہ بتائیں''۔۔۔۔۔۔مطلب یہ ہے کہ یہ مجتہدین عوام الناس کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ورنہ ہر رسولؑ اطمینان سے غیب پر مطلع کیا کرتا۔اور چونکہ ہر رسولؑ مجتہدین سے غیب کی باتیں پوشیدہ رکھتا ہے۔ اس لئے یہ مجتہدین اپنے ذاتی تجربہ سے یہ کہتے ہیں کہ رسولؑ غیب یا علم غیب سے بے خبر ہوتا ہے۔

(VIII) محمدؐ وآلؑ محمدؐ کو عالم الغیب بنانے والی دوسری آیت منافقانہ انداز میں

ہم پہلی آیت (۳/۱۷۹) پوری لکھیں گے تاکہ تمام خیانت کار اور غلط مفہوم اخذ کرنے والے علماء ومجتہدین پر محاسبہ کا دروازہ کھول دیں۔ یہاں اتنا اورسُن لیں کہ ڈھکو نے جب اپنے شیخ الطائفہ کا حوالہ دیا تو آیت کو یوں بگاڑا ہوا دکھایا کہ اُس شیخ نے **ولکن اللّٰہ یَجتَبی مِنْ رُّسُلِہٖ** کی جگہ **ولکن اللّٰہ اجتبیٰ رسولہ** لکھا ہے۔یعنی اللہ اپنے رسولوںؑ کو اختیار کرتا ہے کی جگہ اللہ اپنے رسولؐ کو۔یعنی جمع کو واحد میں بدل کر تمام رسولوںؑ سے نفی کرکے ایک ہی رسولؐ بنادیا ہے۔اب ڈھکو صاحب کا نیا

بیان اور دوسری آیت ملاحظہ ہو۔'' ارشاد قدرت ہے۔ عالم الغیب فلایظهر علٰی غیبه اَحَدًا اِلَّامن ارتضیٰ من رسول الایة (پ۲۹س جن ع ۱۱) وہی غیب دان ہے۔ اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس پیغمبرؑ کو پسند فرمائے (ترجمہ فرمان) جناب امین الاسلام طبرسی مجمع البیان ج صفحہ ۵۴۱ پر اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''یعنی خدا اپنے غیب پر اپنے بندوں میں سے کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ پھر استثنا کرتے ہوئے فرمایا۔ ہاں مگر جسے رسالتؑ کے لئے منتخب کرلے۔ کیوں کہ اُن کے لئے غیب کی خبر دینا اُن کے لئے معجزہ ہوتا ہے۔ جس سے اُن کی نبوت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جسے خدا نبوّت کے لئے منتخب کرتا ہے۔ اُسے حسب مصلحت بعض غیوب پر مطلع کر دیتا ہے''۔ (مسلسل لکھتے ہیں کہ)

فلایظهر علٰی غیبهٖ احداً۔ ای لایطلع علی الغیب احداً من عبادهٖ ثُمَّ استثنٰی فقال الا من ارتضٰی من رسولٍ یعنی الرسل فانه یستدل عَلٰی نبوتهم بان یخبر وابالغیب لتکون آیة معجزة لهم ومَعْناه ان من ارتضاه واختاره للنبوة فانه یطلع علی ماشاء من غیبهٖ علی حسب مایراه من المصلحة۔

آیت وہی (۲۶۔۲۷/۷۲) بیان دوسرا

(دوم)۔'' جناب شیخ الطائفہ تفسیر تبیان جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۸ پر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

۔''الا من رسول فانه ربما اطلعه علٰی ماغاب عن غیر ہ من الخلائق بان یُوحٰی اِلَیْهم بماشاء من الغیب''۔ یعنی خدا عالم الغیب ہے۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اپنے رسولوںؑ میں سے جسے چاہے۔ کیوں کہ اُن کو بسا اوقات بذریعہ وحی بعض ایسے امور پر مطلع کر دیتا ہے جو دوسری مخلوق سے پوشیدہ ہوتے ہیں''۔ (مسلسل لکھتے ہیں کہ)

وہی آیت (۲۶۔۲۷/۷۲) تیسرا بیان

(سوم) تفسیر صافی صفحہ ۵۱۴ پر اس آیت مبارکہ کی تفسیر بحوالہ الخرائج والجرائح حضرت امام رضاؑ سے یوں مروی ہے فرمایا فرسولُ اللّٰه مرتضٰیٰ ونحن ورثة ذلک الرسولُ الذی اطلعه اللّٰه عَلٰی مایشاء من غیبه فَعَلَّمْنَا ماکان ومایکون الی یوم القیامة۔'' پس جناب رسولؐ خدا من جانب اللہ مرتضٰی ومنتخب ہیں۔ اور ہم اُس رسولؐ کے وارث علم ہیں۔ جس کو خدا نے حسب مشیت اپنے بعض غیوب پر مطلع کیا ہے۔ اس لئے ہم ماکان ومایکون کا علم رکھتے ہیں''۔ مسلسل لکھتے ہیں کہ:۔

تینوں بیانات کا ڈھکوی نتیجہ:'' **ان حقائق** کی روشنی میں ثابت ہوگیا کہ انبیاء وآئمہ علیہم السلام **باعلام اللہ** **بعض غیوب** پر ضرور مطلع ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُن کو عالم الغیب کہنا صحیح ہے''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۱۹۵)

(۶) علم غیب کے تمام چھوٹے بڑے اقرار وانکار پر مومنانہ نگاہ۔ڈھکو کا مستقبل تباہ

ہمارے قارئین نے صبر آزما طریقہ پر حضرت ڈھکو کے اختیار کردہ اور پسندیدہ تین علماء کے تین بیانات پڑھے۔ اورایک دفعہ ہماری درخواست پر تینوں علماء کی عربی عبارت لفظ بلفظ ٹھہر ٹھہر کر دیکھنا واجب ہے۔لہٰذا آپ تینوں علماء کی عربی عبارتوں کو خود بھی دیکھیں اور جولوگ موجود ہوں انہیں بھی اپنے ساتھ شامل کر کے تینوں جگہ یہ تلاش کریں کہ کہیں اُن علماء نے اپنے بیان میں لفظ''بعض'' لکھا ہے؟؟؟

دوسری نگاہ۔ پھر مسٹر ڈھکو کا ترجمہ تینوں جگہ دیکھیں تو آپ کو یہ لکھا ہوا ملے گا کہ:۔

۱۔''حسب مصلحت بعض غیوب پر مطلع کردیتا ہے''۔

۲۔''بسا اوقات بذریعہ وحی بعض ایسے امور پر مطلع کردیتا ہے''۔

۳۔''اپنے بعض غیوب پر مطلع کیا ہے''۔یہی کچھ تینوں بیانات کے نتیجے میں لکھا کہ:۔

۴۔''بعض غیوب پر ضرور مطلع ہوتے ہیں''۔

ڈھکو جیسے جھوٹے اورفریب ساز شخص کی باتوں کا اعتبار واعتماد عقلمند لوگ ہرگز نہیں کرتے جو مخالف علماء کے بیانات کو اپنی باطل غرض کے لئے تبدیل کرے۔قرآن کے صحیح معنی نہ کرے۔احادیث میں ردّ و انکار کے لئے دوہرے دوہرے مکر کرے۔

تیسری نگاہ۔جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ابلیس کا یہ چہیتا قرآن وحدیث میں بھی تبدیلی اورتحریف کے بغیر بات نہیں کرتا۔ اُس کی یہی عادت آخری بیان کی حدیث کے ترجمے میں ثابت ہے۔اوراُس کی یہ چوری حدیث کے الفاظ اور معنی کی صورت میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ہم یہاں وہ حدیث دوبارہ لکھتے ہیں۔اور ہر جملہ کو الگ الگ نمبر دے کر لکھتے ہیں۔تاکہ تفتیش سہل ہوجائے۔ ۱۔''**فرسول الله مرتضٰی**''۔چنانچہ جناب رسولؐ اللہ علم غیب کے معیار پر رضائے خداوندی کے حامل ہیں۔

۲۔''**ونحن ورثة ذلک الرسوؐل ۔ الذی اطلّعهُ الله علی مایشاء من غیبه**'' ۔ اورہم اس رسولؐ کی وراثت کے حامل ہیں۔جس کو اللہ نے جتنا چاہا اپنے علم غیب پر مطلع کیا۔

۳۔''**فَعَلَّمَنَا مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ اِلٰی یوم القیامة**''۔ چنانچہ ہمیں جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہوگا یا ہورہا ہے کی تعلیم دی گئی ہے۔(فرمان امام رضا علیہ السلام)۔

اس حق پوش نے اس حدیث کے ترجمہ میں ابلیس کے اشارہ یا وحی سے علم غیب کی مقدار میں خیانت کر کے کمی کی غرض سے لفظ''بعض''۔اپنے گھر سے داخل کیا۔۲۔پھر مرتضٰی کے معنی کو بگاڑنے کے لئے لفظ''منتخب''۔کا اضافہ کیا جو خود عربی کا لفظ ہے۔اوراردو میں بھی مشہور ہے۔۳۔پھر اُس نے لفظ''یشاء''۔کو مشیت میں بدلا اور حقیقی مقصد کو چھپانے کے لئے لفظ یشاء

اور مشیت کا ترجمہ بھی نہ کیا تاکہ عوام الناس فضائل محمدؐ وآلِ محمدؐ کی شان نہ دیکھ لیں ۔۴۔ پھر اُس نے ۔''مرتضٰی''۔ کو بھی بلا ترجمہ چھوڑ دیا تاکہ یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ مرتضٰی اُسے کہتے ہیں جو اللہ کی تمام رضا اور خوشنودی کا مجسمہ یا مرکز ہو۔۵۔ پھر اُس نے حدیث کے لفظ ۔''عَـلَّمُنَا''۔ ا۔ کا ذکر تک نہ کیا کہ کہیں یہ ثابت نہ ہو جائے کہ آئمہ اہلبیت علیہم السلام کو حادثاتی اور اتفاقی طور پر علم غیب نہیں بتایا جاتا تھا بلکہ علم الغیب پر باقاعدہ اُن کو تعلیم و تربیت دی گئی تھی ۔یعنی انہیں علم غیب کی اطلاع نہیں بلکہ علم الغیب کا علم عطا کیا تھا۔ یعنی انہیں خدا نے خود اپنے علم غیب کی تعلیم دے کر عالم الغیب بنایا تھا۔ اگر ڈھکو نے پوری حدیث کا غلط ترجمہ نہ کیا ہوتا، اگر وہ لفظ عَلَّمُنَا کا صحیح ترجمہ یعنی اللہ نے ہمیں علم غیب کی تعلیم دی ہے لکھ دیتا تو اسے یہ چیلنج کرنے کا موقعہ نہ ملتا کہ:۔

(الف)۔ ''مگر پھر بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انؑ کو عالم الغیب کہنا صحیح ہے''۔ اور یہ چیلنج کیسے ممکن ہوتا کہ:۔

(ب)۔ ''اگر مدعیانِ اثباتِ غیب میں جرأت ہے تو کوئی ایک ہی ایسی مستند روایت پیش کر دیں جس میں نبی علیہ السلام یا امامؑ عالی مقام پر عالم الغیب ہونے کا اطلاق کیا گیا ہو تاکہ ہمیشہ کے لئے یہ قیل وقال ختم ہو جائے۔

لَا یَاتُوْنَ بِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (۱۷/۸۸)

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں''۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۲۰۴ مطبع ثنائی برقی پریس سرگودھا)

(ج) ہم ڈھکو کا چیلنج توڑ چکے ہیں

قارئین اور ڈھکو صاحب! غور فرمائیں! کہ جس حدیث کا ترجمہ غلط کیا گیا ۔جس کے کلیدی الفاظ ۔ ا۔ ما کان ۔۲۔ وما یکون ۔اور۔۳۔ علمنا کو چھپایا گیا۔ وہ یقیناً مُستند حدیث ہے ورنہ ڈھکو نہ تو اُسے پیش کرتے اور نہ خوف کے مارے اُس میں چارسو بیسی کرتے ۔لہٰذا محمدؐ وآلِ محمدؐ کی معجزانہ قوت نے وہ مستند روایت خود تمہارے ہاتھ تمہاری کتاب میں لکھوا دی ہے۔ جو تم شیعہ مومنین سے بطور چیلنج طلب کر رہے ہو۔ سُنو! اُسی حدیث میں آئمہ اہلبیت علیہم السلام عالم الغیب ہیں اور اُنہیں اللہ نے قیامت تک جو کچھ ہونا تھا سب کا عالم الغیب بنایا ہے۔ اور تمہارے چیلنج کی دھجیاں تمہاری کتاب کے قبرستان میں دفن ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تم واقعی اپنے مخالفین کی کمزوریوں سے واقف ہو اور انہیں خوب بے وقوف بنا رہے ہو۔ مگر تمہیں یہ اُمید نہ تھی کہ ہم تمہارے خلاف قلم اُٹھائیں گے۔

۲۔ ڈھکو صاحب نے اپنے غلط اور پٹے ہوئے چیلنج کو آیت کے الفاظ میں بھی لکھا ہے مگر اُس شخص کی بدقسمتی کہ اُس نے قرآن نہ کھولا اور آیت کو غلط لکھ دیا۔ یعنی آیت میں لایاتون به نہیں ہے۔ بلکہ لایاتون بمثله (۱۷/۸۸) ہے۔ کبھی قرآن کھولنے کا موقعہ ملے تو وہ خود تصدیق کر لے۔

(۷) علم غیب ملنے کی پہلی پیش کردہ آیت کو ہمیشہ غلط سمجھا گیا ہے

ہم سورہ آلِ عمرانؑ کی وہ آیت (۳/۱۷۹) یہاں پوری لکھتے ہیں تا کہ آیت کا صحیح مفہوم سمجھنے میں قارئین کو مدد ملے۔اور یہ غلط فہمی دُور ہو جائے کہ وہ آیت، اللہ کے علم الغیب عطا کرنے کا عام قاعدہ ہے۔ بلکہ یہ آیت جس زمانہ میں تلاوت کی گئی وہ بڑا خطرناک دور تھا۔ رسولؐ کو اقتدار کی راہ سے ہٹانے کا انتظام زوروں پر تھا۔ مدینہ میں آئے ہوئے دس سال کے قریب ہو چکے تھے۔ رسولؐ اللہ کو زہر دے کر فارغ کرنے اور خونی انقلاب رُونما ہونے میں تھوڑا ہی عرصہ باقی تھا۔ مسلمانوں کی کثرت ایسی تھی کہ جس نے قرآن کے خلاف ایک ایسا اسلام اختیار کر رکھا تھا۔ کہ جس میں اللہ، رسولؐ اور قرآن اور سابقہ کتب کے صرف نام اور لیبل باقی تھے۔ ورنہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے ایک جداگانہ اللہ، رسولؐ، قرآن اور مذہب تیار کر لیا تھا۔ اور اس زور شور کے ساتھ اُس اجتہادی اسلام کی تبلیغ ہو رہی تھی اور نت نئے عقلی اور عمرانی دلائل پیش کئے جا رہے تھے۔ کہ مسلمان دِن میں کئی کئی بار ایمان و کفر و توبہ سے دوچار ہو رہے تھے قرآن ایسے مومنین کو کہہ رہا تھا کہ تم اللہ رسولؐ قرآن اور سابقہ تعلیمات الٰہیہ کے مطابق ایمان لاؤ۔ یہ قصہ آپ سورہ نساء میں ملاحظہ فرمائیں (۴/۱۳۶۔۱۳۷) اِن مومنین کے ساتھ ہی وہاں منافقین الگ سے موجود تھے۔ جو اجتہادی تعلیم کی نگرانی کرتے تھے اور مسلمانوں کو نیا دین دے کر واپس جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن انقلاب کو اپنے حق میں دیکھ کر واپس جانا منسوخ کر دیا تھا۔ قرآن اُن کے ذکر سے بھرا پڑا ہے یہی لوگ تھے جنہوں نے اللہ سے رسولؐ کو جدا کر کے ایک خالص توحید کا درمیانی اسلام جاری کیا تھا۔ جس میں رسولؐ کی بشریت داخل نہ تھی (۴/۱۵۰) رسولؐ اور اللہ کے احکام میں خیانت اور سرتابی عام تھی (۸/۲۷) اپنے مقدمات جمہوری عدالت یعنی طاغوت کے پاس لے جاتے تھے (۴/۶۰) کھل کر رسولؐ کے ساتھ حکومت و اقتدار میں حصہ اور نمائندگی کا مطالبہ ہو رہا تھا (۳/۱۵۴) یہ صورت حال تھی کہ اللہ نے مذکورہ علم غیب والی آیت تلاوت کرنے کا حکم دیا۔ اور وعدہ فرمایا کہ:۔

> مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (سورہ آل عمران ۳/۱۷۹)

وہ ہرگز مومنین کو اس بدترین اور مخلوط صورت حال میں نہ چھوڑے گا جو اس آیت کی تلاوت کے وقت موجود تھی۔ چنانچہ فرمایا کہ اللہ کیلئے یہ بات زیبا نہیں ہے کہ وہ مخصوص مومنین (المومنین) کو اُس حالت میں مخلوط چھوڑ دے جس میں تم آج کل گھلے ملے چل رہے ہو۔ اُس کی پسندیدہ صورت حال اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ طیب و پاکیزہ مومنین سے خبیث مومنین کو الگ کر کے دونوں میں تمیز قائم نہ کر دے۔ اُسی طرح اللہ کو یہ بھی زیب نہیں دیتا کہ وہ اس تطہیر کے غیبی منصوبے کی براہ راست تمہیں اطلاع دے دیں بلکہ یہ بات بھی متعلقہ رسولؐ کو بتائی جاتی ہے جسے مالی ذمہ داری دی گئی

ہو۔اگرتم اس بات پر بھی ایمان لے آ ؤ کہ اس تطہیر وتمیز کا خفیہ بندوبست تمہارا رسوؐل کرے گا اور مان لینے کے بعد اس سلسلے کی ذمہ داریوں (تقویٰ) کا احساس اور عمل بھی کرو تو تمہارے لئے عظیم الشان اجر موجود ہے۔

(ii) یہ غیب نہیں بلکہ انڈر گراونڈ خفیہ پالیسی ہے

چونکہ یہ آیت نظام اجتہاد کے ناپاک وجود اور اُن کے خود ساختہ اسلام کی پول کھولتی ہے اِس لئے تمام مفسرین اس آیت کی تفسیر میں یا تو خاموش رہے ہیں یا صرف آیت کے درمیانی جملے کو غیب پر منطبق کرتے رہے ہیں۔مگر مسٹر مودودی نے ہمت کرکے ذراسی حقیقت ظاہر کردی ہے۔لکھتے ہیں کہ:۔

۔’’۱۲۵یعنی اللہ تعالی مسلمانوں کی جماعت کو اس حال میں دیکھنا پسند نہیں کرتا کہ اُن کے درمیان سچے اہل ایمان اور منافق سب خلط ملط رہیں‘‘۔

۔’’۱۲۶یعنی مومن ومنافق کی تمیز نمایاں کرنے کے لئے اللہ یہ طریقہ اختیار نہیں کیا کرتا کہ غیب سے مسلمانوں کو دلوں کا حال بتادے کہ فلاں مومن ہے اور فلاں منافق۔بلکہ اُس کے حکم سے ایسے امتحان کے مواقع پیش آئیں گے۔جن میں تجربہ سے مومن اور منافق کا حال کھل جائے گا‘‘۔(تفہیم جلد اول صفحہ ۳۰۷)

علامہ مودودی بھی اُسی مغالطہ میں جان پیدا کررہے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں منافقوں کا ذکر ہے۔اس لئے کہ مجتہد اپنے بزرگ مجتہدین کے اعمال وعقائد پر نفاق کی چادر ڈال کر چھپا دینا چاہتا ہے اور منافقون کو خوب بُرا بھلا کہتا ہے۔لیکن نہ ہم مجتہدین الاوّلین کو منافق مان سکتے ہیں نہ وہ لوگ منافق تھے نہ اِس آیت زیر نظر میں منافقین کا لفظ ہے۔یہاں تو سب کو مومنین فرمایا گیا ہے۔اور سب کے لئے لفظ اَنْتُمْ کہا گیا ہے۔البتہ مومنین کی،منافقین سے الگ،دوقسمیں تھیں ایک پاک مومنین دوسرے ناپاک مومنین جن کا ذکر پہلے (۱۳۶۔۴/۱۳۷)(۴/۱۵۰)(۴/۶۰)اور(۳/۱۵۴وغیرہ میں)ہو چکا ہے۔یہ پکے مومن اور مخصوص موحّد تھے۔وہی مذہب آج مولانا ڈھکو کا ہے۔لیکن علامہ مودودی نے یہ مان لیا کہ اس آیت میں جو غیب کا ذکر ہے وہ محض خفیہ طریق کار کی اطلاع ہے۔لہٰذا جن لوگوں نے اس آیت سے اللہ کے باقاعدہ علم الغیب کے دیئے جانے کا طریقہ سمجھا ہے وہ مغالطہ میں مبتلا علماء تھے۔سوائے ڈھکو اور مجتہد ٹولہ کے کہ وہ مغالطہ دینے والا گروہ ہے۔اور خود وہ گروہ ہے جسے آیت (۳/۱۷۹) میں خبیث مومنین بتایا ہے۔اگر ہم یہ دریافت کرلیں کہ کیا اللہ نے اس ہمہ گیر تطہیر کا وعدہ پورا کیا ہے؟۔کیا ہے تو کب؟اور کیسے؟مسلمانوں کی تاریخ تو وفاتِ نبیؐ کے بعد بھی منافقوں کا انبار واژدہام موجود مانتی ہے۔اسی قسم کا ایک اور وعدہ اور دھمکی تھی جو قرآن میں بار بار اور کئی جگہ ریکارڈ کی گئی ہے۔فرمایا گیا تھا کہ:۔

اِلَّا تَنفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًاا لِيمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌO(۹/۳۹)

اگر اب بھی تم نے جذبہ سپردگی نہ دکھایا تو تمہیں دردناک عذاب سے دوچار کیا جائے گا. اور تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو بدلہ میں لے آیا جائے گا۔ اور تم اُس قوم کو ذرہ برابر گزند نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت وقابو رکھتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سی قوم تھی؟ کہاں رہتی تھی؟ یہ بھی مندرجہ بالا غیب کی طرح خفیہ پالیسی کی بات تھی۔ جو رسولؐ و آلؑ رسولؐ کو معلوم تھی۔ قرآن کریم اس قسم کے غیوب سے بھرا پڑا ہے۔ **الم** کیا ہے۔؟ **الر** سے کیا مراد ہے۔؟ اسی قسم کے اٹھائیس (۲۸) کوڈورڈز (Code Words) ایسے ہی موجود ہیں کہ ڈھکو اور تمام دنیا مل کر اس کی بابت اندھیرے میں ہے اور یہ سب کچھ محمدؐ اور آئمہ صلوٰۃ اللہ علیہم جانتے تھے اور یہ سب غیب کی دوسری قسم تھی۔

(۸) ڈھکو نے جن دس آیات کو مجمل قرار دیا تھا اور جن کی تفصیل (۲۶۔۲/۲۸ ۷ اور ۳/۱۷۹) میں بتائی تھی

علامہ صاحب نے وہابیت کی تائید میں دھڑا دھڑ دس آیتیں لکھی تھیں (اصول الشریعہ صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۴) اور یہ ثابت کر دیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو کسی قسم کا علم الغیب نہیں ہوتا۔ لیکن بعد میں چونکے اور سوچا کہ اُنہوں نے لاشعوری طور پر مذہب شیعہ کی نقاب غلطی سے اُتار دی ہے۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ دیکھنے والوں کو میرے نفاق کا پتہ چل گیا ہو۔ چنانچہ فوراً ایک نیا عنوان فارسی میں قائم کیا تھا۔۔۔۔۔۔ ۔**''اظہارِ حقیقت دَر ردِّ وہابیّت''**۔

یہاں تک ہم اسی عنوان کی نقاب کشائی کرتے رہے ہیں۔ اس عنوان کے پہلے ہی جملہ میں ڈھکو صاحب نے دو صفحات پر پھیلی ہوئی اپنی پیش کردہ دس (۱۰) آیات کو مجمل قرار دے کر ردّ کر دیا اور پھر دو عدد آیات کو مذکورہ مجمل آیات کی تفسیر کے لئے مفصل کہہ کے لکھا۔ تاکہ وہابیت کے الزام سے بھی محفوظ ہو جائے اور اُدھر شیعوں کے عتاب کا نشانہ بھی نہ بنے۔ لیکن ہم نے کئی صفحات میں دکھایا کہ وہ محمدؐ اور آئمہ اہلبیت صلوٰۃ اللہ علیھم کے علم غیب کو اُس حد تک نہ مانا جو اُن دونوں آیات سے اور اُس کے پیش کردہ علماء کے بیانات سے ثابت ہوتا تھا۔ کہیں اُس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے علم غیب کی وسعت کو لفظ ''بعض'' ۔ کا اضافہ کر کے کم کیا۔ کہیں آیت یا حدیث کے ترجمے کو پوشیدہ کیا اور جو کچھ تسلیم کیا وہ یہ کہ اللہ کے بتانے سے بعض غیوب اُن کو معلوم تھے یا معلوم ہو سکتے تھے۔ اور ہم نے اُسی کی کتاب سے علامہ مجلسی کا قول دکھایا کہ بعض غیوب کا علم تو ہر انسان کو ہوتا ہے۔

(۹) ڈھکو کی قرار دادہ مُجمل آیات، مُجمل نہیں بلکہ نصوص صریحہ ہیں

قارئین یہ نوٹ کریں! کہ اس کتاب کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ اس میں مجتہدین کے عقائد، اُن کا مکر وفریب اور اسلام و مسلمانوں کے اندر تخریب اور محمدؐ و آلِ محمدؐ سے دشمنی کی تفصیلات خود مجتہدین کی کتابوں سے پیش کی جائیں۔ اور یہ کام

اُسی صورت میں ممکن ہے کہ اُن حضرات کی تمام تصنیفات پر اس طرح نظر رکھی جائے کہ اُن کا ہر صفحہ اور ہر صفحہ کا ہر جملہ آپ کے سامنے رہے۔ تاکہ جہاں جہاں وہ اپنے بیانات اور مسلّمات کے خلاف بیان لکھیں آپ فوراً نوٹ کر لیں۔ چنانچہ

(ii) ڈھکو سے مسئلہ علم غیب قرآن کریم کی مذکورہ مجمل آیات سے ملاحظہ فرمائیں

''اب ہم ذیل میں اس مسئلہ پر قرآن مجید کی روشنی میں تبصرہ کرتے ہیں۔ اور چند آیات مبارکہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں ارشاد قدرت ہے۔ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الغَيْبِ لا يَعْلَمُهَا اِلّا هُوَ (پ ۷ س انعام ع ۱۳) اور اُس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (۲) وَلِلّٰه غَيْبُ السموات والارض (پ ۱۴ س النحل ع ۱۷) اور سارے آسمان اور زمین کی غیب کی باتیں خدا ہی کے لئے مخصوص ہیں۔۔۔۔۔ جناب علامہ طبرسی مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۵۸۴ پر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''وَلِلّٰه علم ماغاب فی السموات والارض لا یخفی علیه شئی منه جو کچھ آسمانوں یا زمینوں میں پوشیدہ امور ہیں اُن سب کا علم خدا ہی کو ہے۔ اُس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ نیز ارشاد فرماتا ہے:۔

قل لا يَعْلَمُ مَنْ فِي السموات وَالارض الغيب الا الله (پ ۲۰ س النمل ع ۱) اے رسولؐ (ان سے) کہہ دو جتنے لوگ آسمان اور زمین میں ہیں ان میں سے کوئی غیب کی بات خدا کے سوا نہیں جانتا...... علامہ طبرسی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:۔

۔''قل یا محمدؐ لا یعلم من فی السموات والارض من الملائکة والانس والجن الغیب وهو ماغاب علمه من الخلق مِمَّا یکون فی المستقبل الاالله وحده اَوْمَنْ اعلمه (مجمع البیان ج ۲ صفحہ ۲۳۸) اے محمدؐ کہہ دیجئے کہ سوائے خدا کے یا جسے خدا بتلا دے اور کوئی بھی آسمان و زمین والی مخلوق خواہ ملائکہ ہوں اور خواہ انس وجن غیب نہیں جانتی''۔ ''اِن نصوص صریحہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بالذات اور تمام مغیبات پر سوائے خدا کے کوئی بھی ہستی مطلع نہیں ہے،،۔ (اصول الشریعہ صفحہ ۱۹۲ مطبع ثنائی برقی پریس سرگودھا)

(الف) ڈھکو نے ان آیات کو مجمل قرار دیا تھا (اصول الشریعہ صفحہ ۱۹۴ مطبع ثنائی برقی پریس سرگودھا)

(ب) ڈھکو نے ان آیات کو نصوص صریحہ قرار دیا تھا (اصول الشریعہ صفحہ ۱۹۲ مطبع ثنائی برقی پریس سرگودھا)

بتایئے کہ:۔ ڈھکو سے بڑا جھوٹا اور کوئی دوسرا مجتہد ہے؟

(iii) ڈھکو کے مجمل نصوص صریحہ پر ایک سرسری نظر ڈال دیکھیں

یہ بات تو قارئین نے نوٹ کر رکھی ہوگی کہ جناب ڈھکو نے فرمان علی کو ترجمہ کے لئے اور علامہ طبرسی کو تفسیر کے لئے اپنا معمول یا جمورا بنا رکھا ہے۔ اور ان دونوں کو اس لئے چُنا ہے کہ یہ بالکل اہل خلاف کے معیار پر ترجمہ اور تفسیر کرتے ہیں۔ اور

علامہ طبرسی کی تفسیر مجمع البیان اہل خلاف کی روایات اور رعایات سے بھری پڑی ہے۔اور دونوں شخص بالکل مقلِد ٹائپ کے لوگ تھے۔نہ اُن میں جرأت اظہارِ حق تھی نہ ان دونوں میں ہمّت اقرارِ حق تھی۔یہ دونوں باتیں اُن کا ترجمہ اور اُن کی تفسیر پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔آیئے اس بیان پر نظر ڈالیں۔

پہلی نظر چھوٹی چھوٹی باتیں

۱۔ ڈھکو صاحب کی عادت ہے کہ قرآن کے الفاظ کو قرآن کی مکتوبی صورت میں نہیں لکھتے بلکہ اردو کی طرح السَّمٰوٰت کو السموات لکھتے ہیں۔

۲۔ ان کا مترجم جمورا السمٰوٰت کے معنی ایک آسمان کر کے کم از کم چھ آسمان غائب کر جاتا ہے۔اور

۳۔ بریکٹ کے ساتھ ہی ساتھ غیب کی جگہ۔''غیب کی باتیں''۔اور لفظ۔''مخصوص''۔بلا بریکٹ بھی قرآن میں اضافہ کر جاتا ہے۔

۴۔ ڈھکو صاحب کے مفسر کی بھی یہ پختہ عادت ہے کہ اپنی ذاتی رائے اور سوجھ بُوجھ سے تفسیر رگڑتے چلے جاتے ہیں اور معصومؑ تفسیر کی مدد کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ کی منشاء و مراد کا بذریعہ علم غیب پتہ لگا لیتے ہیں۔اللہ نے مختصراً۔''مَنْ''۔فرمایا تھا لیکن علامہ طبرسی جانتے ہیں کہ اللہ کے دماغ میں یقیناً ملائکہ اور جن اور انسان سب ہی ہوں گے۔اور وہ سبھی غیب کا ایک حرف بھی نہیں جانتے۔

۵۔ ڈھکو صاحب طبرسی سے بھی دو قدم آگے رہتے ہیں۔وہ طبرسی کی عبارت میں خامی دیکھ کر دوسری آیت کی تفسیر کے ترجمہ میں اپنی طرف سے لفظ۔''امور''۔بڑھا کر اصلاح کر دیتے ہیں۔

دوسری نظر چوری اور فریب

۱۔ مجتہدین کی ایک مستقل سُنت یہ ہے کہ وہ حضرات آیت ہو یا حدیث ہو اُس میں سے اپنے مطلب کا حصہ پیش کیا کرتے ہیں۔چنانچہ علامہ نے پہلے نمبر پر جس آیت کا پہلا جملہ لکھا ہے۔اگر وہ اسے پورا لکھ دیتے تو اُن کا باطل مقصد برباد ہو جاتا۔وہاں اللہ نے مسلسل یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

۔''اور اللہ سمندروں اور خشکیوں میں جو کچھ ہے اُسے بھی جانتا ہے اور ایسا کوئی پتہ تک نہیں ٹوٹتا جب تک اس کا علم نہ ہو۔زمین کی تاریکیوں میں ایسا کوئی دانہ تک نہیں ہے اور نہ کوئی تر چیز ایسی ہے نہ کوئی خشک چیز ہی ایسی ہے جو کتاب مُبین میں نہ ہو''۔(سورہ الانعام ۶/۵۹)

اِس پوری آیت سے آنحضرتؐ اور آئمہ اہلبیت صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا کم از کم اُس علم غیب کے علماء ہونا ثابت ہو جاتا جو قرآن مجید میں بیان ہو چکا ہے۔جو کہ ڈھکو اینڈ کمپنی نہیں چاہتی۔

۲۔ دوسری چالاکی یہ کی ہے کہ آیات تو لائے تھے یہ دکھانے کے لئے کہ علم غیب اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے مگر آیت میں یہ دکھا گئے کہ علم غیب نہیں بلکہ علم غیب کی کنجیاں کوئی نہیں جانتا۔اور سمجھایا یہ کہ علم غیب کی نفی ہوگئی ہے۔

۳۔ چونکہ ڈھکو نے اِن سب آیات کو مجمل قرار دے کر اس دو صفحات کی محنت کو ضائع قرار دیا تھا اور کسی فیصلہ کن نتیجہ کے لئے مفصل آیات کا ہونا ضروری فرمایا تھا تو جناب ڈھکو کا پہلا جملہ یوں لکھنا پڑے گا کہ:۔

۔''اب ہم ذیل میں اس مسئلہ پر قرآن کو اندھیرے میں رکھ کر تبصرہ کرتے ہیں۔اور چند مُجمل آیات مبارکہ کو غلط استعمال کرنے کی ملامت حاصل کرتے ہیں''۔(اصول الشریعہ س۱۳۔صفحہ۱۹۲)

(۱۰) اُن بنیادی آیات کا کُھلا انکار جو علوم قرآن اور علوم محمدؐ اور آئمہؑ کو لامحدود کہتی ہیں

(i) ہم نے بار بار عرض کیا ہے کہ اوّلینَ اَلسَّابقینَ الُمجتھدین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کو اپنی علمیّت وقابلیّت اور ذہنیّت اور خاطی فطرت وکردار کے معیار پر فٹ (FIT) کرنے کے لئے قرآن ورسولؐ کے علوم کی ہمہ گیری اور عصمت کو بالائے طاق رکھا۔قرآن کو ایک مجمل ومتشابہ،مقید ومطلق، عام وخاص،ناسخ ومنسوخ وغیرہ سے لبریز چند(چارسو)احکام اور چند قصہ ہائے پارینہ اور منسوخ شدہ کتابوں اور امتوں کے احوال کی حامل کتاب بتایا۔جس کا کوئی لفظ مستقل معنی نہیں رکھتا۔جس سے علم قطعی حاصل نہیں ہوتا۔اس لئے کہ اسکی کوئی آیت قطعی الدلالت نہیں ہے۔

(ii) رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاکھوں کروڑوں سال کے اُس زمانہ کو نظر انداز کیا جس میں کائنات کی تخلیق سے لے کر انبیاء اور آنحضرتؐ کے ظاہری جسمانی وجود تک کے واقعات حضورؐ کے روبرو گذرے تھے۔پھر چالیس سال کی عمر تک ان کو(معاذاللہ)انجان اور قرآن وایمان سے خالی دکھایا۔توریت وزبور وانجیل اور دیگر انبیاؑ کی کتابوں سے نابلد ثابت کیا۔ اَن پڑھ اور کورا دیہاتی،غیر متمدن اور ناتجربہ کار اور اپنی قوم وملک کے ہزاروں آدمیوں سے کم علم وتجربہ ثابت کیا۔جبرئیل کو دیکھ کر ڈرنا کانپنا اور بے ہوش ہو جانا اور کافروں سے صورت حال دریافت کرنا۔اپنی زوجہ سے بھی کم سمجھ ہونا کافروں سے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کرنا۔وغیرہ ایسا کیریکٹر پیش کیا جو اُس زمانہ کے اوسط درجہ کے لوگوں سے کچھ کم تھا۔مزید برآں بُھول چوک، خطاو گناہ اور غلط احکام دینے اور اللہ کی طرف سے عتاب ہونے وغیرہ کو قرآن کی آیات سے ثابت کیا۔یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے حضورؐ کے بعد ایک قومی وملکی حکومت قائم کی لاکھوں مخالفین کو بے دریغ قتل کیا ساری دنیا میں نظام اجتہاد پھیلایا اور تیسری صدی کے اواخر میں مذہب شیعہ کے خودغرض افراد کے ساتھ ملکر اُن میں جہاں تک ممکن ہوسکا وہی عقائد پھیلائے۔کتابوں میں جمع کرائے جن کا اوپر اور بار بار تذکرہ ہوتا چلا آیا ہے۔یہ ہیں وہ نام نہاد شیعہ علماء جو نظام اجتہاد کی تائید میں اپنا منہ اور اپنی کتابیں اور اپنا اعمالنامہ سیاہ کرتے رہے ہیں۔اور آج ڈھکو اُن ہی علماء کی کتابوں سے شیعہ قوم کا رنگ بدلنے کے لئے حوالے اور

اقتباسات پیش کر کے دھوم مچائے ہوئے ہیں۔اور کوئی یہ نہیں کہتا کہ جناب جن علماء کو تم اپنے عقائد کے ثبوت میں پیش کر رہے ہو یہ تو اہل خلاف کے لوگ ہیں۔ان کا صرف لیبل شیعہ ہے۔اُن کے عقائد تو وہی ہیں جو دشمنان دین کے عقائد ہیں۔چونکہ موجودہ دور کے علماء نے تقلید اور اجتہاد کی گود میں پرورش پائی لہٰذا وہ بڑی مشکل میں ہیں۔نہ اُن سے جواب بن پڑتا ہے نہ وہ مجتہد مشن کو پہچانتے ہیں۔وہ بڑے بڑے لیبلوں اور کھوکھلے القابوں، حجتہ اللہ و آیت اللہ کے الفاظ سے ڈر جاتے ہیں اور مسٹر ڈھکو انہیں دھمکاتے بیوقوف بناتے آیات واحادیث سُناتے گذرتے چلے جاتے ہیں۔اِس زیرِ نظر عنوان کے بعد بے وقوف بننے والوں کا ہلکا سا ذکر کروں گا۔

(iii) مذہب شیعہ کی ہزار (۱۰۰۰) سالہ مُسلّمہ آیات کا انکار اور نصوصِ صریحہ بیکار

یہاں سے ہماری بات ذرا غور سے سُنیں اور دیکھیں کہ مولانا محمد حسین صاحب اُن تمام عوام اور علماء کو شکوک واوہام میں مبتلا ثابت کرنے والے ہیں جو ایک ہزار سال سے زیرِ بحث آیات کو اپنا ایمان بنائے چلے آ رہے تھے۔سُنئے قبلہ وکعبہ کا اعلان سنئے۔

اول۔''بعض شکوک واوہام کا ازالہ''۔

''حسب دستور یہاں بھی بعض شکوک واَوہام کا تذکرہ کرکے اُن کا ازالہ کیا جاتا ہے۔تاکہ اس مَبحث پر مِنْ جَمیع الجِہات مکمل تبصرہ ہو جائے اور کسی منصف مزاج قائل کے لئے کچھ جائے قیل وقال باقی نہ رہے۔ البتہ ہٹ دھرمی اور لا نُسَلِّمُ (نہ مانوں) کا کوئی علاج نہیں۔

۔''پہلا شبہ اور اس کا جواب''۔

''ارشاد قدرت ہے وَ كُلَّ شَیء اَحْصَیْنَاهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْن (پ۲۱س یٰسین ع) ہم نے ہر چیز کا امام مبین میں احصاء کر دیا ہے۔اور امام مبین سے مراد حضرت امیرؑ المومنین ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ امام ہر شئے کو جانتا ہے۔اس استدلال کا جواب بچند وجہ دیا جاسکتا ہے''۔(اصول الشریعہ صفحہ۲۰۲)

نوٹ کرنے کی باتیں

۱۔ سب سے پہلی چیز تو یہ نوٹ کرنے کی ہے کہ جناب علامہ شیعہ عوام اور علماء کو ایک ایسا صاف ستھرا مذہب دینا چاہتے ہیں جس میں کوئی شک وشبہ اور وہم وگمان نہ ہو۔اور یہ پہلا دن نہیں ہے کہ ڈھکو صاحب کو مذہب شیعہ کی اصلاح کا خیال آیا بلکہ وہ اور اُن کے بزرگ مجتہدین ہمیشہ سے اس دستور پر کاربند چلے آ رہے ہیں۔

۲۔ دوسری چیز یہ ہے کہ وہ قاری کتاب کو مخاطب نہیں بلکہ ''قائل''۔یعنی ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہیں جو پہلے ہی سے اُن عقائد اور اُس مذہب کے قائل ہیں جو ڈھکو صاحب نے اِس کتاب میں ثابت کیا ہے۔

۳۔ **<u>تیسری چیز یہ کہ</u>** یہاں بھی ڈھکو صاحب نے قرآن کی مکتوبی صورت کو تبدیل کر کے اَحۡصَیۡنٰہُ کو اَحۡصَیۡنَاہُ لکھا۔اور بتایا کہ:۔

۴۔ **صحیح مذہب شیعہ یہ ہے** کہ حضرت امیرؑ المومنین کو نہ تو امام مبینؑ مانا جائے اور نہ ہی اُن کے نام پر علیہ السلام لکھا جائے۔ اس لئے کہ اس کو امام مبینؑ ماننا اور اُن کا ہر شے کا علم رکھنا محض شک وشبہ اور وہم وگمان کی بنا پر ہے۔اور اب وہ بتاتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو امام مبین اور کل اشیاء کے جاننے والا ماننا کیوں غلط ہے؟۔

۵۔ **قارئین یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے** کہ مسٹر ڈھکو نے ہمیشہ فرمان علی کا ترجمہ پیش کیا تھا۔لیکن اس امامؑ مبین والی آیت کا ترجمہ خود کیا ہے۔اس لئے کہ جو بھی ہو جناب فرمان علی صاحب مرحوم بہرحال شیعہ تھے اور وہ بھی ساری عمر اسی وہم وشک میں مبتلا رہے کہ حضرت علیؑ امام مبین ہیں اور تمام کائنات کی ہر شے کے عالمؑ ہیں۔لہٰذا اُنہوں نے اپنے ترجمہ میں بھی اُسی شک اور وہم سے کام لے کر یوں غلط ترجمہ کر دیا تھا۔وَکُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ (۳۶/۱۲) **ترجمہ فرمان:۔** ''اور ہم نے ہر چیز کو ایک صریح وروشن نمبر۲ پیشوا میں گھیر دیا ہے''۔

<u>علمائے شیعہ اور علمائے اہلسنت امامؑ مبین سے کیا سمجھے؟</u>

مسٹر ڈھکو کے ہوش وحواس اس لئے اُڑ گئے کہ جناب فرمان علی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اس ترجمہ کے اندر نمبر۲ بھی لکھا تھا۔لہٰذا مسٹر ڈھکو نے حاشیہ نمبر۲ دیکھا تو چکرآ گیا وہاں لکھا تھا کہ:۔

۔''جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر وعمر آپ کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے۔دونوں صاحبوں نے پوچھا کہ کیا امام مبین توریت ہے؟فرمایا نہیں۔پھر پوچھا کیا انجیل ہے؟فرمایا نہیں۔پھر پوچھا کیا قرآن ہے؟فرمایا نہیں۔اتنے میں حضرت علیؑ سامنے سے نمودار ہوئے تو فرمایا یہ امام مبین ہے۔اس کی مویّد (تائید کرنے والی) وہ روایت ہے۔جو جلال الدین سیوطی نے بیان کی ہے۔کہ عبد بن حمید ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کی ہے کہ ہر چیز ایک پیشوا میں خدا کے نزدیک محفوظ ہے۔(دیکھو تفسیر در منثور جلد۵ صفحہ۲۶۱ سطر نمبر۱ مطبوعہ مصر)''۔

فرمان علی صاحب کے اس بیان کو پڑھ کر جناب علامہ حواس باختہ ہو گئے اور یہ بھی بھول گئے کہ امام مبین والی آیت اور سورہ یاسین کون سے پارہ میں ہے۔اب ڈھکو صاحب کی وہ کوشش ملاحظہ فرمائیں جو حضرت علیؑ کے خلاف کی گئی ہے۔اور نمبر وار شیعوں کے اس مشکوک اور وہمی عقیدہ کو باطل قرار دیا ہے کہ حضرت علیؑ امام مبینؑ اور ہر چیز کو جانتے ہیں:۔

''**اوّلاً**۔اس امر میں مفسرین کے درمیان شدید اختلاف ہے کہ۔''امام مبین''۔سے کیا مراد ہے چنانچہ بعض نے اس سے لوح محفوظ، بعض نے قرآن مجید، بعض نے صحائف اعمال اور بعض نے حضرت امیر المومنینؑ کو مراد لیا ہے۔لہٰذا بموجب اذا

قام الاحتمال بطل الاستدلال ۔اس مجمل آیت کے ساتھ استدلال کرنا درست نہیں ہے‘‘۔(اصول الشریعہ صفحہ۲۰۲)

نوٹ کریں

ڈھکو کے بزرگ مجتہدین نے ایک قاعدہ یہ بنایا تھا کہ جس بات میں مختلف لوگ اختلاف کریں۔کوئی اقرار کرے کوئی انکار کرے کوئی کچھ کہے کوئی کچھ اور کہے وہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زیر بحث معاملہ میں بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے۔لہٰذا ایسے مواقع پر یہ کہنا چاہیئے کہ اس بات میں یا اُس معاملہ میں ۔’’احتمال‘‘۔ ہے۔لہٰذا جب کسی بات میں یہ احتمال اُٹھ کھڑا ہو کہ مختلف لوگ مختلف باتیں کہنے کی گنجائش مانتے ہیں۔تو پھر اُس بات پر تمام مختلف دلیلیں اور ثبوت باطل ہو جاتے ہیں۔اس کو عربی میں ڈھکو صاحب نے مجتہدین کی طرف سے یوں پیش کیا کہ:۔’’اِذَا قَامَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ ‘‘۔

۔’’جب کسی فیصلہ میں احتمال یعنی کچھ اور کہنے کی گنجائش ہو تو تمام دلیلیں باطل ہو جاتی ہیں‘‘۔لہٰذا یہ قاعدہ بنا کر مجتہدین کا صرف اس قدر کام رہ گیا تھا کہ ہر اُس عقیدے ہر اُس بنیاد کو جو نظام اجتہاد کے خلاف ہو،اختلاف کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ ہر گروہ کا مجتہد دوسرے گروہ کے مجتہد کے خلاف اور تیسرے گروہ کا مجتہد اُن دونوں گروہوں کے خلاف اپنی اپنی رائے پیش کر کے اختلافات کا انبار لگا دیں۔اور یوں اپنے مخالف تمام عقائد اور بنیادوں کو مسمار کر دیں۔اور کہہ دیں کہ:۔ اذا قام الاحتمال بطل الاستدلال ۔ اسی مقصد کے لئے مجتہدین نے بہت سے فرقے بنائے پھر ہر فرقے میں اپنے ماہرین کو متعین کیا لہٰذا مسلمانوں میں فرقوں کی تعداد بڑھانا اور اختلافات واحتمالات کا ڈھیر لگانا ہی مجتہدین کی بقا کا سبب ہے۔افسوس یہ ہے کہ مجتہدین کے حَسین جُملوں **(well Worded)** اور دل فریب قاعدوں کو توڑنے کے بجائے علماء نے اُن قاعدوں میں خود کو اُلجھا لیا یعنی خود بھی اپنی بحثوں اور کتابوں میں اُن شیطانی قاعدوں کو استعمال کرنے لگے۔سوچنا یہ تھا کہ:۔

مجتہد کے قواعد فریب کا جال ہیں

ایک شخص کہتا ہے کہ کائنات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خالقِ کائنات موجود ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ ساری کائنات اور کائنات کی غائب وظاہر موجودات کو تم نے دیکھا ہی کہاں ہے؟ اُسے دیکھنا ہی ناممکن ہے۔لہٰذا کوئی خالق کائنات نہیں ہے ورنہ پہلے اُسی کو نظر آنا چاہیئے تھا۔تیسرا شخص کہتا ہے کہ میں نے ساری کائنات تو نہیں دیکھی مگر خالق کائنات کو ایک شان سے دیکھا ہے۔ چوتھا شخص کہتا ہے کہ پھر اُس نے اتنی سی عمر میں لاکھوں سال پرانی کائنات کو کیسے پیدا کر دیا وہ اگر آدمی ہی ہے تو اُسے کئی کروڑ سال کی عمر کا ہونا چاہیئے تھا۔اگر معاملہ ڈھکو یا اُن کے کسی دوسرے شیطان کے سامنے رکھ دیا جائے تو وہ کہے گا۔ ۔’’اِذَا قَامَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ ‘‘۔

چونکہ احتمال قائم ہو گیا لہٰذا تم چاروں کی تمام دلیلیں باطل ہو گئیں۔مگر ہم اُس سے پوچھیں گے کہ خالقِ کائنات کوئی ہے یا

نہیں؟ اس شیطانی قاعدہ کو دُہرانے سے بات تو اپنی جگہ قائم ہے۔لہٰذا تُو بتا تیری کیا دلیل ہے؟ ڈھکو نہایت مجتہدانہ انداز سے ایک شاندار دلیل دے گا تو اب اختلاف واحتمال پانچ گنا ہوگیا۔یعنی پانچواں شخص یعنی ڈھکو کی دلیل پانچویں ہے۔اور احتمال برابر قائم ہے۔ تب بھی یہ مسئلہ اپنی جگہ قائم رہیگا کہ کوئی خالق کائنات ہے یا نہیں؟ یہ مجتہدین کا مذہب ہے کہ اُس میں نہ حقیقت واضح ہوسکتی ہے۔ نہ علم قطعی حاصل ہوسکتا ہے۔اُس مذہب کا مذہب یہ ہے کہ اختلاف واحتمالات بڑھاتے،لوگوں کولڑاتے اور جائیدادیں بناتے چلے جاؤ۔ساری عمر بحثیں کرومناظرے کراؤ اور ہرگز حقیقت تک نہ پہنچنے دو۔

<u>Divide And Rule پھوٹ ڈالواور حکومت کرو</u>

لہٰذا اب آپ ڈھکو صاحب کی دلیل کو مندرجہ بالا شدید مفسرانہ اختلاف کے ساتھ جمع کرتے اور ان کا قاعدہ سنئے ارشاد ہے کہ:۔

۔''ثانیاً بنا بر تسلیم اینکہ اس سے مراد حضرت امیرؑ المومنین ہی ہیں۔۔۔۔اور ''یہی ہمارا ایمان ہے''۔جس پر کتاب معانی الاخبار مولفہ رئیس المحد ثین شیخ صدوق کی روایت دلالت کرتی ہے۔جو تفسیرِ برہان اور صافی میں موجود ہے۔تو پھر غور طلب امر یہ ہے کہ اِس۔**<u>''کل شیٔ''۔ سے مراد کیا ہے؟اوراس کے احصاء کا مفہوم کیا ہے؟قرآن میں حضرتِ سلیمانؑ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔</u>**

<u>وَاوتینا من کُلِّ شیءٍ</u> (پ س ع)(یعنی حوالہ معلوم نہیں)

مگر اس کے باوجود ہُد ہُد کی گم شُدگی پر اُن کی سراسیمگی (یعنی حیرانی) کا تذکرہ بھی کلام پاک میں موجود ہے۔بنا بریں عین ممکن ہے کہ <u>کُلّ شَیٔ ءٍ</u> سے مراد <u>کُلّ عُرفی</u> ہو۔<u>نہ کل منطقی</u>۔لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ (واللہ اعلم) وہ کل اشیاء جن کی طرف لوگوں کو احتیاج ہوتی ہے <u>امامؑ اُن سب کا عالم ہوتا ہے</u>۔<u>وَالحُجَّةُ مَنْ لایقول لاادْرِی</u>۔بنا بریں اس سے تمام کائنات کے ذرہ ذرہ کا عالم اور وہ بھی بالِفعل ہونا ثابت نہیں ہوتا''۔(اصول الشریعہ صفحہ ۲۰۲۔۲۰۳)

<u>قارئین کرام احتیاط سے نوٹ فرمائیں کہ:۔</u>

۱۔اگر واقعی مسٹر ڈھکو کا یہی ایمان شیعوں والا ایمان ہوتا تو اس خباثت میں لپٹی ہوئی کتاب اصول الشریعہ کی ضرورت ہی کیا تھی؟ لہٰذا پبلک کو گرم کرنے اور فریب دینے کے لئے۔**<u>یہی ہمارا ایمان ہے</u>**۔لکھا گیا۔لیکن اُن کا ایمان تو وہ ہے جو آخر میں حضرت علیؑ کے علوم کو محدود اور مجتہدانہ بنا کر اختیار کیا گیا ہے۔یعنی اول تو علیؑ امام مبین ہیں نہیں۔لیکن ڈھکو اُن کو امام مبین فرض کرلیں تب بھی قرآن سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کل شی کی رُو سے مسائلِ اطہارت وغیرہ جانتے تھے اور بس۔ڈھکو کا امام مبین ایک اعلیٰ درجہ کا مجتہد ہی ہوسکتا تھا وہی اُس کا ایمان ہے۔مگر ڈھکو کو اُن کا قاعدہ **اذا قام الاحتمال** یاد دلا کر اُن کے اس استدلال کو بھی باطل قرار دیدو اور کہہ دو کہ تمہارے ایمان میں احتمال قائم ہے۔

۲۔مسٹر ڈھکو مانتے ہیں کہ مذہب شیعہ کے علماء اور اُن کی کتابوں میں حضرت علی علیہ السلام کو امام مبین اور کل شیء کا عالم مانا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے کتاب معانی الاخبار اور تفسیر برہان کے ساتھ شیخ صدوق رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نام سے ثبوت بھی دیا ہے۔اُدھر آنحضرتؐ کے زمانہ سے حضرت علی علیہ السلام کو تمام شیعہ وسُنّی علماءِ صالحین امام مبین مانتے چلے آئے ہیں لیکن مجتہد ہر زمانہ میں محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لامحدود علم کا منکر رہتا چلا آیا ہے۔

۳۔ڈھکو اپنی فطرت میں فریب ساز ہے

حقیقت یہ ہے کہ ڈھکو نے اپنے مدِّ مقابل لوگوں کو قطعاً جاہل سمجھا تھا۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ اُس نے قرآن کریم سے اُن علماء اور تمام شیعہ عوام کو فریب دیا ہے۔اور قرآن کو قرآن ہی سے جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔قارئین نوٹ کریں کہ اُس نے حضرت سلیمانؑ کا نام بالتعظیم وتکریم لکھا پھر قرآن سے اُن کا قول اُوتِینَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ (۲۷/۱۶) لکھا تو یہ نہ بتا سکے کہ اللہ نے قرآن میں یہ قول کہاں فرمایا ہے؟ یہاں پہلا دھوکا یہ کیا کہ اُس آیت کا ترجمہ چھوڑ دیا۔تا کہ قارئین ترجمہ دیکھ کر اِس فریب ساز کی چوری نہ پکڑ لیں۔فرمان علی صاحب نے بھی غلط ترجمہ رگڑ دیا ہے۔

(۲۷/۱۶) اُوۡتِینَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ کا ترجمہ=۔''ہمیں (دنیا کی) ہر چیز عطا کی گئی ہے'' حالانکہ کُلَّ شَیۡءٍ اور مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔کل شیء سے کوئی چیز باہر نہیں رہتی اور ہر ہر چیز امامؑ کے علم کے ماتحت آجاتی ہے مگر من کل شیءٍ سے کروڑوں اربوں بلکہ لاتعداد چیزیں باہر رہ جاتی ہیں ایک کے معنی ہیں:۔

۔''ہر چیز''۔دوسری کے معنی ہیں۔''ہر چیز میں سے کچھ''۔لہٰذا مسٹر ڈھکو نے دونوں آیتوں کو جس طرح تبدیل کیا وہ یوں ہے۔

صحیح آیت	ڈھکو کی تبدیل کردہ آیت
۱۔ وَکُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰـہُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ (۳۶/۱۲)	۱۔ وَمِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنَا ہ فی امام مبین (پ۲۱ س یسین ع ؟) یعنی کہاں؟
۲۔ وَاُوۡتِینَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ (۲۷/۱۶)	۲۔ وَاُوۡتِینَا کُلَّ شَیۡءٍ (پ؟ س؟ ع؟) یعنی چہ؟

یعنی ایک جگہ سے مِنۡ نکال کر دوسری جگہ لگا کر معنی کئے اور فریب دیا۔جب حضرت سلیمانؑ کو ہر چیز عطا ہی نہیں کی گئی تو ھُد ھُد ہی نہیں بلکہ سینکڑوں افراد اُن کو ایسی باتیں بتا سکتے تھے جو اُن کو معلوم نہ تھیں۔لہٰذا کہاں حضرت علی علیہ السلام کا علم اور کہاں حضرت سلیمانؑ کا علم؟ بلکہ یُوں کہئے کہ کہاں تمام انبیاءؑ ورسلؑ وملائکہ اور جن وانس کا علم اور کہاں محمدؐ وآئمہ اہلبیت علیہم السلام کا علم؟

قارئین یہ بھی تصدیق کرلیں کہ جناب فرمان علی کے علاوہ ہر مترجم نے صحیح ترجمہ کیا ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ شیعوں

اورصالح اہلسنت کاایمان ویقین یہ ہے کہ:۔

۔’’حضرت علیؑ امام مبینؑ ہیں اوراللہ نے اُن کو ہرشے یا تمام اشیا کاعلم دیا ہے‘‘۔اورمجتہدین مقام محمدؐ وآلؑ محمدؐ کے منکر اوراسلام میں منافق ہیں اوراس فیصلہ میں کوئی احتمال وشک وشبہ قائم نہیں ہوتا۔اب ڈھکو کی ضرورت نہیں رہتی۔اس لئے کہ وہ صرف یہ چاہتاہے کہ حضرت علیؑ کےعلم کوعطیہ خداوندی سمجھا جائے اورتمام شیعہ یہی کہتے ہیں۔مگرڈھکواس جگہ بھی بدستور منافق اورخوشامدی ہے۔

۴۔ڈھکواپنی اس بات میں الفاظ کی حدتک سوفیصد صحیح یاصادق القول ہے کہ:۔

۔’’لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کل اشیاء جن کی طرف لوگوں کواحتیاج ہوتی ہے امامؑ اُن سب کاعالم ہوتا ہے‘‘۔

لیکن جہاں تک ڈھکو کا مطلب اِس جملے سے وہی ضرورتیں اوراحتیاج ہیں جو مقلد لوگوں کو مجتہدین سے ہوتی ہیں۔یعنی مسائل فقہ یعنی استنجاوغیرہ۔

لیکن اِس جملے کواُس دروغ گو نے اپنی مجتہدانہ اصطلاحات سے آزاد کرکے لکھا ہے۔یعنی لوگوں کی احتیاج میں کوئی قیدومقید کا خیال نہیں رکھا۔احتیاج کی عام وخاص قسم بیان نہیں کی۔ضرورت واحتیاج کومجمل ومفصل کی شرائط سے نہیں باندھا۔نہ متشابہ اورمحکم احتیاج کی تفریق گھسائی۔نہ ناسخ ومنسوخ کا چکر یادرہا۔لہٰذااس جملے میں روزازل سے لےکرآخرت تک کی احتیاج آگئی۔اِس میں عمرانی،اقتصادی،سیاسی،سائنسی اورہرعلم وفن کی احتیاج داخل رہ گئی۔اِس میں آفات وحادثات سے محفوظ رہنے کی ضرورت بھی شامل ہوگئی۔اس میں فضاؤں ہواؤں اورکرہ ہائے سماوی کی تسخیر کی احتیاج بھی رہ گئی۔اس میں جمادات ونباتات وحیوانات سے استفادہ کی احتیاج بھی شامل ہے۔اس میں قحط سالی سے بچنے اورفراوانی رزق کی ضرورت بھی کھڑی ہے۔اس میں اولادنرینہ یابےاولادی کی ضرورت کارفع کرنا بھی داخل ہے۔اِس میں بیماری اورناگہانی موت سے حفاظت بھی موجود ہے اُس میں فقیری سے لےکرشہنشاہی تک کی تمام ضرورتیں ملحوظ ہیں۔اس میں ہرپیشہ کےافراد کی دقتیں اورضرورتیں سامنے ہیں۔اس میں زمین سے لےکرعرش تک کی پروازتک کاانتظام منہ کھولے کھڑا ہے۔اس میں نوع انسان کومعراج کمال اوراللہ کی آیات کبریٰ تک لے جانا بھی داخل ہے۔اِس میں موت اورابلیس سےکُلّی نجات بھی بڑی ضرورت ہے۔اس میں زمینوں اورتمام آسمانوں کےخزانوں سے انسانوں کومالامال کرنا بھی اہم ضرورت ہے۔اوربقول اُس دروغ گوکے اِس میں والحجة من لا یقول لاَادری بھی شامل ہے۔یعنی امامؑ اللہ کی حجة اسی وقت ہوسکتا ہے کہ وہ کسی سوال یاکسی ضرورت یااحتیاج کے جواب میں یہ نہ کہے کہ میں نہیں جانتا۔ڈھکوکو بتادوکہ ہم تمہارے مندرجہ بالا جملے سے سوفیصد متفق ہیں اوریہ بھی کہے دیتے ہیں کہ اللہ نے ادارہ نبوتؐ وامامتؑ کوصرف اُن کےفرائض منصبی کوانجام دینے کی قدرت وعلم ووسائل عطا کئے ہیں۔

اور بس۔ اور ڈھکو صاحب یہ بھی سُن لیں کہ محمدؐ و آلؑ محمدؐ اللہ کی مخلوق ہیں۔ وہ اُن کا رب ہے اور یہ مربوب ہیں۔ اور اُنؑ کی کوئی چیز ذاتی نہیں ہے۔ عطا شدہ ہے اور ہم اُن حضراؑت کی شان میں وہی کچھ کہتے ہیں۔ جو قرآن وحدیث میں موجود ہے لیکن تم اور تمہاری مجتہد پارٹی قرآن وحدیث میں تحریف وتبدیل کر کے وہ کچھ کہتے ہو جو ابلیس نے تمہیں پڑھایا ہے۔ اگر تم قرآن کے الفاظ کو تبدیل کئے بغیر مان لو تو تمہارا مذہب چلنا تو درکنار اپنے مقام پر کھڑا بھی نہیں ہوسکتا۔

(iii) علیؑ کے لامحدود ولاتحصٰی علم کے ساتھ قرآن کے لامحدود لاتحصٰی علم کا بھی انکار

قارئین جانتے ہیں کہ شیعہ تصورات کے مطابق قرآن کریم اور حضرت علی علیہ السلام ایک دوسرے کے ردیف یا ساتھی ہیں۔ یہ قرآن، قرآن صامت ہے وہؑ قرآن ناطق ہیں۔ پھر ہمارے ایمان کے مطابق محمدؐ و علیؑ مجسم قرآن ہیں۔ روز ازل سے قرآن کے عالم ہیں۔ قرآن کے مُعلّم ہیں۔ جو کچھ قرآن میں ہے اُس سے کماحقہ، ماہر اور اس کے ماہر بنانے والے ہیں۔ اور فضائل محمدؐ و آلؑ محمدؐ کی کم سے کم بات یہ ہے کہ وہ قرآن میں آئے ہوئے ہر لفظ اور ہر جملے اور ہر آیت اور ہر بیان و ہر واقعہ اور ہر مثال اور ہر قصہ سے عملی طور پر مطلع اور اُس کے عالم اور اُس پر عامل ہیں اور قرآن وہ مادی ذریعہ ہے۔ جس میں مذکور تعلیمات وحالات وکیفیّات کو انسانوں کے لئے قابل عمل بنانے والے ہیں۔ (دیکھو ہماری کتاب عظمتِ رسولؐ قرآن سے) وہی کتاب ہے۔ جس کے مادی ذرائع سے وہ تمام احتیاج اور ضرورت پوری کریں گے جو ابھی مسٹر ڈھکو کے لئے لکھی گئی ہیں۔ علیؑ کو قرآن کے ساتھ اور قرآن کو علیؑ کے ساتھ لازم وملزوم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ علیؑ علیہ السلام کے گیارہ بیٹے قیامت تک تعلیماتِ قرآنیہ کے ذریعہ نوع انسان کو لامحدود قدرت وحیات فراہم کرنے والے ہیں۔

مگر مجتہد نے ہمارے ان عقائد کو نہ کبھی پہلے تسلیم کیا تھا نہ وہ قیامت تک تسلیم کرے گا۔ اس لئے کہ ابلیس کا منصوبہ ہی یہ ہے کہ نبوتؐ وامامتؑ کو توحید خداوندی سے الگ رکھے۔ اور اللہ کو نبوتؐ وامامتؑ سے ملوث نہ ہونے دے تا کہ شیطانی توحید برقرار رہے اور اللہ اور رسولوںؑ کو الگ الگ رکھتے ہوئے ایک درمیانی مسلک ومذہب جاری کیا جائے۔ چنانچہ ڈھکو صاحب نہایت چابکدستی اور مختصر نویسی کا شارٹ کٹ (Short Cut) مارتے ہوئے قرآن پر ہاتھ صاف کرتے ہیں تا کہ علیؑ کے ساتھ قرآن کو بھی ختم کر دیا جائے۔

(IV) قرآن کے تمام وہ اعلانات اور دعوے (معاذ اللہ) غلط ہیں جن میں کل شی کا علم وتفصیل مذکور ہے

ڈھکو صاحب نے قرآن میں تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ ہر چیز کے بیان اور خشکی وتری کی ہر چیز کے ذکر کا انکار یہ کہہ کر کیا ہے کہ:۔

''دوسرا شبہ اور اُس کا جواب''۔ ''مذکورہ بالا شبہ کے تفصیلی جوابات سے ایک دوسرے شبہ کا جواب باصواب بھی معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ قرآن میں تمام چیزوں کا علم موجود ہے۔ تِبۡیَانًا لِّکل شی اور لا رطب و لا یابس اِلَّا فی کتاب مبین کا مصداق اور آئمہ

اہلبیتؑ اس جامع کتاب کے وارث ہیں‘‘۔(اصول الشریعہ صفحہ ۲۰۳)

(V) مسٹر ڈھکو کا منکر قرآن ہونا بالآخر سامنے آ گیا

یہ تین سطریں لکھ کر جناب علامہ نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ نظام اجتہاد کے ارکان ثلاثہ پر تہہ دل سے ایمان رکھتے ہیں۔

یعنی ۱۔ اسلامی حقائق کو مثبت انداز میں باطل کرو۔

۲۔ توحید کی تلوار سے نبوّت کا سر کاٹو۔

۳۔ مصالح عمومی اور مفاد عامہ کا نعرہ کبھی نہ بھولو۔

قارئین سوچ رہے ہوں گے کہ اُدھر جناب علامہ نے گول مول سی عبارت لکھی تھی۔اِدھر اُس جلیبی یا امرتی نماعبارت کا سرا ڈھونڈنے اور اس کی وضاحت کرنے کے بجائے ہم نے بھی نظام اجتہاد کے ارکان ثلاثہ کا معمّہ لکھ دیا ہے درحقیقت بات یہ ہے کہ علامہ نے ان تین سطروں میں جو کچھ کہا ہے اُس کا تعلق اپنے پچھلے بیانات سے قائم کر کے یہ فرمایا ہے کہ جس طرح حضرت علیؑ کا ایسا امام مبینؑ ہونا غلط اور محض شک وشبہ اور وہم گمان تھا کہ وہ کائنات کی ہر شے یا ہر ہر چیز کے عالم ہیں ۔اُسی طرح خود قرآن کو مذکورہ دونوں آیات (۶/۵۹،۱۶/۸۹) کی رُو سے کائنات کی ہر چیز کا علم رکھنے والی کتاب سمجھنا بھی وہم وگمان اور شک وشبہ سے زیادہ نہیں ہے۔کیوں کہ اگر یہ بات صحیح ہو کہ قرآن میں ہر خشک وتر اور کائنات کی ہر ہر چیز کا بیان موجود ہے تو حضرت علیؑ اور محمدؐ وآلؑ محمدؐ کا کائنات کی ہر چیز کا عالم ہونا خود بخود ثابت ہو جائے گا۔اس لئے کہ وہ حضراتؑ قرآن کریم کے عالم اور وارث تو یقیناً تھے۔یعنی نہ قرآن ہمہ گیر علم کی کتاب ہے نہ قرآن کے عالم ومعلّم اور وارث ہمہ گیر علم کے عالم ہیں۔یعنی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔چونکہ قرآن کی ہمہ گیری کا انکار مومنانہ ذہنیت پر ناگوار گذرنا ضروری تھا اس لئے یہ ضروری تھا۔کہ قرآن کو پہلے مان لیا جائے اور بتدریج اُن تمام تصورات کی تردید کی جائے جو قرآن کو عرب ماہرین کی قابلیت اور نوع انسان کی عمومی دسترس سے بلند کرتے ہوں ۔تاکہ قرآن اور اسلامی حکومت پر خاندانی اجارہ داری قائم نہ رہنے پائے۔اور نبوتؐ کے ساتھ آمریّت بھی ختم ہو جائے۔یعنی ہزار ہا سال سے ابلیس کو ناگوار گذرتے رہنے والی نبوت پر مُہر ختمؐ نبوت لگا کر آئندہ قیامت تک کے لئے طاغوت کی جمہوریت کو سو فیصد آزاد کرالیا جائے۔آل محمدؐ وآلؑ ابراہیمؑ کے تمام خاندانی اثرات حکومت سے دُور رکھے جائیں۔یہ تھے وہ ارکان ثلاثہ جن کو مسٹر ڈھکو نے نہایت احتیاط سے تین سطروں میں اس طرح سمو کر رکھ دیا ہے کہ رواں دواں گذرنے والے قاری پر بارِ خاطر معلوم نہیں ہوتے۔مگر ہم حضرت ڈھکو کی پیدا کردہ اس بے وزنی کی فضا (space) کو ہٹا کر قارئین کو اُن کے پُرکارانہ ہلکے بیانات کا وزن اور گراں باری دکھانے اور فریب کے پردے ہٹا دینے کے ذمہ دار ہیں۔لہٰذا سُنئے

(VI) ڈھکو قرآن کا انکار،قرآن سے دلیل اور آیت طلب کرنے والوں پر الزام لگا کر کرتے ہیں

ڈھکو صاحب نے جو کہا تھا اس کو واضح کرنے کے لئے ایک ایسا بیان ملاحظہ ہو جس میں ڈھکو صاحب سے چند شیعہ نوجوانوں نے قرآن سے ایسی آیات طلب کی تھیں جن میں داڑھی کا منڈانا حرام اور داڑھی رکھنا واجب ہو۔ آیات دکھانے کے بجائے ڈھکو صاحب نے انہیں محمدؐ وآلؑ محمدؐ کی سنت کا تارک اور حضرت عمر کی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کا الزام دیا تھا۔ فرماتے ہیں:۔ (حرمت ریش تراشی قرآن وحدیث کی روشنی میں صفحہ ۲)

۔''ہمارے تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ تقریباً چودہ سو سال سے قرآن اور عترت کی اتباع کے دعویدار اور حسبنا کتاب اللہ کہنے والوں پر جرح وقدح کرنے والے فرقہ حقہ سے وابستہ بعض غیر ذمہ دار اشخاص کی طرف سے کچھ عرصہ سے یہ آواز گوش گذار ہو رہی ہے۔ کہ فلاں مسئلہ قرآن کریم کی کس سورہ اور کس آیت اور کس صفحہ پر مرقوم ہے۔ یہ ہر ہر مسئلہ پر یہی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ گویا وہ اگر زبان مقال سے نہیں تو زبان حال سے ضرور یہ کہہ رہے ہیں کہ حَسبُنَا کتاب اللہ کہ ہمیں تو بس قرآن کافی ہے۔ حقیقی مفسرین قرآن یعنی نبیؐ مختار اور اُن کی آلؑ اطہار کے فرامین واجب الیقین کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہی آواز ہے جو آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے حضور نبویؐ میں بلند ہوئی تھی۔ جس کا رونا دینی درد رکھنے والے اب تک رو رہے ہیں اور جب تک اس آواز کے برے نتائج رہیں گے یہ رونا برابر جاری رہے گا''۔

اس بیان پر باقی ریمارکس کو چھوڑ کر صرف اس قدر نوٹ کر لیں کہ جو شیعہ مومنین ڈھکو سے ڈھکو کے بیان کردہ مسائل پر یا خود اپنی معلومات کے لئے قرآن سے آیات طلب کریں وہ محمدؐ وآلؑ محمدؐ کو چھوڑنے اور حضرت عمر کو اپنا راہ نما بنانے والے ہو جاتے ہیں بہر حال ڈھکو قرآن سے دلیل مانگنے والوں سے ناراض ہیں۔ اور ناراض کیوں نہ ہوں؟

(VII) قرآن میں (معاذ اللہ) دھرا ہی کیا ہے؟ وہاں تو حلال وحرام کے احکام بھی مکمل نہیں ہیں

جس قرآن کا عالم کہہ کر حضرت علیؑ کو کائنات کی ہر ہر چیز کا عالم کہا جاتا ہے۔ اُس کا حال علامہ ڈھکو سے سُنئے اور سر دُھنئے۔ ارشاد ہے:۔

''یہ حضرات جو ہر ہر بات پر قرآنِ شریف سے حوالہ طلب کرتے ہیں۔ وہ بتلا سکتے ہیں کہ (۱) صبح کی کتنی رکعتیں ہیں؟ اور (۲) دیگر نمازوں کی کس قدر؟ اور (۳) زکوٰۃ کس کس چیز سے دینی چاہئے؟ (۴) اور کس قدر؟ وغیرہ وغیرہ۔ ان اُمور کو بھی چھوڑیئے۔ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بلّی اور چوہا اور کوّا حرام ہیں (۵) ذرا تکلیف فرما کر کسی آیت کی نشاندہی کر سکتے ہیں؟ جس میں اُن اشیاء کی حرمت کا تذکرہ ہو؟ اچھا بلّی اور چوہے اور کوّے کو بھی جانے دیجئے۔ کُتّے ہی کو لے لیجئے اُس کی حرمت ونجاست تو لاکلام ہے (۶) لیکن کیا کوئی آیتِ صریحہ اُس کی حرمتِ اکل پر پیش کی جا سکتی ہے؟''۔ (کتاب حرمت ریش تراشی ڈھکو صفحہ ۶)

(VIII) پہلے ڈھکو اور تمام شیعہ مجتہدین کے بنیادی اور پوشیدہ مذہب کو پہچان لیں پھر ہم سے بات کریں

ڈھکو صاحب کے اور اُن کے اساتذہ مجتہدین کے عقائد کہاں سے آئے ہیں؟ اُن کے عقائد کی بنیاد کہاں ہے؟ وہ اور اُن کا حقیقی مذہب کس اسکول سے تعلق رکھتا ہے؟ سنئے۔ اور اُسی آیت کا ترجمہ اور تفسیر سُنئے جو ڈھکو کے تین سطروں والے بیان میں زیر بحث تھی۔

اول۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کردی ہے۔ جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے''۔ یعنی ہر ایسی چیز کی وضاحت جس پر ہدایت وضلالت اور فلاح وخسران کا مدار ہے۔ جس کا جاننا راست روی کے لئے ضروری ہے۔ جس سے حق وباطل کا فرق نمایاں ہوتا ہے۔۔۔۔۔ غلطی سے لوگ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شيءٍ اور اس کی ہم معنی آیات کا مطلب یہ لے لیتے ہیں کہ۔'' قرآن میں سب کچھ بیان کردیا گیا ہے''۔ پھر وہ اُسے نباہنے کے لئے قرآن سے سائنس اور فنون کے عجیب عجیب مضامین نکالنے کی کوشش شروع کردیتے ہیں''۔ (علامہ مودودی تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۵۶۲۔۵۶۴) یہ بھی دیکھ لیں کہ:۔

دوم۔ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى الخ (۱۲/۱۱۱) اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت۔ یعنی ہر اُس چیز کی تفصیل جو انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لئے ضروری ہے۔ بعض لوگ ہر چیز کی تفصیل سے مراد خواہ مخواہ دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل لے لیتے ہیں پھر اُن کو یہ پریشانی پیش آتی ہے کہ قرآن میں جنگلات اور طب اور ریاضی اور دوسرے علوم وفنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی''۔ (تفہیم جلد۲ صفحہ ۴۳۸)

(11) قرآن اور محمدؐ وآلِ محمدؐ کی پوزیشن اور اُن کے مخالفین کی مندرجہ بالا کوشش ہماری نظر میں

قارئین نے یہ دیکھ لیا کہ مسٹر ڈھکو اور شیعہ لیبل کے مجتہدین کا عقیدہ ایمان اور مذہب اُسی مرکز سے ماخوذ ہے جہاں سے جناب علامہ مودودی صاحب کے عقائد وایمان اور مذہب کا تعلق ہے۔ فرق یہ ہے کہ علامہ جو کچھ ہیں وہ سب کو معلوم ہے۔ وہ فریب ساز نہیں ہیں۔ اُن کا ظاہر وباطن ایک ہے۔ وہ آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے مخالف گروہ کا مذہب اعلانیہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ لیکن ڈھکو اینڈ کمپنی آج گیارہ سو سال سے ملت شیعہ کو فریب دے کر علمائے شیعہ کہلاتے رہے ہیں اور مذہب شیعہ میں دن رات تخریب کرنا اُن کا مرکزی مقصد رہا ہے۔ یہ وہ داخلی دشمنانِ خدا اور رسولؐ وآئمہؑ اور مخالف قرآن لوگ تھے جو لباس اور نعرے بدل کر ملت شیعہ میں آئے اور آج تک نظام اجتہاد کی تبلیغ میں مذکورہ ارکان ثلاثہ پر کاربند رہے۔ جو کچھ ہم نے اُن کے متعلق یہاں تک لکھا وہ حرف بحرف اور لفظ بلفظ خود اُن کی تحریروں سے ثابت کرکے ناظرین کے حوالے کردیا گیا ہے۔

(i) کیا یہ جرأت کسی مسلمان میں ہوسکتی ہے کہ وہ اللہ کے ہر فرمان کو غلط، مشتبہ اور وہم کہہ دے ؟

قارئین نے دیکھا ہے کہ:۔ (1) اللہ نے فرمایا کہ اُس نے امام مبینؑ کو تمام مخلوقات پر محیط کر دیا ہے۔ مگر ڈھکو اینڈ کمپنی نے کہا کہ امام مبین کو تمام اشیا کا عالم سمجھنا یا کہنا شبہ اور وہم ہے۔

(2) اللہ نے فرمایا کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان موجود ہے مگر:۔

ڈھکو نے کہا قرآن میں ہر چیز کا بیان ماننا یا کہنا بھی وہم وشبہ ہی ہے۔ اور

(3) یہ کہ تمام اشیاء کا بیان تو کہاں؟ قرآن میں تو دین کے ضروری مسائل نماز زکوٰۃ وحلال وحرام کی تفصیلات بھی موجود نہیں ہیں۔ اور

(4) جب قرآن ہی میں ہر چیز کا بیان موجود نہیں تو حضرت علیؑ یا محمدؐ وآلؑ محمدؐ کو ہر چیز کا علم کیسے ہو جائے گا؟ اور یہی وجہ تھی کہ وہ اُن شیعوں پر خفا ہوئے تھے جو ہر مسئلے کا ثبوت قرآن سے چاہتے تھے۔

(ii) کیا ایک شیعہ ایسا کر سکتا ہے کہ آنحضرتؐ اور معصومینؑ کا نام بار بار لکھے اور ان کا احترام نہ کرے ؟

قارئین نے ملاحظہ کیا تھا کہ شیعوں پر حسبنا کتاب اللہ کا اتہام لگاتے وقت ڈھکو نے یہ منافقانہ جملہ لکھا تھا کہ شیعوں کو:۔

۔" حقیقی مفسرین قرآن یعنی نبیؐ مختار اور اُن کی آلؑ اطہار کے فرامین واجب الیقین کی ضرورت نہیں"۔ (حرمت ریش تراشی صفحہ ۲)

یہاں ڈھکو نے نہ نبیؐ پر سلام لکھا نہ آلؑ اطہار کا احترام کیا۔ اور ہم نے بار بار اُس کے قلم سے اُن ہی فرامین کا انکار دکھلایا ہے۔ جن کو وہ شیعوں کے لئے واجب الیقین کہتا ہے۔ یعنی یہ منکر ہرگز شیعہ نہیں ہے۔ پھر اپنی زیر بحث گفتگو میں اُس نے کہیں بھی تو اُن حقیقی مفسرین کی تفسیر سے یہ نہ دکھایا کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان نہیں ہے۔ اور نہ امام مبینؑ یا حضرت علیؑ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔ یہاں یہ منکر اپنی ذاتی رائے سے تفسیر قرآن کرتا رہا ہے اور کہیں بھول کر بھی اپنے کسی دعوے یا فیصلہ کو معصومؑ کے الفاظ سے ثابت نہیں کیا ہے۔

(iii) ڈھکو کی حیرانی، تعجب اور قرآن سے آیت طلب کرنے پر غصہ کی اصل وجہ

چونکہ مجتہدین نے شیعہ قوم کو تقلید کے پٹے ڈال کر ایسا بنا دیا تھا کہ بڑے سے بڑا شیعہ دانشور غلط سے غلط مسئلہ پر آمنّا وصدّقنا کہہ کر عمل کرتا تھا۔ اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اپنی عاقبت خراب سمجھے بغیر کسی مجتہد سے قرآن یا حدیث وغیرہ سے دلیل طلب کر سکے۔ ایک ہزار سال سے یُوں اندھی تقلید کرتے چلے آنے والی قوم سے جب ڈھکو کا عملاً رابطہ قائم ہوا یعنی نجف میں جھک مارنے اور عمامہ وعبا قبا خریدلانے کے بعد جب ڈھکو میدان میں آیا تو اُسے وہی شیعہ قوم مجتہدین سے باغی ملی۔ تقلید تو گئی بھاڑ میں یہاں تو چاروں طرف سرگودھے کے لوگ ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے۔ اور بات بات پر دلیل طلب کی جانے لگی۔ جو کچھ ہم

سکھا رہے تھے اُسے لوگ آزما رہے تھے اور ہر میدان میں مجتہدین کو پھٹیچر وقلاش پا رہے تھے۔ حد ہوگئی کہ سُنّی مساجد اور مدارس میں جناب ڈھکو پر اس لئے تبرّا ہونے لگا کہ اُنہوں نے سیدزادی کے غیر سید سے نکاح کئے جانے کو جائز کہہ دیا۔ مولوی حامد علی نے جو اہلسنت تھے اور بلاک نمبر ۷ (سات) کی مسجد کے پیش نماز تھے۔ برابر ایک مہینے تک اپنی مسجد میں اہلبیتؑ کی اس توہین پر اظہارافسوس کرنے کے لئے تقاریر کیں اور ڈھکو پر لعنت وملامت ہوتی رہی۔ میں نے خود شیعوں کی مجالس میں اُن پر نام لے کر پوری مجلس کو تبرّا کرتے ہوئے سُنا۔ علامہ اس واقعہ کا انکار نہیں کرسکتے۔ سارا سرگودھا اور سرگودھے کی کربلا کے منتظمین گواہ ہیں۔ بہرحال ڈھکو نے قوم میں دلیل مانگنے کی جرأت دیکھی، لعنت ملامت سُنی اس لئے ڈھکو صاحب نے قوم شیعہ کی مجتہدانہ اصلاح کا بیڑا اُٹھالیا اور رفتہ رفتہ صدیوں قدیم اعتقادات کو بدلنے پر کتابیں لکھنے کا آغاز کردیا۔ ہم علامہ کی مخالفت کے بجائے اُن کی اصلاح چاہتے تھے۔ مگر انہوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ ہمارے سامنے کوئی اختلافی مسئلہ نہ چھیڑیں۔ کہیں اختلاف نہ کریں۔ خاموش رہ کر سُنیں۔ آخر ہم سرگودھے سے کراچی چلے آئے۔ اب وہ بالکل آزاد ہوگئے اور وہ تمام گُل کھلائے جو اُنہیں معلوم تھے۔

(IV) ڈھکو اور مجتہدین قرآن کو کیسی کتاب مانتے ہیں

یہ تو معلوم ہو چکا کہ مجتہدین اور اُن کے پٹھو یعنی ڈھکو قرآن کو ہمہ گیر یا ہر ہر چیز کو بیان کرنے والی کتاب نہیں مانتے اب یہ دیکھنا ہے کہ آخر ان کے مذہب میں قرآن میں کیا کچھ ہے؟ یہ بات ڈھکو سے لکھوانے یا کہلوانے کے لئے آپ کو پھر اُن داڑھی منڈانے والی کتاب کا وہی بیان پڑھنا ہوگا۔ جس میں علامہ صاحب چوہے بلّی اور کُتے کے حلال ہونے کا فتویٰ مانگ کر شیعوں کو لاجواب کرکے یہ کہلوانا چاہتے تھے کہ:۔

’’مولانا حضور ہم آئندہ کسی مسئلہ پر قرآن کی آیت نہ مانگا کریں گے۔ آج تک ہم اس وہم میں مبتلا تھے کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان موجود ہے (۱۶/۸۹) مگر اب آپ کے بتانے کے بعد ہماری اجازت ہے کہ آپ ہماری طرف سے جو مناسب ہو وہ بیان دے دیں‘‘۔ چنانچہ ڈھکو صاحب نے لکھا کہ:۔

۔’’کتے ہی کو لیجئے۔ اُس کی حرمت ونجاست تو لاکلام ہے۔ لیکن کیا کوئی آیتِ صریحہ اُس کی حرمت اکل (کھانے) پر پیش کی جاسکتی ہے؟ یہاں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں احکام کُلّیہ کا ذکر ہے۔ جزئیات احادیث معصومین علیہم السلام سے معلوم ہوتی ہیں۔ بالکل درست۔ ہمیں اس جواب سے سو فیصد اتفاق ہے۔ اور ہم اُن حضرات سے یہی کہلوانا اور منوانا چاہتے تھے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ کتاب احکامِ کُلّیہ پر مشتمل ہے۔ اُن کی جزئیات احادیث معصومیہ میں موجود ہیں‘‘۔ (کتاب ڈھکو کی حرمت ریش تراشی صفحہ ۶)

قارئین نے دیکھا کہ مسٹر ڈھکو نے اپنے فرضی بیان میں فرضی شیعوں سے وہ حقیقی بیان دلوایا اور منوایا جو اُن کا اور اُن کے بزرگ مجتہدین کا عقیدہ ہے۔ پھر اُس بیان کی تصدیق کر کے اپنا بیان بنا کر لکھ دیا۔ اور اس ترکیب اور آپکی محنت سے ہم نے علامہ کا یہ عقیدہ ان کے قلم سے لکھوا کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ ''احکام کلیہ''۔ کس بلا کا نام ہے؟ احکام تو آپ جانتے ہیں کہ حکم کی جمع ہے۔ یعنی جس بات میں کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کا تقاضہ کیا جائے وہ حکم ہوتا ہے۔ اور ایسے بہت سے حکم مل کر احکام بن جاتے ہیں یعنی (Dos & Donts) وہی نماز، روزہ، زکوۃ، اور حج وغیرہ کے احکام تفصیل سے قرآن میں موجود نہیں ہیں۔ چند اشارے موجود ہیں۔ جیسے اَقِیمُوا الصلوۃ۔ نماز پڑھو۔ مگر کیسے اور کتنی اور کون؟ سینکڑوں سوالات کے جوابات قرآن میں نہیں ہیں بلکہ حدیث میں ہیں۔ چونکہ وفاتِ رسولؐ کے بعد شیعوں کیلئے تو آئمہ اہلبیتؑ راہنما رہ گئے۔ غیبت امام علیہ السلام کے بعد ادھر بھی مجتہد راہنما اور جانشینِ خدا اور رسولؐ بن گئے۔ مجتہدین نے جو کچھ کیا اُس پر کافی گفتگو ہوتی رہی ہے۔ اب مجتہد قرآن وحدیث کو سمجھنے اور امت کا کاروبار چلانے کا ذمہ دار ہے۔ باقی تمام لوگوں اور پوری امت کا کام ہے کہ وہ مجتہدین کے احکام کو خدا اور رسولؐ یا اسلام کے احکام سمجھ کر بلا دلیل طلب کئے عمل کرے ورنہ اُن کے اعمال باطل ہیں۔ قرآن اور حدیث کو سمجھنے کے لئے مجتہدین نے اپنے قوانین گھڑے ہوئے تھے۔ شیعہ مجتہدین نے بھی ان قوانین کو اپنی کتابوں اور مذہب میں داخل کر لیا۔ قرآن اور حدیث کو قابل قبول اور قابل عمل بنانے کے لئے آیات اور احادیث کی بہت سی قسمیں بنائی گئیں۔ حدیث کے راویوں کو جانچنے اور قبول اور رد کرنے کے قوانین بنائے اور حدیثوں کے ساتھ اور آیات کے ساتھ کیا کیا سلوک ہوگا؟ وہ برابر قارئین کے سامنے سے گذارا جارہا ہے۔ آیت کہتی ہے کہ تبیاناً لکل شی۔ مجتہد کہتا ہے۔ نہیں ہر ہر چیز نہیں بلکہ بعض چیزیں بیان ہوئیں آیت کہتی ہے امام مبینؑ میں ہر چیز کا علم ہے۔ مجتہد کہتا ہے کہ یہ وہم ہے امام مبینؑ ہر چیز کا عالم نہیں ہوتا۔ حدیث کہتی ہے کہ محمدؐ اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور قیامت تک جو کچھ ہوگا سب کا علم رکھتے تھے۔ مجتہد کہتا ہے کہ یہ شرک ہے اُن حضرات کو صرف احکام فقہ معلوم تھے اور کچھ نہیں۔

(۱۲) آیات زیر بحث کی معصومؑ تفسیر اور مجتہدین کا نفاق وتکفیر

تیرہ سو (1300) سال تک جو نظام صرف امت ہی پر نہیں بلکہ تمام اقوام عالم پر تلوار و مال وزر کے زور سے مسلط رہا۔ اُس نے مسلمانوں اور تمام تماشہ دیکھنے والی اقوام کو یہ یقین دلایا اور اسی پر عمل کرایا کہ وفات رسولؐ اور ختم نبوتؐ کے بعد (شیعوں کے یہاں غیبت امام علیہ السلام کے بعد) وحی والہام وغیرہ کے دروازے بند ہیں اور قیامت تک اب اللہ کی طرف سے کچھ نہ بتایا جائے گا۔ اسلام کے اصولی یا مجمل احکام قرآن میں موجود ہیں قرآن میں ہر اصولی حکم تفصیلات کے ساتھ مذکور نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اصولی احکام کی جُزئیات احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ احادیث میں بھی قیامت تک پیدا ہونے والے نئے نئے

تقاضات انسانی کے لئے احکام نہیں ہیں۔لہٰذا اہلسنت میں دورِاول سے اور شیعوں میں غیبت امامؑ کے بعد مجتہدین نے امت کی باگ ڈور سنبھال لی۔اور اب اللہ ورسوؐل کی جگہ قیامت تک انسانی راہ نمائی مجتہدین کے علم وتجربہ کے ماتحت آ گئی۔کس آیت کے کیا معنی ہیں؟ کون سی حدیث صحیح اور قابل عمل ہے؟ یہ فیصلہ مجتہد کے حکم سے ہوا کرے گا۔مجتہدین کے علاوہ قرآن اور حدیث کے معانی ومفاہیم اور اُن کو نافذ کرنے کا اختیار کسی کو نہ ہوگا۔جوشخص یا اشخاص اس سلسلے میں زبان کھولیں گے وہ گمراہ، بدعتی، ملحد، منافق اور کافر ہوں گے۔یہ فیصلہ وفات رسوؐل کے بعد اوّل دور کے مجتہدین نے کر دیا تھا۔لیکن اس فیصلے کے خلاف حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے بعد ان کے گیارہ جانشین امامؑ اور اُمت کے بہت سے دیگر صحابہؓ اور بڑے بڑے علماء نے ہر دور میں اظہار خیال فرمایا۔نتیجہ میں قتل وغارت لوٹ مار اور رشوت ستانی بھی جاری رہی لیکن بار بار نظام اجتہاد کو باطل ثابت کیا جاتا رہا۔اور یہ تمام تفصیلات آج ہر ملک اور ہر قوم کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔مگر عوام آج بھی اُن سے ناواقف ہیں۔غیبت امام علیہ السلام کے بعد نظام اجتہاد نے اُن تمام بنیادوں اور تعمیرات کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے شیعوں میں مجتہدین تیار کئے جنہوں نے ایک دفعہ وہی نظام، ملت شیعہ پر بھی مسلّط کر دیا جو اوّلین دور سے لے کر تین سو سال تک مستحکم اور مقبول ہو چکا تھا۔اُنہوں نے قرآن اور آئمہ اہلبیتؑ کی احادیث کے ساتھ جو کچھ کیا اُس کا تذکرہ برابر ہوتا اور دہرایا جاتا چلا آ رہا ہے۔یہ بتایا جا چکا ہے کہ اُن لوگوں نے ہماری احادیث کی چار سو کتابوں کو یک سر غائب کر دیا اور جو کتابیں بعد میں لکھی گئیں اُن میں مذکورہ ہر اُس حدیث کو مجروح ومقدوح کیا جو نظام اجتہاد کے خلاف نظر آئی۔

جن عقائد پر آج تمام شیعہ متفق ہیں وہ آج سے چودہ سو سال پہلے سے معصومین علیہم السلام نے بیان فرمائے تھے۔اور یہ کہ آج شیعوں کا ہر عقیدہ کم از کم گیارہ سو سال سے چلا آ رہا ہے۔اور یہ بھی کہ غیبت امام علیہ السلام کے بعد مذہب شیعہ میں کوئی عقیدہ گھڑ کر اختیار نہیں کیا گیا ہے۔بلکہ اُن کے تمام عقائد، تمام رسومات، تمام عبادات اور تمام نظریات آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے احکام وسنت سے ماخوذ ومطابق ہیں۔اور جو چیزیں نظروں وقلوب میں کھٹکتی ہیں وہ سب ہی شیعہ لیبل کے مجتہدین کی طرف سے پھیلائی گئی ہیں۔

والسلام مع الاکرام

السید محمد احسن زیدی

فہرست

نمبر شمار	عنوان نمبر	عنوانات اسلام اور علمائے اسلام (حصہ اول)	صفحہ نمبر
1	1	قرآن کریم کی پوزیشن	3
2	2	تعلیماتِ محمدؐی کا دور دورہ	6
3	3	قرآن اور صاحبانِ قرآن	7
4	4	علم اور اَعْلَم	10
5	5	علماء کسے سمجھیں؟ معصومؑ فیصلہ	10
6	6	علماءؑ معصوم ہیں	11
7	7	نام نہاد علماء اور شیعان اھلبیتؑ	11
8	8	حقیقی علماء	13
9	9	ہمارے علماء کا کام کائنات پر نظر	13
10	10	مصنوعی علماء کا کاروبار	14
11	11	نام نہاد مومن	14
12	12	شیعوں کی موجودہ حالت	14
13	13	نام نہاد مومنین	15
14	14	مومن مگر کافر	16
15	15	حجتہ اللہ کون ہے؟	16
16	16	نام نہاد علماء پر علیؑ مرتضٰی کا بیان	17
17	17	نام نہاد علماء کے اعمال و مقاصد	17
18	18	مقام اجتہاد	17
19	19	مجتہد کسی کی تقلید نہیں کرتا	18
20	20	مجتہدین سے ایک اور ملاقات	19
21	21	مفتی صاحب متفق ہیں	20
22	22	مجتہد اور اُن کا فتویٰ علیؑ کی نظر میں	21

نمبرشمار	عنوان نمبر	عنوانات — اسلام اور علمائے اسلام (حصہ اول)	صفحہ نمبر
23	23	قابلِ مبارکباد مفتی صاحب، بساطِ اجتہاد اُلٹ دی	21
24	24	مجتہدین کی اجارہ داری	22
25	25	شیعہ مجتہدین کا نظریہ اجتہاد	23
26	26	شیعہ مجتہد کے اجتہاد کی پوزیشن	24
27	27	شیعہ وسُنی اجتہاد دراصل ایک ہیں	24
28	28	شیعہ مجتہدین بانیان اجتہاد کے پیرو ہیں	25
29	29	اجتہاد کی بنیاد حقیقتاً قرآن وسنت کے انکار پر رکھی گئی ہے	26
30	30	اجتہاد سے یقین حاصل نہیں ہوسکتا	26
31	31	ایک فطری سوال کا جواب	27
32	32	خاطی مجتہد مرکزِ ملت نہیں بن سکتا	27
33	33	دین ملاّ فی سبیل اللہ فساد	28
34	34	علمائے سوء کی تین قسمیں	29
35	35	کامیاب وبے باک مفسدہ پرداز	29
36	36	کامیاب ومتدیّن مفسدہ پرداز	29
37	37	ناکام فتنہ پرداز	30
38	38	قیادت کا آواگون ایک تھیلی کے چٹے بٹے	30
39	39	مفتی قاضی یا مجتہد کا مقام	30
40	40	آئمہؑ نے اپنے صحابہ کو اجتہاد کی اجازت نہیں دی	31
41	41	خطائے اجتہادی تکذیبِ خداوندی ہے	32
42	42	کیا غیر اہم اور معمولی چیزوں میں اجتہاد کیا جاسکتا ہے	32
43	43	قرآن وسنت کے انکار کی مجتہدانہ ترکیبیں	33
44	44	مفتی صاحب کا وہ دریا جس کا کنارہ نہیں	34
45	45	مجتہدانہ غوطہ خوری علیؑ کی نظر میں	34
46	46	مجتہد کا ہر فتویٰ آیت یا حدیث سے ہونا لازم ہے	34
47	47	مجتہدین آئمہؑ کی راہ میں رکاوٹ بن گئے	36

نمبرشمار	عنوان نمبر	عنوانات	اسلام اور علمائے اسلام (حصہ اول)	صفحہ نمبر
48	48	مجتہدین کو بھی حصولِ علم جاری رکھنا لازم ہے		36
49	49	موجودہ نظامِ اجتہاد علم کے دروازے بند کرتا ہے		37
50	50	مجتہدین، اسلام اور قرآن کو تبدیل کر کے فساد کا ذریعہ بنالیں گے		38
51	51	قرآن میں معنوی تحریف کی بنا پر امت قرآن سے محروم ہوگئی ہے		41
52	52	مجتہدین امتِ مسلمہ کو گمراہ کرنے میں اپنے بزرگوں کے قدم بقدم		41
53	53	مساجد کے لئے امام علیہ السلام نے فرمایا		42
54	54	حق کو باطل سے علیحدہ کرنے کا طریقہ		42
55	55	نزولِ قرآن کے دوران ہی اجتہاد جاری کرلیا تھا		43
56	56	شیعہ عُلماء کو شناخت کرنے کا معصومؑ معیار		45
57	57	مقدس مآب اور شہرت یافتہ معتبر لوگوں سے بچ کر رہنا		46
58	58	علماء کا کام ظالموں کی سرکوبی اور مظلوموں کی حمایت ہے		46
59	59	مسلمانوں کی فلاح و بہبود کو نظر انداز کرنے والا اسلام سے خارج		47
60	60	مسلمانوں کی فریاد پر مدد نہ کرنے والا مسلمان نہیں ہے		47
61	61	امت کو اپنے عیش کا آلہ کار بنانے والے علماء		48
62	62	اہلبیتؑ کے نام پر عیش و عشرت کرنے والے علماء		48
63	63	علامہ محمد باقر اعلی اللہ مقامہ کی وضاحت اور علمائے سوء کے تعارفی ہتھکنڈے		49
64	64	دنیا کمانے والا عالم جہنمی اور دین محمدؐ و آلِ محمدؐ سے خارج ہے		49
65	65	پہلے فقہاء اور رئیس بگڑیں گے پھر امت کو بگاڑ دیں گے		50
66	66	مشرکین عرب کا زیرِ زمین منصوبہ اسلام کے لباس میں		50
67	67	مجتہدینِ عرب کا قانون تغیر زمانہ پر مشورہ		51
68	68	آنحضرتؐ اپنی ذاتی رائے سے قرآن کے احکام میں دخل نہ دے سکتے تھے		51
69	69	مشرکینِ عرب کے دلوں میں انتقام کے شعلے اجتہاد بن کر بھڑکے		51
70	70	مشرکینِ عرب اسلام نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت کرلی تھی		52
71	71	قرآن کریم میں تغیر اور تبدل کی ابلیسی پالیسی		53
72	72	قرآن کی تقسیم اور تقسیم سے مسلمانوں میں تفرقہ		54

نمبر شمار	عنوان نمبر	عنوانات — اسلام اور علمائے اسلام (حصہ اول)	صفحہ نمبر
73	73	اس آیت (۳/۷) کو مجتہدین نے مسلمانوں کے خلاف حربہ بنالیا	54
74	74	متشابہات کے معنی سُنّی شیعہ اور قادیانی مترجم	56
75	75	کیا آپ مانتے ہیں کہ قرآن ایک مبہم کتاب ہے؟	57
76	76	قرآن کریم نے مجتہد کو اپنی نظر میں رکھا ہے	58
77	77	آخر مترجم مجبور ہو کر رہ گئے	59
78	78	آخر مجتہدانہ الزام غلط ثابت ہو گیا ہے	60
79	79	علامہ مودودی کا قرآن کے متعلق ایمان ویقین	60
80	80	علامہ کا جھوٹ ان کی تحریر میں دیکھیں	61
81	81	اللہ نے پوری کتاب کو متشابھاً فرمایا ہے	62
82	82	پورا قرآن آیات محکمات کا مجموعہ ہے	62
83	83	آیات متشابہات پر فریب خوردگی یا فریب سازی	63
84	84	قرآن کو مہجور کرنے کا مجتہدانہ طریقہ	63
85	85	قرآن میں تغیر وتبدل اور تحریف مسلمان کر رہے تھے	65
86	86	علامہ مودودی کہاں تک متفق ہیں	65
87	87	نزولِ قرآن کے دوران قرآن کی تقسیم وتحریف کرنے والے مجتہدین	66
88	88	علامہ نے خود بھی آیت ۵/۴۱ میں تحریف کی ہے	67
89	89	علامہ بھی جماعت کے ممبر ہیں	68
90	90	فعلِ بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر	69
91	91	رسولؐ اللہ کے زمانہ میں صحابہ کا مجتہدین کو جواب	69
92	92	مسلمانوں نے مسلسل تحریف کی ہے۔ ہمارا تجزیہ	69
93	93	علامہ مودودی اور تحریف کے معنی، مقاصد اور مذمت	70
94	94	کتابِ خداوندی میں تحریف کرنا کفر ہے	70
95	95	کفر سے بچنے اور بچانے کا راستہ بتادیا	71
96	96	یہودیوں پر تحریف کی وجہ سے علامہ بہت خفا ہیں	71
97	97	مجرم کو بچانے کے لئے الفاظ کا کھیل	72

اسلام اور علمائے اسلام (حصہ اول)

نمبر شمار	عنوان نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
98	98	مجتہدین کا اجتہاد، اللہ پر تہمت ہے	72
99	99	علامہ کا تجربہ کہ مسلمان بھی تحریف کر رہے ہیں۔ مثال	72
100	100	مسلمانوں میں بعض لوگ مودودی کے نزدیک یہودی ہیں	73
101	101	اللہ نے عربوں کو تحریف کے لئے آزاد کر دیا	73
102	102	علامہ نے تحریف کا اقرار کیا قرآن میں روزِ اول سے تحریف ہوتی رہی	74
103	103	علامہ مودودی نے اپنی علمی قابلیت کی پیمائش کے مطابق قرآن میں ردوبدل کیا	75
104	104	نزولِ قرآن کے دوران مسلمان، اجتہاد اور طاغوت	77
105	105	علامہ مودودی اور طاغوت	78
106	106	نظام اجتہاد اور قرآن	79
107	107	اہلِ مکہ تمام امتوں سے زیادہ ہدایت یافتہ تھے	80
108	108	یہود و نصاریٰ اہلِ مکہ کی نظر میں گھٹیا لوگ تھے	80
109	109	وہ حقائق جو علامہ سے پوشیدہ رہ گئے ہیں	81
110	110	کتاب اللہ سے حکم نہ دینے والا فاسق، ظالم، کافر	82
111	111	علامہ مودودی کی تحریف فی القرآن	82
112	112	علماء سے صحیح ترجمہ کرانے کے لئے انہیں دھوکہ دینا ہوگا۔	84
113	113	علامہ مودودی نے قرآن کریم کو کھلونا بنا کر رکھ دیا ہے	84
114	114	شرعی حکم اللہ کا نازل شدہ حکم ہونا چاہئے	85
115	115	علماء ہر مذہب میں اجتہاد و تحریف کرتے رہے ہیں	86
116	116	عربوں میں مؤرخ، مفسر، مجتہد اور متکلمین موجود تھے۔ علامہ مودودی	86
117	117	رسولؐ کی عظمت کو مٹانے کا وہ انتظام جو عربوں نے جاری کیا	87
118	118	علامہ مودودی اور رسول اللہ صلعم	88
119	119	قرآن، اللہ اور علامہ کا فرق	88
120	120	رحمۃ للعالمین ماننے سے نیابت بھی ہمہ گیر ہوگی	88
121	121	آنحضرتؐ ساری کائنات کے لئے نہیں۔ صرف انسانوں کے لئے رحمت تھے	89
122	122	علامہ قرآن کے الفاظ سے بازی گری کرنے میں کمی نہیں کرتے	89

نمبرشمار	عنوان نمبر	عنوانات — اسلام اور علمائے اسلام (حصہ اول)	صفحہ نمبر
123	123	علامہ یہ نہیں چاہتے کہ آنحضرتؐ کی رسالت ساری کائنات کی مخلوق کے لئے ہو	89
124	124	علامہ کا وہ فریب جو آیات کے ذریعہ سے دیا گیا ہے	90
125	125	ہم شکر کریں اگر مودودی آنحضرتؐ کو حقیقتاً تمام انسانوں کے لئے رسولؐ مان لیں	90
126	126	علامہ حضرت عیسیٰؑ کی شان بھی تسلیم نہیں کرتے	91
127	127	علامہ بڑے حساس اور بڑے باریک بین ہیں	91
128	128	علامہ کو قرآن سے مجرم بلکہ اقبالی مجرم ثابت کرو	92
129	129	اللہ کے متعلق مشرکینِ عرب بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے	92
130	130	فرعون کے جواب میں عالمین کی تعریف	93
131	131	علامہ سے کہہ دو کہ تم فرعون سے زیادہ سمجھتے ہو	93
132	132	تمام مخلوق اللہ و رسولؐ کے لئے قابلِ خطاب وحکم و مطیع ہے	94
133	133	زمین وآسمان اور پہاڑوں کے ساتھ ساتھ پوری نوع انسان سے خطاب	95
134	134	علامہ کا ملا جلا ایمان وکفر، اس وعدہ کا مطلب، اقرار بھی ہے انکار بھی ہے	95
135	135	علامہ کا موقف غلط اور امانت کا تصور باطل ہے	98
136	136	علامہ نے امانت میں سب کو شریک کر کے خیانت کی ہے	100
137	137	حقیقی اسلام کے مقابلہ میں ایک خود ساختہ اسلام کی سربراہی کی ذمہ داری	102
138	138	زمین ایک نہیں کم از کم سات زمینیں ہیں	103
139	139	سربراہِ اسلام ونزولِ ملائکہ وروح	103
140	140	علامہ متعدد آباد زمینوں کا اقرار کرتے ہیں	104
141	141	بہت سی آباد دنیاؤں پر قدیم سند بھی مان لی ہے	104
142	142	اہلِ خلاف نے قرآن وحدیث کو ہمیشہ جھٹلایا	105
143	143	مولانا کی بات منہ سے نکلتے ہی حق و باطل کا فرق نوٹ کر لیں	108

فہرست

نمبر شمار	عنوان نمبر		عنوانات اسلام اور علمائے اسلام (حصہ دوم)	صفحہ نمبر
1	1		شیعہ لیبل کے مجتہدین اور اجتہاد	114
2	2		مذہب شیعہ کی نظر میں رسولؐ، قرآن اور کائنات	116
3	3		علمائے مذہب شیعہ اور شیعہ مجتہدین کے مسلمات کا فرق	118
4	4		قارئین کے انصاف کی ہمیں ضرورت ہے	124
5	5		ترقی کا انتہائی مقام حاصل کر چکنے کے بعد اجتہاد سے تعارف	125
6	6		مجتہد کی نظر میں نوابوں کا مقام اور دین اسلام	126
7	7		مجتہد کی آن بان اور شان اور اسلام میں اس کا مقام	126
8	8		اجتہاد اور تقلید کی پوزیشن مجتہد سے سوال	127
9	9		رائے اور عقل وقیاس کے متعلق چند باتیں	130
10	10		مجتہدین کے یہاں تقلید کسے کہتے ہیں؟	131
11	11		رسولؐ اور امامؑ کے بعد آدمیوں کی دو قسمیں جاہل اور عالم	132
12	12		مجتہد صاحب کا فیصلہ نہ عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً درست	133
		(الف)	مجتہدین عالم ہونے کا دعویٰ کرتے رہے۔ کرتے ہیں اور اپنی عقل کو مکمل کہتے ہیں	134
13	13		نظام اجتہاد مجتہد ہی کے ہاتھ سے باطل ہو گیا	134
		(الف)	عقل انسانی کی پوزیشن اللہ و رسولؐ کے نزدیک	135
14	14		مجتہدین کا علم و عقل نہ مکمل ہوتا ہے نہ عوام سے زیادہ ہوتا ہے	136
15	15		مجتہدین جب دلیل کے قائل نہیں تو تفصیل کے قائل کیوں ہوں؟	137
16	16		مجتہد تنقید و تحقیق سے بالاتر ہستی ہے	137
17	17		مجتہد اگر ہر بات صاف اور صحیح کہنے لگیں تو نظام اجتہاد باطل ہو جائے	139
18	18		مجتہد کی صفات اور دو قسمیں ملاحظہ طلب ہیں	140
19	19		مجتہد اپنی عائد کردہ شرائط سے آوٹ (out)	141
20	20		جاہل عوام کیسے پتہ لگائیں کہ فلاں شخص مجتہد ہے؟	142
21	21		مجتہد نے سوال میں بددیانتی اور حق پوشی کا ثبوت دیا ہے	143

143	مجتہد کو جانچنے اور پہچاننے کا طریقہ مجتہد کی زبانی	22	22
144	مجتہد کے جواب کا جائزہ لیجئے	23	23
145	مجتہدین کو مذہب شیعہ ہی سے نہیں بلکہ انسانیت سے خارج کریں	24	24
145	مجتہدین کے لئے آئمہ معصومینؑ کی نیابت کی شرط	25	25
146	بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ حق کا	26	26
148	جس نگۂ حق نواز پر فیصلہ تھا وہ جھک کر پھر نہ اٹھی	27	27
149	ایام غیبت میں مجتہدین کا حکم واجب الاطاعت ہے	28	28
149	مجتہدین ہمیشہ حق پوشی کیا کرتے ہیں	29	29
150	آخری آئمہ علیہم السلام مجتہدین کو اپنا نائب بناتے ہیں یا نہیں	30	30
152	علامہ سرکار اجتہاد و تقلید کا منجانب آئمہؑ ہونا ثابت نہ کر سکے	31	31
152	مجتہد کی پیش کردہ احادیث اور ان کا غلط استعمال	32	32
153	اجتہاد کے جواز کی بنیاد جھوٹ اور فریب پر رکھی گئی ہے	33	33
153	علماء اور فقہا کے الفاظ کی آڑ میں مجتہدین دھوکا دیتے ہیں	34	34
154	مجتہد کی پیش کردہ چاروں احادیث پر ناقدانہ نظر ڈالئے	35	35
158	قرآن و حدیث کو فریب سازی کا ذریعہ بنانے کی کوشش	36	36

فہرست

اسلام اور علمائے اسلام (حصہ سوم)

نمبر شمار	عنوان نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
1	1	مذہب شیعہ میں اجتہاد	190
2	2	اصول فقہ اور مسلمان	192
3	3	شیعوں میں سب سے پہلا اور باقاعدہ مجتہد	193
4	4	ابن جنید کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانے کی کوششیں	194
5	5	ابن جنید کی مذمت اور ستائش کرنے والے	196
6	6	ابن جنید اور مجتہدین کے بیان پر تبصرہ	200
7	7	شیعوں میں مسلک اجتہاد کے دخول پر ایک اور بیان	202
8	8	مجتہدین تمام شیعہ علماء کو بھی مجتہد مشہور کرتے رہے ہیں	204
9	9	ابتدائی مجتہدین میں سے محمد بن احمد بن ادریس الحلّی العجلی	205
10	10	حضرت علامہ طوسیؒ مجتہدین کی نظر میں	206
11	11	حضرت علامہ طوسی علیہ الرحمہ کے لئے دوسرا بیان	208
12	12	حضرت علامہ طوسی اعلی اللہ مقامہ کے لئے ایک اور بیان	209
13	13	علامہ محمد باقر مجلسی کے والد علامہ محمد تقی مجلسی اعلی اللہ مقامہما کا ذکر	209
14	14	علامہ محمد باقر مجلسی اعلی اللہ مقامہ کی مذمت بلا نام سن لیں	210
15	15	شیخ نصیر الدین طوسی اور علامہ بہائی کو مجتہدین سے الگ کرلیں	210
16	16	علامہ محمد امین استر آبادی رضی اللہ عنہ کی مذمت	211
17	17	مجتہد کبھی اور کسی حال میں سچ نہیں بولتا	212
18	18	سید مرتضیٰ ابن ادریس کی طرح احادیث کی جگہ اپنی عقل سے مسائل گھڑتے تھے	212
19	19	شیخ مفید اور مرتضیٰ نے علمائے شیعہ کی مذمت کو جاری کیا تھا	213
20	20	دلائل اربع مجتہدین نے کہاں سے اختیار کئے تھے	214
21	21	اصول فقہ شیعہ لیبل کے مجتہدین نے کہاں سے لئے	214
22	22	اجتہاد اور مجتہدین پر رواں دواں ریمارکس	216
23	23	مذہب شیعہ میں اجتہاد و مجتہدین کی کہانی روضات الجنات اور مفتاح کی زبانی	220

24	24	شیعوں میں فقہ پر اولین اور مستند کتاب النھایۃ شیخ طوسیؒ	221
25	25	اجتہادی احکام کے باطل ہونے پر ایک اور عالم کا خواب	223
26	26	علامہ حلی ایسے زبردست عالم اجتہاد کی وجہ سے حدیث سے ناواقف رہے	224
27	27	مجتہدین کا حکم معصومینؑ کے خلاف نفرت انگیز رویہ	225
28	28	اجتہاد آخر خود مجتہد کے لئے وبال جان وایمان بن گیا	228
29	29	مجتہدین اور اخباریئن (محدثین) میں سمجھوتہ کی کوششیں	237
30	30	مجتہدین قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ اپنے ادلۂ شرعیہ کے بھی منکر ہیں	240
31	31	شیعہ مجتہدین کے آپسی اختلاف پر سادہ نظر	245
32	32	مجتہدین کا مبلغ علم یا علمی حدود اربعہ	248
	32	(الف) قرآن اور صاحبانِ قرآن کا علمی حدود اربعہ	257
33	33	فریب خوردہ یا فریب ساز	260
34	34	نظام اجتہاد سے فریب خوردہ اور متاثر لوگ	269
35	35	قرآن اور حدیث میں چون وچرا کرنے والے، یعنی مجتہدین	279
36	36	کیا یہ لوگ مذہب اہل بیتؑ میں شامل ہیں؟	286
37	37	معراج میں حضرت علیؑ کا مختلف صورتوں میں موجود ہونا	306
38	38	محمد حسین ڈھکو اور ان کے ہمنوا	325
39	39	احادیث بلا چوں وچرا قبول کرنا مجتہدین کا کام نہیں	350
40	40	صفاتِ خداوندی اور مجتہدین کے لئے محمدؐ وآل محمدؐ کے احکام	401
41	41	ڈھکو اینڈ کمپنی قرآن وحدیث پر ایمان نہیں رکھتے، کمائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں	420
42	42	مجتہدین کے نزدیک (معاذ اللہ) آنحضرتؐ چالیس سال کی عمر تک ایمان وکتاب سے بے خبر تھے	466
43	43	اعتماد حاصل کرنے کے لئے سابقہ مجتہدین سے بیزاری اور طرفداری	497
44	44	شیعہ مجتہدین اپنے سنی استاد مجتہدین کے ہم نوا رہے ہیں	510